سفر نامہ

ابنِ بطوطہ

رئیس احمد جعفری

ناشر
نفیس اکیڈیمی اردو بازار کراچی ۱

ناشر

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی ۱

نام کتاب :	سفرنامہ ابن بطوطہ
تالیف :	ابن بطوطہ
ترجمہ :	سید رئیس احمد جعفری
ناشر :	نفیس اکیڈیمی۔ اردو بازار۔ کراچی
طبع پنجم :	دسمبر ۱۹۸۶ء
ضخامت :	حصہ اول دوم یکجا ۶۸۸ صفحات
ایڈیشن :	آفسٹ
ٹیلیفون :	۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ
اویس پیکیجز۔ عزیز آباد۔ کراچی

مسلمان سیّاح اور اس کا سفرنامہ

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

سفرنامہ علمی و ادبی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے، یہ واحد صنف ادب ہے جس کا تقریباً تمام اہم معاشرتی علوم سے گہرا تعلق ہے، مورخوں، سوانح نگاروں اور جغرافیہ دانوں نے اس صنف سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اسی وجہ سے دنیا کی تمام بڑی چھوٹی زبانوں کے ادبیات میں سفرناموں کو ایک اہم مقام حاصل ہے، سفر وسیلۂ ظفر صحیح معنوں میں اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ "مسافر" اپنے سفر میں دوسروں کو بھی شریک کرے، سفر میں دوسروں کو شریک کرنا اسی طرح ممکن ہے کہ تمام تجربات و مشاہدات کو اس طرح بیان کر دیا جائے کہ سفرنامہ پڑھنے والا ذہنی طور پر انھیں راستوں اور گذرگاہوں پر گام فرسا نظر آئے جن سے سفرنامے کا مصنف گزرا ہے سفرنامہ لکھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اسکے لئے ضروری ہے کہ حالات و واقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور گرد و پیش کی پھیلی ہوئی دنیا کے رازوں کو جاننے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا ہو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ابن بطوطہ کا سفرنامہ ایک عہد آفریں کارنامہ ہے۔

ابن بطوطہ نے جب اپنے سفر کا آغاز کیا تو اس وقت نہ ریل تھی، نہ موٹر، نہ طیارے نہ کل کے جہاز جب سمندر کا سفر کرنا جان جوکھوں کا کام تھا، بربر کا ایک منچلا نوجوان ـــــ ابن بطوطہ ـــــ رخت سفر باندھ کر اٹھا، اور کامل پچیس ۲۵ سال تک سمندر کی لہروں سے لڑتا، ہولناک ریگستانوں سے گزرتا پرشور دریاؤں کو کھنگالتا، فلک بوس پہاڑوں پر چڑھتا ہوا جنگلوں اور بیابانوں اور برفستانوں کو قطع کرتا، اپنے ذوق سیاحت کو تسکین پہونچاتا رہا۔

وہ دیار حجاز کی خاک پاک کو آنکھوں سے لگاتا، یمن کے دشوار گذار راستوں کو طے کرتا مصر، بغداد، شام، عراق، ایران، ترکستان، ماوراء النہر، بلخ، بخارا، بدخشاں، افغانستان

آذربائیجان، عیسائیوں کے مرکزِ ثقافت قسطنطنیہ اور ترکوں کی مملکت کا دورہ کرتا۔ ان مقامات کے علماء، صلحاء، ابرار، ملوک و سلاطین، امراء اور وزراء نیز اصحابِ علم و فضل سے ملتا، ہندوستان پہونچا۔

اس نے سندھ کے ایک ایک شہر کو دیکھا، یہاں کے لوگوں سے ملا۔ یہاں کے مدارس اور مکاتب کا جائزہ لیا۔ اس نے پنجاب کی سیر کی، اور وہاں کے اجل علماء سے ملاقات کی، وہ دلّی پہونچا، تاریخ کے سب سے زیادہ باجبروت شخص، محمد تغلق نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، منصبِ قضا پر مامور کیا۔ اور اس طرح اسے سارے ہندوستان کی سیاحت کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ پھر سلطان کا سفیر بن کر وہ چین گیا۔ وہاں کے مسلمانوں سے ان کا طرزِ ماندو بود سے انکے اقتدار و اختیار سے واقفیت پیدا کیا، خاقان چین سے ملا، چین کی تہذیب، ثقافت اور مدنیت کا گہرا مطالعہ کیا۔

پھر وہاں سے دوبارہ ہندوستان واپس آیا۔ مدراس پہونچا، بمبئی گیا، کرناٹک، کالی کٹ، مالابار، کھمبائیت وغیرہ کی سیر کی، پھر لنکا گیا، وہاں بدھوں کے آثار دیکھے، پھر سراندیپ پہونچا، وہاں سرآنکھوں پر بٹھایا گیا۔ بربر (افریقہ) یعنی مغرب اقصیٰ واپس آیا، جب وطن سے نکلا تھا۔ تو پچیس ۲۵ سال کا نوجوان تھا۔ جب واپس آیا تو پچاس ۵۰ سال کا بوڑھا تھا۔

ابن بطوطہ کا یہ طویل، صبر آزما، اور پُرمشقت سفر، تفریحی نہیں تھا۔ علمی تھا۔ اس نے جس ژرف نگاہی سے سب کچھ دیکھا، جس قابلیت سے مشاہدات سفر مرتب کئے جس خوبی سے اکابر رجال کے احوال و سوانح پر روشنی ڈالی وہ صرف اسی کا حق ہے۔

ابن بطوطہ کو ہمارے مؤرخوں میں جو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ وہ اسی سفرنامے کی وجہ سے ہے یہ سفرنامہ لکھ کر اس نے تاریخ کے عظیم الشان دور کو زندہ کیا ہے یہ سفرنامہ ابن بطوطہ کی آپ بیتی بھی ہے۔ اس نے اپنی روداد کچھ اس طرح لکھی ہے کہ روداد جہاں بھی اس میں شامل ہو گئی ہے۔ اس نے محض ایک تماشائی کی حیثیت سے اپنے تاثرات نہیں لکھے بلکہ جزو تماشا ہو کر ایک ایسی تاریخی دستاویز تیار کی ہے جس کی قدر و قیمت اور افادیت اپنی مثال آپ ہے۔ ابن بطوطہ کی سیاحت کا زمانہ ہندو پاکستان کی تاریخ کا ایک نہایت اہم دور تھا۔ ابن بطوطہ نے اس دور کی تمام بڑی سے بڑی اور معمولی سے معمولی مگر اہم باتوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے،

گا۔اس کی بالغ نظری اور دوراندیشی نے آنے والی نسلوں کے لیے جو ترکہ چھوڑا ہے وہ اس کی بصارت اور بصیرت کا ایک ایسا آئینہ ہے، جو کبھی دھندلا نہیں ہوگا، ابن بطوطہ کی سیاحت نئی منزلوں اور نئی وادیوں کا سراغ لگانے ہی کا نام نہیں، بلکہ انسان اور اس کے گردوپیش پھیلی ہوئی وسیع دنیا کو سمجھنے کی کامیاب کوشش بھی ہے۔

مسافروں کا حاصل سفر عموماً شکستہ پائی اور راستے کی صعوبتوں کی تکلیف دہ یادیں ہوتی ہیں۔لیکن ابن بطوطہ کوئی عام مسافر نہ تھا۔اس کا زادۂ سفر معمولی سہی۔لیکن اس کا حاصل سفر غیر معمولی ہے،اس نے زبانِ قلم سے اپنی جو روداد بیان کی ہے۔وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ بن چکی ہے۔

اردو میں "سفر نامہ ابن بطوطہ" کے دو تین ترجمے شائع ہو چکے ہیں، لیکن وہ متعدد وجوہ کی بنا پر ابن بطوطہ کی صحیح نمائندگی نہیں کرتے،ان میں بے شمار زبان و بیان کی خامیاں ایسی ہیں۔جو آج کے قارئین کے مزاج پر گراں گذرتی ہیں۔نیز قدیم شہروں اور شخصیات کے بارے میں تفصیلی حواشی نہیں ہیں۔اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ہم نے ضروری سمجھا کہ اس سفر نامے کا ایک جدید ترجمہ شائع کیا جائے،یہ کام بہت مشکل اور محنت طلب تھا، ناول اور افسانے کا ترجمہ کرنے والے تو بہت ہیں، لیکن کسی تاریخی دستاویز کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا پل صراط پر سے گذرنے کے مترادف ہے، مترجم کی ذرا سی غلطی بہت سی غلط فہمیوں کے دروازے کھول سکتی ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے ملک کے مایۂ ناز مؤرخ اور صاحب طرز ادیب علامہ رئیس احمد جعفری نے اس کوہِ بے ستون میں کوہکنی کا عزم کیا،اور بالآخر کامیاب و کامران ہوئے اس ترجمے کی عمدگی کا ثبوت رئیس احمد جعفری کا نام ہے۔موصوف تاریخ و ادب کی وادی کے تجربہ کار سیاح ہیں، ابن بطوطہ کی سیاحت کی روداد کا ترجمہ ان کی اسی تجربہ کاری کی وجہ سے ایک بلند پایہ حیثیت کا حامل ہے،انہوں نے متن کے بعض مجمل اور مبہم مقامات کی تفصیل اور توضیح حواشی میں اس انداز سے کی ہے کہ اس ترجمے کی اہمیت اور افادیت اصل سفر نامہ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ابن بطوطہ نے اپنے عہد کو زندہ کیا اور رئیس احمد جعفری نے ابن بطوطہ کی تصنیف کو ــــ اور اس اعتبار سے یہ دونوں کارنامے ہماری تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتے ہیں ـــــــــ کتاب کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد جب تک پوری کتاب نہ پڑھ جائیں آپ کو قرار نہ آئے گا۔

اس کے بعد ہم "ابن جبیر کا سفر نامہ" بھی پیش کر رہے ہیں،

ابن بطوطہ کا تعارف

- ابن بطوطہ مغربِ اقصیٰ کا رہنے والا تھا،
- علوم اسلامیہ کی اس نے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی، خاص طور پر تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم میں اسے اچھی دستگاہ حاصل تھی۔
- وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر عامل تھا، فقہ حنفی کا مقلد نہ تھا اور فقہ مالکی، اکثر ساحلی مقامات پر رائج ہے، اندلس میں تو اموی خلیفہ نے اسے ایک فرمان کے ذریعہ بہ حکم نافذ کیا تھا۔
- تصوف آشنا بھی تھا، اہل اللہ کی صحبت بھی اٹھائی تھی، زیارت بھی کی تھی مزارات و مقابر کے لئے شدِ رحال اور ان سے حصولِ برکات کا قائل تھا، اس کا غلو ضعیف الاعتقادی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔
- دورانِ سیاحت میں کئی مقامات پر متعدد مرتبہ منصب قضاء پر فائز ہوا اور جرأت و بیباکی کے ساتھ احکام شرعیہ نافذ کرتا۔

سفرنامہ ابن بطوطہ کے خصوصیات

دنیا کی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔

مشرق اور ایشیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس منچلے سیاح کے قدم نہ پہنچے ہوں،

سرزمین مغرب کے بعض مقامات کی بھی ابن بطوطہ نے سیاحت کی،

اور پھر اپنے تاثرات و مشاہداتِ سفر، پوری سچائی اور بے باکی اور جرأت کے ساتھ قلم بند کر دیئے۔
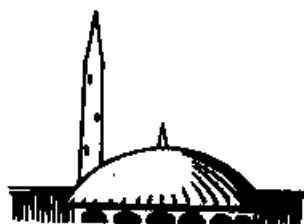
سفرنامہ ابن بطوطہ

کے لٹریری خصوصیات

○ سفرنامۂ ابن بطوطہ نے اپنی مادری زبان یعنی عربی میں تحریر کیا ہے۔ اس کی عربی، صحیح معنی میں "عربی مبین" ہے اتنی رواں،
اتنی سادہ، اتنی شگفتہ کہ بس
"وہ کہے اور سنا کرے کوئی"

○ دورانِ سفر میں وہ یادداشتیں مرتب کرتا رہا، ۲۵ سال کے بعد وطن پہونچا اور پھر گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر ان یادداشتوں کی مدد سے سفرنامہ پایۂ تکمیل تک پہونچایا، کہیں کہیں بھول چوک یا غلط فہمی یا التباس تقاضائے بشری ہے، لیکن اس کے حافظہ کی داد دینی چاہیے۔ کہ اس نے جو کچھ لکھا، بڑی کوتاہیوں سے پاک ہے۔

○ وہ بادشاہوں سے بھی ملا، اور وزیروں سے بھی، اِن خلیفۃ المسلمین سے بھی، اور امرائے عرب و عجم سے بھی، اہلِ علم سے بھی، اور اصحابِ سیف سے بھی، سب کے بارے میں اس نے اظہارِ رائے کیا، بڑے بے لاگ انداز میں ——— جو دل میں وہ زبان پر۔

○ اور خود اپنے کو بھی نہیں چھوڑا ہے، حد یہ ہے کہ حیات عیش و نشاط کی داستانِ شبینہ بیان کرنے میں بھی اس نے کوئی تکلف نہیں کیا ہے۔

فہرست مضامین

دنیا کو مسلمانوں نے بہت کچھ دیا ہے، تہذیب و تمدن کی صورت میں بھی ثقافت و حضارت کے روپ میں بھی، علم و فن کے رنگ میں بھی، اور تاریخ و جغرافیہ کے طور پہ بھی۔

بلکہ تاریخ و جغرافیہ نویسی کا فن تو بلاشبہ یورپ نے بڑی حد تک اور مشرق نے تمام تر مسلمانوں ہی سے لیا ہے، وہ مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے پوری غیر جانبداری، صداقت، اور دیانت کے ساتھ تاریخ لکھنے کا فن دنیا کو سکھایا۔ واقعات تاریخی کے بیان کرنے میں نہ وہ اپنے ذاتی رجحان و میلان سے متاثر ہوئے، نہ روایات و خیالات سے انہوں نے تاریخ کو ایک آئینہ بنا دیا ــــ

ــــ آئینہ جو بغیر کسی تعصب، طرفداری، اور کھوٹ کے خوب کو خوب اور زشت کو زشت اس کے اصلی آب و رنگ کے ساتھ دکھا دیتا ہے، نہ وہ کسی کا دوست ہے، نہ مخالف، نہ وفادار، نہ بے وفا، نہ حریف پنجہ فگن، نہ شاعر شیریں سخن، اس کا اثر خواہ کسی پر اچھا پڑے یا برا، کوئی خوش ہو یا ناخوش، کسی کی تائید کا پہلو نکلتا ہو یا مخالفت کا کسی کا مفاد مجروح ہوتا ہو یا کسی کو فائدہ پہنچتا ہو، وہ صرف وہی کہتا ہے جو سچ ہو، مطابق واقعہ ہو، حقیقت اور صداقت کا ترجمان ہو۔

کہتا ہے وہی بات سمجھتا ہے جسے حق،

تاریخ پر مسلمانوں کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ــــ کسی دور میں بھی نہیں۔

اسی طرح مسلمانوں نے ارشاد خداوندی سیروا فی الارض کے بموجب ساری دنیا کھنگال ڈالی، جب آج کی ترقی یافتہ قومیں سمندر پار کرنا، مہا پاپ سمجھتی تھیں، جب بحری سفر ایک گناہ تھا۔ جب لوگوں کی کم حوصلگی اجازت نہیں دیتی تھی، کہ گھر بار، دوست احباب عزیز و اقربا کو چھوڑ کر، دور دراز سفر پہ روانہ ہوں، تکلیفیں جھیلیں، مشقتیں برداشت کریں ڈاکوؤں کی زد میں آئیں، مال بھی کھوئیں، اور جان بھی گنوائیں، لیکن مسلمان تھے کہ ہر خطرے سے بے پرواہ، ہر دکھ اور تکلیف کو جھیلتے ہوئے شاداں و فرحاں، دنیا کا چکر کاٹ رہے تھے

سمندروں کی لہروں سے لڑتے طوفان سے ٹکر لیتے، بادِ مخالف کے وار سہتے، ڈوبتے غوطہ لگاتے، تیرتے چلے جا رہے تھے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچے۔ خواہ پرشور سمندر راستے میں حائل ہو یا خطرناک جنگل، یا مہیب پہاڑ، یا ہولناک غار، یا دشت ناپیدا کنار، فضا سے آواز آرہی تھی۔

جس سمت بھی چاہے صفت سیل چلا چل
دریا یہ ہمارا ہے، وہ صحرا بھی ہمارا ہے

اور وہ دریا سے دوستی کرتے، اور صحرا کی سختیاں سہتے برابر گرم سفر رہے۔ نہ ان کے ارادہ میں تزلزل پیدا ہوا، نہ ان کے قدم ڈگمگائے، ان مہم جو اور خطر پسند سیاحوں نے حقیقت یہ ہے کہ جغرافیہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اور دنیا انہیں بھی ممنونیت کے ساتھ یاد رکھنے پر مجبور ہے۔

ذرا تصور تو کیجئے، چھٹی صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں، جب نہ آرام دہ بحری جہاز تھے، نہ فلک پرواز طیارے، نہ صبا رفتار موٹریں، نہ سبک قدم ریلیں، ایک شخص (ابن بطوطہ) طنجہ (مغرب اقصیٰ) سے اٹھتا ہے، اور ساری دنیا کا سفر کر ڈالتا ہے۔ کبھی لٹیروں کی زد میں آتا ہے۔ کبھی سمندر کی خشمناک موجیں اسے غرقِ آب کر دینا چاہتی ہیں، زبان کی ناواقفیت کے باعث جاسوس سمجھا جاتا ہے، کبھی بادشاہ ذی جاہ کا موردِ عتاب ہوتا ہے، اور موت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔ کبھی طوفان گھیر لیتے ہیں کبھی خوفناک درندوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کے پائے ثبات لغزش سے ناآشنا رہتے ہیں۔ اس کے ارادے میں کمزوری نہیں پیدا ہوتی، وہ پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتا ہے، اور کامل پچیس سال کی طویل اور تھکا دینے والی سیاحت سے فارغ ہو کر پھر اپنے وطن پہنچ جاتا ہے۔

ابن بطوطہ نے جو کچھ دیکھا، جو کچھ محسوس کیا، جو کچھ سمجھا، بے کم و کاست اور بلا خوف لومۃ لائم بیان کر دیا، اس کی راست گفتاری اور صداقت بیانی کا یہ شہ پارہ بھی، دل و دماغ سے محو نہیں ہو سکتا۔ ابن بطوطہ نے بقلم خود جو نہایت طویل سفرنامہ لکھا تھا۔ وہ اب ناپید ہے، دنیا میں کہیں بھی اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کے رفیق صدیق ابن جزی نے اس سفرنامہ کی طوالت سے متاثر ہو کر اس کی جو تلخیص کی تھی وہ بھی نایابی کے اعتبار سے کبریت احمر کا حکم رکھتی تھی۔ خدا بھلا کرے

مستشرقین فرنگ کا جنہوں نے بے دریغ روپیہ صرف کرکے، اور ہر طرح کی کٹھنائیاں برداشت کرکے اس سفر نامہ کو مہیا کیا ہے، پھر مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ اور تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔ پھر بڑے اہتمام اور کاوش سے دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا، اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

یہ ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ جو آپ کے پیش نظر ہے یہ مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ "مصر نے بڑے اہتمام سے اور مقابلہ و مراجعت کی تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دے کر چھاپا۔ میں نے اسی کو پیش نظر رکھا۔

اردو زبان میں اس کتاب کا ترجمہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ہو چکا ہے، اور ایک طالب علم کی طرح لفظاً و معناً میں نے ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ لیکن ان ترجموں کی زبان پر قدامت اور گنجلگی طاری ہو چکی ہے۔ شاید ان حضرات کے سامنے ویسے تصحیح شدہ عربی نسخے نہیں تھے، جیسے آج مل جاتے ہیں، اسلئے ان میں بعض باتیں چھوٹ بھی گئی ہیں۔ کہیں اصل موجود ہے، لیکن ترجمہ چھوٹ گیا ہے، بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا ہے کہ سہو یا لغزش قلم کے باعث ترجمہ اصل مفہوم سے ہٹ گیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسماء اور اعلام کی کتابت حد درجہ غلط ہوئی ہے، جس سے کتاب کی افادیت مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔

جو نسخہ اب آپ کے سامنے پیش ہے۔ اس میں ان تمام باتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے متروکہ عبارتوں کا ترجمہ بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ زبان میں آج کل کے روزمرہ کو قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اسماء و اعلام کی تصحیح کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔

یہی صورت حواشی کی تھی۔ میں نے حواشی پر خاص توجہ کی۔ اختصار کے جامعیت کا خیال رکھا لیکن اس طرح کہ کہیں تشنگی باقی نہ رہنے پائے، عنوانات میں نے خود قائم کئے ہیں۔ اس تبویب سے کتاب زیادہ عام فہم اور دلکش ہو گئی ہے۔

رئیس احمد جعفری

۸۹۔ ٹیگور پارک، لاہور

رحلۃ ابنِ بطوطہ ؒ
المسمّاہ تحفۃ النظار
فی
غرائب الامصار وعجائب الاسفار
در رجعت وصحت علی عدۃ نسخ صحیحۃ
بمعرفۃ لجنۃ من الادبار
کا

مکمل اُردو ترجمہ ضروری تحشیہ کے ساتھ

مندرجات کتاب کا سرسری جائزہ

سفر نامہ ابن بطوطہ کے دونوں حصے اسی جلد میں ہیں۔ لیکن جدا جدا میں نے قارئین کی سہولت کے لئے ہر دو حصص کے آغاز میں مندرجات کتاب کا سرسری جائزہ بھی لے لیا ہے۔ تاکہ کتاب کا پس منظر اجاگر ہو جائے۔

○ ○ ○

اس پہلے حصہ میں مصنف (ابن بطوطہ) نے ممالک اسلامیہ ترکیہ و عہد عجمیہ کی داستان سفر بیان کی ہے۔ مصنف کو جو ذہنی اور قلبی لگاؤ ان ممالک سے ہے اس کی بنا پر وہ یہاں کے ذرہ ذرہ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور پورے بسط و تفصیل کے ساتھ اپنے مشاہدات و تاثرات کا ذکر کرتا ہے۔ خاص طور پر سلطان ترکیہ و عراق کا ذکر جہاں آتا ہے۔ یا مغرب اقصیٰ کا جب ذکر چھڑتا ہے تو اس کے قلم سے الفاظ کی بجائے پھول ٹپکتے لگتے ہیں۔

○

اسی طرح حجاز مقدس میں جب وہ جاتا ہے۔ کعبۂ خلیلؑ اور مدینۃ الرسولؐ کی جب زیارت کرتا ہے۔ نجف اشرف میں اس کے قدم پہنچتے ہیں۔ شہادت گاہِ کربلا میں وہ جب داخل ہوتا ہے۔ یا صحابہ و تابعین کرام کے آثر و مشاہد اور مزارات و عتبات عالیات جب اس کی نظر کے سامنے ہوتے ہیں۔ تو اس پر والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وفور ذوق و شوق کے باعث اس کے وجد و کیف کا چشم تصور بہ آسانی مشاہدہ کر سکتی ہے۔

○ ○ ○ ○ ○

یہ پہلا حصہ سب کا سب انہی کیفیات کا حامل ہے۔ اس کا انداز کلام اپنے اندر تاثر کی ایک دنیا نہاں رکھتا ہے۔

دوسرے حصہ کا رنگ کچھ اور ہے۔ اس پر آگے چل کر میں گفتگو کروں گا!

(رئیس احمد جعفری)

کوچ

طنجہ سے تلمسان اور دوسرے شہروں میں وُرود

شیخ ابو عبداللہ ابن بطوطہ کہتے ہیں،۔

طنجہ[1] سے کہ میرا زادبوم اور وطن ہے۔

جمعرات کے روز، دوماہ رجب ۷۲۵ھ میں حج بیت اللہ الحرام، اور زیارت قبر رسول اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ والسلام کے ارادہ سے نکلا، نہ کوئی رفیق سفر تھا نہ مونس اور دم ساز، یہ کٹھن گھڑی تھی لیکن میں نے زن و مرد، اور احباب کی جدائی اس شوق سفر کے باعث گوارا کر لی، میں اپنے وطن سے اس طرح نکلا، جیسے چڑیا اپنے گھونسلے سے نکلتی ہے، جب میں سفر کے ارادے سے نکلا تو میرے والدین بقید حیات تھے لیکن میں نے ان کی جدائی بھی گوارا کر لی، آمادۂ سفر تھے وقت میری عمر ۲۲ سال کی تھی۔

ابن جزی کا قول ہے کہ مجھے ابو عبداللہ ابن بطوطہ نے غرناطہ میں بتلایا کہ ان کا مولد طنجہ تھا۔ وہیں ۱۷ رجب المرجب ۷۰۳ھ میں دوشنبہ کے دن ان کی ولادت ہوئی،

ابن بطوطہ کہتے ہیں میرے سفر کا آغاز امیر المومنین، ناصر الدین، مجاہد فی سبیل اللہ کے جود و کرم اور سخاوت و فیاضی کے اقتدار سے جن کا شہرۂ سمک تاسما ہے جن کے سایۂ عاطفت میں لوگ امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے ہیں، جن کے عدل و انصاف کی دھوم مچی ہوئی ہے، اور جن کا اسم گرامی اور نام نامی امام ابو یوسف بن عبدالحق ہے، کے عہد باسعادت میں ہوا، جن کے صدق عزائم نے شرک کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور کفر کی آگ بجھا دی، اور صلیب پرستوں کو غلام بنایا، خدا ان کے اجداد کبار کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، ان کی اولاد و امجاد میں تا روز قیامت سلطنت اور حکومت باقی رہے۔!

---

[1] طنجہ مغرب اقصیٰ کا ایک شہر جو حکومت اندلس کے ماتحت تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

تلمسان میں آمد

طلمہ سے چل کر میں تلمسان پہنچا۔ یہاں کا فرمانروا ابوتاشفین عبدالرحمٰن بن موسیٰ بن عثمان بن یغمراسن بن زیان تھا۔

تلمان میں میری ملاقات فرماں روائے افریقہ سلطان ابویحییٰ کے دو سفیروں ——— ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن علی بن ابراہیم نفزاوی اور شیخ صالح ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن عبداللہ قرشی زبیدی ——— سے ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ شہر تیونس میں عہدہ قضائے نکاح پر مامور تھے۔ ان میں آخرالذکر اپنے عہد کے مانے ہوئے صاحب علم و فضل تھے۔ ان کی وفات ۷۴۰ھ میں ہو گئی۔

جس روز میں تلمان پہنچا اسی دن مذکورۂ بالا سفرا یہاں سے روانہ ہو گئے۔ میرے دوستوں نے اکسایا کہ میں بھی ان کا ہم سفر ہو جاؤں میں نے اس باب میں خدائے بزرگ و برتر سے استخارہ کیا۔ پھر بعض ضروریات کے باعث تین دن تک یہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد ان کے نقشِ قدم پر خدا کا نام لے کر چل کھڑا ہوا۔

شہر ملیانہ، فرمانروائے افریقہ کے سفرا کی معیت کا شرف

چنانچہ جلد ہی میں ایک شہر میں پہنچا۔ جس کا نام ملیانہ تھا۔ یہاں ان دونوں سفیروں کو میں نے پالیا۔ موسم غضب کا گرم تھا۔ چنانچہ یہ دونوں شدت موسم کی تاب نہ لا کر بیمار پڑ گئے۔ جس کے باعث ہمیں دس روز تک یہاں قیام کرنا پڑا۔ جس کے بعد ہم نے پھر رختِ سفر باندھا، مگر عین وقت پر قاضی ابوبکر پر پھر مرض کا حملہ ہوا۔ چنانچہ ملیانہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک گھاٹ تھا۔ افسوس یہاں چار روز کے بعد قاضی ابوبکر کا وقت چاشت انتقال ہو گیا۔

اس ناگہانی موت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی صاحب کے صاحبزادے ابوالطیب اور ان کے رفیق سفر ابوعبداللہ زبیدی لاش لے کر ملیانہ واپس گئے۔ جہاں ان کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

الجزائر

میرا ذوقِ سفر ملیا ... میں تسکین نہ پا سکا۔ چنانچہ ان حضرات کو میں نے وہیں چھوڑا، تیونس[1] کے تاجروں کا ایک قافلہ الجزائر[2] جا رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا، رفقائے سفر میں الحاج مسعود بن المنتصر الحاج الفضل اور محمد بن حجر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آخر ہم الجزائر[3] پہنچ گئے اور چند روز تک ہمیں بیرونِ شہر[4] ٹھہرنا پڑا، جس کے بعد شیخ ابو عبید اللہ

---

[1] یہ وہی تیونس ہے جس نے فرانسیسی سامراج سے دوسری جنگِ عظیم کے بعد آزادی حاصل کی لیکن بزرطہ کا ساحل اب تک خالی نہ کرا سکا۔

[2] یہ وہی الجزائر ہے، جو آج فرانسیسی سامراج کے شکنجہ سے آزاد ہونے کے لئے آزاد الجزائر کی جلا وطن حکومت تیونس میں رہ کر سر توڑ کوشش کر رہی ہے، اور قریب ہے آزاد ہو جائے۔

قفس کی تیلیاں توڑیں تڑپ کر ہمنشیں — تا انہیں آزاد کرنا

(رئیس احمد جعفری)

[3] آج کا الجزائر کئی سو برس پہلے کے الجزائر سے مختلف ہے۔ اس وقت آزاد تھا۔ اب غلام ہے، اس وقت وہ ایک اسلامی حکومت کا حامل تھا۔ اب سامراجی حکومت کے شکنجۂ عقوبت میں گرفتار ہے، اور یوسف بن خدا جلاوطن عارضی حکومت اسے آزاد کرانے کی جد و جہد کر رہی ہے۔

لیکن آج سے چند سو برس پہلے الجزائر اتنا قیمتی اتنا گراں مایہ، اور اتنا زبردست معدنی نفع و زر نہ رکھتا تھا جتنا اب ہے۔ آج کے الجزائر کے سینہ میں پٹرول کا سمندر لہریں مار رہا ہے، قیمتی اور نہایت گراں بہا چیزیں اس کے سینے میں چھپی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ فرانس اسے چھوڑنے یا آزاد کرنے پر اتنے عظیم کشت و خون کے باوجود جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور حریت پسند الجزائریوں کے قتلِ عام کے باوجود اسے آزاد نہیں کرتا ہے ... لیکن کب تک؟

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا — مگر یہیں قاتل کی تو بھی ظالم ہمیشہ یوں ہی نہیں رہیگا

[4] قدیم زمانے میں ایک آبادی تو وہ ہوتی تھی جو فصیلِ شہر کے اندر رہتی تھی اور دوسری وہ جو کچی، یا دوسرے درجہ فصیل کے باہر رہتی تھی، یہاں بھی بڑی گہما گہمی رہتی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

زبیدی، اور قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے آ گئے، اور ان کے ساتھ ہم ہولئے۔
الجزائر کو اچھی طرح دیکھ بھال کر ہم آگے بڑھے، اور جبل زان کی گھاٹی کی طرف رخ پھیر دیا۔

شہر بجایا، حکومت موحدین کا ایک غاصب اور سفّاک والی

یہاں سے ہم شہر بجایا پہونچے، یہاں شیخ ابوعبداللہ، قاضی شہر ابوعبداللہ زواوی کے مہمان ہوئے اور قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابوالطیب نے فقیہہ ابوعبداللہ المفسّر کے ہاں ڈیرہ ڈالا،
اس زمانہ میں بجایا کی امارت ابوعبداللہ محمد بن سیدالناس کے ہاتھوں میں تھی۔
ہمارے رفقائے سفر میں یعنی تیونس کے قافلۂ تجارہ کے ایک رکن محمد بن حجر بھی تھے، جو ملیانہ سے ہمارے ساتھ ساتھ چلے تھے۔ یہاں آکر ان کا بھی انتقال ہوگیا، انہوں نے تین ہزار اشرفیاں چھوڑیں اور وصیت کر گئے کہ یہ رقم الجزائر کے ایک شخص محمد بن مدیدہ کو دے دی جائے جو ان کے ورثاء تک اسے پہونچا دے گا ؎
لیکن اس وصیت کی تعمیل نہ ہو سکی، کیونکہ بجایا کے امیر ابن سیدالناس نے یہ ساری رقم ابن مدیدہ سے چھین لی ہو، خدینؔ کے عمال اور ولاۃ کا یہ پہلا ظلم تھا۔ جو میں نے بہ چشم خود دیکھا،
جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا جب میں بجایا پہونچا، تو یہاں بخار میں مبتلا ہو گیا، ابوعبداللہ زبیدی نے دوستانہ اصرار کیا کہ تا صحت میں وہیں مقیم رہوں، لیکن میں نے یہ بات نہیں مانی، میں نے کہا:
اگر موت ہی لکھی ہے تو وہ دیار رسول کے راستے میں کیوں نہ آئے!
یہ سن کر موصوف نے فرمایا۔"
"اگر ارادہ سفر اتنا ہی پختہ ہے تو یوں کیجئے، کہ سواری فروخت کر دیجئے، اور جو بھاری سامان ہے اسے بھی بیچ ڈالئے، میں آپ کے لئے خیمہ اور سواری کا عاریۃً انتظام کر دوں گا۔ اور پھر ہم لوگ اطمینان سے ہلکے پھلکے ہو کر سفر جاری رکھ سکیں گے، کیونکہ راستہ خطرناک ہے، اور عرب قزاقوں کو جہاں موقع ملتا ہے، لوٹ مار سے نہیں چوکتے۔ لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ جلد سے جلد اور کم سے کم وقت میں بڑی بڑی منزلیں سر کریں"!
میں نے صاحب موصوف کے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ انہوں نے جو کہا تھا۔ وہ کیا بھی، اور حسب وعدہ ضرورت کی چیزیں عاریۃً دے دیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے،

ؔ افریقہ کا ایک حکمران خاندان، (رئیس احمد جعفری)

شہر قسطنطنیہ، عادل والی نے میری مشکلیں آسان کر دیں

چنانچہ اپنے پروگرام کے مطابق ہم نے رخت سفر باندھا، اور خدا پر بھروسہ کر کے چل کھڑے ہوئے، الطاف الٰہی کے سایہ میں ہم نے حجانہ کی راہ لی،

چلتے چلتے ہم شہر قسطنطنیہ[1] میں پہونچے۔ قیام بیرون شہر میں ہوا، رات کو موسلادھار بارش ہوئی اتنی شدید کہ خیموں میں رات کا بسر کرنا مشکل ہو گیا۔ آخر شبا شب خیمے چھوڑے اور بعض گھروں میں منتقل ہو گئے۔ صبح ہوئی تو حاکم شہر کی خدمت میں باریابی ہوئی، یہ ایک نہایت فاضل اور شریف شخص ہے نام ابوالحسن ہے، اس کی نظر میرے لباس پر جو گئی تو بارش کے دھبے نظر آئے۔

اس نے فوراً بندوبست کیا، اور میرا لباس دھلوایا، چونکہ میری تہبند کہنہ تھی۔ اس نے بعلبک کی بنی ہوئی ایک نئی تہبند عنایت کی دیہی نہیں بلکہ اس کے دونوں گوشوں میں ایک ایک اشرفی باندھ دی، راہِ سفر میں یہ پہلی مالی امداد تھی جو مجھے ملی،

شہر بونہ

قسطنطنیہ میں کچھ قیام کر کے ہم پھر آگے بڑھے، اور شہر بونہ میں پہنچ گئے، یہاں تین روز اندرون شہر میں قیام کیا۔

سوداگروں کے قافلہ کے جو لوگ ہمارے ساتھ تھے انہیں یہیں چھوڑا، کیونکہ راستہ خطرناک تھا۔ اب میں پھر تنہا تھا۔ نہ کوئی ساتھی نہ رفیق، دشوار گذار منزلیں طے کرتا۔ سخت وصعب گھاٹیاں پار کرتا۔ اور راستہ کی صعوبتوں کا مقابلہ کرتے برابر آگے بڑھتا رہا، لیکن پھر بخار میں مبتلا ہو گیا خوف دہشت کے باعث سواری سے اترنے کی ہمت نہ تھی۔ اور بیماری نے یہ سکت بھی باقی نہ چھوڑی تھی۔ آخر اپنے آپ کو خوب سواری سے باندھ لیا۔ تاکہ کمزوری اور بیماری کے باعث گر نہ جاؤں،

---

[1] یہ وہ قسطنطنیہ نہیں ہے جو ترکوں کا مرکز ثقل کئی سال تک رہا ہے۔ یہ دوسرا مقام ہے اس نام کا شہر بھی تھا۔ اور بلند و بالا قلعہ بھی کسی زمانے میں یعنی عربوں کی آمد سے پہلے یہ عیسائی تمدن اور ثقافت کا گہوارہ تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

تیونس میں آمد

آخر گزرتا پڑتا میں تیونس[1] پہنچا،
اہل تیونس شیخ ابو عبداللہ زبیدی اور ابو طیب وغیرہ کے استقبال کے لئے باہر آئے ہوئے تھے، یہ سب لوگ آپس میں بہت گرم جوشی اور تپاک سے ملے، علیک سلیک ہوئی مگر چونکہ مجھ سے کوئی متعارف نہ تھا۔ اس لئے نہ کسی نے مجھے سلام کیا نہ کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس سرد مہری نے میرے دل کو پارہ پارہ کردیا، اور تو کچھ مجھ سے نہ ہو سکا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بعض حاجیوں نے میرے اس شدت احساس کا اندازہ کرلیا۔ وہ میرے پاس آئے سلام کیا مزاج پرسی کی، اور دل جوئی کی باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم شہر میں داخل ہوگئے یہاں میرا قیام مدرسہ کتبیین میں ہوا۔

سلطان تیونس اور وہاں کے علماء و فضلاء کے احوال و مقامات

جب میں وارد تیونس ہوا اس وقت یہاں کا فرماں روا سلطان ابو یحیٰی ابن سلطان ابی ذکریا یحییٰ ابن سلطان ابی اسحاق ابراہیم ابن سلطان ابی ذکریا یحییٰ ابن عبدالواحد ابن ابی حفص تھا۔ اس کے عہد گرامی میں یہ مقام بڑے بڑے علماء و فضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان میں سے قاضی الجماعت ابو عبداللہ محمد بن قاضی الجماعۃ ابن العباس احمد ابن محمد نصاری خزرجی بلنسی الاصل تھے، ان محمد انصاری کو ابن الغماز بھی کہتے ہیں نیز خطیب ابو اسحاق ابراہیم بن حسن بن علی بن عبدالرفیع ربعی بھی ہیں جو قاضی الجماعۃ کے عہدہ پر دو دفعہ میں مامور رہے، اور فقیہ ابو

---

[1] تیونس ایک قدیم ساحلی شہر ہے، آج گو فرانسیسی سامراج کی گرفت سے تیونس آزاد ہوچکا ہے لیکن پورے طور پر نہیں، فرانس نے اپنے بہت سے مفادات وہاں سے وابستہ کر رکھے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں بنزرطہ کے مقام پر ایک بحری اڈا بھی زبردستی بنا رکھا ہے، تیونس کا صدر مملکت بورقیبہ مطالبہ کرتا ہے کہ یہ اڈا خالی کردیا جائے، اس مطالبہ کا جواب توپوں، بندوقوں اور سنگینوں سے ملتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

علی عمر بن علی بن قداح حواری یہ بھی دولِ خمسہ میں عہدہ مذکور پر مامور تھے۔ ان کا شمار اعلام علماء اور عمائد شہر میں ہوتا ہے۔ ان کا اور نیز دیگر علماء عہد کا یہ طریقہ ہے کہ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ جامع اعظم یعنی جامع زیتونہ کے کسی ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لوگ ان کے سامنے استفسار پیش کرتے ہیں۔ یہ جواب دیتے ہیں، اور جب جواب دے چکتے ہیں، تو وہاں سے واپس تشریف لے آتے ہیں۔

عید الفطر کا تہوار میں نے یہیں منایا۔ جب عیدگاہ میں نماز عید کے لئے گیا تو دیکھا کہ لوگ بڑے اہتمام، جلوس اور بناؤ کے ساتھ نہایت عمدہ اور پر تکلف لباس زیب تن کئے عیدگاہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ جب سلطان ابو یحییٰ کی سواری آئی تو گھوڑے پر سوار تھے۔ دوگانہ عید ادا ہوا اور خطبہ ختم کیا گیا۔ پھر سب لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

کچھ دنوں بعد حجاز کو حاجیوں کی روانگی کے لئے سلطانی قافلہ حجاج کا انتظام ہوا اور امیر قافلہ ابو یعقوب سوسی مقرر ہوئے۔ یہ اقل کے باشندہ تھے۔ اس حجاج کے قافلہ سلطانی کا قاضی مجھے مقرر کیا گیا۔ آخر کار ہم تونس سے ساحل کے راستے روانہ ہوئے۔

شہر سوسہ[1]، جو کبھی مرکز علم و فضل تھا

تیونس سے روانہ ہو کر بہت جلد شہر سوسہ پہنچے۔ یہ شہر گو بڑا نہیں ہے۔ لیکن پاکیزہ اور خوش وضع ضرور ہے، اور تونس سے چار میل کے فاصلے پر دریا کے کنارے واقع ہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہونے کے بعد شہر صفاقس میں پہنچے۔ یہاں بیرون شہر امام ابو الحسن لخمی مالکی کا مزار ہے جو فقہ کی معتبر کتاب "کتاب التبصرہ" کے مؤلف ہیں۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ اس شہر کی تعریف میں ابن حبیب التنوخی نے کہا ہے۔

صفاقس کی تعریف میں تنوخی کے اشعار

سقیا لارض صفاقس	ذات المصانع والمصلی
محی القصیر الی الخلیج	فقصرها السامی المعلی
بلد یکاد یقول حین	تزوره اھلا و سھلا
وکان والبحر یحد	تارۃ عنہ و یمیلا

[1] افریقہ کا ایک مشہور شہر جہاں بڑے بڑے علماء اور فضلاء پیدا ہوئے۔ (رئیس احمد جعفری)

یعنی!

اللہ صفاقس کی سرزمین کو شاداب رکھے جہاں بڑی عمارتیں اور عبادت گاہیں ہیں۔ یہ خلیج پر تعمیر کا مقام ہے۔ جس کا بلند و بالا قلعہ آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ یہ وہ شہر ہے کہ زائر جب یہاں وارد ہوتے ہیں۔ تو یہ ابلاً و سہلاً کہہ کر ان کی پیشوائی کرتا ہے۔ سمندر بھی تیری آرزو سے بے قرار ہے، کبھی قرب حاصل کر لیتا، اور کبھی سر پٹک کر واپس چلا جاتا ہے۔!

لہروں کو یہ گوارا نہیں کہ وہ رقیبوں کو تجھ سے ہم کنار دیکھیں، اور دیکھتی رہیں وہ منہ پھیر کر چل دیتی ہیں۔

صفاقس کی ہجو ایک شاعر کی زبان سے

ان اشعار حمد کے برعکس ادیب بارع ابو عبداللہ محمد بن اتیم، جو نہایت پرگو اور ندرت پسند شاعر تھے۔ صفاقس کی ہجو میں فرماتے ہیں۔!

صفاقس لا صفا عیش لساکنہا	ولا سقی منہا غیث اذا امانکہا
ناہیک من بلدۃ حل ساحتہا	عانی بہا الحادیین الدہر والعربا
کم ضل فالبر مسلوباً بضاعتہ	وبات فی البحر یشکو الاسر والعطبا
قد عاین البحر من لوم لقاطنہا	فکلما ہم ان یدنو لہا ھربا

یعنی،

صفاقس ــــ یہاں کے رہنے والے کیا جانیں عافیت کیا ہوتی ہے؟ بارش تو ہوتی ہے۔ لیکن یہاں کی سرزمین سیراب نہیں ہوتی۔

اس شہر کی تعریف میں بس اتنا کافی ہے کہ، جو بھی آیا، یا تو رومیوں کی دست برد کا شکار ہوا یا عرابوں کی، جو یہاں خشکی کے حصہ میں پہنچا اس نے اپنی ساری پونجی گنوا دی، اور جو دریا میں دکھتی ہیں بے تو یا تو گرفتار ہوا، یا ہدف مصائب، دریا نے یہاں کی زار و زبوں حالی دیکھ لی ہے۔ جب بھی قدرت اسے شہر سے قریب کر دیتی ہے وہ دور بھاگ جاتا ہے۔

شہر قابس، راستے کی منزلیں اور پڑاؤ

غرض صفاقس سے رخصت ہو کر شہر قابس میں پہنچے اور دراندرون شہر میں قیام کیا۔ یہاں غضب کی بارش

ہو رہی تھی۔ لہٰذا ہم زیادہ قیام نہ کر سکے۔ صرف دس دن رہ سکے۔ جب میں نے شہر قابس سے کوچ کیا اور طرابلس کی طرف بڑھا تو راستہ میں بعض منزلوں میں سو اور سو سے زیادہ تک سوار ہمارے جلو میں رہے ان میں ایک تیر انداز جماعت بھی تھی جس کے خوف اور دہشت سے عرب قزاق ایسے دبکے کہ اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اس طرح خدا نے ہمیں ان قزاق عربوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ قابس اور طرابلس کے مابین دوران سفر میں ایک منزل پر عید الضحیٰ کا تہوار بھی آیا۔ اور مراسم عید سے فارغ ہو کر کچھ تھے روز ہم طرابلس پہنچ گئے۔

طرابلس الغرب میں داخلہ

صفاقس میں دس دن گذار کر ہم شہر طرابلس[1] پہنچے۔ اس شہر کی دل کشی نے مجھے روک لیا۔ چنانچہ طرابلس میں میرا قیام خاصا رہا۔

ایک بات اور قابل ذکر ہے صفاقس کے دوران قیام میں تیونس[2] کے ایک سر برآوردہ شخص کی لڑکی سے میں نے شادی کر لی تھی لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی، یہ رسم یہاں ادا ہوئی۔

جب یہاں سے جی بھر گیا تو پھر میں نے کوچ کی تیاری کی۔ اور آخر محرم ۲۶ھ میں یہاں سے رخصت ہو گیا میرے ساتھ میری نئی بیوی[3] تھی میں نے پرچم کارواں اپنے ہاتھ میں لیا اور سب سے آگے آگے چلنے لگا۔ تیونس سے جو سوار ہمارے ساتھ چلے تھے۔ وہ بارش اور سردی کے خوف سے وہیں طرابلس میں رک گئے۔ لیکن ہم نے پیش قدمی کی اور منزل مقصود کی طرف بڑھتے رہے۔

---

[1] یہ بھی بہت قدیم شہر ہے، اور قدیم تہذیبوں کے کھنڈر پر اس کی بنیاد پڑی ہے۔ کبھی یہ آباد تھا پھر فرنگی اقتدار میں اٹلی کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس نے ایسے ننگ انسانیت مظالم یہاں کے جتنے اور معصوم باشندوں پر توڑے جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ اقبال نے یہیں کی ایک جان باز مجاہدہ کے لئے کہا ہے، "فاطمہ تو آبروئے امت اسلام ہے"۔ دوسری جنگ عظیم کے طفیل میں یہ بھی آزاد ہو چکا ہے۔ [2] اصل کتاب میں "بعض اشراف تونس" ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] ابن بطوطہ کو نئی نئی شادیاں کرنے کا بہت شوق تھا طویل سیاحت کے دوران میں جہاں بھی گیا شادی رچالی پھر طلاق۔ (رئیس احمد جعفری)

راستے میں کئی شہر پڑے مسلاتت اور سراتت، اور قصور سرت وغیرہ سے گذرتے ہوئے ہم برابر رواں دواں چلتے رہے۔ راستے میں عرب لوٹ مار قزاقوں نے انہیں لوٹنا اور ہم پر غارت گری کرنی چاہی لیکن قدرت کی کار فرمائی کے قربان جایئے۔ ان کا یہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آسکا۔ اسی اثنا میں ہم جنگل کے وسط میں پہنچ گئے۔ اور اب جو آگے بڑھے تو برصیصا عابد پر جاکر دم لیا۔

برصیصا عابد میں بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرے، چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر ہم قبہ سلام آ گئے، قبہ سلام میں ہمیں وہ سوار مل گئے جو طرابلس میں رہ گئے تھے۔

بیوی کو طلاق، خسر سے جھگڑے کے باعث

یہاں ایک اور بات ہوئی، مجھ میں اور میرے خسر میں جھگڑا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اس کی لڑکی کو طلاق دے دی۔

نئی شادی

اور پھر یہیں فاس کے ایک طالب علم کی لڑکی سے شادی کر لی، قصر زعافیہ میں رخصتی کی رسم انجام پائی، دوستوں کو میں نے دعوت ولیمہ بھی نہایت اہتمام اور تکلف سے دی۔ جس کے باعث سواروں کے دستے کو ایک دن مزید یہاں رکنا پڑا،

اسکندریہ

سیر و نظر، اور حالات و کوائف

پہلی جمادی الاول کو ہم شہر اسکندریہ میں وارد ہوئے، خدا اس کی حفاظت کرے، یہ مسلمانوں کی محفوظ سرحد اور مرغوب قطعہ ارض ہے۔

یہاں کی عمارتیں عجیب الشان، مضبوط اور محکم ہیں، قابل صد تحسین، صد جوہر تحسین سے آراستہ، یہ

سلہ یہ یمی طرابلس کا مشہور اور قدیم شہر ہے جہاں بڑے بڑے علما پیدا ہوئے۔ (رئیس احمد جعفری)

دین کے مآثر بھی ہیں اور دنیا کے بھی، یہاں کا ظاہر بھی باوقار اور پرشکوہ ہے، اور باطن بھی مرغوب اور موجب لطف، ان بھاری بھرکم اور مضبوط و محکم عمارتوں کا ایک یہ پہلو خاص طور پر دل پر نقش ہو جاتا ہے کہ جمال و کمال کے اعتبار سے یہ لاثانی ہیں، ان عمارتوں کو اگر ان کی درخشانی اور تابانی کے اعتبار سے ایک چمکدار اور بڑے سے موتی سے تشبیہ دی جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اپنی رعنائی، دلکشی اور خوبی میں یہ عروس نو سے مشابہ ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ مغرب و افریقہ کو اگر سربلندی اور مقام عظمت حاصل ہے تو اسی اسکندریہ کے طفیل ہیں،

یہ شہر مشرق اور مغرب کے ٹھیک بیچوں بیچ واقع ہے، لہٰذا مشرق کی تمام بدیع خوبیاں، اور مغرب کے تمام طرفہ محاسن اس کے حصہ میں آ گئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس شہر کی توصیف و تحسین میں جو کچھ کہا گیا ہے، اور کہا جاتا ہے وہ ذرا بھی بعید از حقیقت نہیں ہے، ابو عبید نے اپنی کتاب "المسالک" میں اس کے عجائب و غرائب کا ذکر بڑے دل نشین پیرایہ میں پورے بسط اور تفصیل سے کیا ہے،

اسکندریہ کے دروازے اور لنگرگاہ

شہر اسکندریہ کے چار دروازے ہیں،

۱۔ باب السدرہ ــــــ سڑک یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ اور اہل مغرب اسی جانب سے آمد و رفت رکھتے ہیں۔

۲۔ باب رشید ــــــ یہ ایک عام گذرگاہ ہے۔

۳۔ باب البحر ــــــ اسے بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے۔

۴۔ باب الاخضر ــــــ یہ صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے، یہاں کے مزارات و مقابر کی زیارت کے لئے عام لوگ اسی طرف سے نکلتے ہیں۔

اسکندریہ کی سی لنگرگاہ ساری دنیا میں میری نظر سے نہیں گذری، سوا ہندوستان میں، کولم اور کالی کٹ کے، یا کفار کی لنگرگاہ بلاد اتراک میں یہ مقام سرادق یا پھر زیتون کی لنگرگاہ جو ملک چین میں واقع ہے ــــــ ان سب کا ذکر آگے چل کر میں کروں گا۔

منارۂ اسکندریہ

منارۂ اسکندریہ کی شہرت سن کر اسے دیکھنے گیا تو دیکھا کہ اس کا ایک جانب منہدم ہے یہ منارہ

ایک وسیع اور بہت بلند عمارت ہے، جو اونچا ہوتا چلا گیا ہے، اس کے دروازے کے عین سامنے ایک اور عمارت مرتفع ہے، جس کی بلندی دروازہ ہی کی طرح ہے، اس عمارت اور منارہ کے دروازہ کے درمیان لکڑی کے تختے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن کے اوپر سے گذر کر مینار کے دروازہ میں جا سکتے ہیں، اگر یہ تختے اٹھا لئے جائیں تو پھر مینار کے دروازہ میں جانے کا کوئی راستہ نہیں، اس منارہ کے دروازہ میں محافظوں کے رہنے کی جگہ ہے، اس کے اندر آمد و رفت کا دروازہ نو بالشت چوڑا ان دس بالشت طویل ہے چاروں پہل ایک سو چالیس بالشت کے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑے ٹیکرے پر بنایا گیا ہے۔ اور اس کے اندر بہت سے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ایسے مستطیل میدان میں واقع ہے جس کے تین اطراف کو دریا نے اس طرح گھیرا ہے کہ وہ شہر پناہ سے مل گیا ہے، اس لئے ماسوا شہر کے کسی اور باب سے خشکی کا راستہ نہیں، اسی مستطیل میدان میں منارہ کے قریب اسکندریہ کا قبرستان ہے۔ ۷۵۰ھ میں بلاد و مغرب کی سیاحت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو پھر اس مینار کو دیکھنے گیا۔ اس وقت میں نے اسے اتنی خراب اور شکستہ حالت میں پایا کہ اس کے دروازہ تک چڑھنا اور پہنچنا غیر ممکن تھا، اس منارہ سے متصل ملک ناصر نے ایک اور مینار کی بنا ڈالی تھی، لیکن تکمیل سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔

جب میں اسکندریہ میں وارد ہوا تو وہاں کا امیر ایک شخص صلاح الدین تھا۔ اسی زمانے میں افریقہ کا معزول سلطان زکریا ابو یحییٰ ابن احمد بن ابی حفص معروف بہ لحیانی بھی وہاں موجود تھا۔ اور ملک ناصر کے حسب الحکم اسکندریہ کے خاص ایوان شاہی میں اسے اتارا گیا تھا۔ اور اس کے مصارف کے لئے بطور وظیفہ روزانہ سو درہم مقرر کئے گئے تھے۔ اس معزول سلطان کے ساتھ اس کے بیٹے عبدالواحد اور مصری، اور اسکندری، اور اس کا حاجب ابوزکریا ابن یعقوب اور اس کا وزیر عبداللہ ابن یاسین بھی تھا، سلطان یحییٰ اور اس کے بیٹے اسکندری کا یہیں انتقال ہوا اور اس کا بیٹا مصری اب تک موجود ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ یہ کتنی عجیب بات اور کیسا حیرت انگیز اتفاق ہے کہ لحیانی کے بیٹوں کے نام کا اثر بالکل وہی مرتب ہوا۔ اسکندری اسکندریہ میں رہا۔ اور مصری کو ایک عرصہ تک زندہ رہا۔ لیکن اسے مصر رہنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ اور عبدالواحد۔ اندلس۔ مغرب اور افریقہ تمام مقامات میں پھرتا رہا اور پھر یہیں جزیرہ جربہ میں انتقال کیا۔

ذکر بعض علماء اسکندریہ و مشاہیر فضلا

یہاں کے مشاہیر علماء میں سے قاضی عماد الدین کندی ہیں۔ علم اللسان میں انہیں امام الائمہ کا درجہ حاصل ہے۔ اس قدر بڑا عمامہ باندھتے تھے کہ اپنی سیاحت کے دوران میں نے مشرق سے مغرب تک کسی کا اتنا بڑا عمامہ نہیں دیکھا۔ ایک دن فاضل موصوف صدر محراب میں تشریف فرما تھے تمام محراب ان کے عمامہ سے پر معلوم ہوتی تھی۔

منجملہ فضلائے اسکندریہ کے فخر الدین ابن الریغی بھی ہیں۔ یہ اسکندریہ میں عہدہ قضا پر مامور تھے فاضل شخص ہیں۔ اور اہل علم میں گنے جاتے ہیں۔

ایک پر لطف اور دلچسپ حکایت، قاضی فخر الدین کی

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی فخر الدین الریغی کے دادا ریغہ کے رہنے والے تھے۔ پہلے ان کا شغل تحصیل علم رہا۔ پھر حجاز کا سفر کیا۔ چنانچہ رات کے وقت اسکندریہ پہنچے۔ جیب خالی تھی۔ اس لئے پہلے تو یہ ارادہ کیا کہ ابھی شہر کے باہر ہی قیام کرنا چاہیئے۔ جب کوئی مناسب فال سننے میں آئے۔ تب شہر کا قصد کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اسکندریہ کے دروازہ کے قریب ہی بیٹھے رہے۔ جب شہر کے اندر جانے والے سب لوگ داخل ہو چکے۔ اور دروازہ بند ہونے کا وقت قریب آیا۔ اور ان کے سوا کوئی باہر باقی نہ رہا تو دروازہ کا محافظ اس تاخیر سے بہت بگڑا اور نہایت سخت لہجہ میں کہا۔ "جناب قاضی صاحب یہاں کیوں تشریف فرما ہیں۔ اندر جائیے" قاضی نے جواب میں "ان شاء اللہ" کہا اور جا کر ایک مدرسہ میں علماء و فضلاء کے طریقے کے مطابق تعلیم دینا شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ ان کی تدریس کا شہرہ ہوا اور ان کی شہرت سے شہر کے بام و در گونجنے لگے۔ چنانچہ علماء و فقہا کا انبوہ جمع تھا۔ یہاں تک کہ اس کا چرچا بادشاہ مصر تک پہنچا۔ اتفاق کی بات اسی زمانہ میں اسکندریہ کے قاضی کا انتقال ہو گیا تھا ان میں سے ہر ایک لائق و فائق تھا۔ اور مستحق تھا کہ یہ عہدۂ قضا اسے عطا ہو۔ اور ہر شخص کے متعلق اس کے کمال و خیال سے یہ گمان ہوتا تھا کہ عہدۂ قضا پر یہی فائز ہوگا۔ اور قاضی فخر الدین کے دادا کی طرف ان حضرات کے مقابلہ میں کسی کو وہم بھی نہ تھا کہ یہ عہدہ ان کی قسمت میں ہے سلطان نے ان کے نام عہدہ قضا پر تقرری کا پروانہ بھیجا۔ آپ نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ تمام لوگوں میں منادی کر دو جو کوئی بھی کسی قسم کی نزاع و خصومت کے سلسلہ میں انصاف کا طالب ہو پیش ہو۔ اور فوراً ہی مسند قضا پر متمکن ہو گئے۔

(بس) اثنا میں شہر کے فقہا اور دوسرے سربرآوردہ حضرات مجتمع ہوئے۔ اور بالاتفاق ایک شخص کے لئے جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ یہی عہدہ قضا پر متمکن ہوگا۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص حق دار نہیں سلطان کو لکھنے کا فیصلہ کیا، کہ اپنا حکم واپس لے لے۔ کیونکہ جس شخص کو قاضی مقرر کیا گیا ہے۔ لوگ اس کے خلاف ہیں۔ اس مجلس میں ایک کامل نجومی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا خبردار ایسا نہ کرنا کیونکہ میں نے اس نئے قاضی کے دور ولایت کا طالع دریافت کیا ہے، از روئے علم نجوم یہ ثابت ہوا کہ چالیس سال تک یہ شخص ضرور حکومت کرے گا۔ چنانچہ اس نجومی کے باعث سب لوگ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔ اور سلطان کی خدمت میں حکم کی منسوخی کے لئے نہ کوئی عرضی پیش کی۔ اور نہ کوشش کی۔ الغرض جیسا اس نجومی نے کہا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ اور ان کا عہد قضات نہایت عدل و نزاہت کے ساتھ بسر ہوا۔

منجملہ فضلائے اسکندریہ کے وجیہ صنہاجی ہیں۔ جو علم و فضل میں شہرۂ آفاق ہیں۔ اسی طرح شمس الدین بھی مرتبۂ شہرت پر فائز ہیں۔

اسکندریہ کے اصحاب باطن اور اہل اللہ کا تذکرہ

اسکندریہ کے صالحین اور اولیاء میں سے شیخ ابوعبداللہ فارسی بھی تھے۔ جن کا شمار کبار اولیاء اللہ میں تھا۔ مشہور ہے کہ جب آپ نماز کا سلام پھیرا کرتے تو آپ کو غیب سے اس سلام کا جواب ملا کرتا۔

اس طرح وہاں کے اولیائے کرام میں ایک بزرگ خلیفہ تھے۔ یہ بہت بڑے صاحب علم اور زاہد و متقی تھے۔ صاحب کشف و کرامت بھی تھے۔

شیخ خلیفہ کی کرامت، خواب میں دیدار رسولؐ

مجھ سے بعض ثقات نے بیان کیا کہ شیخ خلیفہ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ تم میری زیارت کو آؤ! چنانچہ یہ فوراً ہی راہی مدینہ ہوئے اور مسجد نبویؐ کے باب اسلام میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد ادا کی۔ اور آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ اور ایک ستون سے ٹیک لگا کر اپنے دونوں گھٹنوں میں سر رکھ کر بطور مراقبہ حضرات صوفیائے کرام کے طریقہ کے مطابق بیٹھے رہے، جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ ان کے سامنے چار روٹیاں ایک برتن میں دودھ اور ایک طبق کھجوروں کا

رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ادران کے ہمراہیوں نے کھایا اور اسکندریہ واپس چلے گئے۔ اور اس سال حج نہ کیا۔

ایک اور صاحب کرامت بزرگ میرے بارے میں پیش گوئی

اسکندریہ کے اولیائے کرام میں جو اس زمانہ میں موجود تھے امام وقت عالم یکتا زاہد متقی اللہ سے ڈرنے والے ایک بزرگ برہان الدین اعرج تھے جن کا شمار وقت کے بہت بڑے عابدوں اور زاہدوں میں ہوتا تھا۔ اپنے زمانہ قیام اسکندریہ میں مجھے ان سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ اور تین دن تک میں ان کا مہمان بھی رہا تھا۔ یہ بھی صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم بلاد دور دراز کی سیاحت کرو گے، تمہارا تمام بلاد کی سیاحت اور گشت کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا ارادہ تو ہے حالانکہ اس زمانہ میں اس قدر ممالک دور دراز مثلاً ہند اور چین اور اسپین وغیرہ کی سیاحت کا خیال بھی نہ تھا۔ فرمایا انشاء اللہ تم میرے بھائی فرید الدین سے ہندوستان میں رکن الدین ذکریا سے سندھ اور برہان الدین سے چین میں ضرور ملو گے، تو ان سے میرا سلام کہنا۔ مجھے آپ کے اس ارشاد سے بڑا تعجب ہوا اور اس مسافت بعیدہ کا خیال کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غرض شیخ کے حسب ارشاد واقعی مجھے یہ سیاحت پیش آئی، ان مقامات میں میرا گذر بھی ہوا، اور ان حضرات سے ملا بھی، اور آپ کا سلام بھی ان حضرات تک پہنچا دیا۔

رخصت ہوتے وقت آپ نے چند درہم بطور زاد راہ عنایت فرمائے تھے۔ اور ان درہموں کو میں نے بڑی احتیاط سے رکھا۔ اور جب تک یہ میرے پاس رہے مجھے خرچ کی کبھی کمی نہیں پڑی اور نہ ان درہموں کے صرف کرنے کی نوبت پیش آئی۔ بحری سفر میں کفار ہند نے جہاں میرا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اس میں وہ درہم بھی لوٹ لئے۔

منجملہ صالحین اولیائے اسکندریہ کے شیخ یاقوت حبشی بھی ہیں، یہ بہت بڑے بزرگ اور عبد العباد مرسی کے مریدین میں سے تھے۔ انہیں حضرت ابی الحسن شاذلیؒ سے بیعت حاصل تھی۔ جو بہت بڑے صاحب کرامات جلیلہ اور مقامات عالیہ گذرے ہیں۔

شیخ ابوالحسن شاذلی کی وفات عجب طرح سے

شاذلی کی کرامت کے متعلق شیخ یاقوت بہ سند اپنے مرشد شیخ ابی العباس مرسی بیان کرتے ہیں کہ آپ ہر سال سعید مصر کی راہ سے حج کرنے تشریف لے جایا کرتے اور ماہ رجب سے تا انقضائے حج مکہ معظمہ کی مجاورت کیا کرتے پھر روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر براہ رب کبیر اپنے وطن واپس تشریف لاتے۔ ایک سال جو آپ کی حیات کا آخری سال تھا۔ آپ اپنے شہر سے نکلے اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک کلہاڑی، ایک ٹوکری، کچھ حنوط اور میت کی تجہیز و تکفین کا سامان ساتھ لیتے آنا۔ خادم نے عرض کیا یا سیدی یہ سامان آپ کیوں طلب فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مقام حمیثرا میں معلوم ہو جائے گا۔ جب شیخ ابوالحسنؒ اور آپ کا خادم وہاں پہنچے تو آپ نے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ دوسری رکعت کے آخری سجدہ میں جان بحق تسلیم کیا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔ مجھے آپ کے مزار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور تعویذ پر آپ کا اسم مبارک اور نسب نامہ لکھا ہے۔ جو امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملتا ہے۔

اسکندریہ میں عیسائیوں کا زور

۷۲۷ھ مقام اسکندریہ ایک واقعہ کی خبر ہمیں مکہ معظمہ میں ملی۔ یہاں کے مسلمان اور عیسائی تاجروں میں سخت جھگڑا ہوا۔ اس وقت یہاں کا امیر ایک شخص مسمیٰ کرکی تھا۔ یہ نصاریٰ کی حمایت پر کمربستہ تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا۔ کہ سب لوگ دونوں فصیلوں کے درمیان جمع ہوں۔ جب تمام مسلمان وہاں جمع ہو گئے تو اس نے ان کے نکلنے کے تمام دروازے سزا کے طور پر بند کر دیئے لوگوں کو اس کی یہ کارروائی بہت نامرغوب اور بری معلوم ہوئی۔ مسلمانوں نے دروازہ توڑ ڈالا، حاکم اسکندریہ کی قیام گاہ پر دھاوا بول دیا آخر امیر اسکندریہ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اور وہیں مقابلہ کرنے لگا۔ اس واقعہ کی خبر نامہ بر کبوتر کے ذریعہ ملک ناصر کو ہوا۔ اس نے ایک بہت بڑا افسر جس کا نام جمالی تھا۔ اسکندریہ روانہ کیا۔ اور اس کے بعد ایک اور دوسرا افسر روانہ کیا۔ جس کا نام طوغان تھا۔ یہ نہایت جابر اور سنگ دل نیز دین میں متہم تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ آفتاب پرست تھا۔ ہر دو اشخاص اسکندریہ پہنچے۔ اور یہاں کے بڑے بڑے مسلمان عمائد اور نامی نامی تجار کو یعنی آل کو یک اور دوسرے لوگوں کو ماخوذ کر لیا۔ اور ان سے بہت سارا مال ہتھیایا

قاضی عمادالدین کے گلے میں طوق ڈال دیا۔ اور چھتیس آدمیوں کو بذریعہ سولی دو صفیں کر کے قتل کر دیا۔ اور ہر فرد کے دو دو ٹکڑے کر دیئے۔ مسلمانوں پر یہ سارے مظالم جمعہ کے دن ٹوٹے۔ جب لوگ حسب عادت جمعہ سے فارغ ہو کر زیارت قبور کے لئے نکلے تو کشتوں کے پشتے دیکھ کر سب کو نہایت افسوس ہوا۔ جو لوگ سولی دیئے گئے ان میں ایک بہت بڑا کبیر المنزلت سوداگر تھا جسے لوگ ابن رواحہ کہتے تھے۔ اس سوداگر کے یہاں ایک سلاح خانہ تھا اس میں بکثرت اسلحہ رہا کرتا تھا۔ جب کسی طرح کا اندیشہ ہوتا تو اس سلاح خانہ سے سو دو سو آدمیوں کو مسلح کر سکتا تھا۔ صرف اسی کا نہیں بلکہ اسکندریہ میں بہت سے لوگوں کے اسی طرح کے سلاح خانے تھے۔ دونوں سرداروں کے سامنے ابن رواحہ کے منہ سے اتفاقیہ یہ نکل گیا کہ میں اس شہر کا ذمہ دار اور ہر طرح کے فتنہ و فساد کا ضامن ہوں۔ اس بلوہ کو رفع کرنے کے لئے جو سلطانی فوج مقرر ہوئی ہے میں اس کی تنخواہ بچا سکتا ہوں۔ ان دونوں سرداروں کو ابن رواحہ کی یہ بات بہت ناگوار گذری یہ کہہ کر کہ تیرا سلطان پر یورش کرنے کا ارادہ ہے؟ اسے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اس غرض سے اس مرحوم کا مطلب سلطان کی خیر خواہی اور خدمت گذاری تھی۔ جو اس کے قتل کا باعث بنی۔

ایک صاحب کرامت بزرگ

اپنے زمانہ قیام اسکندریہ میں لوگوں سے سنا کرتا تھا کہ ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ شیخ صالح عابد تارک الدنیا اور ساری دنیا سے بے نیاز ابو عبداللہ المرشدی ایک زاویہ میں رہائش پذیر ہیں۔ جو ان کے کسی مرید نے بنوا دیا ہے وہاں گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے ہیں۔ نہ رفیق نہ خادم تمام وزراء امراء اور قبائل اقوام ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ شیخ مذکور جو شخص جس چیز کی نیت کر کے آتا ہے۔ خواہ شیرینی، خواہ میوہ اور خواہ کھانا اسے وہی کھلاتے ہیں۔ اکثر لوگ بے فصل کی چیزوں کی نیت کر کے آتے ہیں۔ ان کو بھی نیت کی ہوئی چیزیں ملتی ہیں بڑے بڑے فقہا بغرض استمداد و حصول مناصب آتے ہیں۔ کسی کو عہدہ پر مامور ی کا حکم دیتے ہیں۔ اور کسی کو عہدہ سے معزولی کا الغرض جو بات آپ کی زبان سے نکل جاتی ہے۔ وہی ظہور میں آتی ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے متواترات میں سے ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ سمجھنا چاہئے۔ آپ کی خدمت میں ملک ناصر بھی بارہا حاضر ہوا ہے۔

مجھے شوق دیدار کشاں کشاں لے چلا

چنانچہ شہر اسکندریہ سے ان بزرگ کی خدمت میں سعادت اندوز ہونے کے لئے میں بھی چل پڑا اور قطع مسافت کرتا ہوا ایک قصبہ میں جس کا نام تروجہ تھا پہنچا۔ اس قصبہ کی اسکندریہ سے نصف دن کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا قصبہ ہے کہ یہاں قاضی امیر اور ناظر سب لوگ موجود ہیں۔ یہاں کے لوگ با اخلاق با مروت تھے۔ یہاں کے قاضی صفی الدین اور خطیب فخر الدین نیز ایک اور فاضل سے کہ جنکا نام مبارک الدین اور زین الدین لقب تھا ملا۔ یہاں کے ایک بہت بڑے جلیل القدر۔ فاضل۔ عابد، زاہد اور بزرگ کے یہاں فروکش ہوا جن کا نام عبدالوہاب تھا۔ یہاں کے ناظر زین الدین ابن الواعظ نے میری ضیافت کی اور دریافت فرمایا کہ آپ کے شہر کی کیا آمدنی ہے۔ میں نے عرض کیا بارہ ہزار دینار سرخ۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ اس قصبہ کے محاصل بہتر ہزار دینار ہیں۔ مصر کی آمدنی جو زیادہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ساری آمدنی بیت المال کی ہے۔

شہر دمنہور، میری آمد اور میرے تاثرات و مشاہدات

تروجہ سے روانہ ہو کر شہر دمنہور پہنچا۔ یہاں کے محاسن بکثرت اور خوبیاں بے حد ہیں۔ اگر اس شہر کو تمام سواحل کے بلاد کا ام مدن کہا جائے تو درست ہے۔ کیونکہ سواحل پر جتنے بلاد ہیں سب کا مدار اسی شہر پر ہے اس زمانہ میں اس شہر کے قاضی فخر الدین ابن مسکین تھے۔ یہ فقہائے شافعیہ میں سے تھے عماد الدین کندی اسکندریہ کے عہدۂ قضائت سے معزول کر دیئے گئے تھے۔ تو ان کی جگہ یہی مامور ہوئے۔ مجھے ایک معتبر شخص سے خبر ملی ہے کہ اس عہدے کو حاصل کرنے کے لئے فخر الدین ابن مسکین نے پچیس ہزار درہم یعنی ہزار اشرفیاں صرف کیں۔

شہر فوا پر ایک نظر، ایک فرحت افزا اور پر رونق مقام

یہاں سے ہم شہر فوہ روانہ ہوئے۔ یہ عجیب المنظر شہر بہت بھایا۔ یہ باغات کثیرہ اور فوائد خطیرہ کا حامل ہے۔ شیخ ابی النجاۃ ولیؒ کا شہر میں مزار ہے۔ یہ بہت بڑے نامی اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔ انہیں ان ممالک کا خبیر کہتے ہیں۔ یہاں سے شیخ ابی عبداللہ مرشدی کا زاویہ بہت قریب ہے جنکی زیارت کے لئے میں روانہ ہوا تھا۔ شہر اور اس زاویہ کو ایک خلیج جدا کرتی ہے جب میں اس شہر میں پہنچا تو

خلیج پار کر کے قبل نماز عصر شیخ کے زاویہ میں پہنچا اس وقت آپ کی خدمت میں امیر سیف الدین یلک تاگی حاضر تھے۔ اور زاویہ کے باہر اپنے لشکر سمیت اترے تھے۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے اٹھ کر معانقہ کیا اور کھانا منگا کر کھلایا، وہ سیاہ بالوں کا جبہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جب نماز عصر کی جماعت تیار ہوئی تو مجھے امام بنایا، جب تک میں وہاں موجود رہا اسی طرح برابر مجھے جماعت نماز کا امام بناتے رہے۔ جب مجھے نیند آنے لگی تو فرمایا چھت پر جا کر سو رہو بموسم گرما کی وجہ سے نیچے بہت گرمی ہوتی ہے۔ میں نے امیر سیف الدین سے کہا آپ بھی چلئے چھت پر فرمایا کہ ہم صرف اپنی جگہ ہی پر سوتے ہیں غرض میں سونے گیا تو دیکھا کہ یہاں ایک بوریہ۔ ایک چمڑہ کا فرش، وضو کرنے کے لئے ایک برتن اور پینے کے پانی کا ایک گھڑا میرے لئے رکھا تھا۔ میں لیٹا اور سو گیا۔

شیخ رشدی کی کرامت اور زیارت

جس رات میں زاویہ کی چھت پر سویا خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے پرندے پر سوار ہوں۔ وہ پرندہ پہلے تو مجھے قبلہ کی سمت اڑا لے گیا۔ پھر دائیں طرف یعنی جانب مشرق۔ پھر بائیں جانب یعنی جانب جنوب۔ پھر دور تک جانب مشرق اڑا لے گیا۔ اور ایک اندھیرے سبزہ زار میں اتار کر چھوڑ دیا۔ اس خواب سے میں بہت متحیر ہوا اور دل میں سوچا اگر شیخ نے میرے رویا کا مکاشفہ کیا تو بیشک وہ ولی ہی ہیں جیسے مشہور ہیں۔

فجر کی نماز کو اٹھا تو آپ نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھایا اس کے بعد امیر یلک شیخ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا آپ نے اسے رخصت فرمایا۔ نیز تمام حاضر زائرین کو بھی رخصت فرمایا۔ اور سب کو ناشتہ کے لئے چھوٹی چھوٹی روٹی کی ٹکیاں عنایت فرمائیں۔ جب میں اشراق کی نماز پڑھ چکا تو شیخ نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم نے کوئی خواب دیکھا ہے میں نے بالتفصیل سارا خواب عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو حج اور زیارت نبی صلعم نصیب ہو گی۔ اور بلاد یمن۔ ملک عراق۔ بلاد ترک کی سیاحت کرو گے۔ اور ہندوستان میں میرے بھائی دلشاد ہندی سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ یہاں تم پر ایک مصیبت بھی آئے گی جس سے وہ تمہیں بچا لیں گے پھر آپ نے مجھے ٹکیاں اور چند درہم عنایت فرمائے۔ اور میں رخصت ہوا اور انشاء سفر میں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئی۔ البتہ آپ کی بہت سی برکات مجھ پر ظاہر ہوئیں۔ اگرچہ سفر میں بہت سے حضرات کبار سے شرف ملاقات حاصل ہوا مگر آپ جیسا کوئی بزرگ نہ ملا۔ سوا ہندوستان کے ایک ولی کامل سیدی محمد مولہ کے،

قاہرہ کی طرف کوچ

اب میں قاہرہ کی طرف بڑھ رہا تھا!

شیخ ابن عبداللہ المرشدی سے رخصت ہو کر میں شہر تحراریہ میں داخل ہوا اچھا شہر ہے۔ نیا نیا بسا ہے، بازار بڑے خوش منظر ہیں، یہاں کا امیر کبیر القدر ہے نام سعدی ہے۔ اس کا لڑکا فرمانروائے ہندوستان کی خدمت میں رہتا ہے جس کا ذکر آگے چل کر میں کروں گا۔

اس شہر کے قاضی صدرالدین سلمانی مالکی ہیں جن کا شمار علمائے مالکیہ میں شمار ہوتا ہے یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ملک ناصر کی طرف سے سفر عراق کیا تھا اور بلاد صدیہ کی قضائت پر مامور رہے تھے۔ ہیئت جیدہ اور صورت حسنہ کے مالک ہیں یہاں کے خطیب شرف الدین سخاوی زمرہ صالحین میں سے ہیں۔

آبیار کا قدیم شہر اور وہاں کے عجیب رواج

اب شہر آبیار روانہ ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ہے۔ اور خوب سرسبز و شاداب ہے مساجد عالی شان بکثرت ہیں یہ شہر تحرادیہ سے بہت قریب ہے دونوں شہروں کے مابین دریائے نیل واقع ہے یہاں بہت عمدہ کپڑے بنے جاتے ہیں جو شام و عراق اور مصر میں بہت گراں قیمت پر فروخت ہوتے ہیں ایک عجیب بات یہ ہے کہ گو تحراریہ آبیار سے بہت قریب ہے مگر حیرت اس پہ ہے کہ یہاں کے بنے ہوئے کپڑے تحراریہ کے باشندے بالکل نہیں پسند کرتے۔ یہاں کے قاضی عزیزالدین ملیجی شافعی سے ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے مرتبہ کے شخص اور نہایت کریم الاخلاق ہیں۔ میں آپ کے پاس "یوم الرکبہ" میں حاضر ہوا تھا یہاں کے لوگوں نے اس دن کا نام "یوم ارتقاب ہلال رمضان" رکھا ہے۔ یعنی رمضان کا چاند دیکھنے کا دن انتیسویں شعبان کو دستور ہے کہ تمام فقہا اور اعیان شہر قاضی کی ڈیوڑھی پر جمع ہوتے ہیں۔ دروازہ پر ایک شخص جس کا لقب "نقیب المتعمین" ہے پر تکلف لباس پہنے مرکاری تمغے لگائے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ جب کوئی فقیہ یا سربرآوردہ آدمی آتا ہے تو نقیب مذکور اس آنے والے کے آگے ہو کر با آواز بلند بسم اللہ سیدنا فلاں، یعنی اس کا نام لے کر کہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ تاکہ قاضی اور دوسرے لوگ معلوم

کرلیں کہ فلاں آدمی آیا ہے۔ پھر قاضی صاحب اور دیگر حاضرین اس آنے والے کی تعظیم کرتے ہیں اور نقیب اسے مناسب جگہ پر بٹھا دیتا ہے۔ جب سب جمع ہو جاتے تو قاضی اور عمائدین شہر سوار ہوتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے پیچھے شہر کے تمام لوگ مرد۔ عورتیں اور لڑکے روانہ ہوکر اس بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں جو رویت ہلال کے لئے مخصوص ہے یہاں فرش وغیرہ کل سامان تیار رہتا ہے۔ یہ سب چاند دیکھتے ہیں۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپس آتے ہیں۔ اس وقت سب کے آگے شمعیں، قندیلیں، اور مشعلیں بکثرت روشن ہوتی ہیں۔ دکاندار سرراہ اپنی دکانوں میں بھی خوب چراغاں کرتے ہیں۔ سب لوگ قاضی کی معیت میں اس کے مکان تک ساتھ جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانات چلے جاتے ہیں۔ ہر سال یہ رسم دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

شہر محلۃ الکبیرہ کی ایک خانقاہ

پھر یہاں سے شہر محلۃ الکبیرہ کی طرف چلا۔ یہ شہر بہت بڑا اور خوب آباد اور جامع محاسن ہے اس کا نام بھی نہایت سیدھا اور صاف ہے۔ اس شہر کا ایک قاضی قاضی القضاۃ اور امیر الامراء بھی ہے، جب اس شہر میں میرا ورود ہوا تو یہاں کے قاضی القضاۃ عزالدین ابن الاشمرین تھے۔ جو یہاں سے دو فرسخ کے فاصلہ پر بیماری کی وجہ سے ایک باغ میں مقیم تھے۔ میں ابوالقاسم بن بنون مالکی تونسی جو قاضی کے نائب اور شرف الدین دمیری قاضی محلہ منوف کے ساتھ ملنے گیا اور ایک روز وہاں قیام بھی کیا قاضی القضاۃ سے میں نے صالحین اور اولیاء کے دوران گفتگو میں سنا کہ شہر محلہ کبیرہ سے ایک دن کی مسافت پر بلاد برلس اور نستر واقع ہیں۔ یہ بلاد صالحین کہلاتے ہیں۔ یہاں شیخ مرزوق صاحب مکاشفات کا مزار ہے۔ یہ سن کر میں ان شہروں میں گیا۔ اور شیخ مرزوق رحکی خانقاہ میں اترا یہاں کھجور کے باغات بکثرت ہیں اور خوا کہات کی بڑی بہتات ہے۔ دریائی پرندے بے شمار اور ایک قسم کی مچھلی جسے وہاں بلوری کہتے ہیں۔ بہت ہوتی ہے۔ جو شہر خاص حضرات صالحین کی طرف منسوب ہے اسے ملطین کہتے ہیں۔ یہ شہر اس بحیرہ پر واقع ہے جس میں نیل اور سمندر دونوں کے پانی مجتمع ہوتے ہیں۔ اس بحیرہ کا نام بحیرہ تنیس اور نستر ہے۔ بحیرہ کے قریب اسی مقام پر شیخ شمس الدین فلوی رح کے زاویہ میں فروکش ہوا جو بڑے بندگ میں۔ تنیس کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا لیکن اب ویران ہے۔

برلس یہ شہر دریا کے کنارہ پر واقع ہے۔

ہاتف غیب کی صدا، ایک حکایت عجیبہ وغریبہ

اور یہاں کے اتفاقات عجیبہ میں سے وہ حکایت ہے۔ جو ابو عبداللہ رازی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ یہاں کا قاضی جو منجملہ علمائے صالحین کے تھا۔ ایک مرتبہ رات کو دریا کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ کان میں یہ آواز آئی۔

لولا رجال لهم سرد يصومونا ۔۔۔ وآخرون لهم ورد يقومونا
لزلزلت ارضكم من تحتكم سحرا ۔۔۔ لانكم قوم سوء لا تبالونا

یعنی:۔

اگر ایسے لوگ نہ ہوتے جو برابر روزے رکھتے رہتے ہیں۔ اور اوراد و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔
تو صبح کو جب تم اٹھتے تو زلزلے کے جھٹکے تہ و بالا کر دیتے، کیونکہ تم برے اور ڈھیٹ لوگ ہو۔

نماز ختم کر کے میں نے ادھر ادھر دیکھا، مگر وہاں کون تھا؟ کسی کی چاپ تک نہ سنائی دی۔ میں سمجھ گیا یہ ہاتف غیبی کی تنبیہ تھی۔

جدید اور قدیم دمیاط اور وہاں کے قابل ذکر واقعات

اب میں رملہ گیا وہاں سے دمیاط روانہ ہوا، یہ وسیع اور کشادہ شہر ہے۔ یہاں مکانات اور باغات عجیب ترتیب سے ہیں۔ ہر طرح کی خوبیوں سے یہ شہر مالا مال ہے طرح طرح کے پھل اور میوے ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے مکانات لب دریا واقع ہیں۔ وہ بذریعہ ڈول دریا سے پانی بھر کر استعمال کرتے ہیں۔ اکثر مکانات تو اس طرح واقع ہیں کہ ان کا ایک درجہ پانی میں رہتا ہے۔ گویا گھر کے اندر ہی دریائے نیل میں اتر جاتے اور نہا لیتے ہیں۔ یہاں موز کے درختوں کی بڑی کثرت ہے۔ لوگ کشتیوں پر لاد کر بطریق تجارت مصر لے جاتے ہیں۔ اس شہر میں بھیڑوں کی وہ فراوانی ہے کہ دن رات کھلی ہوئی پھرا کرتی ہیں۔ اور بکریوں کی وہ فراوانی ہے کہ اس شہر کے متعلق یہ مشہور ہے کہ دمیاط فصیل شیرینی اور کتے بکریاں ہیں۔

جب اس شہر میں کوئی مسافر داخل ہوتا ہے تو بلا اجازت اور حاکم کی مہر کے یہاں سے نکلنے نہیں پاتا۔ معززین کے لئے یہ طریقہ ہے کہ کاغذ کے ایک پرچہ پر مہر کر دی جاتی ہے۔ وہ اسے پھاٹک کے والوں کو دکھا دیتا ہے۔ اور عوام کے واسطے مہر صرف کلائی پر چھاپ دیتے ہیں۔ جب دروازے

سے باہر نکلنے لگتا ہے۔ تو اسے دربان کو دکھا دیتا ہے۔ یہاں دریائی پرندے بکثرت اور بہت موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اور جیسا خوش ذائقہ اور باحلاوت یہاں بھینس کا دودھ ہوتا ہے۔ ویسا کہیں نہیں ہوتا۔ بوری مچھلی یہاں بھی ہوتی ہے۔ شام و بلاد روم میں تجارت کے لئے لے جاتے ہیں بیرون شہر سمندر اور نیل کے مابین ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جسے برزخ کہتے ہیں۔ یہاں ایک زاویہ اور مسجد بھی ہے۔ یہاں کے شیخ امرین تقل ہیں۔ بغرض دیدار شب جمعہ کو میں حاضر ہوا تھا۔ آپ کے ساتھ فقرا کی بھی ایک جماعت تھی۔ جو اخیار دیدار پر مشتمل تھی۔ ان کی ساری رات تلاوت قرآن، عبادت اور ذکر و شغل میں بسر ہوتی تھی۔

موجودہ شہر دمیاط نیا ہے۔ اور خوب آباد ہے۔ قدیم دمیاط اب ایک ویرانے سے زیادہ نہیں، اسے ملک صالح کے زمانہ میں فرنگیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

طائفہ قلندریہ کا ذکر، بانیٔ طائفہ کے حالات اور واقعات

یہاں شیخ جمال الدین الساوی طائفہ قلندریہ کے پیشوا کا زاویہ ہے۔ اس گروہ کا یہ طریقہ ہے، کہ ڈاڑھی مونچھ اور بھویں سب منڈاتے ہیں۔ میرے زمانے میں یہاں کے شیخ فتح تکروری تھے شیخ جمال الدین ساوی کی ڈاڑھی اور بھویں وغیرہ منڈوانے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ حد درجہ حسین و خوبرو تھے۔ ساوہ کی ایک عورت فریفتہ ہو گئی۔ پیام سلام بھیجتی اور راستے میں آپ کو چھیڑتی۔ اور آپ سے ملنے کی آرزو مند رہتی۔ لیکن یہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ جب ہر طرح سے تھک گئی تو ایک کٹنی کو مامور کیا۔ مسجد کے راستے میں عورت کا مکان تھا وہ کٹنی دروازہ پر ایک لفافہ ہاتھ میں لے کر کھڑی ہو گئی۔ جب گذرے تو اس نے عرض کیا، "یاسیدی آپ اچھی طرح پڑھ بھی سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا، "ہاں" تب اس نے وہ لفافہ پیش کر کے عرض کیا کہ "میرے بیٹے کے پاس سے یہ خط آیا ہے ذرا پڑھ کر سنا دیجئے"۔ شیخ نے فرمایا، "اچھا"۔ لفافہ کھولا ہی تھا کہ کہنے لگی میری بہو کھیہ کی آڑ میں کھڑی ہے۔ ذرا آپ اسے وہاں پڑھ کر سنا دیں کہ وہ بھی سن لے بڑا کرم ہوگا۔ یہ شیخ نے منظور فرمایا۔ جب آپ ڈیوڑھی کے اندر گئے تو کٹنی نے مکان کا دروازہ بند کر لیا اور وہ عورت جو فریفتہ تھی۔ سامنے نکل آئی۔ اور اس کی چھوکریاں بھی نکل کر جمع ہو گئیں، عورت نے دگاوٹ شروع کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اب میں کسی طرح ——— نہیں بچ سکتا۔ تو اس سے کہا کہ اب تو میں تمہارے بس میں ہوں۔ لیکن ذرا بیت الخلاء ہو آؤں۔ عورت نے شیخ کو بیت الخلاء

بلایا۔ آپ اپنے ساتھ پانی لے کر اندر گئے۔ استرا پہلے سے پاس تھا۔ فوراً اپنی داڑھی مونچھ بھویں ابرو کا صفایا کر دیا۔ اور پھر نکل آئے۔ اسے ایک قبیح صورت دیکھ کر نفرت پیدا ہو گئی اور حکم دیا کہ آپ کو باہر نکال دیا جائے۔ اس طرح اللہ نے آپ کو بچا لیا۔ چنانچہ شیخ نے اپنی وہی ہیئت قائم رکھی۔ اور آپ کے سلسلہ کے ہر شخص نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے چار ابرو کا صفایا کر دیا۔

شہر دمیاط کے باہر ایک مزار معروف بہ شطا ہے۔ یہاں کی برکات کثیرہ بہت نمایاں اور آشکارا ہیں یہاں بلاد مصر سے لوگ بقصد زیارت حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے لئے سال میں کچھ دن بھی مقرر ہیں ان تاریخوں میں زائرین کا یہاں زبردست ہجوم ہوتا ہے۔

ایک اور منزل سفر پر قیام، امیر شہر سے ملاقات کی کیفیت

پھر میں دمیاط سے شہر فارس کو پہنچا۔ یہ شہر بھی نیل کے کنارے آباد ہے یہاں شہر کے باہر اترا تھا مجھے امیر محسنی کا بھیجا ہوا ایک سوار ملا اور دریافت کیا کہ امیر نے آپ کا حال دریافت کیا ہے۔ آپ کے محاسن اور خوبیوں کا اسے علم ہے۔ اور آپ کے خرچ کے لئے یہ درہم بھیجے ہیں۔ اللہ برتر و بالا اس امیر کو جزائے خیر دے۔

یہاں سے میں شہر اشمون الرمان روانہ ہوا۔ اور شہر کے باہر قیام کیا۔ چونکہ اس شہر میں انار کی پیداوار بہت ہے اس لئے اسے "اشمون الرمان" کہتے ہیں۔ لوگ یہاں سے انار بار کر کے مصر بغرض تجارت لے جاتے ہیں۔ یہ شہر بہت پرانا۔ بڑا اور خلیج نیل پر واقع ہے۔ اس میں ایک چوبی پل بھی ہے۔ وہیں آکر ساری کشتیاں لنگر انداز ہوتی ہیں۔ جب ہر طرف سے کشتیاں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ تو پل کی قفلی کھولی جاتی ہے۔ جن کشتیوں کو چڑھاؤ پر جانا ہوتا ہے۔ وہ چڑھاؤ پر اور جن کو اتار پر جانا ہوتا ہے۔ وہ اتار پر روانہ ہو جاتی ہیں۔ یہاں ایک قاضی القضاۃ اور والی الاولاۃ بھی رہتا ہے۔

کشتیوں کا ایک بڑا گھاٹ

اشمون الرمان سے آگے بڑھا۔ اور شہر سمنود میں پہنچا۔ یہ بھی دریائے نیل کے کنارے واقع ہے۔ اور کشتیوں کی بہت بڑی گذرگاہ ہے۔ اور یہاں کے بازار بہت خوش نما ہیں۔ اس شہر اور شہر قاہرہ کے مابین تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔

قاہرہ میں آمد

قاہرہ کے مقامات، آثار، مشاہد، رجال اور عجائب و غرائب

سمنود سے میں نیل کے راستے چڑھاؤ کی طرف بجانب مصر[1] روانہ ہوا۔

سمنود اور مصر کے مابین نیل کے بہت سے شہر اور قصبے پاس پاس ایک دوسرے سے بالکل متصل ملتے ہیں۔ مسافر نیل کو اپنے ساتھ کسی زادِ راہ کی ضرورت نہیں۔ جہاں دل چاہے اتر جائیے۔ وضو کر کے نماز پڑھئے۔ بھوک لگے تو ہر چیز موجود جو چاہے خرید لیجئے۔ اسکندریہ سے مصر تک، اور مصر سے اسوان[2] تک مسلسل بازار ملتے ہیں۔

شہر مصر میں کاروانِ شوق کا داخلہ

بالآخر میں مصر پہنچ گیا!

مصر ـــ جسے ام البلاد کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ جو فرعون ذی الاوتاد (با جبروت فرماں روا)

---

[1] مصر یوں تو بہت ہی قدیم شہر ہے۔ بلکہ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ اہرام مصر اور ابوالہول کی قدامت کا اب تک صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکا، لیکن موجودہ قاہرہ خلافت فاطمیہ کے عہد میں تعمیر ہوا تھا، اور یہ کام ایک غلام جوہر کا کارنامہ ہے، جو سسلی کا نو مسلم تھا۔ اور جسے بارگاہِ خلافت میں وہ مرتبہ ملا جو کسی غلام کو کم ملا ہوگا۔ جوہر بہت بڑا فاتح بھی تھا۔ اس نے نہ صرف مصر چھینا، بلکہ بڑھتے بڑھتے شام تک پہنچ گیا، اور یہ سارے علاقے خلافت فاطمیہ کے تحت کر دیئے۔

جوہر کا کارنامہ صرف قاہرہ ہی نہیں ہے۔ جامع ازہر بھی ہے۔ یہ بھی اس کی یادگار ہے۔ جوہر پر مصر سے ایک بڑی عمدہ کتاب حسن علی ابراہیم کی شائع ہو چکی ہے۔

[2] یہ اسوان وہی جگہ ہے جسے آغا خان مرحوم نے اپنی آخری آرام گاہ قرار دیا ہے۔ یہیں ان کا مزار بنا ہے، جو عمارت تعمیر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے!

(رئیس احمد جعفری)

جانے قرار رہ چکا ہے۔ مضافات مصر میں، اقالیم وسیعہ اور بلاد عریضہ واقع ہیں، عمارتوں کی کثرت حدِ بیان سے خارج ہے۔ حسن و نضارت میں اس کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں وارد و صادر کا ہجوم رہتا ہے، ضعیف و توانا پہلو بہ پہلو چلتے ہیں، عالم و جاہل دوش بدوش موجود ہیں۔ ذہین اور غبی، حلیم و سفیہ، وضیع اور بلند، شریف و مشروف، منکر اور معروف امواج دریا کی طرح باہم پیوست، سب طرح لوگ موجود ہیں۔ شہر کی وسعت حد سے زیادہ۔ لیکن کثرت ہجوم دیکھ کر تنگ دامانی کا اندیشہ بھی معلوم ہونے لگتا ہے۔ سارے شہر پر نشاط و شباب کی کیفیت طاری ہے، گویا اقبال منزل سعد میں فروکش ہے۔ اس ملک کی حکومت کے حلقۂ طاعت میں بڑی بڑی قومیں اور ملتیں موجود ہیں، ملک و عرب و عجم سب اس کے مطیع و منقاد ہیں۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت نیل ہے جس نے اس شہر کو روئے زمین پر امتیاز و تفوق عطا کر رکھا ہے، اور بارش سے یکسر بے نیاز بنا دیا ہے۔ اس کی زمین ایک مہینہ کی مسافت کے برابر طویل و عریض ہے، اور حد درجہ زرخیز، جو غریب الوطن یہاں آجائے پھر جانے کا نام نہیں لیتا۔

ابن جزی نے مصر کی مدح میں کسی شاعر کے واردات بیان کئے ہیں۔

لعمرك ما مصر بمصر وانما ۔۔۔ هي الجنة الدنيا لمن يتبصر
فاولادها الولدان والحور عينها ۔۔۔ دروضتها الفردوس والنيل كوثر

یعنی۔

مصر کیا ہے؟ مصر تو،

چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو جنت ہے۔ یہاں کے لڑکے غلمان، اور عورتیں حور کی مانند ہیں۔

یہاں کے باغات، فردوس، اور نیل آب کوثر۔

اس شہر کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ان سقوں کی تعداد جو اونٹوں پر پکھال لاد کر لاتے ہیں بارہ ہزار ہے، اور تیس ہزار دکانیں لکڑیوں کی ہیں۔ مصر کے نیل میں جن سرکاری اور عوامی کشتیوں کی چہل پہل صعید تک آمد و رفت رہتی ہے، اور آثار پر اسکندریہ اور دمیاط تک ان کی تعداد چھتیس ہزار ہے۔ ان کشتیوں سے طرح طرح کی خیرات۔ میراث اور مراعات جاری رہتی ہے۔ اور مصر کے مقابل دریائے نیل کے اس کنارہ پر ایک مقام ہے۔ جسے یہاں کے لوگ حد روضہ کہتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ سیرگاہ اور پرفضا مقام ہے یہاں خاندان مصر کے عمدہ عمدہ اور دلچسپ باغات ہیں۔ اہل مصر کو سرود اور عیش و نشاط بہت مرغوب ہے، ایک مرتبہ ملک ناصر کے ہاتھ میں کچھ چوٹ آگئی تھی۔ جب

اسے صحت ہوئی تو لوگوں نے بنہایت اہتمام سے جشن طرب منایا۔ مجھے بھی اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تمام شہر کے بازار آراستہ کیئے گیے اور ہر شخص نے اپنی اپنی دکانیں خوب سجائی تھیں۔ اور عمدہ عمدہ ریشمی اور قیمتی کپڑے اور گراں بہا زیورات لٹکا لیے تھے۔ اور چراغاں کیا تھا۔ یہ بازار جشن کئی دن تک برابر گرم رہا۔

مسجد عمرو بن العاص، مدارس، بیمارستان، اور زاویئے

یہاں کے خاص مقامات میں مسجد عمرو بن العاص کبیر القدر اور مشہیر الذکر چیز ہے۔ جمعہ کی نماز

سلہ عمرو بن العاص اپنے وقت کے بہت بڑے مدبر، سیاستدان، اور فن حکمت کے ماہر تھے۔ اگر انہوں نے امیر معاویہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا۔ تو شاید یزید کو اپنا جانشین بنا نے اور خلافت اسلامیہ کو موروثی کر دینے کی جرأت نہ کر سکتے، ان کی تدبیر اور نکتہ سنجی ہی نے، عین اس وقت جب امیر معاویہ علیؓ کے ہاتھ سے شکست کھانے کے قریب تھے اور ان کی ساری جنگی تدبیریں حسرت انگیز مایوسی پر ختم ہونے والی تھیں، عمرو بن العاص نے وہ ترکیب کی کہ پانسہ پلٹ دیا۔

عمرو بن عاص کے مشورہ سے امیر معاویہ نے قرآن نیزوں پہ بلند کیا، اور استدعا کی کہ قرآن کے مطابق ہی فیصلہ کر لیا جائے۔ حق اور ناحق کی جب لڑائی ہو رہی ہو تو سوال ثالثی کا پیدا ہوتا ہے۔ نہ مفاہمت کا، چنانچہ حضرت علیؓ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ ایک صوبے کے گورنر کو جو ہمیشہ سے خلافت اسلامیہ کے ماتحت رہتا چلا آیا تھا۔ یہ حق دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے کہ اسے فریق مقابل تسلیم کر لیں۔ وہ امیر معاویہ سے جنگ اس لئے نہیں کر رہے تھے کہ انہیں اپنا حریف سمجھتے تھے، اس لئے کر رہے تھے کہ ایک باغی کو سزا دینا چاہتے تھے۔ لیکن خارجیوں نے جو لشکر علی میں موجود تھے، مطالبہ کیا کہ یہ بات مان لی جائے حضرت علیؓ لاکھ لاکھ کہتے تھے قرآن ناطق میں ہوں۔ میری سنو، میری مانو! میری طرف دیکھو لیکن وہ نہ مانے اور بالآخر امن وامان کے حامی حضرت علیؓ کو یہ بات ماننی پڑی۔

اور جب یہ حکمین تصفیہ کرنے بیٹھے تو عمرو بن العاص کو اپنی کرشمہ سنجیوں کے اظہار کا بہترین موقعہ میسر آگیا۔ ابو موسیٰ حضرت علیؓ کے وکیل سے مشورہ کیا کہ علیؓ اور معاویہ دونوں نااہل ہیں، اس لئے دونوں کو معزول کر دیا جائے ــــــ اور یہ بات حکمین کے حدود اختیار سے متجاوز تھی ــــــ اور جب اجتماع عام میں اعلان کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت علیؓ کے نمائندے کو ان کی تعظیم و تکریم کر کے بڑے ادب سے آگے بڑھایا اور سطے شدہ اعلان (باقی اگلے صفحہ پر)

میں ہوتی ہے۔ اس کا ایک راستہ مشرق سے مغرب کی سمت گیا ہے۔ اور مشرق کی جانب زاویہ بھی ہے۔ جس میں حضرت امام شافعیؒ درس دیا کرتے تھے۔ رہے مدرسے تو وہ حدود شمار سے خارج ہیں کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہے۔ اور وہ شفاخانہ جو دونوں قصروں یعنی ملک المنصور۔ قلاوون کی قبر کے قریب واقع ہے۔ اس کی خوبیاں احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ بیماروں کی راحت اور ان کے علاج کا سامان اس قدر بہتات سے ہے کہ تعریف کرنے والا تعریف سے قاصر ہے اس شفاخانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار ہے۔ یہاں زاویئے بکثرت ہیں۔ اور امراء علی العموم زاویئے بنوانے کے بڑے شوقین ہیں۔ اور ہر زاویہ فقراء کی ایک خاص جماعت کے لئے مخصوص ہے۔ اکثر فقراء عجمی ہیں جو آداب سلوک اور تصوف کے بڑے ماہر اور عارف ہیں ہر زاویہ کا ایک شیخ اور مہتمم ہوتا ہے۔ ان کی ترتیب امور عجیب انگیز ہے۔ ان کی عادت ہے کہ صبح ہوتی اور خادم ان فقراء کے پاس آتے ہیں جو زاویئے میں موجود ہیں۔ ان سے کھانے کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ جو جیسا کھانا چاہتا ہے اس کے لئے ویسا ہی تیار ہوتا ہے۔ پھر سب دسترخوان پر کھانا کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے روٹی اور سالن وغیرہ علیحدہ علیحدہ رکھا ہوتا ہے۔ ایک کے کھانے میں دوسرا شریک نہیں ہوتا۔ اس طرح دن میں دو مرتبہ کھانا کھلاتے ہیں۔ روزانہ کھانے کے علاوہ جاڑے اور گرمی دونوں موسموں کے کپڑے کے مصارف بھی ہر درویش کے زاویئے سے ملتے ہیں۔ اور ہر درویش کو متفرقات جیب خرچ کے لئے بھی دس درہم ماہوار سے تیس درہم ماہوار تک ملتا ہے ہر پنج شنبہ کی شب کو شکر وغیرہ شیرینی کھانے کے لئے اور صابون، دھوبی کی دھلائی، [illegible] حمام کرنے کی اجرت، روشنی کے لئے روغن زیتون اور حجامت وغیرہ کے مصارف ماسوا ہیں۔ یہ بھی سب زاویے کی طرف سے ملتے ہیں۔ یہ تمام درویش تجرد کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو درویش

[illegible] کرا دیا۔ پھر یہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ علی کے نمائندے نے علی کو معزول کر دیا میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ اور معاویہ کے نمائندے کی حیثیت سے انہیں بحال رکھتا ہوں۔ اس بات پر بڑا ہنگامہ ہوا لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا خلافت اسلامیہ ایک مخصوص خاندان کی جائیداد بن گئی۔

ان خدمات کے معاوضہ میں عمرو بن العاص نے امیر معاویہ سے مصر جیسے زرخیز صوبے کی گورنری کی سند اپنے نام پہلے سے لکھا لی تھی۔ چنانچہ وہ اس "مسند" سے زندگی بھر فائدہ اٹھاتے رہے۔ عمرو بن العاص کے برعکس ان کے بیٹے عبداللہ بڑے زاہد، متقی اور عابد شخص تھے۔ شرف صحابیت سے بھی ممتاز تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

مجرد نہیں بلکہ گھر گرہستی والے ہیں۔ ان کے لئے جداگانہ زاویے ہیں۔ ان تمام درویشوں کے لئے یہ امر لازمی ہے کہ مسجد میں پنج وقتہ نماز با جماعت ادا کریں۔ اور شب کو زاویہ سے باہر ان کا کہیں نہ قیام ہو۔ اور زاویہ کے قبہ کے اندر بھی جمع ہوں ان کا روزانہ طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خاص سجادہ پر بیٹھتا ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورہ "فتح"، سورہ "ملک" اور سورہ "عم" کا ورد پڑھتا ہے۔ پارہ پارہ علیحدہ کلام مجید تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ختم ہوتا ہے۔ جب قرآن شریف ختم ہوجاتا ہے تو اذکار و اشغال میں مصروف ہوتے ہیں۔ پھر اہل مشرق کے طریقہ پر قاری قرأت کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد روزانہ ورد ہوتا ہے۔

زاویہ میں آنے والے نئے لوگ

جب کوئی نیا درویش زاویہ میں آتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ کمر بستہ دا ہنے ہاتھ میں لمبی جریب جس میں نوکدار لمبی لوہے کی شیام لگی ہوئی، بائیں ہاتھ میں لوٹا اور کندھے پر جائے نماز زاویہ کے دروازہ پر پہنچا۔ دربان نے فوراً مہتمم کو اطلاع دی۔ مہتمم فوراً نکل آیا۔ اور اس سے سارا حال دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ کن کن زاویوں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور ان کے شیوخ کا کیا نام ہے۔ جب اس کے بیان کی صحت معلوم ہو گئی تو اندر لے جاتے اور مقام مناسب پر اس کے لئے سجادہ بچھاتے ہیں۔ اور اسے طہارت کی جگہ بتاتے ہیں یہ نو وارد درویش داخل ہونے کے بعد تجدید وضو کرتا اور اپنے سجادہ پر آتا ہے اور کھڑا ہو کر دو رکعتیں نماز نفل ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد شیخ اور تمام حاضرین سے مصافحہ کرتا اور ان کے درمیان بیٹھ جاتا ہے۔

ان لوگوں کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ جمعہ کے دن زاویے کے خدمتگار تمام درویشوں کے سجادے ان کی جگہوں سے اٹھا لے جاتے ہیں۔ اور لے جا کر ان کے لئے مسجد میں بچھا دیتے ہیں۔ جب تمام درویش جمع ہو کر شیخ کے ہمراہ مسجد میں جاتے ہیں تو ہر درویش اپنے سجادہ پر نماز پڑھتا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد حسب عادت قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور پھر سب اکٹھے ہو کر شیخ کی معیت میں خانقاہ میں واپس آتے ہیں۔

قرافہ مصر، اور انکے مزارات

مصر میں ایک عظیم الشان قرافہ ہے۔ جسے وہاں کے لوگ بہت بابرکت سمجھتے ہیں۔ اس کی

فضیلت میں ایک روایت آئی ہے۔ جس کا قرطبی وغیرہ نے استخراج کیا ہے۔ کیونکہ وہ مقام منجملہ جبل مقطم کے ہے جس کے متعلق اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ باغات جنت میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں کے باشندے قرافہ میں بڑے بڑے عالیشان گنبد، باغات اور مکانات بنواتے ہیں۔ اور تیار کراتے ہیں۔ ان گنبدوں اور مکانات میں قاری ملازم رہتے ہیں۔ جو شب و روز نہایت خوش الحانی سے کلام مجید تلاوت کیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے یہاں کے مقابر کے قریب زاویے اور مدرسے بنوائے ہیں۔ اور بنواتے چلے جاتے ہیں۔ ہر جمعرات کو مصر کے لوگ مع عیال واطفال کے وہاں جاتے۔ اور شب باش رہتے اور نامی مزارات کی زیارتیں کرتے پھرتے ہیں۔ نیز شب برات کو بھی بہت سے لوگ زیارت کے لئے مصر آتے ہیں۔ اور دکاندار طرح طرح کے کھانے پینے اور ہر قسم کی دکانیں سجاتے ہیں۔

حسین علیہ السلام کا سر مبارک

منجملہ مزارات کے یہاں ایک عظیم الشان مشہد مقدس ہے۔ یہ وہ متبرک مقام ہے جہاں حضرت امام حسین کا سر دفن ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی رباط بنی ہے۔ اس کی عمارت بڑی حیرت انگیز اور پاکیزہ ہے۔ اس کے دروازوں کی زنجیریں کنڈے اور کڑے سب چاندی کے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے کہ یہ مقام ہر طرح احترام واجلال کا سزاوار ہے۔

مزار سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسینؓ

منجملہ مزارات مقدسہ جلیلہ حضرت سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی تربت ہے۔ یہ درگاہ مقام اجابت دعا اور بہت بڑا عبادت خانہ ہے اس مقبرہ عالی کی عمارت وساخت نہایت نادر و پاکیزہ اور بارونق و نورانی ہے۔ اور یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔

تربت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور اس کا حال

منجملہ دوسرے مزارات کے امام ابن عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہم اللہ تعالی عنہ کی تربت بھی ہے۔ یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔ اس رباط کے مصارف کے لئے بہت بڑی

رقم وقف ہے۔ اس کا گنبد بدیع الاتقان اور عجیب البیان ہے۔ حد درجہ محکم اور مضبوط اور گنبد کی وسعت تیس گز سے زیادہ ہے۔

دوسرے علماء اور صالحین کے مزارات مقابر پُر انوار

ان مزارات کے علاوہ قرافہ میں اور بھی بکثرت مزارات ہیں کہ جن کا حصر ممکن نہیں۔

صحابہ کرام اور اکابر اسلاف کے مزارات عالیہ و مبارکہ

بہت سے صحابہ کے مزارات بھی ہیں، نیز وہ مزارات بھی جو بجا طور پر صدر سلف اور خلف کہے جا سکتے ہیں۔ یہ مزارات مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم، اشہب ابن عبدالعزیز، اصبغ بن ابی الفرج ان کے دونوں بیٹوں عبدالحکیم اور ابوالقاسم بن شعبان اور ابو محمد بن عبدالوہاب رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ مزارات معروف اور مشہور نہیں ہیں۔ ان کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس پر عنایت ربی ہو، پھر ان مزارات کی شناخت اور پتہ لگانا غیر ممکن ہے۔

مصر کا دریائے نیل مصر

مصر کے دریائے نیل کو تمام دنیا کے دریاؤں پر بلحاظ اپنے پانی کی شیرینی کی فضیلت ہے کہ کسی دریا کا پانی اس قدر شیریں نہیں۔ پھر خوشبو اور ذائقہ اسکا کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ یہ دریا وسیع اور طولانی ہے۔ کوئی دریا اتنا لمبا چوڑا نہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس قدر لوگ اس دریا سے منتفع ہوتے ہیں۔ جتنے شہر اور قصبات اس دریا کے کنارے ملے جلے اور بالترتیب آباد ہیں۔ وہ بھی اپنی مثال آپ ہے نہ دنیا بھر میں اسقدر انتفاع کسی دریا سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کے کنارے اس قدر بستیاں ہی ہیں اس کے علاوہ کوئی ندی نہیں ہے جسے دریا کہا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ — اگر تجھے اندیشہ ہو تو موسیٰ کو "یم" میں ڈال دے۔

"یم" سے مراد دریا ہے۔ دریائے نیل کے بارے میں حدیث صحیح ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصل لیلۃ الاسراء الی — "رسول اللہ صلعم شب معراج میں جب سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس کی جڑ سے

سدرۃ المنتہی فاذا فی اصلہا اربعۃ انہار نہران ظاہران ونہران باطنان فسائل عنہا جبریل علیہ السلام فقال اما الباطنان ففی الجنۃ واما الظاہران فالنیل والفرات۔

چار نہریں (دریا) نکلی ہیں۔ دو نہریں ظاہر کی جانب ہیں۔ اور دو اندر کی جانب۔ پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے ان چاروں کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ دونوں نہریں جو اندر کی جانب ہیں، وہ جنت میں ہیں اور دو جو باہر کی جانب ہیں وہ نیل اور فرات ہیں"

دوسری حدیث میں ہے

ان النیل والفرات وسیحان وجیحان کل من انہار الجنۃ۔

"دو نیل۔ فرات۔ سیحون اور جیحون یہ جنت کی نہروں میں سے ہیں"

نیل کا بہاؤ جنوب سے شمال کی طرف ہے اور دوسرے دریاؤں کے بالکل برعکس ہے اس دریا کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس زمانے میں دوسرے دریا چڑھاؤ پر ہوتے ہیں یہ دریا اتار پر ہوتا ہے اور جب دوسرے دریا یعنی گرمیوں میں اتار پر ہوتے ہیں۔ نیل بے انتہا چڑھاؤ پر ہوتا ہے۔ دریائے [illegible] کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جس کا ذکر اپنے موقع پر کرے گا۔ نیل کے چڑھاؤ کا آغاز حزیران کے مہینہ میں [illegible] ہے سے یونیہ کہتے ہیں جس سال نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوتا ہے۔ ارضی پیداوار معتدل درجہ پر ہوتی ہے یعنی اس پیداوار سے خراج سلطان بیباق ہو سکتا ہے۔ اگر حد مذکور سے گز بھر بھی زیادہ پانی چڑھ گیا تو اس سال پیداوار کی بہت فراوانی اور آب ہوا کی عمدگی ہوتی ہے۔ یعنی اچھی فصل ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں اٹھارہ گز تک پانی چڑھ گیا تو اس سال تمام چیزوں میں سخت نقصان ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا میں بھی وبائی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر سولہ گز سے ایک گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ یعنی اس سے خراج سلطانی بھی نہیں دیا جا سکتا اور اگر سولہ گز سے دو گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔

دنیا میں پانچ دریا سب سے بڑے ہیں۔ نیل۔ فرات۔ دجلہ۔ سیحون اور جیحون۔

ہندوستانی دریا گنگا اور جمنا کا ذکر اور اس کی ضروری تفصیل

ہندوستان میں ملک سندھ کے پانچ دریا یعنی پنجاب انہیں پانچوں دریاؤں کے حامل ہیں۔ اور

له خلاصۃ الجمیع الانہار۔

دریائے گنگا جہاں ہندوؤں کا تیرتھ ہے اور جلانے کے بعد اپنے مُردوں کی راکھ اس میں ڈال دیتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ یہ جنت سے نکلی ہے۔ اور جمنا بھی انہیں پانچوں ندیوں کے مماثل ہے۔ صحرائے قبچاق میں ایک دریا ہے جس کا نام اتل ہے۔ جس کے کنارہ شہر سرا آباد ہے اور دریائے سرد جو سرزمین خطا میں ہے اس کے کنارے پر شہر خان بالق آباد ہے ان کو بھی ایسا ہی کہنا چاہئے۔ یہ دریا شہر خان بالق کے نیچے سے بہتا ہوا شہر خنسا کے نیچے پہونچا ہے پھر سرزمین چین میں شہر زیتون تک چلا گیا ہے، انشاءاللہ یہ تمام اذکار اپنے موقعوں پر آئیں گے۔

آگے چل کر دریائے نیل تین شاخوں پر منقسم ہو گیا ہے، ہر شاخ میں اس قدر کثرت سے پانی رہتا ہے کہ خواہ گرمیاں ہوں یا جاڑے بغیر کشتی کے عبور ممکن نہیں۔ ہر شہر والوں کے لئے جو نہریں دریائے نیل سے نکلتی ہیں۔ جب آب رسانی منظور ہوتی ہے تو ان سے حوض کھول دیتے ہیں۔ پانی خود بخود کھیتوں میں پہنچ جاتا ہے

مصر کے اہرام و برابی، ان کی تفصیلات ضروری

اہرام بھی عجائبات میں سے ہیں۔ لوگوں نے ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور غور و خوض کیا ہے کہ ان کی تعمیر و تاسیس کب ہوئی ہے کہتے ہیں کہ طوفان نوح سے قبل جتنے علوم ظاہر ہوئے ہیں وہ سب ہرمس اول سے لئے گئے ہیں۔ ان کا مسکن سعید مصر اعلیٰ تھا جن کو خنوق کہتے ہیں یہی حضرت ادریس پیغمبر علیہ السلام ہیں انہی نے پہلے حرکات فلکیہ اور اجرام علویہ سے بحث کی ہے۔ یہی وہ پہلے شخص بھی ہیں جنہوں نے ہیکل قائم کئے۔ اور جو نمونہ شان الٰہی تھا۔ انہی ادریس علیہ السلام نے طوفان نوح کی پیش گوئی سے لوگوں کو ڈرایا اور اس امر کا اندیشہ کیا کہ جب طوفان نوح آئے گا تو تمام علوم نیست و نابود اور کل عمارات و کارخانے منہدم ہو جائیں گے۔ اسی طوفان سے حفاظت کے لئے اہرام و برابی قائم کئے گئے اور جملہ صنائع اور آلات کی صورتیں اور نقشے ان عمارات میں ثبت کئے اور ان عمارات میں تمام علوم مرتسم کئے تاکہ ان کو دوامی اور پائیداری حاصل رہے۔ [۲]

---

[۱] یہ شہر پیکن ہے۔

[۲] اہرام مصر کی قدامت کا اندازہ اب تک صحیح طور پر متعین نہیں ہو سکا، لیکن یہ بات متفق علیہ ہے، کہ ان کی عمر چھ ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ پر)

مشہور ہے کہ اگلے زمانہ میں مصر کا دارالعلم اور پایۂ تخت شہر منوف تھا۔ جو فسطاط سے ایک منزل کی مسافت پر ہے۔ جب شہر اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی اور منوف کے تمام لوگ اجڑ کر وہاں آ بسے تو اس کی طرح اسکندریہ ملک کا پایۂ تخت بن گیا۔ یہاں تک کہ اسلام آیا حضرت عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا) یہ اہرام درحقیقت فراعنہ مصر کے مقبرے ہیں۔ فرعون کا لقب مصر کے بادشاہ کے لئے اسی طرح مقرر تھا۔ جیسے چین کے بادشاہ کو خاقان کہتے تھے۔ یہ کسی ایک شخص کا نام نہ تھا۔ خاندانی لقب تھا۔ یہ فراعنہ صرف بادشاہ نہ تھے بلکہ ان کی مطلق العنانی نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اور بعض تو ان میں سے خدائی کے مدعی بھی تھے۔ ان ہی میں وہ فرعون بھی تھا۔ جس سے حضرت موسیٰ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اور جو غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم تیری لاش کو "عبرۃ للناظرین" چشم بینا رکھنے والوں کے لئے سامان عبرت بنا کر باقی رکھیں گے۔

فرعون کی حضرت موسیٰ سے کشمکش ہوئی۔ وہ غرق دریا ہو گیا۔ پھر تزک و احتشام کے ساتھ پیوند زمین ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں اس کی لاش کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن گئی۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ ہم اس کی لاش کو محفوظ رکھیں گے۔ یہ کیا معمہ ہے! اس کا کیا مطلب ہے!۔

ہر دور کے مفسرین نے سوچا اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ اور ہر ایک نے اپنی ذہانت و فطانت کے مطابق تفسیر کی بھی لیکن دل کو لگتی ہوئی کوئی بھی نہ تھی۔

قرآن کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی متعدد باتیں زمانہ کی ترقی کے ساتھ منکشف ہو جاتی ہے چنانچہ یہ بات بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں منکشف ہوئی۔ اہرام مصر کی کھدائی ہوئی۔ اور فرعون کی لاش اس میں سے اپنے تمام ساز و سامان طلائی ظروف و زیورات اور اہم ترین نوشتوں کے ساتھ برآمد ہوئی۔ اور اب بھی کی ہوئی لاش مصر کے عجائب خانہ میں اس طرح رکھی ہوئی ہے جیسے فرعون مرا نہیں سو رہا ہے۔ ناخن اور بال تک سلامت۔ جو اناج ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ وہ بھی موجود ہے۔ اور اس میں اب تک اتنی قوت نمو ہے کہ اگر بویا جائے تو اگ سکتا ہے چنانچہ گیہوں پر تجربہ بھی کیا ہے۔ اور کامیاب رہا۔ میں نے ہڑپہ (منٹگمری) آثار قدیمہ کے میوزیم میں برآمد شدہ گیہوں دیکھ کر اس کے منتظم سے پوچھا کیا یہ اگ سکتے ہیں؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔۔۔۔ لیکن کھا لئے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ہڑپہ کی عمر اہرام مصر کے مقابلہ میں کافی کم ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

اور شہر فسطاط کی بنیاد ڈالی جواب تک مصر کا پایہ تخت ہے۔ [1]

اہرام کی عمارت نہایت سخت پتھر کی ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ عمارتیں انتہائی بلند اور مخروطی شکل کی ہیں یعنی ان کی بنا چوڑی اور اوپری حصہ پتلا ہے۔ نیچے سے اوپر تک گول چلی گئی ہیں، ان میں دروازے بالکل نہیں اور نہ ان کی بناکی کیفیت کچھ معلوم ہوتی ہے کہ کیونکر بنائی گئی ہیں کہتے ہیں کہ قبل طوفان حضرت نوح علیہ السلام مصر کے کسی بادشاہ نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے ضرورت پڑی کہ نیل کی جانب مغرب ان اہرام کی عمارت قائم کرے تاکہ ان میں تمام علوم، اور بادشاہوں کی نعشیں امانت رکھی جائیں۔ جب اس بادشاہ نے یہ عمارتیں بنوائیں تو نجومیوں سے دریافت کیا کہ آیا کبھی ان عمارات میں کسی عمارت کی کوئی جگہ کھود کر کھولی جائے گی یا نہیں۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہاں شمال کی جانب فلاں مقام میں اور اس میں کھلوانے والے کا اس قدر مال خرچ ہوگا اب بادشا

---

[1] عہد اسلامیہ میں جب عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو فسطاط دار الحکومت قرار پایا، اب تک قاہرہ جیسے عظیم و جلیل شہر کی تعمیر و تاسیس نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو کئی سو سال کے بعد جوہر صقلی کے ہاتھوں عالم وجود میں آیا۔
حضرت عمرؓ کا عہد بابرکت ہر اعتبار سے ایک نمونہ تھا۔ مصر ان ہی کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ اور فاتح بھی عمرو بن العاصؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد تک عمرو بن العاصؓ بھی دوسرے گورنروں اور حکام و عمال کی طرح مرکز کے تمام احکامات کی نہایت سختی سے پابندی کرتے، خود رائی اور خودنمائی کو دخل نہیں دیتے تھے، ہر معاملہ میں اطاعت سے کام لیتے تھے۔ اگر ذرا بھی لغزش ہوتی تھی تو عتاب نامہ آتا تھا، عدل و انصاف اسلامی سادگی اور راست روی کے راستے سے ذرا بھی ہٹتے تھے تو حرف گیری کا پروانہ استقبال کے لئے موجود رہتا، کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی حکم خلافت منسوخ نہیں کر سکتی تھی۔
چنانچہ عمرو بن العاص نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے بھی الجھنے کی کوشش کی، وہ ان کی فضول خرچی، اندازِ ملوکانہ بیت المال میں پوری رقم نہ بھیجنے سے نالاں تھے۔ یہ ٹال مٹول کرتے رہتے تھے۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو حضرت عمرؓ نے ایک لمحہ بھی تامل کے بغیر دوسرے زیادہ اہل شخص کو منصب پر مامور کر دیا۔ اور انہیں ان کے سخت احتجاج اور التجا و استدعا کے باوجود معزول کر دیا۔ حضرت عمرؓ امیر معاویہ تو تھے نہیں کہ اپنے اقتدار و اختیار کو قائم رکھنے کیلئے غلط اصولوں اور غلط بنیادوں پر دوسرے سے سمجھوتے کرتے اور انہیں انعامات و نوازشات سے مالا مال کرتے رہتے، وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کا نگہبان اور حامی و ناصر تھا۔
فسطاط کا قصہ یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے فتح مصر کے وقت ایک مقام پر پڑاؤ کیا جس خیمہ میں عربی زبان میں خیمہ کو فسطاط کہتے کہتے ہیں — شہر سے نکلتے وقت اسی حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ (باقی صفحہ ۵۳ پر)

اسی جگہ کو کھلوا کر جتنا مال نجومیوں نے بتایا تھا، رکھوا دیا۔ پھر تعمیر میں انتہائی جدوجہد کی۔ حتیٰ کہ آٹھ سال کی مدت میں تکمیل ہو گئی۔ اور مدت تکمیل کا عرصہ بھی کندہ کرا دیا۔ اس کے استحکام کی یہ کیفیت ہے کہ کھودنے والا انہیں چھ سو برس میں بھی نہیں کھدوا سکتا، حالانکہ بہ نسبت بنانے کے کھودنا زیادہ آسان ہے۔

خلیفہ مامون نے اپنے عہد خلافت میں اہرام کی عمارتوں کو گرانا چاہا لیکن بعض مشائخ مصر نے اس اقدام سے منع کیا۔ لیکن مامون الرشید ان کے کھودنے پر بضد رہا اور کھودنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ سخت آگ جلائی جاتی تھی اور دور سے بذریعہ منجنیق آگ پر سرکہ ڈالا جاتا تھا۔ اس طرح نہایت مشکل سے کچھ رخنہ ہو سکا جو بدستور آج تک موجود ہے۔ اس میں سے کچھ تھوڑا سا مال بھی ہاتھ آیا۔ خلیفہ مذکور نے کھودنے میں جو رقم صرف کی تھی اس مال کا جو تخمینہ کرایا تو اسی قدر رقم نکلی جتنی کھودنے یا رخنہ کرانے صرف ہوئی تھی۔ مامون الرشید کو بہت تعجب ہوا۔ دیوار اہرام کا عرض ۲۰ گز چوڑا ہے[1]۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ کا) واپس آئے تو خیمے اکھڑنے لگے لیکن ایسے خیمے میں انہوں نے دیکھا کہ کبوتر نے گھونسلہ بنا لیا ہے، لہٰذا اسے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ پھر یہاں ایک شہر بس گیا۔ جو فسطاط کہلایا۔ اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔

انسانی نفسیات کا یہ کیسا عجیب کرشمہ ہے کہ وہ جو پرندوں پر رحم کھاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان اس کے اقتدار و اختیار میں مزاحم ہو تو اس سے رعایت نہیں کرتا۔ یہی عمرو بن العاص جنہوں نے کبوتروں پر اتنا رحم کھایا، ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے پر رحم نہ کر سکے۔ وہ جس بے دردی سے قتل کیے گئے۔ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

[1] یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ابن بطوطہ ایک جہاں گشت تو ضرور تھا، لیکن نہ وہ کوئی مورخ تھا، نہ ماہر طبقات الارض، نہ آثار قدیمہ کا محقق، نہ عہد قبل از تاریخ کی زبان کا حرف آشنا،

گو علوم اسلامیہ میں اسے درک تھا، لیکن نہ کوئی بہت بڑا مفسر تھا، نہ محدث، نہ فقیہہ، نہ متکلم،؟

وہ جو کچھ قدیم عہد کے بارے میں کہتا ہے، وہ زیادہ تر سنی سنائی باتیں ہیں، جن کا تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں جو حدیثیں اور روایات درج کرتا ہے، وہ بھی احتیاط کے ساتھ قبول کرنے کی مستحق ہیں۔ جو باتیں سیر و سفر کے بارے میں کہتا ہے گو وہ صد درجہ دلچسپ ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں بھی کہیں تضاد پایا جاتا ہے۔ یا واقعہ سے مطابقت نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے سفر کی یادداشتیں دوران سفر میں نہیں لکھی تھیں، اختتام سفر کے کچھ عرصہ کے بعد محض یادداشت سے سارا سفرنامہ لکھ ڈالا۔ بجائے خود یہ بہت بڑا کارنامہ ہے لیکن جہاں روایت کا سوال ہو وہاں اس کارنامہ کی عظمت کا اعتراف کرنے کے باوجود بار بار سوچنا پڑتا ہے۔ پھر مزید ستم اس کی خوش الاعتقادی ہے۔ ہر چیز کے بارے میں جو کچھ سنتا ہے۔ درایت نظر انداز کر کے ہر روایت بے تامل قبول کر لیتا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

سلطان مصر کی سیرت و شخصیت، اور عادات و خصائل

جب میں مصر وارد ہوا یہاں کا بادشاہ ملک ناصر ابو الفتح محمد ابن ملک المنصور سیف الدین قلادون الصالحی تھا۔ اس کا عرف الفی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملک صالح نے اسے ہزار اشرفیوں کی عوض خریدا تھا یہ در حقیقت ملک قبچاق کا باشندہ تھا۔

ملک ناصر کی سیرت کریمہ اور فضائل عظیمہ بے شمار ہیں۔ اس کے شرف و عظمت کے ثبوت میں یہی کیا کم ہے کہ اس کی طرف حرمین شریفین کی خدمت منسوب ہے۔ اور ہر سال بہت کچھ خیرات و مبرات حرمین و شریفین میں کرتا ہے مثلاً مصر اور شام کے وردوں سے جو مساکین حج کے واسطے جاتے یا بغرض ہجرت وہاں کا قصد کرتے ہیں۔ ان سب کے واسطے سلطان کی طرف سے زاد و راحلہ کا مفت انتظام ہے یا جو شخص راستہ چلنے یا کسی اور وجہ سے معذور ہے کہ مسافت نہیں طے کر سکتا۔ اس کے لئے سفر حج کا سلطان ہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی کام کے لئے سینکڑوں اونٹ مقرر ہیں۔ اور قاہرہ کے باہر مقام سریاقس میں فقرا کی پرورش کے لئے ایک زاویہ تعمیر کرایا ہے۔ لیکن مولانا امیر المومنین ناصر الدین کہف الفقرا والمساکین خلیفۃ الشرقی ارضہ القائم بالجہاد منقلدہ وفرضہ نے خدائے بزرگ و برتر ان کا حامی و ناصر ہو، اور ان کیلئے فتح مبین آسان کر دے، انہوں نے اپنے پایۂ تخت کے مابدا جو زاویہ بنوایا ہے۔ اتقان بنا اور حسن وضع میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی منبت اور گلکاری ایسی ہے کہ مشرقی بلاد کے تمام کاریگر اس کے بنانے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے شفا خانوں، مدرسوں اور زاویوں کی جو عمارتیں بنوائی ہیں، ان کا ذکر آگے آئے گا۔

بعض امرائے مصر کا ذکر، ایک جنگجو قوم کا تذکرہ

امرائے مصر میں ملک ناصر کا ساقی، امیر بکتمور ہے، یہ وہی شخص ہے جسے ملک ناصر نے زہر سے مروا ڈالا تھا۔ جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ دوسری نمایاں شخصیت ارغون الدوادار ملک ناصر کے نائب کا ہے اس کا مرتبہ امیر بکتمور کے قریب قریب ہے۔ تمیز الخشلط المعروف بہ حمص اخضر ہے یہ شخص اخیار امرائے مصر میں سے ہے یتیموں کیلئے بہت کچھ خیرات و مبرات کرتا رہتا ہے۔ نیز وہ بچے جو قاری ہوتے ہیں انکے وظائف وغیرہ کے مصارف اسی کے ذمہ ہیں مصر میں ایک قوم حرافیش رہتی ہے چونکہ یہ لوگ طاقتور جنگجو قوم ہے اسلئے لوگ انکا بڑا لحاظ کرتے ہیں اور امیران پر بہت کچھ بذل و احسان کرتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ

وجہ سے امیر الخشظ کو ملک ناصر نے قید کر دیا تھا۔ اس قوم کے ہزار ہا آدمی جمع ہوگئے اور یہ قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ اور سب نے یا اعرج النفس یعنی ملک ناصر کو اے لنگڑے منحوس کی پھبتی سے ذلت سے پکارنا شروع کیا چنانچہ اسے امیر الخشظ کو قید سے رہا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ملک ناصر نے پھر قید کر دیا۔ تو تمام یتیموں نے جمع ہو کر جیسا توافیش نے کیا تھا ویسا ہی کیا۔ چوتھا شخص ملک ناصر کا نذیر۔ پانچواں بدر الدین بن البابہ۔ اور چھٹا جمال الدین نائب الکرک ساتواں ان آقز دمور ترکی زبان میں دمور لوہے کو کہتے ہیں۔ آٹھواں بہادر حجازی۔ نواں قوسون، دسواں بشتک امرا افعال خیر کی طرف بہت راغب ہیں۔ اور بکثرت مسجدیں اور زاویئے بنواتے رہتے ہیں امراء میں سے نواں شخص ملک ناصر کا فوجی وزیر اور دسواں اس کا منشی قاضی فخر الدین قبطی یہ شخص پہلے قبطی نصرانی تھا۔ پھر مسلمان ہوا اور پختگی سے اپنے نئے مذہب پر قائم رہا بہت خوبیوں فضائل کا شخص اور شاہ کے اعلیٰ مقربین میں سے ہے۔ اور خلائق تو اس کے بار احسان سے کبھی سبکدوش ہی نہیں ہو سکتی۔ نہایت خیر شخص ہے۔ قاضی فخر الدین کی عادت تھی کہ جب کچھ دن باقی رہ جاتا نشست گاہ سے ملی ہوئی ایک مسجد تھی جب نماز مغرب کا وقت آ جاتا تو جا کر مسجد میں نماز ادا کرتا اور پھر واپس آتا۔ کھانے کا عام دستر خوان بچھتا۔ جہاں سب کو عام اجازت تھی۔ اگر کوئی حاجت ہوتا تو سارا حال دریافت کرتا اور فیصلہ کر دیتا اگر سائل ہوتا تو اپنے غلام لوط عرف بدر الدین سے کہہ دیتا کہ اسے خزانچی کے پاس لے جاؤ اس کے پاس دیں درہموں کی تھیلیاں رکھی ہوتی تھیں۔ بموجب حکم یہ غلام خزانچی سے سائل کو درہم دلوا دیتا۔ اس وقت قاضی کے پاس فقہا کا مجمع ہوتا تھا بخاری شریف پڑھی جاتی تھی۔ نماز عشاء کے بعد جا کر یہ لوگ یہاں سے رخصت ہوتے۔

میرے عہد کے قضاۃ مصر اور ان کا فضل و کمال

ان میں سے قاضی القضاۃ شافعی تھا۔ سلطان کے نزدیک اس کا تمام قاضیوں سے بہت بڑا درجہ دربار میں بڑی قدر و منزلت تھی، ولایت مصر کے جتنے قاضی تھے۔ سب کا عزل و نصب اس کے اختیار میں اس کا نام بدر الدین بن جماعت تھا۔ اس کا ایک بیٹا مسمی بہ عز الدین ہے جو اب اپنے والد کی جگہ پر مصر کا قاضی القضاۃ ہے۔

مصر کے قاضیوں میں قاضی القضاۃ مالکیہ امام صالح تقی الدین اخنائی اور قاضی القضاۃ حنفیہ امام عالم الدین حریری ہیں یہ بہت بڑے صاحب سطوت بزرگ تھے۔ اللہ برتر کے حکم میں لامت لائم کی پروا نہ کرتے۔ جملہ امراء ان سے خائف رہتے۔ مصر ہی میں ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک دن

ملک ناصر نے اپنے مصاحبین سے کہا سوا شمس الدین حریری کے میں کسی سے نہیں ڈرتا پھر قاضی القضاۃ حنبلیہ میں جنہیں نہیں جانتا لیکن اتنا معلوم ہے کہ لوگ انہیں عزیز الدین کہتے ہیں۔

حنفی اور مالکی قاضی کی نشست کا تنازعہ

سلطان ناصر کا دستور تھا کہ دو شنبہ اور پنج شنبہ کو خاص اجلاس اس غرض سے فرمایا کرتے کہ رفع مظالم اور دفع شکایات اور ازالۂ جور و ستم کریں۔ ان دونوں اجلاسوں میں ہر چہار مذاہب فقہیہ کے قاضی بائیں جانب بیٹھتے اور تمام عرضیاں پڑھی جاتیں۔ مولانا امیر المومنین ناصر دام اللہ ایامہ کا یہ کمال عدل اور رعایا پروری تھی کہ آپ مستغیث سے بذاتِ خود تحقیقات فرمایا کرتے اور وہ بلا واسطہ عرض حال کرتا۔ گویا آپ نے بارگاہِ خداوندی میں قسم کھائی تھی کہ آپ کے سامنے مستغیث کے ہوتے کوئی نہ آئے گا۔ ہر چہار قضاۃ جو آپ کے بائیں جانب تشریف فرما رہا کرتے ان کا یہ مرتبہ تھا کہ قاضی شافعیہ کی عدالت اول درجہ کی ہوتی دوسرے مرتبہ کی عدالت قاضی حنفیہ کی ہوتی۔ تیسرے نمبر پر برہان الدین ابن عبدالحق عہدۂ قضا پر ممتاز ہونے تو سلطان ناصر سے امرائے مصر نے استدعا کی کہ قاضی مالکیہ کا اجلاس قاضی برہان الدین سے اول ہونا چاہیے۔ کیونکہ پہلے بھی قاضی مالکیہ زین الدین بن مخلوف کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ ان کا اجلاس تقی ابن دقیق العید شافعیہ کے بعد تھا۔ چنانچہ سلطان نے امراء کی حسب خواہش حکم نافذ فرما دیا جب یہ اطلاع قاضی حنفیہ کو ہوئی تو انہیں بہت ناگوار گذرا۔ اور عدالت میں آنے سے پہلو تہی کرنے لگے، ادھر ملک ناصر کو اپنے حکم کی مخالفت ناگوار ہوئی حکم دیا کہ قاضی برہان الدین کو زبردستی مجلس قضاۃ میں لاؤ جب آپ سلطان ناصر کے سامنے پیش ہوئے، تو حاجب نے قاضی مذکور کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ پر نشست کے لئے حکم سلطانی نافذ ہوا تھا۔ بٹھلا دیا۔ پھر اس کے بعد یہی نشست کا طریقہ جاری رہا۔

مصر کے بعض علماء اور اعیان کا تذکرہ

یہاں کے نامی علماء میں سے شمس الدین اصبہانی ہیں، جو تمام دنیا میں فن معقولات کے امام مانے جاتے ہیں۔ دوسرے شرف الدین زواوی مالکی ہیں تیسرے برہان الدین بن بنت الشاذلی یہ جامع حاکم میں نائب قاضی القضاۃ ہیں، چوتھے رکن الدین ابن القوبع تونسی یکے از ائمہ معقولات ہیں۔
پانچویں شمس الدین بن عدلان کبیر الشافعی ہیں، چھٹے بہاؤ الدین ابن عقیل فقیہ کبیر ساتویں اثیر الدین

ابو حیان محمد بن یوسف بن حیان غرناطی ہیں، آپ کو تمام علما پر فن نحو میں تفوق حاصل ہے۔ آٹھویں شیخ صالح بدرالدین عبداللہ منوفی نویں بدرالدین صفاقسی۔ دسویں قوام الدین کرمانی ہیں، آپ کی سکونت جامع ازہر کی چھت پر ہے فقہا اور قرا کا ایک گروہ آپ کی معیت میں رہتا ہے، اور مختلف علوم و فنون کا درس دیا کرتے ہیں۔

ہر مذہب کا مفتی موٹے اونی کپڑے کی عبا پہنتا اور سیاہ اونی کپڑے کا عمامہ باندھتا ہے، دستور یہ ہے کہ بعد نماز عصر تفریح گاہوں میں تنہا پلئے تفریح جایا کرتے ہیں۔

علاء میں ایک اور بزرگ سید شریف شمس الدین ابن بنت الصاحب تاج الدین بن حنآ ہیں جو من جملہ علمائے مصر فقرا کے شیخ الشیوخ مجدالدین اقصرائی ہیں آپ دیار روم کے ایک شہر موسومہ بہ اقصرا کی طرف منسوب ہیں، اور مسکن سریاقس ہے، ایک اور ہستی شیخ جمال الدین حویزائی ہے، آپ بصرہ سے تین منزل کے فاصلہ پر حویزہ مقام کی طرف منسوب ہیں۔ اسی گروہ کے ... میں دربار مصر کے نقیب الاشرف سید شریف المعظم بدرالدین الحسینی کبار صالحین میں سے ہیں۔ ایک اور شخص مجدالدین ابن حرمی وکیل بیت المال اور مدرس قبہ امام شافعی اور سولھویں نجم الدین سہرتی ہیں آپ بہت بڑے فقیہہ اور صاحب عز و جاہ ہیں۔

مصر میں یوم محمل کا شاندار نظارہ جو کبھی دیکھنے میں نہیں

مصر کے مشہور دنوں میں سے ایک دن یہ بھی ہے جس میں تمام خلقت میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے، محمل کے گشت کی تفصیلی کیفیت اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے چاروں قاضی القضاۃ وکیل بیت المال اور محتسب ہوتے ہیں جن کا ذکر گذر چکا۔ ان کی معیت میں تمام کبار۔ فقہاء۔ امنا، رؤسا اور جملہ ارکان سلطنت ہوتے ہیں۔ یہ سب سوار ہو کر قلعہ کے پھاٹک پر جو سلطان کا دارالامارۃ ہے، محمل کے انتظار میں جمع ہوتے ہیں، پھر اونٹ پر محمل کی سواری نکلتی ہے جو حجاز ایک امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا کرتا ہے۔ جسے اسی کام کے لئے سلطنت مقرر کرتی ہے، اس امیر کے ہمراہ وہ کل فوج جو محمل کے ساتھ جانے والی ہوتی ہے، جلوس میں نکالی جاتی ہے، اور جتنے سقے محمل کے ساتھ جانے والے ہوتے ہیں۔ وہ بھی سب اپنے اونٹوں پر سوار ہمراہ ہوتے ہیں، اور ہر طرح کے مردوں اور عورتوں کا بھی مجمع ہو جاتا ہے، پھر یہ سب محمل کے ساتھ مع اس جم غفیر کے جس کا ابھی ذکر کیا جاچکا ہے قاہرہ اور مصر دونوں شہروں میں گشت کرتے ہیں، اور جلوس کے آگے آگے حدی خوان حدی خوانی

کرتے جاتے ہیں۔

محمل کی یہ سواری ہر سال ماہ رجب میں نکلتی ہے۔ اس کے نکلتے ہی لوگوں کے دلوں میں سفر حج کا ولولہ اور شوق اور عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے رحمت الٰہی شامل حال ہوتی ہے، وہ اپنے شوق عزم میں پکا ہو جاتا ہے، اور انہماک کے ساتھ سفر کی تیاری کرنے لگتا ہے۔

پھر کوچ، پھر سفر

اب میرا ارادہ مصر سے براہ صعید سفر حجاز کا ہوا۔ جس رات مجھے مصر سے نکلنا تھا۔ اس شب کو ایک بڑی رباط میں شب باش ہوا، جسے صاحب تاج الدین نے دیر طین میں تعمیر کرا دیا ہے،

دیر طین کے تبرکات نبوی اور ان کی تفصیل

دیر طین کی عمارت مفاخر عظیمہ اور آثار کریمہ کی حامل ہے۔ یہاں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے، اس کے علاوہ رسالت مآبؐ کی سلائی ہے، جس سے آپؐ سرمہ لگایا کرتے تھے، وہ سوجا بھی ہے جس سے آپؐ بہ نفس نفیس اپنے نعلین مبارک بھی سی لیا کرتے تھے، علاوہ ازیں مصحف امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بھی ہے، یعنی قرآن کا وہ نسخہ جو آپ نے خود تحریر فرمایا تھا،

کہا جاتا ہے کہ مالک رباط نے ان آثار شریفہ کا ہدیہ ایک لاکھ درہم دیا تھا۔ اور اس رباط کو تعمیر کرا کے تبرکات نبویؐ اس میں رکھے تھے، خدام کی تنخواہیں اور مصارف مقرر کئے اور جو اس رباط میں آئے یا قیام کرے، اس کے لیئے کھانے پینے کا انتظام کیا ——— ان آثار شریفہ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ بانی رباط کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

راستے کے مختلف پڑاؤ اور چھوٹے چھوٹے شہر

زیارت رباط سے فارغ ہو کر میں شہر منیۃ القائد میں پہونچا۔ یہ دریائے نیل کے کنارے چھوٹا سا شہر ہے،

پھر یہاں سے میں شہر بوش پہونچا اس شہر میں دوسرے بلاد مصریہ کی نسبت السی کی بہت پیداوار ہے اور یہ صرف دیار مصر میں بلکہ افریقہ کے شہروں میں بھی یہیں سے جاتی ہے۔

پھر بویش سے روانہ ہو کر شہر دلاص میں پہونچا۔ یہاں بھی السی کی بکثرت پیداوار ہے اور بویش کی طرح مصر کے شہروں اور افریقہ میں بھی یہیں سے بھیجی جاتی ہے۔

دلاص سے روانہ ہو کر شہر بیبا میں داخل ہوا اور وہاں سے چلا تو شہر بہنسا میں داخل ہوا۔ یہ شہر بہت بڑا ہے، اور اس میں بکثرت باغات ہیں۔ اور یہاں نہایت قیمتی اعلیٰ کپڑا بنا جاتا ہے، اس شہر کے قاضی اور عالم شرف الدین ہیں۔ میں ان سے ملا۔ نہایت کریم النفس اور بہت بڑے فاضل ہیں۔ نیز یہاں شیخ صالح ابا بکر عجمی سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انہیں کے ہاں مقیم ہوا، اور انہوں نے حق ضیافت ادا کر دیا۔

شہر منیۂ ابن خصیب میں آمد، وہاں کی مسجدیں اور مزارات

بہنسا سے روانہ ہو کر میں شہر منیہ ابن خصیب میں پہونچا۔ یہ شہر نہایت وسیع اور کشادہ دریائے نیل کے کنارے واقع ہے، مضافات صعید میں جتنے شہر ہیں ان سب پر اسے تفوق حاصل ہے، اس شہر میں مدرسے، مزارات، زاویے اور مساجد بکثرت ہیں۔ اگلے زمانے میں اس شہر منیہ کا مالک مصر کا عامل خصیب تھا۔

خلیفہ کا غلام مصر کا گورنر ہو کر آتا ہے، قدرت کی کارفرمائیاں

کہتے ہیں کہ اہل مصر پر جب خلفائے عباسیہ کا عتاب ہوا تو خلیفہ نے قسم کھائی کہ ——— میں تم پر ایسا حاکم مقرر کروں گا۔ جو میرے نہایت خوار و ذلیل غلاموں میں سے ہوگا۔ مقصد باشندگان مصر کو ذلیل کرنا اور سزا دینا تھا۔ چنانچہ ان صفات ذمیمہ سے موصوف ایک غلام تھا۔ جس کا نام خصیب تھا۔ پہلے یہ حمام میں لکڑیاں جلاتا اور پانی گرم کیا کرتا تھا۔ خلیفہ نے اسے حکومت مصر کی خلعت پہنائی اور امارت پر مامور کیا۔ اس کا خیال تھا کہ جب اس ذلیل اور کمینہ کو مصر کی حکومت ملے گی، تو لوگوں سے اپنی سرشت کے مطابق برتاؤ کرے گا۔ جب مصر کی عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آئی تو اہل مصر کے حق میں یہ سراپا خیر ثابت ہوا۔ اس کے ایثار و کرم کا ڈنکا بجنے لگا۔ خلیفہ کے عزیز و اقارب اور دوسرے لوگ اس کے پاس مصر جاتے تو یہ ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرتا اور حد درجہ خاطر تواضع کرتا۔ جس سے وہ اس کے گن گاتے ہوئے بغداد واپس آتے۔

اور یہ معتوب غلام فقیر ہو کر بھی لکھا پڑھا تھا یا شعرا کے قصائد

ایک مرتبہ بعض بنی عباس بلا اطلاع کئے چپکے سے مصر چلے گئے۔ اور خلیفہ کو خبر بھی نہ ہوئی جب واپس آئے تو خلیفہ نے ان سے غائب ہو جانے کا سبب پوچھا کہنے لگے مصر میں خصیب کے پاس تھے، اور یہ بھی بتایا کہ اس نے بہت تحائف اور مال کثیر ہمیں پیش کش میں دیا ہے۔ چونکہ اس کا عطیہ بہت کچھ تھا خلیفہ کو ناگوار معلوم ہوا۔ حکم دیا خصیب کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ اور مصر سے نکال کر بغداد بھیجا۔ اور یہاں کے بازاروں میں ڈال دیا جائے۔ جب گرفتاری کا حکم جاری ہوا تو اس کو مہلت بھی نہ دی گئی۔ اپنے محل کے اندر تک جانے نہ پایا۔ باہر سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا بیش قیمت یاقوت تھا۔ اسے چھپا رکھا۔ اور رات کے وقت اسے اپنے ایک کپڑے میں سی لیا۔ جب اس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی۔ اور بغداد کے بازاروں میں پھینک دیا گیا۔ تو اتفاقاً ایک روز ایک شاعر کا گذر ہوا اس نے خصیب سے عرض کیا میں بغداد سے مصر آپ کے پاس آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر گیا تھا۔ لیکن جس روز مصر میں پہونچا اتفاق سے اس دن آپ کا بغداد آنا ہو گیا۔ اب میری آرزو ہے کہ آپ اس قصیدہ کو سن ہی لیں خصیب نے فرمایا میری جو کچھ حالت ہے وہ ظاہر ہے اب قصیدہ سننے سے کیا حاصل، شاعر نے عرض کیا کہ آپ نے تو بڑے بڑے انعامات دیئے ہیں۔ جن کی جزا خدا کے ذمہ ہے۔ میرا مدعا اب صرف سنانے کا ہے۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے ظاہر ہے بھلا میں آپ کو کچھ نہ دینے کا کیا الزام دے سکتا ہوں۔ خصیب نے کہا، اگر یہی خوشی ہے تو سناؤ۔ چنانچہ شاعر نے قصیدہ مذکور کا پہلا شعر پڑھا۔

انت الخصیب وھذہ مصر ! فتدفقا فکلاھما بحر

خصیب تیری جود و سخا مواج دریائے نیل کے مانند ہے، اور ان دونوں نے سرزمین مصر کو سرسبز و شاداب کر دیا ہے۔

جب شاعر قصیدہ پڑھتے پڑھتے آخر شعر پر پہنچا تو خصیب نے کہا میرے کپڑوں میں فلاں مقام پر جو سلائی ہے اسے ادھیڑ ڈال۔ چنانچہ شاعر نے تعمیل حکم کی۔ اس میں سے وہی بیش بہا یاقوت نکلا جسے اس نے چھپا رکھا تھا خصیب نے شاعر سے کہا یہ لے لو۔ شاعر نے انکار کیا اس پر خصیب نے اسے قسم دلائی اور کہا یہ تو لینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ شاعر نے لے لیا اور بازار میں جوہریوں کے پاس لے گیا۔ جوہریوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ اتنا قیمتی یاقوت سوائے خلیفہ کے دوسرا نہیں خرید سکتا۔ اس لئے خلیفہ تک ان کی خبر پہونچائی

گئی۔ خلیفہ نے حکم نافذ کیا کہ شاعر حضور میں حاضر ہو۔

خصیب کا حسرتناک انجام، خلیفہ کی ندامت اور پشیمانی

جب یہ حاضر ہوا تو یاقوت کی متعلقہ کیفیت بالتفصیل دریافت کی۔ شاعر نے بے کم و کاست سارا حال بیان کر دیا۔ اس پر خلیفہ کو اپنے اس حکم پر جو خصیب کے متعلق نافذ کیا تھا۔ سخت افسوس ہوا اور حکم دیا کہ خصیب کو حاضر کیا جائے۔ وہ لایا گیا تو بہت سے انعامات دیکر دریافت کیا کہ کیا مانگتے ہو جو مانگو دیا جائے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے شہر مصر عطا کر دیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کی خواہش پوری کی اور اپنا وعدہ وفا کیا۔ پھر اس نے یہیں سکونت اختیار کی اور وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے پس ماندگان وارث ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کا زمانہ بھی گذر گیا۔

جس زمانہ میں ابن خصیب منیر تھا تو فخر الدین نویری مالکی وہاں کا قاضی اور وہاں کا والی شمس الدین نویری مالکی تھا۔ یہ بہت بڑے خیر و کرم کا شخص تھا۔

حمام میں مادر زاد ننگے نہانے کا دستور

میں یہاں اتفاقاً ایک دن حمام میں چلا گیا۔ دیکھا کہ جو لوگ حمام میں نہانے آتے ہیں۔ سب ننگے مادر زاد نہاتے ہیں۔ مجھے یہ فعل نہایت ناگوار گذرا۔ والی شہر یعنی شمس الدین سے آکر شکایت کی کہ یہاں کے لوگ حمام میں بے ستر داخل ہوتے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اچھا آپ ٹھہریئے اور حکم دیا کہ تمام حمامیوں کو حاضر کرو۔ جب سب حمامی حاضر ہوئے تو اس نے ان سے اس امر کے مچلکے لئے کہ اگر کوئی شخص بے ستر بغیر لنگی باندھے حماموں میں داخل ہوا تو سب کو سزا دی جائے گی۔ اور ان پر سختی اور تشدد کیا۔

کاروانِ شوق کی تیز گامی

راہِ حجاز کے دیار و امصار اور قریات سے نشانات

منیہ ابن خصیب سے میں نے رخت سفر باندھا، اور پھر اپنی اصل منزل مقصود کی طرف بڑھا، راستے میں پہلا شہر منلوی تھا۔

دریائے نیل سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہاں کے قاضی فقیہ شرف الدین الحمیری ہیں۔ کبار شہر زیادہ تر بنی فضیل کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک بڑی جامع مسجد بنائی ہے، جس کی تعمیر میں کافی دولت صرف کی ہے۔ اس شہر میں گیارہ کارخانے گنے کا رس نکالنے اور شکر بنانے کے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کا دستور ہے کہ مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں کو منع نہیں کرتے۔ یہ لوگ کارخانے میں آتے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں سے تازی روٹی پکوا کر لاتے ہیں۔ جس کڑھاؤ میں شکر کا قوام پکایا جاتا ہے، اس میں ان روٹیوں کو تھوڑی دیر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب ان میں خوب شکر جذب ہو جاتی ہے تو نکال لاتے اور کھاتے ہیں۔

قصبہ منفلوط اور وہاں کا ایک حیرت خیز واقعہ

شہر منلوی سے روانہ ہو کر میں شہر منفلوط میں پہونچا۔ یہ لب دریائے نیل واقع اور بارونق شہر ہے، یہاں کی عمارتیں بہت اچھی ہیں[۱]

اس شہر کے باشندوں سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ملک ناصر نے ایک بہت بڑا محکم الصنعۃ اور بدیع الانشاء منبر مسجد حرام زاد اللہ شرفاً و تعظیماً میں رکھنے کے لئے تیار کرنے کا حکم دیا کہ کشتی پر رکھ کر براہِ دریائے نیل چڑھائی کی جانب روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ کشتی بحر عیدہ میں پہنچ جائے، اور پھر وہاں

---

[۱] مصر جدید کے مشہور ادیب اور صاحب طرز انشاء نگار مصطفیٰ لطفی منفلوطی یہیں کے رہنے والے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

سے کر سفلہ پہونچا دیا جائے۔ جب یہ ممبر بے بار کشتی شہر منفلوط کے نیچے پہنچی اور جامع مسجد کے مقابل ہوئی تو گو ہوا موافق تھی مگر آگے نہ بڑھی اس بات سے لوگوں کو تعجب ہوا جو لوگ اس کشتی پر سوار تھے وہاں پڑے بہتے ہے، اور سوچنے لگے کہ کشتی نے کر آگے کس طرح بڑھیں، یہاں تک کہ اس کی خبر ملک ناصر کو کی گئی جب ملک ناصر نے یہ حال سنا تو مطلب سمجھ گیا، اور حکم دیا کہ وہ ممبر منفلوط کی جامع مسجد میں نصب کر دیا جائے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی، میں نے اس ممبر کی زیارت کی ہے

اس شہر میں میں نے ایک خاص چیز بکتی دیکھی جو شہد سے مشابہ ایک چیز ہے، اسے گیہوں سے نکالتے اور بازاروں میں بیچتے ہیں۔ اس کا نام انہوں نے بیدار کھا ہے، اس کی مصر کے بازاروں میں بکری ہوتی ہے،

میں اسیوط پہنچتا ہوں

منفلوط سے میں اسیوط روانہ ہوا۔ یہ شہر رفیع، اسواق بدیع کا حامل ہے یہاں کے قاضی شرف الدین بن عبدالرحیم تھے۔ یہ "حاصل ماثم" کے نام سے ملقب ہیں۔ شہر بھی اسی لقب سے مشہور تھا۔ اس لقب کی اصلیت یہ ہے کہ ممالک مصر و شام میں جس قدر رقمیں اوقاف، صدقات اور وارد و صادر مسافرین کے مصارف کے لئے ہیں ان سب کا قضاۃ سے تعلق رہتا ہے، جس شہر میں کہیں سے جو فقیر و محتاج آتا ہے، وہ اس شہر کے قاضی کے پاس چلا جاتا ہے، قاضی جس قدر مناسب سمجھتا ہے، اسی قدر اس کی کفالت کرتا ہے، اسی بنا پر فقیر لوگ قاضی شرف الدین کے پاس بھی آتے تھے، ان کی عادت یہ تھی کہ جب ان کے پاس کوئی محتاج جاتا تو کہہ دیا کرتے "حاصل ماثم" یعنی حاصلات میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے ان کا یہی لقب دے دیا، اور ان پر ایسا چپکا کہ اب تک اسی لقب سے مشہور ہیں۔

اس شہر کے مشائخ اور فضلائے صالحین میں شیخ شہاب الدین ابن لصباغ ہیں ایک دن ان شیخ صالح نے اپنے زاویہ میں میری ضیافت بھی کی تھی۔

شہر اخمیم اور اس کے آثار قدیمہ کا حال

اب میں شہر اخمیم میں پہونچا۔ یہ شہر بہت بڑا قدیم اور عجیب شان کا ہے۔ اس میں بربی کی نامی عمارت بھی ہے، جو اخمیم بربی کے نام سے مشہور ہے، اس کی تعمیر پتھر کی ہے اور اس کے اندر خطوط قدیمہ

میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ اب تک پڑھا نہیں جا سکا کہ کیا لکھا ہے۔ اس میں آسمانوں اور ستاروں کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمارت برپی اس زمانہ میں بنائی گئی ہے۔ جس زمانہ میں نسر طائر برج عقرب میں تھا۔ علاوہ ازیں طرح طرح کے جانوروں اور دیگر اشیاء کی تصویریں ہیں۔ ان کے متعلق لوگوں کے مختلف بیانات ہیں۔ جو قیاس میں نہیں آتے۔ اور نہ قابل اعتبار ہی ہیں۔ ؎

اس شہر میں ایک شخص تھا جسے لوگ خطیب کہتے تھے۔ اس نے برپی کا کچھ حصہ ڈھا دیا تھا۔ اور اس نے پتھروں سے ایک مدرسہ بنوایا تھا۔ اس شخص کی دولت مندی کا ہر زبان پہ چرچا ہے، حاسدوں کا بیان ہے کہ انہی برابی کی بدولت اسے یہ مال ہاتھ لگا۔

یہاں میں شیخ ابی العباس بن عبدالظاہر کے زاویہ میں اترا اسی میں ان کے دادا عبدالظاہر کا مزار بھی ہے، ان کے کئی بھائی ہیں، ناصر الدین۔ مجد الدین۔ اور واحد الدین۔ ان کا دستور ہے کہ سب جمعہ کی نماز کے بعد جمع ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ خطیب نور الدین اور ان کے بیٹے اور قاضی شہر جو کہ فقیہ ہیں۔ اور تمام شہر کے دوسرے لوگ مجمع میں شریک ہو کر قرآن خوانی کرتے، اور عصر کی نماز تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد سورہ کہف کا دور ہوتا ہے، پھر سب اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

شہر ہو، وہاں کا مدرسہ اور دستور عام، میرے سفر حج کے متعلق ایک پیش گوئی

شہر اخمیم سے شہر ہو میں آیا۔ یہ بہت بڑا شہر اور دریائے نیل کے کنارے واقع ہے۔ یہاں میں شیخ تقی الدین ابن السراج کے مدرسہ میں اترا اور تمام لوگوں کو دیکھا اس مدرسہ میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد پہلے قرآن شریف کی ایک منزل پڑھتے ہیں، اور پھر شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کے اوراد و وظائف کی حزب البحر کا دور ہوتا ہے۔ یہاں سید شریف ابو محمد عبداللہ الحسنی کبار صالحین میں سے ہیں۔

ان بزرگ سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا براہ جدہ۔ حج بیت الحرام کا قصد ہے، آپ نے فرمایا کہ بالفعل تم اس راہ سے حج نہ کر سکو گے تمہیں واپس چلا جانا چاہیئے، تمہارا جب پہلا حج ہو گا تو درب شامی سے ہو گا۔ میں واپس

؎ درحقیقت مصر کا چپہ چپہ قدیم ترین آثار و نقوش کا گہوارہ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

آیا ماور آپ کے ارشاد عالی پر کچھ عمل نہ کیا۔ اور بدستور اپنے سفر میں مصروف رہا حتیٰ کہ عیذاب پر پہنچ گیا۔ لیکن اب آگے چلنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار پھر واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد ملک شام کے سفر کا اتفاق ہوا، الغرض براہ درب شام میرا پہلا حج ہوا۔ اور بالآخر شیخ کی پیش گوئی صادق آئی۔

ایک صاحب کرامت بزرگ کا شہر

پھر میں شہر ہو سے روانہ ہو کر شہر قنا میں پہونچا۔ اگرچہ یہ شہر بہت چھوٹا ہے، لیکن اس کے بازار نہایت اعلیٰ اور خوبصورت ہیں، اس شہر میں صاحب براہین عجیبہ اور کرامات مشہورہ ایک ولی اللہ عبدالرحیم قناویؒ کا مزار ہے، میں نے ان ولی کامل کے پوتے شہاب الدین احمد کو مدرسہ سیفیہ میں دیکھا ہے،

باغوں، مدرسوں، اور بازاروں کا شہر قوص

قنا سے شہر قوص آیا یہ شہر بہت بڑا اور خیرات عمیمہ کا معدن ہے، اس کے باغات سرسبز و شاداب ہیں بازار خوبصورت اور بارونق ہیں۔ مساجد حد سے زیادہ ہیں۔ مدرسوں کی کوئی انتہا نہیں، بلاد صعید کے اعلیٰ احکام اسی شہر میں رہتے ہیں۔ شہر کے باہر زاویے ہیں۔ ایک شیخ شہاب الدین بن عبدالغفار کا زاویہ ہے، یہاں ہر سال فقرا اور متجردین کا ماہ رمضان میں بڑا مجمع لگتا ہے۔

قوص کے اکابر علماء فقہاء صلحاء اور ان کے تذکار جمیلہ

یہاں کے نامی گرامی علماء میں جمال الدین ابن السدید ہیں۔ اور یہاں کے خطیب فتح الدین ابن دقیق العید ان کا ملین فصحا اور بلغا میں سے ہیں، جو میدان فصاحت و بلاغت میں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ دنیا میں ان جیسا فصیح و بلیغ شخص سوا دو شخصوں کے نہیں دیکھا، ایک بہاء الدین عبری مسجد حرم کے خطیب اور دوسرے حسام الدین شافی شہر خوارزم کے خطیب ان کا ذکر آگے آئے گا۔

مشہور علمائے شہر میں سے فقیہ بہاؤالدین بن عبدالعزیز مدرسہ مالکیہ کے مدرس ہیں اور فقیہ برہان الدین اندلسی بھی ہیں۔ آپ کا ایک بہت بڑا زاویہ بھی ہے،

شہر اقصر میں میری آمد، ایک مزار ایک زاویہ

پھر میں قوص سے شہر اقصر میں پہنچا گو یہ شہر نہایت چھوٹا ہے مگر خوبصورت ہے یہاں عابد صالح

ابی الحجاج اقصری کا مزار ہے اور مزار مبارک پر ایک زاویہ بھی بنا ہوا ہے۔

اب شہر ارمنت آیا یہ بھی چھوٹا سا شہر دریائے نیل کے کنارے آباد ہے۔ یہاں باغات بکثرت ہیں۔ قاضی شہر نے میری دعوت کی تھی لیکن اس کا نام بھول رہا ہوں۔

شہر اسنا اور ادفو میں آمد

پھر شہر اسنا آیا یہ بہت بڑا اور وسیع شہر ہے یہاں کی سڑکیں بہت چوڑی، اور بڑا پر منافع مقام ہے زاویے، مساجد اور مدارس بکثرت ہیں، مزار نہایت خوبصورت اور خوش وضع ہیں، اور باغات ہرے بھرے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ کا نام شہاب الدین ابن مسکین ہے۔ انہوں نے میری مہمان نوازی اور بڑی عزت کی اور اپنے ماتحت قضاۃ کے نام احکام صادر فرمائے کہ میرے ساتھ اکرام سے پیش آئیں۔

یہاں کے مشاہیر فضلا میں سے شیخ صالح نورالدین علی اور شیخ صالح عبدالواحد مکناسی ہیں۔ یہ شیخ اب تک شہر قوص میں ایک زاویہ کے قوص میں مالک ہیں۔

پھر میں شہر ادفو پہنچا۔ اس شہر اور شہر اسنا کے مابین ایک رات دن جنگل سے ہو کر راستہ ہے، اب میں شہر اعطوانی سے پار نیل گیا، اور یہاں سے اونٹ کرایہ پر لئے۔ ہم قوم دغیم کے عرب قافلہ کے ساتھ ایک بڑے جنگل کے راستہ روانہ ہوئے جس میں گو کہیں آبادی کا نشان نہ تھا مگر راہزنوں سے بالکل محفوظ تھا۔ اسکی ایک منزل میں جو ہم اترے تو وہ مقام حمیثرا تھا۔ یہیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کا مزار ہے، اس سے پہلے ہم آپکی کرامت کے ضمن میں آپکے وصال کا حال بیان کر چکے ہیں حمیثرا کی سرزمین میں بکثرت کفتار ہیں۔ جب یہاں شب کو ہمارا قیام ہوا تو ساری رات انہیں سے لڑتے گذری، باوجود اسقدر حفاظت کے میرے اسباب کے قریب ایک گرگ بھاڑ کر اس میں سے کھجوروں کا تھیلا لے گئی۔ صبح ہوئی تو وہ تھیلا تو پھٹا پڑا ہوا ملا اور کھجوریں کھا گئیں تھیں۔

شہر عیذاب، یہاں کے باشندے اور دوسرے حالات

پھر پندرہ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم شہر عیذاب پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے، اور اس میں مچھلی اور دودھ بافراط ہوتا ہے، لیکن ہر قسم کی غلہ کی جنس اور کھجوریں یہ سب صعید مصر سے آتی ہیں۔ اس کے باشندے بجاۃ[1] قوم کے ہیں ان کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ زرد چادر اوڑھتے ہیں۔ اور

---

[1] بربر قوم کا ایک حصہ۔

سروں میں انگل بھر کی چوڑی زرد پٹی باندھتے ہیں۔ ان لوگوں میں لڑکیوں کی وراثت کا رواج نہیں۔ ان کی غذا اونٹنی کا دودھ اور سواری گھوڑے ہیں۔ اور اپنی بولی میں گھوڑے کو صہب کہتے ہیں۔ ایک تہائی شہر پہ تو ملک الناصر کی حکومت ہے، اور ملک کا دو تہائی حصہ بجاۃ کے قبضہ میں ہے، اس کا نام حُدُرَبی ہے۔

شہر عیذاب میں ایک مسجد ہے جو قسطلانی کی طرح منسوب ہے، یہ اپنی برکات کے باعث بہت مشہور ہے۔ اس مسجد کی زیارت سے میں مشرف ہوا ہوں۔ اور استفادۂ برکت کیا ہے۔ اس شہر میں شیخ صالح موسیٰ بھی تھے۔ اور شیخ کبیر السن محمد مراکش بھی: غالباً یہ محمد مراکش وہی ہیں۔ جو مراکش کے ملک مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ ان کی پچانوے سال کی عمر ہوگی، جب ہم عیذاب میں پہنچے تو بجاۃ کے ملک حدرابی اور ترکوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ حدربی نے ترکوں کی بہت سی کشتیاں غرق کروی تھیں، اور ترک اس کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس جنگ کی وجہ سے ہم آگے دریا میں سفر نہ کر سکے۔ آخر کار جو کچھ ہمارے پاس سامان سفر تھا۔ اسے فروخت کیا۔ اور جن عربوں کے اونٹ ہم نے کرایہ کئے تھے، ان کے ساتھ صعید مصر کی طرف واپس ہوئے۔ پھر شہر قوص میں جس کا اوپر ذکر گذر چکا پہونچے۔ اور وہاں سے نیل میں اترے اور براہِ دریا روانہ ہوئے۔ اتفاقاً وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا۔ آٹھ دن میں قوص سے مصر پہنچے۔

مصر میں ایک رات گزار کر میں نے رختِ سفر شام کے لئے باندھا، یہ واقعہ وسط ماہ شعبان ۷۲۶ھ کا ہے[1]۔

بلبیس میں میرا ورود یہاں کے باغات وغیرہ

آخر طے مسافت کے بعد شہر بلبیس[2] میں میرا ورود ہوا۔ یہ شہر بہت کشادہ اور وسیع ہے، یہاں باغات بھی بکثرت ہیں۔ یہاں کسی ایسے شخص سے ملنا نہیں ہوا جو کوئی خاص اہمیت رکھتا ہو۔

مقام صالحیہ میں آمد

بلبیس سے چل کر میں ایک مقام صالحیہ میں پہونچا، یہاں سے ریگ زار کا سلسلہ شروع ہوا اور اسی میں سفر جاری رکھنا پڑا۔

راستے کی منزلیں اور کارواں سرائیں

راستے میں جو منزلیں آئیں، اور جن کارواں سراؤں میں ٹھہرنے یا جن کے پاس سے گزرنا پڑا، وہ یہ ہیں۔

موادہ ــــ واردہ ــــ مطلب ــــ عریش ــــ اور خروبہ،

ان میں سے ہر منزل پر مسافروں اور راہ پیادوں کے لئے ایک "فندق"[3] موجود ہے، جسے یہ لوگ "خان"[4]

---

[1] مطابق ۱۳۲۶ء [2] یہ بہت قدیم شہر ہے، تورات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند دلبند یوسف علیہ السلام کے پاس جاتے ہوئے یہاں اترے تھے۔ [3] آج کل "فندق" ہوٹل کو کہتے ہیں [4] خان عربی میں سرائے کیلئے آتا ہے۔

سکتے ہیں، ان کارواں سراؤں میں مسافر قیام کرتے ہیں، اور اگر ان کے ساتھ سواری کے جانور ہوں تو ان کے رکھنے کا بھی انتظام ہے،

سرائے کے باہر ایک تالاب موجود ہے، جس سے حسب ضرورت پانی لیا جا سکتا ہے، اپنے لئے بھی اور اپنے جانوروں کیلئے بھی، نیز "حانوت"، سلہ بھی موجود ہیں۔ جہاں سے عام ضروریات کی تمام چیزیں بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ جن کی مسافروں کو اپنے یا اپنی سواری کے جانوروں کے لئے ضرورت ہو۔

چنگی اور کسٹم کا انتظام

یہاں سے آگے بڑھ کر ایک مقام آتا ہے جسے قطیا کہتے ہیں۔

اس مقام کو کسٹم چوکی کہنا چاہیے، مسافروں میں جو لوگ سوداگر ہوتے ہیں۔ ان کی بہت اچھی طرح تلاشی لی جاتی ہے، اور اس سلسلہ میں سختی اور تشدد سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، پھر کارپردازان حکومت چنگی بھی جتنی مناسب سمجھتے ہیں وصول کر لیتے ہیں۔ ان کاموں کو سرانجام دینے کے لئے یہاں دیوان، عمال، منشی، اور گواہ، غرض پورا عملہ موجود رہتا ہے، یہاں کسٹم اور چنگی کے طور پر ہر روز جو رقم وصول ہوتی ہے، وہ ایک ہزار دینار یومیہ سے کم نہیں ہے،

اس جگہ اس بات کا بھی بڑا اہتمام ملحوظ ہے کہ جب تک پروانہ راہداری موجود نہ ہو، نہ شام کا کوئی شخص حدود مصر میں داخل ہو سکتا ہے نہ مصر کا شام میں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مسافروں کی جان اور مال کو ضرر اور خطرہ سے محفوظ رکھا جائے، نیز عراق کے جاسوسوں سے بھی احتیاط مدنظر تھی کہ دھوکے دہڑی سے آمدورفت کچھ خطرناک نہ ہو۔

عربوں کو اس راستے کی حفاظت کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے، تاکہ کوئی شخص چوری چھپے ادھر سے اُدھر نہ ہو جائے اور مال تجارت پار نہ کر دے،

قاعدہ یہ تھا کہ رات ہونے کے بعد ساری ریت کو اچھی طرح سطح کر دیتے تاکہ اس پر کسی طرح کا نشان پایا نہ جائے۔

پھر صبح کو افسر اعلیٰ گشت کرتا، اگر اسے کوئی نشان پا نظر آ جاتا ہے، تو وہ ان عربوں سے جو راستے کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں مطالبہ کرتا کہ فوراً اس کے تعاقب میں جائیں۔ اور جس طرح بھی ہو اسے پکڑ لائیں۔ عرب محافظ تو

سلہ حانوت عربی میں دکان کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد جنرل اسٹور ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

فوراً ہی تعاقب میں روانہ ہو جاتے تھے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا اسے گرفتار کر لاتے پھر افسر اعلیٰ جو سزائیں مناسب سمجھتا دیتا۔

میں جب یہاں وارد ہوا تو یہاں کا افسر اعلیٰ عز الدین تھا۔ یہ اپنے اوضاع واطوار کے اعتبار سے بہت اچھا آدمی تھا۔ اور مجھ پر بہت زیادہ مہربان تھا۔ اس نے میری مہمانداری کی، میرے اعزاز واکرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور مجھ سے ایک پائی بھی وصول کئے بغیر سارے سامان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی یہی سلوک میرے ساتھیوں کے ساتھ بھی کیا۔

عز الدین کا پیش کار عبد الجلیل مغربی تھا۔ یہ باشندگان مغرب[۱] کو خوب پہچانتا تھا۔ مغربیوں میں سے جو مسافر ادھر سے گذرتا اس سے سوال کرتا کہ وہ کس شہر کا رہنے والا ہے؟ اس سوال کا مقصد رفع اشتباہ تھا، کیونکہ مغربیوں سے قطیا کی چوکی پر کوئی محصول کسی قسم کا نہیں لیا جاتا تھا۔

شہر غزّہ میں آمد، غزّہ کے احوال وکوائف، اور مسجد جامع

یہاں سے رخصت ہو کر میں شہر غزّہ میں پہونچا، یہ شام کا سب سے پہلا شہر ہے، اور مصر سے بالکل متصل ہے، یہ نہایت وسیع اور کشادہ شہر ہے، عمارتوں کی اتنی کثرت ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، بازار نہایت خوبصورت اور سجے ہوئے، مسجدیں بھی بہت سی، اس شہر کی کوئی فصیل نہیں ہے، یہاں کی قدیم مسجد جامع تو رعنائی اور حسن وجمال میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج بھی جس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے اسے امیر معظم جاولی نے تعمیر کرایا ہے، یہ نہایت پائدار اور مضبوط ومستحکم عمارت ہے، اس کا منبر سفید سنگ رخام کا ہے،

اس شہر کا منصب قضا بدر الدین حورانی کے ہاتھ میں ہے مسند درس کو علم الدین ابن سالم زینت بخشتے ہیں، اعیان بنو سالم کا شمار اس شہر کے اکابر میں ہوتا ہے، بیت المقدس کے قاضی شمس الدین بھی بنو سالم میں سے ہیں۔ اور بڑے پایہ کے شخص مانے جاتے ہیں۔

---

[۱] مغرب سے مراد مغرب اقصیٰ، یعنی افریقہ کا وہ علاقہ ہے، جس میں بلاد بربر اور اندلس شامل ہیں۔ یعنی تونس، لیبیا، مراکش، طنجہ اور افریقہ کے وہ سارے شہر جو حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

(رئیس احمد جعفری)

مسافر کے قدم غزہ سے آگے بڑھے اور میں دیارِ خلیلؑ یعنی ابراہیمؑ (صلے اللہ علی نبیاو علیہ وسلم تسلیمات) میں داخل ہوا،

یہ شہر کچھ زیادہ وسیع نہیں۔ لیکن اپنی عظمت، مرتبہ اور قدر کے اعتبار سے دیار و امصار پر بالا ہے یہ منبع نور ہے۔ یہیں سے وحدانیت کی تجلی پھوٹی، یہ شہر حسن و منظر کے اعتبار سے لاجواب ہے، اس کی تاریخ اپنے دامن میں کیسے کیسے عجیب اور حیرت انگیز، سبق آموز، اور روح پرور واقعات رکھتی ہے، یہ ایک وادی میں واقع ہے یہاں کی مسجد اپنی رو کاری، صنعت کاری، پائداری اور استحکام خوش نظری اور دیدہ زیبی، بلندی اور رفعت میں بے مثل ہے، یہ ساری سنگی ہے، اور اینٹوں کی طرح ایک پتھر دوسرے سے پیوست ہے، جن پتھروں سے یہ بنائی گئی ہے ان میں ایک پتھر تو اتنا بڑا ہے کہ اس کا ہر پہلو ۲۴ بالشت کا ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے جنوں کو اس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا تھا۔

اندرون مسجد کا غار اور مقابر انبیاء عجیب و غریب مشاہدات

اندرون مسجد میں ایک غار ہے۔ جس کی تقدیس کے بارے میں روایات مشہور ہیں۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت اسحاقؑ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السّلام (صلوٰت اللہ علی نبیاو علیہم) کی قبریں ہیں، اور ان قبروں کے عین سامنے تین اور قبریں ہیں جو ان کی ازواج صالحات کی ہیں۔

دیوار قبلہ سے متصل اور اس کے داہنے جانب ایک مقام ہے جس کے نیچے سنگِ رخام کے زینے سیدھا ایک صحن تک جاتا ہے، جس کا فرش سنگ رخام کا ہے اس میں تین اور قبریں ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

یہ قبریں انبیا علیہم السلام کی قبروں کے محاذات میں سے ہیں، یعنی تناسب قائم رکھنے کے لیے ان کی تعمیر کی گئی ہے، غار کی طرف جانے کا ایک راستہ یہی ہے، جو آج کل بند ہے۔

میرا اس جگہ کئی مرتبہ آنا ہوا۔

مزار حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ

جن اہل علم نے اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ ان تینوں مقدس قبروں کا یہاں ہونا بالکل درست اور تحقیق شدہ ہے، انہوں نے جعفر رازی کی کتاب المسمیٰ، بہ المفسر القلوب عن صحۃ قبر ابراہیم و اسحٰق و یعقوب سے روایت نقل کی ہے، اور ابو ہریرہؓ سے سندلی ہے جن کی روایت ہے کہ علی بن جعفر رازی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب شب معراج میں میرا بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت جبرئیل کی معیت میں حضرت ابراہیم کے مزار پر میرا گذر ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہاں اتر پئے اور دو گانہ ادا فرمائیے۔ یہاں آپ کے جد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار ہے۔ پھر اسی طرح بیت لحم پر میرا گذر ہوا۔ یہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہی فرمایا کہ یہاں آپ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد ہے۔ اتر یئے اور دو گانہ ادا فرمائیے پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام صخرہ کی طرف لے گئے۔ الخ

جب یہاں معلم صلاح امام برہان الدین جعبری خطیب سے جو نہایت سن رسیدہ بزرگ اور یہاں کے مشاہیر ائمہ اور زبردست صلحا میں سے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مبارک کے متعلق تسلیم چاہی کہ آیا یہاں ہے یا نہیں تو انہوں نے فرمایا جن اہل علم سے میری ملاقات ہوئی ہے ان سب نے اس امر کو بالصراحت فرمایا ہے۔ یہ سب قبریں حضرت ابراہیم۔ اسحٰق۔ یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ازواج صالحات کی ہیں۔ اس امر پر سوا اہل بدعت کے کوئی جرح نہیں کرتا، اور چونکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، اس لئے برابر سلف سے خلف تک سب کو نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک امام اس غار میں داخل ہوئے۔ اور حضرت سارہؓ کے مزار کے قریب کھڑے ہوئے تو اسی وقت ایک بڈھا آدمی بھی اس غار میں داخل ہوا۔ اور امام سے جو حضرت سارہؓ کے مزار کے قریب کھڑے تھے دریافت کیا۔ ان مزارات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کون سا مزار ہے؟ امام مذکور نے حضرت سارہؓ کے مزار کے پاس کھڑے کھڑے اس مزار کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جس کی نسبت تھی۔ پھر ایک نوجوان غار میں داخل ہوا اور اس نے بھی پہلے دونوں داخل ہونے والوں کی طرح دریافت کیا۔ اسے بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد فقیہ مذکور نے فرمایا میں اس

شہادت دیتا ہوں کہ یہ مزار بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے بعد ازاں فقیہ مذکور نے مسجد
کر نماز فجر ادا کی اور اپنی راہ لی۔

مزار حضرت یوسف و لوط علیہما السلام

اسی مسجد میں حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی مزار ہے۔ اور حرم خلیل کی مشرقی جانب ایک ٹیلہ پہ حضرت
علیہ السلام کی تربت ہے۔ اس ٹیلہ سے شام کی سرحد نظر آتی ہے مزار مذکور پہ ایک نہایت دل کش
ہے۔ اس عمارت کے ایک درجہ میں مزار ہے یہ درجہ نہایت سفید اور دیدہ زیب ہے۔
پر کسی طرح کی آب نہیں۔ یہاں ایک بحیرہ ہے۔ جسے "بحیرہ لوط" کہتے ہیں۔ اس کا پانی کڑوا ہے۔ کہتے ہیں
ہم "دیار قوم لوط" ہے حضرت لوط علیہ السلام کی تربت مبارک کے پاس "مسجد الیقین" نام کی ایک
ہے۔ جو ایک بلند ٹیلہ پہ واقع ہے۔ اس مسجد پر جو نور اور روشنی محسوس ہوتی ہے وہ یہاں
سوا اور کہیں نہیں محسوس ہوتی۔ مسجد مذکورہ کے جوار میں صرف ایک مکان ہے۔ اس میں اس مسجد کا منتظم
ہے مسجد کے دروازے پر ایک گہرا اور سنگین مقام ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی محراب بنی ہے۔ جہاں
ایک شخص نماز پڑھ سکتا ہے۔ دوسرے کی گنجائش نہیں کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قوم لوط کے
ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا تھا۔ اس وقت سجدہ کرنے پر
سجدہ کو کسی قدر جنبش ہوئی اور تھوڑا سا زمین میں دھنس گیا تھا۔

فاطمہ بنت حسین بن علی علیہم السلام کی قبر مبارک کی زیارت

اسی مسجد کے قریب ایک نشیب ہے۔ اس میں حضرت فاطمہ بنت حسین ابن علی علیہما السلام کی قبر
اس مزار کے سرہانے اور پائینی سنگ مرمر کی دو لوحیں نصب ہیں۔ ان میں سے ایک میں بخط بدیع
عبارت منقوش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
العزۃ والبقاء ولہ ما ذرا و برا و	اللہ ہی کے واسطے غلبہ اور بقا ہے جو ظاہر ہوا اور عالم
خلقہ کتب الفناء وفی رسول	وجود میں آیا وہ اسی کا ہے اسی نے اپنی مخلوق کے لئے فنا کا حکم
اسوۃ ھذا اقبار سلمۃ فاطمہ	لکھا آں حضرتؐ کی ذات ایک اسوۂ حسنہ ہے، یہ قبر ام سلمہ
الحسین رضی اللہ عنہ۔	فاطمہ بنت حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہے۔

دوسری لوح پر یہ عبارت مرتسم ہے وہ یوں ہے :-

صنعہ محمد ابن ابی سہل النقاش بمصر	یہ مصر کے رہنے والے محمد بن ابی سہل نقاش کی دست کاری
اسکنت من کان فی الاحشاء مسکنہ بالرغم	ہے آپ کی جگہ میرے دل میں تھی۔ مگر وائے بدبختی کہ آپ
منی بین التراب والحجر	نے پتھر اور مٹی کو اپنا مسکن بنالیا"
یا قبر فاطمۃ بنت ابن فاطمہ	اے فاطمہ ابن فاطمہ کی بیٹی ،
بنت الائمۃ بنت الانجم الزھر	ائمہ کی بیٹی ، روشن اور درخشاں ستاروں کی بیٹی۔
یا قبر ما فیك من دین ومن ورع	اے قبر ، دین ، تقویٰ ، عفت ، نگہداشت اور
ومن عفاف ومن صون ومن خفر	حیا ، کون سی چیز ہے جو تیرے اندر دفن نہیں ہے ؟

بیت المقدس کی زیارت ، بیت اللحم کی زیارت ، مزار حضرت یونس علیہ السلام

یہ جہاں گرد ، دیار خلیل سے مقام بیت المقدس پہونچا راستہ میں حضرت یونس علیہ السلام کی تربت کی زیارت کی یہاں ایک بہت بڑی عمارت بنی ہے ، اور ایک مسجد بھی ہے ، راستہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مولد مبارک یعنی بیت اللحم کی زیارت بھی کی ۔ یہاں کھجوروں کی شاخ کا ایک نشان موجود ہے ، اور مقام ولادت پر بہت بڑی عمارت موجود ہے ، عیسائی اس مقام کی بہت عظمت کرتے ، اور جو شخص یہاں اترتا ہے اس کی ضیافت اور مہمانداری کرتے ہیں ۔

پھر یہاں سے ہم بیت المقدس پہنچے ۔ یہ مسجد دنیا کی ان تین بزرگ ترین مسجدوں میں سے ہے ، دوسری مساجد پر فضیلت حاصل ہے ، یہی وہ مسجد ہے جہاں سے رسول اللہ صلعم نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور معراج سے مشرف ہوئے ۔ یہ شہر بہت بڑا اور وسیع ہے مکان اس طرح خالص پتھر سے بنے ہوئے ہیں ، کہ ایک پتھر دوسرے سے جڑا ہوا ہے ۔ جس زمانہ میں سلطان صلاح الدین ابن ایوب نے اللہ بہ ترا سے اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے ۔ یہ شہر فتح کیا تو شہر پناہ کو بعض مقامات سے ڈھا دیا تھا ۔ لیکن پھر ملک ظاہر[1] نے بعض منہدمہ مقامات کو اس خوف سے غارت کر دیا کہ مبادا قوم ، روم[2] حملہ آور ہو اور شہر پناہ ہونے کی وجہ سے اسے اپنی حفاظت میں سہولت ہو ۔ اس سے پہلے یہاں کوئی نہر نہ تھی ۔ لیکن اب میں امیر سیف الدین تنگیز امیر دمشق نے یہاں پانی پہونچا دیا ہے ۔

---

[1] سلطان صلاح الدین ایوبی کا جانشین [2] یعنی عیسائی۔ (رئیس احمد جعفری)

مسجد مقدس دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ

یہ مسجد خوبصورتی اور دل آویزی کے اعتبار سے دنیا کی عجیب ترین مسجدوں میں شمار ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تمام عالم کی مساجد میں سے کوئی مسجد اس سے بڑی نہیں، مشرق سے مغرب تک اس کا طول سات سو باون گز مالکی ہے اور قبلہ سے سامنے کے رخ یعنی شمال و جنوب چار سو پینتیس گز عرض ہے۔ اس کے ہر سہ اطراف بہت سے دروازے ہیں اور قبلہ کی طرف ایک دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ میرے علم میں نہیں، اسی دروازہ سے امام داخل ہوتا ہے۔ تمام مسجد بغیر چھت کے ایک میدان ہے، البتہ مسجد اقصیٰ نہایت مضبوط مسقف اور اس کی عمارت نہایت پائیدار و مستحکم ہے، تمام سونے کا کام اور نہایت اعلےٰ درجہ کی رنگ آمیزی کی ہوئی ہے، علاوہ ازیں اور بھی کئی مسقف مقامات ہیں۔

قبۂ صخرہ اور سپر حمزہؓ ایک نہایت محکم عمارت

عجیب و غریب اور مستحکم ترین عمارات میں سے قبۃ الصخرہ کی عمارت ہے، گویا تمام خوبصورتیوں اور عجائب کاریوں کا مخزن ہے، یہ وسط مسجد میں کچھ بلندی پر واقع ہے، اور سنگ رخام کے زینے ہیں جن سے اوپر چڑھتے ہیں، اس کے چار دروازے اور دائرے ہیں۔ اندر اور باہر بڑی خوبی کے ساتھ سنگ رخام سے منقوش ہے۔ اسی طرح قبہ کے اندر سارا فرش سنگ رخام کا نہایت صنعت کاری سے بنایا گیا ہے، غرض اس قبہ کا سارا دائرہ صنعت کی وہ حیرت انگیز تصویر ہے جس کے بیان سے زبان عاجز ہے، اس کا اکثر حصہ سونے سے ڈھکا ہے جس کی جلا اس قدر روشن اور چمکدار ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، اور شاعر و نثار اس کی خوبیوں کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قبہ صخرہ کے وسط میں بڑا پتھر ہے جس کا آثار نبوی صلعم میں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس پتھر سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے، یہ پتھر سل ٹھوس ہے، اور اس کی بلندی قدِ آدم کے برابر ہے، اس پتھر کے نیچے ایک غار ہے۔ جیسے ایک چھوٹی سی کوٹھری، اس کی بلندی بھی قدِ آدم ہے، اس میں زینہ سے اترتے ہیں، اور اندر ایک محراب کی شکل بنی ہے، اور اس پر نہایت مستحکم دوہرے کٹہرے لگے ہیں۔ ایک کٹہرا جو پتھر کے قریب ہے، وہ لوہے کا ہے، اور اس میں عجیب و غریب صناعیاں اور کاریگریاں ہیں، اور دوسرا کٹہرہ لوہے والے کٹہرہ کے اوپر لکڑی کا ہے۔ اس قبہ کے اندر ایک بہت بڑی سپر لٹکی ہے، لوگوں کا گمان ہے کہ یہ سپر حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ہے،

قدس کے بعض مشاہد۔ وادی جہنم وغیرہ گہوارہ عیسٰیؑ مزار مریمؑ

یہاں وہ مکان بھی ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہیں سے آسمان پر چڑھے تھے اور شہر بیت المقدس کے مشرق میں ایک بلند ٹیلہ پر ایک وادی ہے، جو وادی جہنم کے نام سے معروف ہے، مشاہد میں سے رابعہ بدویہ کا مزار ہے جو بادیہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ وہ مشہور رابعہ عدویہ نہیں ہیں، بطن وادی میں ایک کنیسہ ہے، اس کی مسیحی بہت عظمت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا مزار وہیں ہے۔ ایک اور کنیسہ بھی ہے اس کی بھی مسیحی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن اس عظمت کی جو وجہ بیان کرتے ہیں محض افترا ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار وہیں ہے، کنیسہ مذکور کی زیارت کو لوگ بہت دور دراز مقامات سے آتے ہیں۔ اور ہر مسیحی زائر کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، جو اس کی زبردستی کی علامت کے طور پر لیا جاتا ہے، یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارہ کی جگہ ہے جسے لوگ بابرکت سمجھتے ہیں۔

قدس کے اکابر اور فضلا

قدس کے فاضلوں میں ایک بزرگ علامہ شمس الدین محمد قاضی ابن اسلم غزی ہیں، یہ غزہ کے رہنے والے ہیں، ان کا شمار یہاں کے کبار رجال میں ہے، دوسرے بزرگ قدس کے خطیب فاضل صالح عماد الدین نابلسی مفتی شہاب الدین محدث طبری مدرس مالکیہ اور خانقاہ کریمیہ کے شیخ ابوعبداللہ محمد ابن مثبت غرناطی نزیل القدس ابوعلی حسن المعروف بالمحجوب جو کبار صالحین میں سے ہیں، اور کمال زہد تقوی سے متصف ہیں عابد و زاہد و صالح شیخ کمال الدین مراغی۔ شیخ صالح و عابد ابوعبدالرحیم عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ اہالی ارض روم میں سے اور مریدین میں سے تاج الدین رفاعی ہیں۔ انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت بھی پائی ہے، اور انہیں سے خرقہ تصوف بھی پہنا ہے،

عسقلان میں داخلہ

بیت المقدس کی زیارت اور وہاں کے آثار و مشاہد اور مزارات و مقابر کی دید سے فارغ ہو کر، میں عسقلان کی زیارت کو روانہ ہوا،

یہ شہر ایک ویرانہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، اب یہاں جو کچھ باقی ہے، وہ کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں، نہ وہ آبادی ہے، نہ شادابی، نہ مضبوط و مستحکم عمارتیں، نہ بلند و بالا قلعے۔

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جو عسقلان سے ــــ اس کے عہد عروج میں ــــ ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہو، وہ کون سی خوبی تھی جو اس خرابے میں نہیں تھی۔ یہاں کی عمارتیں شکوہ و رفعت اور استحکام و پائیداری میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، بری اور بحری ہر اعتبار سے یہ شہر مایۂ ناز اور قابل صد افتخار تھا۔ خوب صورتی اور رعنائی میں اس سے بازی لینا آسان نہ تھا[1]،

عسقلان کے ویرانہ میں مسلمانوں کے آثار باقیہ

راس حسین علیہ السلام

یہاں وہ مقام مبارک بھی ہے، جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک قاہرہ لے جائے جانے سے پہلے

---

[1] یہ شہر صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے درمیان صلیبی جنگوں کے زمانے میں میدان کارزار بھی رہا ہے، اس کی بحری حیثیت بہت عظیم تھی اور یہاں عیسائی بھی خاصی تعداد میں آباد تھے، اسی لئے رچرڈ کی خواہش تھی کہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرے۔ محاربات صلیبی کی تاریخ میں یہ شہر ایک ناقابل فراموش حیثیت کا مالک ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

لایا گیا تھا۔ یہ ایک بلند مقام پر واقع ہے، جہاں ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے، پانی کے لئے کنواں بھی ہے۔ دروازے پر جو کتبہ لگا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی عبیدی نے تعمیر کرایا ہے،

مسجد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس مشہد مزار کے سامنے ایک بہت بڑی مسجد ہے جو مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے اب یہ بالکل منہدم ہے، صرف دیواریں اور ستون باقی ہیں جو سنگ رخام کے ہیں۔ اور بہ لحاظ خوبصورتی و زیبائی کے بے مثل ہیں، یہ مسجد مقام قائم اور مقام حصید کے مابین واقع ہے،

یہاں عسقلان میں بہت سی چیزیں قابل دید ہیں، خاص طور پر یہاں کے عجائبات میں سے سرخ ستون ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے نصاریٰ اپنے ملک میں اٹھا لے گئے تھے، لیکن وہاں سے خود بخود گم ہو گیا، اور عسقلان میں اپنی جگہ پر موجود ملا، اس مسجد عمرؓ میں ایک باؤلی ہے جو چاہ ابراہیمؑ کے نام سے معروف ہے اس میں اترنے کے لئے چوڑی سیڑھیاں جن کے ذریعہ باولی کے اندر کے مکانات میں بھی جاتے ہیں، باؤلی کے ہر چار طرف چشمے جاری ہیں یہ پتھروں سے پٹے ہوئے ہیں، اس کا پانی نہایت شیریں ہے، لیکن زیادہ گہرا نہیں لوگ اس باولی کے بہت سے فضائل بیان کرتے ہیں۔

شہر عسقلان کے باہر ایک مقام ہے جسے "وادی نمل" کہتے ہیں، یہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ یہ وہی وادی نمل ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے، عسقلان کے صحرا گنج شہدا ہیں[2] یہاں بکثرت اولیائے کرام کے اور شہدا کے مزارات ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ اس زیارت گاہ کے منتظم تے ہیں ان سب کا پتہ نشان بتا دیا تھا۔ موصوف کے لئے شاہ مصر کی طرف سے وظیفہ مقرر ہے۔ اور جو زائرین یہاں حاضر ہوتے ہیں، اور خیرات و نذر کرتے ہیں، وہ بھی اسی کو ملتا ہے،

• • • • • • • • • •

---

[1] جیسے ہندوستان میں خاندان غلامان نے فرمانروائی جاہ و جلال کے ساتھ عرصہ تک کی اسی طرح مصر میں بھی ایک خاندان غلامان برسر اقتدار کیا اور شان و تجمل سے داد فرمانروائی دی یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے کہ غلام بھی مسند خسروی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

[2] دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

(رئیس احمد جعفری)

فلسطین میں داخلہ

اب میں شہر رملہ یعنی فلسطین میں وارد ہوا، یہ شہر بہت وسیع اور کشادہ ہے، یہاں کے بازار خاص طور پر عجب انگیز واقع ہوئے ہیں۔

یہاں ایک مسجد "جامع البیض" کے نام سے مشہور ہے، یہاں کی سرزمین پر کم و بیش تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں، یہاں کے کبار فقہا میں مجدالدین نابلسی خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔

نابلس میں آمد، نابلس کی مخصوص مصنوعات اور پھل،

فلسطین کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر میں ایک دوسرے شہر نابلس میں پہونچا۔ یہ شہر بھی خاصا بڑا ہے ساتھ ہی انتہائی زرخیز اور شاداب بھی۔ درختوں کی کثرت ہے۔ نہروں کا جیسے ایک جال بچھا ہوا ہے، یہاں زیتون کی پیداوار بہ کثرت ہے، بلاد و شام میں کہیں اور اتنی نہیں، چنانچہ روغن زیتون یہیں سے مصر اور دمشق تک جاتا ہے، یہاں ایک طرح کی گھاس ہے، جس سے ایک طرح کی مٹھائی بھی بنائی جاتی ہے، اسے "حلواء الخروب" کہتے ہیں۔ یہ بکثرت دمشق وغیرہ لے جایا جاتا ہے، یہاں ایک طرح کا خربوزہ بھی ہوتا ہے، یہ ایسا لذیذ ہوتا ہے کہ کیا کہنا۔ شہر کی جامع مسجد نہایت دلکش اور مستحکم ہے، اور اس کے وسط میں میٹھے پانی کا ایک حوض بھی ہے۔

شہر عجلون

شہر نابلس سے میں شہر عجلون میں آیا۔ یہ بڑا اچھا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بکثرت باغات ہیں ایک قلعہ بھی ہے۔ شہر کے درمیان سے میٹھے پانی کی ایک نہر نکلی ہے،[1]

---

[1] درحقیقت یہ کہ شام کے شہر خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید ویرانہ بن چکے ہوں یا آباد ہوں اپنی رعنائی اور زیبائی میں بے مثل ہیں اسی لئے جنت المشرق کا نام دیا گیا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

امین امت

ابو عبیدہ بن جراح

اور

صحابی رسول معاذ بن جبلؓ کے مزارات

عجلون شہر میں کچھ عرصہ قیام کرکے اور وہاں کے آثار و مشاہد کی زیارت کرکے میں نے لاذقیہ کا ارادہ کیا چنانچہ لاذقیہ جانے کے ارادہ سے رخت سفر باندھا، اور چل کھڑا ہوا۔

اثنائے سفر میں میرا گزر غور کی طرف ہوا، یہ دو پہاڑیوں کے مابین ایک وادی ہے، اور یہیں ابو عبیدہ بن الجراح امین امت کی قبر ہے[1] عقیدت کی آنکھوں سے میں نے اس مزار بابرکات کی زیارت کی،

یہاں ایک زاویہ بھی ہے جس کی طرف سے مسافروں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا ہے چنانچہ ہم نے رات یہیں گزار دی۔

---

[1] حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بہت بڑے صحابی تھے، اسلام کے راستے میں سرفروشی اور جاں نثاری کے جو نمونے انہوں نے قائم کئے ہیں۔ وہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ ان کے خلوص، دیانت اور ایمانداری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں " امین ھذا لامت " یعنی امین ملت اسلامیہ کا خطاب فرمایا تھا۔ فتوحات اسلامی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے، اور فتح شام میں تو یہ سب سے زیادہ نمایاں ہیں،

حضرت عمرؓ نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت انہیں کے بارے میں فرمایا تھا۔

" اگر آج ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو بے تامل بار خلافت میں ان کے کندھوں پر رکھ دیتا " (رئیس احمد جعفری)

غور میں حضرت ابو عبیدہ کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر اور وہاں ایک رات گذار کر ہم ایک دوسرے مقام پر پہونچے جس کا نام قصیر تھا۔

اس جگہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ [1]

اس مزار کی زیارت سے بھی ہم سعادت اندوز ہوئے۔

شہر عکہ اور اس کی ناقابل فراموش تاریخی عظمت

پھر ساحل ساحل سفر کرتا ہوا میں شہر عکہ میں پہونچا۔ یہ ایک ویران شہر ہے۔ کسی زمانے میں فرنگیوں کے ملک شام میں جتنے شہر تھے، ان سب کا یہی پایۂ تخت اور لنگرگاہ تھا۔ یہ شہر قسطنطنیہ عظمیٰ سے مشابہ ہے اس کے جانب مشرق ایک چشمہ ہے جس کا نام "عین البقر" ہے، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام والسلام کے لئے اسی چشمہ سے گائے نکالی تھی۔ اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ لوگ انہیں سے اس چشمہ میں اترتے ہیں یہاں ایک مسجد بھی تھی۔ جس کی یادگار اب صرف ایک محراب باقی رہ گئی ہے۔

مزار حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہاں حضرت صالح علیہ السلام کا مزار مبارک بھی بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] حضرت معاذ بن جبل اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کے مرویات بخاری، مسلم، اور دوسری کتب حدیث موجود ہیں، اموی کی ستم آرائیوں کا نشانہ بننے سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

(رئیس احمد جعفری)

[2] صلیبی جنگوں کے زمانے میں، اور خاص طور پر سلطان صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے زمانے میں یہ شہر بھی بڑے معرکے، ایسے معرکے جن کی نظیر چشم فلک نے کم دیکھی ہوگی دیکھ چکا ہے۔

عیسائیوں نے اس کے استحکام کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی۔ اور اس کام میں یورپ کے تمام بادشاہ شاہ فرانس، شاہ جرمنی، بادشاہ انگلستان شاہ پولینڈ وغیرہ ——— دل و جان سے شریک تھے زمانے در پے قدرت سکتے، ہر طرح سے حصول مقصد میں ساعی تھے، اس سلسلہ میں مشہور عیسائی مؤرخ لین پول نے جو واقعات لکھے ہیں، وہ حد درجہ دلچسپ اور سبق آموز ہیں، افسوس تفصیل کا یہ موقع

(رئیس احمد جعفری)

شہر صور، عظمت رفتہ کا ایک ویرانہ

عکہ سے میں شہر صور پہونچا، اب یہ ایک خرابہ ہے، البتہ بیرون شہر ایک گاؤں ہے وہ آباد ہے، اس کے باشندے اکثر شیعہ ہیں۔ یہاں مجھے ایک تالاب پر جانے کا اتفاق ہوا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مقامی شخص تالاب پر وضو کرنے کے لئے آیا۔ پہلے اس نے پاؤں دھوئے پھر منہ دھویا، نہ کلی کی نہ ناک میں پانی ڈالا اور پھر سر کے کسی قدر حصہ کا مسح کیا۔ میں نے سوال کیا۔ کہ تم نے یہ کس طرح کا وضو کیا؟ اس نے جواب دیا عمارت کی ابتداء بنیاد سے ہوتی ہے۔

یہ وہی شہر صور ہے جو قلعہ بندی اور تحفظ میں ضرب المثل تھا۔ اس لئے کہ یہ تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے، اس شہر میں صرف دو دروازے ہیں، ایک دروازہ خشکی کی طرف سے اور ایک بحری جانب خشکی کے دروازہ کی چار فصیلیں ہیں جو اسے گھیرے ہوتے ہیں۔ اور ہر فصیل کے سامنے اوٹ ہیں، بحری دروازہ کی حفاظت کے لئے دو بڑے بڑے عظیم الشان برج ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ صور اپنی بنیاد و اساس، اور عظمت و رفعت کے اعتبار سے ساری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے، کیونکہ اسے تین طرف سے سمندر گھیرے ہوئے ہے، اور چوتھی طرف ایک دیوار ہے، اس دریا میں جس قدر کشتیاں آتی ہیں۔ سب اسی دیوار کے نیچے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ یا ان دونوں برجوں کے سامنے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ ان دونوں برجوں کے سامنے ایک زنجیر بیچ تنی رہتی ہے، جب تک یہ گرا نہ دی جائے باہر کا آدمی نہ اندر آسکتا ہے۔ اور نہ اندر کا باہر جاسکتا ہے اس مقام پر سپاہی اور امین تعنیات رہتے ہیں۔ ان کی اطلاع بغیر نہ کوئی شخص آسکتا ہے، اور نہ جاسکتا ہے۔ عکہ کی بندرگاہ بھی ایسی ہی ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس کے گھاٹ پر بڑی کشتی نہیں آسکتی صرف چھوٹی کشتیاں اس مقام پر ٹھہرتی ہیں۔

شہر صیدا، ایک پرشکوہ ساحلی شہر

پھر صور سے میں شہر صیدا پہونچا۔ یہ شہر بھی بہت اچھا ہے، اور سمندر پر آباد ہے، یہاں میوہ جات کی پیداوار بہت ہے، انجیر کشمش اور زیتون یہاں سے بلاد مصر تک جاتا ہے، یہاں کے قاضی کمال الدین الاشمونی کے یہاں ٹھہرا، یہ مدرسہ خلیفیہ اور کریم النفس شخص ہیں۔

شہر طبریہ، آثار گذشتہ کے مشاہد

صیدا سے میں شہر طبریہ پہونچا، یہ پرانے زمانے میں بہت بڑا شہر تھا۔ لیکن اب صرف چند آثار باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی گذشتہ شان کا اندازہ ہوتا ہے،

طبریہ کے سرد و گرم حمام

یہاں کے حمام عجیب و غریب ہیں، ہر حمام دو دوسرے درجہ کا ہے ایک درجہ مردانہ ہے، اور ایک زنانہ اس کا پانی بہت گرم ہوتا ہے، بحیرہ طبریہ بھی بہت مشہور ہے، اس کا طول تقریباً چھ فرسخ اور عرض تین فرسخ سے کچھ زائد ہے،

چاہ یوسفؑ کی زیارت، متعدد انبیاء کے مزارات مبارک

یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے "مسجد انبیاء" کہتے ہیں۔ اس میں حضرت شعیب علیہ السّلام اوران کی صاحبزادی کی قبر ہے جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زوجہ تھیں، نیز سلیمان علیہ السّلام، یہودا اور روبیل صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم کے مزارات مقدس بھی ہیں۔ یہاں سے ہم اس کنویں کی زیارت کے لئے بھی گئے جس میں حضرت یوسف علیہ السّلام ڈالے گئے تھے، یہ کنواں ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن میں ہے، اور اس سے متعلق ایک زاویہ بھی ہے، کنواں بہت گہرا تھا، اس میں جو برسات کا پانی جمع تھا۔ اسے میں نے پیا بھی اس کے مجاور نے ہم سے بیان کیا کہ اس کنویں کے منبع سے بھی پانی نکلتا ہے،

بیروت کی سیاحت

طبریہ کے آثار و مشاہد اور قبور و مزارات سے سعادت اندوز ہونے کے بعد ہم بیروت[1] پہنچے یہ شہر کچھ زیادہ بڑا نہیں لیکن اس کے بازار نہایت بارونق اور خوبصورت ہیں یہاں کی جامع مسجد تو فن صنعت کا ایسا نقش بے بہا ہے کہ اسے دیکھ کر منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ کی صدا نکلتی ہے، یہاں کے مال تجارت میں فولاد اور میوے ہیں، جو بڑی تعداد سے یہاں سے مصر میں درآمد ہوتے ہیں۔

یہاں میں نے مزار ابو یوسف یعقوب کی زیارت کی جن کے بارے میں مشہور ہے کہ شاہان مغرب[2] میں سے تھے، یہ مزار جس جگہ واقع ہے، وہ بستی "شاہراہ نوح"، کے نام سے مشہور ہے اور اسے بہت معزز اور محترم مانا جاتا ہے، یہاں ایک زاویہ بھی ہے، جہاں نوواردوں کو کھانا دیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ سلطان[3] صلاح الدین ایوبی نے یہاں کے لئے ایک وقف قائم کر دیا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وقف صلاح الدین کا نہیں نور الدین زنگی کا قائم کیا ہوا ہے ابو یوسف اولیائے کرام میں سے ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ چٹائی بنا کرتے تھے اور اس کی قیمت سے زندگی بسر کرتے تھے،

---

[1] یہ شہر لبنان کا مرکز ثقل ہے یہاں علم و ادب کی گرم بازاری پہلے بھی تھی، اب بھی ہے، پہلے بھی مسلمانوں کی پورے لبنان میں اکثریت تھی اب بھی ہے، لیکن فرانس اس ملک کو آزاد کرتے وقت یہ شوشہ چھوڑ گیا ہے کہ عیسائی یہاں دو فیصد زیادہ ہیں پھر بھی عربیت کے رشتہ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کو متحد کر رکھا ہے،

پہلی جنگ عظیم کے بعد شام اور لبنان فرانس کے انتداب میں آ گئے تھے، دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کی مداخلت سے ڈیگال حکومت نے بڑی مشکل سے بعد آزاد کیا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] مغرب سے مراد یورپ نہیں، جیسا ہم عام طور پر استعمال کرتے ہیں بلکہ مغرب اقصیٰ یعنی بلاد افریقہ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] سلطان صلاح الدین کا آقا نے ولی نعمت (رئیس احمد جعفری)

ابو یعقوب یوسفؒ کی کہانی

حکایت ہے کہ ابو یعقوب یوسفؒ ایک مرتبہ دمشق تشریف لائے اور یہاں آکر سخت بیمار ہو۔ ... ان میں کوئی جائے قیام نہ تھی، بازاروں میں پڑے رہتے تھے، جب تندرست ہوئے تو شہر سے باہر اس تلاش میں نکلے کہ کسی باغ کے نگہبان بن جائیں، چنانچہ ملک نورالدین کے باغوں کے نگہبانوں کے گروہ میں رکھ لئے گئے ایسی چھ مہینے کی مدت گزری تھی کہ فصل پکنے کے وقت سلطان نورالدین اپنے باغ میں آیا۔ باغ کے داروغہ نے ابو یعقوب یوسف سے کہا کہ سلطان کیلئے انار توڑ لاؤ۔ ابو یعقوب داروغہ کے حسب حکم چند انار لے آئے، چکھنے سے معلوم ہوا کہ ترش ہیں، داروغہ نے پھر حکم دیا۔ ابو یعقوب دوسرے انار لاؤ۔ دوبارہ گئے، اور انار توڑ لائے، مگر وہ بھی ترش نکلے۔ داروغہ نے کہا کہ تم کو چھ مہینے یہاں کام کرتے ہوگئے مگر تم کو یہ تک معلوم نہیں کہ ترش اور شیریں انار کی پہچان کیا ہے، ابو یعقوب نے جواب دیا۔ آپ نے مجھے باغ کی رکھوالی کے لئے رکھا تھا، نہ کہ انار چکھنے کے لئے؟ داروغہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ نے ابو یعقوب کو بلا بھیجا، اس سے پہلے بادشاہ نے خواب میں بھی دیکھا تھا کہ ابو یعقوب سے ملاقات ہوگی، ان کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ بادشاہ نے جونہی یعقوب کی صورت دیکھی پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو خواب میں نظر آئے تھے، دریافت کیا کہ کیا آپ ہی ابو یعقوب ہیں، انہوں نے جواب دیا ہاں میں ہی ابو یعقوب ہوں، پس فوراً بادشاہ کھڑا ہوگیا، اور گرم جوشی سے معانقہ کیا۔ اپنے پہلو میں جگہ دی، اپنی مجلس میں لے گیا، ضیافت کی، اور اس میں وہی حلال روپیہ صرف کیا جو اپنے دست بازو کی محنت و مشقت سے پیدا کیا تھا[1] ابو یعقوب نے کچھ عرصہ تو بادشاہ کے پاس اقامت اختیار کی پھر عین اس وقت کہ موسم سرما شباب پر تھا، چپکے سے چل دیئے، اور دمشق کے ایک قریہ میں پہونچے۔ یہاں ایک غریب آدمی تھا اس کے یہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی، اس نے کہا بسم اللہ اور مرغ کا شوربا اور جو کی روٹیاں تیار کرکے سامنے رکھیں ابو یعقوب نے کھانا کھا کر اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس زمانہ میں اس کے سب بال بچے وہیں موجود تھے، من جملہ ان کے ایک جوان بیٹی بھی تھی، جس کی اسی زمانہ میں شادی ہونے والی تھی، وہاں کے باشندوں کا یہ دستور تھا کہ جب لڑکی کی شادی کرتے تو جہیز بھی دیتے اور جہیز میں سب سے زیادہ تانبے کے برتنوں کی وقعت سمجھی جاتی اور خرید و فروخت میں بھی بجائے قیمت کے تانبے کے برتنوں سے لین دین ہوتا تھا، ابو یعقوب نے اس غریب سے

---

[1] سلطان نورالدین زنگی بڑے پایہ کا شخص تھا، اسے اگر دوسرا عمر بن عبدالعزیز کہا جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ گو بادشاہ تھا۔ مگر محنت کرکے روزی کماتا تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

دریافت کیا کہ تمہارے یہاں کچھ تانبا بھی ہے، اس نے کہا جی ہاں میں نے اس لڑکی کے جہیز کے لئے لیا ہے، آپ نے فرمایا وہ لے آؤ۔ غریب سب تانبے کے برتن لے آیا پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ میں جس قدر تانبے کے برتن مستعار ملیں لے آؤ۔ وہ بے چارہ جہاں تک تانبے کے مستعار برتن ملے سب آپ کے پاس لے آیا پھر آپ نے تمام برتن آگ میں تپائے، پھر تھیلی کھولی جس میں اکسیر تھی۔ وہ ان برتنوں پر ڈال دی، وہ سب سونے کے ہو گئے۔ آپ نے ان تمام برتنوں کو مقفل کر دیا، اور نورالدین ملک مصر کو ایک خط بدیں مضمون تحریر فرمایا: "اس سونے سے غربا کے لئے ایک شفاخانہ بنایا جائے اور اس کے مصارف کے لئے مناسب جائداد وقف کی جائے اور راستے میں مسافروں کے اترنے کے لئے مسافر خانے بھی تعمیر کرائے جائیں، اور جن جن لوگوں کے تانبے کے برتن تھے انہیں اور صاحب خانہ کو کافی رقم دی جائے" اور آخر خط میں یہ تحریر فرمایا "ابراہیم ادہم[1] خراساں سے نکلے تھے، اور میں انہیں صفات کے ساتھ متصف ملک مغرب سے نکلا ہوں، والسلام"۔ یہ خط لکھ کر اسی وقت ابو یعقوب وہاں سے چل دیئے، وہ غریب صاحب خانہ ابو یعقوب کا خط لے کر ملک نورالدین کے پاس گیا۔ ملک مذکور بہ نفسِ نفیس اس گاؤں میں آیا۔ جہاں وہ برتن رکھے تھے۔ سب سونا لدوالیا اور صاحب خانہ اور برتنوں کے مالکوں کو خوش کر دیا۔ ابو یعقوب کو بہت تلاش کرایا۔ لیکن ان کا کہیں پتہ نہ ملا، نورالدین وہ سونا لے کر دمشق واپس گیا، اور ایک عظیم الشان شفاخانہ تعمیر کرایا جو ابو یعقوب ہی کے نام سے مشہور ہے اور دنیا میں اس جیسا کوئی شفاخانہ نہیں۔

طرابلس اس شہر کے مختلف تاریخی دور

بیروت سے میں طرابلس آیا، یہ شہر ملک شام کے ان شہروں میں سے ہے جو پہلے سلطان زنگی کا پایہ تخت رہ چکا ہے، نیز اس ملک کے مشہور و معروف شہروں میں سے یہ شہر نہایت پُر فضا ہے اس میں جا بجا آبادی کے درمیان سے نہریں نکلی ہیں، اور ہرے بھرے درختوں اور باغات کی کثرت نے اسے ڈھانپ لیا ہے، اور گویا دریا نے اپنے فیوض جاریہ اور زمین نے اپنے محاسن مستقلہ سے اپنے دامن میں لے لیا ہے، اس کے بازار نہایت نظر فریب اور کیفیت حد و وجہ فرحت انگیز اور زرخیز ہیں، دریا اس شہر سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ طرابلس جدید نو آباد ہے، قدیم طرابلس لب دریا واقع تھا، جو زمانہ قدیم[2] کی حکومت کے تحت میں رہا ہے، ملک ظاہر نے

---

[1] ابراہیم ادہم بادشاہ تھے تخت خسروی چھوڑ کر بوریہ فقر پر بیٹھ گئے اور پھر کر لیئے، صوفی باصفا تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] مسلمانوں نے شکست دے کر چھین لیا۔

جب مسیحیوں کی حکومت الٹادی[1]، اور پھر مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اس وقت وہ اکھڑ گیا اور یہ نیا طرابلس آباد ہوا، یہاں چالیس ترک امراء رہتے ہیں، اور یہاں کا خاص حکمران اور امیر طیلان الحاجب ہے جس کا لقب ملک الامراء ہے، اور اس کے رہنے کا جو محل ہے، اس کا نام دارالسعادۃ ہے، اس امیرالامراء کا دستور ہے، کہ ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اس کی سواری کا جلوس نکلتا ہے، اور تمام امراء اور فوجیں معیت میں ہوتی ہیں جب شہر کے باہر جاکر جلوس پلٹتا ہے، اور سواری محلہ کے قریب پہونچتی ہے تو تمام امراء گھوڑوں سے اتر پڑتے ہیں، اور پیادہ پا امیرالامراء کے ساتھ ہو کر چلتے ہیں، جب یہ محل میں داخل ہو جاتا ہے تو سب اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے ہیں، ہر امیر کی ڈیوڑھی پر روزانہ بعد نماز مغرب نوبت بجتی اور شعلیں روشن کی جاتی ہیں،

طرابلس کے اکابر رجال

یہاں مشہور اور بزرگ لوگوں میں سے اصحاب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کاتب السر بہاؤ الدین بن غانم خاص اصحاب میں سے ہیں۔ ان کی سخاوت خاص و عام ہے، اور ان کے بھائی حسام الدین قدس شریف کے شیخ تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے، ان کے ایک بھائی علاؤ الدین ہیں، جو دمشق میں کاتب السر تھے، یہاں کے مشاہیر میں سے قوام الدین ابن مکین ہیں۔

یہاں کے جو اکابر رجال مانے جاتے ہیں، قاضی القضاۃ شمس الدین ابن النقیب شام اعلام علماء میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔

کردوں کے قلعہ میں داخلہ، اشجار و انہار کی فراوانی

پھر میں طرابلس سے حصن الاکراد آیا، یہ چھوٹا سا شہر جو چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے یہاں اشجار اور انہار کی فراوانی ہے، ایک زاویہ بھی ہے جسے زاویہ ابراہیمی کہتے ہیں، یہ کسی بڑے امیر کے نام کی طرف منسوب ہے میں یہاں کے قاضی کے یہاں ٹھہرا جن کا نام بھول گیا۔

---

[1] مسلمانوں نے شکست دے کر چھین لیا۔

(رئیس احمد جعفری)

کرنے والے اس منظر کی توصیف سے درماندہ ہیں۔

یلوموننی ان اعصی الصون النہی	لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ میں حفظ مراتب اور عقل کی
بھا واطیع الکاؤ للھو والقصفا	کیوں نافرمانی کرتا اور جام شراب اور لہو و لعب کی خرافات کے
	کے لئے مصروف رہتا ہوں!
اذا کان فیہ النہر عاص فکیف لا	سو جب کہ اس شہر میں "نہر عاصی" موجود ہے تو بھلا میں عصیاں
احاکیہ عصیانا واشربہا صرفا	میں کیوں نہ اس کا ہم رنگ ہو جاؤں، حال یہ ہے کہ جب میں
	اس نہر کا خالص پانی بھی پیتا ہوں۔
واشدو الذی تلک النواعر شدوھا	میں ان رہٹوں کے پاس اسی طرح شعر خوانی کرتا ہوں جس طرح
واغلبہا رقصا واشبہا عرفا	وہ گاتے ہیں، رقص میں ان سے دو در رہتا ہوں، پانی پینے
	اور رنج و مصائب اٹھانے میں بھی ان سے مشابہ ہوتا ہوں
تئن وتذری دمعہا فکانما	آواز گریہ پیدا ہو جاتی، اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں گویا
تھیم بمراھا وتسألہا العطفا	کہ وہ اپنے سامنے کے منظر میں حیران و سرگرداں ہیں، اور پھر گوگرا کر
	مہربان ہو جانا چاہتے ہیں،

نیز بعض شعراء نے اس شہر کے رہٹوں کے متعلق تو ریہ میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

بحر طویل

وناعورۃ رقت لعظم خطیئتی	میرے گناہ عظیم کی وجہ سے بہت سے رہٹوں نے مجھ پر آنسو
وقد عاینت نصدی من المنزل القاصی	بہائے کیونکہ انہوں نے دیکھا میں کتنی بعید مسافت طے کر کے
بکت رحمۃ لی ثم باحت بشالجوھا	آیا ہوں، انہیں مجھ پر بسبب رحم کے رونا آگیا، اور پھر اپنے رنج
وحسبک ان الخشب تبکی علی العاصی	کو ظاہر کر دیا آپ کو صرف اس قدر دیکھ لینا کافی ہے کہ عاصی
	کے حال پر لکڑی نالاں ہے،

بحر کامل — بعض شعراء کے اشعار رسند تو ریہ میں نہر عاصی سے متعلق۔

یا سادۃ سکنوا حماۃ وحقکم	اے حماۃ کے بسنے والے سردارو، تمہاری جان کی قسم میں نے اخلاص اور
ما حلت من تقوی وعن اخلاصی	تقویٰ سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی
والطرف بعدکم اذا ذکر اللقا	تمہاری غیبت میں جب تمہاری شکل آنکھوں کے سامنے پھر آتی ہے تو اس
یجری المدامع طایعا کالعاصی	طرح آنسو بہنے لگتے ہیں، جیسے کسی عاصی شرمسار کا چشم اشک آلود،

معرّہ۔ ابُوالعُلا معرّی کا شہر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر کی زیارت

اب میں ایک اور نئے شہر معرّہ میں پہنچا،

جس سے مشہور عرب شاعر ابوالعلاء کی منسوب ہے[1]۔ اس شہر کو اگر شہر شعر و نغمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، [یہا]ں ابوالعلا معرّی کے علاوہ اور بھی بہت سے یگانۂ روزگار اور یکتا و بے ہمتا شاعر گذرے ہیں۔

ابن جزری کا قول ہے کہ اس شہر کو معرۃ النعمان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ نعمان بن بشیرؓ انصاری رسول اللہ صلعم [کے] صحابی جس زمانے میں حمص کے امیر تھے تو آپ کے صاحبزادے نے یہیں وفات پائی تھی، اور اسی مقام معرّہ [میں] دفن کئے گئے، اس وجہ سے اسے معرۃ النعمان کہنے لگے۔ ورنہ اس شہر کو پہلے القصور کہتے تھے۔ بعض لوگ [اس] نام کا سبب یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس شہر سے بہت ہی قریب نعمان نام کا ایک پہاڑ ہے اس لئے اسے [مع]رۃ النعمان کہتے ہیں۔ گو یہ شہر بڑا خوبصورت ہے، یہاں انجیر اور پستہ بہت پیدا ہوتا ہے، اور مصر [و] شام بھیجا جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر مبارک، زیارت باسعادت

بیرون شہر ایک سر سبز ٹیلے پر امیرالمومنین عمر ابن عبدالعزیزؒ کا مزار ہے نہ اس پہ کوئی زاویہ ہے، نہ [گنب]د۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ شہر معرّہ اہل تشیع کے قبضہ میں ہے۔ یہ نہایت متعصب اور صحابہ عشرہ مبشرہ [رض]وان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے بغض رکھتے، اور ان پر تبرّا بھیجتے ہیں، اور جس شخص کا نام عمر ہوتا ہے [ا]س سے بھی بغض رکھتے، اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ بالخصوص عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ تو ان کے عناد [کی] کوئی انتہا نہیں۔ غالباً ان کے اس فعل کی خاص وجہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا وہ فعل ہے جو تعلیم حضرت

---

[1] ابوالعلا معرّی، فلسفی قسم کا شاعر تھا، جیسے فارسی میں عمر خیام گذرا ہے، زبان و بیان کے لحاظ سے تو عربی کا پایہ اونچا تھا ہی لیکن [خدا]سے بیزار کا تو یہ بادشاہ تھا۔ وارستہ مزاج، آشفتہ طبیعت کا شخص تھا۔ ۔۔ کا شخص تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

حضرت علیؓ سے متعلق ہے۔ ؎۱

شہر سرا اور اس کے صناعات، صابون سازی کا مرکز

بعد ازاں ہم شہر سرا میں آئے۔ یہ نہایت اچھا شہر اور بکثرت باغات پر مشتمل ہے، اکثر زیتون کے باغات ہیں یہاں آجری اور زرد صابون بنایا، اور مصر و شام میں روانہ کیا جاتا ہے، اور ہاتھ دھونے کے لئے یہاں خوشبودار صابون بھی بنتا ہے۔ نیز اور بھی طرح طرح کے سرخ اور زرد رنگ کے صابن بنائے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کے سوت کے کپڑے بھی بنے جاتے ہیں۔

یہاں کے باشندے بھی سباب قوم کے ہیں، جو عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہایت بغض رکھتے ہیں، حتیٰ کہ لفظ "عشرہ" تک کو جس کے معنی دس کے ہیں، اپنی زبان تک نہیں آنے دیتے، یہاں تک کہ دلال جب بازار میں کوئی چیز نیلام کرتے ہیں اور لفظ "عشرہ" کہنے پر مجبور ہوتے ہیں، تو اس کے بجائے "تسعہ و واحد" یعنی نو اور ایک کہتے ہیں۔ ایک روز اس قوم کا ایک دلال بازار میں کوئی چیز نیلام کر رہا تھا۔ جب "عشرہ" کہنے کی نوبت آئی تو اس نے حسب عادت "تسعہ و واحد" کہا وہاں اتفاقاً ایک ترک موجود تھا، "تسعہ و واحد" سنتے ہی اس نے غصہ میں آکر اس دلال کے سر پر ایک دبوس مارا، اور کہا کہ اس دبوس کے زور سے "عشرہ" کہہ شہر میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جس کے نو گنبد ہیں۔ دسواں گنبد اپنے مذہب قبیح کی وجہ سے انہوں نے نہیں بنایا۔ ؎۲

؎۱ ابن بطوطہ کی یہ بات عقل کو لگتی نہیں، کیونکہ شیعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلاف سب و شتم کرتے ہیں، نہ کر سکتے ہیں، نہ انہوں نے ایسا کیا، کیونکہ۔

(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اموی خلفا میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف سب و شتم کا سلسلہ جو عہد امیر معاویہؓ سے جاری تھا، خاص فرمان کے ذریعہ بند کرایا۔

(۲) باغ فدک کی جاگیر جو اموی خاندان کی ملکیت بن گئی تھی، اپنے خاندان سے چھین لی اور اصل مستحقین کو واپس کر دی،

(۳) اہل بیت اطہار سے ہمیشہ عقیدت اور محبت کا برتاؤ کیا۔

پھر بھلا ایسی شخصیت کے خلاف شیعہ کیونکر سب و شتم کر سکتے تھے؟

؎۲ یہ بھی سنی سنائی بات معلوم ہوتی ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

شہر حلب

حلب کے قلعے، اشخاص رجال، صناعات اور خصوصیات

پھر ہم شہر حلب پہنچے یہ بہت بڑا اور عظیم الشان شہر اور مرکز حکومت ہے۔ ابوالحسن ابن جبیر نے اس شہر کی فوقیت ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ شہر نہایت عالی مرتبہ اور ہر زمانہ میں شہرۂ آفاق رہا ہے بڑے بڑے بادشاہوں نے اس پر للچائی ہوئی نظریں ڈالی ہیں، اور اسے حاصل کرنے کی آرزو میں بے چین رہے ہیں اس کی ہوس میں کئی بار بادشاہوں کے دلوں میں شمشیر زنی نے جوش مارا ہے اور بارہا سلاطین نے سیف زنی کے جوہر دکھائے ہیں،

حلب کے قلعے، ایک تاریخی اور یادگار قلعہ

یہاں ایک نہایت رفیع الشان قلعہ ہے جو اپنی مضبوطی اور دشمن کے روکنے میں زبان زد خواص و عوام ہے جو بھی اس قلعہ میں پناہ گزین ہوا، اس امر سے بالکل مستغنی اور بے فکر ہو گیا کہ اسے کوئی شکست دے گا یا وہ کسی کی اطاعت قبول کرے گا۔ قلعہ کی عمارت سنگین ہے۔ تمام پتھر ایک دوسرے سے جڑے ہیں اور لطف یہ کہ باوجود اس قدر مضبوطی اور استحکام کے یہ قلعہ ایسا خوبصورت ہے کہ اس کا کوئی جزو بے ربط اور بدنما نہیں ہے، یا یوں کہیے کہ ہر جزو اپنی جگہ پر ہے۔ وہ ایسی معتدل حالت ہے جو عین مقتضا ہے۔ اس قلعہ نے بڑے بڑے زمانے اور بڑے بڑے سخت وقت جھیلے ہیں، اور تمام خواص و عوام کے لئے اس کا دامن کشادہ رہا ہے، کہاں ہیں امرائے ہمدانی اور ان کے شعرا جو اس میں رہا کرتے تھے۔ زمانہ کی دست برد نے ان سب کو فنا کر دیا لیکن حلب بدستور باقی ہے، وہ شہر نہایت عبرت انگیز و تعجب خیز ہیں کہ بادشاہتیں تو برباد ہو جائیں مگر وہ جوں کے توں موجود ہیں، اور زمانہ کا دست ظلم ان کا بال نہ بیکا کر سکے اور ایسی حالت پیدا ہو کر پھر وہی شہر نہایت آسانی سے قبضہ میں آ جائیں اور جو ان پر حکومت کرنے کا ارادہ کرے نہایت آسانی سے

کامیاب ہوجائے، اس شہر میں دو نامور اور جلیل القدر سلاطین گذر چکے ہیں، کافی تغیر و تبدل ہوگیا ہے لیکن پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ عنفوانِ شباب کی حالت ہے، اور اس تک کسی کی دسترس نہیں ہو سکی، سیف الدولہ ابن حمد کے عہد میں ایسے وہ عروج و شباب حاصل ہوا کہ کسی شہر کو حاصل ہوا ہوگا۔ یہ بات اب اس کے بعد وہ زمانہ قریب آرہا ہے جب اس کا شباب پیری سے مبدل ہو جائیگا، اور پھر اسے کوئی رغبت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ اور اندیشہ ہے کہ یہ سرتا پا حسن پھر ویران ہو جائے۔

قلعہ کا نام شہبا ہے اس کے اندر ایک صحرا ہے، جس میں ہمیشہ پانی کے چشمے جاری رہتے ہیں۔ اس صحرا کی وجہ سے اس قلعہ میں کبھی پیاسا رہنے کا کھٹکا نہیں، اس کے گرد آگے پیچھے کئی دیواریں ہیں، اور ان کے گرد نہایت گہری خندق ہے جس میں ہمیشہ پانی کی سوت جاری رہتی ہے اس کی تمام دیوار پر قریب قریب برج بنے ہوئے ہیں، اور ان میں نہایت خوش قطع اور اعلےٰ ترتیب سے دو منزلہ درجے بنائے گئے ہیں، ان کے کھلے ہوئے در بہت خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ ہر برج پر لوگ رہتے ہیں۔ قلعہ کی آب و ہوا ایسی اعلیٰ ہے کہ مدتوں کھانا خراب نہیں ہوتا۔ یہاں ایک زیارت گاہ بھی ہے، بعض لوگ اس کی زیارت کے لئے بھی جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں عبادت کیا کرتے تھے۔

سیف الدولہ کے اشعار سحر انگیز و اثر آفرین

یہ قلعہ مالک ابن طوق کے قلعہ احیاد سے جو شام و عراق کے مابین دریائے فرات پر واقع ہے بہت کچھ مماثل اور مشابہ ہے جس زمانہ میں ظالم بادشاہ غازان[1] تاتاری نے حلب پر لشکر کشی کی تھی تو اس قلعہ کو گھیر لیا تھا، اور

---

[1] تاتاریوں کو مسلمانوں سے خاص کد تھی ــــ وہ جاہل تھے ــــ بدخو تھے، وحشی تھے، مسلمان علم کے مبلغ تھے، نیک نہاد تھے، مہذب اور شائستہ تھے، تاتاری کسی اصول کے قائل نہ تھے۔ کسی آئین کے پابند نہ تھے، کسی ضابطۂ اخلاق کے قائل نہ تھے، اس کے برعکس مسلمان اپنا ایک اصولِ حیات رکھتے تھے، اپنے ایک ضابطۂ اخلاق کے حامل، اور اس پر عامل تھے، تاتاری بغیر کسی معقول سبب کے بھی لشکر کشی کر سکتے تھے، حملے کر سکتے تھے، شہروں کو غارت کر سکتے تھے، اور ان کے باشندوں کو گھیرے گکڑی کی طرح کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔
لیکن مسلمان اتمامِ حجت کے بغیر جنگ نہیں کر سکتے تھے، اور جنگ کے دوران میں کسی امان طلب کرنے والے سے لڑ نہیں سکتے تھے، اور جنگ کے بعد اسیرانِ جنگ کو یا فدیہ لے کر، ورنہ احسان رکھ کر رہا کر دینے پر مجبور تھے تاتاریوں اور مسلمانوں کی مثال تاریکی اور روشنی کی مثال تھی۔ باقی صفحہ ۹۵ پر

عرصہ دراز تک اس کا محاصرہ کئے رہا لیکن ناکام واپس چلا گیا۔ ابن جزری کہتا ہے کہ اس قلعہ کے متعلق خالدی سیف الدولہ نے اشعار ہذا موزوں کئے ہیں۔

وقد قامت علی من یرومہا	یہ قلعہ بلند جگہ پر کھڑا ہے اور ہر حملہ آور کا مقابلہ کرتا ہے بلند جگہوں اور دشوار گذار
بمراقیہا العالی وجانبہا الصعب	جانب سے اپنا بکرا دستہ سے اس کا مقابلہ کرتا ہے گو کہ غربت ارتکاب
علیہا الجوجیب غمامۃ	گرج اس قلعہ پر ابر کھینچ لاتی اور اس کا گریبان پھاڑ آتی ہے،
ویلبسہا عقدا بانجمہ الشہب	اور پھر اسے انجم شہاب کا ہار پہناتی ہے،
اما سری برق بدت من جلالہ	جب بجلی چمکتی ہے تو اس کے درمیان سے اس طرح ظاہر
کما لاحت العذراء من خلل السحب	ہوتی ہے جس طرح عذرا اپنے چہرہ تاباں کو سیاہ زلفوں
فمن جنود امانت بغُصّۃ	سے نمودار کرتی ہے، کتنے ہی لشکر ہیں جو اس کے ہاتھوں
وَذِی سطوات قد ابانت علی عقب	رنج و مصیبت میں پڑ کر تباہ و برباد ہو گئے اور پھر سطوت و
مذکورہ کے چند اور اشعار بدیع	شوکت رکھنے والوں کو الٹے پاؤں واپس ہونا پڑا۔

(ہنوز گذشتہ کا) تاتاریوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا،

انہوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ انہوں نے خراسان اور ماوراء النہر کے آباد اور شاداب شہروں کو ویرانہ بنا دیا۔ جلال الدین خوارزم شاہ ان سے جو جنگ گریز پا لڑا، وہ تو تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ ہے،

ہندوستان کی اسلامی حکومتوں پر بھی ملتان کے راستے سے برابر یلغار کرتے رہے اور کئی مرتبہ تو دلی فصیل کے نیچے تک پہنچ گئے۔

مشرق وسطیٰ بھی ان کی زد سے نہ بچا!

شام پر بھی شاہ غازان کی سرکردگی میں تاتاریوں کے ایک بہت بڑے لشکر نے عیسائیوں سے ساز باز کر کے ان کا تعاون حاصل کر کے دھاوا کیا، اور کامیاب بھی ہوا

یہی موقع تھا جب امام ابن تیمیہ نے مسند حفظ و ارشاد چھوڑ دی، اور تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں آ گئے، بہادری کے جوہر دکھائے اور برابر خدا کے لیے لڑتے رہے،

غازان سے امام ابن تیمیہ کی ملاقات بھی ہوئی، وہ اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ اور امام کی سفارش پر اس نے ذمیوں کو پروانۂ رہائی و جاں بخشی عطا کر دیا۔

(رئیس احمد جعفری)

بحر بسیط

يُعَدّ من انجم الافلاك مرقبها — اگر اس کے برج میں سیاروں کی طرح گردش کرتے ہوتے

لو انّہا کان یجری فی مجاریہا — تو ان پر سے افلاک کے سیارے بچا گنے جا سکتے تھے۔

جمال الدین علی بن ابی المنصور اسی کے بارے میں کہتے ہیں۔ (بحر کامل[1])

کادت لبون سموہاد علوہا — وہ وقت دور نہیں کہ یہ قلعہ اپنی بلندی اور رفعت و استحکام کے

تستوقف الفلك المحيط الدائرا — باعث فلک محیط کی گردش کو روک دے۔

وردت قواطنہا المجرة منہلا — اس قلعہ کی چیزوں پر کہکشاں اس طرح وارد ہوتی ہے جیسے

ورعت سوابقہا النجوم ذواہرا — لوگ گھاٹ یا نہر پر آتے ہیں، اور اس کی دوڑ والی چیزیں کواکب کی

ویظل صرف الدھر منہا خائفا — اسی طرح حفاظت کرتی ہیں جس طرح کلیوں کی حفاظت کی جاتی

وجلا فما یمسی لدیہا حاضرا — ہے زمانہ گردش فلک کے خوف سے اس سے اسی طرح دور

رہتی ہے کہ دہشت کی وجہ سے اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

حلب[1] کی وجہ تسمیہ

شہر حلب کو حلب ابراہیم بھی کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اسی شہر میں بود و باش تھی، آپ کے پاس بہت سی بکریاں تھیں، فقراء و مساکین اور آنے جانے والوں کو آپ انہیں بکریوں کا دودھ پلایا کرتے تھے آپ کے اس فعل کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ یہاں لوگ جوق در جوق آتے اور دریافت کرتے کہ حلب ابراہیم کہاں تقسیم ہوتا ہے، چونکہ یہی شہر مبارک حلب کی تقسیم کا مقام تھا۔ اس لئے اس شہر کو حلب ابراہیم کہنے لگے۔

حلب کے بازار

یہ شہر دنیا کے ان نامی اور مشہور شہروں میں سے جو حسن و صنع اور اتقان ترتیب میں بے مثل ہے، بازاروں کی نہایت مناسب وسعت اور ایک بازار کا دوسرے بازار سے ایسا اچھا سلسلہ ہے کہ تشابہ و بائد۔ اس کے تمام بازار مسقف اور چھتیں لکڑی کی ہیں، تمام دکاندار سایہ میں نہایت راحت سے دکانداری کرتے

---

[1] حلب کے معنی دودھ کے ہیں۔

ہیں ، اس شہر کا چوک نہایت اعلیٰ اور خوش وضع اور وسیع ہے ، باوجودیکہ اس قدر وسیع ہے پھر بھی خوش منظری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ، چوک کے وسط میں ایک مسجد ہے ، اور اس کی ہر سڑک مسجد کے محاذ میں واقع ہوئی ہے ۔

مدرسے ، شفاخانے ، اور مسجد جامع

شہر کی جامع مسجد نہایت شاندار اور خوبصورت ہے ، اس کے صحن میں ایک بڑا حوض ہے ، اور اس کے اطراف میں نہایت وسیع اور مضبوط فرش کا صحن ہے ، منبر کی صنعت گری لاجواب ہے ، جس میں ہاتھی دانت اور آبنوس کا جڑاؤ کام ہے ، جامع مسجد مذکور کے قریب ایک مدرسہ بھی ہے ، جس کی عمارت حسن وضع اور عمارت میں اسی مسجد کی شان کے برابر ہے ، کہتے ہیں یہ مدرسہ امرائے بنی حمدان نے بنوایا ہے ، اس مدرسے کے علاوہ شہر میں تین مدرسے اور بھی ہیں ، اور ایک بہت بڑا شفاخانہ بھی ہے ،

حلب کے خصوصیات ، اور حسنات و خیرات

اس شہر کا سواد نہایت ہموار ، فراخ اور کشادہ ہے ، جس میں نہایت لہلہاتا سبزہ زار اور کشت زار ہے ، عناب کے درخت نہایت اعلیٰ ترتیب سے لگے ہیں ، یہاں کے تمام باغات نہایت دلچسپ لب جو ہیں اس شہر سے جو نہر نکلتی ہے ، یہ وہی عاصی نہر ہے جو شہر حماۃ سے ہو کر نکلی ہے ، اس نہر کا نام عاصی اس وہم سے رکھا گیا ہے کہ اسے بہتا ہوا دیکھ کر بظاہر دھوکا ہوتا ہے کہ پستی سے بلندی کی طرف بہتا ہے ، بیرون شہر اس قدر دلچسپ اور خوش وضع ہے کہ وہاں جانے سے بے انتہا طبیعت مسرور اور دل شاد ہوتا ہے ، فرحت کی یہ خوبی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آتی ، شہر اس قابل ہے کہ سلطنت کا پایہ تخت بنایا جائے ، ابن جزی کا قول ہے کہ حلب کے محاسن بیان کرتے میں شعراء نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے ، شہر کے اندر اور باہر کی بہت تعریف کی ، اور شاعری کی داد دی ہے ، ابو عبادہ بحتری[1] نے حلب کی تعریف میں بہت اشعار کہے ہیں ۔

حلب سے متعلق ابوالعلاء المعری کہتا ہے :۔

---

[1] عربی زبان کا یگانہ روزگار شاعر ، اس کا دیوان مدارس عربیہ کے نصاب درس میں شامل ہے ،

(رئیس احمد جعفری)

بحر خفیف (۱)

حلب للمودد جنة عدن — یہاں جو آتا ہے، اس کے لئے یہ جنت عدن ہے لوٹ جانے والوں
وهي للغادرين نار سعير — نہیں اس کے لئے دوزخ کا طبقہ ہے،
والعظيم العظيم يكبر في عينه — اس شہر میں جو چھوٹی سے چھوٹی چیز ہے وہ آنکھوں میں
منها قدر الصغير الصغير — بڑی سے بڑی معلوم ہوتی ہے،
تقويق في النفس القومجر — یہاں کی نوبت گاہ مقام تویق لوگوں کی نظر میں دریا ہے،
وحصاة منه مكان ثبير — اور اس کے سنگ ریزے بجائے جبل ثبیر کے ہیں،

• ابوالفتیان بن حیوس کہتا ہے :-

بحر بسیط (۱)

يا صاحبيّ اذا اعيا كما سقمي — ساقیو! جب میرا مرض تمہیں عاجز کر دے تو تم مجھے شہر
فلقياني نسيم الريح من حلب — حلب کی ہوائے نسیم سے ملوا دو۔
من البلاد التي كان الصيد كتا — یہ ان شہروں میں سے ہے، جو بادِ نسیم کا مسکن ہیں، بلکہ
فيها وكان اللهو العذري من لعب — صرف یہی مسکن ہے۔

ابو علی بن موسیٰ غرناطی کہتا ہے،

وعلوا لشهباء حيث استدارت — حلب کا قلعہ شہباء اس قدر بلند ہے کہ اس کے گرد آسمان کے
انجم الافق حولها كالنطاق — تارے کمربند کی طرح گھومتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

حلب کے قضاۃ و حاکم،

حلب کا حاکم ملک الامراء ارغون الدوادار ملک ناصر کے اکبر امراء میں سے اور منجملہ فقہائے رجال کے نہایت عادل ہے لیکن بہ نسبت اور امراء کے اس میں کسی قدر بخل کا مادہ ضرور ہے، یہاں چاروں مذاہب کے چار قاضی ہیں، مذہب شافعی کے قاضی کمال الدین زملکانی شافعی المذہب ہیں، آپ بہت بڑے عالی ہمت کبیر القدر کریم النفس وخوش خلق اور بہت بڑے عالم متبحر جملہ علوم میں مہارت رکھتے ہیں، آپ کو ملک ناصر نے اپنے دار السلطنت میں قاضی القضاۃ مقرر کرنے کے لئے بلایا تھا۔ لیکن اس کی نوبت نہ آئی، اور آپ نے راستہ میں ہی مقام بلبیس میں انتقال فرمایا۔ جس زمانے میں آپ حلب کے قاضی مقرر ہوئے تو دمشق اور دیگر مقامات کے شعراء نے آپ کی خدمت میں قصائد

پیش کیے گئے تھے چنانچہ ان شعراء میں سے شام کے ایک شاعر شہاب الدین ابوبکر محمد ابن الشیخ المحدث شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن نباتہ القریشی الاقوی الفارقی بھی ہیں، جنہوں نے ایک بہت طویل مدحیہ قصیدہ پیش کیا تھا۔

یہ قصیدہ پچاس بیتوں سے بھی زیادہ تھا۔ جب یہ کمال الدین کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کے صلہ میں شاعر مذکور کو خلعت اور درہم و دینار سے نوازا گیا۔ اس قدر دانی سے شعرا نے عہد رشک و حسد کے مارے جل گئے، اور اس کے اشعار پر بایں الفاظ تنقید شروع کی کہ آغاز میں لفظ افسوس لانا طرز قصیدہ گوئی کے خلاف ہے ابن جزی کی بھی یہ رائے ہے کہ قصیدہ مذکور دیگر قصائد سے نسبتاً اکمل نہیں ہے، ہاں مقطعات میں یہ شاعر بیشک زبردست اور بلاد شرقیہ میں اپنے وقت کا ملک الشعراء ہے، اور خطیب ابو یحییٰ عبدالرحیم بن نباتہ خطبات مشہورہ کے منشی کی اولاد میں سے ہے۔ اس کے مقطعات جو وصف تو دیہ ہیں ہیں۔

بحر کامل (۱)

عُلِقتُهَا غيدَاءَ حاليها العطلى	میں ایسی زبردست معشوقہ کے عشق میں گرفتار ہوا جو اپنے عاشق کی
تجني على عقل المحب وقلبه	عقل اور قلب کو محبت کا مجرم ٹھہراتی ہے،
بخلت بلؤلؤ ثغرها عن لاثم	اپنے جرم عشق کے حق میں اپنے گوہر دندان سے اس قدر بخل پر،
فغدت مطوقة بما بخلت به	کمربستہ ہونے کی وجہ سے اسکے گلے میں موتیوں کا طوق ڈالا گیا۔

حلب کے قاضیوں میں سے قاضی القضاۃ الحنفیہ الامام المدرس ناصرالدین بن العدیم حسن صورۃ احسن سیرۃ معززین میں ممتاز اور حلب ہی کے قدیم باشندہ ہیں، شعر ذیل ان کے حسب حال ہے۔

بحر طویل (۱)

...له اذا ما جئته متهلل لا	تو جب تو ان کی اپنی کو اپنی طرف آتا دیکھے گا، تجھ پر سائل
كانك تعطيه الذي انت سائله	کے آثار نمایاں ہوں گے، اور وہ دینے والا معلوم ہوگا۔

رہے وہاں کے قاضی القضاۃ مالکیہ ان کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا ہاں اتنا ضرور ہے کہ مصر میں انکا بڑا وثوق تھا، اور اس عہدہ کو انہوں نے بلا استحقاق حاصل کیا تھا، قاضی القضاۃ حنابلہ کا بھی نام مجھے یاد نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ صالحیہ دمشق کے باشندوں میں سے تھے، یہاں کے نقیب الاشراف بدرالدین ابن الزہرا ہیں، اور فقہاء میں سے شرف الدین ابن عجمی ان کے عزیز و اقارب بھی اس شہر حلب کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔

---

(۱)

قافلہ سفر

بے زاد مرحلہ رواں دواں ہے

میرا سفر برابر جاری رہا، یہاں تک کہ ایک دن شہر تزین پہنچا۔ یہ شہر قنسرین کے راستے پر واقع اور ابھی ابھی بسا ہے، اسے ترکمانوں نے آباد کیا ہے۔ یہاں کے بازار بھی نہایت خوش وضع اور مسجدیں نہایت مستحکم اور عمدہ ہیں۔ اور شہر کے قاضی بدرالدین عسقلانی تھے۔ تزین سے پھر میں نے رخت سفر باندھا اور قنسرین پہنچا۔ یہ شہر بہت قدیم ہے کسی زمانے میں بہت بڑا تھا۔ اب تو بالکل ویران ہے، صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

شہر انطاکیہ اس کے میزات اور خصائص، شہر پناہ کا استحکام

پھر شہر انطاکیہ پہنچا یہ بہت بڑا اور قدیم شہر ہے اور اس کی شہر پناہ تو اس قدر مضبوط و مستحکم ہے کہ ملک شام کے شہروں میں سے کسی شہر کی فصیل اس کے ٹکر کی نہیں، جس زمانہ میں ملک ظاہر نے یہ شہر فتح کیا تھا تو اس کی فصیل گرا دی تھی۔ اس کی آبادی بہت بڑی اور مکانات نہایت خوش قطع و سراپا خوبی و رعنائی ہیں، باغوں اور نہروں کی یہاں بڑی کثرت ہے، شہر کے باہر نہر عاصی رواں ہے،

ایک بزرگ کا مزار۔ زیارت اور حصول برکت

یہیں حضرت حبیب النجار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے، اس کے ساتھ ایک زاویہ بھی ملحق ہے، جس میں زائرین اور یہاں کے ساکنوں کو کھانا ملتا ہے، اس زاویہ کے شیخ نہایت صالح اور معمر ہیں ان کا نام محمد ابن علی تھا، عمر کچھ اوپر سو برس کی ہوگی۔ لیکن قویٰ نہایت درست تھے۔ مجھے ایک دن شیخ مذکور کے باغ میں جو شہر سے باہر تھا، جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا آپ نے لکڑی کا ایک گٹھا باندھا اور کندھے پر لاد کر اپنے مکان تک جو اندرون شہر تھا لے آئے۔ آپ کے بیٹے کو بھی میں نے دیکھا ہے ان کی عمر ۸۰ سال

سے کچھ اوپر تھی، پیٹھ جھک گئی تھی، اور اچھی طرح کھڑے ہونے کی قوت نہ تھی جو شخص ان دونوں باپ بیٹوں کو دیکھتا ہے، باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ سمجھتا ہے،

ایک ناقابل تسخیر اور محکم ترین قلعہ میں داخلہ

پھر میں حصن بغراس میں آیا۔ یہ بہت بڑا اور نہایت مستحکم قلعہ ہے، اس کا فتح کر لینا وہم میں بھی نہیں آتا۔ قلعہ میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں، یہیں سے بلاد سیس کو راستہ جاتا ہے، یہ تمام شہر ارمنی کافروں کے ہیں، لیکن سب ملک ناصر کی رعایا ہیں۔ اور اسے خراج دیتے ہیں، یہاں کے درہم بہت کھری چاندی کے ہوتے ہیں۔ ان کا نام بلبلیہ، ہے۔ اس حصن بغراس میں دبیزیہ کپڑا بنا جاتا ہے، قلعہ کا حاکم صارم الدین ابن الشیبانی ہے۔

ارمنی عیسائیوں کی سازش ایک بہترین مسلمان کے خلاف

ایک مرتبہ ان ارمنی عیسائیوں نے امیر حسام الدین پر کچھ جھوٹی اور خلاف باتیں گھڑ کر الزام لگایا۔ اور ملک ناصر سے شکایت کی، ملک مذکور نے ان کی باتوں میں آکر حلب کے امیر الامراء کے نام حکم جاری کیا کہ امیر حسام الدین کو پھانسی دی جائے، جب حلب کے امیر الامراء نے تعمیل حکم کا ارادہ کیا تو امیر حسام کے ایک دوست کو بھی جو ملک ناصر کے بہت بڑے امراء میں سے تھا، خبر پہنچی، اس نے ملک ناصر سے جا کر کہا کہ عالی جاہ، امیر حسام الدین ملک کے خیار امراء میں سے ہے اور مسلمانوں کا بڑا ہمدرد اور خادم ہے۔ راستوں کی خوب حفاظت کرتا ہے، اور بہت بڑا بہادر اور جواں مرد ہے ارمنی ہمیشہ سے فتنہ و فساد کے خوگر ہیں۔ یہی ہے جو ان کو فوراً دبا دیتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ یہ قوم چاہتی ہے، کہ کسی طرح امیر حسام الدین کو قتل کر دیا جائے، تاکہ اسلامی شوکت میں ضعف آجائے۔ اس کے بعد ملک موصوف نے امیر حسام الدین کے متعلق ایک دوسرا حکم بایں الفاظ جاری کیا کہ یہ رہا کر دیا جائے، اور اس کو خلعت مرحمت ہو اور اپنی جگہ پہ مامور ہو، یہ حکم ملک مذکور نے ایک ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔ جس کا نام اقوش تھا، جو سخت اور اہم کاموں میں بھیجا جاتا ہے، اسے یہ بھی حکم کیا کہ جس قدر عجلت اور تیزی کے ساتھ ہو یہ حکم فوراً جا کر حلب میں پہنچا دے، چنانچہ اس کے پانچویں ہی دن اسے حلب میں پہونچا دیا۔ حالانکہ مصر سے حلب تک ایک مہینہ کی مسافت تھی اور اس وقت عین موقع پہ جا کر دیا، جب امیر حسام الدین کو حاضر کر کے پھانسی گھر لیے جا رہے تھے۔ اللہ نے اس حکم کے عین وقت پہ پہنچ جانے سے

امیر مذکور کو پھانسی سے بچا دیا۔ اور امیر مذکور اپنی جگہ پر واپس ہوگیا۔

میری حسام الدین سے عمق میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت اس کے ساتھ لغراس کا قاضی شریف علاء الدین الحموی بھی تھا۔ یہ مقام انطاکیہ اور تیزین کے مابین واقع ہے، باقی رہا لغراس یہاں ترکمان لوگ اپنے مویشی لے کر آتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ اور وسیع چراگاہ ہے، پھر میں حصن القصیر ہوتا ہوا حصن الشغر پہونچا،

ایک زبردست قلعہ میں میری آمد، حاکم قلعہ کا حال

یہ نہایت زبردست قلعہ ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے، قلعہ کے حاکم سیف الدین الطنطاش ہیں، یہ بڑے فاضل شخص ہیں، اور قلعہ کے قاضی جمال الدین اصحاب تیمیہ میں سے ہیں۔

صہیون: ایک جنت نگاہ شہر میں ورود، نہروں کی کثرت

پھر شہر صہیون میں میرا گذر ہوا۔ یہ نہایت خوبصورت شہر ہے، یہاں بکثرت نہریں جاری ہیں، اور ہرے بھرے درختوں کی بھی یہاں بہت بہتات ہے، یہاں ایک بڑا اور مستحکم قلعہ بھی ہے، یہاں کے امیر کا نام ابراہیم اور یہاں کے قاضی محی الدین حمصی ہیں،

ایک زاویہ تصوف کی زیارت، زائروں کیلئے آسائش کا انتظام

شہر سے باہر باغ کے وسط میں زاویہ ہے جہاں ہر زائر اور یہاں کے رہنے والے کو کھانا ملتا ہے خانقاہ صالح و عابد عیسیٰ البدوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے متعلق ہے میں اس مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہوا ہوں۔

بعد ازاں یہاں سے میں حصن القدموس آیا۔

پھر اس کے بعد حصن المنیقہ میں آیا۔

شیراز، بغداد، تبریز، موصل، دیار بکر، ماردین اور مقامات کی سیر
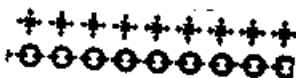
احوال و کوائف

فرقہ اسماعیلیہ کا تذکرہ

پھر میں قلعہ علیقہ میں پہونچا، وہاں سے قلعہ مصیاف، پھر قلعہ کہف تک میری رسائی ہوئی، یہ قلعے فرقہ اسمٰعیلیہ کے قبضہ میں ہیں، ان کا لقب فدایہ بھی ہے۔ ان قلعوں میں صرف وہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں، جو اسمٰعیلی فرقہ میں شامل ہوں، [1]

اس فرقہ کے افراد گویا ملک الناصر کے تیر ہیں، جہاں کہیں عراق وغیرہ میں ملک مذکور کا کوئی دشمن ہوتا ہے وہ ان کا نشانہ بنتا ہے، ان سب کے سلطان کے یہاں سے وظائف مقرر ہیں، جب سلطان اپنے کسی دشمن کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، تو ان میں سے کسی کو آمادہ کر دیتا ہے، اور خاص اس کام کے لئے جو مقررہ رقم منظور ہوتی ہے، اگر وہ اپنا کام کر کے زندہ بچ آیا تو اسے، ورنہ اس کی اولاد یا پس ماندہ ورثاء کو دی جاتی ہے، ان کے پاس زہر آلود خنجر رہتے ہیں، جس کے قتل کے لئے یہ مامور ہوتے ہیں، اسے اپنے خنجر سے قتل کر دیتے ہے، کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ لپنے داؤں گھات میں کامیاب نہیں ہوتے اور خود ہی قتل ہو جاتے ہیں، امیر قرا سنقور کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جو یہ ہے کہ جب امیر عراق کی طرف بھاگ گیا تو ملک ناصر نے اس کے قتل کرنے کیلئے چند اسمٰعیلیوں کو تعاقب میں روانہ کیا۔ لیکن وہ بڑا ہوشیار رہتا تھا۔ لہٰذا قتل نہ ہو سکا۔

---

[1] اس فرقہ کی تاریخ لرزہ خیز واقعات سے پُر ہے، نظام الملک طوسی، شہاب الدین غوری، سلطان صلاح الدین ایوبی، کس پر انہوں نے حملہ نہیں کیا، اور بعض کو قتل بھی کر دیا، آغا خان اس فرقہ کے پیشوا ہیں، انگریزی اور عربی میں اس فرقہ کی تاریخ پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

امیرالامراء قراسنقور کے حالات پر ایک نظر

قراسنقور کبار امرائے مصر میں سے تھا، جو لوگ ملک الاشرف شاہ ناصر کے بھائی کے قتل میں شریک تھے ان میں یہ بھی شامل تھا۔ جب ملک الناصر کے ہاتھ میں ملک کی زمام آئی، اور اس کی حکومت پورے طریقے پر جم گئی، اور سب پر اس کی سطوت و سلطنت کا اثر غالب ہوگیا، تو اپنے بھائی کے قاتلوں کو تلاش کرنے لگا۔ ایک ایک کو پکڑ کر اپنے بھائی کا قصاص لیتا، ساتھ ہی یہ مصلحت بھی تھی۔ کہ کہیں یہ لوگ میرے ساتھ بھی ویسا ہی نہ کریں، جیسا میرے بھائی کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس زمانہ میں قراسنقور، حلب کا امیرالامرا تھا، ملک مذکور نے تمام ممالک کے امرا کے نام یہ حکم صادر فرمایا کہ اپنے ماتحت امراء کو عام تیاری کا حکم دیدیں، اور ایک میعاد مقرر کر دیں کہ اس وقت تک حلب میں تمام افواج جمع ہو جائیں، اور ایسی تدابیر عمل میں لائیں کہ قراسنقور گرفتار ہو جائے، چنانچہ جب افواج حلب پہونچ گئیں تو قراسنقور کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اس کے ۷ سو ذاتی غلام تھے، یہ ان کی معیت میں صبح کے وقت سوار ہو کر نکلا ملک الناصر کی تمام فوج کی تعداد بیس ہزار تھی۔ لیکن تمام فوج کو چیرتا پھاڑتا اور نیچا دکھاتا نکل آیا، اور امیرالعرب مہنا بن عیسیٰ جو شکار پر گیا تھا۔ اس کے یہاں قراسنقور گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی پگڑی اپنے گلے میں ڈال کر یہ الفاظ فریاد کی "الجوار یا امیرالعرب"

ایک عرب خاندان کی آن اور پاس عہد کا عجیب واقعہ

اس وقت یہاں ام الفضل مہنا کی بیوی اور اس کی بنت عم موجود تھی، اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو پناہ دی" قراسنقور نے عرض کیا کہ "میں بال بچوں اور تمام اسباب کو یہیں طلب کئے لیتا ہوں" ام الفضل نے کہا "اس کا آپ کی مرضی پر انحصار ہے آپ یہاں ہماری پناہ میں ٹھہر سکتے ہیں"

چنانچہ قراسنقور وہاں ٹھہر گیا۔ جب مہنا شکار سے واپس آیا تو اس قراسنقور کی نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مہمان نوازی اور تواضع و مدارات کی۔ اور بال بچوں اور مال و اسباب کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حلب سے سب یہیں میرے پاس آ جائیں" مہنا نے اپنے حقیقی اور چچا زاد بھائیوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ بعض نے رائے دی قراسنقور کا ساتھ دینا چاہئے، اور بعض نے کہا ہم چونکہ ملک شام کے ملک ناصر کی عملداری میں رہتے ہیں۔ اس لئے

اتنے بڑے بادشاہ سے جنگ کرنا خلاف مصلحت ہے۔ جب سب اپنی اپنی رائے کا اظہار کر چکے تو مہنا نے کہا کہ میں مہمان کی مرضی کے مطابق کروں گا۔ اور اسے سلطان عراق کے پاس ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اس اثناء میں یہ خبر موصول ہوئی کہ قراسنقور کے بال بچے ڈاک چوکی سے مصر بھیج دیئے گئے، اس واقعہ کے بعد مہنا نے قراسنقور سے کہا کہ آپ کے متعلقین کے ہاتھ آنے کی اب کوئی تدبیر نہیں آتی ہاں اتنی بات ضرور ہاتھ میں ہے کہ آپ کا جو مال و اسباب حلب میں ہے، اس کی خلاصی کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں۔ پس مہنا کی زیر اطاعت سب کو تیاری کا حکم دے دیا، اور پندرہ ہزار نفر ساتھ لیکر حلب پہنچا اور وہاں جا کر قلعہ کا دروازہ پھونک دیا۔ اور اس پر متصرف ہو گیا۔ قلعہ میں جتنا مال و اسباب تھا۔ وہ بھی سب قراسنقور کا تھا۔ اور جو کچھ بھی اس کے متعلقین باقی تھے۔ ان سب کو وہاں سے لے کر اپنے ہمراہ لے آیا۔ بس صرف اتنے پر اکتفا کیا۔ اب یہ پھر مہنا اور اس کے ساتھ امیر جمس الافرم ملک عراق کے پاس روانہ ہوئے۔ عراق کا سلطان ملک محمد خدا بندہ اس وقت قرا باغ میں تھا۔ یہ مقام سلطانیہ اور تبریز کے درمیان واقع ہے، اور موسم گرما میں سلطان یہیں رہا کرتا ہے، ان سب کا سلطان نے نہایت عزت و احترام سے استقبال کیا۔ اس کے بعد مہنا کو عراق عرب کا ملک دیا اور قراسنقور کو شہر مراغہ۔ یہ مقام عراق عجم سے ہے اسے دمشق صغیر بھی کہتے ہیں۔ اب رہا افرم اسے ہمدان کا ملک دیا۔ یہ سب مدت دراز تک اسی سلطان کے پاس رہے۔ امیر جمس الافرم نے یہیں وفات پائی۔ اس کے بعد ملک ناصر سے مہنا نے بہت کچھ عہد و پیمان لئے، اور پھر وہاں سے ملک مذکور کے پاس واپس آگیا۔ اور قراسنقور بدستور وہیں رہا۔ ملک ناصر ہمیشہ اس تاک میں لگا اور موقعہ کا منتظر رہا برابر فرقہ اسمٰعیلیہ کے لوگوں کو اس کو قتل کرنے کی تدبیریں بھیجتا رہتا۔ چنانچہ کچھ فدائی[1] قراسنقور کے محل میں پہونچ گئے، لیکن دھوکہ کھا کر بجائے اس کے دوسرے کو قتل کر دیا۔ ایک مرتبہ یہ سواری کی حالت میں تھا کہ کچھ فدائی اس پر ٹوٹ پڑے کہ قتل کر ڈالیں۔ الغرض فدائیوں کا ایک بڑا گروہ قراسنقور کے قتل کے جھگڑے میں مارا گیا۔ لیکن یہ اس قدر محتاط تھا کہ کسی وقت بھی اپنے تن سے زرہ جدا نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ لکڑی یا لوہے کے مکان میں سویا کرتا۔

---

[1] فدائیوں کا یہ گروہ اپنی جان فدا کر کے اپنے امیر کے حکم کی بے چون و چرا اطاعت کرتا تھا۔ اور مرنے پر ہر وقت تیار رہتا تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

زمانہ ایک بار پھر پلٹا کھاتا ہے، قراسنقور کی خودکشی

جب سلطان محمد خدابندہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اس کا بیٹا ابوسعید والی مملکت ہوا۔ تو جبان کبیر کا جو سلطان ابوسعید کے امرا میں سے تھا۔ اور اس کے بیٹے دمرطاش کا ملک ناصر کے پاس بھاگ گئے کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس واقعہ کے پیش آنے سے سلطان ابوسعید اور ملک الناصر کے مابین مراسلت شروع ہوئی، اور یہ امر طے پایا کہ سلطان ابوسعید ملک الناصر کے پاس قراسنقور کا سر اور ملک ناصر ابوسعید کے پاس دمرطاس کا سر بھیج دے۔ چنانچہ ملک ناصر نے ایسا ہی کیا۔ جب قراسنقور کو اپنے متعلق فیصلہ کا علم ہوا۔ تو اس نے اپنی انگوٹھی کا زہر میں بجھا ہوا نگینہ چوس لیا اور راہی ملک عدم ہوا۔ سلطان ابوسعید نے اس واقعہ کی ملک ناصر کو اطلاع دے دی اور سر بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھی،

فدائیوں کے قلعے سے ہوتا ہوا میں شہر جبلہ آیا۔ اس شہر میں نہریں بکثرت جاری ہیں، اور درخت سر سبز و شاداب ہیں۔ دریا یہاں سے ایک میل کی مسافت پر ہے۔

زیارت مزار حضرت ابراہیم ادہمؒ

اسی شہر میں ولی صالح حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا مزار مبارک ہے، ان کے متعلق مشہور ہے، کہ سلطنت کو خیر آباد کہہ کر دنیا سے منہ موڑ لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا لوگوں کا گمان ہے یہ شہزادے نہ تھے، بلکہ ان کے والد ماجد ادہمؒ بھی فقرائے صالحین میں سے بڑے سیاح عابد و زاہد، متقی اور ماسوا اللہ سے منقطع تھے۔ البتہ ابراہیم کو سلطنت وراثتہً اپنے نانا کی طرف سے بیشک پہنچی تھی۔ اس اعتبار سے یہ بادشاہ ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی سیرت و شخصیت کا تذکرہ

کہا جاتا ہے کہ ایک دن ادہمؒ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گذر ہوا۔ آپ ایک باغ کی نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنے لگے کہ دیکھا ایک سیب بہتا ہوا آ رہا ہے، خیال کیا کہ اسے کھا لینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں بیتا بچا اٹھا کر کھا لیا۔ جب کھا چکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی، اور ناجائز طریقہ پر کھا لیا ہے، اس خیال سے مالک باغ کے پاس گئے

کر جا کر اسے اطلاع دے دیں۔ تاکہ اس کی اجازت سے حلال و مباح ہو جائے۔ چنانچہ باغ کے دروازے کو جہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا کھٹکھٹایا آواز سنکر ایک لڑکی باہر آئی۔ آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے بھیج دے، اس نے عرض کیا وہ تو عورت ہے آپ نے کہا اچھا اس سے پوچھ لے میں خود حاضر ہو جاؤں۔ چنانچہ اجازت مل گئی۔ اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے، اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ خاتون مذکور نے جواب دیا کہ باغ نصف تو میرا ہے، اور نصف سلطان کا ہے، اور وہ یہاں نہیں ہیں، بلخ تشریف لے گئے ہیں۔ جو دس دن کی مسافت پر ہے، اس نے اپنے سیب کا نصف حصہ تو معاف کر دیا۔ اب باقی رہا دوسرا نصف آپ سے معاف کرانے بلخ تشریف لے گئے۔ جب یہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جا رہی تھی، اسی حالت میں آپ نے سارا واقعہ کی بادشاہ کو خبر دی، اور نصف کی معافی کے طالب ہوئے۔

بادشاہ ادہم سے اپنی لڑکی بیاہ کر معافی دیتا ہے

بادشاہ نے فرمایا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا۔ کل میرے پاس تشریف لائیے۔ اس کی ایک نہایت حسینہ جمیلہ لڑکی تھی، اور بہت سے شاہزادوں کی نسبت کے پیغام اس کے آچکے تھے، لیکن بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا۔ کیونکہ لڑکی عابدہ اور نیکوکار لوگوں کو بہت دوست رکھتی، اس کی خواہش تھی کہ زاہد سے نکاح کرے، جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہم کا سارا قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں نے ایسا متورع شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرنے بخارا سے آیا ہے، جب اس لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا۔ جب دوسرے دن ادہمؒ بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کریں گے میں آپ کو نصف سیب معاف نہ کروں گا۔ ادہمؒ نے کمال انکار کے بعد چار و ناچار نکاح منظور کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادہم کیساتھ نکاح کر دیا۔ جب ادہمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے، تو دیکھا لڑکی نہایت آراستہ و پیراستہ ہے، اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی۔ نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے۔ ادہمؒ ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہو گئے، حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہو گئی۔ متواتر سات شبیں اسی طرح گذر گئیں۔ اب تک سلطان نے انہیں سیب کا نصف حصہ معاف نہیں کیا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو بطور یاددہانی کہلا بھیجا کہ اب وہ معاف فرما دیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ

جب تک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع نہ ہوگا۔ میں معاف نہ کروں گا۔ آخر کار شب ہوئی اور ہم اپنی بیوی کے ساتھ اجتماع پر مجبور ہوئے، آپ نے غسل کیا، نماز پڑھی، اور ایک چیخ مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو ادہم مردہ تھے۔ بعد ازاں اس لڑکی سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ چونکہ ابراہیم کے نانا کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس لیے سلطنت ابراہیم کو ملی آپ کے سلطنت چھوڑنے کا جو واقعہ مشہور ہے، اس کی اصل بھی یہی ہے۔[1]

ابراہیم ادہم کے مزار پر ایک نہایت عمدہ زاویہ بنا ہے، اس میں پانی کا ایک حوض بھی ہے، یہاں ہر زائر اور مقیم کو کھانا دیا جاتا ہے، اس زاویہ کے مہتمم ابراہیم الجمی کبار صالحین میں سے ہیں یہاں نصف ماہ شعبان کو لوگوں کا بکثرت اژدہام ہوتا ہے، لوگ تمام اطراف ملک شام سے آتے اور تین دن یہاں رہتے ہیں اس زمانے میں شہر کے باہر بہت بڑا بازار لگایا جاتا ہے، اور ہر طرح کی اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی ہے، اس زمانہ میں تمام اطراف و اکناف عالم سے بہت سے فقرا مشائخ اور عقیدت مندان دین آکر جمع ہوتے ہیں، جو شخص مزار مبارک کی زیارت کے لئے آتا ہے وہ مجاور مزار کو کچھ موم ضرور پیش کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے بہت بڑے انبار ہو جاتے ہیں۔ اس شہر کے باشندے اکثر نصیریہ فرقہ کے ہیں۔

فرقہ نصیریہ اور اس کے احوال و کوائف

اس فرقہ والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خدا ہیں، یہ لوگ نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ طہارت کرتے، نہ روزہ رکھتے ہیں۔ جب ملک الظاہر نے انہیں مجبور کیا کہ اپنے مواضعات میں مسجدیں بنائیں۔ تو ہر گاؤں میں مسجد تو بنالی لیکن آبادی سے بہت دور، نہ ان مساجد میں کبھی جاتے، اور نہ انہیں آباد کرتے، بلکہ اکثر مسجدوں میں مویشی اور جانور رہا کرتے تھے، جب کبھی کوئی غریب الوطن آتا اور اذان دیتا تو وہ لوگ کہتے، ہنہنانا کیوں ہے، گھاس آتی ہے، اس فرقہ کے لوگ کافی تعداد میں ہیں

---

[1] اس سلسلہ میں بہت سی متضاد اور بعض خلاف قیاس روایتیں مشہور ہیں، لیکن ان سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ یہ بات مصدقہ ہے کہ حضرت ادہم بہت بڑے ولی تھے۔

(رئیس احمد جعفری)

لاذقیہ

ایک قدیم شہر

شہر جبلہ سے میں لاذقیہ آیا یہ ایک قدیم شہر ہے، جو دریا کے ساحل پہ واقع ہے، لوگ کہتے کہ لاذقیہ وہی شہر ہے جس کے بادشاہ کا کلام اللہ میں ان الفاظ میں ذکر ہے، یاخذ کل سفینۃ غصبا[1] یعنی ہر کشتی کو غصب کر لیا کرتا تھا اس شہر میں ولی صالح عبدالمحسن اسکندری سے ملنے گیا، لیکن جب پہنچا تو موجود نہ تھے۔ حجاز تشریف لے گئے تھے۔ ان کے بعض اصحاب شیخ صالح بجائی اور شیخ یحییٰ سلاوی سے ملاقات ہوئی۔ ان ہر دو شیوخ کا قیام علاؤالدین ابن البہا کی مسجد میں تھا۔ یہ شخص فضلائے شام میں سے ہے، اور اس ملک کے کبار اشخاص میں شمار ہوتا ہے، اس کے یہاں ہر وقت صدقات وجود وسخا کا بازار گرم رہتا ہے، مسجد کے نزدیک اس نے ایک زاویہ بھی بنایا تھا۔ جس میں ہر آنیوالے اور رہنے والے کو کھانا ملتا تھا۔ اس شہر کا قاضی بہت بڑا فقیہ اور فاضل المسمیٰ بہ جلال الدین عبدالحق مصری مالکی نہایت کریم اور طیلان کے ملک الامرا علاقہ داروں میں سے تھا۔ اسی وجہ سے اس نے لاذقیہ میں اسے قاضی مقرر کیا تھا۔

ایک ملحد اور بے دین شخص کی گرفتاری پھر قتل

شہر لاذقیہ میں ایک شخص ابن الموشید البجار نام کا تھا۔ اس کی زبان سے کسی کو امان نہ تھی، اس کا مذہب بھی متہم نہ تھا۔ لیکن اپنا الحاد چھپائے رکھتا تھا۔ اتفاقاً طیلان کے

---

[1] اشارہ ہے قصہ خضر و موسیٰ کی طرف، خضرؑ نے بظاہر بغیر کسی سبب کے کشتی غرق کر دی حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا تو حضرت خضرؑ نے مذکورہ الفاظ میں جواب دیا۔ (رئیس احمد جعفری)

امیر الامراء سے اس کا کوئی کام پڑا۔ لیکن جب اس کی غرض نہ نکلی تو اس کاوش سے یہ مصر پہونچا اور اسے امور شنیعہ سے متہم کر کے پھر لاذقیہ واپس آیا۔ طیلان نے قاضی جلال الدین کو لکھا کہ کوئی شرعی سبب نکال کر ابن المویئد کو قتل کر دو۔ چنانچہ قاضی مذکور نے ابن المویئد کو اپنے گھر بلایا۔ اور دونوں میں باہم بحث ہوئی۔ اس کے دل میں جو ابن المویئد کی الحاد کی باتیں تھیں۔ انہیں گفتگو ہی گفتگو میں ظاہر کر دیا۔ اسی سلسلہ میں ابن المویئد نے اور بھی بڑی بڑی بے دینی کی باتیں ظاہر کیں، اور وہ ایسی تھیں۔ جن کی ادنیٰ سزا قتل ہو سکتی تھی، قاضی نے پس پردہ چند گواہ بھی بٹھا رکھے تھے، اور انہوں نے ابن المویئد کی کل تقریر قلمبند کر لی تھی۔ جب قاضی پر اس کا الحاد ثابت ہو گیا تو اسے قید کر دیا۔ اور سارا واقعہ ملک الامرا طیلان کو لکھ بھیجا اس کے بعد اسے پھانسی دے دی۔

انقلاب امارت و اقتدار کا کرشمہ

ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ امیر الامرا طیلان طرابلس کی حکومت سے معزول کر دیا گیا، اور اس کے بجائے الحاج قرطبیہ کو جو کبار امرا میں سے تھا۔ طرابلس کی حکومت سپرد ہوئی جو طیلان سے پہلے بھی طرابلس کا امیر الامرا رہ چکا تھا۔ چنانچہ اس کے اور طیلان کے مابین عداوت تھی، اسے لئے موقع ملا۔ اور طیلان کے عہد حکومت کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر خرابیاں نکالنے لگا۔ موقع پاکر متوفی ابن المویئد کے بھائیوں نے بھی اپنے بھائی کا معاملہ قرطبیہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قاضی جلال الدین اور ان گواہوں کو جنہوں نے متوفی مذکور کے بارہ میں شہادت دی تھی۔ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ سب حاضر ہوئے تو قرطبیہ نے حکم دیا کہ ان سب کو شہر کے باہر جہاں لوگوں کو پھانسی دی جاتی ہے، لے جاکر پھانسی دے دی جائے، یہ پھانسی کے نیچے بٹھلائے گئے۔ اور ان کے عمامے اتار لئے گئے، اس ملک کے امراء کا چونکہ یہ دستور تھا کہ جب کسی کو پھانسی کا حکم دیتے تو اس جگہ کا حاکم امیر کے دربار سے گھوڑا دوڑاتا ہوا پھانسی دیئے جانے کے مقام پر آتا، اور پھر واپس جاکر مکرر امیر سے پھانسی دیئے جانے کی اجازت مانگتا۔ حتیٰ کہ اسی طرح تین مرتبہ امیر کے پاس آمد و رفت کرتا اگر تیسری مرتبہ بھی امیر پھانسی دینے کی اجازت دے دیتا تو پھانسی دی جاتی۔ چنانچہ قاضی جلال الدین اور

اس کے ساتھی کے قتل کے معاملہ میں بھی حاکم لاذقیہ نے ایسا ہی کیا۔ جب تیسری مرتبہ حاکم لاذقیہ امیر کے پاس اجازت لینے گیا۔ تو تمام حاضرین دربار نے اپنی پگڑیاں اتار ڈالیں، اور عرض کیا! یا امیر الاسلام کی اس میں سخت توہین اور بدنامی ہے کہ قاضی اور شاہدوں کو پھانسی دی جائے، امیر نے ان کی شفاعت قبول کرلی، اور قاضی کو مع گواہوں کے رہا کر دیا۔

دیر قارومں کے مسیحوں کا برتاؤ مسلمانوں سے

شہر لاذقیہ کے باہر ایک بہت بڑا دیر ہے، جس کا نام دیر قارومں ہے، یہ دیر ملک شام کے تمام دیروں سے بڑا ہے یہاں بڑے بڑے راہب رہا کرتے ہیں، اور مسیحی بہت دور دور سے اس کی زیارت کو آتے ہیں، یہاں مسلمانوں میں سے جو اترتا ہے۔ اس کی مسیحیوں کی طرف سے روٹی، پنیر، زیتون، سرکہ اور کھیر سے پذیرائی ہوتی ہے،

شہر لاذقیہ کا لنگرگاہ ملک شام کے تمام لنگرگاہوں سے اچھا ہے، اس پر دو برج بنے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان ایک بہت بڑی زنجیر لگی رہتی ہے، جب تک یہ زنجیر نہیں گرائی جاتی اس وقت تک نہ کوئی لنگرگاہ میں آسکتا ہے، اور نہ جا سکتا ہے،

قلعہ کرک سے ملتا ہوا ایک مستحکم قلعہ، اور اس کے اندرونی حالات

پھر قلعہ مرقب آیا۔ یہ کبار قلعہ جات میں سے ہے، اس کی وضع قطع قلعہ کرک سے ملتی جلتی ہے، یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر بنا ہوا ہے، اس کے باہر ایک مسافر خانہ ہے، یہیں مسافر اترتے ہیں، اور قلعوں کے اندر نہیں جانے پاتے۔ اسے رومیوں سے ملک منصور قلاؤون نے فتح کیا تھا، اور اب اس پر اس کے بیٹے ملک ناصر کی حکومت ہے، قاضی قلعہ برہان الدین مصری ہیں، جو بڑے پایہ کے عالم اور صاحب لطف وکرم شخصیت کے مالک ہیں۔

جبل لبنان و بعلبک

یہاں کے چشمے، نہریں، صلحاء و فقراء اور عام حالات

اب میں نے پھر رختِ سفر باندھا اور رخصت ہو کر جبل اقرع آیا، یہ ملک شام کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ بلند اور برتر ہے۔ یہاں دریا جاری ہیں، بکثرت چشمے رواں ہیں، نہریں بہتی ہیں۔ یہاں کے باشندے ترکمان کہلاتے ہیں۔

جبل لبنان میں آمد، دنیا کا سب سے زیادہ سرسبز و شاداب پہاڑ

اب میں جبل لبنان آیا۔ یہ بہت بڑا اور تمام دنیا کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب پہاڑ ہے۔ اس میں طرح طرح کے میوہ جات پیدا ہوتے، پانی کے چشمے رواں ہیں اور سایہ دار درخت بے حد ہیں۔ یہ پہاڑ زاہدوں، صالحوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے دنیا کو خیرباد کہہ دیا ہے، کبھی خالی نہیں رہتا۔ مجھے خود ایسے صالحوں کے ایک گروہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، جنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور ماسوا اللہ سے ترکِ تعلق کر کے صرف اسی کے ہو رہے تھے۔ یہ ایسی گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کے نام تک سے کوئی آگاہ نہیں۔ [1]

لبنان کا ایک چھپا ہوا مردِ حق آگاہ

بعض صالحین سے اس پہاڑ پر مجھے بھی شرفِ نیاز حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں ہم اس

---

[1] فرانسیسی سامراج نے اپنے دورِ حکومت میں یہاں عیسائیوں کی اکثریت پیدا کر دی ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

پہاڑ پر فقرا کی ایک جماعت کے ساتھ شدید سرما میں رہ رہے تھے۔ سردی سے بچاؤ کے لئے آگ روشن کر رکھی تھی۔ اور بیٹھے تاپ رہے تھے، اس اثنا میں حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آگ تو ایسی ہے کہ اگر اس میں کوئی جانور بھونا جاتا تو خوب لطف آتا۔ بیکایک فقرا میں سے ایک فقیر نے جو بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا تھا۔ اور نظروں میں کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔ کہا میں عصر کے وقت حضرت ابراہیم ادہم کی عبادت گاہ میں تھا۔ (جو ایک مستبعد سی بات تھی) وہاں دیکھ آیا ہوں کہ ایک گورخر برف میں پھنسا ہوا ہے، اور ہر طرف سے برف نے اسے ایسا دبایا ہے کہ اسے جنبش کی طاقت نہیں، اگر تم وہاں جا کر اسے پکڑ لاؤ تو اس کا گوشت آگ میں بھون سکو گے۔ وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ، اس درویش کے فرمانے سے ہم پانچ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے، اور وہاں گئے، دیکھا تو واقعی جیسا درویش نے بیان کیا تھا ویسی ہی پایا۔ اسے ہم پکڑ کر اپنے دوستوں کے پاس لائے، اور اسے ذبح کر کے اس کا گوشت آگ پر بھونا شروع کیا، پھر گورخر کی خبر دینے والے درویش کو ہم نے کتنا ہی تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا اس واقعہ سے ہمیں سخت تعجب ہوا۔

جبل لبنان سے ہم شہر بعلبک پہونچے، یہ بہت قدیم اور ملک شام کے بہترین شہروں میں سے ہے اس کے ہر چہار اطراف نہایت اعلیٰ باغات اور اچھی اچھی پھلواریاں ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ شہر باغات اور پھلواریوں کا مرکز ہے، جا بجا جاری چشموں کی وجہ سے اس شہر میں بڑی رونق رہتی ہے۔ اگر ان خوبیوں کے باعث دمشق کا ہم پلہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بادشاہوں کی نظر میں تو یہ ہمیشہ محبوب رہا ہے۔ یہاں ایک طرح دلبس یعنی "قوام" بنتا ہے اسے "دبس بعلبکی" کہتے ہیں یہ ایک قسم کا شیرہ ہے، جو انگور سے بنتا ہے، یہاں ایک قسم کی مٹی ہوتی ہے اسے اس انگور کے شیرہ میں رکھ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا سیال پن کم ہو جاتا ہے، اور وہ جم کر ایک ڈھیلے کی طرح ہو جاتا پھر اس میں پستے اور بادام ڈال کر ایک قسم کا حلوا بناتے ہیں۔ اس کا نام "ملبن" ہے یہاں دودھ کثرت ہوتا ہے اور اسے تجارت کے طریقہ پر دمشق بھی لے جاتے ہیں۔ تیز رفتار شخص کے لئے بعلبک اور دمشق کے مابین یک روزہ مسافت ہے، لیکن آہستہ رو بعلبک سے ایک چھوٹے سے شہر میں ٹھہر جاتے ہیں اس کا نام زبدان ہے،

بعلبک کی مخصوص مصنوعات، پیداوار، اور اشیاء

زبدان میں میوؤں کی خوب کثرت ہے۔ پھر یہاں سے دوسرے دن دمشق میں داخل ہوتے

ہیں۔ بعلبک میں ایک خاص قسم کا کپڑا بنا جاتا ہے۔ اسے بعلبکی کہتے ہیں۔ یہاں لکڑی کے برتن اور چمچے ایسے بنائے جاتے ہیں۔ جن کی دوسرے شہروں میں نظیر نہیں ملتی۔ یہاں کے لوگ پیالوں کو "دوسوت" کہتے ہیں۔ میں نے بعض کاریگروں کو دیکھا ہے کہ ایک بڑے پیالے میں ایک کے اندر ایک پورے دس پیالوں کا اس طرح سیٹ بناتے ہیں کہ اوپر سے دیکھنے والا ایک پیالہ سمجھتا ہے یہی حال چمچوں کا بھی ہے کہ ایک کے اندر ایک دس چمچوں کا سیٹ بناتے ہیں کہ وہ بھی بظاہر اوپر سے دیکھنے میں، ایک چمچہ معلوم ہوتا ہے اس کے لئے ایک چمڑی کا غلاف بھی بناتے ہیں جس میں رکھ کر ان سب کو اپنے توشہ دان میں رکھ لیتے ہیں جب دسترخوان بچھتا اور سب ساتھی کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو اس چمچہ کو نکال کر دسترخوان پر رکھ دیتے ہیں۔ اوپر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ اس قدر آدمیوں میں صرف ایک چمچہ رکھا ہے، لیکن اس کے جوف سے یکے بعد دیگرے نو چمچے اور نکل آتے ہیں۔ جب میں بعلبک پہونچا تھا تو شام ہو گئی تھی، اور دمشق دیکھنے کا اشتیاق زیادہ دامنگیر تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن میں دمشق روانہ ہو گیا۔
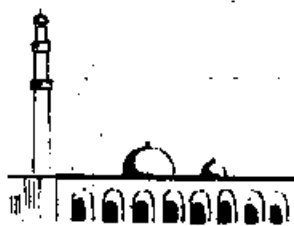
جنت الشرق دمشق

دنیا کا سب سے زیادہ حسین و جمیل خطۂ رعنا

دمشق میں میرا داخلہ رمضان المعظم ۷۲۶ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) کو ہوا، یہاں کے ایک مدرسہ مالکیہ میں جو شرابشیہ کے نام سے عام طور پر معروف ہے قیام ہوا۔

دمشق کو بغیر کسی مبالغہ کے بالکل بجا طور پر حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی اور سحر طرازی کے لحاظ سے دنیا کے تمام شہروں پر تفوق اور برتری حاصل ہے زیادہ سے زیادہ تطویل اور تفصیل کے ساتھ اگر اس کے محاسن بیان کئے جائیں، اور جو بظاہر یکسر غلط معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ درحقیقت اصل خوبیاں سے کم ہی ہوں گے، کون زبان ہے جو اس کی تعریف کر سکتی ہے؟ اور کون قلم ہے جو اس کی مدح سرائی کا حق ادا کر سکتا ہے؟ مشہور سیاح عالم ابن جبیرؒ نے دمشق کے محاسن کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ حرف آخر ہے، میں کہنا چاہوں تو بھی اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔

دمشق کے بارے میں مشہور سیاح ابن جبیر کے تاثرات

ابن جبیر کہتے ہیں۔۔

دمشق جنت الشرق اور نور مشرق کا مطلع ہے، جہاں تک بلاد اسلامیہ کے متعلق جانتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر کوئی شہر نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے تمام شہروں کو جہاں تک میں نے دیکھا ہے یہ اپنی زینت و آراستگی، دلچسپی، و دل آویزی اور کمال حسن و خوبی میں ایک دلہن یا اس حسین آدمی کے مانند ہے، جو پھولوں اور کلیوں کے زیورات سے سجا ہوا ہو اس کے باغات اور سبزہ زار گویا سبز لباس

ہیں ملبوس ایک پیرا زحسن وخوبی معشوق ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان اور بلند پائگاہ مکانات نے اس میں ایک جلوہ پیدا کر دیا ہے، اور مکانات بھی ایسے کہ جن میں زینت و آراستگی اور سجاوٹ کی انتہا کر دی گئی ہو۔

عیسٰی اور مریم علیہما السّلام کا مولد دمشق ہی تھا

اس شہر کی عظمت اس سبب اور بھی دوبالا ہو گئی ہے کہ یہاں حضرت عیسٰی علیہ السّلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السّلام نے ایک ایسی جگہ پر مقام قیام کیا ہے، جو ایک عمدہ شیریں چشمہ پر مشتمل اور جس کے ہر چہار اطراف درخت لہلہا رہے ہیں، اور درمیان میں آب سبیل ہے، اس شہر میں صرف نیک صفات اور خوشحال آدمیوں کا گذر ہے، برے یہاں سے اس قدر خوف زدہ ہو کر بھاگتے ہیں، جس طرح موذی سانپ لوگوں کو دیکھ کر راستہ سے بھاگ جاتا ہے یہاں کی آب و ہوا اس قدر پاکیزہ اور لطیف ہے کہ اگر کوئی مرتا ہوا آدمی بھی آجائے تو اس کی جان میں جان آجائے، تمام شہر ایسی خوبی اور آب و تاب اور چمک دمک سے معمور ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ صیقل کیا ہوا ہے، اور اس قدر روح انگیز اور جاذب قلوب ہے کہ گویا ناظرین سے بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ بس یہی تمہارا ملجا و ماوی ہے، اس سے بڑھ کر تمہیں کوئی آرام گاہ نہ ملے گی چشموں اور نہروں سے یہاں کی سرزمین ایسی آسودہ اور سیراب ہے کہ اگر اس کی حقیقت دریافت کرنے کا اشتیاق اور تشنگی پیدا ہو تو عجب نہیں۔ یہاں کی پتھریلی زمین بھی اپنی شادابی کے باعث بآواز بلند پکار پکار کہہ رہی ہے کہ اگر تمہیں نہانے دھونے اور پینے کے لئے ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہے تو ذرا پاؤں سے مجھے ٹھکرا دو پھر قدرت خداوندی کا تماشا دیکھو۔

اس چمکتے دمکتے شہر کے اطراف میں سبزہ زار و باغات اس خوبی سے واقع ہوئے ہیں کہ گویا چاند کے گرد ہالہ یا جس طرح رسیلا پھل اپنے پوست کے غلاف میں ہوتا ہے، اس کے مشرق میں جہاں زمین کا نشیب واقع ہے، جہاں تک نگاہ جاتی ہے، عجیب دل چسپ منظر ہے اسی طرح یہاں کے جس خطے اور مقام کو دیکھے حد نظر تک سوائے سرسبزی اور شادابی کے اور کچھ نہیں نظر آتا۔ کیا مجال ہے کہ کمال تازگی اور دل چسپی کے باعث دیکھنے والا پلک تک تو مار لے۔ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں اگر جنت ہے تو بس دمشق کے سوا کوئی اور کہیں نہیں۔ اور اگر عالم بالا میں ہے تو اسی دمشق کی طرح۔

ابن جزی کا قول ہے کہ ہمارے شیخ محدث و سیاح شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابن جابر ابن

لسان قیس ولدی اَشی نزیل تونس نے دمشق کی خوبیاں فرماکر ابن جبیر کے کلام کی تصریح فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جس ڈھنگ سے ابن جبیر نے دمشق کی تعریف کی ہے اور جس طرز سے اس کا حال بیان کیا ہے، اس سے ایک جوش امنگ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

دمشق کی تعریف میں شعرا نے بھی جولانی طبع کا مظاہرہ کیا ہے شرف الدین بن الحسن کہتے ہیں۔

یکاد بہا الحصباء درو تربہا	یہ ایسا شہر ہے جہاں سنگریزے گوہر کا حکم رکھتے ہیں جس
عبیر وأنفاس الشمال شمول	کی خاک عبیر اور باد شمال شراب کی تاثیر رکھتی ہے۔

ابو الحسن غرناطی کا کلام ہے:۔

القضیب راقصہ والطیر صادحہ	وہاں کے نیستان کے درختوں کی لچک گویا ہے ایک رقص ہے پرندے
والزھر مرتفع والماء منحدر	زمزمہ سنج ہیں کلیاں بلند شاخوں پر مسکرا رہی ہیں اور پانی جاری ہے۔

باشندگان دمشق کا معمول کہ ہفتہ کے روز کوئی کاروبار نہیں کرتے اور سب لوگ سیر گاہوں اور باغات میں جاکر جاری چشموں کے کنارے پھول دار درختوں کے سایہ میں میلہ لگاکر جمع ہوتے ہیں۔ اور شام تک عیش و نشاط اور تفریح و انبساط میں بسر کرتے ہیں۔

دمشق کی یگانۂ روزگار مسجد جامع یعنی جامع بنی امیہ

یہ مسجد تمام روئے زمین کی مسجدوں میں سب سے بڑی ہے اور بلحاظ کاریگری کے تمام دنیا کی مساجد میں اتقان صناعت، بداعت حسن اور بہجت کمال کے لحاظ سے فائق ہے نہ دنیا کی کوئی مسجد اس کی نظیر ہے اور نہ مشابہ امیر المومنین ولید ابن عقبہ بن عبد الملک ابن مروان نے تیار کرانے کا بار اپنے ذمہ لیا تھا۔ جب امیر کو اس مسجد کی تیاری کا خیال ہوا تو اس نے روم کے بادشاہ کے نام ایک امر تحریر بھیجی۔ کہ فن معماری کے بہترین ماہر میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ حسب الحکم بارہ ہزار چیدہ چیدہ معمار امیر کے پاس روانہ کیئے گئے، اب جس مقام پر یہ مسجد واقع ہے، وہاں اس سے پہلے مسیحوں کا بہت بڑا گرجا تھا۔ جب مسلمانوں نے دمشق فتح کیا تو یوں ہوا کہ ایک طرف سے حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوئے، اور برابر نصف کنیسہ تک آگئے چنانچہ نصف حصہ تو ان کے قبضہ میں بزور شمشیر آیا، اور ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہ دمشق کی مغربی سمت سے برنبائے صلح داخل ہوئے، اس طرح باقی نصف کنیسہ جو برنبائے شرائط صلح مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ اس پر انہوں نے مسجد بنائی اور باقی نصف حصہ جو برنبائے شرائط صلح مسلمانوں کے

نصرت میں آیا تھا۔ وہ بدستور گرجا رہا[1]

جب ولید نے مسجد میں وہ نصف گرجا بھی شامل کرنے کا ارادہ کیا تو شاہ روم سے کہا کہ آپ اس نصف حصہ کو میرے ہاتھ فروخت کر ڈالیے۔ اور جس قدر قیمت مانگیں میں دینے کو تیار ہوں لیکن شاہ روم نے ولید کی اس خواہش کو مسترد کر دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا کسی طرح تصفیہ نہیں ہوتا تو پھر اسے جبریہ لے لیا[2] مسیحیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس گرجا کو جو منہدم کرے گا۔ مجنوں ہو جائے گا۔ چنانچہ اس امر کا لوگوں نے ولید سے بھی تذکرہ کیا کہ لوگ اسے منہدم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ یہ سن کر ولید نے خود کدال لی۔ اور یہ کہہ کر گرجا منہدم کرنا شروع کر دیا۔ "کہ میں خدا کی راہ میں پہلے مجنوں ہونے کو تیار ہوں!"

جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو اس کی اتباع میں سب نے کھودنا شروع کیا، اور اللہ نے مسیحیوں کا زعم باطل کر دیا۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تو ولید نے طرح طرح کے طلائی نگینوں سے جن میں طرح طرح کی رنگ آمیزی ہے خوب سجایا

مسجد کی تعمیری خوبیاں اور فن کاریاں

طولاً مشرق سے مغرب کی سمت اس کی وسعت دو سو قدم ہے۔ جو تین سو گز کے قریب ہوتے ہیں اور قبلہ کی جانب جوف تک چوڑائی ایک سو پینتیس قدم ہے، جو دو سو گز کے برابر ہوتے ہیں۔ اس کی کلیاں رنگین بلوری ہیں جن کی تعداد چوہتر ہے، اس میں شرقاً و غرباً تین مستطیل فرش ہیں ہر فرش کی چوڑائی اٹھارہ قدم ہے، مسجد چوّن ستونوں پر قائم ہے جن کے درمیان آٹھ گچکاری کے پیل پائے ہیں، اور چھ سنگ مرمر کے یہ عمدہ رنگین پتھروں سے مرصع ہیں نگینوں کی مرصع کاری سے ان میں محرابوں وغیرہ کے خوبصورت نقشے بنائے ہیں، انہی چھ پیل پاؤں پر اس سیسہ کے برج کا بار ہے، جو محراب کے سامنے واقع ہے، اور جسے "قبۃ النسر" کہتے ہیں، مہندسوں (انجینیروں) نے مسجد کی عمارت اس طرز پہ بنائی ہے کہ اگر پوری عمارت پر نظر ڈالی جائے تو "نسر طائر" کی شکل کی معلوم ہوتی ہے، اور قبہ بجائے سر کے نظر آتا ہے،

---

[1] مسلمانوں کی رواداری کی یہ ایسی مثال ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

[2] ولید چونکہ صحیح اسلامی خلیفہ نہیں تھا۔ لہٰذا اس کا یہ فعل نہ اسلام کے مطابق تھا، نہ مستند کا کام ہو سکتا ہے۔۔ (رئیس احمد جعفری)

یہ برج بھی دنیا کی عجیب غریب عمارتوں میں سے ہے، اور دمشق کی تمام عمارتوں سے بلند ہے، خوبی یہ ہے کہ جس رخ سے دیکھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نسر طائر پرواز میں ہے۔ صحن مسجد میں تین سنگین فرش ہیں، جو شرقاً و غرباً اور جنوباً و شمالاً گھومے ہوئے ہیں۔ ہر فرش دس قدم عریض ہے، ان سنگین فرشوں پر بھی چودہ ستون اور چھتیس پیلپائے نصب ہیں، کل صحن کی بحیثیت مجموعی سو گز چوڑائی ہے اور صحن بھی نہایت عمدہ مناظر میں سے ہے، جس کی خوبصورتی بدرجہ اتم ہے، صحن میں شام کو مغرب کے وقت کیا قاری اور کیا محدث سب ہی جمع ہوتے ہیں، نماز عشاء پڑھ کر اپنے اپنے مکانات کو واپس جاتے ہیں۔ ان میں سے جو کوئی فقہا اور محدثین میں سے کسی بڑے کو دیکھتا ہے تو اس کی طرف اشتیاق سے نہایت عجلت کے ساتھ جاتا۔ اور ادباً اپنا سر جھکا لیتا ہے۔

قبہ حضرت عائشہؓ و قبہ حضرت زین العابدینؒ

صحن میں تین قبے ہیں جو غربی جانب ہے، وہی سب سے بڑا ہے، اور قبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشہور ہے، قبہ سنگ رخام کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے، ہر ستون طرح طرح رنگین نگینوں سے مرصع کار ہے، اور چھت سیسہ کی بنی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسجد کا مالی خزانہ اسی قبہ میں رہا کرتا تھا۔ لوگ مجھ سے کہتے تھے کہ مسجد کی متعلقہ جائداد کی پچیس ہزار دینار طلائی سالانہ کی آمدنی ہے، اس صحن کی شرقی جانب ایک اور قبہ ہے، یہ غربی جانب کے قبہ سے گو چھوٹا ہے، لیکن اس کی وضع قطع اسی کی سی ہے، یہ سنگ رخام کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے، اسے قبہ زین العابدین کہتے ہیں، تیسرا قبہ وسط صحن میں ہر دو مذکورہ قبوں سے چھوٹا ہے، اس کی سنگ رخام کی ہشت پہل عمارت اور نہایت شوخ سنگ سرخ چار ستونوں پر قائم ہے۔ قبہ کے نیچے لوہے کا ایک کٹہرا ہے، اس میں پیتل کا ایک نل لگا ہوا ہے، اس سے ایک فوارہ جاری ہے، یہ نہایت صفائی کیساتھ بہت بلند ہو کر گرتا ہے، اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا چاندی کی جریب کھڑی ہے۔ یہاں کے لوگ اس کٹہرے کو "قفص الماء" پانی کا پنجرہ، کہتے ہیں، اور اس میں منہ لگا کر پانی پینا اچھا سمجھتے ہیں صحن کی شرقی جانب ایک دروازہ ہے۔

مشہد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

اس دروازہ میں جانے سے آدمی ایک اور مسجد میں جا پہنچتا ہے جو نہایت بدیع الوضع ہے اسے مشہد

علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں، دروازہ کے مقابل غربی جانب غربی اور جنوبی ہر دو سنگین فرشوں کے مقام اتصال پر ایک در مقام ہے، اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے حدیث روایت کی ہے۔ مسجد کے قبلہ کے رخ ایک بہت بڑا مقصورہ ہے جس میں شافعی امام امامت کرتا ہے،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مصحف کریم

اس درجہ کے شرقی رکن میں محراب کے مقابل ایک بہت بڑا حجرہ ہے جس میں وہ قرآن شریف رکھا ہوا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ملک شام روانہ فرمایا تھا۔
یہ حجرہ ہر جمعہ کو بعد نماز کھولا جاتا ہے۔ اس کلام مجید کی زیارت کرنے والوں کا بڑا ہجوم رہتا ہے، یہ لوگ اسے چومتے ہیں، اور اسی مقام پر قرضہ داروں اور مدعا علیہم سے حلف لیتے ہیں۔

محراب صحابہ کے بارے میں ایک بیان

اس درجہ کے بائیں جانب "محراب الصحابہ" ہے مورخین کہتے ہیں کہ یہ پہلی محراب ہے جو عہد اسلام میں بنائی گئی ہے۔ اس درجہ میں مالکی امام امامت کرتا ہے

محراب الحنفیہ، حنفیوں کی محراب

اس درجہ کے داہنی جانب "محراب الحنفیہ" ہے اس میں امام الحنفیہ امامت کرتا ہے۔

محراب الحنابلہ، حنبلی مسلک کے لوگوں کی محراب

اس درجہ سے ملی ہوئی "محراب الحنابلہ" ہے یہاں امام الحنابلہ کرتا ہے،

مسجد کے مینار اور ان کی کیفیت!

مسجد ہذا سے متعلق تین منارے ہیں، ایک جانب مشرق ہے، یہ مسیحیان روم کی عمارات میں سے ہے، اس کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے، اس کے نیچے طہارت گاہ اور وضو کے لئے بہت سے مقامات بنے ہیں، یہاں معتکفین اور متعلقین مسجد نہاتے اور وضو کرتے ہیں۔ دوسرا مغربی جانب

ہے یہ بھی سیجان روم کی عمارات میں سے تیسرا شمال کی طرف مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے۔
اس کے موذنوں کی تعداد تقریباً ستر ہے، اس کے شرقی جانب ایک بہت بڑا مقصورہ سوڈان کے طالف ذیالحد کا ہے اس میں پانی کا تالاب ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا مبینہ مزار

وسط مسجد میں حضرت ذکریا علیہ السلام کا مزار مبارک ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دو ستونوں کے درمیان ایک ترچھا تابوت ہے، جس پر سیاہ ریشم کا غلاف پڑا ہوا ہے، اور سفید ریشم سے یہ عبارت کڑھی ہوئی ہے، یَا زَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامِنِ اسْمُہٗ یَحْیٰی (اے ذکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔)

مسجد دمشق کے فضائل و برکات و محاسن

اس مسجد کے فضائل مشہور ہیں، چنانچہ میں نے دمشق کے فضائل میں پڑھا ہے، حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ مسجد دمشق میں ایک نماز پڑھنے سے ستر نمازوں کا ثواب ملتا ہے، ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمام دنیا کے اجڑ جانے کے بعد بھی اس مسجد میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے گی، وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد کی قبلہ سویہ دیوار حضرت ہود علیہ السلام نے بنائی تھی۔"

حضرت ہود علیہ السلام کا مبینہ مزار مبارک

حضرت ہود علیہ السلام کا مزار مبارک بھی اسی دیوار میں ہے، لیکن ظفار الیمن کے قریب ایک شہر ہے جسے وہاں کے باشندے "احقاف" کہتے ہیں وہاں میں نے ایک مکان دیکھا ہے جس میں ایک مزار تھا۔ اور اس پر عبارت ذیل لکھی ہوئی تھی۔ ھٰذا قبر ھود بن عابر صلی اللہ علیہ وسلم (یہ ہود بن عابر صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے)۔

اس مسجد کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ قرأت قرآن شریف اور ادائے نماز سے بہت خالی رہتی ہے چنانچہ اس کا آئندہ ذکر آئے گا۔

مسجد میں ذکر و شغل اور عبادت کی کثرت

روزانہ لوگ نماز صبح کے بعد اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اور قرآن شریف کی منزل پڑھتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد "قرات کوثریہ" کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور سورت کوثر سے آخر قرآن شریف تک ختم کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو قرات کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان کے لیے وظائف مقرر ہیں، ان وظیفہ خوار لوگوں کی تعداد چھ سو ہے، ان پر ختنہ نویس بھی مقرر ہیں، جو وظیفہ خوار ختم میں غیر حاضر ہوتا ہے، اسے لکھ لیتے ہیں جب وظیفہ تقسیم ہوتا ہے تو غیر حاضری کا وظیفہ کاٹ لیا جاتا ہے۔

مسجد ہذا میں مجاوروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتے، اور ہر وقت نماز و قرات اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، اور اس شغل سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے اور شرقی مینار کے نیچے والی طہارت گاہ میں جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں وضو کرتے ہیں، اور باشندگان شہران لوگوں کی بلا ان کی درخواست کے کھانا اور کپڑے سے مدد کرتے ہیں۔

مسجد کے دروازے، حضرت خالد سیف اللہ کا پرچم

اس میں چار دروازے ہیں پہلا مغرب رویہ ہے اسے "باب الزیادۃ" کہتے ہیں، دروازہ ہذا پر اس برچھی کا ٹکڑا ہے جو حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے پرچم میں لگی تھی۔ دروازہ کے آگے وسیع دہلیز ہے جس پر مختلف پیشہ وروں کی دکانیں ہیں اسی دروازہ سے دارالخیل کی طرف جاتے ہیں جب اس سے نکلتے ہیں تو بائیں جانب شمشیروں کا بازار پڑتا ہے یہ بازار بہت بڑا اور دور تک مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے، اس کا دمشق کے بہترین بازاروں میں شمار ہوتا ہے۔

وہ خرابہ جہاں امیر معاویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ رہتے تھے،

اب جہاں یہ بازار ہے پہلے یہاں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے خاندان کے مکانات تھے، اور اس زمانہ میں اس کا نام "خضراء" تھا۔ اسے بنی عباس نے ڈھا دیا تھا۔ اور وہاں بازار بن گئے۔ مسجد کا مشرقی دروازہ اس کے تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ اسے "باب جیرون" کہتے ہیں۔ اس کی ایک بہت بڑی دہلیز ہے، پھر اس سے نکل کر ایک بہت بڑا صحن ملتا ہے، جس کے آگے پانچ دروازے ہیں، اور چھ بڑے بڑے ستون ہیں۔

مشہد امام حسین علیہ السلام!

دروازہ کی بائیں جانب ایک بہت بڑا مشہد ہے، اسی میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر
ک تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی
ف منسوب ہے۔ اس میں پانی کا ایک چشمہ بھی ہے، اس سنگین فرش کے مکان کے سامنے
ترتیب سے بنی ہوئی سیڑھیاں ہیں، ان سے اترنے کے بعد ایک دہلیز کے پاس باؤلی ہے،
یک بڑی خندق کے مانند ہے، ایک بہت بڑے دروازے سے جا کر ملتی ہے جس کے نیچے
یر کے درخت کی طرح بہت طویل ستون ہے، دہلیز کے ہر دو جانب بھی بہت سے ستون
ں جن پر چکر دار راستے بنے ہوئے ہیں ان راستوں پہ بزازوں وغیرہ کی دکانیں ہیں، اور ان پر جو
طیل راستے ہیں، ان پہ جوہریوں اور کتب فروشوں اور عجیب وغریب شیشہ آلات کے کاریگروں
دکانیں ہیں، پہلے پھاٹک سے متصل ایک کشادہ صحن میں بڑے بڑے شاہدوں کی بیٹھکیں ہیں، ان
شافعی المذہب گواہوں اور باقی کل مختلف مذاہب والوں کی نشست گاہ میں پانچ پانچ چھ چھ
ک گواہ اور نکاح پڑھنے والے قاضی کی طرف سے مقرر ہیں ان تمام گواہوں کے شہر میں حلقے
ان دکانوں کے قریب کاغذی بازار ہے، یہاں کاغذ اور قلم روشنائی وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔

دہلیز کے درمیان سنگ رخام کا ایک حوض بنا ہوا ہے اور اس پر بغیر چھت کا ایک قبہ سنگ رخام
ستونوں پر بنا ہے۔ حوض کے وسط میں ایک برنجی نل ہے، جو پوری قوت سے پانی کی قد آدم چادر
ہوا میں اچھالتا ہے کہ وہ منظر بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اسے فوارہ کہتے ہیں۔

گھڑیالی دروازے کے عجیب خصائص

باب جیرون کے باہر کی طرف وہ گھڑیالی دروازہ ہے، جس کی شکل ایک بڑی کھڑکی کی ہے، اس میں
ٹے چھوٹے طاق ہیں، اور ان میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں، ان کھڑکیوں کی تعداد دن کے گھنٹوں کی تعداد کے
ہے۔ یہ ساری کھڑکیاں رنگین ہیں۔ اندر سے سبز رنگ کی ہیں باہر سے زرد رنگ کی جب دن کا ایک گھنٹہ
ر جاتا ہے تو اندرونی سبز رنگ کا حصہ باہر ہو جاتا ہے اور بیرونی زرد رنگ اندر ہو جاتا ہے، کہتے ہیں
رونی کھڑکی کے اندر بھی یہ چھوٹی کھڑکیاں ہیں کوئی شخص مقرر ہو جو گھنٹے گزرنے کے بعد ان کا رنگ اپنے ہاتھ سے بدلتا رہتا ہے[1]

---

[1] بقول احمد جیرانڈسی یہ پانی کی گھڑی ہے۔

مسجد کے غربی دروازہ کا نام "باب البرید" یعنی ڈاک کا پھاٹک ہے۔

مدرسہ شافعیہ کی ہیئت اور کیفیت

دروازہ کی بیرونی جانب داہنی طرف "مدرسہ شافعیہ" ہے جس کی ایک دہلیز ہے اس پر شمع فروشوں کی دکانیں ہیں، اور میوہ فروشوں کی دکانوں کی بھی ایک قطار ہے۔ اس کی اوپر کی جانب ایک بہت بڑا پھاٹک ہے جس میں سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں، اس پھاٹک کے ستون بہت بلند ہیں۔ اور دائیں بائیں دو گول ستادے ہیں۔

جہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ رہا کرتے تھے

باب الجوفی کی جو باب السلفانیین کے نام سے مشہور ہے، دہلیز بہت بڑی ہے، اس دروازہ سے باہر نکلتے ہوئے داہنی طرف ایک خانقاہ بھی پڑتی ہے اس کا نام "الشمیعانیۃ" ہے، اس کے وسط میں ایک تالاب ہے، اور اس میں بہت سی طہارت گاہیں ہیں جن میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے، کہتے ہیں کہ اسی مقام پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔ مسجد کے چاروں دروازوں پر وضو کے لئے ایک ایک مقام بنا ہوا ہے اور ہر مقام میں سو سو حجرے ہیں، ان میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے۔

مختلف اور متعدد فقہی مسلک رکھنے والے اماموں کا تقرر

اس مسجد میں تیرہ امام ہیں پہلا "امام شافعیؒ" ہے جب میرا اس مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا تھا، تو قاضی القضاۃ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن القزوینی امام الشافعیہ تھے۔ یہ بہت بڑے فقہا میں سے ہیں۔ اور اس مسجد کے خطیب تھے۔ "دار الخطابۃ" میں رہا کرتے تھے، اور مقصورہ کے پاس جو آہنی دروازہ ہے اس سے عداوت رکھتے تھے۔ یہ وہی دروازہ ہے جس سے امیر معاویہ باہر نکلا کرتے تھے[1] اس کے بعد جلال الدین مذکور کو بلاد مصریہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا چونکہ قاضی مذکور دمشق میں ایک لاکھ درہم کے قرضدار تھے، اس لئے جب ملک الناصر نے انہیں بلاد مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تو پہلے ان کا قرضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا تھا۔

---

[1] یہ پہلی بدعت تھی جس کا اظہار امیر المومنین کی طرف سے ہوا تھا۔ ورنہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ مسجد میں ہی شہید ہو گئے مگر انہوں نے یہ احتیاط بھی گوارا نہ کیں۔ (رئیس احمد جعفری)

شافعیوں کا امام سب سے پہلے نماز پڑھاتا تھا۔ جب یہ سلام پھیر چکتا تھا تو مشہد علی والا امام نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا۔ اس کے سلام پھیرنے کے بعد مشہد امام حسین والا امام نماز شروع کرتا۔ بعد ازاں امام الکلاسہ۔ پھر مشہد ابی بکر والا پھر مشہد عمر والا پھر مشہد عثمان والا، پھر مالکی امام۔

جب میں یہاں آیا تو مالکی امام فقیہ ابو عمر بن ابوالولید ابن الحاج التجیبی تھے، جو قرطبہ کے رہنے والے ہیں، غرناطہ جن کا مولد ہے، اور اب دمشق میں بود و باش رکھتے ہیں۔ یہ اور ان کی شرکت میں ان کے بھائی باری باری امامت کرتے تھے۔ حنفی امام میرے زمانہ میں فقیہہ عماد الدین الحنفی المعروف بابن الرومی تھے، جو بہت بڑے صوفی وقت بھی تھے، اور خانقاہ خاتونیہ کے شیخ آپ ہی تھے، آپ کی بہت بڑی ذاتی خانقاہ بھی تھی۔ امام حنابلہ شیخ عبداللہ الکفیف تھے از قاریان دمشق تھے ائمہ مذکورہ کے ماسوا قضا فوائیت کے لیے پانچ امام رہتے تھے، یہاں آغاز روز سے ثلث لیل تک برابر نمازیں ہوتی رہتی تھیں۔ اسی طرح قرأت قرآن مجید کی بھی یہی حالت تھی، یہ ہیں اس جامع مبارک کے مفاخر،

مدرسین و معلمین اور انداز و اصول تعلیم و تدریس

اس مسجد میں فنون مختلفہ کی تدریس کے بہت سے حلقے منعقد رہتے ہیں۔ محدثین حدیث کی کتابیں اونچی چوکیوں پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اور قرآن پڑھنے والے صبح و شام نہایت خوش آوازی سے تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ یہاں صرف قرآن پڑھانے والوں کی کئی جماعتیں ہیں۔ ہر استاد مسجد کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے، بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا ہے، یہ تختیوں پر قرآن شریف لکھانے کی مشق بہ پاس تعظیم نہیں کراتے تھے، بلکہ پڑھ کر سکھلاتے تھے۔ جو لکھنا سکھاتے والا تھا۔ وہ کتابوں سے اشعار وغیرہ لکھ کر لکھنے کی مشق کراتا تھا۔ اس طرح پہلے تو کلام مجید کی تعلیم بچہ حاصل کرتا ہے، اور پھر منشی کے پاس لکھنے جاتا ہے، کیونکہ لکھانے والے اشخاص صرف لکھانا ہی جانتے تھے، اس لیے جو طلبا ان سے خطاطی سیکھتے تھے، ان کا خط نہایت اچھا ہو جاتا تھا۔

یہاں کے مدرسین میں سے عالم و صالح برہان الدین ابن الفرکاح الشافعی و عالم صالح نورالدین ابو الیسر بن الصائغ فضل و صلاح میں مشہور ہیں، جس زمانہ میں جلال الدین القزوینی کو مصر کے عہدہ قضا پر بھیج دیا گیا تو ان کی جگہ نورالدین ابوالیسر کو دمشق کے عہدۂ قضا پر مامور کیا گیا۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ کیا۔ ان کے علاوہ میں شہاب الدین بن جہبل کبار علماء میں سے ہیں۔ جب ابوالیسر نے عہدۂ قضا کے منظور

کرنے سے انکار کر دیا۔ تو یہ دمشق سے بایں خوف بھاگ کھڑے ہوئے کہ کہیں اس عہدہ کا طوق میرے گلے میں نہ ڈال دیا جائے جب ملک الناصر کو یہ خبر پہونچی تو دمشق کی قضاۃ پہ دیار مصر کے شیخ الشیوخ قطب العارفین۔ لسان المتکلمین علاؤ الدین القونوی کو مامور کیا۔ آپ کبار فقہا میں سے تھے، امام فاضل بدر الدین علی السخاوی المالکی بھی بڑے پایہ کے عالم ہیں۔

قضاۃ دمشق، حنفی قاضی کے رعب وادب کا عالم

دمشق کے شافعی قاضی القضاۃ کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی تھے، اب رہے مالکی قاضی سوان کا نام شرف الدین ابن خطیب الفیوم ہے آپ نہایت حسن الصورۃ اور رؤسائے کبار اور شیخ الشیوخ صوفیہ میں سے ہیں، عہدہ قضاۃ میں ان کے نائب شمس الدین ابن القفصی ہیں، مدرسہ صمصامیہ میں عدالت کیا کرتے تھے، عائلی مقدمات انہی کے اجلاس میں ہوا کرتے تھے ان کا رعب وہیبت کا یہ حال تھا کہ جس سے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ تمہیں عماد الدین کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ بے چارہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے ہی آدھا رہ جاتا تھا۔ حنابلہ کے قاضی امام صالح عزالدین ابن مسلم ہیں، آپ نہایت اعلیٰ قاضیوں میں سے تھے، عدالت سے اپنے دولت خانہ پہ خچر پہ سوار ہو کر واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حجاز تشریف تشریف لے گئے۔ تو مدینہ طیبہ پہنچ کر وفات پائی۔

امام ابن تیمیہ کے فتور دماغی کی شکایت

دمشق میں کبار فقہائے حنابلہ میں امام تقی الدین ابن تیمیہ کا شمار ہوتا ہے، عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے، گو بہت سے فنون میں انہیں قدرت تکلم تھی، لیکن دماغ میں کسی قدر فتور آگیا تھا۔ ا اہل دمشق ان کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتے یہ منبر پہ بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ کوئی ایسا مسئلہ بیان فرمایا جس کی فقہائے وقت نے سخت مخالفت کی ۲ اس پہ ملک الناصر کی طرف سے آپ کے نام احکام صادر ہوئے کہ مع اپنے متبعین کے قاہرہ میں حاضر دربار ہوں، اور دربار میں بہت سے قاضی اور

---

۱ اصل عربی عبارت یہ ہے: " انّ فی عقلہ شیئا "! (رئیس احمد جعفری)

۲ ان امور کا تعلق امام صاحب کے مجتہدات سے تھا (رئیس احمد جعفری)

بھی بلائے گئے۔ ان میں سے شرف الدین الزواوی المالکی بھی تھے۔ زواوی نے کہا یہ شخص یہ کہتا ہے اور یہ کہتا ہے۔ اس طرح کئی الزامات لگائے دیگر فقہا نے جو اعتراضات کئے اور آپ کے خلاف جو الزام کئے تھے سب بیان فرمائے اور قاضی القضاۃ دربار کے سامنے الزام مذکور کے متعلق ایک تحریر پیش کی۔ اسے دیکھ کر قاضی القضاۃ نے ابن تیمیہ سے فرمایا کہ آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" قاضی القضاۃ نے پھر مکرر دریافت فرمایا تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ آخر ملک الناصر نے انہیں حوالہ زندان کر دیا۔ چنانچہ آپ کئی سال تک قید میں رہے۔ یہیں چالیس جلدوں میں ایک قرآن شریف کی تفسیر لکھی۔ جس کا نام البحر المحیط رکھا۔

امام ابن تیمیہ کے اجتہاد، اور انتہا پسندی کی حیرت انگیز مثال

ایک مرتبہ ابن تیمیہ کی والدہ ملک الناصر کے دربار میں تشریف لائیں، اور آپ نے بیٹے کی رہائی کے متعلق عرض کیا۔ چنانچہ ملک الناصر نے آپ کو رہا کر دیا۔ لیکن رہائی کے بعد پھر آپ سے وہی مخالف باتیں سرزد ہوئیں۔ جب یہ دوسرا واقعہ ہوا تو میں دمشق میں موجود تھا۔ ایک مرتبہ میں ابن تیمیہ کے پاس جمعہ کے دن گیا۔ یہ جامع مسجد میں بیٹھے وعظ فرما رہے تھے، آپ نے کہا خدا ئے برتر آسمان سے دنیا پر اس طرح اترتا ہے، جس طرح دیکھو یہ میں ممبر سے اترتا ہوں[1]۔ ایک زینہ اتر کر دکھایا۔ اس پر ایک مالکی فقیہ جس کا نام ابن الزہرا تھا۔ مخالفت میں کھڑا ہو گیا۔ تمام اہل فقیہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر گھونسوں اور جوتوں سے پیٹا کہ اس کا عمامہ گر پڑا۔ اور سر پر ریشمی ٹوپی دکھائی دیتی جس کو لوگوں نے اس کا استعمال ناجائز قرار دیا۔ اور اسے سب لوگ عز الدین بن مسلم قاضی حنابلہ کے گھر پکڑ کر لے گئے جس نے اسے جیل خانہ بھیجنے کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن فقہائے مالکیہ اور شافعیہ نے یہ ناجائز تصور کی۔ اور ملک الامراء سیف الدین تنکیز کی عدالت میں مرافعہ دائر کیا۔ جو صلحاء اور امراء میں سے تھا۔ اس نے ملک الناصر کو ایک تحریر بھیجی اور ابن تیمیہ کے امور منکرہ کے متعلق ایک دستاویز روانہ کی۔ ان کے امور منکرہ میں سے ایک یہ امر بھی تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں" تو صرف ایک طلاق پڑتی ہے[2]۔ دوسرا یہ امر تھا کہ اگر کوئی شخص زیارت مزار مبارک رسول اللہ صلعم

---

[1] امام صاحب کی انتہا پسندی ایک مسلم حقیقت ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] یہ امام صاحب کا اجتہاد تھا۔ اور جیسا کہ ابو زہرہ نے بتایا یہ شیخ فقیہ کے بسیط و عمیق مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ اور میرے نزدیک امام صاحب کا یہ اجتہاد عین مقتضائے اسلام تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

علیہ وسلم کے لئے سفر کرے تو اسے قصر نماز پڑھنی چاہئے[1] علاوہ ازیں اور بھی ایسے ہی امور ا
نے لکھ کر ملک الناصر کو بھیجے۔ ملک مذکور نے انہیں ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن تیمیہ کے قلعہ میں قی
رہنے کے متعلق احکام صادر فرمائے چنانچہ آپ قلعہ میں قید کر دیئے گئے اور یہیں انتقال فرمایا۔

دمشق کے مدارس کی ضروری تفصیل

دمشق میں شافعیہ کے بہت سے مدرسے ہیں۔ ان میں سے عادلیہ سب سے بڑا ہے، اس
میں قاضی القضاۃ کا اجلاس ہوتا ہے، اسی کے مقابلہ میں مدرسہ ظاہریہ ہے۔ اس میں ملک الظا
کی قبر ہے، اور نائب القاضی کا اجلاس ہوتا ہے، نائبان قاضی میں سے فخر الدین القبطی ہیں، ان
کے والد قبط کے منشیوں میں سے تھے، لیکن مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے، نیز نائبان قاضی میں سے
جمال الدین ابن جملہ بھی ہیں۔ آپ قضاۃ شافعیہ کے عہدۂ قضا کے متولی بھی ہو گئے
تھے۔ لیکن ایک عجمی شخص ظہیر الدین کے ساتھ جور وستم کرنے کے الزام میں ملک الناص
نے معزول کر دیا تھا۔

دمشق کے مدرسۂ حنفیہ اور دوسرے فقہی مدارس

دمشق میں حنفیہ کے بہت سے مدرسے ہیں ان میں سب سے بڑا مدرسہ سلطان نور الدین کا ہے، جہ
میں قاضی القضاۃ حنفیہ کا اجلاس ہوتا ہے، اور مالکیہ کے تین مدرسے ہیں ان میں سے ایک صمصامیہ ہے
جس میں قاضی القضاۃ مالکیہ رہتا ہے، اور اجلاس بھی یہیں کرتا ہے۔ دوسرا مدرسہ نوریہ ہے، اسے نور الدین
محمود زنگی[2] نے بنوایا تھا۔ تیسرا مدرسہ شرابشیہ ہے، اسے شہاب الدین الشرابشی تاجر نے تعمیر کرایا تھا۔ حنابلہ کے

---

[1] یہ امام صاحب کی انتہاپسندی کی افسوسناک مثال ہے، وہ زیارت قبور کے سفر کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور جو سفر زیارت
روضۂ رسول کے لئے کیا جائے، وہ بھی ان کے نزدیک سفر نہ تھا، لہٰذا وہ رخصت وسہولت جو شرع نے مسافر کو دی ہے
اس سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] سلطان صلاح الدین ایوبی کا آقا بہت بڑا مجاہد، بہت بڑا مسلمان، بہت بڑا متقی بادشاہ ہونے کے باوجود اپنی
روزی خود کماتا تھا، صلیبی جنگوں کا ریلا نہ روکتا۔ تو بیت المقدس اور شرق اردن کے علاقے عیسائیوں کے تصرف میں
آ جاتے۔ (رئیس احمد جعفری)

ے مدرسے ہیں، ان میں سب سے بڑا مدرسہ نجیبہ ہے۔

ہر دمشق کے آٹھ دروازے ہیں۔ باب الفرادیس، باب الجابیہ، باب الصغیر۔ ان دونوں
وں کے مابین ایک بڑا گورستان ہے، جس میں بے شمار صحابہ اور شہدا رضوان اللہ
لے علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مزارات ہیں۔

شق کے اہم اور قابل ذکر مشاہد و مزارات کے حالات وکوائف

ات ام المومنین ام حبیبہ، امیر معاویہ، بلال مؤذن رسولؐ، صحابی جلیل القدر کعب بن احبارؓ، اویس قرنی وغیرہ

ہ قبرستان جو باب الجابیۃ اور باب الصغیر کے مابین واقع ہے، اس میں حضرت ام حبیبہ
للہ تعالےٰ عنہا اور آپ کے بھائی امیر المومنین، امیر معاویہؓ۔ حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہ صلعم
ں القَشَیری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور کعب الاحبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزارات ہیں۔
ہیلا اجد التفصیل یہ ہے۔

حضرت اویس قرنیؒ اور حضرت کعب بن احبار وغیرہ کی تربت

ں نے قرطبی کی کتاب "المعلم فی شرح صحیح مسلم" میں دیکھا ہے کہ اویس القرنی صحابہ کی ایک
کے ساتھ مدینہ سے شام روانہ ہوئے تھے کہ راستہ ہی میں ایک میدان میں نہ جہاں کوئی عمارت
ہ نہ پانی انتقال فرمایا۔ تمام گروہ کے لوگوں کو بڑی سخت پریشانی دامنگیر ہوئی کہ کیا کیا جائے
بیادہ اتر پڑے کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں تو حنوط، کفن اور پانی سب کچھ موجود ہے، بڑے
ہوئے۔ آپ کو نہلایا، کفنایا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ ابھی قافلہ والے سوار
تھوڑی ہی دور بڑھے تھے۔ کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ آپ کا مزار بغیر
ن کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ یہ کہہ کر جب اسی مقام پر واپس آئے، تو مزار کا کوئی
ن نہ پایا۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ںل عبارت ہے، "العدد الجم" (رئیس احمد جعفری)

کے ساتھ قتل کئے گئے یہی صحیح تر ہے [1]

باب الجابیہ سے متصل باب شرقی ہے۔ اس کے قریب ایک صحرا ہے اس میں ابی بن کعب رسول اللہ صلعم کے صحابی کا مزار ہے اور یہیں عابد و صالح رسلان المعروف بہ باز اشہب کا مزار ہے۔

ان صحابہ کی قبریں جنہوں نے دست رسول پر بیعت رضوان کی تھی!

دمشق کی مغربی جانب ایک صحرا ہے جسے "صحرائے قبور شہداء" کہتے ہیں۔ اس میں حضرت ابی الدرداء آپ کی بیوی حضرت ام الدرداء حضرت فضالہ بن عبید و ثلۃ بن الاسقع اور سہل ابن حنظلہ کے مزارات ہیں۔ یہ لوگ "مبایعین تحت الشجرہ" میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین [2]

صحابی رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قبر

دمشق میں ایک موضع ہے جس کا نام منیحۃ الشرقی ہے اس سے چار میل کے فاصلے پر حضرت سعد ابن عبادہ کا مزار ہے اور ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی ہے۔ مزار مبارک کے سرہانے ایک پتھر پر یہ عبارت تحریر ہے:

هذا قبر سعد بن عبادة الخزرجي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم تسليما۔

یہ سعد ابن عبادہ سردار قبیلہ خزرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا مزار ہے۔ [3]

مشہد حضرت ام کلثوم بنت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما

شہر مذکور سے قبلہ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر ام کلثوم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور

---

[1] یہ حضرت علیؓ کے جاں نثاروں اور فدائیوں میں تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] ان سب نے ایک موقع پر جب یہ مشہور ہو گیا تھا کہ کفار مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے، جان دے دینے کی بیعت رسول اللہؐ کے دست مبارک پر کی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] جلیل القدر صحابی رسولؐ تھے، انصار میں سے تھے، زندگی بھر رسول اللہ کے جاں نثار اور فدائی رہے۔ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

الہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی صاحبزادی کا مزار ہے، کہتے ہیں کہ آپ کا اصل نام زینب تھا، ی خالہ ام کلثوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے زیادہ مشابہ تھیں، اس لئے اپکی کنیت ام کلثوم کر دی تھی، یہاں ایک اعلیٰ درجہ کی مسجد بنی ہے، اور اس کے گرد مکانات ہیں ن کے لیے اوقاف ہیں، لسے دمشق والے "قبر الست ام کلثوم" کہتے ہیں۔

حضرت سکینہ بنت حسین بن علی علیہ السّلام کی قبر

ں ایک اور مزار بھی ہے کہتے ہیں کہ یہ مزار مبارک حضرت سکینہ بنت حسین ابن علی علیہ السّلام زادی کا ہے۔

مریمؑ و دیگر اکابر اسلام، و نقش قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام

ق کے مضافات میں ایک موضع ہے، اس کے مشرق جانب ایک مکان میں ایک ہے ہیں کہ یہ مزار ام مریم علیہا السّلام کا ہے،

ے مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے جسے "درایا" کہتے ہیں یہاں ابی المسلم ابی سلیمان الدارانی رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔

ق کے مشہور بابرکت مشاہد میں سے "مسجد الاقدام" ہے یہ شہر دمشق سے قبلہ کی جانب دو میل پر اس بڑی سڑک کے کنارے واقع ہے جو حجاز شریف، بیت المقدس اور دیار مصر کو گئی ہے بڑی اور کثیر البرکت مسجد ہے اس کے مصارف کے لئے بہت سے اوقاف ہیں، اور ں کی بہت بڑی عظمت کرتے ہیں، وہ اقدام جن کی طرف یہ مسجد منسوب ہو کر "مسجد الاقدام" ان کی یہ صورت ہے کہ قدموں کے نشانات ہیں۔

سجد میں ایک چھوٹا سا حجرہ ہے، اس میں ایک پتھر پر یہ عبارت مرقوم ہے:۔

الصالحین یری المصطفےٰ علیہ	یعنی بعض صالحین نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا
فی النوم فیقول لہ ھھنا قبر	کہ آپ فرمارہے ہیں کہ یہاں ہمارے بھائی موسیٰ علیہ
علیہ السّلام۔	السلام کا مزار ہے ۔

قریب راستہ پر ہی ایک مقام ہے جسے "کثیب الاحمر" کہتے ہیں، بیت المقدس اور قریب ایک موضع بھی "کثیب الاحمر" نام سے معروف ہے، جس کی بیہودیت

عزت کرتے ہیں۔

مسجد کی برکت سے طاعون کی وبا دور ہو گئی

ایک مرتبہ دمشق میں بڑا طاعون پھیلا تھا۔ اس زمانہ میں جیسی ہیں تے اہل دمشق کو اس مسجد کی تعظیم کرتے دیکھا۔ اس سے مجھے بڑا ہی تعجب ہوا۔ ماہ ربیع الثانی کا آخری زمانہ ۷۴۹ھ (مطابق ماہ جولائی ۱۳۴۸ء) تھا کہ ملک الامرا ارغون شاہ نے منادی کرنے والے سے یہ تشہیر کرائی کہ دمشق میں سب آدمی تین دن تک روزہ رکھیں، اور بازاروں میں دن کے کھانے کے لئے ہرگز کوئی چیز نہ پکائی جائے۔ بعد ازاں امراء، شرفا، قاضی، فقیہ اور مختلف درجوں کے آدمی جامع مسجد دمشق میں جمع ہوئے، شب جمعہ کو سب وہیں شب باش ہوئے، کوئی نماز میں مصروف تھا کوئی دعا کرتا تھا، اور کوئی ذکر میں مشغول تھا۔ فجر کے وقت سب نے باجماعت نماز فجر ادا کی اور سب کے سب اس صورت سے پیادہ پا نکلے کہ ہاتھوں میں قرآن شریف تھے، یہود اور انصاری، تورات اور انجیل لئے اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر نکلے، اور سب روتے اور گریہ وزاری کرتے اپنے صحیفوں اور انبیاء کا توسل کرتے ہوئے "مسجد الاقدام" کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دوپہر تک وہاں تضرع و دعا میں مصروف رہے۔ پھر واپس آکر جمعہ کی نماز دمشق کی جامع مسجد میں پڑھی اللہ برتر نے اس فعل کے صلہ میں جہاں دمشق میں دو ہزار اموات روزانہ ہوتی تھیں۔ اور قاہرہ اور مصر میں چوبیس چوبیس ہزار روزانہ اموات کی نوبت پہونچ گئی تھی، اس بلا کو رفع کر دیا۔

دمشق کا منارۂ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

دمشق کے باب شرقی میں ایک سفید منار ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی منار ہے، جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دمشق میں اتریں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے۔[1]

دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے اس کا نام قاسیون ہے، اور صالحیہ اس کے دامن میں واقع ہے یہ شہر بہت بابرکت مشہور ہے کیونکہ انبیا علیہم السّلام کا یہاں سے گذر ہوا ہے۔

---

[1] گو یہ روایت صحیح مسلم میں ہے، لیکن قطعاً مجروح ہے، اور ہرگز اس کی حیثیت مستند نہیں ہے۔
———— (رئیس احمد جعفری)

وہ غار جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کو پہچانا

...ان پہاڑ کی زیارت گاہوں میں سے وہ بڑا پہاڑ بھی ہے جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ ... پیدا ہوئے تھے، یہ غار تنگ مستطیل شکل کا ہے اس غار کے قریب ایک مسجد ہے، اور ... سے ملحق ایک بہت بڑا عبادت خانہ ہے، یہ وہی غار ہے، جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ... ستاروں، ماہتاب اور آفتاب کو دیکھا تھا جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے، غار کے باہر وہ ... بنا ہے جہاں آپ نکل کر تشریف لائے تھے۔

... بلاد عراق میں بھی ایک موضع میں گیا ہوں، جس کا نام برس تھا۔ جو حلتہ اور بغداد کے درمیان ... ہے، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جائے ولادت ہے۔

... یہ موضع ذوالکفل علیہ السلام کے شہر کے قریب ہے اور یہیں ان کا مزار بھی ہے۔

داستان ہابیل قابیل:۔ وہ مقام جہاں ہابیل کا خون موجود ہے

... یہاں کے مشاہد میں سے مغرب کی طرف مغارۃ الدم ہے اور اس سے اوپر کی طرف ہابیل بن آدم علیہ ... کا خون ہے، جس کا سرخ رنگ کا اثر اللہ برتر نے ایک پتھر پر باقی رکھا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں ... ان کے بھائی نے قتل کیا تھا۔ اور اسی غار میں گھسیٹ کر ڈال دیا تھا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس ... ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسےٰ۔ ایوب۔ اور لوط صلے اللہ علیہم اجمعین نے اللہ برتر کی عبادت کی ہے، ... ایک نہایت عمدہ مسجد بنا ہے۔ جس تک جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں۔ مسجد میں بہت سے حجرے ... یہاں کے رہنے والوں کے لئے آبدار خانے بھی بنے ہیں، یہ ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو ... جاتی ہے اور غار میں شمعیں اور چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔

وہ غار جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے

... منجملہ مشاہد متبرکہ کے ایک غار بھی ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، اسے ... حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس پر بھی عمارت بنی ... ہے۔

"الصالحیہ" میں تعلیم بالغاں کا مکمل انتظام

شہر کے شمال کی طرف "ربض الصالحیہ" ہے، یہ اچھا خاصا بڑا شہر ہے اس کے بازار ایسے حسین ہیں کہ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اس میں ایک جامع مسجد، شفا خانہ اور مدرسہ ہے۔ اسے لوگ "مدرسہ ابن عمر" کہتے ہیں۔ سن رسیدہ اور متوسط العمر لوگ جو یہاں قرآن شریف پڑھنا سیکھتے ہیں ان کے لئے یہ مدرسہ وقف ہے، یہاں کے معلموں اور طالب علموں کے لئے کھانے پینے اور کپڑے کے مصارف مقرر ہیں۔ دمشق کے اندر بھی ایک ایسا ہی مدرسہ ہے، اس کا نام "مدرسہ ابن منجا" ہے۔ صالحیہ کے جتنے رہنے والے ہیں سب امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کے متبع ہیں۔

دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے، اس کا نام قاسیون ہے، اور صالحیہ اس کے دامن میں واقع ہے، یہ شہر بہت بابرکت مشہور ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کا یہاں گذر ہوا ہے۔

سرزمین انبیاء و رسل: مشاہدات اور مزارات۔

کہتے ہیں کہ باب الفرادیس اور جامع قاسیون کے درمیان سات سو انبیاء اور بعضوں کا قول ہے کہ ستر ہزار انبیا مدفون ہیں۔

شہر دمشق کے باہر ایک بہت بڑا پرانا قبرستان ہے۔ جس میں بہت سے انبیاء اور صالحین کے مزارات ہیں۔ اس کے ایک جانب جو باغات سے متصل ہے، پست زمین کا ایک حصہ ہے جس میں اب پانی بھرا رہتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ستر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا مدفن تھا۔ چونکہ عرصہ دراز سے یہاں پانی بھرا رہتا ہے، اس لئے کوئی دفن نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی اقامت گاہ "ربوہ"

"ربوہ" کے مکان و مکیں، حمام اور باغات، نہریں اور قدرت کی حیرت انگیز کارفرمائیاں

کوہ قاسیون کے قریب ایک چھوٹی سی متبرک پہاڑی ہے، جسے اللہ برتر نے کلام مجید میں "ذات قرار و معین"[1] فرمایا ہے، یہ پہاڑی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام اور آپ کی والدہ کے رہنے

---

[1] وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔

مقام تھا۔ اس مقام سے زیادہ خوش منظر اور قابل سیر دنیا میں کوئی جگہ نہیں، اس پر بڑے بڑے
مکان اور نہایت نادر مستحکم محل تھے اور عجیب دفریب پرفضا اور دل چسپ باغات ہیں، جو مقام ان
کے بننے کا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا غار ہے، جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا حجرہ بنا ہے اسی کے
ایک اور حجرہ ہے کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے، لوگ یہاں نماز پڑھنے
سبقت سے جانے کی کوشش کرتے ہیں، اس غار میں ایک چھوٹا سا لوہے کا دروازہ ہے
چاروں طرف ایک مسجد گھیرے ہوئے ہے۔ اور اس مسجد کے بہت سے گھومتے راستے ہیں،
مسجد کا سقایہ نہایت خوبصورت ہے۔ اس میں پانی اوپر سے ایک چھتہ میں جو دیوار کے اندر
ہوا ہے، اتر کر حوض میں گرتا ہے، یہ حوض سنگ رخام کا ہے، اور اس قدر خوب صورت
اور واقع ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں، اس حوض کے قریب وضو کے لیے جگہیں بنی ہوئی ہیں۔
جو پانی جاری رہتا ہے، یہ ربوۂ مبارک دمشق کے تمام باغات کی چوٹی ہے اس ربوہ پر جس قدر
پیدا ہوتا ہے، اس کا منبع ایک ہی جگہ ہے، جہاں سے سات نہروں میں پانی منقسم ہوتا ہے،
نہر کا رخ علیحدہ علیحدہ ہے، جس جگہ سے نہریں نکلی ہیں اس کا نام "مقاسم" ہے۔ اور
سب سے بڑی نہر کا نام "تورة" ہے۔ اس نہر نے پہاڑ کے سخت پتھر کو گھس کر اندر ہی اندر ایک
لیا ہے، اور اسی سے پانی کے باہر نکلنے کا راستہ ہے، جب کوئی تیرنے والوں میں سے ہمت
ور ربوہ کی چوٹی سے نہر میں کودتا ہے، تو پانی میں ڈبکی لگا کر اندر ہی اندر پانی کو اوپر کی طرف پہاڑ
کے نیچے جا کر نکلتا ہے، یہ بڑے خطرے کا کام ہے۔

شہر دمشق کے جتنے باغات ہیں، وہ سب ربوہ کے گرداگرد ہیں۔ اس پہاڑی کے حسن و زینت
کو جو فرحت ہوتی ہے، اور دوسری جگہ نصیب نہیں۔ اس کی ساتوں نہریں مختلف راہوں
جاری ہیں، ان کا ایک جگہ جمع ہونا پھر علیحدہ علیحدہ راہوں سے جاری ہونا اور ان کے پانی کا گرنا کچھ
ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، ربوہ کا جمال اور اس کا حسن ایسا نہیں جسے الفاظ میں
بیان کیا جا سکے۔

اس کے لیے کاشتوں، باغات اور چمن بندیوں سے بکثرت اوقاف ہیں جن سے امام
رہنے والے اور آنے والے کو وظائف ملتے ہیں۔ ربوہ کے نیچے ایک گاؤں ہے، جس
"نیرب" ہے اس میں بکثرت باغات اور سایہ دار درخت ہیں۔ درخت اس قدر
ہیں کہ ان چند عمارتوں کے سوا جو بہت زیادہ بلند ہیں، اور باہر سے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں

کے حمام بلخ اور جامع بدیع کی تعریف نہیں ہو سکتی جس کا تمام صحن سنگ رخام کے نگینوں سے مفروش ہے مسجد ہذا کا سقایہ بھی نہایت عمدہ ہے وضو کرنے کے لئے بہت سے مقامات بنے ہیں جن میں پانی جاری رہتا ہے۔

وہ جگہ جہاں آذر بت تراشا کرتا تھا

دمشق کے اکثر مواضعات میں حمام جامع مسجدیں اور بازار واقع ہیں، اوران مواضعات کے باشندوں کی معاشرت شہریوں جیسی ہے، دمشق کے مشرق میں ایک موضع موسومہ بیت الابہ ہے، جس میں ایک کنیسہ بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ آذر اسی گرجے میں پتھروں کے بت تراشا کرتا تھا جنہیں حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام توڑ ڈالا کرتے تھے، کنیسے کو اب ایک بدیع جامع مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جس میں رنگ برنگ کے سنگ رخام کے نگینوں کے جڑاؤ کا نہایت عمدہ کام ہے۔ ان پتھروں کے جڑاؤ کے جوڑ ایسی ترتیب سے کئے ہیں کہ نہایت نادر اور خوش قطع معلوم ہوتے ہیں۔

دمشق کے بے اندازہ اوقاف، امور خیر اور رفاہ عام کے لئے

دمشق میں اوقاف کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصر ممکن نہیں، نہ ان کے مصارف کا اندازہ ہو سکتا بعض اوقاف ان لوگوں کے لئے ہیں جو حج کرنے سے معذور ہیں، اوران کی طرف سے حج کرنے کے لئے مصارف دیئے جاتے ہیں۔ بعض اوقاف ان غربا اور مساکین کے لئے ہیں، جو مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتے۔ ان اوقاف کے مصارف پر ان کے نکاح کا بندوبست اور سامان جہیز وغیرہ موقوف ہے، بعض اوقاف قیدیوں کے آزاد کرنے کے لئے ہیں بعض مسافروں کے لئے ہیں، جن سے انہیں کھانا کپڑا اور زادِراہ دیا جاتا ہے، بعض سڑکوں اور پٹڑیوں کے درست کرنے کے لئے ہیں، دمشق کے راستے ایسے ہیں کہ دا ہنے اور بائیں پٹڑیاں پیدل چلنے والوں کیلئے ہیں۔ اور بیچ میں سواروں کے چلنے کا راستہ ہے، علاوہ ازیں امور رفاہ عام کی اور بھی بہت سی مدات کے لئے اوقاف موجود ہیں۔

میرا ایک ذاتی مشاہدہ: حیرت انگیز اور مسرت بخش

میں دمشق کی ایک گلی میں پہنچا، وہاں ایک غلام لڑکا دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے ایک چینی کی رکابی

وہ لوگ صحن، کہتے ہیں گر کر ٹوٹ گئی تھی، اس کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ رکابی کے تمام ٹوٹے ہوئے ٹکڑے چن لے اور برتنوں کے متولی اوقاف کے پاس لے جا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ متولی نے غلام کو اتنی قیمت جتنے میں رکابی آتی تھی دے دی اور ایسا کر ایسی ہی دوسری صحن لے لے، یہ نہایت اچھا کام ہے ورنہ غلام کا آقا تو اسے مارتا یا ڈانٹتا دھمکاتا اور اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا، اس وقف کی غایت ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دینا ہے اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے جس نے اپنی اعلیٰ ہمتی سے ایسا وقف قائم کیا۔

دمشق سب کا میزبان ہے، وہاں ہر ایک کے روزگار کا بندوبست ہو جاتا ہے

دمشق والے عام طریقہ پر مسجدوں، زاویوں، مدرسوں اور زیارت گاہوں کی عمارتیں بنانے کی طرف مائل ہیں، مغرب کے باشندوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ مال و دولت، گھر بار - بال بچے سب پر ان کی دیانت و امانت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور ان پر انہیں بڑا اطمینان ہے، اگر دمشق کے نواحوں میں سے کوئی کہیں سے بھی آجاتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کے گذارے کی صورت قائم کر دیتے ہیں۔ مسجد کی امامت، مدرسہ کی مدرسی، مسجد کی کوئی اور ملازمت۔ قرات قرآنی کا سلسلہ یا مشاہد میں سے کسی مشہد کی خدمت یا اگر صوفیوں میں سے ہے، تو کسی نہ کسی خانقاہ سے اس کے کھانے کپڑے کا سامان ہو جاتا ہے، الغرض جس مسافر میں کوئی صفت ہوتی ہے، وہ دریوزہ گری کی بے عزتی سے محفوظ رہتا ہے، اور جو مزدوری کرنے اور پیشہ ور مسافر آتے ہیں، ان کے لئے گزر بسر کرنے کے دوسرے اسباب ہیں، کوئی باغ کی حفاظت پر مقرر ہو جاتا ہے، کسی کو چکی گھر میں آٹے پر نوکر رکھ لیتے ہیں، اور بہت ان لڑکوں کی حفاظت پر مامور ہو جاتے ہیں، جو مدرسوں میں صبح و شام پڑھنے کے لئے آیا جایا کرتے ہیں۔ اور جو شخص طالب علمی کرنا یا عبادت کرنے کے لئے فراغ و اطمینان چاہتا ہے تو اس کی پوری مدد کی جاتی ہے،

اہل دمشق کے عادات و اطوار: کوئی تنہا روزہ افطار نہیں کرتا

اہل دمشق کے فضائل میں سے یہ امر بھی ہے کہ ان میں سے رمضان کے مہینہ میں کوئی بھی تنہا روزہ

نہیں افطار کرتا۔ جو لوگ امراء، قاضیوں اور بڑے لوگوں میں سے ہیں، وہ اپنے ساتھ روزہ افطار کرنے کے لئے اپنے دوستوں اور فقیروں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور جو تاجر اور بڑے دکانداروں میں سے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے، اور جو مسکین اور دیہاتی ہیں، وہ سب اپنوں میں سے کسی گھر یا مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، ہر ایک کے پاس جو افطار کرنے کے لیے ہوتا ہے، اپنے ساتھ لاتا ہے اور سب مل کر روزہ کھولتے ہیں۔
جب میں دمشق میں آیا تھا تو میری نورالدین سخاوی مدرس مدرسہ مالکیہ سے بڑی مجلس رہا کرتی تھی اور اس کی یہ خواہش تھی کہ میں رمضان میں اس کے ساتھ روزہ افطار کیا کروں۔ چار دن میں اس کے پاس روزہ افطار کرنے کے لئے گیا ہی تھا کہ مجھے بخار آگیا۔ اس لئے نہ جا سکا۔ اس پر اس نے مجھے بلا بھیجا۔ میں نے عرض کیا کہ میں مریض ہوں۔ لیکن میرے عذر کی کوئی پیش نہ گئی، اور مجھے اس کے پاس جانا ہی پڑا اور وہیں شب باش رہنا پڑا۔ جب میں نے صبح کو اپنے جائے قیام پر آنے کا ارادہ کیا تو مجھے باصرار تمام روکا اور کہا کہ جا کر کیا کیجئے گا، میرا گھر اپنا یا اپنے باپ کا یا بھائی کا گھر سمجھئے۔ طبیب کو بلوایا اور حکم دیا کہ طبیب کی ہدایت کے مطابق میرے لئے دوا اور پرہیزی کھانا تیار کیا جائے۔ اس صورت سے عیدالفطر تک رہا اور دوگانہ عید کیلئے عیدگاہ گیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے مجھے تپ سے شفا بخشی۔ اس اثنا میں میرے پاس جو کچھ تھا وہ سب صرف ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا تو میرے سفر کے لئے اونٹ کرایہ کر دیئے اور کل سفر خرچ بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے خرچ دیا۔ اور کہا جو بھی آپ کو ضرورت ہو وہ سب میرے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

دمشق کے فضلا میں سالصاحب، عزیزالدین قلانسی ہیں۔ صاحب ماثر و مکارم اور فضائل و ایثار بلند تک ہیں، ساتھ ہی ساتھ حد درجہ دولت مند بھی کہتے ہیں کہ جب ملک الناصر دمشق میں آیا تھا تو آپ نے اس کی اور اس کے تمام ممالیک، خواص اور اصحاب دولت کی تین دن تک برابر دعوت کی، اسی وجہ سے سلطان ناصر نے آپ کو "صاحب" کے لقب سے ملقب کیا۔

دمشق اور دیگر بلاد کی مذہبی خصوصیات،

دمشق اور دیگر کی ایک رسم یہ بھی ہے کہ لوگ عرفہ کے دن نماز عصر کے بعد باہر نکلتے ہیں اور بیت المقدس کی مسجد، جامع بنی امیہ اور دیگر مساجد کے صحنوں میں ننگے سر کھڑے ہو کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ طلب برکت کے لئے دعائیں کرتے ہیں، اور اس وقت کے منتظر رہتے ہیں جبکہ حجاج بیت اللہ عرفات میں پہنچیں اور برابر بتوسل حجاج بیت اللہ خشوع و خضوع کے ساتھ غروب آفتاب تک دعا اور بارگاہ الٰہی میں التجا میں معروف رہتے ہیں۔ پھر جسطرح حاجی عرفات میں واپس ہوتے ہیں، اسی طرح یہ بھی نالاں و گریاں

اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں کہ وقوف عرفات سے محروم ہے اور اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ انہیں پہنچنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ اور خطاکاریوں کے باعث محروم نہ رکھے۔

جنازہ کی مشایعت کا طریقہ اور تلاوت قرآن کا اہتمام

یہاں جنازوں کی ہمراہی بھی عجیب شان کی ہوتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے آگے آگے چلتے اور قرآن پڑھنے والے نہایت خوش الحانی سے اور سوز وگداز سے پڑھتے ہیں کہ جیسے روح پرواز کر جاتی ہے۔ اس کے سامنے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں، اگر جنازہ جامع مسجد کے کسی امام، مؤذن یا خادم کا ہے تو نماز کی جگہ تک تلاوت جاری رکھتے ہیں، اور اگر کسی اور کا ہو تو مسجد جامع کے دروازے تک قرأت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جب جنازہ مسجد میں داخل کرتے ہیں تو تلاوت کلام مجید موقوف کر دیتے ہیں، بعض ان کے جنازہ کی یہ صورت ہوتی ہے کہ باب البرید کے قریب صحن کے مغربی جانب سب آدمی کر قرآن شریف کا ایک ایک پارہ لے کر پڑھتے ہیں، اور جو کوئی بھی شہر کے بڑے لوگوں یا ان میں سے ماتم پرسی کے لئے آتا ہے تو اس کا نام بہ آواز بلند پکارتے ہیں۔ جب تلاوت ہو جاتی ہے۔ تو مؤذن کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ اب فلاں نیک اور عالم کی نماز پڑھ کر پند اور عبرت حاصل کرو۔ جو ان صفات حسنہ سے متصف تھا پھر نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کرنے کی جگہ لے جاتے ہیں، اہل ہند کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

دمشق کے شیوخ حدیث میری سماعت اور حصول اجازہ

میں نے جامع مسجد بنی امیہ میں کہ اللہ برتر ہمیشہ اسے اپنے ذکر سے معمور رکھے۔ پوری صحیح بخاری الاصاغر بالاکابر شہاب الدین احمد ابن ابی طالب بن ابی النعم بن حسن بن علی بن بیان الدین مقری المعالی وف بابن الشحنۃ الحجازی سے چودہ نشستوں میں سنی۔ سماعت کا آغاز سہ شنبہ کے دن نصف رمضان المعظم ۷۲۶ھ (مطابق پندرھویں اگست ۱۳۲۶ء) سے ہوا اور اٹھائیس کو ختم ہوا۔ مذکور کے قاری امام و حافظ ملک شام کے مؤرخ علم الدین ابی محمد القاسم ابن محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی۔ دوسرے شیخ الامام شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی ہیں، آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۶۳۸ھ میں ہوئی تیسرے شیخ الامام الصالح عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمن ری ہیں، چوتھے امام الائمہ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ابن الزکی عبدالرحمن بن یوسف المزی الکلبی

حافظ الحفاظ ہیں، پانچویں شیخ الامام علاء الدین علی بن یوسف بن محمد بن عبداللہ الشافعی ہیں، چھٹے شیخ الامام الشریف محی الدین یحیٰی بن محمد بن علی العلوی ہیں، ساتویں شیخ الامام المحدث علم الدین القاسم بن عبداللہ بن المعلی الدمشقی ہیں۔ آپ کا سال ولادت ۶۶۵ھ ہے آٹھویں شیخ الامام العالم شہاب الدین احمد بن ابراہیم ابن فلاح بن محمد الاسکندری ہیں۔ نویں شیخ الامام ولی اللہ تعالیٰ شمس الدین بن عبداللہ بن تمام ہیں، دسویں حدونوں برادر شیخ شمس الدین محمد اور کمال الدین عبداللہ ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن ابی عمر المقدسی کے صاحبزادے ہیں، گیارہویں شیخ العابد شمس الدین محمد بن ابی الزہرا بن سالم المکاری ہیں بارہویں شیخۃ الصالحۃ ام محمد عائشہ بنت محمد بن مسلم بن سلامۃ الحرانی ہیں، تیرہویں شیخۃ الصالحۃ[1] رحلت الدنیا زینت بنت کمال الدین احمد بن عبدالرحیم بن عبدالواحد بن احمد المقدسی ہیں، ان سب سے میں نے اجازت حاصل کی،

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی خواتین بھی فن حدیث اور دیگر علوم میں کتنا درک رکھتی تھیں یہ مستفیدین کو اجازت تک دیتی تھیں۔ (رئیس احمد جعفری)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

مقامات راہ، قلعہ کرک، مقام تبوک، وادی عطاس وغیرہ

اسی سال جب شوال کا چاند نمودار ہوا تو حجاز جانے والوں کا قافلہ دمشق سے باہر نکلا موضع کسوہ میں ہوا میں بھی اسی کے ساتھ شریک ہو گیا امیر قافلہ سیف الدین جوبان تھے، جو کبار امراء میں شمار ہیں، قاضی کاروان شرف الدین الاذرعی حورانی تھے، صدر الدین الغماری مدرس مالکیہ نے بھی اس سال حج کیا، میرا یہ سفر عرب کے ایک طائفہ کے ساتھ تھا جسے عجارمہ کہتے تھے، ان کا امیر محمد بن ... میں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا۔

پھر ہم موضع مذکور سے موضع صنمین میں آئے، یہ ایک بڑا موضع ہے۔

بعد ازاں ہم شہر زرعہ پہنچے حوران کے شہروں میں سے یہ ایک چھوٹا شہر ہے، ہم قریب ہی اترے۔

وہ مقام جہاں خدیجہؓ کے وکیل تجارت بن کر آپ تشریف لائے تھے

پھر ہم شہر بصری میں آئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس قافلہ کا یہ دستور تھا کہ بصری میں چار ایام قیام کیا کرتا تھا، تاکہ جو اہل دمشق اپنی بعض ضروریات کی بنا پر پیچھے چھوٹ گئے ہوں، اس کے ساتھ آملیں۔ یہ وہی بصری ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجارت کے لئے تشریف لے گئے تھے، جہاں آپ نے سانڈنی بٹھائی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑی مسجد بنا دی گئی ہے، اہل ران کا اس شہر میں اجتماع ہوتا ہے، اور تمام حاجی اپنے زاد راہ کا یہیں سے درست کرتے ہیں۔

پھر یہاں سے برکتہ زیرہ (زیزا) جاتے ہیں اور یہاں ایک دن ٹھہرتے ہیں۔

پھر لجون روانہ ہوئے، یہاں جاری پانی ملتا ہے۔

قلعہ کرک جو مصیبت زدہ ملوک و سلاطین کی پناہ گاہ بنا رہا

پھر قلعہ کرک جاتے ہیں، یہ قلعہ تمام قلعوں میں عجیب تر اور محفوظ و مشہور تر ہے۔ اسے قلعہ غراب بھی کہتے ہیں ایک وادی اس قلعہ کو ہر چہار اطراف سے گھیرے ہوئے ہے، قلعہ مذکور کا صرف ایک دروازہ ہے اس میں داخل ہونے کا راستہ ایک سخت پتھر کے نیچے سے تراش کر نکالا گیا ہے، اور اس کی دہلیز میں جانے کا دروازہ ہے اس کا بھی یہی حال ہے۔

مصیبت کے وقت ملوک و سلاطین اس قلعہ میں پناہ لیتے رہے ہیں۔ ملک الناصر نے بھی اس میں پناہ لی تھی۔ کیونکہ یہ بچپن میں ہی تخت نشین ہوگیا تھا۔ اس کا ایک غلام سلار نام کا تھا۔ وہ اس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اس کی صغر سنی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ بہت غالب ہوگیا تھا۔ ملک ناصر کو اندیشہ ہوگیا۔ اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اس نے حکمت عملی سے حج کو جانے کا ارادہ کیا، اور دیگر امراء نے بھی اتفاق کیا۔ چنانچہ سلطان حج کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایلا گھاٹی پر پہونچا یہاں سے یہ قلعہ قریب تھا۔ اس میں چلا گیا، اور کئی سال تک پناہ گزیں رہا۔ یہاں تک کہ تمام امرائے شام نے اس پر چڑھائیاں کیں اور تمام ممالک نے اس پر حملے کئے۔ اس اثناء میں بیبرس ششنکیر تمام ملک پر قابض ہوگیا، یہ شخص اس کے باورچی خانہ کا سردار اور ملک المظفر کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔ یہ وہی بیبرس ہے جس نے اس خانقاہ سعید السعداء کے قریب خانقاہ بیبرسیہ قائم کی تھی۔ جسے صلاح الدین ابن ایوب نے بنایا تھا۔ ملک الناصر نے بیبرس پر لشکر لے کر حملہ کیا، یہ تاب مقاومت نہ لا کر صحرا کی طرف بھاگا ملک ناصر کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا، اور اسے گرفتار کر لیا، اور لا کر پیش کیا، اس نے اس کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ سلار بھی گرفتار ہوا، اور کنویں میں قید کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ یہیں بھوک کے مارے اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ یہی کہتے ہیں کہ اس نے نعوذ باللہ کوئی مردار چیز بھی کھائی تھی۔

صوان کی گھاٹی کا خطرناک جنگل

کرک کے باہر ایک موضع میں جس کا ثنیۃ نام تھا، چار دن تک قافلہ ٹھہرا رہا، اور پھر میدان میں

...نے کا بندوبست کیا۔

...ہم شہر معان پہونچے۔ یہ شام کے شہروں میں سے آخری شہر ہے۔ صوان کی گھاٹی سے ...جنگل میں بھی گئے، جس کی نسبت مشہور ہے، ...میں داخل ہونے والا گم ہو جاتا ہے، اور جو نکل آئے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔

...دو دن چلنے کے بعد ہم ذات حج میں پہونچے یہ ایسا ریگستان ہے جس میں کہیں آبادی ...نشان نہیں ہے۔

...وادی بلدح میں آئے اس میں پانی کا پتہ نشان بھی نہ تھا۔

...وک میں داخلہ: جہاں معجزہ سے آپؐ نے چشمہ جاری کیا تھا

...ہم مقام تبوک میں پہونچے یہ وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جنگ ...یہاں ایک چشمہ ہے، جس میں بہت تھوڑا پانی رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ...شریف لائے، اور آپؐ نے اس چشمہ میں وضو کیا تو شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا اور اب ...کی برکت سے بدستور جاری ہے،

...م کے حاجیوں کا دستور ہے کہ جب منزل تبوک پہ پہنچتے ہیں تو اپنے ہتھیار نکال لیتے ہیں ...لواریں لے کر اس منزل پر حملہ کرتے اور وہاں کے درختوں پر سیف زنی کرتے ہیں۔ کہتے ...ی طرح رسول اللہ صلعم یہاں داخل ہوئے تھے۔

...س چشمہ پر بہت بڑا قافلہ اترتا ہے، سب اسی سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ اور اونٹوں ...پلانے اور سیراب کرنے کے لئے یہاں چار دن تک مقیم رہتے ہیں۔ چونکہ علاء اور تبوک ...میں ایک خوفناک دشت پڑتا ہے، اس لئے یہیں سے سفر کے لئے پانی کا بندوبست ...لیتے ہیں۔ یہاں کے سقوں کا یہ دستور ہے کہ چشمہ کے کنارے اترتے ہیں۔ انہوں نے ...ن کے چمڑے کے بڑے تالابوں کی طرح بہت سے حوض بنا رکھے ہیں۔ انہیں میں سے اونٹوں ...تے ہیں، اور مشکوں اونٹوں پر لادنے کی پانی کی پکھالوں کو پانی سے بھر لیتے ہیں۔ یہاں ہر امیر ...آدمی کی طرف سے ایک حوض بنا ہے، جس سے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے اونٹوں ...یا جاتا ہے، اور پکھالیں لے چلنے والے اونٹوں کی پکھالوں میں بھی اس حوض سے پانی بھر لیا جاتا ...کے علاوہ ان سقوں کے ساتھ اور لوگ بھی اپنے اپنے مشکیزے کچھ درہم دے کر ان حوضوں

میں سے بھر لیتے ہیں، پھر یہاں سے قافلہ روانہ ہو جاتا ہے، چونکہ یہ دشت نہایت خوفناک ہے اس لیے برابر رات دن منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں [1]

ہولناک وادی جہاں پیاس سے تڑپ تڑپ کر بہت سے لوگ مر گئے

اس دشت کے وسط میں ایک وادی ہے جسے وادی اخیضر کہتے ہیں، خدا پناہ میں رکھے وادی تو جہنم کا ٹکڑا ہے، کسی سال حاجیوں کو یہاں کی باد سموم کی وجہ سے اس قدر مصیبت اٹھانی پڑی کہ ان کی مشکوں کا پانی بالکل خالی ہو گیا، اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک گلاس پانی ہزار دینار تک میں بک گیا۔ الغرض خرید و فروخت کرنے والوں کا سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ اس وادی کے بعض پتھروں پر کندہ ہے،

یہاں سے روانہ ہو کر لوگ برکۃ المعظم پر اترے یہ بہت بڑا برکہ ہے، اور لادالیوب میں سے جو ملک المعظم کی طرف منسوب ہے، اس میں کسی سال تو بارش کا پانی ہو جایا کرتا ہے، اور کسی سال خشک ہو جایا کرتا ہے،

تبوک سے پانچ دن راستہ طے کرنے کے بعد بڑا الحجر حجر ثمود پہ پہونچتے ہیں، اس میں خوب پانی بھرا ہوا ہے، لیکن باوجود سخت پیاس کے بھی کوئی اس کنویں سے پانی نہیں پیتا، یہ فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ہے، جب غزوہ تبوک میں آپ کا اس کنویں پر سے گذر ہوا تھا، تو آپ اپنا راحلہ بہت تیزی سے اس مقام سے لے گئے تھے، اور فرمایا تھا کہ اس کنویں سے کوئی پانی نہ پیئے، اور جس نے اس کے پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹوں کو کھلا دے،

ایک ترقی یافتہ قوم جو غضب الٰہی کا نشانہ بن گئی، اس کے آثار و نقوش

اسی مقام پہ پہاڑوں میں سنگ سرخ سے تراشے ہوئے قوم ثمود کے رہنے کے مکانات ہیں ان کی سیڑھیاں نقشی اور ایسی خوبی سے بنی ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی

---

[1] کتنا دشوار گذار تھا۔ اس زمانہ کا حج ہمارے آج کی طرح ریل تھی، نہ بحری جہاز، نہ طیارے، لہٰذا کتنے اجر جزیل کے مستحق تھے، یہ لوگ، (رئیس احمد جعفری)

ہیں۔ ان مکانات کے اندر بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں، جن سے بڑی عبرت ہے [1]۔

دو پہاڑیوں کے درمیان وہ مقام بھی ہے، جہاں حضرت صالح علیہ السّلام نے ... تھی، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مسجد کا نشان بھی ہے، وہاں لوگ نماز ... ہیں، حجر اور علا کے مابین کم و بیش نصف دن کی مسافت ہے۔

... ایک بہت بڑا اور اچھا موضع ہے، یہاں کھجوروں کے باغات اور جاری چشمے ہیں، ... کا قافلہ چار دن قیام کیا کرتا ہے، ان چار دنوں میں وہ اپنے زادِ راہ کا بندوبست ... ہیں، اور کپڑے وغیرہ دھو لیتے ہیں، ان کے پاس جو زیادہ سامان ہوتا ہے وہ علا ہی ... چھوڑ جاتے ہیں، اور ضروری سامان و اسباب اپنے ساتھ رکھتے ہیں، علا کے باشندے ... میں شام کے مسیحی تاجر بھی یہاں تک جاتے ہیں، اور پھر اس سے آگے نہیں بڑھتے ... زکو سامان سفر میں زائد سمجھتے ہیں، اسے فروخت بھی کر ڈالا کرتے ہیں۔

... سے چل کر دوسرے دن وادی عطاس میں قافلہ پہونچتا ہے، یہ نہایت گرم مقام ہے، ... بہت سخت بادِ سموم چلتی ہے، جس سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں، بعض سالوں میں یہاں ... سموم چلی کہ اس سے سوا اس کے جس پر خدا کی مہربانی تھی، سارا قافلہ ہلاک ہو گیا، جس سال ... اسے سنۃ امیر الجالقی کہتے ہیں۔

... یہاں سے مقام ہدیتہ میں اترتے ہیں یہ ایک وادی میں واقع ہے، تھوڑی سی ریت ... سے پانی نکل آتا ہے لیکن شور ہوتا ہے۔

---

[1] ... قرآن میں آیا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً

دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ، مسجد نبوی، آثارِ رسالت مآب ﷺ دیگر اہم اور ضروری حالات

یہاں سے رخصت ہو کر تیسرے روز ہادی شہر مقدس، مدینہ طیبہ کی بیرونی آبادی میں پہونچ جاتا ہے،

جس روز حاضر ہوئے، اسی دن شام کو ہم حرم شریف میں داخل ہوئے، اور مسجد کریمہ کو سلام کرتے ہوئے باب السلام میں ٹھہرے، روضہ نبویؐ، اور منبر نبویؐ کے مابین نماز ادا کی اور ستون حنانہ کے باقی ماندہ حصہ کو بوسہ دیا، یہ ستون مابین روضہ نبویؐ اور منبر ایک ستون کے ساتھ دائیں طرف قبلہ رخ روقائم[۱] ہے، اور سید الاولین و آخرین شفیع العصاۃ والمذنبین الرسول النبی الہاشمی الابطحی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تسلیما و شرف وکرم کا نیز آپ کے ہر دو پہلو صحابہ کرام ابی بکر الصدیق اور ابی حفص عمر الفاروق رضی اللہ عنہما کا حق سلام ادا کیا، اور خوشی خوشی اس نعمت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کی کامیابی سے اپنی قیام گاہ پر اللہ برتر کی حمد کرتے ہوئے واپس آئے کہ ہمیں اس کے متبرکہ شریفہ اور مشاہد عظیمہ بلند مرتبہ کی زیارت سے مشرف کیا، اور یہ دعا کرتے ہوئے کہ بارخدایا ہم پھر آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوں، اور اللہ تعالےٰ ہماری اس زیارت کو قبول فرمائے، اور ہمارا یہ سفر اللہ کے راستے میں لکھا جائے۔

مسجد نبویؐ، روضہ نبوی، اور بیت فاطمۃ الزہرہؓ کی ضروری تفصیل

مسجد معظم مستطیل ہے، اور اس کے ہر چہار اطراف سے سنگین فرش گھرے ہوئے ہیں اس کے وسط میں ایک صحن ہے، جس پر کنکریاں اور ریت بچھی ہوئی ہیں، مسجد کے گرد

---

[۱] ستون حنانہ لکڑی کا تھا، روایت ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد اس نے گریہ کیا۔

سنگین فرش کا گھوما ہوا سا ستر ہے، جس کا ایک دوسرے سے پتھر جڑا ہوا ہے، اور مقدس صلوات اللہ وسلامہ علی ساکنہا قبلہ کی طرف مسجد مکرم کے مشرقی جانب سے ہے اور روضہ اقدس کی شکل ایسی نادر واقع ہوئی ہے، کہ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے رخام بدیع کی گول وضع کی ہے، پتھروں کا جڑاؤ نہایت نادر و پاکیزہ اور مصفا ہے جس کا گارہ مشک اور دیگر خوشبوؤں سے آمیختہ ایسی خوبی سے لگا ہوا ہے کہ باوجود زمانہ کے اب تک اس کے استحکام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے صحن قبلہ میں روضے کے مقابل ایک چاندی کی میخ گڑی ہوئی ہے، یہیں لوگ عرض سلام کے لئے روضے کی طرف رُخ کر کے اور پشت بقبلہ ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ سلام پڑھتے ہیں۔ داہنی جانب حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کی طرف متوجہ ہیں، آپ کا سر مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس ہے، پھر حضرت خطاب رضی اللہ تعالے عنہ کی طرف پھرتے ہیں، آپ کا سر مبارک ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہا نے مبارک کے قریب ہے۔

... کے جوف میں ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا حوض ہے جس کی جانب قبلہ بشکل ... واقع ہے، کہتے ہیں کہ یہاں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً کا مکان ... بھی کہتے ہیں کہ وہ آپ کا مزار ہے، واللہ اعلم۔

حضرت ابو بکرؓ، بیت عمرؓ، اور امام مالک کے مکان کا تذکرہ

مسجد میں سطح زمین سے مسطح ایک تہ خانہ کے منہ پر گول ڈھکنا ڈھکا ہوا ہے، اس ... سیڑھیاں ہیں، جس کا سلسلہ مسجد سے باہر حضرت ابو بکرؓ کے مکان تک چلا جاتا ... تہ خانہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا اپنے والد کے ... لے جایا کرتی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہی خوخہ ہے، جس کا ذکر آیا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے باقی رکھنے اور ازالہ کے علاوہ ... کا حکم صادر کیا تھا۔

... ابو بکرؓ کے مکان کے مقابل حضرت عمرؓ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ ... اللہ عنہما کے مکانات ہیں۔

مسجد کی مشرقی سمت امام المدینۃ ابی عبداللہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا مکان ہے، اور باب السلام کے قریب ایک سقایہ ہے جس میں لوگ سیڑھیوں سے اترتے ہیں، اس کا پانی جاری اور نام "عین الزرقا" ہے۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور خلفائے ثلاثہ وامیر معاویہ کا رویّہ

منبر نبوی کی تین سیڑھیاں تھیں، رسول اللہ صلعم سب سے اوپر کی حصہ پہ بیٹھا کرتے تھے اور دونوں پائے مبارک وسط سیڑھی پر رکھا کرتے تھے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی کا عہد خلافت آیا تو آپ نیچ کے درجہ پر بیٹھا کرتے تھے، اور آخری درجہ پہ پاؤں رکھا کرتے تھے، جب حضرت عمر رضی کا عہد خلافت آیا تو آپ نے پہلے درجہ پہ نشست اختیار کی اور پاؤں زمین پہ رکھتے تھے، حضرت عثمان رضی نے بھی اپنے شروع عہد خلافت میں اسی پر عمل کیا، پھر آخر میں اوپر کے زینے پہ بیٹھنے لگے۔

جب امیر معاویہ رضی کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے منبر کریم کو شام میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر لوگوں نے بہت شور غوغا کیا، اور ایک نہایت تیز آندھی آئی، سورج گرہن پڑ گیا، دن کو تارے نظر آنے لگے، اور زمین اس قدر تیرہ و تار ہو گئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ٹکرا جاتا تھا۔ اور راستہ نظر نہ آتا تھا۔ جب معاویہ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے اس فعل سے باز رہا لیکن اس پائیں نیچے کی جانب سے چھ درجے اور بڑھائے، چنانچہ کل نو درجات ہو گئے۔

مسجد نبوی کے خطبائے کرام اور ائمہ عظام

مدینہ طیبہ میں میری حاضری کے وقت مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بہاء الدین سلامۃ کبار اہل مصر میں سے تھے، اور ان کے نائب عالم صالح زاہد اور بقیۃ المشائخ عزیز الدین الواسطی تھے، خدا آپ کی ذات بابرکات سے فیض پہنچاتا رہے۔ آپ سے پہلے مسجد کی خطابت اور قضاۃ

---

[1] آگے ابن بطوطہ نے مسجد نبوی کی تاسیس اور آغاز کا ذکر کیا ہے جس میں ذکر کی ندرت ہے نہ جسے پایہ استناد حاصل ہے، نیز اس موضوع پر کتب سیرت میں اتنا مواد موجود ہے کہ ہر شخص جسے مطالعہ کا ذرا بھی ذوق ہے، واقف ہے، لہٰذا یہ غیر ضروری تفصیل نظر انداز کر دی گئی ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

سراج الدین عمر المصری سے متعلق تھا۔

مذکور ہے کہ یہ سراج الدین عہدہ قضات مدینہ اور خطابت مسجد شریف پر تقریباً چالیس ۴۰

سال رہے پھر جب آپ نے یہاں سے مصر جانے کا ارادہ کیا تو تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی زیارت مبارک سے خواب میں مشرف ہوئے، ہر مرتبہ آپ جانے سے منع فرماتے، اور

فرماتے کہ تمہاری موت کا زمانہ قریب ہے، لیکن یہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے، اور چلے گئے۔

ابھی پہنچے بھی نہ تھے کہ تین منزل اسی طرف مقام سویس میں انتقال فرمایا، خدا ایسے سوء خاتمہ

سے پناہ میں رکھے۔ آپ کی نیابت فقیہ ابو عبداللہ محمد بن فرحون رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے، ان

کی اولاد اب تک مدینہ شریفہ میں موجود ہے، وہ ابو محمد عبداللہ مدرس مالکیہ اور نائب

قضات یہ تونسی ہیں۔

مسجد شریف نبوی کے خادم اور مؤذن

مسجد شریف کے خدام نوجوان حبشی اور دوسری اقوام جو نہایت حسین پاکیزہ صورت اور

صاف لباس لوگ ہیں، ان سب کے افسر اعلیٰ کو "شیخ الخدام" کہتے ہیں، اس کی ہیبت اور وضع

امرائے کبار جیسی ہے، ان کے لئے مصر و شام میں وظائف مقرر ہیں، جو انہیں ہر سال پہنچائے

جاتے ہیں۔ حرم شریف کے مؤذنوں کے سردار امام فاضل محدث جمال الدین المطری موضع مطریہ

واقع مصر میں سے رہنے والے ہیں، اور ان کے صاحبزادے فاضل عفیف الدین عبداللہ اور

مجاوروں میں الصالح ابو عبداللہ محمد بن الغرناطی المعروف بالتراس قدیمی مجاوروں میں سے ہیں

جو خواہش نفس کے فتنہ کے خوف سے آختہ ہو گئے تھے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاورین کرام

ان میں سے ایک شیخ الصالح الفاضل ابوالعباس احمد بن محمد مرزوق ہیں، کثیر العبادت

اور صالح الدہر بزرگ ہیں، صبر و اخلاص کی صفات سے متصف، کافی مدت مکہ معظمہ کی مجاورت

میں بسر کی ہے، میں نے آپ کو ۷۲۸ھ (مطابق ۱۳۲۸ء) میں مکہ معظمہ میں دیکھا

تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ طواف کرنے والا پایا، مجھے آپ کے اس قدر

طواف کرنے سے سخت تعجب تھا، کیوں کہ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، اور مطاف سیاہ

پتھروں سے مفروش تھا، اور دھوپ سے تو اس قدر گرم جیسے تاؤ دیا ہوا پتھر۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ سقے پانی ڈالتے تھے لیکن جہاں پانی گرتا تھا، وہاں سے آگے نہ بہتا اور اسی جگہ گرمی کی شدت کے باعث جذب ہو جاتا تھا، فرش اس قدر گرم تھا کہ لوگ جرابیں پہن کر طواف کرتے تھے لیکن باوجود اس حالت کے ابوالعباس ابن مرزوق برہنہ پا طواف کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے آپ کو طواف کرتے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ ان کے ہمراہ طواف کروں، جاکر طواف میں آپ کے ساتھ مل گیا اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا مجھے ان پتھروں کی ایسی بھڑک لگی کہ ایک مرتبہ بوسہ دینے کے بعد پھر میں طواف کرتے ہوئے حجر اسود کی طرف دوبارہ بوسہ دینے کے لئے باوجود کوشش بسیار کے نہ پلٹ سکا چنانچہ میں نے واپسی کا ارادہ کر لیا، اور اس طرح رواق تک واپس آیا کہ راستہ میں اپنی کسا بچھاتا تھا اور اس کے اوپر چلتا تھا۔

اس زمانہ میں غرناطہ کے وزیر اور یہاں کے بڑے بڑے لوگوں میں ابوالقاسم محمد بن محمد ابن الفقیہ ابی الحسن سہل بن مالک الازدی تھے، یہ روزانہ ستر اسبوع یعنی ۴۹۰ مرتبہ طواف کرتے تھے، لیکن دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے طواف نہ کر سکتے تھے لیکن ابن مرزوق کی یہ حالت تھی کہ باوجود گرمی کی شدت کے بھی دوپہر کے وقت ان سے زیادہ طواف کیا کرتے تھے۔

مدینہ کے مجاورین میں سے شیخ صالح عابد سعید المراکشی الکفیف اور شیخ ابو مہدی عیسیٰ بن حرزون المکناسی ہیں۔

مدینہ شریف کے مجاورین میں سے ابو محمد الشروی قراء محسنین میں سے تھے اسی سال انہوں نے بھی مکہ کی مجاورت کی تھی، اور یہیں قاضی عیاض کی کتاب الشفاء نماز ظہر کے بعد پڑھایا کرتے تھے، اور یہیں نماز تراویح کی امامت بھی کرائی تھی۔

دوسرے مجاورین میں سے فقیہ ابوالعباس الفاسی ہیں، جو یہاں کے مدرس مالکیہ بھی تھے، ان کی شادی شیخ الصالح شہاب الدین الزرندی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

چچا کو قتل کر کے اس کے خون سے وضو کرنیوالا امیر شہر

مدینہ کا امیر کبیشی بن منصور بن جماز تھا، اس نے اپنے چچا مقبل کو قتل کر دیا، اور کہتے ہیں

ل کے خون سے وضو کیا، ایک دن کبیشی ۱۲۱۲ھ (مطابق ۱۲۱۲ء) کی شدید گرمی میں میدان
رف نکلا اور اس کے ساتھی بھی اس کی معیت میں تھے، گرمی نے بہت پریشان کیا چنانچہ
ے ساتھی درختوں کے سایہ میں منتشر ہو گئے اسی اثنا میں مقبل مقتول کے بیٹے اپنے غلاموں
ک جماعت کے ساتھ للکارتے ہوئے آئے اور کبیشی ابن منصور کو قتل کر ڈالا، اور
خون چاٹ لیا۔

ح مدینہ کے بعض مشاہد کریمہ، انکا بیان اور تفصیل

بنت عبدالمطلب ابراہیم ابن رسول اللہ اور جعفر بن ابی طالب کی قبریں
المومنین امام حسن عباس بن عبدالمطلب اور حضرت عثمان بن عفان کے مزارات

ن میں سے ایک بقیع الغرقد مدینہ مکرمہ کی شرقی جانب واقع ہے یہاں کے زائرین جس دروازہ
تے ہیں اس کا نام "باب البقیع" ہے جو شخص اس دروازہ سے زیارت کے لئے جاتا
ازہ سے نکلتے ہوئے اس کے بائیں طرف صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک
آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتسلیماً کی پھوپھی اور زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کی
ن آپ کے مزار کے سامنے امام المدینۃ عبداللہ مالک ابن انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ
مبارک ہے، اس پر ایک مختصر سی عمارت کا چھوٹا سا قبہ بھی بنا ہوا ہے، اس مزار کے سامنے
لالان مقدس نبوی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مبارک ہے اس پر ایک سفید رنگ کا قبہ بنا ہوا ہے، قبہ کے داہنی جانب
ن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا مزار ہے، آپ ابی شحمہ[1] کے نام سے مشہور تھے
ے مقابل عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔ ان کے مقابل ایک روضہ ہے
ضرت عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن ابن علی ابی طالب کے
ہیں یہ گنبد بہت بلند اور نہایت مستحکم بنا ہوا ہے، اور باب البقیع سے نکلنے والے
منی طرف پڑتا ہے، حسن علیہ السلام کا سر مبارک حضرت عباس علیہ السلام کے

---

[1] کے بارے میں روایت ہے کہ زناکاری کے جرم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انہیں اتنے
ے کہ جان بحق ہو گئے۔ (رئیس احمد جعفری)

قدموں کی جانب ہے۔ ان ہر دو حضرات کے مزارات زمین سے بہت بلند اور وسیع بنے ہیں، اور ان پہ نہایت خوبی سے جوڑ ملا کر تختے جڑے ہیں، اور ان پہ پیتل کے پتر چڑھائے ہیں پہ نہایت نادر کام کیا ہوا ہے۔ نیز بقیع میں مہاجرین و انصار اور کل صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے مزارات ہیں جن میں سے اکثر کا پتہ نہیں آخر بقیع میں امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، اس پہ ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے، اور اس کے قریب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم علیؓ ابن ابی طالب کی والدہؓ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ہے، مشاہد کریمہ میں سے قبا بھی ہے، جو سمت قبلہ کی طرف مدینہ سے تقریباً دو میل فاصلہ پہ واقع ہے، مدینہ طیبہ اور قبا کے درمیان کا راستہ نخلستان میں سے ہو کر گیا یہاں وہ مسجد واقع ہے، جس کے متعلق کلام پاک میں وارد ہوا ہے، کہ یہ وہ مسجد ہے جس کی تقویٰ اور رضواں پر ہے، جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی مسجد "قبا" ابو ایوب انصاری کا مکان، وہ کنواں جہاں حضرت عثمانؓ سے خاتم نبوی گر گئی اور پھر نہ ملی

یہ مسجد مربع شکل ہے، اس میں ایک سفید رنگ کا اتنا بلند مینار ہے، کہ بہت دور سے نظر آتا ہے اس کے وسط میں وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی بٹھائی تھی، لوگ تبرکاً نماز پڑھتے ہیں، اس کے صحن میں قبلہ کی طرف چبوترہ پہ ایک محراب واقع ہے، یہ وہ مقام ہے، جہاں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، قبلہ کی جانب ایک مکان بھی ہے، جو ابو ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تھا، اس مکان کے پاس اور بھی بہت سے مکانات تھے، جو ابو بکر، عمر، فاطمہ، عائشہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں، مقابل میں "بیر اریس" ہے، یہ وہ کنواں ہے جس کا پانی پہلے کھاری تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اس کی برکت سے شیریں ہو گیا، اس میں حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم کریم گر گئی تھی۔ مشاہد میں سے مدینہ شریف کے قبہ حجر الزیت ہے، کہتے ہیں کہ یہاں نبی کے لئے پتھر سے روغن زیت ٹپکا تھا۔ اس کنویں کے شمال طرف "بیر بضاعہ" ہے، اور اس کنویں کے مقابل "جبل الشیطان" ہے، جہاں میں یوم احد، میں شیطان نے چلا کر کہا کہ تمہارے نبی قتل کر دیئے گئے۔ اس خندق کے لب پہ جسے رسول اللہ صلعم نے جنگ احزاب کے دن کھدوایا تھا، ایک ویران قلعہ ہے جسے لوگ "حصن الغراب" کہتے

سے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "مدعزاب مدینہ" کے
بنوایا تھا۔ قلعہ مذکور کے سامنے جانب مشرق میں "سر بدمتہ" ہے، یہ وہ کنواں ہے جس کا
امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا۔

احد کی زیارت، عم رسول حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار، مسجد علی رضی اللہ عنہ، شہدائے غزوہ احد کے مزارات

مشاہد کریمہ میں سے ایک احد بھی ہے، یہ وہ جبل مبارک ہے، جس کے متعلق رسول اللہ
فرمایا ہے۔ احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اور
شریف کی وادی میں آبادی سے ایک فرسخ فاصلہ پہ واقع ہے، اس پہاڑ کے مقابل شہدائے کرام رضی
عنہم کے مزارات ہیں حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے اور آپ کے مزار کے گرد ان صحابہ کے مزار ہیں، جو یوم احد میں شہید
ہوئے تھے، یہ کل مزارات احد کے قبلہ کی طرف واقع ہیں، احد کے راستہ میں ایک مسجد تو علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے، اور ایک اور مسجد ہے، جو حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ
عنہ کی طرف منسوب ہے، اور ایک "مسجد الفتح" بھی اسی راستہ پہ واقع ہے، جہاں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر "سورۃ الفتح" نازل ہوئی تھی۔

اس مرتبہ مدینہ شریف میں میرا چار دن قیام رہا۔ ہر شب مسجد نبوی میں گذرتی تھی صحن میں لوگ
حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے اور بکثرت شمع روشن کرتے تھے کچھ تو قرآن کریم کے پارے لے کر
تلاوت کرتے تھے، کچھ اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے، اور کچھ لوگ تربت طاہرہ نبوی کے
نظارہ میں بسر کرتے تھے، ہر طرف سے خوش آواز لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدحیہ
قصائد ترنم سے پڑھتے تھے، لوگوں کا یہ معمول تھا کہ ان مبارک راتوں میں مجاوروں اور محتاجوں
کو بکثرت صدقات دیتے اور ان کے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے تھے۔ اس مرتبہ میرے ساتھ
دمشق سے مدینہ شریف تک ایک ایسا شخص رہا، جو وہیں کا رہنے والا تھا۔ یہ بہت بڑا فاضل
انسان تھا، اس کا نام منصور بن شکل تھا۔ اس نے میری ضیافت بھی کی تھی۔ اور پھر اس کا ساتھ
حلب اور بخارا میں بھی رہا۔ میری صحبت میں قاضی الزیدیہ شرف الدین قاسم ابن شنان المکی بھی تھے
اہل غرناطہ کے صلحا وفقرا میں سے ایک صاحب علی بن حجر الاموی بھی تھے۔

جب ہم مدینہ پہنچے تو مجھ سے علی حجر نے بیان کیا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ کوئی شخص
کہہ رہا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں سن اور یاد کر لے۔

هنيئا لكم يا زائرين ضريحه	اے حضرت محمد ﷺ کے زائر مبارک ہو کہ تم نے قیامت
امنتم به يوم المعاد من الرجس	کے دن ہر قسم کی آلودگی سے نجات پائی تم لوگ
وصلتم إلى قبر الحبيب بطيبه	قبر حبیب تک پہنچ گئے، اس شخص کو مبارک ہو جس
فطوبى لمن يضحى بطيبة او يمسى	صبح وشام وہاں بسر ہوتی ہے۔

یہ میرے ساتھ مدینہ طیبہ تک آئے پھر ہند کے دارالسلطنت دہلی کو ۷۳۴ھ (مطابق ۱۳۳۳ء) میں روانہ ہو گئے، اور میرے پڑوس میں فروکش ہوئے، میں نے ان کے خواب کا قصہ بادشاہ کے حضور میں بیان کیا، اس پر اس نے آپ کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے حاضر ہو کر خود یہ واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ کو یہ واقعہ بہت پسند آیا۔ اس نے زبان فارسی میں بکمال اخلاق گفتگو کی اور حکم دیا کہ آپ کی مہمان نوازی کی جائے۔ اور تین سو طلائی تنکے عطا کیے۔ مغربی دیناروں کے وزن کے لحاظ سے ایک تنکہ کا وزن ڈھائی دینار ہوتا ہے، نیز ایک گھوڑا بھی زین ولگام وزیور سے آراستہ اور ایک خلعت عطا کی۔ اور روزانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ ان کے ساتھ غرناطہ کا ایک اچھا فقیہ بھی تھا جس کی پیدائش بجایا کی تھی، اور وہاں جمال الدین المغربی کے نام سے مشہور تھا۔ علی ابن حجر نے وعدہ کیا کہ میں اپنی بیٹی آپ سے بیاہ دوں گا۔ چنانچہ اپنے گھر سے علیحدہ انہیں ایک چھوٹے سے گھر میں اتارا۔ اور ایک چھوکری اور چھوکرا خریدا اور وہ دینار جو بادشاہ نے انہیں عطا کیے تھے، اپنے بستر ہی میں رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ کسی پر انہیں اطمینان نہ تھا۔ چھوکرا اور چھوکری دونوں نے باہم مل کر اس سونے کو اڑا لیا اور بھاگ کھڑے ہوئے، جب یہ مکان واپس آئے تو دونوں کا کوئی پتہ نشان نہ پایا، اور سونا غائب اس غم میں کھانا پینا چھوٹ گیا۔ بیمار پڑ گئے، میں نے یہ سارا واقعہ بادشاہ سے جاکر بیان کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اتنی ہی رقم اور دے دی جائے، چنانچہ رقم مقررہ ایک شخص کے ہاتھ جو ابن حجر سے واقف تھا۔ ان کے پاس بھیج دی گئی، لیکن جب یہ شخص مکان پر پہونچا تو وہ مر چکے تھے۔ خدا رحم کرے۔

مکہ معظمہ کا ارادہ کر کے ہم مدینہ سے نکلے، پہلا پڑاو مقام ذی الحلیفہ پہ ہوا، یہی جگہ ہے، جہاں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احرام باندھا کرتے تھے، مدینہ کا فاصلہ یہاں سے ... میل ہے، یہی مقام منتہائے حرم مدینہ ہے، یہاں سے بہت قریب وادی عقیق ہے۔ میں نے سلا ہوا لباس اتارا، غسل کیا، احرام باندھا، دو رکعت نفل پڑھی، اور احرام حج باندھ ... ہر میدان، ہر پہاڑ، ہر نشیب، اور فراز پہ تلبیہ[1] کہتا رہا۔

شعب حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے مقامات عالیہ

آخر میں حضرت علی کی گھاٹی (شعب) پہ پہونچا، اور یہیں شب باشی ہوا، پھر یہاں سے ... ہو کر مقام روحاء میں آیا، یہاں ایک کنواں ہے، جسے "بیر ذات العلم" کہتے ہیں، مشہور ... اس جگہ علی علیہ السلام نے جن سے مقاتلہ کیا تھا۔

پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم مقام صفراء میں پہونچے، یہ ایک آباد وادی ہے، یہاں ... بھی ہے، کھجوروں کے درخت بھی اور عمارتیں بھی، جن میں حسنی شرفاء رہتے ہیں، اور ان کے علاوہ ... سے لوگ بھی آباد ہیں، وہاں ایک بڑا قلعہ بھی ہے، جس کے پاس چھوٹے چھوٹے کئی قلعے ... قریب ہی گاؤں بھی آباد ہیں۔

---

[1] یہ فقہی اصطلاح ہے تلبیہ مخفف ہے، اس کا مفہوم "لبیک لبیک اللھم لبیک"

(رئیس احمد جعفری)

بدر سماء، جہاں حق و باطل کی جنگ ہوئی تھی، جہاں صنادید قریش کھیت رہے تھے، جہاں خدا کا وعدہ پورا ہوا

صفراء سے ہم بدر میں اترے جہاں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی تھی، اپنے وعدہ کریمہ کا ایفا کیا تھا۔ یہ ایک موضع ہے جس میں نزدیک نزدیک خرموں کے باغات ہیں، اور یہاں ایک نہایت بلند قلعہ ہے، جس میں جانے کا راستہ اس وادی میں سے ہے جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے، بدر میں ایک ابلتا ہوا چشمہ بہتی ہے، جس کا پانی برابر جاری رہتا ہے، اور وہیں وہ قلیب یعنی غار سی ہے، جس میں اللہ کے دشمن مشرکین گھسیٹ گھسیٹ کر پھینکے گئے تھے آج اس مقام پر ایک باغ ہے جس کے پیچھے شہدا رضی اللہ عنہم کا مقام ہے، جبل رحمت جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے، صفراء سے داخل ہونے والے کے بائیں طرف ہے اور اس جبل کے مقابل جبل الطبول ہے، اس پہاڑ کی قطع ریت کے ٹیلے جیسی ہے، جس کا دور تک سلسلہ چلا گیا ہے، وہاں کی آبادیوں کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہر جمعہ کی شب کو یہاں دھوسوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اور یہیں وہ مقام بھی ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر کے دن عرش پر تشریف فرما اور اپنے اللہ سے ایفائے وعدہ کے طلبگار تھے، یہ مقام عریش جبل الطبول کے رخ کے متصل مقام واقعہ جنگ کے سامنے نخل القلیب کے پاس ایک مسجد ہے جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبیؐ کے اونٹنی بٹھانے کی جگہ تھی، اور بدر صفراء کے مابین ڈاک کے فاصلہ (۱۲ میل) پر پہاڑوں کے وسط میں ایک وادی ہے جہاں بکثرت چشمے جاری ہیں اور کھجوروں کے باغات کا ایک دوسرے سے تسلسل چلا گیا ہے۔

بدر سے ہم نے ایک صحرا کی طرف کوچ کیا جس کا نام قاع البزواء ہے۔ یہ ایسا صحرا ہے جس میں بڑے بڑے راہ داں راستہ بھول جاتے ہیں، اور دوست دوست کو بھول جاتا ہے اس صحرا کی مسافت تین میل کی ہے۔

پھر وادی رابغ ہے، اس وادی میں بارش کے موسم میں بہت سے تالاب بھرے رہتے ہیں اور عرصہ دراز تک ان میں پانی قائم رہتا ہے۔ یہاں سے مصر اور مشرق۔

یہاں سے عقبۃ السویق میں آئے یہ خلیص سے نصف میل کی مسافت پر واقع ہے، اس مقام پر ریت بہت ہے، حاجی یہاں ستو پینا ضروری سمجھتے ہیں، اور اس رسم کے ادا کرنے کے لئے مصر و شام سے ستو اپنے ہمراہ لاتے ہیں، اور یہاں شکر ملا کر پیتے ہیں۔ امراء لوگ ستو ڈال

...وض بھروا دیتے ہیں، اور لوگ پیتے ہیں۔ لوگ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول ... اسی مقام سے گذر رہے تھے، اور صحابہ کے پاس کھانا نہ تھا۔ آپ نے یہاں کی ریت ... دے دی۔ انہوں نے گھول کر پیا تو وہ ستو تھے۔

پھر ہم برکتہ خلیص میں اترے۔ یہ ایک ہموار زمین پہ واقع ہے۔ یہاں کھجوروں کے باغات ... ہیں، اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے۔ نیچے زمین پر بھی ایک قلعہ ... اجاڑ پڑا ہے، اور پانی کا ایک چشمہ بھی جوش زن ہے، جسے کاٹ کر نہریں اور نالیاں ... ہیں، جن سے اراضیات سیراب کی جاتی ہیں۔ صاحب خلیص ایک شریف حسنی ... شخص ہیں، اس اطراف کے عرب یہاں بہت بڑا بازار لگاتے ہیں۔ جہاں بھیڑیں پھل ... اور اقسام نان و خورش لے جاتے ہیں۔

پھر ہم مقام عسفان میں آئے۔ یہ مقام مسطح زمین پر پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ ...ہاں میٹھے پانی کے کنویں بھی ہیں، جن میں سے ایک کی عثمان بن عفان کی طرف ...ت کی جاتی ہے۔

مقام مدرج بھی عثمان کی طرف منسوب ہے یہ خلیص سے نصف یوم کی مسافت پر ... ہے، اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ مقام ہے، جہاں کے ایک مقام پر ...یوں اور طراز عمارت کے طور پر ایک سنگین فرش بنا ہوا ہے، یہاں ایک کنواں بھی ہے، ... علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہتے ہیں کہ وہ کنواں آپ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ عسفان میں ... پرانا قلعہ اور ایک مستحکم برج بھی ہے، جسے اب ویرانگی نے کمزور کر دیا ہے یہاں مقل ...درخت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

پھر ہم بطن مر میں آئے جسے مر الظہران بھی کہتے ہیں، یہ ایک زرخیز وادی ہے جس میں خرموں ...درخت بکثرت ہیں، اور جاری پانی کا ایک چشمہ جوش زن ہے جو اس کے اطراف کو سیراب کرتا ہے، ... وادی سے لوگ تمام فواکہات اور سبزی مکہ لے جاتے ہیں، پھر رات ہی کو ہم اس وادی ...رک سے روانہ ہو گئے، ہمارے قلوب مارے خوشی کے اب پھولے نہیں سماتے ... کیونکہ منزل مقصود سامنے تھی۔

بیت اللہ

مکہ معظمہ میں داخلہ، اس شہر کے فضائل، تاثرات، مزارات، خانۂ کعبہ عجیب و غریب حطیم کعبہ، حجر اسود، باشندگان مکہ، یہاں کے عوائد، رسوم اور حالات

صبح ہوتے ہوتے ہم بلد امین مکہ مکرمہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے حرم الٰہی، مقام ابراہیم خلیل اللہؑ اور مبعث محمد (صلے اللہ علیہ وسلم میں) پہونچے۔ پھر ہم بیت اللہ میں داخل ہوئے، جہاں داخل ہونے والے کو خدا نے مامون قرار دیا ہے۔[1] باب بنو شیبہ سے حاضر ہوئے، کعبہ شریف زادہا اللہ تعظیما کا دیدار کیا، جو ایک عروس کی طرح مسند جلال پر متجلی، اور پردہ جمال میں لپٹا ہوا۔ اور خدائے رحمٰن و رحیم کے پرستاروں کے دامان شوق سے وابستہ اور جنت رضوان میں پہونچانے کا بہترین وسیلہ ہے، سب سے پہلے ہم طواف قدوم سے فارغ ہوئے پھر حجر کریم کو بوسہ دیا، مقام ابراہیم پر دو نفلیں پڑھیں۔ پھر باب کعبہ اور حجر اسود کے مابین ملتزم کے قریب پردۂ کعبہ پکڑ کر دست دعا بلند کئے کہ یہاں مانگی ہوئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، پھر آب زمزم پیا، قول رسولؐ ہے کہ جس نے جس ارادے سے زمزم پیا وہ حاصل ہوئی، بعد ازاں صفا و مروہ کے مابین دوڑ لگائی، اور باب ابراہیمؑ کے متصل ایک مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالےٰ کی عجائب کار فرمائیوں میں سے یہ ہے کہ ان مشاہد منیفہ و عظیمہ کی جانب قلوب

---

[1] لیکن امویوں کے عہد میں بیت اللہ کی حرمت قائم نہ رہی کیونکہ انہوں نے اس پر سنگ باری تک سے دریغ نہ کیا نہ یہاں کا رہنے والا مامون رہا حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے یہاں جو سلوک ہوا وہ اوراق تاریخ میں محفوظ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

طریقہ پر راغب ہوتے ہیں، اور مقامات شریفہ میں حاضر ہونے کے شائق رہتے ہیں، اس
...رک سرزمین آنکھوں کی پتلی ہے، اور اس کی محبت قلوب کی سرشت میں داخل ہے، یہ اللہ
...ی حکمت بالغہ اور اپنے خلیل علیہ السلام کی تصدیق دعوت ہے، قلب کو جب اس کا دیدار
...ر ہوتا ہے تو ہر طرح کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کر لیتا ہے، اور بہت سے ضعیف
...یں جو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں، اور راستہ ہی میں جان بحق ہونا گوارا کر
...یں، اور جب خدا پہونچا دیتا ہے، تو لوٹتے مسرور اور خوش ہوتے ہیں کہ گویا انہیں کوئی
...ت ہی نہ ہوئی تھی، بس یہ ایک اسرار الٰہی، صنع ربانی اور یہ ایک ایسی دلیل ہے، جس
...ات نہ کسی وسوسہ کا لگاؤ ہے، اور نہ شبہ کا تعلق اور نہ کسی بناوٹ کو دخل ہے، اصحاب
...یرت کو بصیرت اور اصحاب نظر کو عبرت حاصل ہوتی ہے، اللہ کے فضل سے جس کی
...ک رسائی ہو گئی، گویا بارگاہ ایزدی سے بڑا انعام اور فلاح دارین حاصل ہو گئی۔

مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا و تعظیما کا تذکرہ،

یہ ایک بڑا مستطیل شہر ہے مکانات قریب قریب ہیں یہ ایک وادی کے درمیان
...ہے، جسے ہر طرف پہاڑوں نے ڈھانپ لیا ہے، اسی وجہ سے آج تک آدمی پہنچ نہ جائے۔
یہ شہر نظر نہیں آتا۔ یہ پہاڑ جنہیں اگر آبریز کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ بہت بلند نہیں ہیں
...ب کی طرف جبل ابی قبیس اور جبل قعیقعان ہیں۔ اور شمال کی طرف جبل احمر ہے۔ جبل
...بیس کی طرف دو گھاٹیاں ہیں۔ جنہیں اجیال اکبر اور اجیال اصغر کہتے ہیں۔ اور جبل خندمہ
کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ تمام مناسک، منیٰ۔ عرفہ۔ المزدلفہ۔ مکہ معظمہ شرفہا
...تعالےٰ کی شرقی جانب واقع ہوئے ہیں، شہر کے تین دروازے ہیں۔ فراز شہر
...ر دروازہ باب المعلاۃ کہلاتا ہے، اور نشیب شہر کا دروازہ باب الشبیکہ کہتے ہیں اس
...باب الزاہر اور باب العمرہ بھی کہتے ہیں، یہ دروازہ شہر کی غربی جانب ہے، مدینہ منورہ
...رہ شام۔ اور جدہ کا راستہ اسی دروازہ سے ہے، نیز تنعیم میں جانا ہو تو بھی اسی راستے سے
...تے ہیں۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ باب المسفل جنوب کی طرف ہے، اس دروازہ سے فتح مکہ شرفہا
کے دن خالد ابن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ داخل ہوئے تھے۔
خدا نے اپنی کتاب میں اپنے نبی خلیل علیہ السلام کی زبان سے وادی غیر ذی زرع

یعنی بنجر وادی کا ذکر فرمایا ہے، لیکن آپ کی دعا کا یہ اثر ہے کہ وہاں ہر طرف سے چیز
پہنچ جاتی ہیں۔ ہر قسم کے پھل اور میوہ ہائے تر شلاً انگور۔ انجیر۔ شفتالو، اور خرما ایسے بے
نظیر دنیا میں نہیں میں نے وہاں کھائے ہیں۔ اسی طرح یہاں ایسے عمدہ خربوزے آتے ہیں جو
دشیرینی کو مد نظر رکھتے ہوئے، دیگر مقامات میں نایاب ہیں، یہاں کا گوشت نہایت فربہ اور
خوش ذائقہ ہوتا ہے، اسی طرح وہ مال واسباب بھی جو دوسرے شہروں میں متفرق طور
پر پہنچتے ہیں، یہاں مجتمع اور اکٹھا رہتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کی سبزی اور ترکاری بھی طائف
وادی نخلہ اور بطن مر سے بکثرت آتی ہیں۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے، جو حرم کے ساکنین اللہ کے
عتیق کی مجاورین کے حق میں مبذول ہے۔

مسجد حرام شرف اللہ وکرمہ کی کیفیت اور ہیئت

شہر کے وسط میں مسجد حرام واقع ہے، جو نہایت وسیع ہے، ازرقی کہتا ہے کہ مشرق
سے مغرب تک اس کا طول چار سو گز ہے، اور تقریباً اتنا ہی عرض ہے۔ کعبہ معظمہ اس کے وسط
میں واقع ہے، اس کا منظر نہایت خوشنما، اور شان دلربایانہ ہے۔ زبان اس کے وصف
بدائع کی تعریف نہیں کر سکتی۔ نہ مدح گو اس کے کمال حسن کو بیان کر سکتا ہے، دیوار
تقریباً بیس گز اونچی ہیں، اور چھت جو تین صفوں میں ہے بلند ستونوں پر نہایت خوش
اسلوبی سے قائم ہے، اس کے تینوں سنگین فرش ایسے نظم سے منتظم ہیں۔ گویا ایک
فرش ہے، اس کے چار سو اکیانوے ستون تو صرف سنگ رخام کے ہیں۔ اس کے علاوہ اور
ستون گچکاری کے ہیں۔ جو دار الندوۃ میں واقع ہے، یہ مکان گو مسجد حرام میں بعد میں
شامل کر لیا گیا ہے، لیکن شمال کی جانب جو سنگین فرش ہے، اس میں داخل ہے اس کے
مقابل جو مقام ہے، اس میں رکن عراقی شامل ہے، اس دار الندوۃ کی فضا مسجد حرام سے متصل
ہے، اور اسی فرش سے دار الندوۃ میں داخل ہوتے ہیں، اس فرش کی دیوار سے ملی ہوئی دکانیں
ہیں، جن پر ڈھالو سائبان واقع ہے، ان دکانوں میں مقری۔ نساخ اور خیاط بیٹھتے ہیں۔ اس
فرش کے مقابل جو فرش ہے اس کی دیوار سے متصل بھی ویسی ہی دکانیں ہیں، لیکن ان پر سائبان
نہیں۔ مغربی فرش پر آمدورفت کی جگہ باب ابراہیم کے پاس ہے، یہاں سارے ستون
گچکاری کے ہیں۔

...یفہ المہدی محمد ابن الخلیفہ ابو جعفر المنصورؒ کے احکام اور آثار تو سیع مسجد کے
...میں ابھی موجود ہیں، غربی فرش کی دیوار کے سرے پر یہ کتبہ ہے۔

...ر عبد اللہ محمد بن المہدی امیر
...ین اصلحہ اللہ تعالی بتوسعۃ
...د الحرام الحاج بیت اللہ
...رتہ فی سنۃ سبع وستین
...ئۃ ۔

اللہ برتر امیر المومنین عبداللہ محمد بن المہدی کا انجام بخیر کرے، جنہوں نے مسجد حرام کی وسعت کا حکم نا... فرمایا۔ تاکہ حج کرنے والوں کو آسائش پہنچے چنانچہ تعمیر ہذا ۱۶۷ھ (مطابق ۷۸۳ء) میں ہوئی۔

کعبہ شریف زادہا اللہ تعظیماً وتکریماً کا بیان

...بہ شریف وسط مسجد میں ایک جانب کو کسی قدر خم کھایا ہوا واقع ہے، اس کی ...ربع اور تین جانب سے بلندی میں تقریباً اٹھائیس گز ہے، چوتھی جانب حجر اسود ...ن یمانی کے مابین واقع ہے۔ اس کی بلندی تقریباً نتیس[۲۹] گز ہے اس پہلو کا عرض جو رکن ...ے حجر اسود تک ہے تقریباً چون بالشت ہے، اسی طرح مقابل والے پہلو کا عرض ہے ...یمانی سے رکن شامی تک ہے، اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے، ...ے اڑتالیس[۴۸] بالشت ہے، اسی قدر اس پہلو کا عرض ہے، جو رکن شامی سے ...ی تک ہے خارج حجر اکیس بیس گز ہے، یہیں طواف ہوتا ہے، اس کی بنا بڑے بڑے ...ں کی ہے جن کا جوڑ نہایت استحکام اور سخت پائیداری کے ساتھ لگایا گیا ہے، ...مانہ کا کوئی اثر نہیں پہونچ سکتا۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ اس پہلو میں واقع ہوا ہے، ...اور رکن عراقی کے مابین ہے، اس کے اور حجر الاسود کے درمیان دس بالشت کا ...ے، اس جگہ کا نام ملتزم ہے، یہیں دعا مستجاب ہوتی ہے، زمین سے دروازہ کی ...ے گیارہ بالشت ہے، چوڑائی آٹھ بالشت اور طول تیرہ بالشت ہے، اور ...دروازہ کا عرض پانچ بالشت کا ہے، اس دروازہ میں تمام پتر چاندی کے نہایت ...سے جڑے ہوئے ہیں، اور دروازے کے دونوں بازو بھی چاندی کے پتروں سے نہایت ...آراستہ ہیں۔ اور اسی طرح عتبہ علیا پر بھی چاندی کے پتر چڑھے ہیں، یہاں چاندی کے ...بڑے تقاضے رکھے ہیں، جو مقفل ہیں۔

باب کریم کے کھلنے کا روح پرور منظر اور عوائد و مراسم

باب کریم ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اور آں حضرت ؐ کی ولادت باسعادت کے دن کھولا جاتا ہے، اور دروازہ کھولنے کی رسم یہ ہے کہ ایک کرسی جو منبر سے مشابہ ہوتی ہے، بکتے ہیں جس میں سیڑھیاں اور لکڑی کے پائے ہوتے ہیں، اور ان پایوں میں چار پہیے لگے ہوتے ہیں جن پہ یہ کرسی گھسیٹی جاتی ہے۔ اسے کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دیتے ہیں۔ اس وقت اوپر کا درجہ کعبہ شریف کے دروازہ کی چوکھٹ سے متصل ہو جاتا ہے، شیبی خاندان کا سب سے معمر شخص اس پہ چڑھتا ہے، بیت اللہ کی کلید مبارک اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ اور خادم بھی ہوتے ہیں۔ کعبہ کے دروازہ پہ جو پردہ لٹکا ہوا ہے اسے اٹھاتے ہیں۔ اسے برقعہ کہتے ہیں۔ جب تک رئیس الشیبیین دروازہ کھولتا رہتا ہے یہ غلام اس برقعے کو اٹھائے ہی رہتے ہیں، جب دروازہ کھول لیتا ہے تو پہلے یہ رئیس آستانہ عالیہ کو چومتا ہے، اور پھر اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتا ہے، اور دو رکعت نماز ادا کرنے میں جس قدر وقفہ ہوتا ہے، وہاں قیام کرتا ہے، پھر دوسرے شیبی اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے ہیں پھر دروازہ کھلتا ہے اور تمام لوگ اندر داخل ہونے میں سبقت کرتے ہیں، اور اس اثنا میں کہ وہ دروازہ کھولا جائے یہ سب باب کریم کی طرف رخ کئے ہوئے، نیچی نگاہیں کئے ہوئے خشوع و خضوع کیسا جناب الٰہی میں ہاتھ پھیلائے کھڑے رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو تکبیر کے ساتھ باآواز بلند یہ الفاظ کہتے ہیں۔

اللھم افتح لنا ابواب	بارالٰہا، ہمارے لئے اپنی
رحمتك و مغفرتك	رحمت اور مغفرت کے دروازے
یا ارحم الراحمین	کھول دے۔

کعبہ کی حیرت انگیز نشانیاں، عجائب و افعات، میزاب مبارک

کعبہ کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت اس کا دروازہ کھولا جاتا ہے حریم شریف میں اتنی مخلوق ہوتی ہے کہ بجز خالق و رازق کے اس کی کوئی تعداد نہیں جانتا۔ یہ سب کے سب کعبہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ کوئی تنگی یا کوتاہی نہیں آتی۔

یہ بات بھی از عجائبات ہے کہ طواف سے شب و روز کسی وقت بھی خالی نہیں ہوتا ایسی بات کی آج تک کوئی شہادت نہیں موجود ہے۔

یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ باوجود مکہ معظمہ میں کبوتروں کی، اور دوسرے پرندوں کی بہتات ہے نہ کعبہ پر کوئی آکر بیٹھتا ہے، اور نہ کوئی اوپر سے اڑکر گزرتا ہے۔ بلکہ جب کوئی پرند کعبہ کی طرف اڑتا ہوا سیدھا آتا ہے، تو قریب آکر دائیں بائیں کترا کر نکل جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی پرندہ بیمار ہوتا ہے، تو کعبہ شریف پر آکر بیٹھتا ہے، اگر موت آگئی ہے، تو اسی وقت مرجاتا ہے، اور تکلیف سے نجات پاتا ہے، اگر زندگی باقی ہے، تو چنگا ہو کر اڑ جاتا ہے۔

میزاب مبارک کعبہ شریف کے اس پہلو پر قائم ہے، جو حجر پر ہے یہ سونے کا بنا ہوا ہے اور ایک بالشت چوڑا ہے، اور تقریباً دو گز باہر نکلا ہوا ہے، وہ جگہ جو میزاب مذکور کے نیچے ہے، اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اجابت دعا کا مقام ہے،

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے مزارات

میزاب کے نیچے زیر سنگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارک ہے، اس کے اوپر مستطیل شکل سبز رنگ کا سنگ رخام محراب کی شکل کا ہے اور ایک اور دوسرے سبز رنگ کا سنگ رخام سے ملا ہوا ہے، جو مستدیر ہے ان دونوں پتھروں کی چوڑائی تقریباً ڈیڑھ بالشت ہے یہ دونوں پتھر مل کر ایک مربع خوش منظر شکل بن جاتی ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے ایک جانب رکن عراقی کے قریب آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا مزار مبارک ہے، اس کی علامت ایک مستدیر سبز رنگ کا سنگ مرمر ہے اس کی بھی ڈیڑھ بالشت کی چوڑائی ہے، ہر دو مزارات کے مابین سات بالشت کا فاصلہ ہے،

حجر اسود کی کیفیت تذکرہ رسم تقبیل، ہجوم عام

حجر اسود زمین کی سطح سے چھ بالشت کی بلندی پر واقع ہے، لمبا آدمی اگر اسے بوسہ دینا چاہے تو اسے جھکنا پڑتا ہے، اور پست قد شخص کو بوسہ دینے کے لئے کسی قدر طویل ہونا، اور کھنچنا پڑتا ہے، اس کی چوڑائی تین بالشت اور لمبائی ایک بالشت ایک انگل ہے اس کے ایک ہی

ملے ہوئے چار ٹکڑے ہیں کہتے ہیں کہ القرمطی نے اللہ کی اس پر لعنت ہو اسے توڑا تھا اور کہتے ہیں اس پر کسی نے دموس مارا تھا۔ جس سے اس کے چار ٹکڑے ہو گئے، لوگوں نے اس توڑنے والے کے قتل کے لئے سبقت بھی کی تھی۔ اور اسی جرم کے باعث مغاربہ کا ایک گروہ گروہ قتل کر دیا گیا۔

حجر اسود کو چاندی کے ایک پترے سے خوب کس دیا ہے۔ اس پر یہ چاندی کی سفید تحریر بڑا لطف دیتی ہے، اس کے بوسہ دینے سے ایسی عجیب لذت ہوتی ہے کہ اسے منہ سے جدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حجر اسود سے جس مقام پر بوسہ دیتے ہیں، اس کی داہنی جانب سے قریب ایک صحیح ٹکڑے میں ایک نہایت چھوٹا و چمکتا ہوا سفید نقطہ ہے۔ جتنا اس صحیفہ نورانی کا خال ہے، بوسہ دینے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا ہے۔ [۲]

حجر اسود سے کعبہ کے طواف کا آغاز کرتے ہیں۔ یہی وہ پہلا رکن ہے جسے طواف کرنے والا پہلے عمل میں لاتا ہے۔

کتب خانہ حرم کعبہ اور اس کے نوادر مخطوطات و صحائف

یہاں مصاحف شریف بھی رکھے جاتے ہیں۔ اور حرم شریف کا متعلقہ کتب خانہ بھی ہے۔ نیز اسی میں وہ تابوت بھی رہتا ہے، جس میں وہ قرآن شریف رکھا ہے، جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتسلیماً کی وفات کے بعد ۱۸ھ مقدسہ میں نقل کیا تھا۔ اہل مکہ جب کسی قحط یا سختی میں مبتلا ہوتے ہیں، تو اس مصحف کو نکال لیتے ہیں، اور کعبہ کا دروازہ کھول کر آستانہ مبارک پر رکھ دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ مقام ابراہیم علیہ السلام پر بھی لاکر رکھتے ہیں، اور سب لوگ برہنہ سر جمع ہو کر نہایت تضرع کے ساتھ مصحف کریم اور مقام کے توسل کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ وہاں اپنے لطف و کرم سے ڈھانپ لیتا ہے۔

---

[۱] اسماعیلیوں کا ایک گروہ قرامطہ کے نام سے مشہور ہے حسن بن صباح وغیرہ اسی میں گذرے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

[۲] کعبہ کی تفصیلات جو عام کتب میں ملتی ہیں مختصر کر دی گئی ہیں یہ ہر سفرنامۂ حج میں ان کا ذکر تفصیل سے ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

مسجد حرام سے متصل مشاہد کریمہ، اور آثار نادرہ و نقوش ماضیہ

مشاہد کریمہ میں سے جو مسجد الحرام کے قریب ہیں۔ زبیدہ اہلیہ ہارون رشید کا مکان ہے وہی ہے پھر خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا دولت خانہ ہے جو باب النبی صلعم سے قریب ہے اس گھر میں ایک چھوٹا سا قبہ ہے جہاں فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئی تھیں کے قریب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دولت خانہ ہے اس کے مقابل ایک ہے جس میں حجر مبارک ہے، اور اس کا ایک سرا دیوار مذکور سے نکلا ہے۔ لوگ اس مبارک کو بوسہ دیتے ہیں۔ مذکور ہے کہ سنگ مذکور نبی پر سلام عرض کرتا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن ابی بکر الصدیق کے ہاں تشریف لے گئے، وہ موجود نہ تھے۔ نبی نے پکارا تو سنگ مذکور بایں الفاظ گویا اے رسول اللہ وہ دولت خانہ پر موجود نہیں ہیں۔ [1]

مکہ کا قبرستان باب معلی کے باہر ہے۔ اس مقام کو حجون کہتے ہیں۔

قبرستان میں بہت سے صحابہ، تابعین، علماء، صالحین اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ... یہ سارے مشاہد بہت پرانے اور بے نشان بن گئے ہیں، اسلئے اہل مکہ کو ان کا پتہ تک نہیں سوا چند مشاہد متبرکہ کے،

مزار ام المومنین خدیجۃ رضی اللہ عنہا

ان میں سے ایک ام المومنین اور وزیرہ سید المرسلین خدیجہ بنت خویلد ام اولاد نبی صلعم تسلیماً کا مبارک ہے اس کے ماسوا ابراہیم اور جدۃ السبطین الکریمین (حضرت حسن و حسین) صلوٰۃ اللہ ... علی النبی صلعم تسلیماً و علیہم اجمعین کے مشاہد متبرکہ ہیں۔

اسی کے قریب خلیفہ امیر المومنین ابی جعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس ... اللہ عنہم اجمعین کا مزار ہے۔

جہاں عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش لٹکائی گئی تھی

اس قبرستان میں وہ مقام جہاں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مصلوب کیا گیا تھا۔ اس

---

[1] یہ سب بالکل ضعیف روایتیں ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

مقام پر ایک مکان بھی بنا ہوا تھا جسے باشندگان طائف نے اس غیرت کیوجہ سے منہدم کر دیا جو ان کو ان کے حجاج ملعون کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی قبرستان مذکور کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے ہوئے داہنی طرف ایک ویران مسجد ہے کہتے ہیں کہ یہ وہ مسجد ہے کہ جس میں رسول اللہ صلعم سے جن نے بیعت کی تھی اسی قبرستان پر سے ایک راستہ طائف کی طرف دوسرا عراق کی طرف جاتا ہے۔

ابولہب اور اس کی زوجہ کی قبریں

حجون کے راستے میں ایک مقام پر پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہے جسے راہ گیر پتھروں سے سنگسار کیا کرتے ہیں کہ یہ ابولہب اور اس کی بیوی حمالۃ الحطب کی قبریں ہیں۔

مکہ معظمہ سے قریب جو مقدس پہاڑ ہیں ان کا تذکرہ جبل ابوقبیس

ان پہاڑوں میں ایک جبل ابوقبیس ہے جو مکہ معظمہ حرسہا اللہ کی جہت جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک مسجد، رباط اور عمارت کا نشان ہے، الملک الظاہر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تعمیر بھی کرنا چاہا تھا۔ کوہ مذکور حرم شریف پر آب رینہ ہے، جس سے مکہ کا حسن، حرم اور اس کی ہمواری کا جمال اور کعبہ کی زینت دوبالا ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب اللہ برتر نے پہاڑ پیدا کیے، تو پہلے کوہ ابوقبیس کو پیدا کیا تھا۔ زمانہ طوفان میں حجر اسود اسی میں امانت رکھا گیا تھا۔ قریش اس پہاڑ کو الامین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس نے پھر الحجر کو جو اس میں امانت رکھا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السّلام کو دے دیا۔

وہ پہاڑ جہاں معجزہ شق القمر صادر ہوا

یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السّلام کا مزار یہیں ہے، اس پہاڑ پر وہ مقام متبرک بھی ہے، جہاں معجزہ شق القمر کے وقت نبی صلعم قیام پذیر رہے تھے۔

کوہ حرا۔ جہاں آپ عزلت گزیں رہے تھے اور جہاں پہلی وحی آئی تھی

جبل حرا۔ یہ مکہ شرفہا اللہ کے شمال میں تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اس کی چوٹی بہت بلند ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما تھے۔ کہ اس نے

…کی آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ اس میں اختلاف … اس واقعہ کے دن آپ کی معیت میں کون تھا۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اصحاب عشرۂ مبشرہ … کے ہمراہ تھے۔

…ثور: جہاں مکہ سے ہجرت کرتے وقت رسول اللہ پناہ گزیں ہوئے

…ل ثور۔۔ مکہ سے یمن کے راستہ میں ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہیں وہ غار بھی … میں آپ مکہ سے ہجرت کر کے نکلے تو پناہ گزیں ہوئے۔ آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ … کا قرآن شریف میں مذکور ہے۔ خدا کے حکم سے مکڑی نے غار کے دروازہ پر جالا تن دیا کبوتروں … کو تسلط بنا دیا۔ اور انڈے دے دیئے جب مشرکین نشانات پا کے ماہروں کے ساتھ غار تک ور… تو کہنے لگے کہ یہاں تک نشانات ملتے ہیں۔ لیکن دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا اور … نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی کیونکر داخل ہو سکتا ہے۔ آخر واپس ہو گئے، لوگ … کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اور اس دروازہ سے تبرکاً داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں جس … داخل ہوئے تھے۔ ان میں بعض تو داخل ہو جاتے ہیں، اور بعض نہیں داخل ہو سکتے … جاتے ہیں جتنی کہ ان کو بڑی مشکل سے کھینچ کر باہر نکالا جاتا ہے۔ کچھ لوگ غار کے سامنے ہی … پڑھتے ہیں، اور اس میں داخل نہیں ہوتے۔ یہاں کے لوگوں میں مشہور ہے کہ حلالی تو اس غار … میں ہو جاتا ہے، لیکن حرامی نہیں داخل ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سے لوگ داخل … ارادہ نہیں کرتے کہ اگر اندر نہ جا سکے تو شرمندگی اور رسوائی ہو گی۔ [1]

مکہ کے دو حاکم بھائی، اور ان کی سرگذشت

…ے ورود مکہ کے زمانے میں یہاں کی امارت دو شرفائے اجل سے متعلق تھی جو آپس … بھائی تھے، ایک کا نام اسد الدین رمیثہ تھا، اور دوسرے کا سیف الدین عطیفہ۔ رمیثہ … ے تھے، لیکن دعا میں پہلے عطیفہ کا نام اس کے عادل ہونے کی وجہ سے لیا جاتا تھا۔ رمیثہ … میں ہاشمہ اور عجلان جو فی الحال امیر مکہ ہیں، نیز تقیہ، سند اور ام قاسم بھی، اور عطیفہ کی اولاد

---

[1] …یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں جنہیں کوئی پایۂ استناد حاصل نہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

محمد، مبارک اور مسعود۔ ان بڑے بھائی کا دولت خانہ المروہ کی داہنی طرف ہے۔ اور چھوٹے بھائی رمیثہ کا مکان رباط الشرابی ہیں باب بنی شیبہ کے پاس ہے۔ ان دونوں بھائیوں کے دروازوں پر روزانہ مغرب کے وقت نقارہ بجتا ہے۔

اہل مکہ کے افعال جمیلہ، مکارم تامہ، اور اخلاق حسنہ کی تفصیل

اہل مکہ، افعال جمیلہ، مکارم تامہ، اور اخلاق حسنہ کے مالک ہیں ضعفا، اور دنیا سے منقطع لوگوں، ہمسایوں اور غربا کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کے مکارم میں یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی ولیمہ کرتا ہے تو پہلے مساکین وغیرہ کو نہایت مہربانی، رفق اور حسن خلق سے دعوت دیتا ہے، پھر بڑی خاطر تواضع سے انہیں کھانا کھلاتا ہے، اکثر فقرا وکا وہیں اجتماع رہتا ہے۔ جہاں لوگوں کا مطبخ ہوتا ہے، جہاں کسی نے اپنے لئے روٹی پکوائی اور مکان سے چلا یہ مساکین ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ حصہ رسد دے دیتا ہے، کسی کو محروم نہیں واپس کرتا، اگر اس کے پاس ایک ہی روٹی ہے، تو اس میں سے تہائی یا نصف نہایت خوشی کے ساتھ خیرات کر دیتا ہے پیشانی پر بل نہیں آتا۔

ان کے افعال حسنہ میں سے یہ بھی شامل ہے کہ چھوٹے یتیم بچے بازاروں میں آبیٹھتے ہیں ہر ایک کے پاس بڑی اور چھوٹی ٹوکریاں ہوتی ہیں۔ لوگ بازار میں سودا لینے آتے ہیں۔ غلہ، گوشت سبزی خریدتے ہیں، اور اس لڑکے کو دے دیتے ہیں، ایک ٹوکری میں غلہ بھر لیتا ہے اور گوشت سبزی دوسرے میں رکھ لیتا ہے، اور خریدار کے گھر پہنچا دیتا ہے، اور خریدار طواف کرنے یا کسی دوسرے کام سے چلا جاتا ہے، آج تک ان لڑکوں کی خیانت کا کوئی واقعہ نہیں سنا گیا۔ بلکہ جو جنس جس طریقہ پر دی جاتی ہے، پوری کی پوری پہنچا دیتا ہے۔ اس کے لئے ایک معین اجرت مقرر ہے۔

اہل مکہ نہایت خوش پوشاک ہوتے ہیں، اور اکثر سفید لباس پہنتے ہیں، خوشبو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ سرمہ بہت لگاتے ہیں۔ اور مسواک بکثرت کرتے ہیں، جو سبز اراک (پیلو) کی جڑ کی ہوتی ہے۔

مکہ کی عورتیں بڑی خوبصورت اور نہایت حسین وجمال والی صلاح وعفت میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں۔ خوشبو کا بکثرت استعمال کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ چاہے گھر میں کھانے کو نہ ہو

بھی جہاں تک ہو سکے گا، خوشبو ضرور خریدیں گی، ہر شب جمعہ کو خانہ کعبہ طواف کے لیے جاتی ہیں، اس وقت ان کے جسم پر نہایت اچھی پوشاک ہوتی ہے، اور تمام حرم ان کی خوشبو سے مہکنے لگتا ہے، اگر ایک عورت بھی طواف کے لیے آتی ہے، اور طواف کر کے چلی جاتی ہے، تو اس کے جانے کے بعد بہت دیر تک وہاں خوشبو بسی رہتی ہے۔

مکہ کے قاضی، خطیب، امام الموسم، اور علماء و صلحاء کا ذکر جمیل

مکہ کے قاضی العالم الصالح العابد نجم الدین محمد بن الامام العالم محی الدین الطبری ہیں، بہت خیر و خیرات کرتے ہیں۔ مجاورین کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں، کعبہ شریف کا بہت طواف کرتے، اور اکثر حاضر باش رہنے والے ہیں، مواسم معظمہ میں لوگوں کو بہت کھانا کھلایا کرتے ہیں، اور خاص کر رسول اللہ کی ولادت باسعادت کے دن تو دستر خوان نہایت وسیع ہوتا ہے، تمام شرفاء مکہ یہاں کے تمام اکابر کے خادم اور کل مجاورین کی نہایت دھوم دھام سے دعوت ہوتی ہے، سلطان المصر الملک الناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا ہے، اس کے امداد کے کل صدقات آپ ہی کے توسط سے جاری ہوتے ہیں، آپ کے صاحبزادے شہاب الدین فاضل ہیں، جو اب مکہ کے عہدۂ قضا پر متمکن ہیں۔

مکہ کے خطیب مقام ابراہیم علیہ السلام کے امام نہایت فصیح و بلیغ اور یکتائے زمانہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی بہاؤ الدین الطبری ہے، آپ ان خطیبوں میں سے ہیں کہ معمورۂ عالم میں ان کی مثال لیاقت اور حسن بیان میں نہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ ہر جمعہ کو ایک نیا خطبہ لکھتے ہیں اور پھر اسے کبھی نہیں پڑھتے۔

حرم شریف میں امام الموسم اور امام المالکیہ شیخ الفقیہ العالم الصالح الخاشع الشہیر ابو عبداللہ محمد بن الفقیہ الامام الصالح الورع ابی زید عبدالرحمٰن المشتہر بخلیل ہیں۔ آپ دراصل افریقیہ کے بلاد الجرید کے رہنے والوں میں سے ہیں، آپ قبیلہ بنی حیون کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کی اور آپ کے والد کی ولادت مکہ میں ہوئی، مکہ میں یہ فرید ہیں، آپ تمام گروہوں کے متفقہ طور پر مطلب ہیں، باوجود اس کے جمیع اوقات میں عبادت میں مستغرق رہتے۔ باحیا، کریم النفس، بااخلاق اور مہربان شخصیت رکھتے ہیں کسی سائل کو آپ نے محروم واپس نہیں کیا۔

میں جس زمانہ میں مکہ کے مدرسہ مظفریہ میں سکونت پذیر تھا تو خواب میں رسول اللہ صلعم کی زیارت

سے مشرف ہوا۔ آپ مدرسہ مذکورہ کی ایک مجلس تدریس میں اس کھڑکی کے پاس تشریف فرماتے جس سے کعبہ شریفہ نظر آتا تھا۔ اور لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ میں نے شیخ عبداللہ کو دیکھا کہ آئے اور آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ اور اپنے ہاتھ کو رسول اللہ کے دست مبارک میں دے دیا۔ اور فرمایا میں آپ سے اس اس عہد پر بیعت کرتا ہوں اور منجملہ بہت سی چیزوں کے یہ بھی تھی کہ اپنے گھر سے کسی مسکین کو محروم نہ پھیریں گا۔ یہ آپ کا آخر عہد تھا۔ میں انکے اس عہد پر متعجب تھا کیونکہ مکہ یمن زیلع عراق عجم اور مصر و شام میں فقراء کی بڑی کثرت ہے۔ اس وقت آپ ایک چھوٹا سا جبہ جسے القطنان کہتے ہیں پہنے ہوئے تھے۔ ؎ نماز صبح کے بعد میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ سن کر بہت خوش ہوئے، اور رو ئے اور فرمایا کہ وہ جبہ صالحین میں سے کسی صالح نے میرے دادا کو بدیۃً عطا کیا تھا کبھی کبھی میں بھی تبرکاً پہن لیا کرتا ہوں۔ اس خواب کے بعد پھر میں نے کبھی آپ کے پاس سے کسی سائل کو محروم جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا کہ روٹیاں اور کھانا پکا کر روزانہ مخاطر عصر کے بعد میرے پاس لایا کرو۔ اہل مکہ روزانہ نماز عصر کے بعد دن میں صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھایا کرتے اور اسی پر دوسرے دن کی نماز عصر کے وقت تک اکتفا کیا کرتے ہیں۔ دن میں کسی کو بھوک لگتی ہے، تو خرما کھا لیتا ہے۔ اسی وجہ سے تندرستی اچھی رہتی ہے اور مرض اور کسل میں کم مبتلا ہوتے ہیں۔

الشیخ خلیل کو القاضی نجم الدین الطبری کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ ان کی طلاق میں کچھ شک واقع ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے مفارقت اختیار کر لی تھی۔ اور پھر بعد میں الفقیہ شہاب الدین النویری سے جو کبار مجاورین میں سے صعید مصر کے بسنے والے تھے، شادی کر دی۔ ان کی زوجیت میں کئی سال رہیں اور ان کے ساتھ مدینہ بھی گئیں ساتھ ان کے بھائی شہاب الدین بھی تھے لیکن طلاق میں حانث ہوتے اور اس کے حق میں بخیل ہونے کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر الفقیہ خلیل نے کئی سال کے بعد طلاق سے پھر رجوع کر لیا۔

مکہ کے مشاہیر میں سے امام الشافعیہ شہاب الدین البرہان ہیں۔

نیز امام الحنفیہ شہاب الدین احمد بن علی مکہ کے کبار ائمہ اور فضلا میں سے ہیں۔ مجاورین اور مسافرین کو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔ مکہ کے معزز ترین فقہا میں ہیں۔ اور ہر سال چالیس پچاس ہزار درہم خیرات کیا کرتے ہیں چنانچہ قرضدار بھی ہو جایا کرتے تھے، اللہ قرضہ کی ادائیگی کی سبیل بھی کر دیا کرتا تھا۔

؎ اصل عبارت یہ ہے۔ جبۃ بیضاء قصیرۃ من ثیاب القطن المدعوۃ بالقطنان۔

والد آپ کی بہت عظمت کیا کرتے اور آپ کے ساتھ حسن ظن رکھا کرتے تھے کیونکہ امام تھے۔

امام الحنابلہ المحدث الفاضل محمد بن عثمان تھے۔ آپ بغدادی الاصل اور مکی المولد ہیں۔ قاضی کے نائب اور تقی الدین المصری کے قتل کے بعد عہدہ محتسب پر بھی مامور رہے لوگ سطوت سے بہت ڈرتے تھے۔

مکہ معظمہ کے مجاورین ان کے عادات وخصائل اور اطوار وشمائل

مجاورین مکہ میں سے الامام الصالح الصوفی المتقی العابد عفیف الدین عبداللہ بن اسعد الیمنی الشافعی ہیں۔ آپ کا شبانہ روز طواف ہی میں گذرتا تھا۔ جب نیند آنے لگتی سر رکھ کر کچھ دیر آرام کر لیتے۔ پھر تازہ وضو کر کے اس طرح طواف میں مشغول ہو جاتے یہاں صبح کی نماز میں شرکت فرماتے آپ کی شادی الفقیہ العابد شہاب الدین بن البرہان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس وقت آپ بہت صغیر سن تھیں۔ اور ہمیشہ آپ کے بارے میں بے توجہی کی شکایت اپنے والد سے کرتی رہتی تھیں۔ اور آپ کے والد آپ کو صبر کے لئے فرمایا کرتے تھے، اس طرح سے کئی سال گذر گئے۔ آخر کار انہوں نے طلاق لے لی۔

صالح اور الصالح العابد نجم الدین الاصفونی ہیں۔ آپ بلاد الصعید میں خدمت قضا پر مامور تھے۔ مجاورت اختیار کر لی۔ روزانہ التنعیم سے عمرہ کیا کرتے۔ اور رمضان میں دن میں دو مرتبہ کرتے۔ کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کے برابر ہے"۔

الشیخ الصالح برہان الدین العجمی الواعظ ہیں۔ آپ کے لئے کعبہ کے روبرو کرسی رکھی جاتی اس پر وعظ کہتے۔ جس کا مجمع کے قلوب پر بہت اثر ہوتا۔

الفقیہ الصالح الزاہد ابوالحسن علی بن رزق اللہ الانجری ہیں۔ آپ طنجہ کے کبار صالحین میں سے ہیں مکہ میں مجاورت کی اور یہیں وفات پائی۔ آپ میں اور میرے والدین میں پرانی دوستی تھی۔ حتیٰ کہ ہمارے شہر طنجہ میں جب تشریف لاتے تو ہمارے یہاں اترتے۔ آپ کا مدرسہ مظفریہ میں ایک مکان تھا۔ وہاں درس دیتے اور شب کو اپنے مسکن میں جو رباط ربیع میں واقع ہے آتے۔ رباط مکہ کی تمام رباطوں میں اچھی ہے۔ اس کے اندر شیریں پانی کا ایسا

کنواں ہے کہ مکہ میں ویسا کوئی کنواں نہیں. اس کے بسنے والے تمام صالح لوگ ہیں، دیار حجاز کے باشندے اس رباط کی بہت تعظیم کرتے اور اس کیلئے نذریں مانتے ہیں، اور طائف کے لوگ اس کیلئے پھل وغیرہ بھیجا کرتے ہیں. باشندگان طائف کے یہاں یہ رسم بھی ہے، کہ جس شخص کا کھجور یا شفتالو اور انجیر کا باغ ہے، اسکی پیداوار کا دسواں حصہ اس رباط کے لئے نکال لیتا ہے، اور اونٹوں پر لاد کر یہاں پہنچا دیتا ہے، طائف اور مکہ کے مابین دو دن کی مسافت ہے جو ایفا نہیں کرتا. اگلے سال اس کے باغ کی پیداوار کم ہو جاتی ہے،

تغلق کی عربوں سے بے پناہ عقیدت، ایک عرب سے اپنی بہن کی شادی کر دی

شیخ سعید رباط ربیع کے شیخ تھے. حج یا ہندوستان کے شہنشاہ کی خدمت میں بلریاب چنانچہ محمد شاہ تغلق کے پاس تشریف لائے، اس نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور دولت فراواں عطا کی کہ یہ مال لے کر واپس مکہ آئے تو امیر عطیفہ نے انہیں قید کر دیا، اور حکم دیا کہ جو دولت تم بادشاہ کے پاس سے لائے ہو. مجھے دیدو، آپ نے انکار کر دیا، اس پر اس نے آپ کے پاؤں کس کر بہت اذیت دی، آ آپ نے پچیس ہزار نقرئی درہم امیر کو دیئے، پھر ہندو واپس چلے آئے. میں آپ ہندوستان میں ملا ہوں.

الامیر سیف الدین غدا بن ہبتہ اللہ بن عیسٰے بن مہنا امیر عرب الشام کے دولت کدہ پر شیخ سعید مقیم ہوئے، جن سے تغلق نے بہن کی شادی کر دی تھی[۲] آگے ان کا ذکر آئے گا، پھر شاہ نے الشیخ سعید کو تمام مال جو آپ سے الامیر عطیفہ والی مکہ نے لے لیا تھا، عطا فرما دیا، پھر یہ دشل کے سا جو امیر کے آدمیوں میں سے تھا، روانہ ہوئے، امیر نے دشل کو کچھ آدمی لانے کے لئے بھیجا تھا، اور ان کے ساتھ بہت سامان اور تحفے بھی تھے، ان میں وہ خلعت بھی تھی، جو ملک ہند نے اپنی بہن کو شب زفاف میں پہنائی تھی، خلعت نیلے ریشم کی تھی، جس پر سنہرا کام بنا ہوا تھا، اور

---

[۱] ہندوستان کا بیدار مغز، اور نہایت بہادر شہنشاہ جس کی رواداری ضرب المثل ہے، اور عدل و انصاف کی دھوم ہے، اور جس کے نظم مملکت کو اب بھی دلیل راہ سمجھا جاتا ہے، (رئیس احمد جعفری)

[۲] اس سے تغلق کی مذہبیت ظاہر ہوتی ہے کہ عربوں کا اس درجہ احترام کرتا تھا کہ ایک معمولی عرب سے اپنی بہن بیاہ دی جس کی شادی کسی بڑے بادشاہ سے ہو سکتی تھی. (رئیس احمد جعفری)

...ڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جواہرات کی کثرت کی وجہ سے اس کا رنگ نہ نظر آتا ...
...شل کو پچاس ہزار درہم بھی نفیس گھوڑے خریدنے کے لئے دیئے تھے۔
...الشیخ سعید وشل کے ساتھ روانہ ہوئے، اور ان دونوں نے متفقہ طور پر جو مال ان
... کے پاس تھا۔ اس کا تجارتی مال خریدا۔ جب یہ دونوں جزیرہ سقطر پہونچے، تو ان پر
...ل نے ڈاکہ مارا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا، اور دونوں جانب کے بہت سے آدمی
...، چونکہ وشل تیر انداز تھے، اس لئے بہت سے ڈاکو قتل ہوئے۔ پھر ڈاکو ان پر
...ئے، اور وشل کو ایسا کاری طور پر زخمی کیا کہ جانبر نہ ہو سکے، جو کچھ پاس تھا سب چھین
...سواری مع اس کے آلات اور زادِ راہ کے چھوڑ دی، آخر کار سب عدن پہونچے
...وشل نے انتقال کیا۔
...زاقوں کا یہ اصول ہے کہ جب تک دوسرا ان پر قاتلانہ حملہ نہ کرے، نہ یہ کسی کو قتل کرتے ہیں
...ے غرق کرتے ہیں، بلکہ صرف مال لے کر اسے مع اس کی سواری کے چھوڑ دیتے ہیں، اور غلاموں
...نہیں لوٹتے کیونکہ یہ بھی ان کی جنس میں سے ہوتے ہیں۔

...عباسی سے شہنشاہ ہند تغلق کی عقیدت و محبت کی کیفیت

...سعید نے بادشاہ سے یہ بھی سنا تھا کہ اس کا ارادہ ہے کہ اپنے شہر میں دعوت عباسیہ کا اظہار
...کا اس سے قبل شاہان ہند مثلاً سلطان شمس الدین التمش[۲] اس کے بیٹے ناصر الدین سلطان
...روز شاہ[۳] اور سلطان غیاث الدین بلبن نے کیا تھا۔ اور بغداد سے ان کے پاس خلعتیں آ لی...
...وشل نے انتقال کیا تو سعید مصر میں الخلیفہ ابی العباس بن الخلیفہ ابی الربیع سلیمان العباسی

...ا اتباعی مذہبیت کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے، ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

...شاہ ہند۔ ۲ھ التمش

...بل حکمران نہایت عابد و زاہد۔ (رئیس احمد جعفری)

...ت اچھا فرماں روا تھا۔

...ت عباسیہ بغداد کی تباہی کے بعد مصر میں پناہ گزیں تھی جس کے پاس دنو ج نہ تھی، نہ خزانہ لیکن تغلق کی عقیدت
...ل تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

کے پاس تشریف لے گئے، خلیفہ نے اپنے دست خاص سے بلاد ہند میں شیخ سعید کی نیابت کا پروانہ لکھا۔ شیخ سعید نے خط لیا۔ اور یمن تشریف لے گئے، وہاں جا کر نہیں خلعتیں خریدیں اور جہاز پر سوار ہو کر ہند روانہ ہوئے۔ جب کھنبایت[1] پہونچے۔ دار السلطنت دہلی سے چالیس منزل کی مسافت پر ہے، تو وہاں کے خبر رساں نے بادشاہ کے دربار میں سعید کی تشریف آوری کی اطلاع بھیجی، اور یہ بھی تحریر کیا کہ ان کے پاس خلیفہ کا ... چنانچہ بادشاہ ہند تغلق کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ ان کو احترام کے ساتھ دربار میں روانہ کر دو، جب دار السلطنت کے قریب پہونچے تو امراء، قضاۃ اور فقہا کو آپ کی پیشوائی کے لئے بھیجا، پھر بادشاہ بہ نفیس پیشوائی کے لئے تشریف لے گئے، چنانچہ جا کر الشیخ کا استقبال اور ان سے معانقہ کیا ... نے جو پروانہ لائے تھے، پیش کیا شاہ نے اسے بوسہ دیا، اور اپنے سر پر رکھا۔ اور جس صندوق میں خلعتیں رکھی تھیں، انہیں میں رکھ دیا، اور صندوق کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کئی قدم چلا، اور ان خلعتوں میں ایک خلعت نکال کر زیب تن کی، اور دوسری خلعت امیر غیاث الدین محمد بن عبدالقادر بن یوسف بن عبد العزیز الخلیفہ المستنصر العباسی کو پہنائی، جو بادشاہ ہند کے پاس مقیم تھا۔ ان کا عنقریب ذکر آ لے گا۔ تیسری خلعت میر قبولہ[2] الملقب بالملک الکبیر کو پہنائی۔ یہ بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہو کر چنور ہلایا کرتا تھا، پھر بادشاہ نے حکم دیا تو الشیخ سعید اور آپ کے ہمراہیوں کو خلعتیں پہنائی گئیں آپ کو ہاتھی پر سوار کرا دیا، اور اسی طرح شہر میں داخل کیا۔ سلطان گھوڑے پر سوار آپ کے آگے تھا آپ کے دائیں اور بائیں دو امراء تھے، جنہوں نے عباسیہ خلعتیں پہنی تھیں، طرح طرح سے سجایا گیا تھا۔ لکڑی کے گیارہ قبے بنائے گئے تھے۔ ان میں ہر قبہ چار منزلوں کا تھا، ہر ... پر گویّے مرد اور عورتیں، اور رقاصائیں تھیں۔ یہ سب بادشاہ کے ملازم تھے، اور قبہ زرد ... کے کپڑوں سے اوپر سے نیچے تک اور اندر سے باہر تک سجا ہوا تھا، ہر قبہ میں بھینسوں کے چمڑے کے تین تین حوض بنے ہوئے تھے، جن میں عرق گلاب ملا ہوا پانی بھرا ہوا تھا، ہر آ...

---

[1] بمبئی کے قریب ایک ساحلی ریاست جس کا فرمانروا مسلمان تھا۔ اور جسے اب حکومت ہند نے ختم کر دیا۔
(رئیس احمد جعفری)

[2] اسے تغلق نے شاہانہ خدم و حشم کے ساتھ مدت مدید تک اپنا مہمان رکھا۔ محض اس لئے کہ خاندان خلافت سے اسے نسبت ہے۔
(رئیس احمد جعفری)

والے کو اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک پئے اور جوان ہیں سے پیتا تھا۔ اسے نہایت اعلیٰ
اور پسندیدہ گلوریاں ملتی تھیں، ان کے کھانے سے چہرہ پہ تازگی اور ہونٹوں میں سرخی پیدا
تی، اور منفرانیست و نابود ہو جاتا تھا۔ اور جو کھانا کھایا ہوتا تھا۔ منہضم ہو جاتا تھا۔

معظمہ کے ایک فریبی مجاور کی شہنشاہ کے دربار میں منزلت واکرام

جب الشیخ سعید ہاتھی پہ سوار ہوتے تو ریشمی کپڑے شہر کے دروازہ سے لے کر محل
ان تک بچھائے جاتے تھے، شیخ جس مکان میں اتارے گئے تھے وہ بادشاہ کے رہنے کے محل سے
قریب تھا۔ شیخ کے لئے بادشاہ بہت سامان بھجوایا کرتا۔ اور وہ تمام کپڑے جو تبوں میں
گئے اور بچھائے جاتے تھے، اہل عرب و اہل صناعات اور غلام اعواض وغیرہ لے لیتے وہ سلطان
خانے میں واپس رہ جاتے، یہی اسوقت بھی ہوتا تھا جب بادشاہ سفر سے تشریف لایا کرتے تھے،

خلیفہ کے دربار میں تغلق کا قاصد اور گراں بہا تحفے

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ خلیفہ کا فرمان ہر جمعہ کو دونوں خطبوں کے مابین پڑھا جایا کرے، شیخ سعید
ماہ قیام رہا۔ پھر بادشاہ نے ان کے ہاتھ خلیفہ کو تحفے بھیجے، جب آپ کھنبایت تک پہنچے تو وہاں
قیام کیا۔ یہاں تک کہ دریائی سفر کا سامان تیار ہو گیا۔
تغلق نے اپنے یہاں سے بھی ایک قاصد خلیفہ کے پاس بھیجا تھا، یہ شیوخ صوفیہ میں سے الشیخ
ب ابرقعی باشندہ شہر ترم تھے، جو صحرا قبچق میں ہے ہے اور آپ کے ہاتھ خلیفہ کے لئے بہت
ہدیے بھی بھیجے تھے۔ جن میں سے ایک سنگ یاقوت تھا۔ اس کی پچاس ہزار دینار قیمت تھی، اور
مضمون ایک تحریر بھیجی تھی کہ اپنی طرف سے بلاد ہند اور سندھ میں کوئی نائب مقرر کر کے بھیج دیجئے
ب کے سوا کوئی ایسا شخص بھیج دیجئے، جو اس منصب کا حامل ہو مقصود یہ تھا کہ خلافت کے معاملے
یں آپ سے اعتقاد اور نیک نیت ہے، لے
شیخ رجب کا ایک بھائی دربار مصر میں تھا، جسے الامیر سیف الدین الکاشف کہتے تھے۔ جب

لے یہ حسن اعتقاد کی انتہا ہے، ورنہ وہ خلیفہ جو خود بے بس تھا۔ اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا؟ اور نہ وہ خود ہی ہندوستان
ب اپنا اقتدار وسیع کرنے کا متمنی تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

جب رجب خلیفہ کے پاس پہنچا تو اس نے شاہ ہند کی تحریر پڑھنے کی اجازت دی ، نہ بلائے گئے ، اور یہ شرط کی کہ الملک الصالح اسمٰعیل بن الملک الناصر کی موجودگی میں یہ ساری باتیں عمل میں لائی جائیں اس پر سیف الدین علی نے اپنے بھائی رجب سے کہا کہ یہ پتھر بیچ دیجئے ۔ انہوں نے فروخت کر دیئے اور اس کی قیمت تین لاکھ درہم ملی جس سے چار پتھر اور خرید لئے ، اور ملک الناصر کے حضور میں جا کر بادشاہ ہند کی تحریر اور اُن پتھروں میں سے ایک پتھر پیش کیا ، اور باقی پتھر الملک کے امراء کو دیدیئے سب کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ الملک ہند کو پروانہ نیابت دے دیا جائے خلیفہ کے حضور میں گواہ پیش کئے اور اس نے بہ نفس نفیس اس امر کو موکد کیا کہ میں نے اپنی طرف سے بلاد ہند پر اسے مقرر کر دیا ہے اور ملک الصالح مذکور نے اپنے دربار کے ایک قاصد یعنی مصر کے شیخ الشیوخ رکن الدین العجمی اور آپ کی معیت میں شیخ رجب اور صوفیہ میں سے ایک جماعت کو بھیج دیا ، اور بحر فارس میں ایلہ سے ہرمز تک سفر کرتے رہے ، اس زمانہ میں یہاں کا بادشاہ قطب الدین تمتن طوران شاہ تھا ۔ اس نے ان کا بہت اعزاز کیا ، اور سفر ہند کا بندوبست کر دیا چنانچہ یہ شہر کنبایت پہنچ گئے ، اس زمانہ میں شیخ سعید یہیں تھے ، اور یہاں کا امیر مقبول التلنگی بادشاہ ہند کے خواص میں سے تھا ، شیخ رجب اس امیر سے ملے ، اور اس کے گوش گذار کیا کہ شیخ سعید نے آ کر آپ کو دھوکا دیا ، اور جو خلعتیں اس نے پیش کی تھیں ، وہ عدن کی خریدی ہوئی تھیں ، اس لئے مناسب ہے کہ اسے گرفتار کر کے خوند عالم کے پاس یعنی سلطان کے پاس بھیج دو ۔ اس پر امیر نے کہا کہ بادشاہ کے نزدیک شیخ سعید کی بڑی عظمت ہے اس کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا جا سکتا ۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں اسے آپ کے ساتھ روانہ کر دوں ، پھر سلطان کو اختیار ہے ، جیسا مناسب سمجھے کرے ، اور یہ سارا حال امیر مذکور نے بادشاہ کو تحریر کر دیا ۔ اور اخبار نویس نے بھی کل کیفیت لکھ بھیجی ۔ اس سے بادشاہ کے دل میں بڑا تغیر پیدا ہوا وہ شیخ رجب سے ناراض ہوا ، کیونکہ انہوں نے سارا واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا تھا ۔ اب سلطان شیخ سعید کی اور بھی عظمت کرنے لگا ۔ اور رجب کو آنے سے روک دیا ، اور شیخ سعید کا اعزاز و اکرام اور زیادہ کر دیا ۔ اور جب شیخ الشیوخ بادشاہ کے حضور میں تشریف لائے تو بادشاہ نے اٹھ کر آپ کی تعظیم کی ، اور آپ سے معانقہ کیا ، اور جب بھی شیخ الشیوخ تشریف لے جاتے تو وہ تعظیماً آپ کے لئے کھڑا ہو جایا کرتا تھا ، شیخ سعید ہندوستان میں نہایت عزت و احترام سے رہے ، اور میں نے آپ کو ۷۴۸ھ (مطابق ۱۳۴۷ء) میں یہیں چھوڑا تھا ۔

جس زمانہ میں مکہ میں میرا قیام تھا تو وہاں ایک شخص حسن المغربی المجنون تھا ۔ اس کی شان

عجیب تھی۔ اور اس سے عجیب عجیب باتیں سرزد ہوا کرتی تھیں، یہ اس سے پہلے صحیح العقل ...ولی اللہ تعالیٰ نجم الدین الاصفہانی کا خادم تھا۔

خانہ کعبہ میں شافعی، مالکی، حنبلی، اور حنفی مسلک کے لئے الگ الگ مصلّے

باشندگان مکہ کا دستور یہ ہے کہ پہلے امام شافعیہ نماز پڑھتا ہے، اور بادشاہ کی جانب سے یہی ...ہے، اس کی نماز مقام ابراہیمؑ کے پیچھے ایک نہایت خوبصورت حطیم یا کٹہرہ میں ہوتی ہے، ...کے اکثر لوگ اسی مذہب پر ہیں، کٹہرہ دو جڑی ہوئی سیڑھی کے مشابہ لکڑیاں ہیں جن کے ...ایک گز کا فاصلہ ہے، اور اسی طرح ان کے مقابل دو لکڑیاں اور ہیں، یہ چاروں لکڑیاں پکاری کے چار ...پر جمی ہوئی ہیں، سب سے اوپر کی لکڑی پر ایک اور بینڈی لکڑی لگی ہے، اس میں لوہے کے آنکڑے ...ہیں، جن میں شیشے کی قندیلیں لٹکائی جاتی ہیں، جب امام شافعی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے، تو امام ...اس محراب میں نماز پڑھتا ہے، جو الرکن الیمانی کے سامنے اس کے مقابل واقع ہے، ——— پھر حنفی امام میزاب کے سامنے اس حطیم کے نیچے نماز پڑھتا ہے، ——— جو اس کے لئے بنا ہے، ان اماموں کے سامنے ان کی محرابوں ...میں شمع رکھی جاتی ہے، یہ تو ان کی چار نمازوں کی ترتیب تھی، رہی مغرب کی نماز سو یہ ہر امام اپنے ...مقتدیوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھتا ہے، اس وجہ سے مقتدیوں میں سہو اور تخلیط واقع ہو ...جاتی ہے یعنی اکثر مالکی شافعی مقتدیوں کے ساتھ رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ [1]

خطیب کے برآمد ہونے کی شان، اس کا باوقار انداز اور عوائد و رسوم

جمعہ کے دن منبر مبارک دیوار کعبہ کے اس حصہ سے ملا کر رکھا جاتا ہے، جو حجر اسود اور رکن عراقی ...کے درمیان ہے، اور خطیب کا رخ مقام ابراہیم کی طرف ہوتا ہے، جب خطیب نکلتا، اور ...آتا ہے، تو سیاہ لباس میں ملبوس ہوتا ہے، اور سر پر سیاہ عمامہ ہوتا ہے، اور اس پر ایک ...رنگ کا جبہ ہوتا ہے، یہ سارا لباس الملک الناصر کی طرف سے ملتا ہے، اس پر نہایت وقار

---

[1] سلطان ابن سعود کے زمانہ سے یہ رسم ختم ہوگئی ہے، اب ایک ہی مصلا ہے، اور ایک ہی امام (حنبلی) نماز ...پڑھاتا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

اور متانت طاری ہوتی ہے اور نہایت آہستہ آہستہ دو سیاہ جھنڈیوں کے درمیان چلتا ہے جنہیں مؤذنوں میں سے دو آدمی لئے ہوتے۔ اس کے آگے ایک مؤدب چلتا ہے، جس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہوتا ہے، جس کے ایک سرے پر باریک بنا ہوا چمڑا لگا ہوتا ہے، اسے یہ جھٹکا رتا ہے، جس سے آواز بلند ہوتی ہے جو حرم کے اندر اور باہر سب کو سنائی دیتی ہے، تاکہ لوگوں کو خطیب کے نکلنے کا علم ہو جائے، مؤدب کا برابر یہ فعل جاری رہتا ہے، حتیٰ کہ امام منبر کے قریب پہنچ جاتا ہے، پہلے حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتا ہے، پھر منبر کی طرف جاتا ہے، اور مؤذن الزمزمی جو تمام مؤذنوں کا سردار ہے، سیاہ لباس میں ملبوس اس کے سامنے رہتا ہے، اور کندھے پر تلوار رکھے ہوتا ہے، جس کا قبضہ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اور دونوں جھنڈیاں منبر کے دونوں طرف نصب کر دی جاتی ہیں، جب یہ منبر کے درجوں میں سے پہلے درجہ پر چڑھتا ہے تو مؤذن مذکور وہ تلوار اسے دے دیتا ہے، یہ پہلے درجہ پر اس قدر زور سے اسکی نوک مارتا ہے کہ آواز سب کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر دوسرے درجے اور تیسرے درجہ پر اسی طرح ہوتا ہے، جب سب سے بلند درجہ پر پہنچتا ہے تو چوتھی مرتبہ نوک مارتا ہے، اور قبلہ رخ ٹھہر کر آہستہ آہستہ دعا مانگتا ہے، پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے داہنے بائیں سلام کرتا ہے، لوگ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، پھر بیٹھ جاتا ہے، تو سارے مؤذن زمزم کے قبہ کے اوپر ایک ہی وقت میں اذان دیتے ہیں، جب اذان ہو چکتی ہے، تو خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور اس میں نبی صلعم پر درود کی کثرت کرتا ہے اور اسی اثنا میں کہتا ہے۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ماطاف بھذا البیت طائف — خدایا محمدؐ اور آل محمدؐ پر جب تک کوئی طواف کرنیوالا اس گھر کا طواف کرتا رہے رحمت بھیجا کر۔

اور اپنی انگلی سے بیت کعبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ما وقف بعرفۃ واقف — اے اللہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر اس وقت تک رحمت نازل کرتا رہ جبتک کوئی وقوف کرنے والا عرفات میں وقوف کرے۔

اور خلفائے اربعہ تمام اصحاب آنحضرتؐ کے دونوں چچا۔ آپ کے دونوں نواسوں۔ ان کی ماں اور ان کی نانی خدیجہ سب پر ترضیہ اور سلام جیسا موقع ہوا کرتا ہے، پھر الملک الناصر پھر السلطان المجاہد نورالدین علی بن ملک المؤید داؤد بن ملک المظفر یوسف بن علی بن رسول پھر السیدین الشریفین الحسنیین ہر دو امیر مکہ سیف الدین عطیفہ کا جو دونوں بھائیوں میں

چھوٹے ہیں، ان کے عدل کی وجہ سے نام مقدم کرتا ہے، پھر اسدالدین امیر مدینہ کا نام لیتا
یہ دونوں ابی نمی سعد بن علی بن قتادہ کے بیٹے ہیں، ان سب کے لئے دعا کرتا ہے، ایک
سلطان عراق کے لئے بھی دعا کی تھی، لیکن پھر موقوف کر دی، جب خطبہ سے فارغ
ہے تو نماز پڑھتا ہے، اور بعد فراغ اسی طرح واپس ہوتا ہے کہ داہنے اور بائیں دونوں
یاں ہوتی ہیں، اور ڈنڈا سامنے ہوتا ہے جس سے نماز ہو چکنے کی اطلاع مقصود ہوتی ہے، پھر
جگہ پر مقام کریم پر جاکر رکھ دیا جاتا ہے۔

مکہ معظمہ میں ماہ مبارک رمضان کا عقیدت مندانہ استقبال

جب رمضان کا چاند دیکھا جاتا ہے، تو امیر مکہ کے یہاں نقارے اور دھونسے بجائے جاتے،
مسجد حرام میں فرش بچھا کر بکثرت شمعیں اور مشعلیں روشن کر کے زیبائش کر دی جاتی ہے،
جس سے تمام حرم نور اور جگمگاہٹ کا منظر بن جاتا ہے، تمام امام اپنے مقتدیوں کو لے کر
ہو جاتے ہیں، شافعی، حنفی، حنبلی، زیدی، مالکی کے چار قراء جمع ہوتے ہیں، جو قراءت
نیابت کرتے ہیں، شمعیں جلائی جاتی ہیں، اور حرم میں کوئی زاویہ اور جانب باقی نہیں رہتی
میں کوئی قاری جماعت کے ساتھ نماز میں نہ مشغول ہو۔ الغرض تمام مسجد قاریوں کی آواز سے
گونج اٹھتی ہے، دل بھر آتے ہیں، حضور قلب حاصل ہو جاتا ہے، اور آنکھوں سے بے اختیار
آنسو جاری ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ بھی ہیں، جو منفرد طریقہ پر طواف اور مسجد میں نماز ہی پڑھنے پر
اختصار کرتے ہیں، تمام اماموں میں شافعی امام اس امر میں سعی بلیغ کرتے ہیں، ان کی عادت
ہے کہ جب تراویح ختم کرتے، یعنی بیس رکعتیں پڑھ لیتے ہیں، تو ان کا امام اور مقتدی سب کے
سب طواف کرنے لگتے ہیں، جب الاسبوع سے فارغ ہو جاتے ہیں، تو ڈنڈا پھٹکارا جاتا ہے، یہ
نماز کی طرف عود کرنے کی علامت ہوتی ہے، پھر دو رکعتیں پڑھ کر السبوع کرتے ہیں اسیطرح
اور بیس رکعتیں ختم کرتے ہیں، پھر شفع اور وتر پڑھتے ہیں، اور واپس ہو جاتے ہیں، اور
عادت پر کچھ زیادتی نہیں کرتے۔

جب سحری کا وقت آتا ہے، تو المؤذن الزمزمی سحر کا اس صومعہ میں اہتمام کرتا ہے، جو الحرام
الرکن الشرقی میں ہے، کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے، اور سحری کرنے کی یاد دلاتا ہے، اور تاکید
کرتا ہے، اسی طرح تمام صوامع میں مؤذن کرتے ہیں، جب ان میں سے کوئی بولتا ہے، تو اس

کے جواب میں اس کا دوسرا ساتھی بولتا ہے، ہر صومعہ کے اوپر ایک لکڑی نصب کی جاتی ہے اور اس کے اوپر ایک اور بینڈی لکڑی لگاتے ہیں، اس میں دو بڑی بڑی شیشے کی قندیلیں روشن ہوتی ہیں، جب فجر کا وقت قریب ہوجاتا ہے، اور قطع سحر کا اعلان کر دیا جاتا ہے، تو یکے بعد دیگرے دونوں قندیلیں گرا دی جاتی ہیں، اور موذن اذان دینا شروع کر دیتے ہیں، اور ایک دوسرے کا جواب دینے لگتا ہے، مکہ کے مکانات چھت دار ہیں، جن کے مکانات اس قدر دور ہیں، کہ اذان نہیں سن سکتے تو وہ قنادیل مذکور کو جب تک نظر آتی رہتی ہیں، دیکھ کر سحری کرتے رہتے ہیں، اور جب نظر آنا بند ہو جاتی ہیں، تو کھانا بند کر دیتے ہیں۔

رمضان کی دس آخر راتوں میں سے ہر طاق رات میں قرآن ختم کرتے ہیں، اس ختم میں قاضی فقہا اور بڑے لوگ حاضر رہتے ہیں، اور ان کے ساتھ ختم قرآن کرنیوالا اہل مکہ کے بڑے لوگوں میں سے کسی کا لڑکا ہوتا ہے، جب ختم کر چکتا ہے، تو اس کے لئے منبر ریشم سے سجا ہوا رکھتے ہیں، اور شمعیں جلاتے ہیں، یہ خطبہ پڑھتا ہے، اور جب اس سے فارغ ہوتا ہے تو اس شخص کا باپ اپنے گھر میں لوگوں کو بلا کر لے جاتا ہے، اور انہیں خوب کھانا اور میٹھی چیزیں کھلاتا ہے اس طرح تمام طاق راتوں میں عملدر آمد کرتے رہتے ہیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو عمل درآمد ہوتا ہے، جس میں کل راتوں سے زیادہ اہتمام عمل میں لاتے ہیں، المقام الکریم کے پیچھے قرآن کا ختم کرتے ہیں، اور حطیم الشافعیہ کے مقابل بڑی بڑی بلیاں کھڑی کرتے ہیں، جن کا سلسلہ حطیم تک پہونچ جاتا ہے، ان کے درمیان لمبی لمبی لوحیں لٹکاتے ہیں، جن کے تین درجے بنائے جاتے ہیں، ان پر شمعیں اور شیشہ کی قندیلیں روشن کرتے ہیں، جن کی شعاول سے آنکھیں چکاچوندہ ہو جاتی ہیں، امام آگے بڑھ کر آخری عشا کا فریضہ ادا کرتا ہے، اور پھر سورۃ القدر پڑھنا شروع کرتا ہے، شب گذشتہ میں جتنے امام ہوتے ہیں، سب کی انتہائی قراءت سورۃ القدر تک ہی ہوتی ہے، اس وقت کل امام مقام ابراہیمی میں ختم کیوجہ سے تعظیماً تراویح نہیں پڑھتے۔ بلکہ اسی جگہ تبرکاً حاضر رہتے ہیں، امام دو سلاموں میں ختم کرتا ہے پھر مقام کی طرف رخ کر کے خطیب کھڑا ہوتا ہے، جب اس سے فارغ ہو جاتا ہے، تو تمام امام اپنی نمازوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اور یہ مجمع ٹوٹ جاتا ہے:

پھر انتیسویں شب کو المقام المالکی میں بظاہر ایک مختصر سا لیکن باوقار اور شاندار مجمع ہوتا ہے، اس میں بھی ختم کرتے ہیں، اور پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

ماہ مبارک شوال کا اہتمام وانصرام باشندگان مکّہ کی طرف سے

ماہ شوال کہ حج کے مہینوں کا آغاز ہے، اس کی چاند رات کو مشعلیں جلاتے ہیں، اور دھوم ...ام سے چراغاں کیا کرتے ہیں، کل اطراف کے مواضع میں چراغاں کرتے ہیں، اور کل سطح حرم ...مسجد میں روشنی کرتے ہیں، جو ابی قبیس کے اوپر ہے اس شب کو تمام موذن اور دوسرے ...گ تہلیل و تکبیر اور تسبیح طواف نماز اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہیں، جب صبح کو نماز ...ے فارغ ہوتے ہیں، تو عید کے شایان لباس میں ملبوس ہوتے ہیں، اور حرم شریف میں اپنی ...پنی جگہ لینے کے لئے سبقت کرتے ہیں، اور وہیں نماز عید پڑھتے ہیں، کیونکہ اس سے ...فضل اور کوئی مقام نہیں ہے سب سے پہلے صبح کے وقت مسجد شیبیؓ میں پہونچ ...تے ہیں، اور کعبۃ المقدس کا دروازہ کھول دیتے ہیں، ان میں سے جو سب سے بڑا ہوتا ہے،

تاریخ کا نادر، حیرت انگیز، اور ناقابل فراموش واقعہ!

آنحضرتؐ کو جب کفار مکہ تکلیف اور اذیت دیتے تھے، ان میں اس خاندان کا سربراہ بھی تھا، وہ بھی دعوت ...ام کا بدترین مخالف، اور داعی اسلام کا بدترین دشمن تھا، یہ خانہ کعبہ کا کلید بردار بھی تھا۔

ایک دن آنحضرتؐ تشریف لائے، اور آپ نے اس سے کہا:

"کعبہ کا دروازہ کھول دو!"

اس نے انکار کر دیا، آپؐ نے فرمایا:-

"ایک دن یہ کنجی میرے قبضہ میں ہوگی، اور میں جسے چاہوں گا۔ دوں گا۔"

اس نے زہر خند کرتے ہوئے کہا۔

"کیا اس دن جوانان عرب مرچکے ہوں گے"؟

بات ختم ہوگئی!

مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر آپؐ نے ہجرت کی، اور مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ پھر وہ دن آیا صاحب ...فاتح کی حیثیت سے آپؐ کو کعبہ اجلال مکہ میں داخل ہوا ہے۔

فتح مکہ کا دن!

آپؐ خانہ کعبہ میں پہنچے، اس وقت کا آنے والا وہ نہیں تھا جو مجبور ہو کر ہجرت کر گیا تھا، اب وہ فاتح تھا۔ (باقی صفحہ پر

وہ اس کے آستانہ مبارک پر بیٹھ جاتا ہے، اور باقی کل اس کے سامنے بیٹھتے ہیں پھر امیر مکہ آتا ہے اور وہ سب اس سے ملاقات کرتے ہیں، یہ خانہ کعبہ کے سات طواف کرتا ہے اور المؤذن الزمزمی قبہ زمزم کی چھت پر حسب معمول بلند آواز سے اس کی اور اس کے بھائی ثنا اور ان کے لئے دعا کرتا ہے پھر اسی طرح خطیب دو سیاہ جھنڈیوں کے درمیان آتا ہے، اور المقام الکریم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے پھر منبر پر چڑھ کر بلیغ خطبہ پڑھتا ہے، جب اس سے فارغ ہو جاتے تو ایک دوسرے سے سلام اور معانقہ اور استغفار کرتا ہے، پھر سب کعبہ کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور اس جوق در جوق داخل ہوتے ہیں، بعد ازاں باب المعلی کی قبرستان میں تبرکاً کہ صحابہ اور صدور سلف وہاں مدفون ہیں، اُن کی زیارت کو جاتے ہیں، اور پھر واپس ہو جاتے ہیں۔

ذی قعدہ کی ستائیسویں تاریخ کو کعبہ شریف کے پردے ڈیڑھ قد آدم کے برابر کر و یئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں۔ کہ ان میں سے کہیں کچھ نہ لے لے، اسے لوگ احرام کعبہ کہتے ہیں، یہ دن حرم شریف میں حاضری کا ہوتا ہے، اس دن کے بعد مدت وقوف عرصہ گذر جاتے تک کسی دن کعبہ نہیں کھولا جاتا۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کی شوکت تھا، سارے مکہ کی قسمت اسکے ہاتھ میں تھی، جبکہ باشندگان مکہ کی زندگی اور موت کا وہ مالک تھا، شیبی آپ کو دیکھتے ہی خانہ کعبہ کی کنجی لیئے اندر گیا، بیوی سے نکالنے میں دیر ہوئی تو اس سے الجھ پڑا، آخر کنجی لے کر باہر آیا، اور آپ کے سامنے پیش کر دی۔

آپ نے فرمایا۔

اليوم يوم البر والاحسان، ”آج نیکی اور حسن سلوک کا دن ہے“!

پھر ارشاد فرمایا۔

”یہ کنجی تم اپنے پاس رکھو اور جو یہ کنجی تم سے یا تمہارے خاندان سے لے گا، وہ ظالم ہوگا!“

وہ دن ہے اور آج کا دن ملت اسلامیہ میں ایک سے ایک شقی، جابر، سفاک خونخوار آشام حاکم اور فرمانروا آئے، لیکن،

لیکن کلید کعبہ، اب تک اسی خاندان میں ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم“

(رئیس احمد جعفری)

سلطان مصر کی بیوی لڑکی داماد، ارغون و مصری قافلہ کا مشاہدہ

پہلے پہل میرا وقفہ حج شنبہ ۷۲۶ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) کو واقع ہوا تھا۔ اس دن مصری قافلہ کا امیر ارغون الدوادار جو الملک الناصر کا نائب تھا اسی سال الملک الناصر کی لڑکی نے بھی حج کیا تھا۔ جو ارغون کی بیوی تھی، نیز الملک الناصر کی بیوی نے بھی حج کیا تھا۔ اس کا نام خوندۃ تھا، یہ السلطان المعظم محمد اور ملک السدا اور خوارزم کی لڑکی تھی۔ اور اکرب الشامی کا امیر سیف الدین الجوبان تھا۔ جب غروب آفتاب ہوا تو ہم عشاء آخرۃ کے قریب مزدلفہ پہنچے، مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی، یہ سنت رسول اللہ ؐ کے مطابق تھا۔

کسوتِ کعبہ کی مصر سے آمد اور اسکے چڑھانے کی رسم اور داد و دہش

قربانی کے دن یہ قافلہ کسوت لے کر آتا ہے، یہ پہلے تو اس کی چھت پر رکھا جاتا ہے، پھر یوم قربانی تیسرے دن شیبیوں میں سے کوئی کعبہ شریف پر لٹکانے کیلئے اسے لیتا ہے، لباس گہرے سیاہ رنگ کے حریر کا ہوتا ہے، درمیان میں کتان کا بھراؤ ہوتا ہے اس کی اعلیٰ طرف میں ایک سفید تحریر لکھی ہوتی ہے کہ "جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس" (اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام قیام کے لئے بنایا) پھر تمام اطراف میں قرآن کی سفید لکھی ہوئی آیتیں ہوتی ہیں سیاہی پر یہ ایسا چمکتا ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور جب پہنا دیا جاتا ہے، تو اس کے دامن لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہنے کیلئے چن دیئے جاتے ہیں وہ الملک الناصر ہی ہے، جو ہر سال کعبہ کا کسوت (غلاف) بھیجتا ہے،؎ نیز قاضی، خطیب، ائمہ مؤذنوں و فراشوں اور منتظموں کے لئے وظائف روانہ کرتا ہے، نیز حرم شریعت کی دیگر ضروریات بھی مثلاً شمع اور زیت سب یہی بھیجتا ہے، ؎

اس زمانہ میں کعبہ روزانہ عراقیوں، خراسانیوں وغیرہ کے لئے جو قافلہ عراقی کیساتھ ہوتے ہیں

؎ یعنی غلاف کعبہ۔

؎ چند سال پہلے تک مصر کی یہ روش قائم رہی، مگر اب کہ حجاز میں پٹرول کا سمندر نکل آیا ہے، اور اس کا میزانیہ کروڑوں سے متجاوز ہے یہ سارے کام خود حکومت سعودی کرتی ہے، (رئیس احمد جعفری)

کھولا جاتا ہے، اس عرصہ میں مجاورین وغیرہ پر بہت کچھ صدقات کرتے ہیں، یہ میری چشم دید بات ہے کہ شب کے وقت الحرام میں طواف کرتے وقت مجاوروں یا مکہ والوں میں سے جو کوئی جاتے، تو اسے چاندی اور پارچے دیتے ہیں، اسی طرح زائرین کعبہ کو بھی عطا کرتے ہیں، اور جب انہیں کوئی سوتا ہوا آدمی مل جاتا ہے، تو اس کے منہ میں سونا، اور چاندی بھر دیتے ہیں، جس سے وہ بیدار ہو جاتا ہے، جب میں ان کے ساتھ عراق سے ۷۲۸ھ (مطابق ۱۳۲۸ء) میں مکہ گیا تو انہوں نے یہ کام بہت زیادہ کیا، اور اس قدر صدقہ دیا کہ مکہ میں سونے کا بھاؤ گر گیا، اور ایک مشقال کی قیمت اٹھارہ نقرئی درہم تک، بہت زیادہ سونا صدقہ کرنے کے باعث پہنچ گئی، اس سال السلطان ابی سعید ملک العراق کا منبر اور قبہ زمزم پر نام لیا گیا۔

مکہ سے پھر مدینہ کی طرف کوچ

قافلوں کی روانگی کا منظر، عجیب حالات، حیرت انگیز واقعات

شاہ عراق، ابوسعید کے بذل وعطا اور جود وسخا کی نادر اور شاندار کہانی

بیسویں ذی الحجہ ختم کر کے ہیں امیر قافلہ عراق محمد جو یم کے ساتھ جو باشندگان موصل میں تھا، مکہ سے روانہ ہوا، امارۃ الحاج کا عہدہ اسے الشیخ شہاب الدین قلندر کی وفات کے بعد ملا تھا۔ شہاب الدین بہت سخی اور فاضل شخص تھے، سلطان ان کی بہت حرمت کیا کرتا تھا۔ طریقہ قلندریہ کے لحاظ سے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں منڈایا کرتے تھے جب میں مکہ سے روانہ ہوا تو آپ نے بغداد تک نصف راحلہ میرے لئے لیا اور اس کا کرایہ بھی اپنے پاس سے ادا کیا اور مجھے اپنے پاس اتارا طواف الوداع کے بعد بطن مر تک ہم عراقیوں، خراسانیوں، فارسیوں اور عجمیوں کے جم غفیر کے ساتھ تھے یہ لاتعداد لوگوں کا مجمع تھا۔ ان سے زمین موجیں مارتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، اور دل بادل کی طرح چلتے ہوئے نظر آتے تھے، جو شخص قافلہ سے کسی ضرورت کیلئے نکلا، اور اس نے اپنی جگہ کے لئے کوئی علامت نہ مقرر کر لی تو لوگوں کی کثرت کیوجہ سے گم ہو گیا، قافلہ میں مستحق مسافرین کے لئے بہت سے اونٹ تھے، پانی اٹھائے ہوئے زاد وصدقہ کے بار بردار اور ان لوگوں کیلئے دواؤں اور شربت سے لدے ہوئے جو بیمار ہو جائیں۔

جبکہ یہ قافلہ اترتا تھا۔ تو بڑی بڑی تانبے کی دیگوں میں جنہیں دسوت کہتے ہیں، کھانا پکایا جاتا تھا جن کے ساتھ زاد نہیں تھا، اس قافلہ میں ایک گروہ خالی اونٹوں کا تھا، ان میں سے کسی اونٹ پر اس شخص کو سوار کر دیتے تھے، جو چلنے سے معذور ہوتا تھا۔ یہ سب السلطان ابی سعید کے صدقات اور بخششوں میں سے تھا۔

اس قافلہ میں بازار بھی ساتھ تھے جن میں ہر طرح کی چیزیں، طرح طرح کے کھانے پھل پھلاری ملتے تھے، قافلہ رات کے وقت چلتا تھا۔ قطاروں کے آگے مشعلیں روشن ہوتی تھیں سے زمین سرتاپا نور بن جاتی تھی، اور رات دن کا منظر پیش کرتی تھی۔

پھر ہم بطن مر سے روانہ ہو کر مقام عسفان میں داخل ہوئے۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر مقام خلیص میں پہونچے۔

پھر برابر چار دن تک چلتے رہے اور وادی السمک میں آئے۔

بعد ازاں پانچ منزلیں طے کر کے بدر میں آئے، یہ کوچ روزانہ دو مرتبہ ہوا کرتے ایک صبح صبح کے بعد ہوتا تھا۔ اور دوسرا عشا کے بعد

پھر الصفرا میں آئے اور یہاں ایک دن آرام کیا، یہاں سے مدینہ طیبہ تین دن کی مسافت پر ہے۔

یہاں سے چل کر ہم مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے، اور دو مرتبہ زیارت رسول اللہ صلعم سے مشرف ہوئے، مدینہ شریفہ میں ہمارا چھ دن قیام رہا۔ پھر یہاں سے قافلہ کے ساتھ تین دن کی مسافت کا پانی لے کر روانہ ہوئے۔

مشہد علی کی طرف کوچ

حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے دیدار کا شوق!

مدینہ سے روانہ ہو کر تیسرے دن ہم وادی العروس میں وارد ہوا، یہاں کی زمین ریتلی ہے، لیکن کھودنے سے پانی نکل آتا ہے اور شیریں ہوتا ہے۔

اس منزل سے آگے بڑھے اور نجد پہنچے۔ یہ حد نظر تک وسیع میدان ہے۔

یہاں کی موج نسیم سے تازگی اور فرحت حاصل کرنے کے بعد ہم نے چار منزلیں طے کیں، اور عسیلہ پہنچے جو پانی کا ایک گھاٹ ہے۔

بعد ازاں ایک اور آب گاہ پہ پہونچے جس کا نام النقرہ ہے، یہاں بڑے بڑے تالابوں کے ... سے آثار پائے جاتے ہیں، جنہیں اگر بڑی بڑی جھیلوں سے تشبیہ دی جائے ... جا نہ ہوگا۔

زبیدہ زوجہ خلیفہ ہارون رشید کی انسانیت دوستی کی یادگاریں

اب نقرہ سے رخصت ہونے کے بعد ہمیں ایک اور آب گاہ ملی جسے القارورۃ کہتے ہیں بڑے بڑے تالاب بنے ہوئے تھے جن میں بارش کا پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ زبیدہ بنت جعفر ... کے بنوائے ہوئے تھے، اللہ اسے اس کار خیر کی جزا دے ... یہ مقام سرزمین نجد کے ... بہت پر فضا، خوشگوار آب وہوا نہایت اچھی مٹی، ہر فصل میں معتدل، پھر القارورۃ سے روانہ ہم الحاجر میں پہنچے، یہاں بھی تالاب بنے ہوئے ہیں، جب کبھی خشک ہو جایا کرتے ہیں تو گڑھے ... ان میں سے پانی نکالا جاتا ہے، یہاں سے کوچ کر کے ہم سمیرۃ میں آئے، یہ فراخ اور ... زمین نشیب میں واقع ہے، اس میں مکان کے مشابہ ایک قلعہ بنا ہوا ہے جس میں لوگ رہا کرتے ... یہاں بہت سے کنویں ہیں جن میں سوتوں سے پانی نکلتا ہے اس سرزمین میں عرب بھیڑ بکریاں، گھی ... لاتے ہیں اور ان چیزوں کو حاجیوں کے ہاتھ کھدرے کپڑے کے عوض فروخت کرتے ہیں اور ... کے سوا کسی چیز کے عوض نہیں بیچتے۔ پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر الجبل المخروق پہونچے

یہ ایک میدان میں واقع ہے، اس کے اوپر بڑے بڑے سوراخ ہیں جن میں سے ہوا نکلا کر
پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم وادی الکروش پہنچے، یہاں پانی بالکل نہیں ہے پھر رات ہی رات
کوچ کر کے صبح ہوتے ہوتے ہم حصن فید آ گئے،

ایک خطرناک مقام، جہاں عرب گھات میں رہتے، اور چھاپہ مارتے ہیں

یہ زمین کی فراخی میں ایک بہت بڑا قلعہ بنا ہے، اور اس کے اطراف ایک شہر پناہ بھی ہے
میں عربوں کی بود و باش ہے، حاجیوں کے ساتھ فروخت اور تجارت پہ زندگی بسر کرتے ہیں
حاجی عراق سے مکہ جانے لگتے ہیں، تو جو سامان ان کے پاس زائد ہوتا ہے، یہیں چھوڑ جاتے
جب واپس آتے ہیں، تو اپنا سامان لے لیتے ہیں، یہ مکہ سے بغداد کی مسافت کے نصف پر وا
اور کوفہ یہاں سے بارہ دن کی مسافت پر ہے، یہاں کے ہموار راستہ میں تالاب اور کنویں
قافلہ کی عادت ہے کہ جب اس مقام میں داخل ہوتا ہے، تو نہایت ہوشیاری اور جنگ جیسی
کے ساتھ داخل ہوتا ہے تاکہ یہاں عربوں کے گروہ پہ خوف طاری رہے، اور یہ لوگ
مار کے لئے طمع کے باعث دست درازی نہ کر سکیں۔ یہیں ہماری عرب امیروں سے
ہو گئی ہے، جن کا نام فیاض اور حیار تھا۔ یہ دونوں امیر مہنی بن عیسے کے بیٹے ہیں۔ ا
ساتھ بہت سے عربی گھوڑے اور پیادے تھے، جن کی تعداد احاطہ شمار سے باہر
ان دونوں کی ذات سے حاجیوں اور مسافروں کی حفاظت اور امن کا خود بخود بندوبست
یہاں عرب اونٹ اور بھیڑیں بکثرت لاتے ہیں جو لوگ خرید سکتے تھے، انہوں نے خرید
بھی تھے، اور پھر مقام اجفر آ گئے یہ مقام جمیل اور بثینہ[1] دو عاشقوں کے نام کی وجہ سے شہر
رکھتا ہے، پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم البیداء میں آئے، اور یہاں سے رات ہی رات چل
زرود میں وارد ہوئے، یہ زمین کا ایک وسیع ٹکڑا ہے، جس میں رواں ریگ تھی۔ اور
شکل کے چھوٹے چھوٹے گھر بنے تھے گو یہاں کنویں بکثرت تھے، لیکن ان کا پانی شیریں

---

[1] عشاق عرب میں جمیل کا نام غیر فانی حیثیت رکھتا ہے، اسے ایک لڑکی بثینہ سے عشق تھا، لیکن نہایت صالح قسم
اغانی میں خود بثینہ کی زبانی منقول ہے کہ ہم گھنٹوں اور پہروں سنسان اور تنہا مقامات پہ بیٹھے رہتے تھے، اور
کیا کرتے تھے، مگر کیا مجال جو کبھی جمیل نے کبھی کوئی ناشائستہ بات کہی ہو۔

سے روانہ ہو کر ہم ثعلبیہ میں پہنچے ۔

ستہ کی منزلیں، مقامات، لوگوں کے رہن سہن کا اندازہ،

ں ایک اجاڑ قلعہ بھی ہے، اور اس کے سامنے ایک بڑا ہولناک تالاب اس میں سیڑھیوں
تے ہیں، اور اس میں اس قدر بارش کا پانی بھرا رہتا ہے، کہ قافلہ کے لئے کافی ووافی
ہے ،اس مقام پر عربوں کا بڑا زبردست اجتماع ہوتا ہے، وہ اونٹ بھیڑیں،
دودھ بیچتے ہیں ۔ اس مقام سے کوفہ تین منزل کی مسافت پر ہے ،
پھر ہم برکتہ المرجوم آئے یہ مقام سر راہ واقع ہے، اور یہاں ایک بہت بڑے پتھروں
ہے، اس کے پاس سے جو گذرتا ہے، اس میں رجم کرتا ہے، کہتے ہیں کہ جسے رجم
ہیں، یہ ایک رافضی تھا، جو حج کرنے کے ارادے سے قافلہ کے ساتھ جا رہا تھا اس
اتراک اہل سنت کے مابین کچھ نزاع پیدا ہوئی، صحابہ کو گالی دے بیٹھا، انہوں نے
سے مار ڈالا، یہاں عربوں کے بہت سے مکانات ہیں، یہ قافلہ کے لئے دودھ
تے ہیں، اور ایک بہت بڑا تالاب بھی ہے، جس کا پانی قافلہ کے لیے کافی ہوتا ہے، اسے
رحمۃ اللہ علیہا نے بنوایا تھا، اور مکہ اور بغداد کے مابین راستہ میں جتنے تالاب حوض یا کنویں
سب حاکم وقت کی یادگاریں ۔ اللہ اسے جزائے خیر دے، اگر اس راستہ پر اس کی
نہ مبذول ہوتی تو اس پر کوئی نہ چلتا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم مقام شقوق میں آئے،
ں دو تالاب تھے، جن میں شیریں پانی بھرا تھا۔ لوگوں کے پاس جو کچھ بھی پانی تھا، وہ سب یہاں
دیا، اور نیا پانی بھر لیا، پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم مقام التنانیر پہونچے، یہاں بھی ایک پانی
ہوا تالاب تھا۔ پھر یہاں سے راتوں رات روانہ ہو کر کچھ دن چڑھے مقام زبالہ میں پہونچے
آباد گاؤں ہے۔ اور عرب کا ایک محل بنا ہوا ہے، پانی کے لئے دو تالاب اور بکثرت
یاں بنی ہیں، یہ اس راستہ کے آب خوروں میں سے ہیں، پھر روانہ ہو کر ہلار اور دو الہیثمین
وا، یہاں بھی پانی کے لئے دو تالاب بنے ہوئے ہیں، پھر یہاں سے کوچ کرکے ہم اس گھاٹی

رافضی سے مراد شیعہ نہیں ہے، بلکہ انتہا پسند قسم کے تبرّے باز ہیں، تاریخوں میں
انہی لوگوں کو کہتے ہیں ۔

کے قریب اترے جو "العقبۃ الشیطان" کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں دوسرے دن منز
اتفاق ہوا۔ اس راستہ میں ماسوا اس راستے کے کوئی راستہ نہ دشوار گذار تھا۔ اور نہ طویل۔
راستہ کو طے کرکے ہم مقام واقعہ میں اترے اس میں ایک بہت بڑا قصر ہے، اور بہت
پانی کے لئے تالاب بنے ہوئے ہیں، اور آبادی عربوں کی ہے، یہ اس راستہ کا آخری
ہے، اہل کوفہ حاجیوں سے ملتے ہیں، جو آٹا، روٹی، کھجور اور پھل پھلاری لاتے ہیں اور
یں لوگوں کی نہایت حسن اخلاق سے مزاج پرسی کرتے ہیں، اور دوسرے کو سلامتی کی
باد دیتے ہیں، پھر مقام مذکور سے روانہ ہوکر ہمارا نزول لورقہ میں ہوا۔ یہاں بھی ایک بہت
بڑا پانی کے لئے تالاب تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم مقام المساجد میں پہنچے، یہاں
تالاب بنے تھے، بعدازاں یہاں سے کوچ کرکے ہم مقام لمنارۃ القرون میں پہونچے، یہاں
میں ایک بہت بلند منار بنا ہوا ہے، اور اس پر اس قدر ہرنوں کے سینگ لگے ہوئے
کہ گویا ان کی جھول پڑی ہوئی تھی، ان کے اطراف کوئی عمارت نہ تھی، پھر یہاں سے روانہ
مقام عذیب میں وارد ہوئے۔ یہ ایک شاداب وادی ہے، اس پر ایک عمارت اور اس کے
سبزہ زار میدان ہے، جس کے دیکھنے سے آنکھوں میں تراوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہاں
روانہ ہوکر ہم قادسیہ گئے

سعد ابن وقاصؓ کا فتح کیا ہوا شہر قادسیہ

یہ وہ مقام ہے، جہاں کا واقعہ قرین مشہور ہے۔ باللہ تعالےٰ نے یہاں دین اسلام ظاہر کیا
آگ کے پرستار مجوسیوں کو ایسا ذلیل وخوار کیا کہ پھر اس کے بعد ان کی کوئی حکومت نہ رہی
خدائے برتر نے ان کی ساکھ کی بیخ کنی کردی۔ اس زمانہ میں امیرالمسلمین سعد بن ابی وقاص رضی
تعالےٰ عنہ تھے، قادسیہ بہت بڑا شہر تھا[1]، جسے سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فتح کیا تھا، اب ویران
اس کی آبادی ایک بڑے گاؤں جیسی رہ گئی ہے، اس میں کھجوروں کے باغات اور ضرورت کے پا
نہریں ہیں، پھر ہم روانہ ہوئے اور نجف اشرف آئے

---

[1] اس شہر کی فتح تاریخ اسلام کے تابناک واقعات میں سے ہے۔

نجف اشرف میں ورود

ت علی ابن ابی طالب، روضہ مبارک دوسرے مزارات متعلقہ کوائف

ف اشرف حضرت علی ابن ابی طالب کا مشہد ہے، یہاں ان کا مزار ہے، یہ شہر عمدہ جگہ
ت اور سخت و ہموار تختہ زمین پر واقع ہے، عراق کے شہروں میں اس سے بڑھ کر کوئی شہر نہیں
آبادی بھی بہت زیادہ ہے اور مکانات بھی بہت مستحکم ہیں، اور بازار نہایت خوبصورت اور
ہیں، اس میں ہمارا دخول باب الحضرۃ سے ہوا، پہلے نقالوں کی دکانیں ہیں پھر طباخوں، پھر نانبائیوں کی
پھلاری کا بازار اس کے بعد عطاروں کا بازار ہے، بعد ازاں باب الحضرۃ ہے، جہاں لوگوں کا
ہے کہ علی علیہ السلام کا مزار ہے، اس کے مقابل مدرسے اور خانقاہیں اور تکیئے آباد ہیں، ان کی
نہایت اچھی ہیں، اور احاطہ کی دیواریں قاشانی ہیں، جو ہمارے ملک کے زیج کے مشابہ ہیں،
ن کا رنگ زیادہ چمکدار اور نقش بہتر ہیں۔

حضرت علی کے مزار مبارک اور دوسری قبروں کا تذکرہ

ہم باب الحضرۃ سے مدرسہ عظیمہ میں داخل ہوئے، اس بڑے مدرسہ میں شیعہ مذہب کے
د صوفیہ رہتے ہیں، اور ہر آنے والے کو تین دن تک روٹی، گوشت اور کھجوریں ملتی ہیں،
سہ سے باب القبہ میں دخول ہوتا ہے، یہاں دروازہ پر حاجب، نقیب اور خواجہ سرا
ہیں، جب کوئی زائر آتا ہے، تو ان میں سے ایک کھڑا ہو جاتا ہے، یا اگر کئی زائر ہوں تو سب
ہو جاتے ہیں، پھر زائرین مذکور آستانہ پر ٹھہر کر ان سے بایں الفاظ اذن لیتے ہیں، اے امیر المومنین

یہ ضعیف بندہ آپ کے حکم سے روضہ عالیہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہتا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو داخل ہو کر زیارت والا سے مشرف ہو، ورنہ واپس چلا جائے، گو یہ گنہگار اس لائق نہیں مگر آپ اہل مکارم اور پردہ پوش ہیں۔ پھر اسے آستانہ بوسی کا حکم دیتے ہیں، آستانہ اور اس کے دونوں بازو چاندی کے ہیں، پھر زائر یا زائرین کا قبہ علیہ میں دخول ہوتا ہے، اس کے اندر طرح طرح کے حریر وغیرہ کے فرش بچھے ہوئے ہیں، اور سونے چاندی کی چھوٹی بڑی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وسط میں ایک لکڑی سے منڈھا ہوا مربع چبوترہ ہے، اس پر سونے کے نہایت پائیداری کے ساتھ منقش پتر چڑھے ہوئے ہیں، جن سے لکڑی کے تختے بالکل ڈھپ گئے ہیں، چبوترے کی بلندی قد آدم کے قریب ہوگی۔ اس پر تین مزار ہیں۔ ان میں سے ایک کے متعلق یہ خیال ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے۔ اور دوسرا نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا اور تیسرا حضرت علی کا، ان کے درمیان سونے چاندی کے طشت، عرق گلاب، مشک، اور انواع و اقسام کی خوشبویات سے بھرے رکھے ہیں، جن میں تبرکاً زائر اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے منہ پر پھیرتا ہے، قبہ علیہ کا دوسرا دروازہ بھی اس کی چوکھٹ بھی چاندی کی ہے، اور اس پر رنگین حریر کے پردے لٹکے ہوئے ہیں، یہ ایک مسجد کی طرف جاتا ہے، جس میں نہایت عمدہ حریر کا فرش اور اس کی دیواریں اور چھت بھی حریر کے پردوں سے ڈھکی ہوئی ہیں، مسجد کے چار دروازے اور کل چوکھٹیں چاندی کی ہیں، اور ان دروازوں پر بھی ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں، شہر کے کل باشندے شیعہ ہیں، اور روضہ ہذا کی بہت سی ایسی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں، جن سے ان کو یہ ثبوت بہم پہونچا ہے کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا مزار مبارک ہے،

روضہ علیؓ کی کرامتیں، لیلۃ المحیا، بیماروں اور مریضوں کو صحت حاصل کرنیکی روایات

کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو جسے لوگ "لیلۃ المحیا" کہتے ہیں، عراقین، خراسان بلاد فارس اور الروم سے ایسے مریض لائے جاتے ہیں، جن میں کھڑے ہونے تک کی طاقت نہ ہو، ان میں سے تیس یا چالیس عشاء آخر کی نماز کے بعد ضریح مقدس پر ڈال دیئے جاتے ہیں اور لوگ ان کے کھڑے ہونے کے منتظر ہوتے ہیں، اس طرح کہ کوئی تو نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاتا ہے، کوئی ذکر میں کوئی تلاوت میں اور کوئی روضہ کے نظارے میں کم و بیش نصف یا ثلث شب گذرنے کے بعد بھلے چنگے تندرست ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

علی ولی اللہ" کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ امر وہاں کا بہت بڑا فیضان تصور کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ ثقہ لوگوں سے سنا ہے، گو شب مذکور میں مجھے کبھی حاضری کا موقع نہیں ملا لیکن میں نے مدرسۃ الضیاف میں تین شخصوں کو دیکھا ہے، ایک روم کا باشندہ تھا۔ دوسرا اصبہان کا تیسرا خراسان کا یہ کمزوری کی وجہ سے کھڑے نہ ہو سکتے تھے، میں نے ان سے ان کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا کہ ہم ریلۃ المحیا، سے محروم رہے ہیں اس لئے دوسرے سال اس کے آنے کے منتظر ہیں یہی رات ہے کہ اس میں مختلف بلاد سے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور دس دن تک بڑا بازار لگتا ہے، نہ تو اس شہر میں کوئی حاکم فوجداری ہے اور نہ کوتوال، سب نقیب الاشراف کے زیر حکم ہیں یہاں کے باشندے تجارت پیشہ ہیں، اور روئے زمین میں بہت دور تک سفر کرتے ہیں، سب صاحب ہمت وکرم ہیں، ان کا ہم سفر کبھی کسی کا ظلم نہیں اٹھا سکتا۔ میں ان حضرات کی صحبت کا بہت قائل ہوں، لیکن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں بہت ضرورت سے زیادہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ بلاد عراق وغیرہ کے بہت سے ایسے باشندے ہیں کہ ان میں سے جو کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو روضہ ہذا کے لئے نذر مانتا ہے جب اچھا ہو جاتا ہے، تو اسے پورا کرتا ہے، ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر کسی سر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو سونے یا چاندی کا سر بنواتے ہیں، اور روضہ پر لے آتے ہیں، اسے نقیب خزانہ میں داخل کر دیتا ہے اور ایسا ہی وہ شخص بھی کرتا ہے، جو ہاتھ یا پیر وغیرہ اعضا کے مرض میں مبتلا ہو، روضہ کا خزانہ بہت بڑا ہے، اس میں بہت زائد مال ہے، جو با وجود کثرت کے محفوظ ہے۔

نجف اشرف کے نقیب الاشراف کا ذکر

نقیب الاشراف شاہ عراق کی طرف سے ایک سالار ہے، بادشاہ کے نزدیک اس کی بڑی وقعت اور اس کا بہت بڑا درجہ ہے، جب سفر میں جاتا ہے تو امراء کبار کی شان و شوکت کے ساتھ جاتا ہے، علم اور نقارے اس کے ساتھ ہوتے ہیں، شام اور صبح اس کے دروازے پر نوبت بجتی ہے، شہر اسی کے زیر حکم ہے، ماسوا اس کے کسی کو سیاہ سپید کا دخل نہیں اور نہ ماسوا اس کے سلطان کی طرف سے یا کسی غیر کی طرف سے یہاں کوئی حاکم ہی ہے۔ میرے یہاں داخل ہونے کے زمانہ میں نظام الدین حسینی بن تاج الدین الآوی جو عراق عجم کے شہر آدہ کا رہنے والا تھا نقیب تھا۔ اس شہر کے تمام باشندے شیعہ ہیں۔ نقیب کا ایک خاندان ہے اس میں سے جب

نقیب مرجاتا ہے، تو دوسرا نقیب الاشراف مقرر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے۔

۱۔ جلال الدین ابن الفقیہ۔

۲۔ قوام الدین ابن طاؤس۔

۳۔ ناصر الدین مطہر الشریف الصالح شمس الدین محمد الاوہری باشندہ عراق عجم ہیں، آج کل آپ ہند میں تشریف فرما اور یہاں کے بادشاہ کے ندما کی سلک میں داخل ہیں۔

۴۔ ابو عزہ بن سالم بن مہنی بن جماز بن شیحہ الحسینی المدنی ہیں

نو مسلم راجکمار احمد ایاز کے وسیلہ سے شہنشاہ کا لطف و کرم شیخ سعید پر

شہر ادجا کے مالک نے ہند کے بادشاہ کو بایں مضمون ایک تحریر بھیجی کہ یہاں الشریف ہے پھر وہ دار الخلافہ دہلی کے لیے روانہ ہوا اس امیر کا نام کشلی خان تھا۔ ان کے ہاں خان امیر الامراء کو کہتے ہیں، یہ ملتان میں رہا کرتا تھا۔ جو بلاد سندھ کا دار السلطنت ہے، اس کی بادشاہ کے دربار میں بڑی عظمت تھی، اور بادشاہ مذکور اسے چچا کہا کرتا تھا کیونکہ اس نے اس کے باپ السلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی السلطان ناصر الدین خسرو شاہ کے ساتھ جنگ کے وقت مدد کی تھی، جب امیر مذکور ہند کے دار السلطنت میں پہونچا تو بادشاہ اس کے استقبال کے لئے نکلا اتفاقاً اسی دن یہاں الشریف بھی پہنچ گیا لیکن یہ امیر سے چند میل آگے اسی طرح نقارے بجاتا ہوا چلا آرہا تھا۔ گو موکب سلطان اس سے دوچار ہوا۔ لیکن اس نے کوئی توجہ اس کی طرف نہ مبذول کی، آخر نقیب مذکور خود ہی سلطان کی طرف بڑھا، اور اسے سلام کیا، اب تو سلطان نے بھی اس کی مزاج پرسی اور آنے کی وجہ دریافت کی چنانچہ اس نے وجہ بیان کر دی پھر سلطان نے موکب آگے بڑھایا اور کشلی خان سے ملاقی ہوا، اور اپنے دار الامارۃ میں واپس چلا آیا لیکن نہ تو الشریف کی طرف کوئی توجہ مبذول کی اور نہ اسے یا اس کے سوا کسی کو اتارنے کا حکم دیا۔ اس زمانہ میں سلطان کا ارادہ شہر دولت آباد جانے کا تھا۔ جسے کٹکہ یا دیوگیر بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر دہلی سے چالیس دن کی مسافت ہے، جب سلطان سفر کرنے لگا۔ تو الشریف کے پاس پانچ سو درہم بھیجے۔ یہ مغربی حساب

---

[1] ناصر الدین خسرو خان قطب الدین خلجی کا نو مسلم اور محبوب غلام تھا۔ جو اسے دھوکہ سے قتل کر کے بادشاہ بن بیٹھا اور مرتد ہو گیا غیاث الدین تغلق نے اس سے جنگ کی اور قتل کر کے خود بادشاہ بن گیا۔

کے حساب سے ایک سو پچیس درہم کے برابر تھے، یہ رقم جس شخص کے پاس بھیجی تھی، اس کے ذریعہ کہلا بھیجا تھا کہ اس سے کہہ دینا کہ اگر اپنے بلاد واپس جانے کا ارادہ ہو تو یہ زادِ راہ ہے، اور اگر ہماری معیت میں چلنا ہے، تو یہ خرچ کے لئے ہے، اور اگر دارالسلطنت میں رہنے کا ارادہ ہے تو ہماری واپسی تک اخراجات کے لئے نفقہ ہے، اس سے الشریف کو بہت غم ہوا۔ کیونکہ اس کا غالب ظن تھا کہ سلطان اسے اپنی حسبِ عادت جیسا اس کے مثل دوسرے لوگوں کو عطا کیا ہے، بہت کچھ عطا کرے گا۔ چنانچہ اس نے سلطان کی معیت میں سفر اختیار کیا۔ اور وزیر احمد بن ایاس[1] الملقب خواجہ جہاں کے متعلقین کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔

بادشاہ نے اسے اس لقب سے ملقب کیا تھا۔ اور اسی سے مخاطب بھی کیا کرتا تھا۔ اور تمام لوگ بھی اسے اسی لقب سے مخاطب بھی کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی عادت ہے کہ جب بادشاہ کسی کا ایسا نام رکھ دیتا ہے، جو ملک کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ مثلاً عماد۔ ثقہ۔ یا قطب یا کسی ایسے نام کے ساتھ جس کی جہان کی طرف نسبت ہو۔ مثلاً صدر وغیرہ تو اسی سے بادشاہ بھی اسے مخاطب کرتا ہے اور تمام لوگ بھی جو سوا اس لقب کے کسی دوسرے نام سے اسے مخاطب کرتے ہیں، مستحق سزا ہوتے ہیں، الغرض وزیر اور الشریف کے مابین مستحکم مودت ہو گئی۔ چنانچہ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا تھا، اور اس کی بہت زائد عزت کرتا تھا۔ اور بادشاہ کو بھی اس پر ایسا مہربان کیا کہ اس کے متعلق کا نہایت اچھا خیال ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ اسے مملکت کے آباد حصہ میں دو گاؤں دیئے جائیں، اور اسے وہیں اقامت کا حکم دیا۔ وزیر نہایت ذی فضل، صاحب مروت، متصف بمکارم اخلاق تھا، غرباء سے بڑی محبت تھی، اور ان کے ساتھ بہت احسان کیا کرتا تھا۔ نیک کاموں میں مصروف رہتا کھانا کھلایا کرتا۔ اور تکیے بنوایا کرتا۔ الشریف ان دونوں مواضعات میں آٹھ سال تک رہا، اور اس جاگیر سے بہت مال پیدا کیا، پھر جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن یہ امر خارج از امکان تھا۔ کیونکہ یہ سلطان کے ملازموں میں سے تھا۔ اور کسی ملازم سلطان کو بغیر اپنے آقا کی اجازت کے نکلنے کا اختیار نہ تھا۔ سلطان کو غیر ملکی لوگوں سے بڑی محبت تھی، اس لئے انہیں واپس جانے کی بہت کم اجازت دیا کرتا تھا۔

---

[1] یہ دیوگیر کا ایک مدادکار تھا۔ جو خواجہ نظام الدین اولیاء کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو گیا تھا۔ غیاث الدین تغلق نے اسے نائب وزیر اعظم بنالیا۔ اور خواجہ جہاں کا خطاب دیا۔

آخر کار نقیب نے براہ ساحل بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اسے وہیں سے واپس کر لیا گیا اور دارالسلطنت لا یا گیا۔ پھر اس نے وزیر سے خواہش ظاہر کی کہ کسی طرح بادشاہ سے واپسی کے لیے اجازت دلوا دیجئے۔ چنانچہ وزیر نے بادشاہ کو اس معاملہ میں سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔ غرض کہ بادشاہ نے اسے بلاد ہند جانے کا پروانہ راہداری دے دیا اور رائج الوقت سکے کے دس ہزار دینار بھی عطا کیے، جو مغربی سونے کے حساب سے ڈھائی ہزار دینار کے برابر تھے، یہ دینار تھیلی میں لائے گئے، اور انہیں اپنے بستر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ کیونکہ اسے دیناروں سے بڑی محبت تھی۔ اور انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتا تھا۔ نیز اس خیال سے بھی کہ مبادا اس کے ساتھیوں میں سے کوئی کچھ نہ لے لے۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں بخالت تھی۔ ان کے اوپر لیٹنے کی وجہ سے پہلو میں درد اٹھا اور برابر بڑھتا ہی گیا۔ اس کی وجہ سے سفر سے بھی باز رہا۔ اور بیسویں دن اس تھیلی کے ملنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اور وصیت کی یہ مال الشریف حسن الجرانی کو دے دیا جائے۔ اس نے یہ کل مال ان شیعوں کو خیرات میں دے دیا۔ جو باشندگان عراق و حجاز دہلی میں مقیم تھے کیونکہ اہل ہند اپنے مال کو نہ تو بیت المال سے لیتے ہیں نہ غیر ملکی لوگوں کے مال سے کوئی تعارض کرتے ہیں، اور نہ ان سے اس مال کے متعلق کوئی پوچھ گچھ کرتے ہیں، یہی حالت باشندگان سوڈان کی ہے، کہ نہ تو گورے رنگ کے لوگوں کے مال سے کچھ تعارض کرتے ہیں اور نہ اسے لیتے ہی ہیں۔ بلکہ متوفی کے ساتھیوں میں سے جو بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس یہ مال امانت رکھ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا مستحق آجاتا ہے،

امیر المومنین علی علیہ السّلام کے مزار مبارک کی زیارت سے جب ہم فارغ ہوئے تو قافلہ سوئے بغداد روانہ ہوگیا، لیکن میں نے بصرہ کا عزم کیا۔ خوش قسمتی سے شرفا اور اعیان عرب کی رفاقت میسر آگئی۔ یہ لوگ اہل خفاجہ تھے۔ اور اسی دیار کے رہنے والے صاحب شوکت و ہیبت اور بارعب وجلال لوگ تھے۔ ان اطراف میں اگر سفر جاری رکھا جاسکتا ہے، تو ایسے ہی لوگوں کی رفاقت میں۔ چنانچہ امیر قافلہ شامر بن ورداج کے ذریعہ میں نے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ مشہد علی علیہ السّلام سے نکل کر ہم خوانق میں وارد ہوئے۔

---

[1] بصرہ آغاز عہد اسلام میں یعنی بہ عہد خلافت راشدہ بنا اور بسا پہلے یہ صرف ایک فوجی چھاؤنی تھی، رفتہ رفتہ ایک بہت بڑا اور وسیع شہر بن گیا، صحابہ کی ایک بڑی جماعت بھی یہاں آکر پھیل گئی، اور خود بخود تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ربلحاظ اس اعتبار سے بھی شہرت رکھتا ہے کہ یہاں کی علمی فضا بہت وسیع تھی اور اصحاب علم و فضل بھی یہاں موجود رہتے تھے۔ بنی امیہ کے عہد میں یہ شہر بار بار ہدف جور و ستم بنا کیونکہ ان کی حکومت کو لوگوں نے جبر و اکراہ سے قبول کیا تھا۔ مزید برآں ابن امیہ نے بھی یہاں خوب خوب ظلم توڑے۔ (رئیس احمد جعفری)

نعمان بن منذر اور اس کے اجداد کا محل قیام اور آثار باقیہ

خوانق، نعمان بن منذر اور اس کے آبا و اجداد کی بود و باش کا مقام۔

یہ نیعت ماء السماء کے ملوک تھے، یہاں ابھی کچھ عمارتیں اور ان کے آثار اور کچھ بقایا بڑے بڑے قبے ایک نہر کے کنارے وسیع میدان میں باقی ہیں۔ یہ نہر فرات سے نکلتی ہے پھر ہم یہاں سے کوچ کر کے مقام القائم الواثق میں پہنچے۔

یہاں ایک ویران گاؤں کے آثار اور ایک ویران مسجد ہے، جس کا صرف ایک مینار یا صومعہ باقی ہے، پھر یہاں سے فرات کے کنارے کنارے روانہ ہو کر مقام الغداد میں پہنچے یہ پانی کے وسط میں بانسوں کا ایک جنگل ہے، یہاں دہقانی عرب رہتے ہیں، جنہیں المعاری کہتے ہیں۔ ان کا پیشہ راہزنی اور مذہب شیعہ ہے، ہماری رفاقت سے چھوٹ کر ایک جماعت پیچھے رہ گئی، ان بیچاروں کو ایسا لوٹا کہ جوتے اور کشکول تک باقی نہ چھوڑیں یہ اسی جنگل میں پناہ گزیں ہیں جب ان سے تعارض کیا جاتا ہے، اسی جنگل میں بھاگ کر پناہ گزیں ہو جاتے ہیں اس جنگل میں درندے بھی بکثرت ہیں، الغدار سے ہمیں تین منزلیں طے کرنی پڑیں، پھر ہم شہر واسط میں پہنچ گئے۔
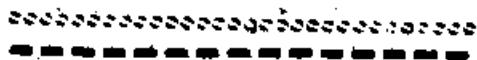
۱؎ ملوک عرب میں نعمان بن منذر کا پایہ بہت بلند تھا، یہ رحم دل بھی تھا، اور ظالم بھی خوش خو بھی، اور بدنہاد بھی، سخی اور جواد بھی، ممسک اور بخیل بھی، لیکن غضب کا بہادر، بلا کا جیالا، آن پر مٹ جانے والا بات کا دھنی، قول کا پکا۔ عہد کو زندگی کے آخری سانس تک نبھانے والا

اس کے بہت سے دلچسپ، حیرت انگیز اور پر لطف واقعات کتاب الاغانی میں موجود ہیں۔ نیز دوسری کتب تواریخ میں بھی ملتے ہیں۔

مدینۃ واسط

عراق کا خوش منظر، بابرکت، اور مجموعۂ خیر شہر

[بغداد] البغداد سے تین منزلیں طے کرکے ہم شہر واسط میں پہنچ گئے۔ یہ بڑی خوبیوں کا شہر ہے، [اس] کی تو کوئی انتہا نہیں۔ یہاں ایسے اہل دل اور اہل اللہ موجود ہیں جن کی زیارت کرنے والا راہ خیر پر [گامز]ن ہوجاتا ہے۔ یہاں کے بسنے والوں کو اگر خیار اہل عراق کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ بلکہ یہی بات تو [یہ ہے] کہ انہیں علی الاطلاق اصحاب خیر و حسنات کہا جا سکتا ہے۔ یہاں کے اکثر باشندے حافظ قرآن، [ف]ن تجوید کے ماہر، اور قرأت صحیحہ میں طاق۔ بلاد عراق کے لوگ ان کے پاس بغرض حصول علم تجوید [و قرأ]ت آتے ہیں۔ اس قافلہ کے ساتھ بھی لوگوں کی ایک جماعت اسی لئے آئی کہ یہاں کے شیوخ سے [تج]وید القرآن حاصل کریں۔ شہر میں ایک بہت بڑا مدرسہ بھی ہے، جس میں صرف اسی لئے تین سو حجرے بنے [ہیں کہ ج]و دور دراز مقامات سے قرآن کی تعلیم کے لئے آئیں، وہ اس بورڈنگ میں رہیں۔ اسے الشیخ تقی الدین [ابو] الحسن الواسطی نے تعمیر کرایا تھا، جو یہاں کے بڑے اکابر اور فقہا میں سے ہیں۔ ہر طالب علم کو سال میں ایک [جوڑا] کپڑوں کے جوڑے اور روزانہ خورد و نوش وغیرہ کی ضروریات فراہم کرتے تھے، یہ خود بھی اور ان [کے بھا]ئی اور ساتھی سب بیٹھ کر مدرسہ ہذا میں القرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مجھے ان سے شرف

[ی]ہ شہر بھی عربوں کا بسایا ہوا تھا، اور مرکز علم و فن تھا۔ یہاں تصوف کے مختلف زاویے اور حلقے بھی تھے۔

[ک]راچی سے چند میل کے فاصلے پر عربوں کے عہد حکومت سندھ کے آثار کھدائی سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان میں ایک [شہ]ر بھنبھور کے آثار بھی نکلے ہیں۔ جس کے بارے میں خیال ہے کہ اصل دیبل یہی تھا۔ جس کا ذکر تاریخ ... [آ]تا ہے۔

[مسٹر ج]سٹس الٰہی بخش خیر فی کی معیت میں مجھے یہ آثار تفصیل سے دیکھنے کا کچھ عرصہ ہوا موقع ملا تھا۔ ان آثار کے تذکرہ [کا مو]قع نہیں۔ لیکن وہاں ایک مسجد بھی نکلی ہے جس کا نام مسجد واسطہ ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں بس جانے [وا]لے بھی کتنے گہرا لگاؤ واسط سے تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

نیاز حاصل ہے۔ انہوں نے میری دعوت بھی کی تھی، اور کھجوریں اور بہت سے دراہم زاد راہ کے دیئے تھے۔

حضرت احمد رفاعیؒ کا مزار، عرس میں شرکت فقراء طائفہ کا رقص، آگ میں کودنا، انگارے کھانا

جب ہم شہر واسط میں اترے تو ہمارا قافلہ شہر سے باہر تجارت کے لئے تین دن تک ٹھہرا۔ یہاں ہم الولی ابی العباس احمد الرفاعی کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے، مزار مبارک ایک قریہ موسوم بہ ام عبیدۃ کے قریب ہے، جو واسط سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ میں نے شیخ تقی الدین سے عرض کیا کہ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے جو مجھے وہاں پہنچا دے۔ آپ نے میرے ساتھ بنی اسد کے تین عربوں کو کر دیا جو اس طرف کے رہنے والے تھے، اور سواری کے لئے ایک گھوڑا بھی دیا میں ظہر کے وقت روانہ ہوا۔ شب کو تو بنی اسد کے پڑاؤ میں آرام کیا۔ اور دوسرے دن ظہر کے وقت رواق تک پہنچا۔ یہ ایک بہت بڑی رباط ہے، جس میں ہزاروں فقراء رہتے ہیں۔ وہاں الشیخ احمد کوچک ولی اللہ ابی العباس الرفاعی کے پوتے سے جن کی زیارت کو میں جا رہا تھا، شرف ملاقات حاصل ہوا۔ آپ بلاد روم میں رہتے ہیں، اب اپنے دادا کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے، اور رواق کی شیخت بھی آپ ہی کو پہونچی تھی۔ جب نماز عصر ہو چکی، تو نقارے اور دف بجائے گئے، اور فقراء پر کیفیت وجد طاری ہوئی۔ پھر انہوں نے نماز مغرب ادا کی۔

بعد نماز دسترخوان بچھا۔ جس پہ چاول کی روٹیاں، مچھلیاں، دودھ اور کھجوریں تھیں، لوگوں نے کھانا کھایا، اور نماز عشاء سے فارغ ہوئے، اور پھر ذکر میں مشغول ہو گئے، الشیخ احمد اپنے جد بزرگ کے سجادہ پر تشریف فرما ہوئے، اور گانا شروع ہوا۔ بوجھوں لکڑیاں لا کر ڈالی گئیں۔ اور ان میں آگ لگائی گئی، اور فقراء اس کے وسط میں گھس کر رقص اور وجد میں مصروف ہوئے، بعض تو آتش فروزاں میں لوٹتے تھے، اور بعض انگارے کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ ساری آگ بجھ گئی۔

لـہ ابوالعباس سیدی احمد بن ابوالحسن رفاعی قدس اللہ سرہ العزیز نہایت بلند صوفی صافی، احمد علاء سیدہ بزرگ تھے کرامتوں کے بہت سے واقعات تذکروں میں ملتے ہیں۔

لـہ مولانا جامی نے اپنی "نفحات الانس" میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

...ہے اور یہ امورات اس طائفہ الاحمدیہ کے مخصوصات ہیں، ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی
...ہیں، جو زندہ سانپ کو پکڑ کر دانتوں سے اس کا سر کاٹتے ہیں، حتیٰ کہ علیحدہ کر دیتے ہیں، (ذرا...
...سے متعلق مشاہدات آگے آئیں گے)

...الشیخ ابی العباس الرفاعی کی کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر پھر واسط آئے تو رفیقان سفر کوچ
...چکے تھے، ان سے راستہ میں جا ملا۔ ہم سب ایک گھاٹ پر پہنچے جسے الھضیب کہتے تھے، پھر
...سے کوچ کر کے وادی الکریم میں اترے، وہاں پانی نہ تھا۔ پھر روانہ ہو کر ایک مقام پر پہونچے
...سے الشیرب کہتے تھے، پھر وہاں سے کوچ کر کے بصرہ کے قریب اترے پھر یہاں سے
...کوچ کیا، اور دن چڑھے شہر بصرہ میں داخل ہو گئے!

...کے محلے، یہاں کے باشندے، ان کے اطوار و خصائل اور عادات و صفات

...بصرہ تین محلوں پر شامل ہے، ایک کا نام ہذیل ہے اس محلے کے بڑے شخص کا نام الشیخ
...فاضل علاؤ الدین بن الاثیر ہے، یہ شخص بڑے کریم اور فاضل لوگوں میں سے ہے میری ضیافت
...بھی کی تھی، اور میرے پاس کپڑے اور درہم بھی بھیجے تھے، دوسرے محلہ کا نام بنی حرام ہے،
...اس کے بڑے شخص السید الشریف مجدالدین موسیٰ الحسنی صاحب مکارم و فواضل ہیں آپ نے بھی
...میری ضیافت کی تھی، اور میرے پاس کھجوریں السلاق اور درہم بھیجے تھے، تیسرے محلہ کا نام العجم ہے،
...اس کا سب بڑا شخص جمال الدین اللوکی ہے،

مسجد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اس کے خصائص و محاسن عالیہ

اہل بصرہ صاحب مکارم اخلاق اور مسافروں سے انس رکھنے والے اور ان کا پورا حق ادا کرتے
...ہیں، خاطر و تواضع اور مسافر نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اس لئے ان کے درمیان رہ کر
...مسافر بالکل نہیں گھبراتا۔ نماز جمعہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مسجد میں جس کا ذکر کر چکا ہوں ادا کرتے
...ہیں، پھر وہ بند ہو جاتی ہے، سوا دوسرے جمعہ کے درمیان میں کوئی نہیں آتا۔ اس مسجد کا شمار احسن المساجد
...میں ہے، اس کا صحن نہایت فراخ ہے اور فرش وادی السباع سے جو سرخ کنکریاں آتی ہیں ان سے
...فرش ہے اس میں وہ قرآن رکھا ہوا ہے، جس کے پڑھتے وقت عثمانؓ قتل کئے گئے تھے، اور اس ورق میں خون کا
...تغیر نشان بھی ہے جس میں اللہ برتر کا یہ قول ہے، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

بصرہ جو علم نحو اور اس کے اصول فروع کا مرکز تھا، اب وہ نہ رہا جو پہلے تھا

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں مسجد علی میں نماز جمعہ میں شریک تھا جب خطیب کھڑا ہو کر خطبہ پڑھنے لگا، تو خوب زور زور سے گا گا کر پڑھتا تھا، اس کی اس حرکت سے مجھے تعجب ہوا، میں نے اس واقعہ کا قاضی حجۃ الدین سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اب یہاں کوئی ایسا شخص نہیں باقی رہا جو کچھ بھی علم نحو سے واقفیت رکھتا ہو۔ یہ اس شخص کے لئے بڑا عبرت آموز واقعہ ہے، کیا شان ہے اشیاء میں تغیر کرنے والے اور امور میں تبدیلی کرنے والے خدا نے بے ہمتا کی۔ بصرہ کبھی تو نحو کا مرکز اور اس علم کا مقام اصول و فروع تھا۔ اور یہاں کے باشندے اس کے مسلم الثبوت امام تھے، اور اب یہاں کا خطیب جمعہ کا خطبہ بھی ٹھیک طرح سے نہیں پڑھ سکتا۔

حضرت طلحہ، زبیر، انس بن مالک، حسن بصری، مالک بن دینار وغیرہ صحابہ و تابعین کے مزارات

ان مزارات میں ایک طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے، آپ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہ کے ایک فرد ہیں [1]

یہ مزار شہر کے اندر ہے، اس پر قبہ، مسجد اور زاویہ بنا ہے، زاویہ میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اہل بصرہ اس مزار کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں، اور درحقیقت وہ مستحق بھی اس کا ہے۔ ان ہی مشاہد متبرکہ میں حضرت الزبیر بن العوام کا مشہد مقدس ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور آپ کی پھوپھی کے صاحبزادے ہیں، رضی اللہ عنہا یہ مشہد بصرہ کے باہر ہے اس پر کوئی قبہ نہیں، ہاں ایک مسجد اور زاویہ ضرور ہے، جس میں مسافروں کو کھانا ملا کرتا ہے [2]

نیز یہاں کے مشاہد مقدسہ میں حضرت حلیمہ سعدیہ کا مزار بھی ہے، آپ رسول اللہ صلعم کی دودھ پلائی یعنی رضاعی ماں تھیں۔

اس مزار کے پہلو میں آپ کے صاحبزادے اور رسول صلعم کے رضاعی بھائی کا مزار ہے۔

یہاں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مقدس بھی ہے، اس پر ایک

---

[1] عشرہ مبشرہ وہ صحابہ ہیں جنہیں دنیا میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

[2] یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔

ہوا ہے،

حضرت ابوبکرہؓ کے مزار پرانوار سے چھ میل کے فاصلہ پر صحابی اور خادم رسول حضرت انسؓ بن مالک کا مزار مقدس ہے، اس مشہد کی زیارت کے لئے کوئی راستہ نہیں، اور درندوں کی کثرت اور آبادی نہ ہونے کے باعث بہت سے آدمیوں کا جانا مشکل ہے،

مشاہد متبرکہ میں سے الحسن بن ابی الحسن البصری سید التابعین رضی اللہ تعالیٰ ہے، کا مزار مقدس ہے، سلہ یہیں عتبہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے،

نیز حضرت مالک بن دینارؒ کا مزار مقدس بھی ہے،

علاوہ ازیں حبیب العجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

پھر سہل بن عبداللہ التستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پرانوار ہے،

ان مزارات میں سے ہر مزار کے تعویذ پر صاحب مزار کا نام اور تاریخ وصال تحریر ہے یہ سب پرانی شہر پناہ میں واقع ہیں، آج اس شہر پناہ اور شہر موجودہ کے مابین تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے، نیز ماسوا مزارات مذکورہ کے اور بھی صحابہ اور ان تابعین کے جم غفیر کے مزارات ہیں، جو یوم الجمل میں شہید ہوئے تھے، رضی اللہ عنہم یہاں ورود کے زمانہ میں امیر البصرہ رکن الدین العجمی التوریزی تھے آپ نے میری ضیافت بھی کی تھی، اور بہ حسن سلوک سے پیش آئے تھے، بصرہ، فرات اور دجلہ کے ساحل پر واقع ہے، اس میں مد و جزر ہوتا رہتا ہے، اور اسی طرح مغربیہ کی بلاد وغیرہ کی حالت ہے جو شور خلیج بحر فارس سے دس میل کی مسافت پر واقع ہے جب اس میں مد ہوتا ہے، تو اسکا شور پانی میٹھے پانی پر غالب ہو جاتا ہے اور جب جزر ہوتا ہے، تو میٹھا پانی شور پانی پر غالب ہو جاتا ہے، اس لئے یہ کہاوت بن گئی ہے ان ما ءھم زعاق (اہل بصرہ کے پانی کی جوش زنی میں کیا فرق ہے)۔ سلہ

سلہ حجاج بن یوسف جیسے سفاک کا دور انہوں نے دیکھا ہے، اور اس کی ستم رانیوں کی زد میں بھی آئے ہیں بہت بڑے ولی اور ولی اللہ تھے۔

سلہ ابن بطوطہ کی ان تصریحات و شہادت سے اندازہ ہوتا ہے، کہ بنو امیہ نے ان صحابہ کرام اور تابعین عظام کی قبروں کا نام نہ رکھا، جو محض اسلام کے لئے اور تبلیغ اسلام کے شوق میں آکر بس گئے تھے،

ابن بطوطہ نے تو چند جلیل القدر صحابیوں کا ذکر کیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کوفہ اور بصرہ میں ہزار وہا صحابی کیسے تھے حضرت علیؓ کے عہد تک تو یہ اسی احترام و اعزاز کے سزاوار رہے، جس کے مستحق تھے، لیکن اموی حکام دجال نے انکی توہین کی اور انہیں ستاتے، اور انہیں اذیت دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ یہاں ان کی جبر اسلامی حرکتوں پر بہیر عام ٹوکتے تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

بصرہ سے فارس کی طرف کوچ

ابلہ اور آبادان میں داخلہ، حالات عجیبہ اور واقعات غریبہ کی داستان

آخر میں ساحل بصرہ سے رخصت ہو کر ایک چھوٹی سی ڈونگی میں بیٹھا، اور ابلہ پہونچا، ا[بلہ] اور بصرہ کے مابین دس میل کی مسافت ہے، باغات کا ایک سلسلہ ہے، کہ ختم ہونے میں نہیں [آتا] سایہ دار درخت قدم قدم پر، داہنی اور بائیں طرف طرف موجود، درختوں کے سایہ میں خوا[نچہ] فروش اپنے خوانچے سجائے، اور لگائے بیٹھے ہیں، اور روٹی، مچھلی، کھجور، دودھ اور [طرح] طرح طرح کے پھل پھلاری فروخت کر رہے ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ التستری کا خلوت خانہ اور اس کی کیفیت

بصرہ اور ابلہ کے مابین سہل بن عبداللہ التستریؒ کا خلوت خانہ ہے، جہاں وہ عبادت و ر[یاضت] میں مصروف رہتے تھے، جب لوگ کشتیوں میں اس کے سامنے پہونچتے ہیں تو اس کے م[قابل] میں جو حصہ وادی کا آتا ہے، اس میں پانی پیتے ہیں، اور ان ولی رضی اللہ عنہ کے توسل [سے] بہبودی کے لئے دعا مانگتے ہیں، ملاح ان مقامات میں کھڑے کھڑے دوکانداری کر[تے] ہیں۔ ابلہ کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا، جس میں ہند اور فارس کے تاجر بغرض تجار[ت] آیا کرتے تھے[1] اب ویران ہے، اور قریہ بن کر رہ گیا ہے، البتہ ان محلوں ا[ور] ...

---

[1] کسی زمانہ میں ابلہ ایک آباد، اور بارونق شہر تھا، تہذیب و صنائع کا مرکز تھا، ابن حوقل نے بھی ا[سے] دو مختصر لیکن مستحکم شہر قرار دیا ہے، لیکن مرور ایام اور انقلابات دہر نے اس شہر کی آبادی ختم ک[ردی] اور رونق مٹا دی۔

ان کے نشانات باقی رہ گئے ہیں، جو آج بھی اس کی عظمت رفتہ کی نشان دہی کرتے ہیں،
اس کے بعد ہم بیرون فارس کے خلیج میں ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہوئے جو مغامس نام
عرابیہ کے ایک باشندہ کا تھا۔ بعد مغرب سوار ہوئے تھے، اور ہمیں صبح عبادان میں ہوئی۔
یہ ایک بہت بڑا موضع زمین شور پر واقع ہے، اس میں عمارتیں نہیں ہیں، ہاں مسجدوں
عبادت خانوں اور عابد و صلحاء بزرگوں کی رباطوں کی بڑی کثرت ہے، اس کے اور ساحل کے
تین میل کی مسافت ہے۔

عبادان (آبادان) سے متعلق چند دلچسپ اشعار

ابن جوزی کہتے ہیں کہ عبادان زمانہ قدیم میں ایک شہر تھا، یہاں کی زمین قابل زراعت
نہ ہے، اور پانی بھی یہاں بہت کم ہے، اس لئے ضروریات خوردنی اور نوشیدنی دوسری
جگہوں سے لاتے ہیں، اس کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

یہ وہی مقام جو اب مرقد رفتہ "آبادان" بن گیا ہے، اور ایران کے قبضہ میں ہے، اور جہاں پٹرول
کے بڑے وسیع کارخانے انگریزوں نے اپنے دور استعمار میں بنائے تھے، اور جنہیں ڈاکٹر مصدق
وزیر اعظم نے "قومیا" لیا تھا، لیکن انہوں نے شاہ کی ہر دلعزیزی سے ٹکر لی، اس لئے شکست
کھا گئے، گرفتار ہو کر سزایاب ہوئے، اور اب گوشۂ خلوت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، بہت
بوڑھے ہو چکے ہیں، لیکن عزم و ارادہ جوانوں سے بھی زیادہ محکم اور اٹل رکھتے ہیں، یہاں ایک
زمانے تک عابدوں اور زاہدوں کی کثرت رہی، اسی لئے اس کا نام "عبادان" (اب آبادان)
ہو گیا، یہ شور زمین پر واقع تھا۔ اسی لئے عام لوگ اس طرف کم توجہ کرتے تھے، اور عباد و زہاد
یکسوئی سے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے، کسی کو کیا معلوم تھا۔ پٹرول کے باعث ایک
دن میں یہ چھوٹی سی پر شور زمین، دنیا کا مشہور ترین اور بے حد نفع بخش مقام بن جائے گی کوئی شبہ
نہیں یہ تصرف انہی عابدوں اور زاہدوں کا ہے، جو یہاں شب و روز وقف عبادت رہتے تھے،

ابوالفدا نے ابن سعید کے حوالہ سے بتایا ہے، کہ عبادان (آبادان) جس جگہ بحر فارس میں دریائے بصرہ
گرتا ہے، دجلہ عین دہانے پر واقع ہے،
یہ شہر بصرہ سے ڈیڑھ منزل کی مسافت پر ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

بحر سریع (۱)	ترجمہ
من مبلغا اندلسا اننی	ہے کوئی جو اندلس والوں کو خبر کر دے
حلت عبادان اقصی الثرا	میں عبادان میں جو دنیا کے سرے پر ہے اترا ہوں
اوحشنی ما ابصرت لاکننی	مناظر عدورجہ وحشت ناک ہیں۔
قصدت فیہا ذکرھا فی الوری	میری خواہش ہے کہ دنیا بھر کو اس راز سے آگاہ کر
الخبزفیہا یتہادونہ	یہاں روٹی کا یہ حال ہے کہ ہدیہ کے طور پر دی جاتی ہے
وشربۃ الماء بھا تشترا	پانی سوا اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

عبادان (آبادان) میں ایک پہنچے ہوئے بزرگ سے ملاقات اور ان کی دعا کی برکت

اس کے ساحل پر ایک کنڈ ہے، جسے خضر و الیاس علیہما السّلام کا کنڈ کہتے ہیں، اس کنڈ کے مقابل ایک زاویہ ہے، جس میں مع اپنے بال بچوں کے چار فقیر رہتے ہیں، اور کنڈ اور زاویہ کی خدمت کرتے ہیں، ان کی بسر اوقات زائرین کے نذرانوں پر ہے، وہاں سے جو گزرتا ہے انہیں خیرات دیتا ہے، اس خانقاہ کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ عبادان میں ایک بڑے بزرگ ہیں، جو کسی کے ساتھ نہیں رہتے، مہینہ میں ایک مرتبہ سمندر پر آتے ہیں، بقدر ایک ماہ لے جاتے ہیں، پھر مہینہ ختم ہونے کے بعد نظر آتے ہیں، کئی سال گذر گئے ہیں کہ وہ طرح زندگی بسر کر رہے ہیں، جب ہم عبادان پہنچے تو میرا سوا اس عابد کی تلاش کے اور کوئی مقصد تھا۔ میرے تمام ساتھی تو مسجدوں اور عبادت خانوں میں نماز و عبادت میں مصروف ہو گئے میں، اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، حتیٰ کہ میرا ایک ویران مسجد میں گذرا ہوا وہاں دیکھا کہ یہ بزرگ نماز میں مصروف ہے، میں ایک جانب بیٹھ گیا، اس نے نماز میں اختصار کیا، اور سلام پھیر کر میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ اللہ دنیا اور آخرت میں تیری مراد پوری کرے ؛ چنانچہ بحمد اللہ دنیا میں تو میری مراد پوری ہو گئی، یعنی سیاحت اور اللہ نے مجھے ان مقامات پر پہنچایا کہ میری دانست میں آج تک کسی سیاح کے قدم نہیں گئے۔ اب رہی دوسری مراد سو اللہ کی رحمت سے مجھے حصول جنت میں کامیاب ہونے کی پوری امید ہے،

جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میں نے اس زاہد شخص کے متعلق انہیں سب کچھ بتایا اور وہ جگہ بتادی، یہ سب لوگ گئے، لیکن نہ تو وہاں وہ ملا، اور نہ اس کا کوئی پتہ چلا، اس

...تعجب ہوا۔ پھر شام کے وقت زاویہ میں واپس آئے، اور وہیں سوئے، اُن چار فقراء میں
...عشاء آخر کے بعد ایک فقیر آیا۔ اس کی عادت تھی کہ ہر رات کو عبادان جایا کرتا اور تمام مسجدوں
...غ جلایا کرتا، اور پھر خانقاہ مذکور میں واپس آجاتا۔ اس شب کو جب یہ عبادان گیا، تو اس
...سے ملاقات ہوئی تھی، اس نے اُسے تازی مچھلی دی، اور کہا کہ یہ اُس مہمان کو دے دینا، جو
...تھا، چنانچہ اس فقیر نے آکر ہم سب سے دریافت کیا۔ "آپ لوگوں میں سے الشیخ سے
...ن ملا تھا؟" میں نے کہا کہ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں"۔ اُس نے کہا، انہوں نے فرمایا ہے،
...کی ضیافت کے لئے ہے، اس پر میں نے اللہ برتر کا شکریہ ادا کیا۔ فقیر نے وہ مچھلی ہمارے
...کائی ہم سب نے اسے کھایا، آج تک ایسی عمدہ مچھلی کھانے میں نہیں آئی تھی۔ میرے دل میں
...باقی عمر شیخ ہی کی خدمت میں بسر کردوں، لیکن نفس لجوج نے مجھے اس سے باز...

سیاح فارس پہنچے

فارس کے دیار و امصار، مزارات ائمہ کرام، امرا اور سلاطین

عبادان (آبادان) میں کچھ وقت گزار کر پھر ہم بحری سفر پر تیار ہوئے اور شہر ماجول کا ارادہ کر کے روانہ ہوئے، میری کچھ عادت سی بن گئی ہے کہ ایک مرتبہ جس راستے سے گزر لوں پھر وہ حتی الامکان اسے اختیار نہیں کرتا، میری اصل منزل بغداد عراق تھی۔ ایک بصری نے دوران سفر مجھے بتایا کہ پہلے ارض لور جاؤں، پھر عراق عجم پھر عراق عرب، میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور چار دن کے بعد شہر ماجول پہنچا، یہ خلیج فارس پر ایک چھوٹا سا مقام ہے، یہاں کی زمین سراسر شور ہے، یہاں کسی طرح کے درخت ہیں نہ نباتات، البتہ ایک بہت بڑا اور وسیع بازار ضرور ہے، یہاں میرا قیام ایک روز رہا، پھر میں نے سواری کرایہ کی، جو ان لوگوں سے بآسانی مل گئی، جو اناج فروخت کرنے ماجول آیا کرتے ہیں، تین دن تک صحرا میں بھٹکتا رہا، یہاں کرد رہتے ہیں، ان کے خیمے اون کے ہیں، کہتے ہیں کہ دراصل یہ عرب ہیں۔

پھر ہم شہر رامز میں پہنچے، یہ نہایت عمدہ شہر ہے، پھل پھلاری کی بہتات ہے، اور نہریں بھی ہیں یہاں قاضی حسام الدین محمود کے یہاں فروکش ہوا۔ اور ایک ذی علم و دیندار، صاحب ورع ہندی شخص سے ملاقات ہوئی، اسے بہاء الدین کہتے تھے، لیکن اصل نام اسماعیل بہاء الدین ہے، ابی زکریا الملتانی کی اولاد میں سے ہے، اور مشائخ توریز وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا، شہر رامز میں ایک شب رہا، پھر تین دن تک ہمیں وسیع سرزمین کی مسافت طے کرنی پڑی، اس میں ایک گاؤں تھا جس میں کرد رہتے تھے، اور ہر منزل پر زاویے بنے ہوئے تھے، جن میں آنے والے کو روٹی، گوشت اور حلوا ملتا تھا۔ ان کا حلوہ انگور، شیرا، آٹے اور گھی کا بنا ہوا ہوتا، ہر زاویہ میں ایک شیخ، ایک امام، ایک موذن

...کے لئے خادم غلام اور کھانا پکانے والے ملازم رہتے ہیں۔

...ستر میں داخلہ خالد بن ولید کا فتح کیا ہوا شہر، عام کیفیت

...پھر میں شہر تستر میں داخل ہوا، یہ اتابک کی وسیع سرزمین کا آخر اور کوہستان کا آغاز ہے ...اور پر رونق و شاداب ہے، باغ نہایت نفیس اور اعلیٰ درجہ کے ہیں، اور بازاروں میں ضرورت ...چیز مہیا ملتی ہے شہر بہت پرانا ہے، اسے خالد بن ولید نے فتح کیا تھا۔ یہ وہی شہر ...جس کی طرف سہل بن عبداللہ کی نسبت کی جاتی ہے، اس شہر کے اطراف میں ایک نہر ہے ...الازرق کہتے ہیں، اس کا پانی نہایت صاف اور گرمیوں میں بے انتہا ٹھنڈا ہوتا ہے، ...نے ایسا نفیس پانی ماسوا شہر بلخشاں کے اور کہیں نہیں دیکھا۔ شہر میں مسافروں کیلئے ...ایک دروازہ ہے، اسے دروازہ دسبول کہتے ہیں، یہ دروازہ اسی کو کہتے ہیں، جسے باب ...تا ہے، اس کے ماسوا اس کے اور دروازے بھی ہیں، جو نہر کی طرف نکلتے ہیں، نہر کے ...جانب باغات اور رہٹوں کا سلسلہ چلا گیا ہے، نہر گہری ہے، باب المسافرین پر بغداد ...کی طرح کشتیوں کا پل ہے۔

...ابن جزی کہتے ہیں کہ بعض شعرا کا اس نہر کے متعلق یہ قول ہے،

(بحر کامل)

...لشاذروان لستر فاعجب	شاذروان کے تستر کو دیکھو اور تعجب کرو
من جمعه ماء لسری بلاده	کہ اس نے اپنے متعلقہ بلاد کی سیرابی کیلئے کیسا پانی جمع کیا ہے،
...ک قوم جمعت اموالہ	جس طرح کسی قوم کا بادشاہ مال جمع کرتا ہے۔
فغدا یفرقها علی اجنادہ	پھر دوسرے دن اپنے لشکروں پر اسے تقسیم کر دیتا ہے

...شہر تستر میں فواکہات کی بڑی کثرت ہے، اور کل خوبیاں گویا وہاں ارزاں اور لا انتہا ہیں، اور اس ...بازاروں کا خوبصورتی میں تو کہیں مثل ہی نہیں۔

...ین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تربت

...شہر کے باہر ایک مزار مقدس ہے، جس کی زیارت کے لئے ان اطراف کے لوگ جاتے اور ...پر نذریں مانتے ہیں۔ وہاں ایک زاویہ بھی ہے، جس میں فقراء رہتے ہیں، ان کا عقیدہ

ہے کہ یہ زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا مزار مقدس ہے۔

امام شرف الدین موسٰے از احفاد سہل بن عبداللہ

میں شہر تستر میں الشیخ الامام الصالح شرف الدین موسٰے بن الشیخ الصالح الامام العالم صدر الدین سلیمان کے مدرسہ میں فروکش ہوا۔ آپ سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں یہ بڑے بزرگ ہیں اہل علم اور اہل دین اور اہل صلاح اور صاحب ایثار۔ آپ کا ایک مدرسہ اور زاویہ بھی ہے، اس کے چار نوجوان خادم سنبل، کافور، جوہر، اور سرور ہیں۔ ان میں سے ایک کے تو خانقاہ کے اوقات سپرد ہیں، اور دوسرے کے متعلق روزانہ خانقاہ کے اخراجات وغیرہ کا کام ہے، تیسرے کے متعلق واردین کے سامنے دسترخوان بچھانے اور کھانا وغیرہ کھلانے کا انتظام ہے، اور چوتھے کے متعلق باورچیوں، سقوں اور فراشوں کی نگرانی ہے۔ میں آپ کے پاس سولہ دن رہا، جو حسن انتظام آپ کے یہاں دیکھا ویسا مجھے کہیں نظر نہیں آیا اور نہ ایسا خوش ذائقہ کھانا ہی کہیں کھایا، ہر شخص کے سامنے اس قدر فراوانی سے کھانا رکھا جاتا ہے کہ چار آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ کھانے میں بریانی ہوتی ہے، گھی میں بھنا ہوا گوشت اور بھنا ہوا مرغ ہوتا ہے، روٹی، گوشت اور حلوہ ہوتا ہے،

امام شرف الدین کا وعظ دلپذیر، صلاح و تقویٰ اور کمال افتاء

یہ بزرگ نہایت خوب صورت اور سیرت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں وعظ کہا کرتے ہیں، جب میں نے آپ کی مجالس وعظ میں شرکت کی تو میں نے جتنے واعظین سے ملاقات ہوئی، آج تک ایسا کوئی اور نہیں دیکھا۔ میں ایک دن آپ کی خدمت میں آپ کے باغ میں جو نہر کے کنارے ہے، حاضر ہوا۔ یہاں شہر کے تمام فقہا اور بڑے بڑے لوگ جمع تھے، تمام اطراف و اکناف سے فقرا آئے، ان سب کو کھانا کھلایا پھر ان کے ساتھ نماز ظہر ادا کی، اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور وعظ بیان کیا۔ اس سے پہلے قاریوں نے آپ کے حضور میں رقت بھرے لہجہ میں تلاوت قرآن کی تھی، ان کے نغمے ایسے موثر تھے کہ دل بھر آتا تھا۔ اور جو خطبہ آپ نے پڑھا تھا، وہ نہایت سکون اور وقار کا حامل تھا۔ آپ کا فنون میں بڑا زبردست تصرف تھا کیا کتاب اللہ کی تفسیر میں اور کیا حدیث رسول اللہ صلعم اور

کے مطالب بیان کرتے ہیں اس کے بعد تمام اطراف کے استفتے آپ کے حضور میں پیش کیے گئے۔

عجمیوں کا دستور ہے کہ کاغذ پر مسائل لکھتے ہیں، اور واعظ کے سامنے ڈال دیتے ہیں، وہ ان کا جواب دے دیتا ہے، جب آپ کے حضور میں یہ کاغذ ڈالے گئے تو آپ نے ان سب کو ہاتھ میں جمع کر لیا، ان میں سے ایک ایک فتویٰ یکے بعد دیگرے نکالتے جاتے اور نہایت اچھا اور عمدہ جواب دیتے جاتے تھے، اس اثناء میں نماز عصر کا وقت آگیا، آپ نے تمام لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر وہ سب رخصت ہو گئے، آپ کی مجلس علم، وعظ اور برکت کی مجلس تھی، بہت سے لوگ توبہ پر آمادہ ہوئے، آپ نے ان سے عہد لیا۔ اور ان کی پیشانی کے بال قطع کر دیئے، اس مقصد کے لئے پندرہ طالب علم تو بصرہ سے آئے تھے، اور دس تستر کے عام لوگوں میں سے تھے۔

اتابک افراسیاب کا شہر ایذج، یہاں کی خانقاہیں اور اہل اللہ

پھر ہم شہر تستر سے روانہ ہوئے، اور تین منزل کی مسافت سخت پہاڑوں میں طے کرتے رہے، ہر منزل پہ ایک زاویہ تھا جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اور شہر ایذج میں پہنچے، شہر کا نام مال الامیر بھی ہے، یہ سلطان اتابک[1] کا دارالسلطنت ہے، جب میں وہاں پہنچا تو یہاں کے شیخ الشیوخ، عالم، متورع نورالدین الکرمانی سے نیاز حاصل ہوا، تمام زاویے آپ ہی کی نگرانی میں ہیں، جنہیں یہاں مدرسہ کہتے ہیں، سلطان آپ کی عظمت کرتا، اور آپ کی زیارت کو آیا کرتا ہے اسی طرح اسباب دولت اور دربار کے بڑے بڑے لوگ بھی آپ کی زیارت کو صبح و شام آیا کرتے ہیں، آپ نے میرا بڑا اکرام کیا، اور ضیافت کی۔ اور الدینوری خانقاہ میں مجھے اتارا۔ یہاں میں کئی دن مقیم رہا میں یہاں وارد ہوا تھا، تو گرمیوں کا زمانہ تھا۔ ہم رات کی نماز پڑھ کر سب سے اوپر کی چھت پر سویا کرتے تھے، پھر دن چڑھے زاویہ یا مدرسہ میں اتر آتے، میرے ساتھ یہاں بارہ فقیر رہتے تھے ان میں سے ایک امام تھا، اور بڑا جید قاری اور خادم تھا۔ ہم یہاں نہایت اچھی طرح آرام سے رہے۔

---

[1] ایک اور نسخہ میں اس کا نام ”اتابک افراسیاب“ آیا ہے۔

خاندان اتابک، اس کی فیاضیاں، رعایا پروری اور مذہبیت

جب میں ایذج گیا تھا، تو وہاں کا بادشاہ السلطان اتابک افراسیاب ابن السلطان اتابک احمد تھا، ان کے یہاں اتابک ہر اس شخص کو کہتے ہیں، جو بادشاہ کی طرف سے ان بلاد کا والی یا حاکم ہو۔ اور ان بلاد کو بلاد اللور کہتے ہیں، یہ سلطان اپنے بھائی اتابک یوسف کے بعد ان بلاد کا والی ہوا ہے، اور اتابک یوسف اپنے والد اتابک احمد کے بعد والی ہوا تھا، میں نے ثقہ لوگوں سے ان کے بلاد میں سنا ہے کہ احمد مذکور صالح بادشاہ تھا، اور اس نے اپنے بلاد میں چار سو ساٹھ زاویے آباد کئے تھے، ان میں سے صرف اس کے دارالسلطنت ایذج میں چوالیس تھے، اپنے بلاد کے خراج یا آمدنی کو اس نے تین حصوں پر تقسیم کیا تھا، اس میں سے تہائی تو زاویوں اور مدرسوں کے خرچ میں آتا تھا، اور تہائی فوجی خرچ میں، اور ایک تہائی میں اپنا اور اپنے بال بچوں غلاموں اور خادموں کا خرچ چلاتا تھا۔ اس کی طرف سے ہر سال بادشاہ عراق کو ہدیہ بھیجا جاتا تھا، اور اکثر خود بھی چلا جایا کرتا تھا۔ میں نے اس کے بلاد میں خود اس کے آثار صالحہ کا مشاہدہ کیا ہے، کہ اکثر سخت اور بلند پہاڑوں میں پتھروں اور صحراؤں کے مابین راستے نکالے ہیں، اور یہاں تک وسیع کر دیا کہ چوپائے مع اپنے بوجھوں کے بے تکلف چل سکتے ہیں، ان پہاڑوں کا طول سترہ منزل کا ہے اور عرض دس منزل کا۔ ان کی چوٹیاں گویا ایک دوسرے سے باتیں کر رہی ہیں، ان کو کاٹ کر نہریں بھی نکالی ہیں، اور ان میں شاہ بلوط درخت ہیں، وہاں کے لوگ اس کی لکڑی پیس کر اس کے آٹے سے روٹی پکاتے ہیں، تمام منازل کی ہر منزل پر ایک زاویہ ہے جسے یہ المدرسۃ کہتے ہیں، جب مدرسہ میں کوئی مسافر آتا ہے تو اس وقت جو کھانا ممکن ہو سکتا ہے، اس کے سامنے لایا جاتا ہے، اور اس کے جانور کو گھاس دی جاتی ہے خواہ وہ مانگے یا نہ مانگے، ان کا یہ طریقہ ہے کہ خادم مدرسہ آتا ہے، اور جتنے آدمی اترے ہوئے ہیں، انہیں گن جاتا ہے، اور ہر شخص کے لیے دو روٹیاں گوشت اور حلوا لے آتا ہے، یہ سب اس خانقاہ پر سلطانی وقت سے ہوتا ہے، السلطان اتابک احمد ایک زاہد اور صالح شخص تھا اس کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں، لباس فاخرہ کے نیچے اون کا لباس ہوتا۔

ایک درویش صفت نائب سلطان کا امتحان اور اس کا صلہ

ایک مرتبہ سلطان اتابک احمد، بادشاہ عراق ابی سعید کے پاس آیا۔ اس کے خواص نے ا

...عرض کیا کہ اتابک آپ کے پاس آ رہا ہے، اور زرہ پہنے ہوئے ہے۔ اس خبر دینے والے کو ...اُوپر کے کپڑوں سے جو یہ لباس کے نیچے پہنے ہوئے تھا، زرہ کا دھوکا ہوا تھا۔ ابو سعید نے ان لوگوں ...سے کہا کہ تم فقط مذاق ہی مذاق میں اسے ٹٹولنا تاکہ امتحان ہو جائے، چنانچہ ایک دن اتابک ...ن کے پاس گیا۔ پس الامیر الجوبان جو عظیم امرائے عراق میں سے تھا۔ امیر سُوَیتہ امیر دیار بکر اور ...شیخ حسن جو اب سلطان عراق ہیں، کھڑے ہو گئے، اور مذاق اور ہنسی کے طریقہ پر اتابک کے کپڑے ...لئے، دیکھا تو اس کے کپڑوں کے نیچے کمبل کے کپڑے تھے، اسے السلطان ابو سعید نے بھی دیکھا ...ا ہو گیا۔ اس سے معانقہ کیا، اور اپنے پہلو میں بٹھایا، اور بایں الفاظ اس سے مخاطب ہوا، ''سن اتا'' ...زبان میں اس کے معنی یہ ہیں کہ تو میرا باپ ہے، اور جو کچھ لے کر گیا تھا، اس سے اسے دوگنا عوض میں ...اور اس کے لئے اس امر کا ایک فرمان نافذ فرمایا، کہ یہ اور اس کی اولاد آج سے خراج و تحائف ...پیش کرنے سے آزاد ہے،

...الی کے بیٹے کا انتقال، سوگ، ماتم اور نوحہ کی عجیب عجیب رسمیں

...اسی سال اس نے وفات پائی، اور اس کا بیٹا اتابک یوسف دس سال تک والی رہا۔ اس کے بعد ...کا بھائی افراسیاب والی ہوا۔ جب میں ایذج میں گیا، تو ارادہ تھا کہ سلطان افراسیاب مذکور کو ...وں لیکن چونکہ وہ سوا جمعہ کے دن کے اور دن خمر کی وجہ سے باہر نہیں نکلتا اس لئے اسے نہ دیکھ ...اس کے ایک بیٹا بھی تھا کہ وہی اس کا ولی عہد بھی تھا۔ اور اس کے علاوہ کوئی بیٹا نہ تھا۔ وہ ...زمانہ میں بیمار ہو گیا تھا، کسی شب کو میرے پاس اس کا ایک خادم آیا، اور میرا حال دریافت ...میں نے اسے بتلا دیا، پھر وہ چلا گیا۔ پھر نماز مغرب کے بعد آیا۔ اس کے پاس دو بڑی کشتیاں ...یں، ایک میں تو کھانا تھا، اور دوسری میں فواکہات، اور ایک تھیلی تھی، جس میں درہم تھے، ...مع سازوں کے گانے والے بھی اس کے ساتھ تھے، اُس نے کہا کہ گاؤ تاکہ فقراء جوش میں ...یں، اور سلطان کے بیٹے کے لئے دعا کریں، میں نے اُس سے کہا کہ میرے ساتھیوں کو نہ سماع ...سے کوئی بہرہ ہے، اور نہ رقص سے ہم نے مل کر سلطان اور اس کے بیٹے کے لئے دُعا کی

...گویا اسے بادشاہ پر اعتماد نہیں تھا۔

... جسے اردو میں ''سدا'' کہتے ہیں۔ خلاؔ رہ اتابک، (رئیس احمد جعفری)

اور درہم مذکور فقراء میں تقسیم کر دیئے، جب آدھی رات گذر گئی تو بکا و نوحہ کی آواز ہمارے کان میں آئی معلوم ہوا کہ مریض مذکور کا انتقال ہو گیا۔

جب صبح ہوئی تو ہمارے پاس الشیخ الزاویہ اور اہل بلد آئے، اور کہا کہ قاضی، فقیہ، اشراف اور امراء، تمام شہر کے بڑے لوگ سلطان کے مکان پر عزاداری کے لیے گئے ہیں، مناسب ہے کہ تم بھی مع تمام آدمیوں کے چلو، میں نے انکار کر دیا، انہوں نے مجھ سے بہت اصرار کیا پھر چار و ناچار جانا ہی پڑا۔ چنانچہ میں سب کو اپنے ساتھ لیکر گیا۔ دیکھا کہ تمام سرزمین ایوان سلطانی، غلاموں شاہزادوں، وزراء اور فوجی افسروں مردوں اور لڑکوں سے بھری ہے اور سب سوگ کے لباس میں ملبوس یا گھوڑوں کی جھولیں اوڑھے ہوئے ہیں، اور اپنے سروں پر مٹی اور گھاس ڈالی ہوئی ہے، اور بعضوں نے تو اپنی پیشانی کے بال بھی نوچ ڈالے ہیں، یہ سب دو گروہوں میں منقسم ہیں، ایک گروہ تو ایوان سلطانی کی جانب اعلیٰ میں ہے، اور دوسرا اسفل میں ہے، ہر گروہ اپنی دوسری جانب دوڑتا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے اپنے سینے یہ کہہ کر کوٹتے ہیں ”خوندکار ما“ اس کے معنی یہ ہیں، اے ہمارے آقا یہ میں نے ایسا ہولناک سماں اور خوفناک منظر دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

شاہی خاندان کی میت کو قبرستان تک لے جانے کی عجیب و غریب رسم

یہ ایک عجیب بات ہے جو مجھے پیش آئی، میں دن میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ جملہ قاضی خطیب اور شریف محل شاہی کی دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، اور ہر طرف سے ماتم کرنے والوں سے بھرا ہوا ہے، اور اپنے کپڑوں کے اوپر موٹے جھوٹے خراب قسم کے روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

جب میں نے دیکھا کہ محل سلطانی ہر طرف سے لوگوں سے بھرا ہوا ہے تو میں نے ادھر نظر کی کہ کوئی بیٹھنے کی جگہ مل جائے، دیکھا کہ وہاں ایک زمین سے ایک بالشت بلندی پر ایک سائبان ہے، جس کے ایک گوشہ میں صرف ایک شخص لوگوں سے علیحدہ بیٹھا ہے، میں اس شخص کی طرف بڑھ گیا۔ اور میرے ساتھی مجھ سے چھوٹ گئے، جب مجھے لوگوں نے اس طرف جاتے ہوئے دیکھا، تو بڑی متعجبانہ نظروں سے دیکھنے لگے، مجھے اس شخص کے متعلق کوئی علم نہ تھا کہ کون ہے، میں سائبان پر چڑھ گیا اور اس شخص کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا، اور زمین

طرح اٹھا گویا کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ میں اس کے مقابل کھمبے کے پاس بیٹھ گیا۔
پھر ایک گھنٹہ کے بعد شیخ الشیخ نورالدین الکرمانی جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، تشریف
ئے۔ سائبان کی طرف چڑھے، اور اس شخص کو سلام کیا، اس نے کھڑے ہو کر آپ کی تعظیم
پھر آپ میرے اور اس شخص کے مابین بیٹھ گئے۔ اب مجھے یقین ہوگیا کہ وہ شخص سلطان
ہے۔ پھر جنازہ لایا گیا۔ یہ ترنج لیموں اور نارنگیوں کے درختوں کے مابین تھا۔ ان کی شاخیں
بار آور تھیں، اور یہ درخت لوگوں کے ہاتھوں میں تھے، گویا جنازہ ایک باغ میں چلتا
اور بڑی لمبی چھڑوں میں روشن مشعلیں اس کے آگے آگے تھیں، اور اسی طرح شمع بھی جنازہ
نماز پڑھی گئی۔ اور لوگ اس کے ساتھ قبرستان شاہی کی طرف روانہ ہوئے، یہ شہر سے چار میل
فاصلہ پر مقام ہلالیان میں واقع ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے، اس کے اندر سے
ایک نہر نکالی گئی ہے، اور اس کے اندر ایک مسجد بھی ہے جس میں نماز جمعہ ہوا کرتی ہے،
نہر کی جانب ایک حمام بھی ہے، قبرستان کے ہر چہار اطراف ایک عظیم الشان باغ ہے، جو
گھیرا کئے ہوئے ہے۔ یہاں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، چونکہ مقام بہت دور تھا اس لئے میں
کے ساتھ جنازہ کی تدفین میں شریک نہ ہو سکا۔

...وش بادشاہ کو ملاقات میرے اس فعل پر رئیس الفقہاء نے میرے جوتے سر پر رکھ لئے اور دعا دی

جب کچھ دن گزر گئے تو سلطان نے میرے پاس اپنا قاضی بلانے کو بھیجا۔ میں اس کے ساتھ
دروازہ تک گیا، جسے باب السر کہتے ہیں، ہم بہت سی سیڑھیاں چڑھ گئے یہاں تک کہ ایک
جگہ پہنچے جہاں فرش نہ تھا۔ یہ سوگ کی وجہ سے تھا۔ سلطان ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس
سامنے ڈھکے ہوئے برتن رکھے تھے، ایک سونے کا تھا، اور دوسرا چاندی کا، اور نشستگاہ
ایک سبز رنگ کا سجادہ بھی رکھا ہوا تھا۔ میرے لئے وہیں سلطان سے قریب بچھایا گیا۔ میں
بیٹھ گیا۔ اس نشست گاہ میں سوا اسکے حاجب اور محمود اور ایک ندیم کے جس کا میں نام
نتا، اور کوئی نہ تھا۔ سلطان نے مجھ سے میرا حال اور میرے بلاد کے متعلق دریافت کیا، نیز الملک
(سلطان مصر) اور بلاد حجاز کے متعلق بھی سوالات کئے۔ مجھے اس کا یہ فعل بہت پسند آیا،
یک بڑا فقیہ آیا۔ جو یہاں کے تمام فقیہوں کا سردار تھا۔ سلطان نے مجھ سے کہا، یہ مولانا فضیل
فقیہ کو تمام بلاد عاجم میں لفظ مولانا سے مخاطب کرتے ہیں، اور اسی لفظ سے اسے سلطان غیرہ

بھی مخاطب کرتے ہیں، پھر فقیہ مذکور کی ثنا وصفت بیان کرنے لگا، اب مجھے معلوم ہوا کہ نشہ اس پر غالب ہے، اور اس کا تو مجھے علم ہی تھا کہ یہ شراب کی کرشمہ سازی ہے، پھر اس نے مجھ سے زبان عربی میں گفتگو کی جسے یہ خوب بولتا تھا، میں نے عرض کیا کہ اگر آپ توجہ فرمائیں تو کچھ عرض کروں، آپ سلطان اتابک احمد کی اولاد ہیں، جو صلاح اور زہد میں مشہور تھا، آپ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس سے آپ کی سلطنت پر کوئی دھبہ ہو، سوا اس کے اب میں نے اُن دونوں برتنوں کی طرف اشارہ کیا۔ سلطان بہت نادم ہوا اور خاموش ہوگیا۔ جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا مجھ سے کہا کہ تشریف رکھئے، اور فرمایا کہ آپ جیسے لوگوں کی تشریف آوری باعث رحمت ہے۔ پھر میں دیکھا کہ اس پر نیند غالب آرہی ہے، اور سونا چاہتا ہے، چنانچہ میں رخصت ہو کر چلا آیا۔

چونکہ اپنے جوتے دروازہ ہی پر چھوڑ دیئے تھے، واپسی پر دیکھا تو نہ تھے، الفقیہ محمود جوتے تلاش کرنے کے لئے اتر آئے، اور الفقیہ فضیل انہیں نشستگاہ کے اندر تلاش کرنے کے لئے چڑھ گئے وہاں انہیں وہ ایک طاق میں مل گئے، آپ میرے پاس لے آئے، آپ کی اس تکلیف فرمائی میں بہت شرمندہ ہوا اور معافی کا طالب ہوا، آپ نے میرے جوتوں کو بوسہ دیا، اور انہیں سر پر رکھ لیا اور فرمایا جو کچھ آپ نے ہمارے سلطان سے فرمایا، اللہ آپ کو اس کا اجر دے، کسی کو اس کے خلاف کہنے کی جرات نہ ہوتی تھی، بخدا مجھے امید ہے کہ اس کے دل میں آپ کے اس فرمانے کا اثر ہوگا۔

ایذج سے روانگی، راستے کے زاویئے، مقامات اور شہر

چند روز بعد میں دارالسلطنت ایذج سے روانہ ہوا۔

پھر مدرسۃ السلاطین میں آیا، جہاں ان کی قبریں تھیں، اور یہاں بھی چند دن تک مقیم رہا۔ یہاں سلطان نے میرے پاس کچھ دینار بھیجے، پھر ہم روانہ ہوئے، اور برابر دس دن تک بلند پہاڑوں کی مسافت طے کرتے رہے، ہر شب کو مدرسہ (زاویہ) میں قیام کرتے وہیں سے کھانا بھی ملتا، ان میں وہ ایسے مدرسے بھی تھے، جو آبادی میں تھے، اور ایسے بھی تھے، جن کے گرد کوئی آبادی نہ تھی وہاں تمام ضروریات لا کر مہیا کی جاتی ہیں[۱]۔ دسویں دن ہمارا ورود ایک اور مدرسے میں ہوا۔

---

[۱] اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صوفی دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے تھے، اور یہی تبلیغ اسلام کا اصل سبب تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

اسے مدرستہ کریوا الرخ کہتے ہیں، یہ اس ملک کا آخر بلاد ہے، یہاں سے ہم نے ایک وسیع میدان میں سفر کیا، جس میں پانی کی بڑی کثرت اور شہر اصفہان کے مضافات میں سے تھی، پھر شہر کاشان آئے، یہ ایک اچھا شہر ہے، اور پانی اور باغات کی اس میں بڑی کثرت ہے، اس میں نہایت نادر مسجد بھی بنی ہے، اور اس کے درمیان سے نہر ہو کر نکل گئی ہے۔

پھر ہم شہر فیروزاں میں آئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، نہروں، درختوں اور باغات کی اس میں کثرت ہے، یہاں ہم نماز عصر کے بعد داخل ہوئے تھے، دیکھا کہ لوگ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے ہیں، اور اس کے پیچھے اور آگے مشعلیں روشن کر رکھی ہیں، اور اس کے پیچھے ساز لئے اور گاتے ہیں، جو طرح طرح کے گیت نہایت اچھی طرح گاتے جا رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر ہم نے بہت تعجب کیا، یہاں ہمارا ایک رات قیام رہا، پھر صبح کے وقت ہمارا گذر ایک گاؤں میں ہوا۔

اسے نیلان کہتے ہیں، یہ بڑی نہر کے کنارے ایک بڑا گاؤں ہے، اور اس کے ایک طرف ایک نہایت خوب صورت مسجد بنی ہے، جس پر سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر پہنچتے ہیں، یہ جگہ باغات سے گھری ہوئی ہے، ایک دن ہمیں ان باغات اور اعلیٰ مواضعات میں چلنا پڑا، جن میں کبوتروں کے رہنے کے لئے بکثرت برج بنے ہوئے تھے،
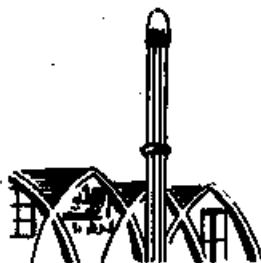
اصفہان میں داخلہ

باشندگانِ اصفہان کے عادات وخصائل، شہر کی خوش منظری اور آلو فروشی

نمازِ عصر کے بعد عراق عجم کے مشہور شہر اصفہان[1] میں ہمارا داخلہ ہوا۔

یہ شہر بے انتہا خوب صورت اور حد درجہ وسیع، اور جامع حسنات وخیرات تھا، لیکن اب سنیوں اور شیعوں کے باہمی فتنہ وفساد نے اسے غارت کر کے رکھ دیا ہے[2]، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کشت وخون کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اصفہان میں پھلوں اور میووں کی افراط اور فراوانی

اس شہر میں پھل پھلاری بکثرت ہیں، ان میں سے کشمش بھی ہے، جس کا نظیر نہیں، اسے لوگ مستعر الدین کہتے ہیں، اسے خشک کر کے جمع کر سکتے ہیں، اس کی گٹھلی میٹھے بادام سے زیادہ شیریں ہوتی ہے، یہاں کی بہی بھی نہایت خوش ذائقہ اور بڑی ہوتی ہے، اس جیسی کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ انگور نہایت اچھے ہوتے ہیں، اور خربوزہ تو نہایت اچھا اور حد درجہ لذیذ ہوتا ہے، سوا بخاری اور خوارزمی خربوزہ کے ویسا کہیں نہیں ہوتا۔ اس کا چھلکا سبز ہوتا ہے، لیکن اندر سے سرخ نکلتا ہے، اور جس طرح الشریحہ المغرب میں جمع کر کے رکھ لیتے ہیں، اسی طرح اسے جمع کر لیتے ہیں، بے انتہا شیریں ہوتا

---

[1] اصفہان اپنی آبادی، رونق، ثروت، اور خوبیوں کے باعث مشہورِ آفاق تھا چنانچہ اس کا نام ہی پڑ گیا تھا، اصفہان نصف جہان ہے یعنی جس نے اصفہان کی سیر کر لی، اس نے آدھی دنیا دیکھ لی۔

[2] مسلمانوں کی حرب عقائد نے نہ صرف بہت سے شہر ویران کر دیئے بلکہ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ان کی ملی قوت کم ہو گئی اور جو قومیں ان کے نام سے دبتی تھیں، وہ ان پر شیر ہو گئیں، جو ان کے حملے کے وقت سے لرزہ براندام رہتی تھیں اب لشکر لے کر چڑھائیاں کرنے لگیں۔ (رئیس احمد جعفری)

ہے، جو اس کا عادی نہ ہو پہلی مرتبہ کھانے سے دست آنے لگتے ہیں، چنانچہ جب میں نے اسے اصفہان میں کھایا تھا، مجھے بھی اسہال کی شکایت ہو گئی۔

اہل اصفہان کی مہمانداری اور مسافر نوازی کے عادات حسنہ

باشندگان اصفہان نہایت خوب صورت گورے چٹے ہوتے ہیں، اور سرخ و سفید ہوتے ہیں، شجاعت و بہادری میں یکتا ہیں، ساتھ ہی ساتھ بڑے کریم النفس اور نہایت خوش غذا ہوتے ہیں۔ ان کی خوش غذائی کے عجیب و غریب واقعات ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی بایں الفاظ دعوت کرتے ہیں، آپ تشریف لائیے ہمارے ساتھ نان ماس نوش فرمائیے۔ ان کی زبان میں نان تو روٹی کو کہتے ہیں، اور ماس دودھ کو جو مدعو رہتا ہے، اسے طرح طرح کے کھانے کھلاتے ہیں، اور ہر پیشہ والا اپنے میں سے ایک کو بڑا یا چوہدری مانتا ہے، اسے "کلو" کہتے ہیں، شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی بھی جو پیشہ والے نہیں ہیں، یہی حالت ہے یہاں تو جوانوں کے بکثرت جلسے ہوتے ہیں اور یہ جماعتیں آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتی ہیں، ایک دوسرے کی حتی الامکان نہایت تکلف سے دعوت کرتا ہے، اور کھانے پینے کے تکلفات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا، مجھ سے بیان کیا گیا کہ ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی دعوت کی تو شمع کی آگ سے کھانا پکایا، پھر دوسرے نے دعوت کی تو ریشم کی آگ سے کھانا پکایا۔

اصفہان میں میرا قیام اس زاویہ میں ہوا جو شیخ علی بن سہل حضرت جنید بغدادی کے مرید کی طرف منسوب ہے، یہ بڑی باعظمت جگہ ہے، یہاں دنیا جہاں کے لوگ آیا کرتے، اور زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں، یہاں ہر وارد و صادر کو کھانا دیا جاتا ہے۔ یہاں ایک نہایت عمدہ حمام ہے، جس کا فرش سنگ رخام کا اور دیواریں قاشان کی ہیں، یہ وقف عام ہے جس کا جی چاہے جائے کچھ دینا نہیں پڑتا، اس خانقاہ کے شیخ الصالح العابد الورع قطب الدین حسنی بن الشیخ ولی اللہ شمس الدین محمد بن محمود بن علی المعروف بالرجا ہیں، اور آپ کے بھائی العالم المفتی شہاب الدین احمد ہیں میں نے اس زاویہ میں چودہ دن قطب الدین کے پاس قیام کیا واقعی آپ بڑے عابد ہیں، فقرا اور مساکین سے محبت کرتے ہیں، اور ان کی نہایت تواضع کرتے ہیں۔ آپ نے میری بھی تکریم اور ضیافت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا چھوڑا۔ اور مجھے نہایت اچھا لباس بھی پہنایا۔ جس وقت میں زاویہ میں پہنچا، تو میرے لئے کھانا اور وہ تین خربوزے بھیجے جن کی میں ابھی تعریف کر آیا ہوں، ایسے خربوزے نہ

اس سے پہلے میں نے کبھی دیکھے تھے، نہ کھائے تھے،

قطب الدین، ولی کی کرامت

ایک دن شیخ میرے پاس تشریف لائے، یہ مقام شیخ کے باغ کے قریب تھا۔ میں نے اس دن آپ کے کپڑے دھوئے تھے، اور باغ میں پھیلا دیئے تھے، ان کپڑوں میں ہیں نے ایک روئی دار جبہ دیکھا جسے "ہبر زمینی" کہتے ہیں، وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش ایسا میرے پاس بھی ہوتا! جب شیخ میرے پاس تشریف لائے، تو باغ کے گوشہ کی طرف دیکھا، اور اپنے بعض خدام سے کہا۔ وہ "ہبر زمینی" کپڑا میرے پاس لے آؤ، جب آپ کے پاس لے آئے، تو آپ نے مجھے پہنا دیا! اس پر میں آپ کے قدموں کی طرف جھکنے کے لیے جھکا، اور عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی کلاہ مبارک پہنا دیجئے، اور اس کی مجھے اسی اجازت عطا فرمائیے جس طرح آپ کو اپنے والد نے اپنے شیوخ سے اجازت عطا فرمائی ہے۔ شیخ نے مجھے چودہ جمادی الآخر ۷۲۷ھ (مطابق سات مئی ۱۳۲۷ء) کو خانقاہ میں کلاہ اسی طرح جس طرح انہوں نے اپنے والد شمس الدین محمود سے اور انہوں نے اپنے والد تاج الدین علی الرجائی اور انہوں نے الامام شہاب الدین ابی حفص عمر بن عبداللہ السہروردی سے اور انہوں نے شیخ الکبیر ضیاء ابی النجیب السہروردی سے اور انہوں نے اپنے چچا الامام وحید الدین عمر سے اور انہوں نے اپنے والد محمد بن المعروف بعمویہ سے اور انہوں نے الشیخ اخی فرج الزنجانی سے اور انہوں نے احمد الدینوری سے اور انہوں نے الشیخ المحقق ممشاد علی بن سہل الصوفی سے اور انہوں نے ابی القاسم الجنید سے اور انہوں نے سری السقطی سے، اور انہوں نے داؤد الطائی سے، اور انہوں نے الحسن بن ابی الحسن البصری سے اور انہوں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب سے پہنی تھی،

بعد ازاں ہم اصفہان سے الشیخ مجد الدین کی زیارت کے لئے شیراز روانہ ہوئے دونوں کے مابین دس دن کی مسافت ہے،

شہر کلیل، شہر بصرمار، شہر یزد خاص وغیرہ

ہم شہر کلیل آئے، یہ اصفہان سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے، ایک چھوٹا سا شہر ہے نہریں اور باغات بکثرت ہیں، اور میل پھلاری کی بہتات ہے، وہاں میں نے دیکھا کہ سیب بازار

ایک درہم کے پندرہ رطل عراقی ملتے تھے، اور ان کے درہم کی قیمت تین نقرہ تھی، وہاں اس زاویہ میں اترے جسے اس شہر کے بڑے آدمی نے جس کا نام خواجہ کافی ہے، تعمیر کیا تھا، یہ دولت مند شخص ہے، اور اللہ رب نے اس کے ساتھ بڑا انعام کیا ہے کہ اس کی طبیعت امور خیر میں مال صرف کرنے مثلاً صدقات وغیرہ دینے زاویوں کے تعمیر کرانے اور مسافروں کی دیکھ بھال کرنے وغیرہ سے خبر گیری کی طرف مائل کی ہے، پھر کلیل سے روانہ ہو کر ہم دو دن تک مسافت طے کرتے رہے، اور ایک بڑے موضع میں پہنچے۔

اسے بصر بار کہتے ہیں، یہاں بھی ایک زاویہ ہے، جس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اسے خواجہ کافی نے تعمیر کرایا تھا، پھر یہاں سے روانہ ہوئے۔

اور شہر یزد خاص پہنچے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، لیکن یہاں کی عمارت بہت عمدہ ہے، بازار نہایت اچھے اور جامع مسجد بھی نہایت عجیب و غریب پتھر کی چھت دار بنی ہے، شہر ایک خندق کے کنارے واقع ہے، اس میں باغات اور پانی ہیں، اور باہر کی طرف ایک سرائے ہے جس میں مسافر اترتے ہیں، اس پر ایک لوہے کا نہایت مضبوط اور روک دار دروازہ ہے، اور اندر کی جانب دو طرفہ دوکانیں ہیں، جن میں مسافروں کو ہر ضرورت کی چیز مل جاتی ہے، اس رباط کو الامیر محمد شاہ ینجو والد سلطان ابی اسحاق ملک شیراز کے والد نے تعمیر کرایا تھا، یزد خاص میں پنیر بنایا جاتا ہے، جو اسی مقام کے نام سے منسوب ہے خوبی میں اس کا نظیر نہیں، ہر ٹکڑے کا وزن دو اوقیوں[1] سے چار اوقیوں تک ہوتا ہے، پھر اس شہر سے ہم روانہ ہوئے۔

اور مائین پہنچے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں نہریں اور باغات بکثرت ہیں، اور بازار نہایت خوب صورت ہیں، یہاں اکثر جوز کے درخت ہیں،

[1] ایک اوقیہ کا وزن ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

شیراز

شیراز کے صفات و حسنات، سلطان شیراز کا ذکر، شیراز کے اہل اللہ اور اہل کمال

مایین سے روانہ ہو کر ہم شیراز پہنچے، یہ شہرۂ آفاق اور پرانا شہر ہے، اس کی قدر و عظمت کے ثناخواں ہیں، عمارتوں کی کثرت سے شہر پٹا پڑا ہے، اور یہ عمارتیں بھی بہت خوب صورت اور ... ہیں، ہر پیشہ کے لیے الگ الگ بازار ہیں، جن میں کوئی اور پیشہ ور نہیں بیٹھ سکتا، یہاں کے ... حسین و جمیل، خوش وضع اور خوش پوشاک ہیں، سارے مشرق میں بس ایک دمشق ہے جو باغات و انہار وغیرہ میں شیراز سے ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے، ورنہ کوئی اور شہر ... سامنے نہیں ٹھہر سکتا،

شہر شیراز ایک وسیع قطعۂ ارض پر آباد ہے، جسے ہر جہت سے باغوں نے گھیرے رکھا ہے، اندرون شہر سے ہو کر پانچ نہریں نکلی ہیں، ایک نہر "رکن آباد" کے نام مشہور ہے، اس کا پانی حد درجہ شیریں ہوتا ہے، موسم سرما میں گرم، اور موسم گرما میں سرد، اس نہر کا سرچشمہ ایک پہاڑ کے کنارے ہے جسے القلیعہ کہتے ہیں، یہ وہیں سے نکلی ہے،

یہاں کی تمام مساجد میں جو بڑی مسجد ہے اسے المسجد العتیق کہتے ہیں، یہ حد درجہ وسیع، بے ... مضبوط اور انتہائی خوب صورت ہے، اس کا صحن بہت کشادہ ہے، اور سنگ مرمر کا ہے، گرمی کے موسم میں شب کے وقت تمام صحن دھویا جاتا ہے، اور شہر کے تمام بڑے لوگ شام کے وقت اس میں جمع ہوتے ہیں، اور مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا کرتے ہیں، جانب شمال ایک دروازہ

ب حسن کہتے ہیں، اس سے میوہ منڈی میں راستہ جاتا ہے، یہ بازار نہایت عجیب ہے میں اسے
کے باب البرید کے بازار پر فضیلت دوں گا۔

راز کی دیندار، پاکباز، اور باحیا عورتیں، وہاں کے لوگوں کی مذہبیت

شندگان شیراز اہل صلاح و دین و عفاف ہیں، اور خاص کر عورتیں تو ان صفات سے بہت
متصف ہیں، ان کا دستور یہ ہے کہ سب موزے پہنتی ہیں، اور اس طرح اوڑھ لپیٹ کر اور
بن کر باہر نکلتی ہیں، کہ کوئی حصہ جسم کا نہیں دکھائی دیتا، صدقے اور ایثار کرنے میں بہت
بڑھی ہیں، ان کی ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ سب جامع مسجد میں دو شنبہ
شنبہ اور جمعہ کو وعظ سننے کے لئے جمع ہوتی ہیں، اکثر ان کا ہزار ہزار دو دو ہزار کا اجتماع
تا ہے، ہر عورت کے ہاتھ میں ایک پنکھا ہوتا ہے، جسے یہ سخت گرمی میں اپنے جھلتی رہتی
یں نے اس قدر عورتوں کا کسی شہر میں مجمع نہیں دیکھا۔

شیراز کا ایک مرد مومن اور اس کے جلال و جمال کی کیفیت

میرا شیراز جانے کا مقصد وحید الشیخ القاضی الامام قطب الاولیاء فرید الدہر صاحب کرامات
مجد الدین اسماعیل بن محمد خداداد کی زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ خداداد کے معنی عطیۂ الہی
یں، چنانچہ میں اس مقصد کے حصول کے لئے مدرسۃ المجدیۃ گیا، جو آپ ہی کی طرف منسوب
اس میں آپ کا مسکن بھی ہے، اور آپ ہی نے اسے قائم بھی کیا ہے، جب میں آپ کی
ت میں حاضر ہوا تو میرے ساتھ تین شخص اور تھے، اور چوتھا میں تھا۔ دیکھا کہ فقہا اور شہر کے
لوگ آپ کے انتظار میں ہیں چنانچہ نماز عصر کے لئے باہر نکلے، آپ کے ساتھ محب الدین
الدین آپ کے دونوں بھتیجے اور سگے بھائی روح الدین تھے، ان میں سے ایک داہنی طرف تھا،
دوسرا بائیں طرف چونکہ ضعف بصارت لاحق ہو گیا ہے، اور زیادہ عمر ہو گئی ہے، اس لئے یہ
ں حضرات قضا میں آپ کی نیابت کرتے ہیں، میں نے سلام کیا، آپ نے مجھ سے معانقہ کیا
ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے مصلی تک چلے گئے، پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور اشارہ کیا کہ میں
جانب نماز پڑھوں، چنانچہ میں نے امتثال امر کیا۔ اور نماز عصر ادا کی، پھر آپ کے سامنے
المصابیح اور صاغانی کی شوارق الانوار پڑھی گئی، اور دونوں نائبوں نے قضا کے متعلق واقعات

بیان کیے پھر شہر کے بڑے لوگ سلام کرنے کے لئے بڑھے، صبح وشام ان کا الشیخ کے سا
یہی معمول ہے پھر آپ نے میرے حالات دریافت فرمائے، اور میرے آنے کی کیفیت پوچھی
المغرب مصر، الشام اور حجاز کے متعلق بھی استفسار فرمایا، میں نے خدمت عالی میں سارے حال
بیان کر دیئے۔

پھر آپ نے اپنے خدام کو حکم دیا، انہوں نے مجھے مدرسہ کے ایک چھوٹے گھر میں اتار د
دوسرے دن آپ کی خدمت میں العراق کے بادشاہ السلطان ابی سعید کا قاصد آیا۔ اس کا
ناصر الدین الدرقندی تھا، یہ کبار امراء میں سے اور خراسانی الاصل شخص ہے، جب یہ آپ کی خد
میں پہنچا تو ٹوپی سر سے اتار لی اسے یہ لوگ الکلاّ[1] کہتے ہیں، القاضی کے پیروں کو بوسہ د
اور آپ کے سامنے اپنے کانوں کو پکڑے ہوئے بیٹھا رہا، امراء تاتار بادشاہوں کے سامنے ا
طرح بیٹھتے ہیں، یہ امیر اپنے غلاموں، خادموں، اور ساتھیوں نیز پانچ سو سواروں کے ساتھ آیا
شہر کے باہر اترا تھا، جب القاضی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، تو اس کی معیت میں صرف پانچ ہی شخص
اور آپ کے حضور میں از روئے ادب خود تن تنہا حاضر ہوا تھا۔

ہندوستان سے واپسی دوبارہ حضرت شیخ کی زیارت باسعادت کا شرف

شاہ شیراز نے جو تذرانے پیش کیے تھے، ان میں سے سو مواضعات جمکان کے بھی تھے، یہ
پہاڑوں کے مابین ایک خندق ہے، اس کا طول چوبیس فرسخ ہے، اور درمیان سے ایک بہ
بڑی نہر نکلی ہے، اور اس کے دونوں جانب مواضعات ترتیب سے آباد ہیں، یہ شیراز ک
اعلیٰ مقامات میں سے ہے، اس کے بڑے مواضعات میں سے جو شہروں کے ہم پلہ ہیں ایک
میمن ہے، یہ بھی قاضی صاحب کے لئے ہے، اس مقام کے عجائبات میں سے جو جمکان کے نا
سے مشہور ہے، یہ ہے کہ اس کا وہ حصہ جو شیراز سے متصل ہے، جس کی مسافت بارہ فرسخ کی
بہت ٹھنڈا ہے، اس میں برف باری ہوا کرتی ہے، اور اس میں اکثر جوز کے درخت ہیں، اور دوسرا نص
حصہ جو بلاد ہنج اور بابال اور ہرمز کے راستے میں بلاد بالار سے متصل ہے، بہت سخت گرم ہے
میں اکثر کھجور کے درخت ہوتے ہیں، دوسری مرتبہ بھی مجھے اس وقت قاضی مجد الدین کی زیار

---

[1] الکلا سے مراد غالباً "کلاہ" ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

مشرف ہونے کا اتفاق ہوا، جب میں ہندوستان سے نکلا، اور صرف آپ کی زیارت سے حصول برکت کے لئے ہرمز گیا، یہ واقعہ ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء کا ہے، ہرمز اور شیراز کے مابین پینتیس ۳۵ دن کی مسافت ہے، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بہت زیادہ ضعیف ہونے کی وجہ سے حرکت سے قاصر ہیں، میں نے سلام کیا تو آپ پہچان گئے، میری طرف متوجہاً اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا، میرا ہاتھ آپ کی کہنی پر پڑا تو میں نے محسوس کیا کہ آپ کا چمڑا ہڈی سے چپک گیا ہے، اور ان میں گوشت کا نام ونشان بھی نہیں ہے، مجھے آپ نے اُس مدرسہ میں اتارا جس میں پہلی مرتبہ اتارا تھا، پھر ایک دن میں آپ کی زیارت کو گیا تو وہاں شیراز کے بادشاہ سلطان ابواسحٰق کو پایا، جس کا ذکر عنقریب ہی آئے گا، یہ آپ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اپنا کان پکڑے ہوئے بیٹھا تھا، یہ رسم ان کے یہاں انتہائی ادب کی علامت ہے، پھر میں مدرسہ کی طرف دوسری مرتبہ آیا، تو آپ کا دروازہ بند تھا، میں نے اس کا سبب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ سلطان کی ماں اور بہن میں میراث کے معاملہ میں کچھ جھگڑا ہوگیا ہے، اس لئے ان کو قاضی مجدالدین کے حضور بھیجا گیا، چنانچہ یہ دونوں خواتین آپ کے پاس مدرسہ میں آئی ہیں، اور آپ کو حکم قرار دیا ہے، آپ نے ان دونوں میں مطابق شرع فیصلہ کردیا، اہل شیراز آپ کو قاضی نہیں کہتے، بلکہ "مولانا اعظم" کہتے ہیں، اور اسی طرح دستاویزوں اور ان کاغذوں میں لکھتے بھی ہیں، جن میں آپ کے نام گرامی کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے، آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کا میرا آخری زمانہ ماہ ربیع الثانی ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء تھا، آپ کے بہت سے انوار کے پرتو مجھ پر پڑے اور بہت سی برکتیں مجھ پر ظاہر ہوئیں، اللہ آپ کی، اور آپ جیسے حضرات کی ذات و برکات سے سب کو نفع پہنچائے، آمین،

شیراز کے عادات خصائل دور اندیشی اور حسن صورت و سیرت کا مشاہدہ

جب میں شیراز گیا تھا، تو وہاں کا سلطان الملک الفاضل ابواسحاق بن محمد شاہ ینجو تھا، اس کے والد نے اس کا نام الشیخ ابی اسحاق الکازرونی کے نام پر رکھا تھا، یہ نہایت نیکوکار بادشاہوں میں سے صاحب حسن و سیرت و ہیئت، کریم النفس جمیل الاخلاق متواضع صاحب قوت تھا، اس کی سلطنت بہت بڑا اور اس کے لشکر میں صرف پچاس ہزار ترک اور عجمی تھے، اہل اصفہان پر اسے اعتماد اور بھروسہ تھا، اور اہل شیراز پر کبھی مطمئن نہ ہوا، نہ انہیں اپنا خادم بناتا تھا، اور نہ

تقرب عطا کرتا تھا، اور نہ ان میں سے کسی کو مسلح ہونے کی اجازت دیتا تھا کیونکہ یہ بہت بڑے باہیبت اور بہادر، سرکش اور باغی فطرت کے ہیں، جس کے ہاتھ میں ہتھیار دیکھتا تھا، سزا دیتا تھا، میں نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ اُسے سپاہی کھینچے لئے جا رہے ہیں، یہ پولیس کے لوگ تھے، اور اس کی گردن میں رسی باندھی ہوئی تھی، میں نے لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ رات کو ہاتھ میں کمان لئے ہوئے یہ جا رہا تھا،

اس کا والد محمد شاہ ینجو ملک العراق کی طرف سے شیراز کا حاکم تھا، یہ شخص نہایت حسن صورت اور سیرت کا جامع تھا، اور یہاں کے باشندوں سے محبت رکھتا تھا، جب اس نے وفات پائی تو السلطان ابو سعید نے اس کی جگہ پر الشیخ حسین کو جو ابن الجوبان امیر الامراء ہیں مقرر کیا، اور ان کی معیت میں بہت سا لشکر بھیجا، جب یہ شیراز پہنچا تو یہاں کے محصول ضبط کر لئے، مجھ سے الحاج قوام الدین الطمغچی نے بیان کیا، جو یہاں کے خزانہ کے مہتم تھے، کہ یہاں کی روزانہ دس ہزار درہم کی آمدنی کی وصولی کا میں ذمہ دار ہوں، مغربی سونے سے اس کی قیمت ڈھائی ہزار دینار شرخ ہے، الامیر حسنی یہاں ایک مدت تک رہے، پھر الملک العراق کے پاس آنے کا ارادہ کیا، تو ابی اسحٰق بن محمد شاہ ینجو اس کے دونوں بھائیوں رکن الدین اور مسعود بک، اور اس کی والدہ طاش خاتون کو گرفتار کر کے عراق لے جانا چاہا، تاکہ ان سے ان کے والد کا مال طلب کرے، جب یہ گرفتار شدہ شیراز کے بازار میں پہنچے، تو طاشی خاتون نے اپنا منہ کھول دیا، کیوں کہ اس نے شرم کی وجہ سے برقعہ اوڑھ لیا تھا کہ اسے کوئی اس حالت میں نہ دیکھ لے، کیونکہ ترک عورتوں میں یہ رسم ہے کہ وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھانکتیں، اور بایں الفاظ اہل شیراز سے فریاد رسی کی، اے اہل شیراز کیا میں تم میں سے اس طرح جاؤں گی؟ میں فلاں عورت اور فلاں کی بیوی ہوں، اس پر نجاروں میں سے ایک شخص اٹھا جس کا پہلوان محمود نام تھا،

عوام کی شورش، اور بغاوت، بادشاہ کی برہمی اور عتاب، قاضی مجدالدین کی ثالثی

اس نے کہا ہم ہرگز اس طرح اس کو اپنے شہر سے نہ جانے دیں گے، اور تر لیے پسند کر گئے، لوگوں نے بھی اس کے اس قول کی اتباع کی، اور عام لوگوں میں شورش پیدا ہو گئی، سب ہتھیار اٹھا لئے، اور بہت سے لشکریوں کو مار ڈالا، ان کا مال چھین لیا، اور اس عورت اور اس کی اولاد کو چھڑا لیا، الامیر حسنی اور جو اس کے ساتھی تھے، سب بھاگ کھڑے ہوئے اور

لطان ابی سعید کے پاس شکست خوردہ آیا، اس نے اس کو بہت سا لشکر دیا، اور کہا، کہ شیراز واپس
اور جس طرح چاہو جاکر حکومت کرو، جب یہ خبر باشندگان شیراز کو پہنچی، تو انہیں معلوم ہوا کہ
ں اب کوئی طاقت نہیں ہے، یہ سب القاضی مجدالدین کے پاس آئے، اور آپ سے التجا
فریقین کی خونریزی کو دفع و رفع کیجئے، اور صلح کرا دیجئے، جب آپ امیر حسنی کی طرف روانہ
تو امیر مذکور آپ کی وجہ سے گھوڑے سے اتر پڑا، سلام عرض کیا، اور صلح ہو گئی، اس دن
حسنی شہر کے باہر اترا تھا، جب دوسرا دن ہوا تو باشندگان شیراز اس کے دیکھنے کے لئے
اچھی ترتیب سے نکلے، شہر کو سجایا، اور خوب شمعیں جلائیں، اور امیر حسنی بڑی شان و شوکت
کے ساتھ داخل ہوا، اور ان کے ساتھ بڑے حسن و اخلاق سے پیش آیا،

جب السلطان ابو سعید نے وفات پائی، اور اس کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا، اور ہر امیر نے
شروع کر دی، تو الامیر حسنی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے، اس لئے بھاگ کھڑا ہوا السلطان
ں، شیراز، اصفہان اور بلاد فارس کا والی بن بیٹھا، اس کا ملک ڈیڑھ ماہ کی مسافت تھا، اس
سرے بلاد متصلہ پر بھی اپنی حکومت قائم کر دی، فتوحات کا آغاز پہلے سب سے قریب مقام
د سے ہوا، یہ شہر نہایت اچھا اور پاکیزہ ہے، اور بازار نہایت عجیب ہیں، نہریں بکثرت
اور درخت بڑے سرسبز و شاداب ہیں، یہاں کے باشندے تجارت پیشہ شافعی المذہب
چنانچہ اس نے محاصرہ کیا، اور متصرف ہو گیا۔

چلا باغی جس کی شجاعت کے سامنے سلطان نے سر جھکا دیا اور مالا مال کر دیا

میر مظفر شاہ ابن الامیر محمد شاہ بن مظفر نے ایک قلعہ میں جا کر پناہ لی جو یہاں سے چھ میل کی
پر اور نہایت بلند اور ریگستان کے درمیان واقع ہے، جب اس قلعہ کا جا کر محاصرہ کیا،
مظفر سے جو بہادری ظاہر ہوئی، اسے خرق عادت کہنا چاہئے، کبھی سننے میں نہ آئی
لطان ابی اسحاق کے لشکر پر شب خون مارتا رہا، اور جس قدر چاہتا تھا، قتل کرتا تھا، ڈیرے
کو پھاڑ ڈالتا، اور پھر اپنے قلعہ میں چل دیتا، کسی میں جرأت نہ ہوتی، کہ اس کے قریب
لے ایک مرتبہ السلطان کے خیموں پر شب خون مارا، اور وہاں ایک جماعت کو تلوار
اتار دیا، اور دس گھوڑے خاص سلطانی پکڑ لئے، اور قلعہ میں لے آیا، اب تو سلطان
حکم دیا، کہ دس ہزار اسپ سوار ہر شب کو تیار رہا کریں، اور کمین گاہوں میں

جب جا پہنچ، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، وہ اپنی حسب عادت سو ساتھیوں کو لے کر نکلا اور لشکر پر شب
مارا کمین گاہوں کے سواروں نے اُسے گھیر لیا، اور لشکر جا پہنچا، آپس میں خوب کشت وخون کا
گرم رہا، لیکن یہ نکل کر اپنے قلعہ میں پہنچ گیا، اس کے ساتھی سواروں میں سے صرف ایک سپ
پکڑ کر السلطان ابی اسحٰق کے پاس لایا گیا، سلطان نے اُسے خلعت دیا، اور آزاد کر دیا، اور
کے ہاتھ مظفر کے لئے ایک امن نامہ بھیجا کہ میرے پاس چلے آؤ، لیکن اس نے اس سے
کر دیا، پھر ان کے مابین خط وکتابت جاری رہی، اور السلطان ابی اسحٰق کے قلب میں اس کی طرف
سے محبت جاگزین ہو گئی، چونکہ اُس نے اس کی مردانگی کا بذات خود مشاہدہ کیا تھا، اس
کہا کہ میں صرف آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں، جب دیکھ لوں گا، چلا جاؤں گا، پس سلطان
کو قلعہ کے باہر کھڑا ہوا اور امیر مذکور کو اس کے دروازہ پر، اور اُسے سلام کیا، السلطان نے
اُس سے کہا کہ آپ کو امان ہے، نیچے تشریف لے آئیے، امیر مظفر نے جواب دیا، کہ میں نے
سے عہد کیا ہے، جب تک آپ میرے قلعہ میں نہ داخل ہوں گے، میں نہ اتروں گا، اس نے
کہا اچھا بہتر ہے، اور سلطان اپنے دس ساتھیوں کی معیت میں قلعہ میں داخل ہو گیا، جب
کے دروازہ پہ پہنچا، تو مظفر پیادہ پا اتر آیا، اور اس کی رکاب کو بوسہ دیا، اور اس کے آگے
پیادہ پا چلتا ہوا اسے اپنے مسکن میں داخل کیا، اس کے کھانے میں شرکت کی، اور اس کی معیت
میں سوار ہو کر محل سلطانی میں اترا، سلطان نے اُسے اپنے پہلو میں بٹھایا، خلعت اس کے زیب
کی اور بہت سا مال عطا کیا، اب دونوں میں اتفاق ہو گیا، اور خطبہ میں سلطان اور ابی اسحٰق
دونوں کا نام پڑھا جانے لگا، اور یہاں کی حکومت مظفر اور اس کے باپ کو سونپ دی
اپنے بلاد واپس چلا آیا۔

نئے ایوان کسریٰ کی تعمیر، شیراز اور سلطان ہند کے بذل وعطا کا موازنہ

ایک مرتبہ السلطان ابو اسحٰق کی یہ آرزو ہوئی کہ ایک ایوان، ایوان کسریٰ کی طرح بنایا جا
اہل شیراز کو حکم دیا کہ اس کی بنیادیں کھودنے کا کام اپنے ذمہ لیں، چنانچہ اہل شیراز نے امتثا
امر کیا، اس کام میں ہر فن والا دوسرے فن والے پر سبقت چاہتا تھا، اور کسی نے کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ کیا، مٹی ڈھونے کے لئے چمڑے کی ٹوکریاں بنوائیں، اور ان پہ حریر المزرکش
غلاف چڑھوائے، اور یہی مٹی ڈھونے والے چوپایوں کے ساتھ بھی کیا، یعنی ان کے لئے

...ہی خور جیاں بنوائیں، اور بعض نے چاندی کے پہاڑ بنوائے، اور بکثرت شمعیں روشن
...کمود نے کے وقت یہ نہایت عمدہ کپڑے پہنتے، اور اپنی کمروں میں ریشم کے پٹکے باندھ کر
...نے کا کام کرتے، سلطان ان کے یہ سارے فعل ایک مقام خاص سے بیٹھ کر مشاہدہ کرتا
...میں نے بچشم خود اس عمارت کو دیکھا ہے، تقریباً زمین سے تین گز بلند ہوئی تھی، جب اس
...تیار ہو گئی تو سلطان مذکور نے اہل شہر سے بیگار بند کر دی، اور مزدوری دے کر کام کرانے لگا،
...کام کو ہزاروں کاریگر انجام دیتے تھے، میں نے شہر کے والی سے سنا ہے کہ اس کے
...بیل کا کثیر حصہ اس عمارت کی تعمیر میں صرف ہوا ہے، اس پر امیر جلال الدین بن الفلکی التوریزی
...ت مہتمم مامور تھا، اس کا بڑے لوگوں میں شمار تھا، اور اس کا والد مسمی شاہ جیلان السلطان ابی
...کے وزیر کا نائب تھا، اس امیر جلال الدین الفلکی کا ایک فاضل بھائی بھی تھا، جس کا نام
...اللہ اور لقب بہاؤ الملک تھا، یہ بھی ملک الہند کے پاس اس وقت گیا تھا، اور ہمارے ساتھ
...ف الملک امیر بخت بھی تھے، ملک الہند نے ہم سب کو خلعتیں دیں، ہر شخص اپنے اپنے
...الدولۃ کی غرض سے آیا تھا، ہمارے لئے روز انہ مرتب مقرر کیا، اور بہت کچھ احسان سے پیش
...جن کا انشاء اللہ ہم قریب ہی ذکر کریں گے، یہ السلطان ابو اسحاق، ملک الہند کا عطاؤ کرم میں
...ے کچھ تشبہ کیا کرتا تھا، لیکن کجا ثریا کی بلندی اور کجا تحت الثریٰ ابی اسحٰق کے عطایا میں سے سب سے
...بطیہ جس کا ہمیں علم ہے یہ ہے کہ اس نے الشیخ زادہ الخراسانی کو جب یہ ملک ہرات کے پاس
...سفیر ہو کر آیا، تو ستر ہزار دینار عطا کئے تھے، لیکن ملک الہند اس سے دوگنی دوگنی رقمیں جو احاطہ شمار میں
...آسکتیں، باشندگان خراساں وغیرہ کو دیا کرتا تھا،

سلطان ہند کی سخاوت کا لاثانی واقعہ، ایک شخص کو تیرہ من سونا عطا کر دیا

...خراسانیوں کے ساتھ سلطان ہند کا ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ایک مرتبہ اس کے پاس خراسان کے
...میں سے ایک فقیہ جو ہروی المسکن اور خوارزمی الاصل تھا، اسے الامیر عبد اللہ کہتے تھے، اسے
...ن ترابک، امیر قطلودمور صاحب خوارزم کی زوجہ نے سلطان ہند کے پاس ہدیہ دے کر بھیجا تھا، سلطان
...نے قبول کر لیا، اور اس سے دوگنا عطا کر کے اس کے پاس بھیجا، اور قاصد کو اپنے پاس ٹھہرا
...اپنے ندیموں کے زمرہ میں داخل کیا، ایک دن اس نے اس سے کہا کہ خزانہ میں جاؤ، اور جس قدر
...سے اٹھ سکے سونا اٹھا لاؤ، چنانچہ وہ اپنے گھر گیا، اور تیرہ تھیلیاں اٹھا لایا، اور ہر تھیلی میں جس قدر

سونا اُسکتا تھا بھرا، اور تمام تھیلیاں اپنے اعضا میں سے ہر عضو میں باندھیں یہ چونکہ بہت تھا، اس لئے انہیں لے کر کھڑا ہو گیا جب خزانہ سے نکلا تو گر پڑا، اور اٹھ نہ سکا، سلطان قدر اس نے نکالا تھا، وزن کرایا تو دہلی کے من سے کل تیرہ من تھا، ایک من کا وزن پندرہ مصری کے مساوی ہوتا ہے، پس حکم صادر کیا کہ یہ سب تمہارا ہے، اس نے لیا، اور لے کر چلا آیا،

ایک مرتبہ امیر بخت الملقب بشرف الدین الخراسانی سلطان ہند کے دربار میں بیمار ہو گئے، سلطان کی عیادت کے لئے آیا، جب ان کے پاس آیا، تو انہوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، سلطان نے ولائی کہ بستر سے نہ اترو، سلطان کے لئے ایک مونڈھا ڈال دیا گیا، یہ اس پر بیٹھا پھر سونا اور منگوایا، چنانچہ لایا گیا، مریض سے کہا کہ ترازو کے ایک پلڑہ میں بیٹھو، انہوں نے کہا اے خوند مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ ایسا کریں گے، تو میں بہت سے کپڑے پہن لیتا، سلطان نے کہا تو اچھا اب قدر کپڑے تمہارے پاس ہیں پہن لو، انہوں نے بہت سے ایام سرما کے روئی دار کپڑے پہن لئے ترازو کے پلڑے میں بیٹھ گئے، دوسرے پلڑے میں اس قدر سونا رکھا گیا کہ سونے والا پلڑا جھک گیا نے کہا کہ لو اور اپنے اوپر سے اسے صدقہ کر دو، اور واپس چلا آیا،

حضرت اخی الرضا علی بن موسیٰ رضی اللہ کا مزار پُر انوار اور وہاں کے تجلیات و مشا

شیراز کے مشاہد میں سے احمد بن موسیٰ اخی الرضا علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی طالب رضی اللہ عنہم کا مشہد ہے، اہل شیراز اس مشہد کی بہت تعظیم کرتے اس سے برکت حاصل اور اللہ برتر کے فضل کے لئے وسیلہ بناتے ہیں، اس پر طاش خاتون السلطان ابی اسحاق ماں نے ایک بہت بڑا مدرسہ اور خانقاہ بنوائی ہے، اس میں وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، ا تربت مبارکہ پر ہمیشہ قرآن پڑھتے ہیں، خاتون کی عادت ہے کہ اس مشہد پر ہر دوشنبہ کی شب آتی ہے، اس شب کو تمام قاضی فقیہ اور شریف جمع ہوتے ہیں، شیراز میں شرفا کی کثرت ہے نے معتمد آدمیوں سے سنا ہے کہ شرفا میں سے وہ لوگ جن کے لئے معذینہ مقرر ہے، چھوٹوں بڑوں میں سے کچھ اوپر ایک ہزار چار سو ہیں، اور ان کا نقیب عضد الدین الحسنی ہے، جب یہ لو مشہد مبارک پر حاضر ہوتے ہیں، تو حاضرین ختم قرآن کرتے ہیں، اور قرار نہایت خوش الحانی کے تلاوت کرتے ہیں، کھانا پھل پھلاری اور حلوہ لایا جاتا ہے، جب سب لوگ کھا چکتے ہیں، تو واعظ وعظ کہتا ہے، یہ سب نماز ظہر کے بعد سے عشار تک ہوتا رہتا ہے، خاتون ایک کھڑکی میں جو مسجد

کے اوپر واقع ہے، بیٹھی دیکھا کرتی ہے، پھر مزار مبارک کے دروازہ پر طبل، نفیریاں اور قرنا وغیرہ جس طرح بادشاہوں کے دروازوں پر بجائے جاتے ہیں، بجتے ہیں۔

قطب وقت حضرت ابن خفیف کا مزار مقدس جنہوں نے جزیرہ سراندیپ کا راستہ ظاہر کیا

یہاں کے مشاہد میں سے الامام القطب الولی ابی عبداللہ بن خفیف کا مزار مبارک بھی ہے[1]، آپ یہاں کے باشندوں میں الشیخ کے نام سے مشہور اور تمام بلاد فارس کے سردار ہیں، آپ کے مشہد مبارک کی یہ لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں، صبح اور شام حاضری دیتے ہیں، اور اُسے مسح کرتے ہیں، میں نے قاضی مجدالدین کو دیکھا کہ یہاں زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، اور عصا سے بوسہ دیا کرتے تھے، خاتون ہر جمعہ کی رات کو اس مشہد کی زیارت کے لئے آیا کرتی ہے، اس پر ایک خانقاہ اور مدرسہ بھی ہے، یہاں تمام قاضی اور فقیہ جمع ہوتے ہیں، اور جو کچھ مشہد احمد بن موسیٰ پر کرتے ہیں وہی یہاں بھی کرتے ہیں، میں ان دونوں مقامات پر حاضر ہوا ہوں، الامیر محمد شاہ ینجو، السلطان ابی اسحاق کے والد کی قبر اسی تربت سے متصل ہے، الشیخ ابو عبداللہ بن خفیف کا اولیاء اللہ میں بہت بڑا مرتبہ ہے، اور آپ کے حالات بہت مشہور ہیں، یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے سرزمین ہند کے جزیرہ سیلون[2] میں جبل سراندیپ کا راستہ ظاہر کر دیا تھا۔

سیلون کے کفار، کفار ہند کے برعکس مسلمانوں کی نہایت عزت و تکریم کرتے ہیں،

میں اس جزیرہ سیلان میں بھی گیا، یہاں کے تمام باشندے کافر ہیں، لیکن مسلمان فقراء کی بہت عزت کرتے اور انہیں اپنے گھروں میں اتارتے ہیں، کھانا کھلاتے اور انہیں اپنے گھروں میں اپنے اہل و عیال میں رکھتے ہیں، ان کا یہ طریقہ تمام کفار ہند کے خلاف ہے، کیوں کہ نہ وہ مسلمانوں کو اپنے پاس آنے دیتے، نہ انہیں اپنے برتنوں میں کھانا کھلاتے، اور نہ پانی پلاتے ہیں، باوجودیکہ نہ یہ انہیں کچھ اذیت پہنچاتے، نہ ان کی کچھ برائی کرتے، اور نہ

---

[1] ان کا ذکر مولانا جامی نے نفحات الانس میں کیا ہے، آپ کے مزار کا شیراز میں ہونا مختلف فیہ ہے، لیکن ابن بطوطہ نے شہرت عام پر ظن قائم کیا ہے، (رئیس احمد جعفری)

[2] عرب مورخین اور سیاح، سیلون، کو سیلان کہتے ہیں، (رئیس احمد جعفری)

انہیں کچھ دکھ دیتے ہیں، جب ہمیں کبھی ان سے گوشت پکوانے کا اتفاق آپڑا ہے، تو وہ اپنی ہانڈیوں میں گوشت لاکر ہم سے دور بیٹھے ہیں، کیلے کے پتوں پہ چاول رکھتے ہیں یہ اُن کا کھانا ہے، اور اس پہ کوشاں بھی ڈالتے ہیں، یہ ان کے ساتھ کھانے کی چیز ہے، اور چلے جاتے ہیں، ہم وہ کھاتے ہیں، اور پس خوردہ کتوں کے سامنے ڈال دیا جاتا ہے، اور اُسے پرندے کھا لیتے ہیں، اگر اس میں سے کسی ایسے چھوٹے بچے نے کھالیا جسے عقل نہیں ہے، تو اُسے خوب مارتے ہیں، اور گائے کا گوبر کھلا دیتے ہیں، کیونکہ ان کے عقیدہ کے موافق وہ اس سے پاک ہوجاتا ہے،

حضرت صالح زرکوب کا مزار، شیرازی بڑے خوش الحان قاری ہوتے ہیں گھروں میں قبرستان

یہاں کے مشاہد میں سے الشیخ الصالح زرکوب کا مشہد ہے، اس پہ ایک خانقاہ بھی کھانا کھلانے کے لئے بنی ہے، تمام مشاہد شہر کے اندر ہیں، اسی طرح یہاں کے باشندوں کی تمام قابل عظمت قبریں ہیں، کیونکہ ان میں سے جس شخص کا بیٹا یا بیوی مرتی ہے، تو اس کی قبر گھر کے کسی حصہ ہی میں بنا چھوڑتے ہیں، اور پھر اس میں دفن کر دیتے ہیں، اور اُس گھر کو چٹان یا فرش سے مفروش کر دیتے ہیں، میت کے سرہانے اور پائینتی بکثرت شمعیں روشن کرتے ہیں، اس گھر میں گلی کی طرف ایک لوہے کی جنگلے دار کھڑکی لگاتے ہیں، اس سے قراء داخل ہوتے ہیں، جو نہایت خوش الحانی سے تلاوت کرتے ہیں، باشندگان شیراز سے بڑھ کر تمام عالم میں خوش الحانی کے ساتھ کوئی قرآن پڑھنے والے نہیں ہیں، گھر والے مزار پر فرش بچھاتے، اور اس پہ چراغاں کرتے ہیں، گویا میت بدستور گھر میں ہے، مجھ سے لوگوں نے ذکر کیا کہ وہ روزانہ میت کے لئے کھانا پکاتے ہیں، اور اس کے نام پر اسے صدقہ دے دیتے ہیں،

حضرت شیخ سعدی شیرازی کا مزار، زاویہ، نہر، اور دیگر مناظر

اُن مشاہد میں جو بیرون شیراز واقع ہیں، الشیخ الصالح المعروف بالسعدی کا مزار ہے آپ اپنے زمانہ میں فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے، اکثر اپنے کلام کو زبان عربی سے بھی

سلہ حافظ کا مصرعہ یاد کیجئے، "درکنار آب رکن آباد و گلگشت مصلےٰ را"، (رئیس احمد جعفری)

چکا ہے، آپ کا زاویہ بھی ہے جسے آپ نے اسی مقام پر تعمیر کرایا تھا، اس میں ایک اعلیٰ درجہ کا باغ ہے، زاویہ ایک بڑی نہر کے کنارے واقع ہے جسے رکن آباد کہتے ہیں، یہاں کئی چھوٹے چھوٹے سنگ مرمر کے حوض بھی کپڑے دھونے کے لیے بنوائے ہیں، لوگ شہر سے اس مقام کی زیارت کے لیے آتے ہیں، اسی زاویہ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں، اور اس اپنے کپڑے دھوتے ہیں، اور پھر واپس چلے جاتے ہیں، اس زاویہ سے متصل ایک دوسرا بھی ہے، اور اس سے ملا ہوا ایک مدرسہ ہے، یہ دونوں عمارتیں شمس الدین السمنانی کے مزار پر ئی ہیں، آپ امرا، فقہا میں سے تھے، اور وصیت کی تھی کہ میں اسی مقام پر دفن کیا جاؤں۔

شہر شیراز میں کبار فقہا میں سے الشریف مجید الدین ہیں، آپ کا معاملہ کرم عجیب ہے، اکثر ہوا ہے کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا، سب خیرات کر دیا، یہاں تک کہ جسم کے کپڑوں تک دریغ نہ کیا، اور جو گدڑی آپ کے پاس تھی اوڑھ لی جب شہر کے بڑے لوگ آپ کے آتے ہیں، اور آپ کو اس حالت میں دیکھتے ہیں تو کپڑے پہنا دیتے تھے سلطان کی طرف سے آپ کے پچاس دینار دراہم وظیفہ مقرر ہے،

ابو اسحاق کا زاویہ مبارکہ، چین اور ہند کے لوگوں کی بے پناہ عقیدت و عظمت

شیراز سے کازرون پہنچے، اور الشیخ ابی اسحاق کے زاویہ میں اللہ آپ کی ذات سے نفع کے جا اترے، اور اس رات کو یہیں شب باش رہے ان کا یہ طریقہ ہے کہ چاہے کوئی بھی جو آئے ہریسہ جو گوشت، گیہوں اور گھی سے بنتا ہے، کھلاتے ہیں، یہ چپاتی سے کھلایا ہے، اور جو ان کے یہاں آتا ہے، جب تک اس کی تین دن تک ضیافت نہ کر لیں، سفر لئے رخصت نہیں کرتے، وہ شیخ جو زاویہ میں مقیم ہے، اس کے پاس حاجتیں لے کر آتے، وہ ان فقراء سے تعمیل کے لیے کہتا ہے، جو اس زاویہ میں رہا کرتے ہیں، ان کی تعداد سو سے ہے، ان میں سے شادی شدہ بھی ہیں، یہ قرآن ختم کرتے ہیں، اور پھر شغل و ذکر ہوتا ہے، پھر حاجت مند کے لیے الشیخ ابی اسحاق کی ضریح کے پاس دعا کرتے ہیں اللہ برتر آپ کے وسیلہ ان کی حاجت پوری کر دیتا ہے،

ان شیخ ابو اسحاق کی اہل ہند اور چینی بڑی عظمت کرتے ہیں، بحر چین میں سفر کرنے والوں حالت ہے کہ ہوا میں تغیر ہوتا، اور بحری لٹیروں سے انہیں خوف دامنگیر ہوتا ہے تو ابی اسحق

کے لیے منتیں مانتے ہیں، اور ہر شخص نے جو منت مانی ہے، اسے لکھ لیتا ہے، جب سے خشکی پر پہنچ جاتے ہیں، تو زاویہ کے خادم کشتی پر چڑھ جاتے، اور کشتی کی زمام پکڑ لیتے ہیں، اور ہر نذر ماننے والے کی نذر یا چڑھاوا لے لیتے ہیں، چین یا ہندوستان سے ایسا جہاز یا کشتی نہیں آتی، جس میں اس مقصد کے لیے ہزار دل دینار نہ ہوں۔ زاویہ خادم کی طرف سے وکیل آتے ہیں، وہ انہیں لے لیتے ہیں، فقرا میں سے جو الشیخ صدقہ کے طالب آتے ہیں، ان کو یہاں سے ایک تحریر دی جاتی ہے، اور الشیخ کی چاندی کے قالب میں منقوش ہوتی ہے، اسے سرخ روشنائی سے اس فرمان دیتے ہیں، اس سے اس پر نشان بن جاتا ہے، اس تحریر کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ کے پاس الشیخ ابی اسحاق کے لئے کوئی نذر ہے، اس میں اس قدر فلاں شخص کو دینا چاہیے، ہزار سے لے کر سو تک اور اس کے مابین دینے کے لیے حکم ہوتا ہے، اس سے زیادہ فقیر کی حاجت پر انحصار ہوتا ہے، جب وہ شخص مل جاتا ہے، جس کے پاس کچھ نذر ہے، اور اس سے لے لیتے ہیں، تو اس حکم نامہ میں تحریر کے پیچھے جو کچھ اس سے وصول کیا ہے، لکھ دیتے ہیں، ایک مرتبہ ہندوؤں کے بادشاہ نے ابی اسحاق کے لئے دس ہزار دینار کی نذر مانی، اس کی خبر زاویہ کے فقرا کو ملی، ان میں سے ایک آیا، اُسے لیا اور لے کر زاویہ واپس چلا گیا،

اصحابِ رسولؐ حضرت زید بن ثابت اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کے مزارات

شہر زیدین میں وارد ہوئے، یہ اس نام سے اس لیے مسمّی ہے، کہ اس میں زید بن ثابت اور زید بن ارقم دونوں انصاریوں اور رسول اللہ صلعم تسلیماً کے صحابہ رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں، یہ شہر نہایت اچھا بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے، اور یہاں کے بازار بھی نہایت اچھے اور مساجد نہایت عجیب ہیں، یہاں کے باشندے نیکوکار، امانت دار اور دیانت دار ہیں، یہاں کے خاص رہنے والوں میں سے القاضی نور الدین الزیدی ہیں، ایک مرتبہ آپ باشندگان ہند کے یہاں تشریف لائے تھے، اس وقت یہاں مقام و بیتہ المہل کے عہدہ قضا کے آپ والی ہوئے تھے، یہ بہت سے جزائر کا نام جن کا مالک جلال الدین بن صلاح الدین صالح تھا، اس بادشاہ کی بہن کے ساتھ

...وی بھی کی تھی، اس کا عنقریب ذکر آئے گا، نیز اس کی لڑکی خدیجہ کا بھی ذکر آئے
...جو اس کے بعد الجزیروں کی والی ہوئی تھی، یہیں قاضی نورالدین نے وفات
...پائی۔

زبیدین سے رخصت ہوکر ہم الحویزا میں وارد ہوئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے یہاں
...وہ تر عجمی بود و باش رکھتے ہیں، اس کے اور بصرہ کے مابین چار، اور اس کے اور
...ز کے درمیان پانچ منزلوں کی مسافت ہے، یہاں کے بزرگوں میں شیخ صالح جمال الدین
...یزانی ہیں جو خانقاہ سعید السعدا کے شیخ ہیں؛!

کوفہ

فدائیان حسین کے مآثر و مقابر، شہر کے عام حالات، باشندے اور آب و ہوا

اب ہم نے کوفہ کا رخ کیا، [1]

دوران سفر میں ایک ایسے دشت ہولناک سے گذر ہوا، جہاں پانی کا نام و نشان تک [illegible]

کسی مقام پر، یہاں سے درود کے دوسرے دن ہم کوفہ پہنچ گئے۔

---

[1] کوفہ بھی ایک نوآباد شہر تھا جو عہد خلافت راشدہ میں بسا تھا،

یہ شہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پایہ تخت خلافت بھی تھا، شورش پسندوں کی بداعتی، ہنگامہ آرائی اور فتنہ و [illegible]

سے آپ مدینہ منورہ کی خاک پاک کو آلودہ نہیں ہونے دینا چاہتے تھے، چنانچہ آپ نے مرکز خلافت [illegible]

سے کوفہ منتقل کر لیا۔

فقہ حنفی کے امام جلیل حضرت امام ابوحنیفہ کا مرکز تحقیق و افتا، اور مرکز اجتہاد و تفقہ بھی یہی شہر تھا، اسی سرزمین [illegible]

امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور فقہ اسلامی کے جلیل القدر ائمہ کو پروان چڑھایا،

حضرت علیؓ کے کوفہ میں قیام فرما ہونے کے بعد صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد یہاں آکر مقیم ہو گئی، اور صدیث [illegible]

رسول صلعم کی تبلیغ کو اپنا اسوہ بنا لیا،

یہی سرزمین ہے، جہاں جلیل القدر صحابی رسول حضرت حجر بن عدی قیام فرما تھے، اور جب امیر معاویہ کے حکم سے

ہر مسجد میں حضرت علیؓ پر لعن و طعن کا سلسلہ شروع ہوا، تو برداشت نہ کر سکے، اور اس جرم میں امیر معاویہ کے حکم (باقی صفحہ ۲۲۳ پر)

یہ شہر پہلے از امہات بلادِ عراق ہے، اس کے فضل و مقام بلند کا سبب یہ ہے کہ یہ بہت سے صحابہ تابعین کا مرکز اور علماء و صالحین کا مقام رہا ہے، مزید براں علی بن ابی طالب امیرالمومنین کا دارالحکومت رہا ہے، لیکن اب سرکشوں کی دست درازی کے باعث ویران ہوگیا ہے، اس کے سارے فساد اور بربادی کا باعث عرب خفاجہ ہیں، ماحق کی اس جوار میں بود و باش ہے، یہ لوگ راستہ میں ڈاکہ زنی کرتے ہیں،

اس کی کوئی شہر پناہ نہیں، تمام عمارت زینٹ کی ہے، اس کے بازار نہایت خوبصورت ہیں، ان میں اکثر کھجور اور مچھلی بکتی ہے، یہاں کی جامع مسجد بہت بڑی اور شرف والی ہے، اس کے سات بلاط ہیں، جو پتھر کے صحیح ترشے ہوئے ستونوں پر قائم ہیں، پتھروں کے نیچے اوپر جوڑوں میں سیسہ پلایا گیا ہے، یہ بہت طول و طویل ہیں،

اس مسجد کے آثار کریمہ میں ہے ایک مکان داہنی طرف و باہوا قبلہ رخ ہے، کہتے ہیں کہ یہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی، اسی کے قریب ایک محراب ہے، جس پر ساگوان کی

(گزشتہ صفحہ ۲۳۶ کا حاشیہ)

ہے قتل کر دیئے گئے، یہ ایسا حادثہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کانپ اٹھیں، انہوں نے ایک مرتبہ امیر معاویہ سے جب وہ ان سے ملنے آئے تھے، کہا

"معاویہ تمہیں حجر کو قتل کرتے وقت خدا کا خوف نہ آیا ؟"

کوفہ کی سرزمین نے عہد اموی کے بڑے بڑے جباروں، قہاروں، سفاکوں، اور انسانی زندگی سے کھیلنے والوں کا آغاز اور عبرتناک انجام بھی دیکھا ہے،

یہاں ایسے ایسے اصحاب علم و فضل، ارباب ورع و زہد و ورع، اور حاملان کتاب و سنت نمودار ہوئے، جن کی زبان حق پر وقت کے بڑے بڑے جابر اور جائر سلطان کے سامنے بھی کلمہ حق جاری رہا، گو اس کی سزا دار و رسن کیوں نہ ملی ہو۔

اس سرزمین نے بڑے بڑے اتار چڑھاؤ، انقلاب، اور تغیرات دیکھے ہیں، یہاں مناظروں کی محفلیں جمتی تھیں، قال اللہ اور قال رسول کے ترانے گونجتے تھے، یہاں فقہ اسلامی کے ثانے قائم تھے، یہاں تصوف کے زاویے تھے، لیکن عہد بنو امیہ میں ـــــ وہ ہوگیا مانند آب ارزاں مسلمان کا لہو !

اور اب ! ـــــ اب کوفہ ایک معمولی سا شہر ہے، جسے اپنے ماضی سے کوئی نسبت نہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

لکڑی کا بلند حلقہ لگا ہوا ہے، یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محراب ہے یہیں آپ کو اشقی ابن ملجم نے مارا تھا، لوگ یہاں نماز پڑھتے ہیں، مسجد کے اس درجہ میں ایک زاویہ ہے اس میں ایک چھوٹی سی مسجد اور بنی ہوئی ہے، اس پر بھی ساگوان کی لکڑی کا ایک حلقہ ہے، کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں تنور سے طوفان نوح علیہ السلام جوشش زن ہوا تھا، اس کی پشت پر مسجد سے باہر ایک مکان ہے اسے کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کا گھر تھا اس کے مقابل ایک اور مکان ہے کہتے ہیں کہ یہ ادریس علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے، اسی سے متصل ایک وسیع جگہ ہے، جو مسجد کی قبلہ رخ دیوار سے ملی ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اسی جگہ کشتی بنائی تھی، اس وسیع میدان کے آخر میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا گھر ہے، اور وہ مکان بھی ہے، جس میں آپ کو غسل دیا گیا تھا، اسی کے متصل ایک مکان ہے، اس کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں، کہ یہ نوح علیہ السلام کا مکان ہے، خدا ہی جانتا ہے یہ ساری باتیں کہاں تک درست ہیں۔

عبرت گاہِ کوفہ
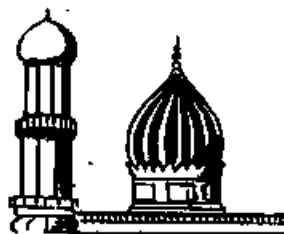
[حض]رت مسلم بن عقیل، حضرت عاتکہ، حضرت سکینہ کے مزاراتِ عالیہ
[ح]ضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا دار الامارۃ
ابن ملجم کی قبر۔ مختار بن عبید کی تربت

[مس]جد کوفہ کے شرقی جانب ایک بلند مقام ہے جس پر چڑھ کر جانا ہوتا ہے، یہاں مسلم بن عقیل [بن ابی ط]الب رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، یہاں سے قریب ہی حضرت عاتکہ، اور حضرت سکینہ کہ دونوں [حضرت حس]ین علیہ السّلام کی صاحبزادیاں تھیں، گوشہ لحد میں محو استراحت ہیں،

[کو]فہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو دار الامارہ بنوایا تھا، اب صرف اس [کے کھ]نڈر رہ گئے ہیں، دریائے فرات اس شہر سے مشرق کی جانب نصف فرسخ کے فاصلہ [پر] ہے، یہاں کھجوروں کے باغات ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے چلے گئے تھے، میں [نے کوف]ہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا، جو سفید زمین پر نہایت سیاہ دھبہ [سا معلو]م تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم کی قبر ہے، باشندگان کوفہ ہر سال بہت سی لکڑیاں [لا]تے ہیں، اور اس کی قبر کے مقام پر سات دن تک جلاتے ہیں، اسی کے قریب ایک قبہ ہے، [جس] کے متعلق مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ اس میں المختار بن ابو عبید کا مزار ہے، پھر ہم نے کوچ کیا، اور

[ح]ضرت امام حسین علیہ السلام کے نامہ بر بن کر آئے تھے، مگر وقت کی ظالم حکومت نے آپ کو بد عہدی [سے ش]ہید کر دیا، (رئیس احمد جعفری)

بئر ملاقہ میں اترے، یہ ایک نہایت اچھا شہر کھجوروں کے باغات کے درمیان واقع اس سے باہر اترا تھا، اندر جانا بہت بڑا معلوم ہوا، کیونکہ یہاں کے باشندے شیعہ ہیں یہاں سے روانہ ہو کر ہم شہر حلہ[1] میں وارد ہوئے،

قدیم شہر حلہ:۔ وہاں کے باغات، مذہب شیعہ کے برسر پیکار فرقے

یہ ایک بہت بڑا شہر الفرات کے مشرقی کنارے آباد چلا گیا ہے، یہاں کے بازار اچھے اور ہر قسم کے صنائع اور پسندیدہ چیزوں کے جامع ہیں، یہاں آبادیاں بکثرت اور اندر اندر کھجور کے باغات بترتیب قائم ہیں، زیادہ تر مکانات باغوں ہی کے اندر ہیں، یہاں ایک بڑا پل ہے، جو کشتیوں کو دونوں کناروں تک جوڑ کر بنایا گیا ہے، اس کے دونوں کناروں پر لوہے کی زنجیریں تنی ہیں، جو دونوں کناروں پر لکڑی کے زبردست کندوں سے جو ساحل پر بندھی ہوئی ہیں۔

شہر کے تمام باشندے امامیہ اثناء عشریہ ہیں، ان کے دو فریق ہیں، ایک تو اکراد کے نام سے مشہور ہیں، اور دوسرے الجامعین، ان دونوں میں برابر جدال وقتال برپا رہتا ہے شہر کے بڑے بازار کے قریب ایک مسجد ہے، اس کے دروازے پر ایک ریشم کا پردہ لٹکا رہتا ہے، یہاں کے لوگوں نے اس کا نام مشہد صاحب الزماں رکھا ہے، ان کا دستور ہے کہ ہر شب کو سو آدمی اہل شہر سے نکلتے ہیں، یہ سب ہتھیار بند ہوتے ہیں اور ہاتھ میں ننگی تلواریں لئے امیر شہر کے دروازے پر عصر کی نماز کے بعد آتے ہیں، اس سے ایک زین کسا ہوا اور لگام لگا گھوڑا یا خچر لیتے ہیں، اور اس چوپائے کے سامنے، نقارے، نفیریاں اور قرنا بجاتے ہوئے، ان میں سے پچاس اس کے آگے، اور اتنے ہی پیچھے، اور کچھ اس کے داہنے اور کچھ بائیں مشہد صاحب الزماں پر آتے ہیں، اور دروازہ پر ٹھہر کر یہ الفاظ کہتے ہیں،

"اللہ کے نام پر اے صاحب الزماں اللہ کے نام پر! اب ظاہر ہو جئے۔ فسادات کا ظہور ہے ظلم کی کثرت ہے یہی آپ کے خروج کا زمانہ ہے، تاکہ آپ کی ذات مبارک سے لوگ حق وباطل میں امتیاز کر سکیں۔"

برابر اسی طرح کہتے رہتے ہیں، اور نماز مغرب تک قرنا۔ نقارے اور نفیریاں بجاتے رہتے ہیں

---

[1] بہت قدیم شہر ہے، عہد تاریخ سے بھی پیشتر کا گہوارہ روایات واساطیر، (رئیس احمد جعفری)

بھی قول ہے کہ اس مسجد میں محمد بن الحسن العسکری داخل ہوئے تھے، اور اسی میں غائب ہو گئے، اور
وہ عنقریب نکلنے والے ہیں، اور وہی ان کے نزدیک "الامام المنتظر" یعنی وہ امام ہیں جن کے
یا خروج کا انتظار کیا جا رہا ہے،

شہر حلّہ پر سلطان ابوسعید کی وفات کے بعد امیر احمد بن رمیثہ بن ابی نمی امیر مکہ نے قبضہ کر لیا،
سال تک داد حکمرانی دیتا رہا، یہ سیرت و صفات کے اعتبار سے بہت خوب آدمی تھا، پھر شیخ
سلطان عراق نے اس سے مقابلہ کیا، اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر اسے ہلاک کر دیا، اور
کے پاس جتنا کچھ زر و مال تھا، اور ذخائر گراں بہا تھے لے لئے،

حضرات شیعہ کا مسلک یہ ہے کہ امام محمد بن عسکری گو زندہ ہیں لیکن چشم مردم سے نہاں ہیں، جسے وہ اپنی اصطلاح میں
صغری اور غیبت کبریٰ " کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

غیبت صغریٰ ۲۶۶ھ میں بہ عہد خلیفہ معتمد عباسی شروع ہوئی، اور غیبت کبریٰ کا راضی ابن مقتدر عباسی کے دور
ہوا،

غیبت صغریٰ میں یہ کتاب اور وکلاء امت کے صالحین اور ائمہ کے مابین واسطہ تھے، اور غیبت کبریٰ میں یہ
ختم ہو گیا، پہلی اور دوسری غیبت کے درمیان ۷۰ سال کی مدت ہے، (رئیس احمد جعفری)

کربلا

قتل گاہِ حسینؓ

کربلا میں میرا داخلہ، مشہد حسین علیہ السلام کی زیارت، ضریح مقدس

حلہ سے روانہ ہو کر ہم کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔!

شہر کربلا مشہد حسین بن علی علیہما السّلام ہے، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، چاروں طرف سے اسے کھجور کے درخت ڈھانکے ہوئے ہیں، اسے دریائے فرات کا پانی سیراب کرتا ہے، روضۂ مقدسہ اسی کے اندر ہے، اس پر ایک بہت بڑا مدرسہ اور ایک متبرک زاویہ بنا ہوا ہے، اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، روضہ کے دروازہ پر حاجب اور مؤدب تعینات رہتے ہیں، ان کی بغیر اجازت کوئی شخص اندر داخل نہیں ہو سکتا، پہلے آستانہ شریف کو بوسہ دیا جاتا ہے، یہ چاندی کا بنا ہوا ہے، ضریح مقدس پر سونے اور چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، اور دروازوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں، اس شہر کے باشندے دو گروہ ہیں، اولاد رخیک اور اولاد فایزان دونوں گروہوں میں بازار قتال گرم رہا کرتا ہے، یہ سب امامیہ اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، انہیں کے فتنہ کی وجہ سے شہر ویران ہو گیا ہے، پھر یہاں سے ہم بغداد روانہ ہوئے۔!

خاک پاک بغداد

...د کے لوگ، وہاں کے حمام، کمالات، مزار مقدسہ، صوفیا، صلحا، خلفائے بغداد اور ائمہ عصر کی تربتیں

بغداد

دار السلام پایۂ تخت اسلام قدیر شریف اور فضل منیف کا حامل، خلفا کا مسکن علماء کا مرکز ہے،

بغداد کے بارے میں مشہور سیاح عالم ابن جبیر کے تاثرات

ابو الحسین بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہر حوادث کا شکار ہونے سے پہلے ... جو حالت تھی، اور مصائب کی نظر بد لگنے سے پہلے جو اس کی کیفیت تھی، اس کے لحاظ سے ایک پرانا ٹھیکرا سمجھنا چاہئے، نہ اس میں اب کوئی حسن ہے، جس کی طرف نظر متوجہ ہو، اور نہ کوئی ... ہے، جو دیکھنے والے کو مبہوت بنا لے، ہاں اس کے شرق اور غرب کے مابین ایک دجلہ ضرور ہے، جیسے اگر یہ کہا جائے کہ دو صحنوں کے مابین ایک آئینہ نمودار ہے تو درست و بجا ہے ... موتی کی لڑی سے تشبیہ دی جائے جو سینہ کے دو پہلوؤں سے نکل گئی ہو، تو راست و ... ہے اس کے آب جاری میں کوئی گدلا پن نہیں ہوتا، اور ایسا کیا ہوا آئینہ ہے، جو زنگ آلود نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ حسن حریمی ہے جس کی نشوونما اس کی ہوا اور پانی میں ہے،

... مدح و ذم کا ذکر شعروں میں، وہاں کے حسن دلآویزی کی داستان

... بیت سے لوگوں نے اس کی مدح و توصیف کی، اور اس کے محاسن کا ذکر کیا ہے،

بغداد کی ہجو بھی بعض شاعروں نے کی ہے، بعض اشعار بھی میرے والد رحمۃ اللہ علیہ مجھے کئی مرتبہ پڑھ کر سنائے۔

بحر بسیط	ترجمہ
بغداد دار لاھل والمال وسعتہ	بغداد تو مالداروں اور دولت مندوں کا گھر ہے اور
وللصعالیک دار الضنک والضیق	مفلسوں کے لئے جائے مصیبت۔
ظللت امشی مضافاقی ازقتہا	میں اس کی گلیوں میں سراسیمہ اور پریشان پھرتا رہا
کاننی مصحف فی بیت زندیق	میری شان زندیق کے گھر میں قرآن کی سی ہے،

بغداد کی تقویٰ شکن خواتین کا ذکر بھی بعض شعرا نے کیا ہے،

بحر کامل	ترجمہ
آھا علی بغدادھا وعراقہا	ہائے بغداد اور عراق،
وظبائہا والسحر فی احداقہا	وہ غزال رعنا اور وہاں کی چشم طراز
ومجالہا عند الفرات باوجہ	دریائے فرات کے کنارے ان کے چہرۂ زیبا کا جلوہ گری
تبدو اھلتہا علیٰ اطواقہا	ان کی گردنوں سے وہ طوق جو ہلال کی طرح درخشاں تھے
متبخترات فی النعیم کانما	ان نعیم دلیعنی کا رد جلہ میں ان کے وہ ناز و انداز
خلق الھوی العذری من اخلاقہا	جیسے عذرا کا عشق انہیں کے اخلاق سے وجود میں لایا گیا،

شہر بغداد کے پل، مدرسے اور مسجدیں وغیرہ

بغداد میں دو پل ہیں جن پر شبانہ روز مردوں اور عورتوں کی آمد و رفت رہتی ہے، بغداد میں گیارہ مسجدیں ایسی ہیں جن میں خطبہ پڑھا جاتا ہے، اور نماز جمعہ ہوتی ہے، مغربی جانب آٹھ مسجدیں ہیں، اور شرقی جانب تین ان کے سوا اور بھی بہت سی مسجدیں ہیں، یہی حالت مدرسوں کی ہے لیکن ویران ہو گئے ہیں،

بغداد کے سرد و گرم حمام، اور وہاں کے حیرت انگیز انتظامات

بغداد میں حمام بکثرت اور نادر ہیں، اکثر حماموں پر تارکول پھرا ہوا ہے، دیکھنے والے کو خیال ہوتا ہے کہ سیاہ سنگ مرمر کے ہیں، یہ تارکول ایک چشمہ سے نکالا جاتا ہے جو کوفہ اور بصرہ کے مابین ہے، اس

ہمیشہ اس کا سوت چلتا رہتا ہے، اور اس کے اطراف میں مثل گارے کے ہوتا ہے، اس میں سے گھر بغداد میں لاتے ہیں، یہاں کے حمام میں بہت سے خلوت خانے ہوتے ہیں، ہر خلوت خانہ کی سطح مع دیوار تک تارکول سے اور باقی اوپر کی نصف دیوار سفید گچ مخلوط سرخی سے پتی ہوتی ہے، دونوں ایک دوسرے سے خلاف رنگ نظر کے لطف کو دوبالا کرتے ہیں، ہر خلوت خانے کے اندر سنگ مرمر کا ایک حوض ہوتا ہے، اس میں دو ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں، ایک سے گرم پانی نکلتا ہے، اور دوسری سے ٹھنڈا، ہر شخص خلوت خانہ میں تنہا ہو کر نہاتا ہے، اس کا اگر کسی کے شریک کرنے کا ارادہ ہو تو خیر ورنہ کوئی نہیں ہو سکتا، ہر خلوت خانہ کے گوشہ میں ایک حوض نہانے کے لیے اور بھی ہوتا ہے، اس میں بھی گرم اور سرد ٹونٹیاں ہوتی ہیں، داخل ہونے والے کو تین تہبند دیئے جاتے ہیں، ایک باندھ کر نہاتا ہے، دوسرا نہا کر فارغ ہونے کے بعد باندھتا ہے، تیسرے سے جسم کا پانی پونچھتا ہے، میں نے شہر بغداد کے سوا اور اس قسم کا کہیں انتظام نہیں دیکھا،

حضرت معروف کرخی اور حضرت عون کے مزارات عالیہ

غربی جانب کے مشاہد میں سے معروف الکرخی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، یہ محلہ باب البصرہ میں واقع ہے، اس باب البصرہ کے راستہ میں ایک بہت بڑی عمارت والی زیارتگاہ ہے، اس میں ایک بہت بڑے تعویذ کا مزار ہے، اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے " ھذا قبر عون من اولاد علی بن ابی طالب (یہ عون کا مزار ہے، علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں) یہیں خلیفہ ابوجعفر منصور کی جامع مسجد ہے،

حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کا مزار مبارک

اسی جانب حضرت موسیٰ کاظم کا مزار ہے، اس کے ایک جانب جواد کا مزار ہے، یہ دونوں مزارات مقبرے میں ہیں، ان پر ایک چبوترہ لکڑی کے تختوں سے ڈھکا ہوا ہے، اس پر چاندی کی تختیاں ہیں

بغداد کی شرقی جانب کی عمارتیں، مسجدیں اور مدرسے وغیرہ

بغداد کی اس جہت شرقی میں بہت سے نہایت اچھی ترتیب کے بازار ہیں، ان میں سب سے بڑے کا نام سوق الثلاثاء ہے، اس میں صناعے علیحدہ علیحدہ ہے، اس بازار کے وسط میں مدرسۃ النظامیہ[1] ہے،

---

[1] اپنے زمانہ میں یہ مدرسہ عالم اسلام کا سب سے بڑا دارالعلوم تھا، (رئیس احمد جعفری)

یہ ایسا عجیب ہے کہ اپنی خوبی کی وجہ سے ضرب المثل بن گیا ہے، اس کے آخر میں المدرسہ المستنصریہ ہے، اس کی نسبت امیر المومنین المستنصر باللہ ابی جعفر بن امیر المومنین الظاہر بن امیر المومنین الناصر کی طرف کی جاتی ہے، اس میں چاروں مذاہب ہیں، ہر مذہب کے لئے علیحدہ علیحدہ محل ہوئے ہیں، ہر ایک میں مسجد اور درس دینے کی جگہ ہے، مدرس کی نشست گاہ ایک لکڑی کے چھوٹے قبہ میں کرسی پر ہے، جس پر فرش ہوتا ہے، مدرس جب بیٹھتا ہے تو اس کے چہرہ سے اطمینان اور وقار برستا ہے، سیاہ کپڑے پہنے اور عمامہ باندھے ہوتا ہے، اس کے داہنے اور بائیں دو شخص اور ہوتے ہیں، جو مدرس کے بیان کئے ہوئے مضمون کو مکرر بیان کرتے ہیں، ان چاروں محل میں سے ہر نشست کی یہ ترتیب ہے، اس مدرسے کے اندر طالب علموں کے لئے حمام اور وضو کرنے کا مقام ہے،

شرقی جہت میں ان مساجد میں سے جن میں جمعہ ہوتا ہے، تین مسجدیں اور ہیں، ایک جامع الخلیفہ ہے، یہ قصر ہائے خلفاء اور ان کے مکانات کے قریب ہے یہ جامع مسجد بہت بڑی ہے اس میں سقایے اور وضو اور غسل کے لئے بہت سی طہارت گاہیں بنی ہیں؛

دوسری جامع الجامع السلطان ہے یہ بیرون شہر ہے، اس کے متصل محل ہیں، یہ السلطان کی طرف منسوب ہیں

تیسری جامع مسجد جامع الرصافہ ہے اسکے اور جامع السلطان کے مابین تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔

مقابر خلفائے بغداد امام ابو حنیفہ کا مزار، امام حنبل کی تربت حضرت شبلی کی قبر مبارک

خلفاء عباسیہؓ کے مزارات زیادہ تر تو رصافہ میں ہیں، اور ہر مزار پہ صاحب مزار کا نام لکھا ہوا ہے، ان میں سے مہدی، ہادی، امین، معتصم، واثق، متوکل، منتصر، المستعین، المعتز، المہتدی، المعتمد، المعتضد، المکتفی، المقتدر، القاہر، الراضی، المتقی، المستنجد، المستضی خلیفہ ہے اس پہ تاتاریوں نے تلوار سے حملہ کیا تھا، اور اسے قتل کر دیا، اور بغداد سے عباسی خلافت کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دیا، یہ واقعہ ۶۵۶ھ میں ہوا تھا۔

لے سعدیؒ نے بڑا پر درد مرثیہ لکھا تھا، ایک شعر سن لیجئے۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

(رئیس احمد جعفری)

ناقہ کے قریب الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، اس پر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے،
بھی ہے، اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، شہر بغداد میں سوا اس خانقاہ کے آج کوئی
نقاہ نہیں ہے جس میں کھانا کھلایا جاتا ہو۔ اللہ برتر کی ذات پاک ہے، جو اشیاء کو پیدا کرتی
پھر انہیں بدل دیتی ہے، اسی کے قریب امام ابی عبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مزار
اوپر کوئی قبہ نہیں، کہتے ہیں کہ آپ کے مزار پر کئی مرتبہ قبہ بنایا گیا، لیکن ہر مرتبہ خدا کی قدرت
م ہوگیا، باشندگان بغداد آپ کے مزار کی بہت تعریف کرتے ہیں، اور اکثر آپ ہی کے
پر ہیں، اسی کے قریب ابی بکر الشبلی کا مزار ہے، جو متصوفہ کے ائمہ رحمہ اللہ میں سے ہیں، اور
بشر الحافی، داؤد الطائی اور ابی القاسم الجنید رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات ہیں،

شندگان بغداد کا ہر جمعہ کا دن ان مشائخ میں سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے جمع ہوتا ہے، اور
ں دوسرے شیخ کے لئے، اسی طرح آخر ہفتوں تک سلسلہ چلا جاتا ہے، بغداد میں صالحین اور
ی اللہ عنہم کے بہت سے مزارات ہیں،

داد کی اس جہت شرقی میں پھل پھلاری نہیں ہوتیں، یہاں جہت غربی سے لاتے ہیں، کیونکہ یہاں
اور باغیچے بکثرت ہیں۔

ب میرا بغداد پہونچنے کا اتفاق ہوا تھا، تو ملک العراق یہیں تھا، اس لئے یہاں اس کا ذکر کرنا
ب معلوم ہوتا ہے،

وخراسان کے سلطان جلیل ابوسعید بہادر خان کا تذکرہ جمیل،

وہ السلطان الجلیل ابوسعید بہادر خاں ہے، خان کا لفظ ان کے یہاں بادشاہ کے معنی میں استعمال
ہے، یہ السلطان الجلیل محمد خدا بندہ کا بیٹا ہے، یہ وہ شخص ہے، جو ملوک تاتار میں سے اسلام
ا، اس کے نام کے تلفظ میں اختلاف ہے، انہیں اختلاف کرنے والے گروہ میں سے وہ گروہ
ہے جو اس کا نام خدا بندہ کہتا ہے، جس کے معنی عبداللہ ہیں، کیونکہ زبان فارسی میں لفظ خدا
نام ہے، اور بندہ کے معنی غلام یا عبد کے ہیں، خدا بندہ کا بھائی قازغان تھا، لوگ اسے
کہنے لگے،

دا بندہ جب مرگیا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا ابوسعید بہادر خان والی ملک ہوا، یہ بڑا فاضل اور
شخص تھا، اور جب برسر اقتدار ہوا ہے، تو بہت کم عمر تھی، جب میں نے اسے بغداد میں دیکھا،

تو یہ جوان اور تمام لوگوں سے بہت زیادہ صاحب جمال تھا، اور اس کے رخسار سے سبزہ آغاز ہوتے تھے، اس وقت اس کا وزیر الامیر غیاث الدین محمد بن خواجہ تھا، اس کا باپ ایک یہودیہ کے بطن سے تھا، جس نے اپنی قوم سے قطع تعلق کر لیا تھا، اسے السلطان محمد خدا بندہ لیا کے والد نے اپنا وزیر بنایا تھا، میں نے ان دونوں کو ایک دن دجلہ میں دخانی کشتی پر دیکھا جسے لوگ "الشبارۃ" کہتے ہیں، اس کے سامنے دمشق خواجہ الامیر الجوبان کا بیٹا جو ابی سعید پر متغلب ہوا تھا، بیٹھا تھا، اور اس کے داہنے اور بائیں دو کشتیاں اور تھیں، ان میں ارباب غنا بیٹھتے تھے،

میں نے اس دن اس کی سخاوتوں میں سے دیکھا کہ اندھوں کا ایک گروہ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا، اور اپنے ضعف حال کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کپڑے اور ایک غلام عطا کیا کہ جہاں یہ جانا چاہے ہاتھ پکڑ کر لے جایا کرے، اور ہر ایک کے نفقہ بھی جاری کر دیا۔

جب سلطان ابو سعید والی مملکت ہوا اور وہ صغیر سن تھا، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، تو امیر الجوبان اس پر غالب ہوگیا، اور بالآخر قتل کر دیا گیا،

جب الجوبان قتل کیا گیا تو اس کی اور اس کے بیٹے کی میتیں عرفات میں لا کر رکھی گئیں، اور پھر تربت میں دفن کرنے کے لئے مدینہ لے جائی گئیں، جو الجوبان نے مسجد رسول اللہ صلعم کے پاس اپنے لئے مخصوص کی تھی، چنانچہ اس فعل سے روکا گیا، اور البقیع میں دفن کیا گیا۔ الجوبان وہی شخص ہے جس نے مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں پانی پہنچایا تھا،

جب السلطان ابو سعید الملک کا مستقل مالک ہوگیا تو الجوبان کی لڑکی سے جو سارے بغداد میں حسن میں لاثانی تھی، اسے بغدادی خاتون کہتے ہیں، اور یہ شیخ حسن کے تحت میں تھی، جس نے اس کے مرنے کے بعد اس کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا، یہ اس کی پھوپھی کا بیٹا تھا، اس نے اسے حکم دیا کہ خاتون مذکورہ سے دست بردار ہو جائے، چنانچہ اس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر ابو سعید نے اس کے ساتھ شادی کر لی، اس کے لئے یہ تمام عورتوں میں زیادہ اقتدار والی تھی۔ اور اتراک اور تاتاریوں میں عورتوں کا بہت اقتدار مانا جاتا ہے، چنانچہ جب یہ کوئی حکم نامہ لکھتے ہیں، تو یہ لکھتے ہیں، السلطان اور خواتین کی طرف سے، اور تمام خاتونوں کا کل بلاد و ولایات اور ملک کے محصولوں میں بہت بڑا حصہ ہے، جب یہ سلطان کے ساتھ سفر کرتی ہے، تو علیحدہ کرتی ہے،

یہ خاتون ابی سعید پر بہت غالب آگئی تھی اور دیگر عورتوں پر اسے تفوق رہا، اسی حالت میں مدت گذر گئی، پھر اس نے ایک اور عورت سے شادی کر لی، اس کا نام دلشاد تھا، اس سے اسے محبت ہو گئی، اور بغداد خاتون کی محبت جاتی رہی، اس سے اسے بہت گڑاہ پیدا ہوا، اس نے ایک زہر آلود رومال دے دیا، جب جماع کے بعد اس نے اس سے پونچھا تو مر گیا، کوئی ماندہ اس کا والی وارث نہ تھا، ہر طرف سے امراء نے اس کی مملکت پر غلبہ کیا، چنانچہ جب ہی ہم اس کا ذکر کریں گے،

جب امیر کو یہ معلوم ہوا کہ بغداد خاتون نے اسے زہر سے ہلاک کر دیا ہے، تو سب اس کے متفق ہو گئے، اس کے قتل کے بعد الشیخ حسن ملک عراق عرب میں مستقل ہو گیا، اور السلطان کی بیوی دلشاد سے شادی کر لی،

شہر تبریز میں آمد

بغداد سے نکل کر ہم محلہ سلطان ابوسعید میں آئے کہ بادشاہ کی سواری کا نظارہ کریں، دس دن یہاں رہے ہم پھر تبریز میں داخل ہوئے اور آبادی سے باہر ایک جگہ پڑاؤ کیا، جو "دارالشام" نام سے معروف ہے یہاں سابق شاہ عراق قازان کی قبر بھی ہے، یہاں ایک بہت عمدہ مدرسہ بھی اور زاویہ بھی ہے، جہاں ہر مسلمان کو روٹی، گوشت، گھی کا داغ دیئے ہوئے چاول حلوہ وغیرہ ملتا ہے،

امیر علاؤالدین محمد نے جن کے ساتھ میں یہاں آیا تھا مجھے اس زاویہ میں یہاں اتارا جہاں ہر طرف چشمے ابل رہے تھے، اور درخت لہلہا رہے تھے،

دوسرے روز ہم شہر میں اس دروازے سے داخل ہوئے، جو باب بغداد کے نام سے پکارا جاتا ہے، آگے چل کر ہمیں ایک وسیع بازار ملا جو "سوق قازان" کے نام سے مشہور ہے، شاید یہ دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، اس میں ہر صنعت کا حصہ الگ الگ ہے جس کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، جوہریوں کے بازار سے جب میرا گذر ہوا تو وہاں قسم قسم کے جواہرات دیکھ کر حیرت ہو گئی، اس میں فروخت کا کام خوبصورت غلام کرتے تھے، جو نہایت پر تکلف لباس میں ملبوس تھے، اور ان کی کمریں ریشمی پٹکوں سے بندھی ہوئی تھیں، تاجروں کے سامنے سے جواہرات اٹھا کر ترک عورتوں کو دکھاتے تھے، وہ بکثرت خریدتیں، یہ سارا رنگ ڈھنگ دیکھ کر مجھے فتنہ کا اندیشہ ہوا اللہ اس سے پناہ میں رکھے،

پھر ہم عنبر اور مشک کے بازار میں داخل ہوئے، وہاں بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دیکھا، پھر المسجد الجامع گئے، اسے الوزیر علی شاہ المعروف بجلیان نے تعمیر کرایا تھا اس کے قبلہ کے

لے اصل عبارت یہ ہے۔ حد الاسرتی المطبوخ بالسمن![1]

طرف ایک مدرسہ ہے، اور بائیں طرف ایک خانقاہ، اس کا فرش مرمر کا ہے، اور دیواریں
کی، جوزنج کے مشابہ ہوتا ہے، اس کے اندر سے ایک پانی کی نہر نکل گئی ہے، اس میں طرح
کے درخت، انگور کی بیلیں اور چنبیلی کے درخت لگے ہیں، ان کا دستور ہے کہ روزانہ نماز عصر
صحن مسجد میں سورۂ یٰسین، سورۃ الفتح، سورۂ عمّ پڑھتے ہیں، اور اس کے لئے تمام
لوگ جمع ہوتے ہیں،

ایک رات شہر تبریز میں رہے، پھر دوسرے دن السلطان ابی سعید کا حکم الامیر علاؤ الدین
کہ آپ مجھ سے ملئے، چنانچہ میں امیر مذکور ہی کے ساتھ پلٹ گیا، اور تبریز کے علماء میں
سے نہ مل سکا، پھر ہم روانہ ہو کر المحلۃ السلطان میں پہونچے، امیر مذکور نے میرے متعلق پوچھا
نے دیئے، اور سواری عنایت کی، امیر مذکور سے یہ بھی عرض کیا کہ ان کا الحجاز الشریف جانے
ہے، سلطان نے میرے زاد وراہ اور محمل کے ساتھ جانے کا بندوبست کر دیا، اور میرے لئے
متعلق امیر بغداد خواجہ معروف کو لکھ دیا۔

موصل اور دیار بکر

چونکہ حجازی قافلہ کے روانہ ہونے میں ابھی دو مہینے کی دیر تھی، لہٰذا جی میں آئی موصل اور دیار بکر کی سیر بھی کر دوں، پھر جب قافلہ کے روانہ ہونے کا وقت آئے تو واپس آجاؤں گا،

اس ارادہ کے پیش نظر میں نے کوچ کیا، اور نہر دجیل پر پہونچا، یہ دجلہ سے بہت سے مواضعات کو سیراب کرتی ہے، دو روز کے بعد ہم ایک بڑے سے قریہ پہنچے، جو حربہ کے نام سے مشہور ہے، بہت شاداب، اور سرسبز مقام ہے، آگے بڑھ کے قریب ایک قلعہ میں گزر ہوا جسے "المعشوق" کہتے ہیں،

لے موصل عراق کا شہر ہے، ۱

یہ شہر اپنی ایک مستقل تاریخ رکھتا ہے، عجیب، دلچسپ، سبق آموز، ۱

یہاں سلطان صلاح الدین ایوبی کا پرچم بھی لہرا چکا ہے،

اس سرزمین پر کئی سو برس تک ترکوں نے بھی داد حکمرانی دی،

پھر انگریز نمودار ہوئے، انہوں نے عربوں کو ترکوں سے متنفر کر دیا، ترک اور عرب گریباں ہو گئے، اور انگریزوں نے قبضہ کر لیا، کیونکہ پٹرول کے مواصلات کا بڑا مرکز تھا،

ترکوں اور عراقیوں کے مابین موصل کا وجود عرصۂ دراز تک وجہ نزاع بنا رہا، (رئیس احمد جعفری)

اس قلعہ کے شرقی جانب ایک شہر ہے، جس کا نام "سرمن رائی" ہے، اسے سامرا بھی کہتے ہیں، اور سام راہ بھی[1] زبان فارسی میں اس نام کے معنی سام کا راستہ ہوئے، یہ بڑی حد تک ویران ہو چکا ہے، کچھ باقیات رہ گئے ہیں، اس کی ہوا نہایت معتدل ہے، یہ بلاؤں اور دست برد زمانہ کے نہایت خوب صورت ہے، اس میں بھی صاحب الزمان کا مشہد ہے، جیسا کہ الحلتہ میں ہے، پھر یہاں سے ایک منزل روانہ ہو کر ہمارا شہر تکریت میں ورود ہوا، یہ ایک بڑا شہر ہے، اس کی حدیں پاکیزہ ہیں بہت وسیع بازار نہایت اچھے ہیں، مسجدیں بکثرت اور یہاں کے باشندے نہایت خوش اخلاق ہیں، دجلہ اس کی جہت شمالی میں واقع اور لب دریائے مذکور ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے، یہ شہر بہت قدیم ہے اور اس کے چاروں طرف شہر پناہ بنی ہوئی ہے، پھر ہم نے یہاں سے دو منزل کوچ کیا، اور ایک گاؤں میں وارد ہوئے، جسے العقر کہتے ہیں، یہ بھی دریائے دجلہ کے کنارے ہے،

پھر ایک مقام میں وارد ہوئے جسے القیارہ کہتے ہیں، یہ دجلہ کے قریب ہے، اور یہاں کی زمین سیاہ رنگ کی ہے، اس میں بہت سے چشمے ہیں، جن سے تارکول نکلتا ہے، اس کے حوض بناتے ہیں، اور اس میں اسے جمع کرتے ہیں، اس وقت یہ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ پر گارا، اس کا رنگ نہایت سیاہ چمکتا ہوا ہوتا ہے، اور اس میں سے خوشبو آتی ہے، ان چشموں کے اطراف میں ایک بہت بڑا سیاہ تالاب ہے، اس پر کوئی چیز رقیق

---

[1] اس نقطہ کے تلفظ میں، مورخین کے درمیان کافی اختلاف رائے ہے،
کوئی "سام راہ" کہتا ہے، کوئی "سامرا"، لیکن اس کا صحیح تلفظ ہے،
"سرمن رائی"
یعنی!
جس نے اسے دیکھا خوش ہوا
یہ شہر اپنی رعنائیوں کے اعتبار سے مستحق بھی اسی نام کا تھا، اسے اگر صفحہ ارض پر جنت کے ایک ٹکڑے سے تعبیر دی جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا،
لیکن اب؟
اب یہ ایک کھنڈر ہے!

(رئیس احمد جعفری)

کائی کی طرح آجاتی ہے ، جب تھپیڑوں سے یہ کنارے پر آجاتی ہے ، تو یہ بھی تارکول بن
اس مقام کے قریب ایک بڑا چشمہ ہے ، جب اس میں سے تارکول نکالنا چاہتے ہیں
پر آگ جلاتے ہیں ، اس آگ سے اس کی رطوبت مائیہ جو کچھ ہوتی ہے ، خشک
ہے ، پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کرلے جاتے ہیں ، دو منزل کوچ کیا ، اور م
گئے ۔

شہر موصل ، وہاں کے حالات ، قلعے ، عمارتیں ، مسجدیں ، زاویے و

یہ شہر نہایت پرانا اور بہت سرسبز ہے ، یہاں کا قلعہ بہت مشہور ہے ، جو
الحدباء ہے ، نہایت شاندار اور بے مثل شہرۂ آفاق ہے ، اس کی شہر پناہ بہت مضبوط
والی ہے ، اور سلطان کے مکانات اس سے ملے ہوئے ہیں ، ان کے مابین حد فاصل ایک
وسیع سڑک اعلیٰ شہر سے اسفل شہر تک واقع ہے ، وہ نہایت مستحکم شہر پناہ ہے
ان میں بکثرت قریب قریب برج بنے ہیں ، شہر پناہ کے اندرونی جانب
تلے اوپر چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہیں ، میں نے دوسرے شہروں کی شہر
سوا دارالسلطنت ہند شہر دہلی کی شہر پناہ کے کوئی ایسی شہر پناہ نہیں دیکھی اس
جامع مسجد بھی ہے ، دجلہ کے کنارہ موصل کی سرائے بہت بڑی ہے ، اس میں مسجدیں
حمام دوکانیں اور بازار بکثرت ہیں ، مسجد جامع لب دجلہ واقع ہے ، جس کے چاروں
لوہے کی کھڑکیاں ہیں ، اور اس سے ملے ہوئے چبوترے بنے ہیں ، جن سے دجلہ کا پانی
ہے ، یہ نہایت خوبصورت اور پائیدار ہیں ، اور اس کے سامنے ایک شفاخانہ بھی ہے ،

شہر کے اندر دو جامع مسجدیں ہیں ، ان میں سے ایک تو پرانی ہے ، اور دوسری نئی ، ان
سے نئی کے صحن میں ایک قبہ ہے ، اس کے اندر سنگ رخام کی ہشت پہل ایک
بنی ہوئی ہے ، اس پر سنگ رخام کا ایک فوارہ ہے ، جس سے نہایت زور شور کے ساتھ
پانی چلا کرتا ہے ، اور قد آدم بلند ہو کر اسی جگہ پلٹ کر گرتا ہے ، یہ نہایت دل
منظر ہوتا ہے ، شہر موصل کا چوک بازار نہایت نادر ہے ، اس پر لوہے کے در
لگے ہوئے ہیں ، اور چاروں طرف دوکانیں ہیں ، اور تلے اوپر حجرے بنے ہیں ، ان
بہت عمدہ ہے ۔

یونس علیہ السلام کا ٹیلہ و مشہد جرجیس نبی علیہ السلام

یہاں مشہد جرجیس النبی علیہ السلام ہے، اس پر ایک مسجد بنی ہے، اور مزار مبارک اس کے ایک زاویہ میں ہے، جو اندر جانے والے کے داہنی طرف پڑتا ہے، یہ الجامع الجدید اور الجسر کے مابین ہے، مجھے اس مزار مبارک کی زیارت کا شرف اور مسجد مذکور میں نماز کا نصیب ہوا ہے، اللہ برتر کا شکر

یہیں یونس علیہ السلام کا ٹیلہ ہے، اور اس سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک چشمہ ہے، اس کی نسبت بھی آپ ہی کی طرف کی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی امت کو اس میں پاک ہونے کا حکم دیا تھا، پھر یہ سب ٹیلہ پر چڑھے، اور دعا مانگی، اس کی وجہ سے اللہ نے ان سے عذاب دور کر دیا، اسی کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے، اور اس کے قریب ایک کھنڈر ہے، جو نینوا کہلاتا ہے،

نینوا کا خرابہ، حضرت یونس علیہ السلام کا شہر، آثار باقیہ

کہتے ہیں کہ یہی مقام وہ شہر ہے جو نینوی کے نام سے مشہور ہے، یہ یونس علیہ السلام کا شہر تھا، اس کے چہار طرف شہر پناہ کے آثار اب بھی موجود ہیں، اس کے دروازوں کے آثار بھی اب تک باقی ہیں، ٹیلہ پر ایک بہت بڑی عمارت ہے، اس میں ایک رباط بھی ہے، جس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کوشک، طہارت گاہیں اور سقائے بنے ہوئے ہیں، ان سب کے لئے ایک ہی دروازہ ہے، وسط رباط میں ایک حجرہ ہے، اس پر ریشم کا پردہ پڑا رہتا ہے، اس کا دروازہ چاندی کا ہے، کہتے ہیں کہ یہی وہ مقام ہے، جہاں یونس علیہ السلام رہتے تھے، اس رباط میں جو مسجد بنی ہے، اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں ان کی عبادت کی جگہ تھی، باشندگان موصل ہر جمعہ کی شب کو نکل کر اس رباط میں آتے ہیں، اور اس میں عبادت کرتے ہیں، باشندگان موصل نہایت خوش اخلاق شیریں کلام اور صاحب فضل و کرم ہیں، مسافروں سے بڑی محبت کرنے اور نہایت عزت و تواضع سے پیش آتے ہیں،

میرے جانے کے زمانہ یہاں کا امیر السید الشریف الفاضل علاء الدین علی بن شمس الدین محمد الملقب بہ ... بہت بڑے فاضلوں میں سے تھا، اپنے گھر میں مجھے اتارا، اور جب تک میں اس کے پاس

رہا، میرے سارے مصارف کا کفیل رہا، اس کا صدقہ اور ایثار مشہور ہے، السلطان ابی سعید اس کی بہت عظمت کرتا تھا، یہ شہر اور اس کے اطراف وجوانب کے سب اس کے اختیار میں دے دیئے تھے، اس کی سواری بڑی دھوم دھام سے نکلتی ہے، جس کے ساتھ تمام غلاموں اور لشکروں کا جلوس ہوتا ہے، شہر کے اعیان کبار صبح وشام سلام کرتے آتے ہیں، بہت بہادر اور بہ حیثیت شخص ہے، یہ سطریں جب لکھی جا رہی تھیں، اس کا لڑکا دار السلطنت فاس[1] میں تھا، جو غریب الوطن لوگوں کا مستقر، فرقوں کا ملجاؤ ماوٰی قافلوں اور گروہوں کا مقام آسائش ہے خدا اسے مولانا امیر المومنین کے عہد سعادت میں مسرت اور ترقی عطا فرمائے، اور اس کے اطراف جوانب کو حفاظت و پناہ میں رکھے پھر ہم موصل سے روانہ ہو کر ایک گاؤں میں اترے اسے عین الرصد کہتے ہیں، یہ ایک نہر پر ہے جس پر پل بندھا ہوا ہے، اس میں ایک بہت بڑی سرائے بھی ہے، پھر ہم نے کوچ کیا، اور ایک گاؤں میں پہنچے جسے المویلحہ کہتے ہیں،

جزیرہ ابن عمر میں آمد، جبل جودی کا نظارہ عجیب

پھر ہم جزیرہ ابن عمر میں پہنچے، یہ ایک بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے، اور ہر چہار اطراف سے وادی احاطہ کئے ہوئے ہے، اسی لئے اسکا نام جزیرہ ہے، اس کا اکثر حصہ ویران ہے بازار نہایت اچھا ہے، اور مسجد بہت پرانی پتھر کی بنی ہوئی ہے اس کا کام بہت پائیدار ہے نیز اسکی شہر پناہ بھی پتھر کی ہے، یہاں کے باشندے فاضل اور مسافروں سے محبت کرتے ہیں، ہم جس دن یہاں پہنچے تو کوہ جودی کو دیکھا جس کا اللہ عزوجل کی کتاب میں اس طرح ذکر ہے کہ نوح علیہ السّلام کی کشتی اس پر ٹھہری تھی، یہ پہاڑ بہت اونچا اور مستطیل ہے،

دنیا میں جنّت کا ٹکڑا، شہر نصیبین

بعد ازاں ہم شہر نصیبین[2] میں وارد ہوئے یہ ایک پرانا شہر متوسط درجہ کا ہے، اس کا اکثر حصہ اجاڑ ہے، اور ایک فراخ خوش فضا میدان میں واقع ہے، اس میں آب جاری، اثمار فراواں اور باغات کی بہتات ہے، اور درخت ترتیب سے واقع ہیں، یہاں عرق گلاب لیا عمدہ بنتا

---

[1] جنوبی افریقہ کا مردم خیز شہر۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] ایک نہایت قدیم شہر۔ (رئیس احمد جعفری)

اس کی خوشبو اور ذائقہ کی کہیں نظیر نہیں ملتی، اس کے گرد ندی اس طرح احاطہ کئے ہوئے ہے، جس طرح کنگن کلائی کو احاطہ کئے ہوتا ہے، یہ قریب کے ایک پہاڑی چشمہ سے نکلتی ہے، اور کئی حصوں میں منقسم ہو جاتی ہے، یہ باغات میں سے ہو کر نکلتی ہے، ان نہروں میں سے ایک نہر شہر میں چلی جاتی ہے، اور راستوں اور گھروں میں سے ہو کر نکلتی ہوئی مسجد اعظم کے صحن میں گزرتی ہے، اور دو تالابوں میں گرتی ہے، ایک تالاب تو وسط صحن میں ہے، اور دوسرا شرقی دروازہ کے پاس ہے، اس شہر میں ایک شفاخانہ اور مدرسے ہیں، یہاں کے باشندے نیکوکار، دیندار، سچے اور امانت دار ہیں۔

پھر ہم شہر سنجار میں وارد ہوئے، یہ بہت بڑا شہر ہے، پھل پھلاریاں اور درخت بکثرت ہیں، چشمے اور نہریں بھی ہیں، اس کی آبادی روئے کوہ پر ہے، کثرت انہار و باغات کی وجہ سے دمشق کے مشابہ ہے، یہاں کی جامع مسجد کی برکت مشہور ہے، کہتے ہیں کہ یہاں دعا ضرور قبول ہوتی ہے، اس کے گرد ایک اور پانی کی نہر ہے، جو اس میں سے ہو کر نکلتی ہے، باشندگان شہر کرد ہیں، بہادر اور صاحب کرم جن لوگوں سے میں اس شہر میں ملا ان میں سے الشیخ الصالح العابد الزاہد عبداللہ الکردی منجملہ مشائخ کبار کے صاحب کرامات ہیں، کہتے ہیں کہ آپ چالیس دن کے بعد افطار کیا کرتے تھے، اور وہ بھی جو کی آدھی روٹی سے، میں سنجار کے پہاڑ کی چوٹی پر ایک کنڈ پر آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تھا، آپ نے میرے لئے دعا کی تھی، اور زاد راہ کے لئے کچھ درا ہم بھی دیئے تھے، جو میرے پاس سے کبھی جدا نہیں ہوئے، حتیٰ کہ کفار ہنود نے مجھ سے چھین لئے، پھر میں شہر دارا کی سمت روانہ ہوا۔

شہر ماردین اور وہاں کا سخی داتا سلطان ذی الشان

شہر دارا میں وارد ہوا، یہ پرانا شہر ہے، یہاں سے شہر ماردین میں وارد ہوئے، یہ بھی ایک بڑا شہر اور روئے کوہ پر واقع ہے، یہاں ایک کپڑا بنتا ہے، جو اسی کی طرف منسوب ہے یہ اونی ہوتا

ملے شہر سنجار میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پہاڑ کے اوپر مسجد ہے، اسی میں قنبر کا ٹیلہ بھی ہے، کہتے ہیں کہ اس پہاڑ کی چوٹی سے نوح علیہ السلام کی کشتی ٹکرا کر ٹوٹ گئی تھی، اسی لئے اس جگہ کا نام سنجار ہو گیا۔

ہے، اور اسے مرزعہ کہتے ہیں،

یہاں کا بادشاہ الصالح ابن الملک المنصور ہے، بادشاہ کے مکارم بہت مشہور ہیں، سرزمین عراق شام اور مصر میں اس سے زیادہ کریم بادشاہ کوئی نہیں، اس کے پاس شعرا اور فقراء آتے ہیں، ان کو عطایائے جزیل سے سرفراز فرماتا ہے، اس کی مدح میں ابو عبداللہ محمد بن جابر الاندلسی المروی الکفیف بھی قصیدہ لے کر گیا تھا، اسے صلہ میں بیس ہزار درہم عطا کیے، اس کی بہت سی صدقات کی مدیں ہیں، مدرسے اور خانقاہیں ہیں، جن میں لوگوں کو کھانا ملتا ہے، بادشاہ کا وزیر بہت مرتبہ کا شخص الامام العالم، وحید الدہر فرید العصر جمال الدین السنجاری ہے، اس نے تبریز میں علم حاصل کیا، اور علمائے کبار کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہے، اس کے قاضی القضاۃ الامام الکامل برہان الدین الموصلی ہیں، قاضی مذکور دیندار متورع اور صاحب فضل ہیں ایسے موٹے جھوٹے ادنی کپڑے زیب تن کئے رہتے ہیں، جن کی قیمت دس دراہم تک بھی نہیں پہنچتی، اور ایسا ہی عمامہ بھی زیب سر رکھتے ہیں، اکثر اجرائے احکام کے لئے صحن مسجد میں مدرسے سے باہر تشریف فرما ہوا کرتے ہیں، یہیں آپ عبادت بھی کیا کرتے ہیں، جو شخص آپ کو نہ پہچانتا ہو، دیکھ کر یہ خیال کرتا تھا، کہ قاضی کا کوئی خادم یا مددگار ہے،

پھر بغداد

اور

پھر سفر مکہ

ماردین میں کچھ روز ٹھہر کر میں بغداد واپس چلا، موصل پہنچا تو وہ قافلہ ملا جو بغداد جا رہا تھا، اس
ایک برگزیدہ بی بی بھی تھیں، جنہیں "ست زاہدہ" کہتے تھے، کئی حج کر چکی تھیں اور
الدہر تھیں، میں انہی کے جوار میں رہا، ان کے ساتھ فقراء کا ایک گروہ بھی تھا جو ان کی
ت کیا کرتا تھا، اسی حالت میں کہ قافلہ رواں تھا، خاتون موصوف نے زرود میں وفات
اور وہیں دفن کی گئی،

پھر ہم شہر بغداد پہنچے، وہاں دیکھا تو حاجی بڑے زور و شور سے کوچ کی تیاری میں مصروف
میں امیر معروف خواجہ کے پاس گیا، اور جن چیزوں کا سلطان نے میرے لئے حکم کیا تھا، وہ
طلب کیں، آپ نے میرے لئے آدھا اونٹ چار آدمیوں کا زادِ راہ اور حسب ضرورت پانی
ر کیا، اور اس کے لئے مجھے تحریر دے دی، اور امیر الرکب پہلوان محمد الحویج کا میرا سامنا
دیا، اور میرے لئے بہت کچھ ان سے کہہ سن بھی دیا، میرے اور ان کے مابین پہلی شناسائی
تھی، اب اس سے اور بھی تاکید ہو گئی، میں برابر اس کے جوار ہی میں رہا، مجھ پر بہت احسان
رتا تھا، اور جس قدر اسے کہا سنا گیا تھا، اس سے بھی زائد ہی میرے ساتھ حسن سلوک
سے پیش آتا تھا،

مکہ معظمہ میں دوبارہ آمد، حصول برکات و فیوض

جب ہم کوفہ سے نکلے تو مجھے مرض اسہال لاحق ہو گیا، لوگ مجھے دن میں کئی مرتبہ محمل کے اوپر

ے آتا تے مجھے مرض بھی لاحق رہا حتیٰ کہ میں مکہ پہنچ گیا، اور بیت الحرام کا طواف القدوم چونکہ میں کمزور تھا اس لئے نماز فرض بیٹھ کر ادا کرتا تھا، پھر طواف کیا، اور الامیر الحوتج کے پر بیٹھ کر الصفا والمروۃ کے مابین سعی کی، اور اس سال دوشنبہ کے دن وقوف کیا، جب ہم منیٰ اترے تو میری طبیعت اچھی ہونے لگی، جب حج پورا ہوچکا تو میں اس سال مکہ میں رہا،

اسی سال باشندگان مصر کے اکابر میں سے ایک بڑی جماعت یہاں مقیم تھی،

اس سال میں نے المدرسۃ المظفریۃ میں سکونت اختیار کی، اور خدا نے مجھے بیماری سے بھی نجات دی، الغرض میں نہایت اچھی زندگی بسر کرتا تھا، اور طواف، عبادت اور عمرہ کرنے کے لائق ہوگیا،

نصف ذیقعدہ میں الامیر سیف الدین یلمک آیا، یہ فضلاء میں سے تھا، اور اس کے میرے وطن طنجہ کے الشرآسے پناہ میں رکھے بہت سے لوگ آئے،

الحرم شریف میں ان سب کی طرف سے بہت سے عام صدقات ہوئے، ان میں سب سے زیادہ صدقہ القاضی فخر الدین نے کیا، اسی سال ہمارا وقوف جمعہ کے دن ۷۲۸ھ (مطابق ۱۳۲۷-۲۸ء) کے ہوا، جب حج ختم ہوچکا تو میں مکہ میں اللہ برتر نے اپنی حفاظت میں رکھا ۷۲۹ھ مطابق ۱۳۲۸-۲۹ء تک مقیم رہا، اسی سال احمد بن الامیر رمیثہ اور مبارک بن الامیر عطیفہ عراق سے آئے۔

یہ حضرات مجاورین اور اہل مکہ کے لئے سلطان ابوسعید ملک العراق کے پاس سے بہت سے صدقات لائے تھے، اسی سال السلطان ابوسعید کا نام الملک الناصر کے نام کے بعد خطبہ میں پڑھا گیا، اور اس کے لئے قبہ زمزم کے اوپر دعا مانگی گئی، اور پھر اس کے نام کے بعد سلطان الیمن الملک المجاہد نور الدین کا نام لیا گیا، لیکن الامیر عطیفہ نے اس امر پہ موافقت نہ کی، اور اپنے سگے بھائی منصور کو روانہ کیا، تاکہ الملک الناصر کو اس واقعہ سے مطلع کرے، لیکن رمیثہ نے اسے واپس لانے کا حکم کیا، جب یہ واپس آگیا تو پھر دوسری مرتبہ جدّۃ کے راستہ سے بھیجا اور اس نے الملک الناصر کو جا کر اس واقعہ کی خبر دے دی،

اسی سال یعنی ۷۲۹ھ مطابق ۱۳۲۸-۲۹ء کو ہم نے سہ شنبہ کو وقوف کیا، جب حج سے فارغ ہوچکا تو میں نے مکہ میں اللہ برتر اسے محفوظ رکھے ۷۳۰ھ مطابق ۱۳۳۰ء تک قیام کیا۔

...کتہ عطیفہ اور ایدمور امیر لشکر ناصر کے درمیان ہنگامہ آرائی

...سی موسم حج میں امیر مکہ عطیفہ اور ایدمور امیر جندار الناصری کے مابین فتنہ ہوا اس کا ... یہ تھا کہ تجار باشندگان یمن کے یہاں چوری ہو گئی تھی، انہوں نے آکر ایدمور سے ...ت کی، ایدمور نے مبارک بن الامیر عطیفہ سے کہا کہ ان چوروں کو حاضر کرو، اس نے ...دیا کہ میں ان کو جانتا تو ہوں نہیں لاؤں کیسے اس کے علاوہ اہل یمن ہمارے زیر حکومت ...اور تمہارا ہی ان پر کوئی حکم ہے، اگر باشندگان مصر اور شام کے یہاں کوئی چوری ...ہو تو اس کے متعلق بیشک تم مجھ سے باز پرس کر سکتے ہو، اس پر ایدمور نے اُسے گالی ...اور یہ کہا اے قواد تو ہم سے ایسی باتیں کرتا ہے، اور اُس کے سینہ پر ایک مکا مارا، وہ ...اور اس کا عمامہ اُس کے سر سے گر گیا، اس پر اُسے بہت غصہ آیا، اور اس پر اُس کے ...کو بھی طیش آیا، ایدمور اپنے لشکر کی طرف جانے کے لئے سوار ہوا، راستہ میں لسے ...ب اور اس کا غلام ملے، انہوں نے اسے اور اس کے غلام کو قتل کر دیا، حرم میں فتنہ ...ہو گیا، وہاں امیر احمد، الملک الناصر کے چچا کا بیٹا بھی تھا، ترکوں نے تیراندازی شروع کر دی ...ایک عورت کو قتل کیا، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ باشندگان مکہ کو قتال پر آمادہ کرتی ہے ...لشکر میں جو ترک تھے، وہ سب بارادۂ جنگ سوار ہو گئے، ان کا امیر ایک خاص ترک ... جب یہ حالت دیکھی تو قاضی، ائمہ اور مجاورین سب اپنے سروں پر قرآن شریف ...کر آگئے، اور درمیان میں پڑ کر صلح کرادی، حاجی مکہ میں داخل ہوئے جو کچھ یہاں ان کا مال ...سے لے کر مصر واپس ہو گئے۔

جب یہ خبر الملک الناصر کو پہنچی تو اُسے بہت شاق گزرا، اور مکہ کو لشکر روانہ کئے، الامیر ...فہ اور اس کا بیٹا مبارک بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کا بھائی رمیثہ اور اس کی اولاد وادی ...میں چلی گئی جب لشکر مکہ پہنچا تو الامیر رمیثہ نے اپنی اولاد میں سے ایک کو ...اور اپنے بیٹوں کی امان طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ اس پر انہوں نے امان دے دی ...اپنا کفن ہاتھ میں لئے ہوئے الامیر کے پاس آیا۔ اس نے اسے خلعت دی۔ اور ...س کے تسپرد کر دیا اور سارا لشکر مصر واپس آگیا الملک الناصر رحمۃ اللہ بیرو یاد اور ...ان مجموع تھا۔ میں اسی زمانہ میں مکہ شرفہا اللہ تعالےٰ سے بارادہ بلاد یمن نکلا، اور

جدہ میں وارد ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ساحل بحر پر واقع ہے کہتے ہیں کہ یہ اہل فارس کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس کے باہر قدیم تالاب بنے ہیں۔ اور ان میں ایک دوسرے کے پاس پاس سخت پتھر کے بے حد کنوئیں کھدے ہیں۔ جن کا شمار دشوار ہے اس سال بارش کم ہونے کی وجہ سے ایک دن کی مسافت کے بعد سے جدہ میں پانی آتا اور حاجی وہاں گھروالوں سے پانی مانگتے ہیں۔

جدہ کی جامع آبنوس، نماز جمعہ کے سلسلہ میں شوافع کا مسلک

جدہ میں ایک جامع مسجد ہے جسے جامع آبنوس کہتے ہیں، اس میں دعا ضرور مستجاب ہوتی یہاں کا امیر ابا یعقوب بن عبدالرزاق تھا، اور القاضی اور الخطیب، الفقیہ عبداللہ دونوں شافعی المذہب تھے، جب جمعہ کا دن ہوتا تو تمام لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے، موذن آتا، اور باشندگان جدہ کا جو وہاں مقیم تھے، شمار کرتا، اگر ان کی تعداد چالیس ہوتی خطبہ ہوتا، اور نماز جمعہ پڑھائی جاتی، اور اگر ان کا شمار چالیس تک نہ پہنچتا تو چار رکعت نماز ظہر پڑھائی جاتی، اور جو یہاں کے باشندے نہ ہوتے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو کوئی اعتبار نہ کرتا،

پھر ہم جدہ سے دریا کے سفر کے لیے جہاز پر سوار ہوئے، جسے وہاں کے لوگ الجلبہ کہتے ہیں، اس کا مالک رشید الدین الالفی الیمنی تھا، جو دراصل حبشی تھا، الشریف منصور ابی نمی دوسرے جلبہ پر سوار ہوئے، گو ان کی یہ خواہش تھی کہ میں انہیں کے ساتھ رہوں، لیکن میں نے اسے منظور نہ کیا، کیونکہ ان کے ساتھ ان کے اونٹ بھی تھے، اس سے پہلے میں نے کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا تھا، وہاں ایک باشندگان یمن کا گروہ بھی تھا، انہوں نے اپنا سامان راہ اور سامان اسی جلب میں لادا تھا، اور سفر کے لیے تیار تھے،

پھر ہم نے اسی دریا کا سفر اختیار کیا، دو دن تک تو ہوا اچھی چلتی رہی، لیکن اس کے بعد اس میں تغیر واقع ہو گیا، اور ہمیں آگے بڑھنے میں روک پڑ گئی، دریا کی لہریں جہاز کے اندر پہنچنے لگیں جن سے لوگوں کو ادھر ادھر جھکنے میں تکلیف ہونے لگی، اس ہولناک حالت میں ہم اس لنگر گاہ میں پہنچے، جسے راس دوائر کہتے ہیں، یہ عیذاب اور سواکن کے مابین ہے،

اس بندرگاہ میں ہم نے ایک عجیب بات دیکھی، کہ وادی کی طرح دریا میں سے ایک

[illegible]ب میں پانی بہہ کر نکلتا ہے، لوگ کپڑے کے کونے پکڑ کر پھیلا کر اس پانی میں غوطہ [illegible]تے اور باہر نکالتے تھے، وہ مچھلیوں سے بھرے ہوئے باہر نکلتے تھے، ہر مچھلی گز بھر [illegible]ہوتی تھی، اس مچھلی کا نام البوری تھا، لوگوں نے ان میں سے بہت سی مچھلیاں پکا ئیں [illegible]ڈیں،

[illegible]پھر ہم جزیرۃ سواکن میں پہنچے، نہ اس میں پانی ہے، نہ زراعت اور نہ درخت لوگ کشتیوں [illegible]ر کر وہاں پانی لے جاتے ہیں، یہ بہت بڑا جزیرہ ہے، اس میں شتر مرغ ہرنوں اور گورخر [illegible]ت بکثرت ملتا ہے، ان کے پاس بکریاں بھی بہت ہیں، اور دودھ اور گھی کی [illegible]ت ہے،

[illegible]جزیرۃ سواکن کا سلطان الشریف زید بن نمی تھا، اور اس کا باپ امیر مکہ اور اس کے [illegible]ں بھائی اس کے بعد وہاں کے امیر ہوئے، یہ دونوں وہی عطیفہ اور رمیثہ ہیں جن کا [illegible]ذکر ہو چکا ہے،

[illegible]ہم اس جزیرہ سواکن سے سفر دریا کے ذریعہ بغرض سرزمین یمن روانہ ہوئے، چونکہ اس [illegible] پتھر بہت ہیں، اس لئے رات کے وقت اس میں کوئی سفر نہیں کرتا، صرف طلوع شمس [illegible]روب تک سفر کرتے ہیں، شام کو لنگر ڈال دیا جاتا ہے، اور خشکی میں اتر پڑتے ہیں، جب صبح [illegible]تا ہے، تو پھر جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں، یہ لوگ افسر جہاز کو "ربان" کہتے ہیں، یہ ہمیشہ بالائی [illegible]پر رہتا ہے، اور صاحب سکان کو پتھروں کے بارے میں برابر خبر کرتا رہتا ہے،!-

ملک یمن کی سیاحت

یہاں کے لوگ، شہر، مآثر، ملوک و امراء، حالات اور واقعات

عربوں کا ایک بڑا، آباد اور بارونق شہر، حلی

سواکن سے یمن کے شہر حلی میں ہمارا ورود ہوا، یہ بہت بڑا شہر ہے، اور آبادی اس کی نہایت عمدہ ہے، اس میں عربوں کے دو گروہ رہتے ہیں، بنو حرام، اور بنو کنانہ، یاس شہر جامع مسجد تمام جامع مسجدوں میں اچھی ہے، اس میں فقراء کی ایک جماعت رہتی ہے، جن کو سوا عبادت کے اور کوئی کام نہیں ان میں سے شیخ صالح قبولہ ہندی کبار صالحین میں سے ہیں، ان کا لباس پیوند دار اور ٹوپی نمدے کی تھی، ان کی خلوت گاہ مسجد سے ملی ہوئی تھی، جس کا فرش صرف ریگ سا تھا کوئی بوریا تک بھی نہ تھا، اور نہ کوئی اور فرش جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہونے گیا تو آپ کے پاس سوا وضو کے لوٹے اور کھجور کے ریشوں کے دستر خوان کے اور کوئی چیز نہ تھی، اور اس میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا تھا اور ایک پیالے میں تھوڑا سا نمک جب آپ کے سامنے کوئی شخص آتا، تو آپ وہی آگے پیش کر دیا کرتے۔

یہاں کا سلطان عامر بن ذؤیب بن کنانہ تھا، جو اپنے وقت کا بہترین ادیب اور شاعر تھا، میں جدہ تک میرا ان کا ساتھ رہا ہے، ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۳۲۹ء میں اس نے حج کیا تھا جب میں مدینہ آیا تھا، تو با کرام پیش آیا تھا، کئی دن تک میں اس کی مہمانی میں بھی رہا۔ اور اس کے جہاز میں دریا کا سفر کر کے شہر سرجہ میں وارد ہوا، یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس میں اولاد حلبی کی ایک جماعت رہتی ہے، یہ یمن کے تاجروں کا ایک گروہ ہے، ان میں سے اکثر صنعا کے رہنے والے ہیں، صفات فضل و کرم سے متصف، مسافروں کو کھانا کھلانے والے حاجیوں کی اعانت کرنے والے، ان کو جہازوں میں سوار کرنے والے اور اپنے پاس سے انہیں زاد راہ دینے والے کوئی شخص روئے زمین پر نہیں جو اس معاملہ میں ان کی مثال بن سکے، ہاں الشیخ بدر الدین

شندہ شہر القحمہ ضرور ہیں، وہ بے شک آثار اور ایثار میں بے مثال ہو سکتے ہیں۔

شہر زبید، اور وہاں کی باجمال خواتین

ہمارا شہر زبید میں گذر ہوا، یہ یمن کا ایک بڑا شہر ہے، اس کے اور صنعا کے مابین چالیس مسافت ہے، یمن میں صنعا کے بعد اس سے بڑا کوئی شہر نہیں یہاں کے اہل ثروت اپنی ہیں، اس میں باغات بہت ہیں، پانی کی کثرت ہے، لوز وغیرہ پھل پھلاریاں بہت کثرت ہیں، یہ شہر صحرائی ہے، ساحلی نہیں، جو شہر یمن کے پایہ تخت رہ چکے ہیں، ان میں سے ایک ہے، اس میں عمارتیں بکثرت ہیں، نخلستان، باغات اور پانی کی بہتات ہے، یہاں کے باشندے بااخلاق اور خوب صورت ہیں، اور عورتوں کا حسن تو غضب کا ہے، یہ مقام وہی وادی ہے، جس کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے، یہ رسول اللہ صلعم نے معاذ کو وصیت فرمائی جب وادی الحضیب میں آنا تو وہاں دوڑنا۔"

ن کے نخلستان کے ہفتے مشہور ہیں، یعنی جب کھجوروں کے پکنے اور گدر لانے کا زمانہ ہوتا ہفتے کھجوروں کے باغات میں میلہ لگتا ہے، اور باشندگان شہر میں سے کوئی بھی ایسا فرد نہیں میں نہ جاتا ہو، اہل عیش و نشاط اور دوکاندار وہاں جاتے ہیں، اور پھل پھلاریوں اور مٹھائیوں میں وہاں لگاتے ہیں، عورتیں بھی اونٹوں پہ محملوں میں نکلتی ہیں، ان عورتوں میں باوجود ن کے حد درجہ حسن اخلاق اور کرم ہوتا ہے، اور پردیسی پر تو ان کی عنایات بہت زیادہ ہوتی ہمارے بلاد کی طرح یہاں کی عورتیں بھی شادی پہ رضا مند ہو جاتی ہیں، شوہر جب لاد و کرتا ہے تو بیوی اس کے ساتھ مشایعت کے لئے آتی ہے، اور رخصت کر کے ہے، اور اگر اس شوہر سے اس کے کوئی اولاد ہے تو اس کی کفالت کرتی ہے، اور اولاد کی ضروریات اس کے باپ کی واپسی تک پوری کرتی رہتی ہے، شوہر کی غیبت کے زمانہ ان نفقہ اور کپڑے وغیرہ کا سوال نہیں کرتی، اور اگر اس نے وہیں اقامت اختیار کر لی تو طرف سے قلیل نفقہ اور لباس پر قناعت کر لیتی ہے، لیکن یہ عورتیں اپنے شہر باہر نہیں نکلتیں، چاہے ان کو کچھ بھی دے دیا جائے کہ وہ اپنے شہر سے نکلیں لیکن نکلیں گی۔

ں شہر کے علماء اور فقہاء سب نیکوکار، دیندار، امانت دار، صاحب مکارم و حسن اخلاق

ہیں ۔ میں شہر زبید میں الشیخ العالم الصالح ابا محمد الصنعانی ، الفقیہ الصوفی ، المحقق ابا العبا[س] الابیانی ، الفقیہ المحدث ابا علی الزبیدی سے ملا ، اور انہیں کے جوار میں اترا تھا ، انہوں نے میر[ا] بڑا اکرام کیا ، اور میری ضیافت کی ، ان کے باغات میں بھی میں گیا ، اور ان میں سے بعض کے پاس الفقیہ القاضی العالم ابی زید عبدالرحمان الصوفی کی معیت میں جو منقلائے یمن سے ہیں گیا و[ہاں] العابد الزاہد الخاشع احمد بن عجیل الیمنی کا بھی ذکر آیا جو کبار رجال اور اہل کرامت میں سے ہیں ۔

پھر ہم جبلہ میں آئے یہ ایک چھوٹا خوب صورت شہر ہے ، یہاں کھجور ، پھل پھلاریوں ، اور نہروں کی کثرت ہے ، جب الفقیہ ابوالحسن الزیلعی نے الشیخ ابی الولید کی تشریف آوری کی خبر سنی آپ کا استقبال کیا ، اور اپنے زاویہ میں اتارا ، ہم آپ کے پاس تین دن بہت آرام سے رہے ، اور پھر واپس ہوئے ،

بعد ازاں ہم شہر تعز[1] میں وارد ہوئے ، یہ ملک الیمن کا دارالسلطنت ہے ۔ اور یمن کے تما[م] شہروں میں نہایت اچھا اور سب سے بڑا ، یہاں کے باشندے نہایت تجبر و تکبر والے ا[ور] سخت مزاج ہیں ، یہ روش ان بلاد پر غالب ہے ، جن میں بادشاہ رہتے ہیں ، یہ تین محلوں پر مشتمل [ہے] ایک میں سلطان یمن اپنے غلاموں حواشی اور ارباب دولت کے ساتھ رہتا ہے اس کا کچھ نام ہے مجھے یاد نہیں رہا ، دوسرے میں امراء اور فوجی لوگ رہتے ہیں ، اس کا نام عدینہ ہے ، تیسرے میں عام لوگ رہتے ہیں ، اس میں ایک بہت بڑا بازار ہے ، اس کا نام المحالب ہے ،

سلطان یمن کے احوال وکوائف ، تعظیم سلطانی کے آئین اور دیگر حالات

یہاں کا سلطان المجاہد نور الدین علی ابن السلطان المؤید ہزبر الدین داؤد بن السلطان الم[ظفر] یوسف بن علی بن رسول اس کا جد رسول کے نام سے اس لئے مشہور ہے کہ خلفائے بنی عباس سے کسی نے اسے یمن کی امارت پہ مامور کر کے بھیجا تھا پھر اس ملک میں اس کی اولاد مستقل ہو گئی ، [اس] کے دربار اور سواری کی عجیب ترتیب ہے ، میں جب شہر میں گیا ، تو قاضی القضاۃ الامام المحد[ث]

---

[1] تعز ہمارے زمانہ میں یمن کے بادشاہوں کی بود و باش کا مقام تھا ، یہ ایک چھوٹا قلعہ تھا ، جو ساحل کے پہاڑوں اور ملک[ے] پرہ تھا ، تعز سے اوپر ایک تفریح گاہ ہے جسے صعلہ کہتے ہیں ، جس میں اس کے اوپر کے پہاڑوں سے بادشاہوں نے پانی لا[کر] اس کے باغ کے وسط میں اس نے نہایت عظیم الشان اور مستحکم عمارات بنائی ہیں ۔

الدین السطبری الملکی کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا، ہم ان کے ہاں رہے، جو تہا دن تیج شنبہ تھا، اس دن السلطان دربار عام کیا کرتا تھا، میں بھی گیا، میں نے سلام کیا، انکو سلام کرنے کی کیفیت ہے، کہ انسان زمین کو اپنی کلمہ کی انگلی سے چھوتا پھر اسے اپنے سر تک اٹھاتا ہے، اور یہ کہتا ہے ''ادام اللہ عزک'' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ میں اس کے روبرو بیٹھ گیا، مجھ سے میرے شہر، مولانا السلطین جواد الا جواد ابی سعید رضی اللہ عنہ، ملک مصر، ملک العراق اور ملک اللور کے متعلق دریافت کیا۔ چنانچہ جو کچھ ان کے حالات مجھ سے دریافت کیئے تھے، وہ میں نے بتائے، وزیر اس کے حضور میں حاضر تھا اسے میری تکریم اور میرے اتارنے کے حکم دیا۔

اس بادشاہ کے اجلاس کی یہ ترتیب تھی کہ وہ ایک چبوترے پر بیٹھتا تھا، جو ریشم کے فرش سے مزین ہوتا تھا، اور اس کے داہنے اور بائیں مسلح لوگ ہوتے تھے، پھر ان کے پاس تلوار ڈھال والے ہوتے تھے، ان کے پاس تیر انداز ہوتے تھے، امیر لشکر اس کی پشت پر ہوتا جن کا شمار اہل لشکر ہی میں ہے، کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوتے تھے، جب بادشاہ بیٹھتا تو سب متفقہ طریقہ پر بآواز بلند ''بسم اللہ'' کہتے تھے، اور جب کھڑا ہوتا تھا، اس وقت بھی کہتے تھے، اس وجہ سے تمام محل کے لوگوں کو اس کے قیام اور قعود کے وقت سے آگاہی ہو جاتی تھی، جب اچھی طرح بیٹھ جاتا تھا، تو جن لوگوں کے سلام کرنے کا دستور تھا۔ وہ سلام کرتے تھے، جو جگہ ان کے لیے معین ہوتی تھی میمنہ میں یا میسرہ میں وہاں آکر ٹھہر جاتے تھے، اور کوئی بھی اپنی جگہ سے تجاوز کرتا تھا، اور نہ بیٹھتا تھا، تا وقتیکہ بیٹھنے کا حکم نہ دیا جائے، جس کی صورت یہ تھی کہ دست دار امیر لشکر سے کہتا۔ فلاں شخص سے کہو کہ بیٹھ جائے، چنانچہ یہ مامور کچھ آگے ہو کر فرش پر جو کھڑے ہونے والوں کے سامنے ہوتا تھا میمنہ یا میسرہ میں بیٹھ جاتا تھا،

پھر کھانا لایا جاتا تھا، یہ دو قسم کے کھانے ہوتے تھے، عام لوگوں کا کھانا، اور خاص لوگوں کا کھانا، خاص لوگوں کے کھانے میں سے السلطان۔ قاضی القضاۃ شرفاء میں سے کبار فقہا اور مہمان کھاتے تھے۔ عام لوگوں کے کھانے میں تمام شرفا۔ فقہا۔ قضاۃ، مشائخ امراء، اور سرداران لشکر کھاتے تھے، ہر شخص کے لیئے کھانے میں نشست کی جگہ مقرر تھی، جو اس سے تجاوز نہ کرتا تھا، اور نہ کوئی ایک دوسرے کا مزاحم ہوتا تھا، اور تقریباً ایسی ہی ترتیب بادشاہ

ہند کی بھی ہے، لیکن مجھے اس کا علم نہ ہو سکا کہ سلاطین ہند نے یہ ترتیب سلاطین ہند سے یمن سے سیکھی ہے یا سلاطین یمن نے سلاطین ہند سے لی ہے، میں سلطان یمن کا کئی دن مہمان رہا، اس نے میرے ساتھ بڑا احسن سلوک کیا، اور مجھے سواری عطا کی، پھر میں سفر کے لئے شہر صنعا کی سمت روانہ ہوا۔

یمن کا پایہ تخت، اور بہت بڑا شہر صنعا۔

یہ شہر اولاً بلاد یمن کا پایہ تخت تھا، بڑا شہر ہے، عمارات اچھی اینٹ اور چونے کی بنی ہیں درخت پھل پھلاری اور زراعت کی کثرت ہے، ہوا معتدل اور پانی اچھا ہے، عجیب بات یہ ہے، کہ بلاد ہند، یمن اور حبشہ میں گرمیوں کے موسم میں پانی برستا ہے، اور بسا اوقات اس زمانہ میں ظہر کے بعد ہی برستا ہے اس لئے مسافر زوال کے وقت جلدی کرتے ہیں کہ کہیں بارش نہ شروع ہو جائے، اور اہل شہر اپنے مکانات کو واپس آجاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پانی موسلا دھار اور کثرت سے برستا ہے، شہر صنعا[1] سارا سنگ فرش ہے جب پانی برستا ہے، تو کل گلیاں دھل کر صاف ستھری ہو جاتی ہیں، یہاں کی جامع مسجد تمام جامع مسجدوں سے بہترین ہے، اس میں انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا مزار بھی ہے، پھر میں یہاں سے شہر عدن روانہ ہوا۔

عدن میں آمد، وہاں کے نادرہ کار تالاب اور حوض

یہ شہر بلاد یمن کا بندرگاہ ساحل بحر اعظم پر واقع ہے، اسے چاروں طرف سے پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں، سوا ایک طرف کے کسی طرف سے جانے کا راستہ نہیں، شہر بہت بڑا ہے، لیکن نہ اس میں زراعت ہے نہ درخت اور نہ پانی، یہاں صرف تالاب بنے ہوئے ہیں جن میں بارش کے زمانہ میں پانی جمع ہو جاتا ہے، پانی یہاں سے فاصلہ پر ہے، کبھی کبھی عرب پانی روک دیتے ہیں، اور اہل شہر اور پانی کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں، اس وقت یہ ان کو کچھ مال اور کپڑے دے کر راضی کر لیتے ہیں، یہاں گرمی شدت کی ہوتی ہے، یہی اہل ہند کا بندرگاہ بھی ہے ایسا

---

[1] بہت قدیم شہر ہے، مقامات حریری میں ابو زید سروجی کہتا ہے کہ طوحت بی طوائح الزمن الی صنعاء الیمن۔ (رئیس احمد جعفری)

یت، تانہ، کولم۔ فالقوط، فندنیا ، اینتہ۔ الشالیات، منجرور، ناکنور، ہنور اور سند و غیرہ سے بڑے بڑے جہاز آتے ہیں، ہند کے تاجر یہاں سکونت رکھتے ہیں، اور تاجران یمن یہاں کے تاجر بڑے مالدار ہیں۔

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ ایک دولت مند نے اپنے غلام کو بھیجا کہ ایک مینڈھا خرید لائے، اسی طرح دوسرے نے بھی اپنے غلام کو اسی کام کے لئے بھیجا، اتفاق سے اس دن بازار میں صرف ایک ہی مینڈھا تھا۔ دونوں غلاموں میں بڑھا بڑھی شروع ہوئی، یہاں تک کہ قیمت چار سو دینار تک پہنچ گئی ایک نے خرید لیا، اور کہا کہ میرے پاس کل چار سو دینار کی پونجی ہے، اگر میرا آقا مجھے اس کی قیمت دے دے گا، تو خیر ورنہ میں اپنی ساری پونجی تجھے دے دوں گا، چنانچہ اُسے اس میں کامیابی ہو گئی، اور دوسرا خریدار مغلوب ہو گیا، وہ اپنے آقا کے پاس مینڈھا لے کر گیا، جب آقا کو سارا قصہ معلوم ہوا تو اسے آزاد کر دیا، اور صلہ میں ہزار دینار انعام دیئے، دوسرا جب اپنے آقا کے پاس ناکام گیا، تو اس نے اسے پیٹا اپنا مال لے لیا، اور گھر سے نکال دیا۔

میں عدن میں ایک تاجر کے پاس اترا جسے ناصر الدین الفاربی کہتے تھے، ہر شب دستر خوان پر بیس تاجروں کا کھانا لایا جاتا۔ اور اس سے زیادہ اس کے غلاموں اور خادموں کی تعداد تھی، باوجود اس قدر ذی ثروت ہونے کے یہ لوگ نہایت دیندار، متواضع صاحب صلاح و مکارم اخلاق ہیں مسافر کے ساتھ بڑے حسن و سلوک سے پیش آتے ہیں فقراء کی عظمت کرتے ہیں، اللہ کا حق زکوٰۃ جو واجب ہے، ادا کرتے ہیں،

میں اس شہر میں یہاں کے قاضی الصالح سالم بن عبداللہ الہندی سے ملا، آپ کے والد مزدور غلاموں میں سے تھے، علم میں مشغول ہوئے، اس لئے سردار اور قاضی بن گئے، میں آپ کا چند دن تک مہمان رہا،

مشرقی افریقہ

ملک حبش اور نواحی علاقوں کے حالات و کیفیات

عدن سے رخصت ہوا، چار دن تک سفر کرنے کے بعد میرا گذر شہر زیلع[1] میں ہوا، یہ بر[بر] کا شہر ہے، جو سوڈان کا ایک حصہ ہے، لوگ شافعی المذہب ہیں ان کے بلاد و صحرا میں ہیں، جن[کی] دو ماہ کی مسافت ہے، ان میں سے اول زیلع ہے، اور آخر مقدشو ہے، ان کے مویشی اونٹ اور ان کی بھیڑیں فربہ ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہیں، باشندگان زیلع سیاہ رنگ ہو[تے] ہیں، اور ان میں سے اکثر شیعہ ہیں،

یہ بڑا شہر ہے، اور اس کا بازار بھی بڑا ہے، لیکن دنیا کی آبادی میں تمام شہروں سے گندہ بھیانک اور اس کا اکثر حصہ متعفن ہے اس کے متعفن ہونے کی وجہ مچھلیوں کی کثرت اور اونٹوں کا [خون] ہے، جو گلیوں میں ذبح کئے جاتے ہیں،

---

[1] زیلع اہل حبش کا ایک مشہور شہر ہے، اس کے باشندے اہل اسلام ہیں، یہ ایک نہر کے کنارے حضیض میں ہے، جو سمندر سے آتی ہے یہاں گرمی بہت شدت سے پڑتی ہے، یہاں کا پانی شیریں ہے، جو کنوؤں سے [نکالا] جاتا ہے، نہ یہاں کے باشندوں کے باغات ہیں، اور نہ یہ پھلوں سے آشنا ہیں، قانون میں ہے کہ زیلع [حبشہ] کی بندرگاہ ہے، جس کا یمن سے چنداں فاصلہ نہیں، یہاں مہنگائی کا بہت غلبہ ہے، خط استوا پر واقع [ہے] اور حبشیوں کے زیر حکومت ہے، تاجروں کی آمد یہاں بہت زیادہ ہے، اور یہاں کے باشندے ان کی [بہت] خاطر مدارات اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔

...ایک عجیب شہر وہاں کے رسم و رواج اور طرز زندگی کی حکایت

...پھر ہم شہر مقدشو میں آئے یہ بہت بڑا شہر ہے، یہاں کے باشندوں کے پاس بکثرت اونٹ ... سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ ذبح ہوتے ہیں، اور ان کے پاس بھیڑیں بھی بکثرت ہیں یہ ... بڑے تاجر ہیں، یہاں ایک کپڑا بنا جاتا ہے، جس کی کہیں نظیر نہیں، یہاں سے اسے دیار مصر ... لے جاتے ہیں، اس شہر کے باشندوں کی یہ عادت ہے کہ جب جہاز لنگرگاہ کی طرف پہنچ ... جاتا ہے تو یہ الصنابق یعنی چھوٹی کشتیوں پر سوار ہو کر اس کے پاس جاتے ہیں، ہر صنبوق میں یہاں کے ... باشندوں کا ایک گروہ ہوتا ہے، ان میں سے ہر ایک ڈھکی ہوئی سینی لاتا ہے، جن میں کھانا ہوتا ... اس جہاز کے تاجروں میں سے ہر ایک کے سامنے پیش کرتا ہے، اور کہتا ہے، کہ یہ میرے یہاں ... کی پیش کش ہے، چنانچہ وہ تاجر سوائے ان نوجوانوں کے جس نے مدعو کیا تھا، اور کسی کے نہیں اترتا ... وہ سوداگر جو اکثر اس شہر میں آتا جاتا رہتا ہے، اور اس کی یہاں کے رہنے والوں سے شناسائی ... ہے، اسے اختیار ہے چاہے جہاں اترے، جب وہ اپنے مدعو کرنے والے کے یہاں اترتا ... تو جو کچھ بیچنا ہوتا ہے، اس کے ذریعہ بیچتا ہے، اور جو کچھ خریدنا ہوتا ہے، اسی کے ذریعہ خریدتا ... اگر کسی نے اس سے قیمت پہ مال خرید لیا یا بغیر میزبان کے فروخت کیا تو وہ فروخت ناجائز ہوتی ... اس قاعدہ کی پابندی پہ انہیں خوب نفع ہوتا ہے، جب وہ نوجوان اس جہاز پہ چڑھے میں تھا ... ان میں سے ایک میرے پاس آیا، میرے ساتھیوں نے اس سے کہا یہ تاجر نہیں بلکہ فقیہ ہے، ... اس نے باآواز بلند اپنے ساتھیوں سے یہ کہا، یہ القاضی کے مہمان ہیں، ان میں سے ایک آدمی ... قاضی کے لوگوں میں سے بھی تھا، اس نے جا کر اسے اطلاع کر دی، وہ ساحل البحر پہ مع اپنے تمام ... طلبوں کے آیا، اور ان میں سے ایک کو میرے پاس بھیجا، پس میں اور میرے ساتھی اترے اور اس کے ساتھیوں ... کو میں نے سلام کیا، قاضی نے مجھ سے کہا۔ بسم اللہ ہم شیخ کو سلام کے لئے جاتے ہیں، میں نے دریافت کیا کون ... شیخ اس نے کہا السلطان وہاں کے لوگوں کا دستور ہے، جب فقیر یا شریف یا صالح شخص آتا ہے تو جب تک سلطان ... کی حضوری سے نہ مشرف ہو نہیں اترتا، چنانچہ میں ان کے ساتھ ان کے فرمانے کے بموجب چلا گیا۔

سلطان مقدشو کے عادات و خصائل اور طریق بود و ماند

سلطان مقدشو کو یہاں کے لوگ شیخ کہتے ہیں، جس کا نام ابو بکر الشیخ عمر ہے، اس کی اصل

بربری ہے اور گفتگو المقدشی زبان میں کرتا ہے، لیکن عربی بھی جانتا ہے، اس کی عادت ہے کہ جب کوئی جہاز پہنچتا ہے، تو السلطان کا صنوق اس کے پاس جاتا ہے، اور جہاز کے متعلق تحقیقات ہوتی ہے کہ کہاں سے آیا ہے، کون اس کا مالک ہے، اور کون کپتان یعنی افسر جہاز ہے، اس میں کیا مال لدا ہے، اور تاجر وغیرہ میں سے کون آیا ہے، الغرض کل حالات کی تحقیقات کرتا ہے، جب ساری باتوں کا علم ہو جاتا ہے، تو سلطان سے عرض کیا جاتا ہے، پس جس شخص کو وہ مستحق سمجھتا ہے، اپنے پاس اتارتا ہے، اور جس کو نہیں سمجھتا نہیں اتارتا ہے،

جب میں قاضی مذکور کو ہمراہ جسے ابن البرہان کہتے تھے، جو حقیقت میں مصر کا رہنے والا تھا سلطان کے مکان پر ایک جوان نکل کر آیا القاضی کو سلام کیا، اور اس سے عرض کیا۔ امانت پہنچا دیجیئے، اور مولانا کا شیخ سے حال بیان کر دیجیئے، کہ یہ صاحب سرزمین حجاز سے تشریف لائے ہیں، وہ جا کر السلطان کو اطلاع کر کے واپس آگیا، اور اپنے ساتھ کچھ پانوں کے پتے اور چھالیا لایا دس پان اور کچھ چھالیا مجھے دیں، اور اتنی ہی القاضی کو دیں، اور باقی میرے ساتھیوں اور القاضی کے طلباء کو تقسیم کیں، ایک شیشہ میں دمشقی گلاب لے کر آیا، اور میرے اور قاضی کے اوپر چھڑکا، اور کہا کہ دار الطلبۃ میں اتارنے کا حکم ہوا ہے، یہ مقام طلبہ کی ضیافت کے لئے مقرر ہے، القاضی نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم اس مقام تک آ گئے یہ الشیخ کے مکان سے قریب مفروش اور تمام ضروریات مرتب تھا، پھر الشیخ کے مکان سے کھانا لے کر آیا، اس کی معیت میں ایک وزیر بھی تھا، جس کے متعلق کا کام تھا اس نے کہا کہ ہمارے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے، اور کہا ہے۔ قدمتم خیر مقدم (یعنی خوش آمدید) بعد ازاں کھانا چنا گیا، اور ہم نے کھایا، کھانا گھی میں پکے ہوئے، چاول تھے جو لکڑی کے کٹھروں میں نکالا تھا، اور ان کے اوپر خورشین ڈالی ہوئی تھیں مرغی اور بکری کا گوشت مچھلی اور بھاجی یا ساگ، یہ لوگ خوز کو پکنے سے پہلے دھوتے ہوئے دودھ میں ڈال کر پکاتے ہیں، اور لسے پیالوں ڈال لیتے ہیں، اور ایک پیالہ میں دہی جاتے ہیں، اور اس پر لیمو سیاہ مرچ، سرکہ، نمک، ہری ادرک، اور انبہ ان سب کو پیس کر چٹنی بناتے ہیں، جب چاولوں کا ایک لقمہ کھاتے ہیں، باشندگان مقدشو سے ایک شخص اس قدر کھانے کا عادی ہے، جس قدر ہم میں سے ایک جماعت کھانے کی عادی ہے، یہ لوگ جسم بہت موٹے تازے ہوتے ہیں،

ہم یہاں تین دن ٹھہرے، چوتھا دن جمعہ کا تھا، میرے پاس قاضی اور طلبہ آئے، اور ایک وزیر آیا، یہ لوگ میرے لئے لباس لائے ان کے لباس میں ایک ریشمی لنگی ہوتی ہے، جسے انسان باندھتا

…ے کمر سے باندھ لیتا ہے، کیونکہ یہ لوگ پائجامہ سے آشنا بھی نہیں، اور ایک بوٹے دار مصری
…ادر اور ایک دوہری قدسی فرجیۃ اور ایک مصری بوٹہ دار عمامہ اسی طرح میرے ساتھیوں کے
…ل کے حسب حال لباس لائے۔

پھر ہم جامع مسجد آئے اور مقصورہ کے پیچھے نماز پڑھی، جب المقصورہ کے دروازہ سے برآمد ہوئے
…نے انہیں سلام کیا، انہوں نے رسم ترحیب ادا کی اور قاضی کے ساتھ اپنی زبان میں گفتگو کی، پھر
…ان میں یہ الفاظ کہے: قدامت خیر مقدم و شرفت بلادنا و انستنا (خوش آمدید،
…ہمارے ملک کو شرف بخشا، اور ہمیں اپنا گرویدہ بنایا) اور صحن مسجد کی طرف تشریف لے گئے
…کی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے، جو وہیں مدفون ہیں، فاتحہ پڑھا اور دعا کی، پھر وزراء امراء اور
لشکر آئے، اور انہوں نے سلام کیا، ان کی بھی سلام کرنے کی ویسی ہی عادت ہے، جیسے اہل یمن
…آدمی کلمہ کی انگلی زمین پر رکھتا ہے، پھر اسے سر پر لے جاتا ہے، اور ادام اللہ عزک (اللہ
…ز کو بقائے جاوید عطا فرمائے) کہتا ہے۔

پھر سلطان مسجد کے دروازہ سے نکلے، جوتے پہنے، قاضی سے بھی فرمایا کہ جوتے پہن لو، اور
…بھی یہی ارشاد ہوا، اور پیادہ پا اپنے محل کا رخ کیا، جو مسجد سے قریب ہی ہے، تمام برہنہ پا
تھے، ان کے سر پر چھتریاں رنگین ریشم کی لگائی گئیں، ہر چھتری کی چوٹی پر سونے کی ایک چڑیا بنی
…ن دن ان کا لباس ایک قدسی سبز فرجیہ تھی، اور اس کے نیچے مصری کپڑے تھے، فرجیہ کے
بہت اچھے تھے گلے میں حریری ایک چادر پڑی ہوئی تھی، اور سر پر بہت بڑا عمامہ باندھے
تھے، سامنے نقارے قرنا اور نفیریاں بجتی تھیں، اور ان کے آگے اور پیچھے افسران لشکر تھے،
…ی فقہا اور شرفاء ساتھ ساتھ تھے، اس طرح اپنے محل شاہی تک تشریف لے گئے، وزراء
اور افسران لشکر ایک سائبان میں بیٹھ گئے، اور قاضی کے لئے فرش بچھایا گیا، جس پر سوا اس
…سی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی، لیکن فقہاء اور شرفاء اس کے ساتھ تھے، اس طرح یہ لوگ
…تک بیٹھے رہے، جب سب لوگ سلطان کے ساتھ نماز عصر پڑھ چکے، تو لشکر
…اور اپنے مراتب کے لحاظ سے صف بستہ ہو کر کھڑے ہوگئے، پھر طبل، نفیریاں
اور بانسریاں بجائی گئیں، جب باجا بجتا تھا، تو نہ کوئی حرکت کرتا تھا، اور نہ اپنی جگہ سے
…کرتا تھا، چلنے والا ٹھہر جاتا تھا، نہ پیچھے حرکت کرتا تھا، نہ آگے، جب طبلخانہ بج چکا تو لوگوں
…ھیلیوں سے سلام کیا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، اور چلے گئے۔

جزیرہ منبسی میں ورود

یہاں سے رخصت ہو کر ہم جزیرہ منبسی میں وارد ہوئے، یہ ایک جزیرہ ہے، اس اور ارض سواحل کے مابین براہ سمندر دو دن کی مسافت ہے، اس میں کوئی میدان نہیں، کے درخت لوز، لیموں اور اترج کے ہیں، یہاں ایک قسم کا پھل بھی ہوتا ہے، جسے یہ جموّں کہتے ہیں، یہ زیتوں کے مشابہ ہے، اس کی گٹھلی بھی اس کے مشابہ ہوتی ہے اتنی ضرور ہے کہ اس کی مٹھاس بہت تیز ہوتی ہے، ان جزیروں کے باشندوں میں زراعت ہوتی، ان کے لئے غلہ سواحل سے لے جاتے ہیں، ان کا اکثر کھانا موز یعنی کیلا اور مچھلی ہے المذہب، دین دار، اور عفاف وصلاح والے ہیں، ان کی مسجدیں لکڑی کی نہایت بنی ہوئی ہیں۔

ایک بڑا ساحلی شہر "کلوا"، اہل جہاد کا علاقہ

اب ہم شہر کلوا پہنچے، یہ ایک بڑا ساحلی شہر ہے، یہاں کے باشندے زنگی یعنی سیاہ ہیں، شہر کلوا اچھے شہروں میں سے ایک ہے، اس کی عمارات بہت مستحکم اور کل چوبی ہیں، اور کی چھتیں قبہ دار ہیں، یہاں بارش بھی بہت ہوتی ہے، یہ تمام لوگ اہل جہاد ہیں، اس ایک ہی علاقہ میں آباد ہیں، جو زنگی کفار کے ساتھ ملا ہوا ہے، ان پر دینداری اور صلاح غالب ہے، اور شافعی مذہب ہیں۔

کلوا کے سلطان عالی شان کا ذکر اور اس کی سخاوت

یہاں کا بادشاہ ابوالمظفر حسن تھا، جس کی کنیت ابوالمواہب بھی تھی، کیونکہ یہ بخشش اور سخاوت بہت کیا کرتا تھا، اور زنگیوں کے ملک پر حملے بہت کرتا تھا، ان پر چڑھ جاتا، انہیں شکست دے دیتا تھا۔ اور مال غنیمت لے لیتا تھا، اس کا خمس نکالتا تھا، اور اسے معین میں جو کتاب اللہ تعالیٰ میں ہے، صرف کر دیا کرتا تھا، ذوی القربیٰ کا حصہ خزانہ میں علیحدہ تھا، جب شرفاء آتے تھے، تو انہیں دے دیا کرتا تھا، یہ شرفاء عراق و حجاز وغیرہ سے تھے، میں نے اس کے پاس شرفاء حجاز کی ایک جماعت دیکھی، یہ سلطان بہت صاحب

سے فقراء کے پاس بیٹھ جاتا ہے، ان کے ساتھ کھاتا پیتا ہے، اور اہل دین و شرف کی بہت تعظیم کرتا ہے،

ایک دن میں جمعہ کے دن اس کے پاس حاضر ہوا، یہ نماز سے نکل کر اپنے گھر جا رہا تھا، اس کے سامنے یعنی فقراء میں سے ایک فقیر آگیا، اور اسے "یا الموراسب" کہہ کر خطاب کیا، اس نے جواب دیا لبیک یا فقیرا جنک، "(اے فقیر میں حاضر ہوں اپنا مقصد بیان کر) اس نے عرض کیا "اعطنی ہذا الثیاب اللتی علیک" (یہ کپڑے جو تیرے جسم پر ہیں مجھے عطا کر) اس نے جواب دیا "نعم اعطیکہا" (ہاں تجھے مل جائیں گے) فقیر نے عرض کیا "الساعۃ" (ابھی) اس نے جواب دیا "نعم الساعۃ" (ہاں ابھی) اور مسجد چلا گیا، اور خطیب کے حجرے میں جا کر دوسرے کپڑے پہنے، اور یہ کپڑے اتارے، اور فقیر سے کہا "ادخل فخذہا" (اندر آ جا اور لے لے) پس فقیر داخل ہوا، اور لے لئے، رومال میں لپیٹ کر ان کی گٹھڑی سر پر رکھی، اور چلا گیا، سلطان کا لوگوں نے اس فعل تواضع و کرم کے باعث بڑا شکریہ ادا کیا، اس کے بیٹے ولی عہد نے فقیر سے یہ کپڑے لے لئے اور ان کے عوض دس غلام عطا کئے، سلطان نے بھی فقیر کو اپنی طرف سے دس غلام اور دو بوجھ ہاتھی دانت کے عطا کئے، ان کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ ہاتھی دانت ہوتے ہیں، یہ لوگ سونا بہت کم دیا کرتے ہیں،

جب اس سلطان نے وفات پائی، تو اس کا بھائی داؤد برسر اقتدار ہوا، لیکن اس کی طبیعت برعکس تھی جب کوئی سائل آتا تو کہتا۔ "دینے والا تو مر گیا۔ اور کچھ ترکہ چھوڑ کر نہیں گیا کہ اس میں سے دیا جائے"۔ جب مہمان کئی ماہ تک پڑے رہتے تو کچھ سلوک کر دیا کرتا، یہاں تک کہ مہمانوں نے اس کے دروازے کو خیرباد کہہ دیا،

کاروانِ سفر

قوم عاد کا مسکن راستے کے عجائب و غرائب

کلوا میں کچھ عرصہ تک رہنے کے بعد ہم نے بحری راستہ سے شہر ظفار الحموض کا رخ کیا یہ بلاد یمن کا آخری شہر ہے۔ اور بحر ہند کے ساحل پہ واقع ہے یہاں سے نہایت اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہندوستان لے جائے جاتے ہیں، اس کے اور بلاد ہند کے مابین اگر ہوا موافق ہو پورے ایک مہینے کی مسافت ہے، شہر ظفار ایک صحرا میں واقع ہے، جہاں نہ کوئی گاؤں ہے، اور نہ کوئی زیر حکومت مقام، اور بازار شہر کے باہر ایک سرائے میں ہے جسے الحرجاء کہتے ہیں، یہ بازار تمام بازاروں میں نہایت گندہ اور بدبودار بازار ہے، چونکہ اس میں پھل اور مچھلیاں بکثرت بکتی ہیں اس لئے مچھروں کی بڑی کثرت ہے، مچھلیوں میں سے ایک مشہور قسم کی مچھلی کی یہاں بہت کثرت ہے جسے السردین کہتے ہیں، یہ بہت موٹی تازی ہوتی ہے، یہ عجائبات میں سے ہے کہ یہاں کے گھوڑوں کا چارہ یہی السردین ہے، اور اسی طرح ان کی بھیڑوں کا بھی ماسوا یہاں کے اور کسی جگہ یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی، مچھلی بیچنے والیاں اکثر نوکر ہوتی ہیں، ان کی پوشش سیاہ ہوتی ہے۔

یہاں کے باشندوں کی زراعت جوار ہوتی ہے، وہ اس کی آبیاری کنوؤں سے کرتے ہیں جن کا پانی بہت دور ہوتا ہے، ان کی آبیاری کی تفصیل یہ ہے کہ ایک بڑا ڈول بناتے ہیں اور اس میں کئی رسیاں باندھتے ہیں، ہر رسی کو غلام یا نوکر پکڑ کر کھینچتا ہے، ڈول کو ایک بڑی بلند لکڑی پر کنوئیں سے کھینچتے ہیں، لوگ اس کا پانی ایک تالاب میں ڈالتے جاتے ہیں، جس سے آبیاری کرتے ہیں، ان کے لئے چاول بلاد ہند سے آتا ہے، یہی ان کی زیادہ غذا ہے، اس شہر کے درہم تانبے کے ہوتے ہیں، ان کے سوا اور کسی کا رواج نہیں ہے یہاں کے تمام باشندے اہل تجارت ہیں، سوا اس کے اور ان کی معاش کی کوئی صورت نہیں،

یہ لوگ بڑے صاحب تواضع و حسن اخلاق اور فضیلت والے ہوتے ہیں، اور پردیسیوں سے بڑی محبت کرتے ہیں، ان کا لباس روئی کا ہوتا ہے، جو ان کے پاس بلاد ہند سے لے جایا جاتا ہے، اور پائجامہ کے بدلے کمر میں لنگی باندھتے ہیں، اور گرمی کی شدت کی وجہ سے دوسری چادر پیٹھ پہ ڈال لیتے ہیں اور دن میں کئی مرتبہ نہاتے ہیں، یہاں مسجدیں بکثرت ہیں، ہر مسجد میں نہانے کے لئے کئی غسل خانے ہوتے ہیں

یہاں ریشم، روئی اور السی کی چھال کے کپڑے بنائے جاتے ہیں جو نہایت اچھے ہوتے ہیں، یہاں کے اکثر باشندوں مردوں اور عورتوں کو فیل پا کا بہت زیادہ مرض ہوتا ہے، اس سے ان کے دونوں پیر پھول جاتے ہیں، اکثر مردوں کو مرض فتق بھی بہت ہوتا ہے، اس سے خدا کی پناہ، انکی اچھی عادات میں سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا ہے،

اس شہر کے مخصوصات اور عجائبات میں سے یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اس پر تصرف کا ارادہ کیا ہو اسے کوئی افتاد نہ پیش آئی ہو، اور اس کے اور اس کے مابین کوئی سد راہ نہ واقع ہوگئی ہو مجھ سے بیان کیا گیا کہ سلطان قطب الدین تہمتن بن طوران شاہ صاحب ہرمز نے خشکی اور بحری دونوں طرف سے چڑھائی کی اللہ تعالیٰ نے ایسی آندھی نازل کی کہ سارے جہاز برباد ہوگئے، اور لمبے محاصرے سے باز آنا اور بادشاہ سے صلح کرنا پڑی،

یہاں کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ اس شہر کے لوگ اہل مغرب (افریقیہ) سے بہت مشابہ ہیں، یہاں کی بڑی مسجد کے خطیب کے گھر میں فروکش ہوا، انکا نام عیسیٰ بن علی ہے، یہ نہایت عالی مرتبہ اور [illegible] شخص ہیں، ان کے پاس کئی چھوکریاں تھیں، جن کے نام مغربی خادموں جیسے تھے، ایک کا نام بخیت تھا [illegible] نام .... زاد المال میں نے یہ نام سوا اس شہر کے کہیں نہیں سنے، یہاں کے باشندے اکثر برہنہ (سر) رہا کرتے تھے، عمامے نہیں باندھتے، ان کے مکانات میں سے ہر مکان میں کوٹھری کے اندر [illegible] بے کا مصلیٰ لٹکا رہتا ہے، جس پہ مالک مکان نماز پڑھتا ہے، ایسا ہی باشندگان مغرب بھی کرتے ہیں، ان کی غذا جوار ہے،

اس شہر کے قریب باغات کے اندر شیخ صالح عابد ابی محمد بن ابی بکر بن عیسیٰ کا زاویہ ہے یہ زاویہ باشندگان ظفار کے نزدیک بہت قابل تعظیم ہے، جب کوئی پناہ لینے والا اس میں داخل ہو جاتا ہے، تو سلطان پر اس کا کوئی غلبہ باقی نہیں رہتا، میں نے یہاں ایک شخص دیکھا جس کے متعلق مجھ سے ذکر کیا گیا کہ یہاں یہ کئی سال سے پناہ گزیں ہے، اور سلطان اس سے کبھی کچھ تعرض نہ کر سکا، میں جس زمانہ میں یہاں تھا تو سلطان کے کاتب نے اس میں پناہ لی تھی، اور یہاں قیام پذیر تھا، یہاں تک کہ دونوں میں صلح ہوگئی،

اس زاویہ کے قریب بادشاہ الملک مغیث کا مزار ہے، اس کی بھی یہ لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں اور جس شخص کو کوئی حاجت ہوتی ہے، اس کے پورے ہونے کے لئے یہاں پناہ لیتا ہے، چنانچہ اس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، لشکر کی یہ عادت ہے کہ جب مہینہ پورا ہو جاتا ہے، اور انہیں تنخواہ نہیں ملتی تو اس تربت پر آ کر پناہ لیتے، اور اس کے نزدیک پڑاؤ ڈال لیتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی تنخواہ انہیں پہنچ جاتی ہے،

قوم عاد کا شہر

احقاف

عجیب و غریب مشاہدات اور حالات و واقعات

اس شہر سے ہم رخصت ہوئے نصف دن کی مسافت پر الاحقاف[1] یعنی مساکن عاد[2] ہیں، یہاں ایک زاویہ اور ساحل بحر پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے، اور اس کے اطراف میں مچھلی کے شکاریوں کا ایک گاؤں ہے، زاویہ میں ایک مزار ہے، جس پر یہ تحریر ہے "ھذا قبر ھود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام (یہ ہود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے) میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ دمشق کی مسجد میں ایک مقام ہے، جس پر یہ عبارت تحریر ہے، "ھذا قبر ھود ابن عابر" (یہ ہود بن عابر کا مکان ہے) لیکن اغلب یہ ہے کہ آپ کا مزار الاحقاف میں ہونا چاہئے، کیونکہ یہی آپ کے بلاد ہیں، اس شہر میں باغات بھی ہیں، جن میں موز بکثرت اور بڑا ہوتا ہے، میرے سامنے اس کی ایک پھلی تولی گئی، اس کا وزن بارہ اوقیہ[3] تھا، اس کا ذائقہ نہایت اچھا اور بہت شیریں ہوتا ہے، یہاں پان بھی ہوتے ہیں، اور ناریل بھی جنہیں جوز الہند کہتے ہیں، یہ دونوں چیزیں سوا بلاد ہند کے اور کہیں نہیں ہوتیں، چونکہ اب پان اور ناریل کا ذکر آگیا ہے، اس لئے ہم دونوں کے خصائص کا ذکر کرتے ہیں۔

پان کس طرح کاشت کیا جاتا ہے؟ پان کی اہمیت و عظمت

پان بھی اسی طرح لگایا جاتا ہے، جس طرح انگور کی بیل لگائی جاتی ہے، اس کیلئے نرسل کا ٹھٹھر بنایا جاتا ہے جس طرح انگور کی بیل کیلئے بنایا جاتا ہے، یا اسے ناریل کے درخت کے قریب لگاتے ہیں، اس پر یہ اسطرح چڑھ

---

[1] احقاف کے معنی ہیں ریت کے تودے۔

[2] ایک سرکش قوم جو بے انتہا ترقی یافتہ اور آرٹ کی ماہر تھی، لیکن قہر الٰہی کا نشانہ بنی اور مٹ گئی، جس کے آثار باقیہ عبرت کے لئے اب تک موجود ہیں۔

[3] ایک اوقیہ ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

اس طرح بیل اور سیاہ مرچ چڑھ جاتی ہے، پان کے درخت میں کوئی پھل نہیں ہوتا مقصود اس کے پتے ہوتے ہیں، ان میں سے عمدہ تر زرد ہوتا ہے، اس کے پتے روزانہ چن لئے جاتے ہیں۔ باشندگان ہند اس کی بہت عزت کرتے ہیں، جب کوئی شخص کسی کے گھر پر اس سے ملنے جاتا ہے، تو وہ اسے پانچ پان دیتا ہے گویا اس نے دنیا و مافیہا سب کچھ دے دیا، بالخصوص اگر وہ کوئی امیر یا بڑا ہے، ان کے نزدیک پان کا دینا بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے اور اس کا یہ فعل چاندی اور سونے کے تحفے سے بھی زیادہ اس کی سخاوت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے پہلے چھالیا لیتے ہیں، اسے توڑتے ہیں، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، آدمی اسے اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے، اور چباتا ہے، پھر پان لیتا ہے اور اس پر تھوڑا سا چونا لگا کر چھالیوں کے ساتھ چباتا ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ منہ خوشبودار بناتا ہے، بدبو دور کرتا ہے، کھانا ہضم کرتا ہے، نہار منہ پانی پینے کے ضرر سے محفوظ رکھتا ہے، اس کے کھانے سے فرحت حاصل ہوتی ہے، اور مباشرت کے معاملہ میں تقویت پہنچاتا ہے، آدمی اسے رات کو اپنے سرہانے رکھ کر سوتا ہے جب نیند سے جاگتا یا اس کی بیوی یا لونڈی اسے جگاتی ہے، تو اس میں سے کھا لیتا ہے، اس سے جو کچھ اس کے منہ میں بدبو یا خرابی ہوتی ہے جاتی رہتی ہے، سلطان اور امراء کی جاریہ سوا پان کے کچھ نہیں کھاتیں۔

ناریل اور اس کے ضروریات زندگی سے متعلق مصنوعات

یہ جوز الہند ہے بلحاظ شان اور حالت کے یہ درخت عجیب ہے، اس کے اور کھجور کے درخت میں کوئی فرق نہیں کہ اس میں جوز لگتے ہیں، اور اس میں پھل لگتے ہیں اس کا جوز آدمی کے سر سے مشابہ ہوتا ہے، کیونکہ اس میں دونوں آنکھوں اور منہ کے مشابہ نشانات ہوتے ہیں، اور اس کا اندر ونی حصہ سبز ہونے کی حالت میں دماغ سے مشابہ ہے، اور اس کے اوپر کے ریشے بالوں کے مشابہ ہوتے ہیں، یہ لوگ اس سے رسیاں بناتے ہیں، بجائے لوہے کی کیلوں کے ان کو کشتیوں کے بنانے کی بندش میں لاتے ہیں، اور کشتیوں کے لئے رسے بھی اس کے بناتے ہیں۔

اس جوز کے خواص میں سے یہ ہے کہ بدن کو تقویت دیتا فربہی پیدا کرتا ہے۔ اور چہرہ کی سرخی بڑھاتا ہے اور قوت باہ کی اعانت میں تو اس کا فعل عجیب ہے، اس کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ ابتداء میں یہ سبز ہوتا ہے جو شخص چھری سے اس کے چھلکے کا ٹکڑا کاٹتا اور اس کا سر کھولتا ہے، تو اس سے نہایت شیریں اور ٹھنڈا پانی نکلتا ہے، لیکن اس کی خاصیت گرم ہے، قوت باہ کی اعانت کرتا ہے، جب یہ پانی پی لیا جاتا ہے تو اس کاٹے ہوئے چھلکے کے ٹکڑا لے کر لیتے ہیں، اور اسے چمچے سے کھرچتے ہیں، اس کا مزہ نیم برشت

انڈے کی مانند ہوتا ہے، لوگ اسے غذاء استعمال کرتے ہیں، جب میری جزائر ذیبۃ المہل میں ڈیڑھ سال تک اقامت رہی تو میری بھی یہی غذا رہی۔

ناریل سے تاڑی بنانے کا طریقہ

اس کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے روغن زیت دودھ تاڑی بناتے ہیں، تاڑی بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے درخت پر جو نوکر ہوتے ہیں، وہ صبح شام چڑھا کرتے ہیں، اور اس سے پانی نکالتے ہیں، جس سے تاڑی بنتی ہے، درخت پر جا کر اس شاخ کو کاٹ ڈالتے ہیں جس سے پھل نکلتا ہے، اس میں سے دو انگل چھوڑ دیتے ہیں، پھر اس پر ایک چھوٹی سی ہانڈی باندھ دیتے ہیں، اس شاخ سے پانی نکلتا ہے، وہ اس میں ٹپک کر جمع ہوتا رہتا ہے، اگر اسے صبح کو باندھا ہے، تو اس کیلئے شام کو چڑھنے والے کے ساتھ دو پیالے ناریل مذکور کے چھلکے کے ہوتے ہیں، پھر اس درد رسے خوب پانی میں ملتے ہیں، اس کا رنگ دوبے ہوئے دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے اس کا مزہ دودھ کی طرح ہوتا ہے، لوگ اس سے روٹیاں کھاتے ہیں۔

اس سے زیت اس ترکیب سے بناتے ہیں کہ جو پک کر جب درخت سے گر پڑتا ہے لیتے ہیں، اس کا چھلکا الگ کر دیتے ہیں، اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ ڈالتے ہیں، اور دھوپ میں رکھ دیتے ہیں، جب خشک ہو جاتا ہے، تو ہانڈیوں میں پکا لیتے ہیں، اور اس سے زیت یا تیل نکال لیتے ہیں اسے اپنے ساتھ بھی رکھتے ہیں، اور اس سے روٹی بھی کھاتے ہیں، اور عورتیں اسے اپنے بالوں میں لگاتی ہیں بڑے فائدہ والا ہے،

ظفار کے سلطان کا تذکرہ اور اس کے اصول آداب شاہی

وہ السلطان الملک المغیث ابن الملک الفائز۔ ملک الیمن کا بھتیجا ہے، اس کا باپ صاحب الیمن کی طرف سے امیر تھا، اس کے پاس ہر سال اسے ہدیہ بھیجنا لازم تھا، پھر الملک الفائز خود اس کا مالک بن بیٹھا، اور ہدیہ بھیجنا بند کر دیا، ملک الیمن کا ارادہ ہوا کہ اس سے جنگ کرنے کی بجائے اس کے اپنے بھتیجے کو مامور کر دے،

اس شہر کے اندر سلطان کا ایک قصر ہے، جسے "الحصن" یعنی قلعہ کہتے ہیں، یہ بڑا اور عمدہ ہے اور اس کے سامنے جامع مسجد ہے، اس کا یہ دستور ہے کہ نقارے، قرنا، نفیریاں روزانہ بعد نماز عصر

کے دروازے پر بجائی جاتی ہیں، اور ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو لشکر اس کے دروازہ پر آکر محل کے باہر ٹھہر کر چلا جاتا ہے، سوا جمعہ کے دن کے نہ سلطان نکلتا ہے، اور نہ اسے کوئی دیکھ سکتا ہے اس دن نماز کے لئے نکلتا ہے، اور پھر اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے، محل سلطانی میں کسی کو جانے سے منع نہیں کیا جاتا، امیر لشکر اس کے دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے، ہر حاجت یا شکایت والا شخص اسی کے پاس جاتا ہے، وہ سلطان کو صورت احوال کی اطلاع کرتا ہے، اسی وقت جواب آجاتا ہے جب سلطان کو اپنی سواری کا جلوس نکالنا منظور ہوتا ہے، تو ایک اونٹ لایا جاتا ہے، جس پر محمل ہوتی ہے، پردے سفید رنگ کے ہوتے ہیں، اور ان پر زری کا کام کیا ہوتا ہے، سلطان اور اس کے ندیم محمل میں اس طرح سوار ہوتے ہیں، کہ نظر نہیں آتے، جب سواری باغ کو نکل جاتی ہے، اور یہ گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا ہے، تو سوار ہوجاتا ہے، اور اونٹ سے اتر آتا ہے اس کی عادت ہے کہ رستہ میں کوئی شخص سامنے نہ آئے، نہ اس کے دیکھنے کے لئے ٹھہرے نہ کسی شکایت کے لئے اور نہ کسی اور بات کے لئے اور اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو بہت زائد مارا جاتا ہے، جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے، کہ سلطان نکلنے والا ہے، تو راستہ سے بھاگ جاتے اور اپنے تئیں بچاتے ہیں۔

اس سلطان کا وزیر الفقیہ محمد العدنی ہے یہ پہلے بچوں کا معلم تھا، اس نے سلطان کو بھی قرأت اور کتابت سکھائی ہے، سلطان نے اس سے عہد کیا تھا کہ جب میں بادشاہ ہوں گا، تو تجھے وزیر بناؤں گا، چنانچہ جب یہ بادشاہ ہوا تو وزیر بنایا چنانچہ یہ اس عہدے کو ٹھیک طرح انجام نہ دے سکتا تھا۔ اس لئے وزارت کے عہدہ پر تو یہ ہے لیکن اختیارات دوسرے شخص کو ہیں، اس شہر سے ہم براہ بحر عمان ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہوئے جو ایک شخص کا تھا، جسے علی بن ادریس المصیری کہتے ہیں، یہ جزیرہ مصیرہ کا باشندہ ہے،

دوسرے دن ہم بندرگاہ حاسک میں وارد ہوئے، یہاں کے باشندے عربی لوگ ہیں، جو مچھلی کا شکار کیا کرتے ہیں، اور یہیں رہتے ہیں ان کے یہاں کندر کا درخت ہوتا ہے جس کے پتے بہت باریک ہوتے ہیں، جب یہ پتہ دبایا جاتا ہے، تو اس میں سے دودھ کا سا پانی ٹپک پڑتا ہے، جو گوند بن جاتا ہے، اسی گوند کا نام لبان ہے، یہ یہاں بکثرت ہوتا ہے،

اس بندرگاہ کے باشندوں کی معاش سوا مچھلی کے شکار کے اور کچھ نہیں ہے، ان کی مچھلیاں اللخم کے نام سے مشہور ہیں، یہ بحری کتے کے مشابہ ہیں، ان کو چاک کر کے ڈال لیتے ہیں، اور سکھا لیتے ہیں، یہی ان لوگوں کی غذا ہے، ان کے مکانات اس مچھلی کی ہڈی کے ہوتے ہیں، اور ان کی چھتیں اونٹ

کے چہروں کی۔

پھر ہم جبل لُعان آئے، یہ وسط بحر میں واقع ہے، اس کے اوپر پتھر کی ایک عبادتگاہ بنی ہے، جس کی چھت مچھلیوں کی ہڈی کی ہے، اس کے باہر ایک تالاب ہے جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے،

بعدازاں ہم جزیرۃ الطیر میں وارد ہوئے، یہاں کوئی عمارت نہیں ہے، ہم نے جہاز لنگر انداز کیا، اور وہاں گئے، اسے پرندوں سے بھرا ہوا پایا، جو گودلیوں یا کنجشک کے مشابہ تھیں، مگر ان سے بڑی، لوگ ان پرندوں کے انڈے اٹھا لائے، ان کو پکایا، اور کھایا، اور ان پرندوں میں سے بہت سے پکڑ بھی لائے، ان کو بغیر ذبح کیے ہوئے پکایا، اور کھایا۔

ان دنوں اس جہاز پہ میرا کھانا کھجور اور مچھلی تھی، صبح اور شام یہ لوگ ایک مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے، اسے فارسی زبان میں "شیر ماہی" کہتے ہیں، عربی زبان میں اس کے معنی "اسد السمک" ہیں کیونکہ شیر کو "اسد" کہتے ہیں، اور ماہی کو "سمک" یہ اس مچھلی کے مشابہ ہوتی ہے، جسے ہم لوگ تا زرت کہتے ہیں یہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھون ڈالتے تھے، اور جہاز کے ہر شخص کو مساوی ٹکڑے بانٹ دیا کرتے تھے، اور مالک جہاز وغیرہ کسی کو زیادہ حصہ دینے میں ترجیح نہ دیتے تھے، اسے وہ لوگ کھجوروں سے کھاتے تھے، ہم نے عیدالضحیٰ بھی سطح آب پر ہی بحالت سفر منائی۔ اس دن طلوع فجر سے دن چڑھے تک نہایت تند ہوا چلی، قریب تھا کہ ہم غرق ہو جائیں۔

ہم سے آگے بعض تجار کا ایک اور جہاز روانہ ہوا تھا، وہ ڈوب گیا، اور سوا ایک آدمی کے اور کوئی نہ بچا، اسے نہایت کوشش سے خلاصی حاصل ہوئی تھی، میں نے اس جہاز پہ ایک قسم کا کھانا کھایا کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی کھایا تھا، اور نہ بعد میں کھانا نصیب ہوا، یہ عمان کے بعض تاجروں نے پکایا تھا جوار کو پیسے ہوئے پکایا، اور اس پہ کھجوروں کا شیرہ بہایا تھا، ہم نے شوق سے اسے کھایا۔

پھر ہم جزیرہ مصیرۃ میں داخل ہوئے، جس جہاز پہ ہم سوار ہوئے، اس کا مالک یہیں کا رہنے والا تھا، یہ بہت بڑا جزیرہ ہے، یہاں کے باشندوں کا گزارا صرف مچھلی پر ہے، چونکہ اس کی بندرگاہ ساحل سے بہت دور تھی، اس لیے ہمارا یہاں اترنا نہ ہوا۔

بندرگاہ صور جہاں خارجی فرقے کے لوگوں کی کثرت تھی

پھر ایک دن اور ایک رات ہم نے مسافت طے کی، ایک بڑے گاؤں کی بندرگاہ پہ پہونچے

...ور کہتے ہتے، پھر وہاں سے ہم نے شہر قلہات [1] روئے کوہ پر دیکھا گمان ہوتا تھا کہ وہ قریب ہی ... جب ہم لنگرگاہ پہونچے تو زوال یا اس سے پہلے کا وقت تھا، جب ہم نے شہر کو دیکھا تو اس ...رف جاتے اور وہیں شب باشی کا خیال پیدا ہوا۔ میں جہاز والوں کی صحبت سے اکتا بھی گیا تھا، میں ...ہاں جانے کے راستہ کا حال دریافت کیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ وہاں عصر کے وقت پہونچوں گا۔ بحری ...وں میں سے ایک کو اجرت پر اپنے ساتھ لیا تاکہ مجھے وہاں کا راستہ بتاتا جائے۔ اپنے ساتھیوں ...ہی پر چھوڑ دیا، اور کہہ دیا کہ کل ملنا ہوگا، اپنے کپڑے ساتھ دے لئے اور اسی راہنما کو دے دیئے ...ان کے لادنے کی تکلیف سے بچوں، صرف ایک نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔

...راہبر میرے کپڑوں ہی پہ ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب میں نے اس کا یہ ارادہ ...کہ وہ کپڑے لے کر عبور کرنا چاہتا ہے، تو میں نے کہا کہ تو تنہا عبور کر اور کپڑے میرے پاس ...چھوڑ جا، اگر ہم سے ہو سکے گا تو اتر آئیں گے، وہ راہبر پلٹ آیا، آخر ہم اوپر کی جانب ...ے، یہاں تک کہ ہمیں راستہ مل گیا، پھر ہم ایسے صحرا کی طرف نکل گئے، جس میں ...نام کو بھی نہ تھا،

خارجیوں کا ایک شہر اور وہاں کے حالات و کیفیات

آخر ہم شہر قلہات میں داخل ہوئے۔ یہاں ہم مرتے مرتے پہنچے تھے، جوتوں نے ...ے پیروں کی یہ حالت کر رکھی تھی، کہ ناخنوں سے خون جاری ہونے کے قریب تھا، ...ب ہم شہر کے دروازے پہ پہونچے تو جس آخری مصیبت سے سامنا ہوا وہ یہ تھی، کہ ...وازے پر جو شخص تعینات تھا، اس نے کہا کہ امیر شہر کے پاس تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا، ...تمہارے حالات اور تم کہاں سے آئے ہو، سب کا اسے علم ہو جائے، چنانچہ میں امیر کے ...ں اس کے ساتھ گیا، تو اسے فاضل اور صاحب حسن اخلاق پایا، اس نے مجھ سے میری ...فیت پوچھی اور مجھے اتارا۔ میں اس کے پاس چھ دن مقیم رہا۔ میرے پیروں کو جس تکلیف سے ...چار ہونا پڑا تھا، اس کے باعث مجھ میں کھڑے ہونے کی قدرت نہ تھی،

شہر قلہات ساحل بحر پہ ہے، اس کے بازار نہایت اچھے ہیں، یہاں تمام مسجدوں سے

---

[1] یہ خوارج کے ایک فرقہ اباضیہ کا مسکن تھا۔

عمدہ ایک مسجد بھی ہے، جس کی دیواریں قاشانی کی ہیں، جو زیج کے مشابہ ہے، یہ اس قدر بلند
کہ سمندر اور لنگرگاہ سے نظر آتی ہے، میں نے یہاں ایک ایسی مچھلی کھائی کہ اقالیم میں سے کسی اقلیم
دکھائی تھی، میں اسے تمام گوشتوں پر فضیلت دیتا تھا، اور سوا اس کے اور کوئی گوشت نہ کھا
وہ لوگ اسے درخت کے پتوں پر بھونتے ہیں، اور چاولوں پر اسے ڈال کر کھاتے ہیں
ان کے یہاں سرزمین ہند سے لے جایا جاتا ہے، یہ تمام لوگ تجارت پیشہ ہیں، ان کی
اوقات اسی پر ہے، جو ان کے پاس بحر الہند سے لے جایا جاتا ہے، جب ان کے
کوئی جہاز پہنچتا ہے، تو بے انتہا خوش ہوتے ہیں، باوجودیکہ یہ عرب ہیں، لیکن ان کی ز
غیر فصیح ہے، جو لفظ بولتے ہیں، اس کے ساتھ "لا" (نہیں) ملاتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں، تا
تمشی لا" تفعل کذا لا" ان میں سے اکثر خوارج ہیں، لیکن اپنے مذہب کے اظہار
جرأت نہیں کرتے، کیونکہ وہ سب سلطان قطب الدین تہمتن ملک ہرمز کی رعایا ہیں، اور وہ

بلادِ عمان

ملجم کو "عبد صالح" اور "رضی اللہ عنہ" سے یاد کرنے والے خارجی

قلہات سے قریب ہی ایک قریہ ہے، جس کا نام طیبی ہے، بڑا خوب صورت اور حسین ہے، یہاں ایک طرح کا موز ہوتا ہے، جسے مرواری (مروارید) کہتے ہیں، یہ یہاں سے وارد و صادر ہوتا ہے،

اب یہاں سے بہ قصد عمان آگے بڑھے، چھ دن دشت ناپیدا کنار میں گزرے ساتویں دن عمان، یہ سرسبز نہروں، درختوں، باغات، کھجوروں اور مختلف قسم کے پھل پھلاریوں کے چمنستان مشتمل ہے ہم اس کے دار الحکومت میں بھی گئے،

خارجی فرقہ کا ایک شہر، خارجیوں کے طرز زندگی کا ایک سرسری جائزہ

یہ شہر نزوا ہے، جو بالائے کوہ پر واقع ہے، اسے چاروں طرف سے باغات اور نہریں گھیرے ہوئے ہیں، اس کے بازار بھی اچھے اور مسجدیں بھی بڑی بڑی اور شستہ ہیں۔

یہاں کے باشندوں کی یہ عادت ہے کہ لوگ مسجدوں کے صحنوں میں جو کچھ پاس ہوتے آتے ہیں اور سب مسجد کے صحن میں کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں، ہر وارد و صادر بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے،

یہ سب بڑے بہادر اور شجاع ہیں، اور ہمیشہ ان میں جنگ قائم رہتی ہے، ان کا

مذہب الاباضیہ[1] ہے، جمعہ کو چار رکعت نماز ظہر پڑھتے ہیں، جب اس سے فارغ ہو جاتے تو امام قرآن کی چند آیات اور کچھ نثر کلام جو خطبہ کے مشابہ ہوتا ہے، پڑھتا ہے، ابوبکر اور عمر کے اسمائے گرامی پر تو رضی اللہ عنہ کہتا ہے، لیکن عثمان اور علی پر خاموش رہتا ہے، جب یہ علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کو "رجل" سے کنایہ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں "اس شخص سے مذکور ہے" "اس شخص نے کہا" اور الشقی اللعین ابن ملجم[2] کا نام بھی رضی اللہ عنہ سے لیتے ہیں، اسے "عبد صالح" اور "قامع فتنہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان کی عورتیں نہایت فساد برپا کرنے والی ہیں، اور حیا اور عزت ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی ہے، اور نہ ان کے مرد اس برے چال چلن سے ان کو کوئی نفرت ہے،

سلطان عربی قبیلہ ازد بن غوث میں سے ہے، اور ابی محمد بن نبہان کے نام سے مشہور ہے، ابو محمد ہر سلطان والی عمان کا لقب ہوتا ہے، جس طرح اتابک ملوک اللور کا لقب ہے، اس کا دستور یہ ہے کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ایک نشست گاہ میں بیٹھتا ہے، وہاں کوئی حاجب ہوتا ہے، اور نہ وزیر، کسی شخص کو وہاں جانے کی ممانعت بھی نہیں ہے، مسافر ہو یا کوئی، مہمان کی، عرب کی عادت کے موافق بڑی آؤ بھگت کرتا ہے، اس کی ضیافت کرتا، اور اسی کے لحاظ سے حسن سلوک بھی کرتا ہے، اس کے اخلاق بہت اچھے ہیں، اس کے دسترخوان پر پالتو گدھے کا گوشت کھایا جاتا، اور بازار میں بھی فروخت کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ اس کے حلال ہونے کے قائل ہیں، لیکن جو ان کے یہاں وارد ہوتا ہے اسے نہیں کھلاتے۔

بلاد عمان کا اکثر حصہ ہرمز کے زیر حکومت ہے،

عورتوں کی جنسی آزادی اور بے حیائی کی داستان عجیب

میں ایک دن سلطان ابی محمد بن نبہان کے پاس تھا، ایک کم سن خوب صورت عورت جس کا چہرہ کھلا ہوا تھا آئی اور سلطان کے سامنے کھڑی ہو کر کہنے لگی، اے ابا محمد شیطان

---

[1] یہاں بھی زیادہ تر خارجی بستے تھے جو اباضی فرقہ سے متعلق تھے۔

[2] وہ خارجی جس نے حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

...رے سر میں زور باندھا ہے، اُس نے کہا جا اور جو تیرا جی چاہے کر۔ اور شیطان کو بھگا دے وہ ...ں میں تو ایسا نہیں کرسکتی کیونکہ اے ابا محمدؒ میں تیرے پاس ہوں، پھر اُس نے کہا کہ اچھا جو ...ہے کر جب میں چلا آیا، تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ یہ عورت اور اسی طرح کی دوسری عورتیں جو ...سلطان کے جوار میں رہتی ہیں، آزاد نہ برے کام کے لئے جاتی ہیں، نہ باپ کو مجال ہے کہ اس ...ے باز رکھ سکیں، اور نہ کسی رشتہ دار کی ہمت، اور اگر وہ انہیں قتل کر دیں، تو خود قتل کیے جائیں کیونکہ یہ سب جوارِ سلطانی میں ہیں [1]۔

[1] اب عمان شرقی، روی کا دارالحکومت ہے، جس پر ایک ہاشمی خاندان حکومت کرتا ہے، خارجی صدیوں پہلے سے نیست ونابود ہو چکے ہیں۔

ہرمز میں ورود

دیار و امصار، قریات و مواضعات اور وہاں کے رسم و رواج

سمندر کے غوطہ خور۔ موتی نکالنے کے طریقے

پھر ہم عمان سے چلے اور بلاد ہرمز میں وارد ہوئے، شہر ہرمز ساحل بحر پر واقع ہے ٹھیک اس کے سامنے کے بحر میں ہرمز جدید بھی ہے، یہ ایک جزیرہ ہے اس کے شہر کا نام جرون ہے،

عبادت گاہ حضرت الیاس و خضر علیہما السلام کا مشاہدہ

یہ ایک خوب صورت اور بڑا شہر ہے، یہاں کے بازاروں میں ہر قسم کا مال مہیا رہتا ہے، ہند اور سندھ دونوں کا بندرگاہ ہے، یہاں سے ہندوستان کا مال دونوں عراقوں فارس اور خراسان کو روانہ ہوتا ہے، اسی شہر میں سلطان رہتا ہے، وہ جزیرہ جس میں یہ شہر واقع ہے، ایک دن کی مسافت پر ہے، اس کا اکثر حصہ شورہ زار اور نمک کے پہاڑوں سے پُر ہے، یہ الدرانی نمک ہے، اس نمک سے زینت کے لئے برتن اور ڈیوٹ بنائے جاتے ہیں جن پر چراغ رکھتے ہیں، ان کا کھانا مچھلی اور کھجوریں ہیں، جو ان کے پاس بصرہ اور عمان سے لے جائی جاتی ہیں، یہ اپنی زبان میں کہتے ہیں "خرما و ماہی لوت بادشاہی" جس کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں، التمر والسمك طعام الملوك (کھجور اور مچھلی بادشاہوں کا کھانا ہے) اس جزیرہ میں پانی قیمتہً ملتا ہے، یہاں پانی کے چشمے اور تالاب بنے ہوئے ہیں، ان میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے، اور شہر سے فاصلہ پہ ہیں، وہاں مشکیں لے جاتے ہیں، ان میں بھرتے ہیں، اور پیٹھ پہ لاد کر سمندر کی طرف لے جاتے ہیں، وہاں سے چھوٹی کشتیوں پہ لاد کر شہر میں لاتے ہیں، یہاں کے عجائب میں

ے باب الجامع کے پاس دیکھا کہ اس کے اور بازار کے مابین ایک مچھلی کا سر ہے، گویا کہ پشتہ
کھڑا ہوا ہے، اور اس کی دونوں آنکھیں گویا دو دروازے ہیں، لوگوں کو دیکھا کہ اُن میں سے
ایک سے داخل ہوتے ہیں اور دوسرے سے نکلتے ہیں، [1]

اس شہر میں میں الشیخ الصالح سیاح ابالحسن الاقصرائی سے ملا، آپ کا اصل مسکن بلاد روم ہے
آپ نے میری ضیافت کی، مجھ سے ملنے آئے، مجھے پہننے کے لئے کپڑے دیئے، اور ایک چیز دی
کہ اگر اُسے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں، اکثر فقراء عجم اُسے
گلے میں لٹکاتے ہیں،

اس شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کی خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرف
نسبت کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر یہ عبادت کرتے تھے، جس سے برکات دیدا ہیں ظاہر
ہوتے ہیں، یہاں ایک زاویہ بھی ہے،

یہاں کا فرماں روا، سلطان قطب الدین تہمتن بن طوران شاہ ہے، یہ نہایت متواضع اور صاحب
حسن خلق ہے، اس کی عادت ہے کہ جو فقیہ صالح یا شریف آدمی اس کے پاس آتا ہے، یہ خود بنفس
نفیس اس سے ملنے جاتا، اور اوائے حق پر مستعد رہتا ہے، جب ہم جزیرہ میں گئے ہیں، تو یہ اپنے
دونوں بھتیجوں کے ساتھ برسر جنگ تھا، ہر شب میدان کارزار گرم رہتا۔ اور جزیرہ پر مہنگائی
غالب ہو چکی تھی، ہمارے پاس اس کا وزیر شمس الدین محمد بن علی اس کا قاضی عماد الدین الشونکاری
اور فضلاء کی ایک جماعت آئی، اور سب نے اس جنگ میں مصروفیت کا عذر پیش کیا، ہم
یہاں سولہ دن مقیم رہے، جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو بعض اصحاب نے مجھ سے کہا
سلطان سے ملے بغیر کیوں کر واپس ہوں، پس ہم وزیر کے مکان پر آئے، میں نے اس سے کہا میں
سلطان کو سلام کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا بسم اللہ، اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے سلطان کے محل کی طرف
گیا، یہ ساحل بحر پر واقع تھا، اور وہاں بہت سی کشتیاں جمع تھیں،

سلطان ہرمز سے ملاقات، سلطان کے معمولات اور حالات کا ذکر

کیا دیکھتا ہوں کہ اس پر ایک شیخ تنگ اور میلے کپڑے پہنے بیٹھا ہے، اُس کے سر پر عمامہ

---

[1] وہیل مچھلی ہوگی،

اور کمر میں پٹکا بندھا ہوا ہے، پھر وہ کھڑا ہوا اور اپنے محل میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے امرا وزراء اور ارباب دولت گئے، وزیر کے ساتھ میں بھی داخل ہوا، میں نے تخت شاہی پر اس لباس میں بیٹھے ہوئے پایا، ذرا بدلا نہ تھا، اس کے ہاتھ میں موتیوں کی ایسی تسبیح تھی کہ آج تک ویسی میں نے نہیں دیکھی، کیونکہ موتی نکلنے کے مقامات اس کے زیر حکومت تھے، ایک امیر اس کے ایک جانب بیٹھ گیا، اور میں اس امیر کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

پھر اس نے میرے حالات، میرے آنے کی کیفیت اور جن بادشاہوں سے ملا تھا، ان کے حالات دریافت کیے، میں نے اُسے کل حالات بتائے، کھانا آیا، تمام حاضرین نے کھایا، لیکن ان کے ساتھ اس نے نہ کھایا، پھر وہ کھڑا ہوا، میں نے وداعی رسم ادا کی اور چلا آیا۔

پھر ہم شہر جرون سے روانہ ہوئے پھر کورالستان پہنچے وہاں سے شہر لار[1] میں وارد ہوئے، یہ بڑا شہر ہے، اس کے گرد چشمے رواں، پانی جاری، باغات کی فراوانی، ہر طرف سبزہ اور شادابی یہاں کے بازار بھی بڑے خوب صورت ہیں، یہاں ہم الشیخ العابد ابی دلف محمد کے زاویہ میں فروکش ہوئے، یہاں ان کے صاحبزادہ ابو زید عبدالرحمٰن رہتے ہیں، اور آپ کے ساتھ فقراء کی ایک جماعت بھی رہا کرتی ہے۔

اس شہر کے سلطان کو جلال الدین کہتے ہیں، یہ قوم ترکمان میں سے ہے، مجھے ضیافت کے لئے مدعو کیا۔

ایک بزرگ سے ملاقات جنہیں دست غیب حاصل تھا

پھر ہم شہر خنج بال کو روانہ ہوئے، اسی میں شیخ ابی دلف رہتے ہیں، جن کی زیارت کا ارادہ تھا، انہی کے زاویہ میں اترے اور دیکھا کہ حضرت ایک طرف زمین پر بیٹھے ہیں، اور ایک پرانا اونی جبہ زیب تن کئے ہوئے ہیں، اور سر پر سیاہ اونی عمامہ ہے، میں نے سلام کیا، نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا، اور میرے آنے، اور میرے ملک کا حال دریافت کیا، اتارا، اور میرے پاس کھانا اور پھل پھلاری اپنے لڑکے کے ہاتھ بھیجتے رہے، جو مرد صالح و عابد تھا، ان شیخ ابی دلف کی عجیب شان ہے، اس خانقاہ کا خرچ بہت زیادہ ہے

---

[1] لارستان کا دار السلطنت۔

لوگوں کو بہت کچھ دیا کرتے، کپڑے پہنایا کرتے، گھوڑے عطا کر دیا کرتے، اور ہر وارد و صادر سے حسن سلوک سے پیش آتے، سوا اس کے کہ اخوان[1] اور اصحاب جو کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے، اور کوئی ذریعہ آمدنی کا نہیں تھا، اکثر لوگ خیال کرتے تھے کہ آپ دست غیب سے صرف کرتے ہیں،

میں الشیخ ابی دلف کے پاس صرف ایک ہی دن ہم سفر رفقاء کی عجلت کی وجہ سے ٹھہر سکا اور سنا کہ شہر خنج بال میں ایک خانقاہ ہے جس میں نیکو کاروں اور عابدوں کی ایک جماعت رہا کرتی ہے چنانچہ میں شام کو وہاں گیا اور شیخ کی خدمت میں سلام عرض کیا، واقعی اس جماعت کو بہت بابرکت پایا، اُن سے عبادت کے آثار عیاں تھے، زرد رنگ نحیف الاجسام بے انتہا روتے ہر وقت اشک بار رہتے، یہ سب شافعی المذہب ہیں، جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو انہوں نے ہمارے لئے دعا کی، اور ہم چلے آئے،

پھر شہر قیس کی طرف روانہ ہوئے، اسے سیراف بھی کہتے ہیں، بحر ہند کے اس ساحل پر واقع ہے، جو بحر یمن اور فارس سے متصل ہے اس کا شمار اضلاع فارس میں ہے، یہ نہایت وسیع شہر اور پاکیزہ مقام ہے، مکانات میں باغات ہیں جن میں خوشبودار گھاس اور لہلہاتے درخت ہیں، یہاں کے باشندے پانی ان چشموں سے حاصل کرتے ہیں، جو پہاڑوں سے نکلتے ہیں، یہ سب عجمی اشراف اہل فارس ہیں، ان میں بنی سفان عرب کا ایک قبیلہ بھی رہتا ہے، یہ لوگ موتیوں کی غوطہ زنی کا کام کرتے ہیں،

سمندر کی تہہ میں غوطہ لگا کر موتی برآمد کرنے والے غواصوں کی کارگزاری کا مشاہدہ

وہ مقام جہاں موتی نکالنے کے لئے غوطہ زنی کرتے ہیں، سیراف اور بحرین کے مابین ایک جگہ ہے جس میں بہت بڑی ندی کی طرح پانی ٹھہرا رہتا ہے، اپریل اور مئی کے مہینوں میں بہت سی کشتیاں آتی ہیں، ان میں غواص اور فارس و بحرین کے تاجر اور موتی چننے والے بیٹھے ہوتے ہیں، غواص کچھوے کی ہڈی پہن لیتے ہیں، یہ اُوپر کا ٹھیکرا ہوتا ہے۔ اور اسی ہڈی کی مقراض سے مشابہ ایک شکل بناتے ہیں جسے اپنی ناک پہ باندھتے ہیں پھر کمر میں ایک رسی باندھتے

---

[1] اخوان کا ذکر آگے آئے گا۔

ہیں، اور غوطہ لگاتے ہیں، پانی کے اندر سانس روکنے کی کسی کو کم کسی کو زیادہ مہارت ہوتی ہے بعض ایسے ہوتے ہیں، جو ایک گھنٹہ اور دو گھنٹے سانس روکے رہتے ہیں، اور اس سے زیادہ بھی سانس روک لیتے ہیں، جب سمندر کی گہرائی میں غوطہ لگانے والا پہنچتا ہے، تو وہاں چھوٹے چھوٹے پتھروں کے درمیان اُسے سیپیاں جمی ہوئی ملتی ہیں، انہیں اپنے ہاتھ سے اکھیڑتا ہے یا لوہے سے جو اسی کام کے لئے ہوتا ہے، الگ کرتا ہے، اور ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال جاتا ہے، جو اس کی گردن میں لٹکا ہوتا ہے، جب دم گھٹنے لگتا ہے، تو رسی کو ہلاتا ہے، فوراً وہ آدمی معلوم کر لیتا ہے، جو ساحل پر رسی کو پکڑے ہوئے ہے، اُسے کشتی کی طرف کھینچ لیتا ہے، تھیلا لے لیا جاتا ہے، اور سیپیاں کھولی جاتی ہیں، اُن کے اندر گوشت کے ٹکڑے نکلتے ہیں، جو لوہے سے کاٹ لئے جاتے ہیں، جب انہیں ہوا لگتی ہے، تو منجمد ہو جاتے اور موتی بن جاتے ہیں، پھر تمام چھوٹے بڑے صدف جمع کر لئے جاتے ہیں، پانچواں حصہ سلطان کا ہوتا ہے، وہ لے لیتا ہے، باقی وہ تاجر جو کشتیوں میں ساتھ آتے ہیں خرید لیتے ہیں اکثر تاجر غوطہ زنوں کو پیشگی روپیہ دے دیتے ہیں، وہ اس موقع پر منہا کر لیا جاتا ہے،

سفر بحرین

شہر طیب میں گذر: محمد علی خیر البشر و من خالفہما فقد کفر

سیراف کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر بحرین میں آئے، یہ بڑا خوب صورت شہر ہے، یہاں باغات، انہار اور اشجار کی کثرت ہے، پانی آسانی سے نکل آتا ہے، ہاتھوں سے کھودتے ہیں اور پانی نکال لیتے ہیں، یہاں کھجور، انار اور ترنج کے چمن ہیں، اور کاشت روئی کی ہوتی ہے گرمی سخت پڑتی ہے، اور ریگ کی کثرت ہے، کبھی کبھی بعض مکانات ریگ میں پٹ جاتے ہیں، اس کے اور عمان کے درمیان ایک راستہ تھا، اس پر ریگ اس قدر پٹ گئی کہ راستہ بند ہو گیا، اس لئے اب عمان سوا سمندر کے راستہ کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

بحرین کے قریب دو بڑے بڑے پہاڑ ہیں، ایک کا نام جو جانب مغرب ہے کسیر ہے، اور دوسرے کا نام جو مشرق کی طرف ہے، عُوَیر ہے،

پھر ہم شہر القطیف میں داخل ہوئے، گویا یہ نام "قطف" کی تصغیر ہے، یہ ایک بڑا اور اچھا شہر ہے، کھجور کے درخت بکثرت ہیں، یہاں عربوں کے گروہ رہتے ہیں، جو بڑے کٹر اور غالی قسم کے شیعہ ہیں اپنے رفض کا علانیہ اظہار کرتے ہیں، اور کسی سے نہیں ڈرتے ان کا مؤذن اپنی اذان میں "الشہادتین" کے بعد "اشہد ان علیاً ولی اللہ" کہتا ہے، اور حی علی الصلاح وحی علی الفلاح کے بعد "حیّ علی خیر العمل" کہتا ہے، اور تکبیر اخیر کے بعد یہ کہتا ہے، "محمد و علی خیر البشر و من خالفہما فقد کفر"۔

پھر ہم شہر ہجر میں آئے، اب اس مقام کا نام الحسا ہے، یہاں ایسی کھجوریں بھی ہیں جو اس کے سوا کہیں نہیں، یہی ان کے چوپایوں کا چارہ بھی ہے، یہاں کے باشندے عرب ہیں، اور اکثر قبیلہ عبد القیس بن افصی سے ہیں، پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر شہر الیمامہ میں وارد ہوئے اس کا نام حجر بھی ہے، یہ ایک خوب صورت سے نہروں کا جال بچھا ہوا ہے، درختوں کی بہتات ہے، یہاں عرب کے گروہ رہتے ہیں، جن میں سے اکثر بنی حنیفہ میں سے ہیں، یہ

ان کا قدیم شہر ہے، اور ان کا امیر طفیل بن غانم ہے، اسی کے ساتھ میں پھر رسم حج ادا کرنے کیلئے گیا، یہ ۷۳۲ھ مطابق ۱۳۳۲ء کا واقعہ ہے، چنانچہ میں مکہ شرفہا اللہ تعالےٰ پہونچا، اسی سال الملک الناصر سلطان مصر رحمہ اللہ اور اس کے تمام امراء نے بھی حج کیا تھا، یہ حج اس کا حجۃ الوداع تھا، اس نے اہل حرمین شریفین اور مسافرین پر احسانات جزیلہ کئے، اس سال الملک الناصر نے اُس امیر احمد کو قتل کیا جو ایک جاریہ کے بطن سے اس کا بیٹا تھا، اور بکتمور کے اکسانے سے مدعی تاج و تخت بن گیا تھا، پھر ملک الناصر نے بکتمور کو بھی زہر دے کر ہلاک کر دیا، نیز اس کے امراکبار میں سے بکتمور الساقی کو بھی قتل کیا۔

حج کے بعد میں جدہ گیا کہ جہاز پر سوار ہو کر یمن اور ہند جاؤں، لیکن میرا یہ قصد پورا نہ ہو سکا اور نہ مجھے کوئی رفیق سفر ہی ملا، چنانچہ میں نے جدہ میں تقریباً چالیس دن قیام کیا۔

پھر میں سمندر کے سفر کے لئے صنبدق میں عیذاب جانے کے لئے سوار ہوا۔

ہوا نے ہمیں اُس لنگر گاہ کی طرف پھیر دیا، جسے رأس الدوائر کہتے ہیں، وہاں سے ہم خشکی کے راستہ البجاۃ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم ایک صحرا میں چلے، جس میں مرغوں اور ہرنوں کی بڑی کثرت تھی، اس میں جہینہ اور بنی کاہل عرب رہتے تھے، اور البجاۃ کے مطیع تھے، ہم اُن گھاٹوں پر آئے جنہیں المعروف اور الجدید کہتے ہیں، یہاں ہمارے زاد راہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، چنانچہ البجاۃ ہی کے گروہ سے ہم نے خرید لیا۔

پھر ہم نو دن تک رأس الدوائر سے سفر کرنے کے بعد عیذاب کی طرف پہنچے۔ پھر میں مصر پہنچا، اور یہاں چند دن قیام کیا۔

بعد ازاں بلبیس کے راستہ سے شام کی طرف روانہ ہوا، اور مختلف شہروں میں ہوتا ہوا لاذقیہ آیا، یہاں ہم نے ایک بڑی کشتی پر بحری سفر اختیار کیا، جو جنیوا کے باشندوں کی تھی، اس کے مالک کا نام مرتلین تھا، ۱ھ

بلادِ روم یعنی ایشیائے کوچک

حالات سیر وسفر، دیار وامصار کے نظارے

اب ہم ترکوں کے ملک کی طرف روانہ ہوئے جو بلاد روم کے نام سے معروف ہے، اسے روم اس لئے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں یہ سرزمین رومیوں اور یونانیوں کے مذاہب اور ثقافت کا سب سے بڑا مرکز تھی، یہاں اب بھی بہت سے عیسائی ذمی کی حیثیت سے رہتے ہیں، دس دن سفر کرنے کے بعد ہم شہر علایا میں پہنچے، یہ بلاد روم کا پہلا شہر ہے، اور اقالیم دنیا میں سب سے زیادہ خوب صورت ہے، دیگر بلاد میں جو متفرق محاسن ہیں، اللہ برتر نے وہ کل محاسن اس میں جمع کردیئے ہیں، اس کے باشندے بے انتہا خوب صورت ہیں، کپڑے نہایت پاکیزہ پہنتے ہیں، اور کھانا نہایت اچھا کھاتے ہیں، اور تمام خلق اللہ میں سب سے زیادہ بااخلاق ہیں، اسی لئے یہ کہا جاتا ہے "البرکۃ فی الشام والشفقۃ فی الروم" یعنی برکت شام میں ہے، اور شفقت روم میں ہے۔

ترک مردوں اور عورتوں کے اسلامی اخلاق اور اسلامی سادگی کا نمونہ

ہم ان بلاد میں جہاں بھی اترے خواہ زاویہ ہو یا گھر، ہمارے ہمسائے مرد اور عورتیں سب پرسان حال رہتے، عورتیں پردہ بھی نہیں کرتی تھیں، جب ہم سفر کے لئے جدا ہوتے تو ہمیں اس طرح رخصت کرتے کہ گویا ہم ان کے عزیز ہیں، اور عورتیں تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھیں۔ ان کی عادت ہے کسی ایک دن اس قدر روٹیاں پکا لیتی ہیں، کہ تمام ہفتہ کے لئے کافی ہو سکے، ہمارے پاس مرد جو روٹیاں پکنے کا دن ہوتا تھا، گرم روٹیاں لے کر آتے تھے، اور کھانے کے لئے نہایت عمدہ اور تازی خورش بھی لاتے تھے، اور کہتے تھے "آپ لوگوں کے لئے ہماری عورتوں نے یہ کھانا بھیجا ہے، اور آپ کی دعا کی طالب ہیں"

یہاں کے تمام باشندے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یعنی اہل سنت والجماعت ہیں۔ نہ ان میں کوئی قدری ہے، نہ رافضی، نہ معتزلی، نہ خارجی اور نہ مبتدع، اس فضیلت سے اللہ برتر

نے انہی کو مخصوص کیا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ حشیش (بھنگ) استعمال کرتے ہیں، اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

شہر العلایا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، بڑا اور ساحل پہ واقع ہے، اس کے باشندے ترکمان ہیں، اور یہاں مصر، اسکندریہ اور شام کے تاجر اترتے ہیں، یہاں عمارتی لکڑی بہت ہوتی ہے، جیسے اسکندریہ اور دمیاط اور مصر لے جاتے ہیں، یہاں ایک قلعہ انتہائی عجیب اور پائیدار ہے، اسے السلطان المعظم علاء الدین الرومی نے بنایا تھا، میں اس شہر میں یہاں کے قاضی جلال الدین الارزنجانی سے بھی ملا، آپ جمعہ کے دن میرے ساتھ قلعہ پہ چڑھے تھے، وہیں ہم نماز بھی پڑھی، آپ نے میری ضیافت کی تھی، اور بہت اکرام سے پیش آئے تھے، نیز یہیں شمس الدین بن الرجیحانی نے بھی ضیافت کی تھی، یہ وہ شخص ہیں، جن کے والد کا انتقال مالی میں ہوا تھا، جو بلاد سوڈان میں سے ہے،

حسین جمیل شہر انطالیہ، مسجدوں، مدرسوں، حماموں اور بازاروں کی کثرت

ہفتہ کے دن میرے ساتھ القاضی جلال الدین سوار ہوئے، اور ہم ملک العلایا کی ملاقات کو گئے، اس کا نام یوسف بک ہے، بک کے معنی بادشاہ کے ہوتے ہیں، یہ قرمان کا بیٹا ہے اس کا مسکن شہر سے دس میل کے فاصلہ پہ ہے، جب ہم گئے، تو یہ ساحل پہ ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا، امرا اور وزرا دیچے تھے، اور لشکر والے داہنے بائیں، اس نے بالوں میں سیاہ خضاب لگا رکھا تھا، میں نے سلام کیا، اس نے میرے آنے کی سرگذشت دریافت کی۔

پھر میں انطالیہ آیا، شام میں اسی کے وزن پہ انطاکیہ ہے، فرق اتنا ہے، کہ یہاں صرف کاف کے عوض لام ہے، یہ تمام شہروں میں خوب صورت ترین، انتہائی ہموار و فراخ اور حد درجہ خوب صورت ہے، عمارتیں بکثرت ہیں، اور ان کی ترتیب نہایت اچھی ہے، ہر فرقہ کے لوگ یہاں رہتے ہیں، ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے علیحدہ رہتا ہے، عیسائی تاجر جہاں رہتے ہیں، اس کا نام مینا رہ ہے، چاروں طرف شہر پناہ ہے، جس کے دروازے رات کو اور نماز جمعہ کے وقت بند کر دیئے جاتے ہیں، رومی یہاں کے قدیمی باشندے ہیں، اور الگ

ے مقام پر رہتے ہیں، جو تبنی حد و د شہر پناہ کے اندر ہے، یہود دوسری جگہ رہتے ہیں،
ں بھی ایک شہر پناہ ہے، بادشاہ اس کے اہل دولت اور غلام جس بلدہ میں رہتے ہیں۔
بھی شہر پناہ ہے، جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہے،
اس بلدہ اور ان فرقوں کے مقامات اور عام مسلمانوں کے مابین جو بڑے شہر میں رہتے ہیں
فرق ہے، اس میں مسجد جامع، مدرسہ اور حمام بکثرت ہیں۔ بڑے بڑے بازار نہایت نادر
ب کے ساتھ واقع ہوئے ہیں، اس کی ایک بہت بڑی شہر پناہ ہے۔ ہر چہار اطراف
فصیل موجود ہے، جہاں باغات کی بڑی کثرت اور پھل پھلاریاں نہایت اچھی ہوتی ہیں،
ں تو یہاں کی بہت ہی عجیب ہوتی ہے، یہ لوگ اسے قمرالدین کہتے ہیں، اس کی گٹھلی میں
ت شیریں مغز بادام ہوتا ہے، اسے خشک کرتے ہیں، اور دیار مصر کو لے جاتے ہیں، یہ
ل بہت نفیس سمجھی جاتی ہے، یہاں نہایت اعلیٰ اور شیریں پانی کے چشمے ہیں، جو گرمیوں
موسم میں بہت ٹھنڈے رہتے ہیں۔

الاخوان": اخوت اسلامی اور وحدت ملی کی ایک ہمہ گیر تحریک

الاخیتہ کا واحد اخی ہے، یہ لوگ بلاد ترکمان اور روم کے ہیں، مسافروں کی خاطر مدارت
نے والا ساری دنیا میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں پایا جاتا۔ لوگوں کی مہمان نوازی، حاجات پورا کرنے
ظلموں سے بدلہ لینے اور ایذا رسانوں کو سزا دینے اور شریروں کو قتل کرنے میں نہایت عجلت
نے والے اور تیز دست ہیں، اخی ان کی اصطلاح میں وہ شخص ہے، جو اپنے ہم پیشہ وغیرہ نوجوانوں
ر مجرد لوگوں کو جمع کر کے ایک جتھا قائم کرتا اور خود ان کا پیشوا بنتا ہو، اسے الفتوہ بھی
کہتے ہیں،
ہمارے پہنچنے سے دوسرے دن ان الفتیان میں سے ایک الشیخ شہاب الدین الحموی
پاس آیا، اور ان کے ساتھ ترکی زبان میں گفتگو کی، اس وقت تک میں ترکی زبان نہیں سمجھتا تھا،
پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا، اور سر پہ نمدے کی ٹوپی تھی، الشیخ نے مجھ سے کہا
پ سمجھے اس شخص نے تجھ سے کیا کہا، میں نے جواب دیا جی نہیں جو کچھ اس نے کہا میں تو
نہیں سمجھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا، یہ آپ کی، اور آپ کے ساتھیوں کی اپنے یہاں ضیافت
کی دعوت دینے آیا تھا، مجھے اس کے اس فعل پہ نہایت تعجب ہوا، میں نے اس سے کہا بہت

اچھا جب وہ چلا گیا تو میں نے الشیخ سے کہا یہ غریب شخص معلوم ہوتا ہے، اس میں ہماری ضیافت کی مقدرت بھی نہیں معلوم ہوتی، ہمارا خیال نہیں کہ ہم اسے تکلیف دیں، اس پر الشیخ ہنسے اور مجھ سے فرمایا، یہ الفتیان کے شیوخ میں سے تھا، موچیوں میں سے ہے، اور بڑا کریم النفس شخص ہے، اس کے ساتھی تقریباً دو سو پیشہ ور ہوں گے، انہوں نے اسے اپنا سردار بنا رکھا ہے، اور ضیافت کے لیے ایک خانقاہ بنائی ہے، یہ جو کچھ دن کو جمع کرتے ہیں، اُسے رات کو صرف کر دیتے ہیں۔

یہاں کا سلطان خضر بک بن یونس بک تھا، نہایت تپاک اور محبت کے ساتھ پیش آیا، اور زادِ راہ بھی دیا۔

پھر ہم شہر بردور آئے، یہ ایک چھوٹا سا شہر بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے، اس میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ بھی ہے، ہم یہاں کے خطیب کے مکان پر اترے تمام ر(الاخوان) جمع ہو گئے، اور ہم سے اپنے یہاں اترنے کے لئے اصرار کرنے لگے، لیکن خطیب نے عذر و معذرت کر لی، پھر انہوں نے ایک باغ میں ضیافت کی۔

شہر "سبرتا" باغوں، نہروں اور قلعوں کا شہر

اب ہمارا گزر شہر سبرتا میں ہوا۔ اس شہر کی آبادی اور بازار نہایت اچھے ہیں، اور بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے، ایک بلند پہاڑ پر مستحکم قلعہ ہے، ہم اس شہر میں شام کو پہنچے تھے، اور وہاں کے قاضی کے ہاں ٹھہرے، پھر یہاں سے روانہ ہوئے، اور شہر اکریدور میں آئے، پھر براہ بحر اقشہر اور یقشہر وغیرہ میں پہنچے، ہم یہاں ایک مدرسہ میں جو الجامع الاعظم کے مقابل ہے، ٹھہرے، اس کے مدرس العالم الحاج المجاور الفاضل مصلح الدین ہیں، خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔

ایک درویش صفت بادشاہ: سلطان اکریدور کی مذہبیت

یہاں کا سلطان ابو اسحاق بک ان بلاد کے کبار سلاطین میں سے ہے، اپنے باپ ہی کے عہد سے دیار مصر میں رہا، اور حج بھی کیا، نہایت اچھی سیرت کا شخص ہے، اس کی عادت ہے کہ روزانہ نماز عصر کے لئے المسجد الجامع آتا ہے، جب عصر کی نماز ہو چکتی ہے، تو قبلہ رخ والی دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتا ہے، اور اس کے سامنے ایک بلند لکڑی کے تخت پر ... بیٹھتے

...رۃ الفتح، الملک، اور عم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، قلوب نرم ہو جاتے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنسو بہنے لگتے ہیں، پھر اپنے مکان واپس آجاتا ہے۔

...میں ماہ رمضان میں اس کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا اور وہ ہم پہ سایہ گستر رہا۔ بغیر تخت ...س کا فرش ہر شب کو زمین ہی پہ بچھا رہتا۔ اور وہ ایک بڑے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر ... اس کے ایک جانب الفقیہ مصلح الدین بیٹھتے، اور میں الفقیہ کے پہلو میں بیٹھتا، پھر ہمارے ارباب دولت اور امرائے دربار بیٹھتے پھر کھانا لایا جاتا۔ پہلی چیز جس سے افطار کیا جاتا ...چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں ثرید ہوتا تھا، اور اس پہ گھی اور شکر میں پکی ہوئی مسور ہوتی تھی، ...ت الثرید کو تبرکاً مقدم کرتے تھے۔

...النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضلہ علیٰ	کیونکہ مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثرید کو تمام کھانوں
...الطعام فنحن نبدا بہ لتفضیل	پر فضیلت دی ہے اس لئے آپ کے فضیلت دینے کی وجہ
...بی لہٗ"	سے ہم بھی اس سے کھانے کا آغاز کرتے ہیں۔

انہیں دنوں میں سے السلطان کے لڑکے نے وفات پائی، انہوں نے آہ وزاری میں زیادتی نہ ... جب دفن کر چکے تو السلطان اور طلبہ تین دن تک نماز صبح کے بعد قبر پہ جاتے رہے، دن ... دوسرے دن میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا، جب سلطان نے مجھے پاپیادہ چلتے دیکھا تو میرے ... ایک گھوڑا بھیجا اور معذرت چاہی، جب میں مدرسہ پہنچ گیا تو وہ گھوڑا واپس کر دیا۔ لیکن ...ان نے اُسے پھر واپس کر دیا، اور کہا میں نے تو تمہیں عطیہ دیا تھا۔ عاریت نہیں دیا تھا نیز ...ے پاس لباس اور دراہم بھیجے۔

اب ہم شہر قل حصار[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر اور اس کے چاروں طرف پانی ہے، اس میں نیستان ہے، اس لئے اندر جانے کا کوئی راستہ سوا ایک راستہ کے جو نیستان اور ...ے مابین ہے، نہیں ہے، اس کی چوڑائی صرف اس قدر ہے کہ ایک سوار گزر سکتا ہے اور ...ی کے وسط میں ایک ٹیلہ پہ آباد ہے، یہ اس قدر محفوظ جگہ ہے کہ اس پہ دسترس ناممکن ہے، ...یہاں ایک زاویہ میں اترے جو یہاں الفتیان الاخیہ میں سے کسی کی تھی۔

اس کا سلطان محمد چلبی ہے، زبان روم میں چلبی کے معنی میرے آقا کے ہیں، یہاں ہمارا

---

[1] اسے قرا حصار بھی کہتے ہیں۔

چند دنوں تک قیام رہا۔ اس نے ہماری آؤ بھگت کی، ہم کو سواری دی اور زاد راہ عطا کیا۔

پھر ہم براہ قرا آغاج واپس ہوئے۔ یہاں لوگوں کا ایک گروہ ہے، جنہیں الجرمیان کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ یزید بن معاویہ کی اولاد ہیں۔ ان کا ایک شہر بھی ہے، جسے کوتا ہیہ کہتے ہیں۔ اللہ برتر نے ان سے ہمیں محفوظ رکھا، پھر ہم شہر لاذق پہنچ گئے، یہ شہر نہایت بدیع، لمبا چوڑا ہے۔ نماز جمعہ کے لیئے یہاں سات مسجدیں ہیں، نہایت پاکیزہ باغات جاری اور رواں چشموں پر مشتمل ہے۔ اس کے بازار نہایت اچھے ہیں۔ یہاں ایک قسم کی روئی بنایا جاتا ہے، جس پر سنہری گلکاری ہوتی ہے۔ اس کا کہیں مثل نہیں۔ چونکہ یہاں کی روئی اچھی ہوتی ہے، اس لیئے یہ نہایت دیرپا ہوتا۔ اور مدتوں تک رہتا ہے۔ اکثر بنانے والی رومی عورتیں ہیں، اس شہر میں رومی عیسائی بکثرت ہیں لیکن ذمی ہیں، اور سلطان کو جزیہ ادا کرتے ہیں، یہاں کے رومی لوگوں کی شناخت ان کی لمبی ٹوپیوں سے ہوتی ہے، بھی ہوتی ہیں، اور سفید بھی اور رومی عورتوں کے سر کی پوشش بھی عجیب یعنی بڑے بڑے عمامے۔

شہر لاذق، جہاں عورتوں کو خرید کر ان سے پیشہ کرایا جاتا تھا

اس شہر کے لوگوں کو فحش باتوں سے غیرت نہیں آتی، صرف انہی پر انحصار نہیں بلکہ سارے اقلیم کا یہی حال ہے، یہ لوگ خوب صورت رومی لونڈیاں خریدتے ہیں، اور ان سے بدکاری کراتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے مالک کو آمدنی میں سے ایک حصہ ادا کرتی ہے۔

میں نے یہ سنا ہے کہ یہ چھوکریاں حماموں میں مردوں کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ جو ان سے بدکاری کرنا چاہتا ہے، وہیں حمام میں بغیر پس و پیش کے نہایت آزادانہ بدکاری کرتا ہے، مجھ سے بیان کیا گیا کہ اسی طرح ایک قاضی بھی ان چھوکریوں سے بدکاری کراتا ہے۔

جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو ایک بازار سے گزرے، دوکانوں سے لوگ اتر کر ہمارے پاس آ گئے، اور ہمارے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں، بعض دوسرے لوگ ان سے جھگڑنے لگے، اور جنگ نے اس قدر طول کھینچا کہ بعضوں نے چھرے تک نکال لیئے، ہم کو علم نہ تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اتنے میں اللہ برتر نے ایک حاجی بھیج دیا۔ جو عربی زبان جانتا تھا، میں نے اس سے دریافت کیا کہ آخر ان کا ہم سے منشا کیا ہے، اس نے

الفتیان (الاخوان) میں سے ہیں، اور جن لوگوں نے ہماری طرف پہلے سبقت کی وہ اخی
سنان کے اصحاب الفتی ہیں، اور دوسرا گروہ اخی طومان کے اصحاب الفتی کا ہے، اور ہر گروہ
چاہتا ہے کہ آپ لوگ اُس کے یہاں اتریں، اُن کی اس کریم النفسی سے ہمیں
تعجب ہوا۔
پھر اُن میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ قرعہ ڈالا جائے، جس کا قرعہ نکل آئے ہم اولاً
اس کے یہاں اتریں، اخی سنان کا قرعہ نکلا اور اخی مذکور کو اس کی خبر پہنچی، یہ ہمارے پاس
اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ آیا، اُن سب نے ہمیں سلام کیا، اور اس نے ہمیں
اپنے زاویہ میں اتارا، اور قسم قسم کے کھانے ہمارے پاس لایا، اُس نے میری نفیس نفیس خدمت
کی، کھانے سے فراغت کے بعد قرآن سے قاری نے آیات پڑھیں، پھر سماع اور رقص میں
مشغول ہوئے، اور سلطان کو ہمارے متعلق اطلاع بھیجی۔

سلطان لاذق کے احوال و مقامات اور طرز و اصول

یہ سلطان ینانج بک ہے، اور اس کا شمار بلاد روم کے کبار سلاطین میں ہے ہم
اس کے پاس گئے، سلام کیا، واردین کی تواضع کرنا، اُن سے شیریں کلامی سے پیش آنا اور
ان کو کچھ عطیہ دینا ان بلاد کے ملوک کی عادت میں داخل ہے، ہم نے اس کے ساتھ نماز
مغرب ادا کی، پھر کھانا لایا گیا۔ ہم سب نے اُسی کے پاس روزہ افطار کیا، اور چلے آئے
پھر اس نے ہمارے پاس کچھ درہم بھیجے۔
عید الفطر اسی شہر میں ہوئی، ہم عید گاہ گئے، سلطان مع اپنے لشکر اور الفتیان الاخیہ
کے سب مسلح ساتھ گئے، ہر پیشہ کی جماعت کے سامنے قرنا۔ نقارے اور نفیریاں تھیں، ان
میں سے بعض بعض پر فخر کرتا تھا۔ اور اپنی زینت اور ٹھاٹھ باٹھ کے کمال میں مباہات کرتا تھا
ہر پیشہ کے گروہ کے ساتھ گائیں، بھیڑیں اور روٹیوں کے بوجھ تھے، یہ قبرستانوں میں چوپایوں
کو ذبح کرتے، اور روٹیوں کے ساتھ خیرات کرتے تھے، یہ لوگ پہلے قبرستان کی طرف جاتے
اور پھر وہاں سے عید گاہ، جب ہم دوگانہ عید سے فارغ ہو چکے تو سلطان کے ساتھ اس
کے محل گئے، فقیر فقرا اور مساکین علیحدہ دسترخوان پر بٹھائے گئے، اس کے دروازہ سے اس
دن کوئی محروم آتا ہے، اور نہ کوئی مالدار ہم اس شہر میں ایک عرصہ دراز تک ساستہ

کے خوف سے مقیم رہے،

پھر ہم حصن طواس میں داخل ہوئے، یہ ایک بڑا قلعہ ہے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے صحابی صہیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہیں کے رہنے والے تھے، ہم نے شب باہر بسر کی، اور صبح کے وقت دروازہ پر پہنچے، اس کے باشندوں نے دیوار فصیل کے اوپر سے آنے کے متعلق دریافت کیا، ہم نے مطلع کر دیا۔ اس قلعہ میں ہم ایک سرائے میں اترے امیر قلعہ نے ہمیں ضیافت اور زاد راہ بھیجی۔

پھر مغلہ میں وارد ہوئے، اور یہاں کے مشائخ میں سے ایک کی خانقاہ میں قیام کیا۔

بعدازاں شہر میلاس میں وارد ہوئے، یہ بلاد روم کے اعلیٰ بلاد میں سے ہے، پھل بہت پیدا ہوتے ہیں، باغات اور پانی کی بڑی کثرت ہے، یہاں الفتیان الاخیہ میں سے ایک کی خانقاہ میں ہمیں اترنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے اتنی ہماری تکریم اور ضیافت اور حسن سلوک اور شائستگی کا برتاؤ کیا کہ دوسرے گرویدہ ہوگئے۔ ہم اس شہر میلاس میں ایک صالح اور سن رسیدہ شخص سے ملے، جسے الشتری کہتے تھے لوگوں نے بتایا اس کی عمر ڈیڑھ سو سال سے متجاوز ہے، اس کی قوت حرکت اور عقل بالکل درست تھی، اور ذہن بڑا زبردست تھا، اس نے ہمارے لئے دعا کی، اور ہم اس برکت زیارت سے مستفید ہوئے۔

یہاں کا سلطان المکرم شجاع الدین ارخان بک بن المنتشا ہے یہ اچھے بادشاہوں میں سے ہے ظاہری اور باطنی دونوں خوبیوں کا مجموعہ ہے، اس کے ہم صحبت الفقہا ہیں، ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا ہے، ان میں سے ایک الفقیہ الخوارزمی تھا، جو بہت سے فنون سے واقف اور فاضل تھا۔ یہ سلطان ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، ہمیں سواری اور زادِ راہ عطا کیا۔

یہ شہر برمین میں رہتا ہے، یہ مقام میلاس سے قریب ہے، دونوں کے مابین دو میل کی مسافت ہے، یہ جگہ نئی اور ایک ٹیلے پر واقع ہے، یہاں کی عمارتیں بڑی خوب صورت ہیں، اور مسجدیں بھی بے حد حسین ہیں"!

شہر قونیہ

صاحب مثنوی مولانا جلال الدین رومی کا وطن، زادیہ اور حالات

پھر ہم قونیہ میں وارد ہوئے، یہ شہر بڑا ہے، یہاں کی عمارتیں خوب صورت، پانی وافر نہروں، باغات اور پھلوں کی پیداوار بکثرت ہے، یہاں ایک قسم کی مشمش ہوتی ہے، جسے قمرالدین کہتے ہیں، اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے، اور یہاں سے دیارِ مصر و شام وسادر بھی جاتی ہے، اس کے راستے چوڑے اور بازار نادرالترتیب ہیں، جس میں ہر پیشہ کے لوگ علیحدہ ہیں کہتے ہیں کہ اس شہر کی بنیاد سکندر نے ڈالی تھی۔

ہم یہاں کے قاضی کے زادیہ میں اترے، جسے ابن قلم شاہ کہتے ہیں۔ یہ الفتیان میں سے ایک ہے، اور اس کی خانقاہ تمام خانقاہوں میں بہت بڑی ہے، اس کے شاگرد دوں کا بہت بڑا گروہ ہے، الفتوۃ میں آن کی سند کا سلسلہ امیرالمومنین علی بن ابی طالبؓ تک پہنچتا ہے، ان کے پاس جو لباس رہتا ہے، وہ لیسے پاجامے ہیں، جیسے صوفیا خرقہ پہنتے ہیں۔

اسی شہر میں الشیخ الامام الصالح القطب جلال الدین المعروف بمولناؒ کا مزار مبارک ہے، آپ بہت بڑے مرتبہ والے شخص تھے، سرزمین روم میں ایک گروہ ہے، جو اپنے آپ کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے، اور آپ ہی کے نام سے جانا جاتا ہے ہم نہیں الجلالیہ کہتے ہیں جس طرح الاحمدیۃ عراق میں اور الحیدریۃ خراسان میں مانا جاتا ہے آپ کے مزار مبارک پر ایک بہت بڑا زادیہ ہے، جہاں سے ہر وارد وصادر کو کھانا ملتا ہے۔

لہ اقبالؒ:۔
نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

کہتے ہیں کہ آپ اپنے ابتدائی زمانہ میں بہت بڑے فقیہ مدرس تھے، قونیہ میں ایک مدرسہ تھا وہاں آپ کے پاس طالب علم جمع ہوا کرتے تھے، ایک دن ایک شخص مدرسہ میں آیا، جو حلوہ بیچتا تھا۔ اور اس کے سر پر حلوے کی سینی تھی، اور اس میں ٹکڑے تھے، ایک ٹکڑا ایک پیسہ کا بیچتا تھا، جب وہ مجلس تدریس میں آیا۔ تو شیخ نے فرمایا، اپنی سینی ادھر لاؤ، اس نے ایک ٹکڑا دے دیا، آپ نے لیا، اور نوش فرما گئے، جب وہ حلوا فروش چلا تو شیخ اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے، اور درس دینا ترک کر دیا۔

جب کئی سال کے بعد آپ پھر واپس آئے تو عشق الٰہی سے مدہوش تھے، اور سوا ایسے فارسی اشعار کے کچھ نہ بولتے جن کے متعلقات فہم عام سے باہر تھے، طلبہ پیچھے پیچھے رہتے اور جو کچھ آپ کی زبان سے بصورت اشعار نکلتا قلمبند کر لیتے، یہی مجموعہ مثنوی کے نام سے مشہور ہے، ان بلاد کے لوگ اس کتاب کی بڑی عظمت کرتے، اور انکا کلام معتبر جانتے ہیں، اسے پڑھاتے ہیں، اور جمعہ کی راتوں کو پڑھتے ہیں۔

اس شہر میں الفقیہ احمد کا بھی مزار ہے، یہ وہ شخص ہیں جن کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ جلال الدین رومی کے معلم تھے۔

بعد ازاں ہم شہر لارندہ میں وارد ہوئے، یہ شہر اچھا ہے، اور کثرت آب و باغات پر مشتمل ہے۔

شہر اقصرا، بلاد روم کا ایک شاداب اور دل آویز شہر

پھر ہم شہر اقصرا میں وارد ہوئے۔ یہ بلاد روم کے اچھے اور پاکیزہ شہروں میں سے ہے، رواں چشمے اور باغات اسے ہر چہار اطراف سے ڈھانپے ہوئے ہیں، تین نہریں شہر میں سے ہو کر نکل گئی ہیں، مکانات میں پانی جاری رہتا ہے، اس میں درخت اور انگور کی بیلیں ہیں، اور اندر بکثرت باغات ہیں، یہاں ایک قسم کی بھیڑ کے لاثانی اون کا فرش بنتا ہے، یہاں سے یہ شام، مصر، عراق، ہند، چین اور بلاد اتراک میں لے جایا جاتا ہے، یہ شہر ملک العراق کے زیر حکومت ہے۔ ہم یہاں الشریف حسین کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے۔

اب ہم شہر نکدۃ میں وارد ہوئے۔ یہ ملک العراق کے بلاد میں سے ہے، بڑا شہر اور کثیر العمارۃ ہے، لیکن اب اس کا کچھ حصہ ویران ہو گیا ہے، اس شہر کے اندر سے ایک نہر نکلتی ہے، جسے النہر الاسود کہتے ہیں۔ یہ بڑی نہروں میں سے ہے، اس پر تین پل ہیں۔ ایک شہر

اندر ہے۔ اور دو شہر کے باہر۔ شہر کے اندر اور باہر اس پر آب پاشی کے چرخ لگے ہیں سے باغات پہنچے جاتے ہیں۔ اس میں پھل پھلاریوں کی بڑی کثرت ہے۔ یہاں ہم الفتیٰ جاسوق کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے۔

پھر ہم شہر قیساریہ میں وارد ہوئے۔ یہ بھی والیٔ عراق کے بلاد میں سے اور اس بڑے ں میں سے ایک ہے جو اس اقلیم میں ہیں۔ یہاں عراقیوں کا ایک لشکر رہتا ہے۔

ہم اس شہر میں خانقاہ الفتیٰ الاخی امیر علی میں اترے۔ ان بلاد کا دستور یہ ہے کہ جہاں کوئی نہیں ہے۔ وہاں جو اخی ہوتا ہے، وہی حاکم ہوتا ہے۔ وہی وارد کو سواری دیتا۔ لباس عطا اور اپنی قدرت بھر اُس سے حسن و سلوک سے پیش آتا ہے، اور اس کے امر و نہی اور سواری وہی ترتیب ہوتی ہے، جو بادشاہوں کی ہوتی ہے۔

پھر شہر سیواس میں پہنچے۔ یہ ملک العراق کے بلاد میں سے ہے، اور اس اقلیم میں از قسم بلاد جو کچھ ان سے بڑا ہے۔ یہاں امراء اور عمال شہر کے رہنے کا ایک مقام ہے، اس شہر کی آبادی نہایت اور سڑکیں وسیع ہیں، اور اس کے بازاروں میں لوگوں کا بہت اژدحام رہتا ہے۔ یہاں سہ کی طرح ایک مکان ہے۔ اسے دار السیادہ کہتے ہیں۔ اس میں سوا شرفاء کے کوئی نہیں ۔ جب تک یہ شرفاء اس مقام میں رہتے ہیں۔ اس زمانہ تک فرش کھانا اور شمع وغیرہ سب انتظام جاری رہتا ہے۔ اور جب یہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو ان کو زادِ راہ دیا جاتا ہے۔

شہر اماصیہ، اور دیگر اقطاع بلاد و امصار و مقامات راہ

بعد ازاں شہر اماصیہ میں ہمارا گزر ہوا۔ یہ بڑا اچھا شہر ہے، اور نہروں باغات، درختوں اور ں کی یہاں بڑی کثرت ہے۔ اس کی نہروں پر آب پاشی کے لیے چرخ لگے ہیں جن سے ت اور گھروں میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔ اس کی سڑکیں اور بازار بہت کشادہ ہیں، اور والی کے زیر حکومت ہے۔ اسی سے قریب شہر سونس ہے۔ یہ بھی والیٔ عراق کے زیر حکومت ہے س میں ولی اللہ تعالےٰ ابی العباس احمد الرفاعی کی اولاد سکونت رکھتی ہے۔ انہی میں الشیخ ز الدین ہیں۔ اس زمانہ میں آپ ہی شیخ الرواق اور سجادۂ الرفاعی کے سجادہ نشین

پھر ہم شہر کمش میں وارد ہوئے۔ یہ بھی ملک العراق کے بلاد میں سے ہے۔ شہر بڑا اور خوب

آباد ہے۔ العراق اور الشام سے یہاں تجار آتے ہیں۔ اس میں چاندی کی کانیں بھی ہیں۔ اس سے دو دن کی مسافت پر نہایت بلند ننگے پہاڑ واقع ہیں۔

پھر ہم ارزنجان میں وارد ہوئے۔ یہ بھی والی عراق کے بلاد میں سے ہے۔ بڑا اور آباد شہر ہے اس کے اکثر باشندے ارمن اور مسلمان ہیں۔ یہاں ترکی زبان بولتے ہیں۔ بازار نہایت اچھی طرح مرتب ہیں۔ کپڑے بڑے اچھے بنائے جاتے ہیں۔ یہاں تانبے کی کانیں ہیں۔ جس سے برتن وغیرہ بناتے ہیں۔

پھر شہر ارز الروم میں وارد ہوئے، یہ بھی ملک العراق کے بلاد میں سے ہے نہایت وسیع شہر ہے۔

شہر برکی میں داخلہ، وہاں کے باشندے علماء فضلا اور فقہاء

یہاں سے شہر برکی میں بعد نماز عصر وارد ہوئے، یہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس سے زاویہ اخی کا پتہ دریافت کیا اس نے کہا چلئے میں پہنچا دوں۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے وہ ہمیں اپنے مکان پر جو باغ میں واقع تھا لے گیا۔ اور ہمیں سب سے اوپر کی چھت پر اتارا اس پر درخت سایہ فگن تھے۔ اور یہ موسم بہت سخت گرمی کا تھا۔ ہمارے پاس طرح طرح کے پھل لایا۔ اور بہت اچھی طرح ہماری ضیافت کی۔ اور ہمارے گھوڑوں کو دانہ گھاس دیا۔ رات ہم اسی کے پاس رہے۔

ہمیں یہ معلوم تھا کہ اس شہر میں ایک فاضل مدرس ہے، جسے محی الدین کہتے ہیں۔ یہ شخص جس کے یہاں ہم رات کو رہے تھے۔ طلبہ میں سے تھا۔ یہ ہمیں مدرسہ میں لے آیا یہاں دیکھا تو مدرس ایک عمدہ خچر پر سوار چلا آرہا ہے۔ اس کے دونوں جانب تو غلام اور خادم ہیں اور طلبہ آگے آگے۔ کپڑے نہایت ڈھیلے ڈھالے اور عمدہ پہنے ہوئے تھا۔ اور ان پر سونے کا کام تھا۔ ہم نے اسے سلام کیا۔ اس نے مرحبا کہا۔ اور ہمارے سلام کا نہایت خندہ روئی سے جواب دیا۔ اور نہایت تپاک سے گفتگو کی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر علوم اصلیہ و فرعیہ کا درس دینے لگا۔ بعد فراغت ایک مکان میں جو مدرسہ سے ملحق تھا آیا۔ اور فرش بچھانے کا حکم دیا مجھے وہیں اتارا اور پرتکلف ضیافت کی۔

اس مدرسہ کے سامنے طلبہ غلام اور خادم دونوں جانب کھڑے رہتے۔ اور وہ ایک مسند پر

تا تھا۔ اس پر نہایت خوب صورت بوٹے دار شطرنجیاں بچھی تھیں۔ جب میں نے اسے
تو خیال گذرا کہ یہ بھی کوئی بادشاہ ہے۔

سلطان برکی، گرمائی صدر مقام پر ملاقات اور لطف و کرم کی بارش

یہاں کا سلطان محمد بن آیدین بہترین سلاطین میں سے ہے۔ جب مدرس موصوف نے
کے پاس میرے متعلق اطلاع بھیجی تو اس نے اپنا نائب میری طلبی کے لئے بھیجا۔ میں اور مدرس
اس کے ساتھ سوار ہو کر سلطان یہاں مقیم ہوئے پہاڑ پاس راستہ سے چڑھے جو تراش تراش
ہموار کیا گیا تھا۔ کیونکہ گرمی کے سبب ہم سلطان کے مقام پر زوال کے قریب پہنچے اور پانی
ایک نہر پر اخروٹ کے درخت کے سایہ میں ٹھہرے جب ہم سلطان کے یہاں پہنچے تو اس پر
کات کا بدیں وجہ غلبہ تھا۔ کہ اس کا چھوٹا بیٹا اپنے بہنوئی سلطان ارخان بک کے پاس
ک گیا تھا۔ جب اسے ہمارے پہنچنے کا علم ہوا تو اس نے ہمارے پاس اپنے دونوں
دوں خضر بک اور عمر بک کو بھیجا ہمارے قیام کے لئے سلطان نے ایک خیمہ بھیجا اس کے
ڑی کی تیلیاں تھیں۔ جو ایک جگہ جمع ہو کر قبہ کے مشابہ ہو جاتی تھیں۔ اور ان کے اوپر نمدہ
دیا جاتا تھا۔ روشنی اور ہوا کے آنے کے لئے اوپر کی جانب کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔ اور جب
کے منہ بند کرنے کی ضرورت ہوتی تھی بند کر دیا جاتا تھا۔ فرش بھی لائے تھے۔ جو بچھایا
یہ مقام نہایت ٹھنڈا تھا۔ اسی شب کو میرا گھوڑا سردی کی شدت سے مر گیا۔

ہم اسی صورت سے کئی دن رہے۔ ایک دن بعد ظہر سلطان ہمارے پاس آیا۔ الفقیہ تو
مجلس میں بیٹھا میں اس کی بائیں جانب اور سلطان اس کے بائیں جانب ترکوں کے یہاں
ہا کی یہی عزت ہے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ میں اس کے لئے کچھ احادیث حدیث رسول اللہ صلعم
سے لکھ دوں۔ چنانچہ میں نے لکھ دیں۔ اور الفقیہ نے اسی وقت اس کے حضور میں پیش
دیں۔ پھر اس سے کہا کہ ان کی ترکی زبان میں شرح لکھ دے۔

اس پہاڑ پر جب ہماری اقامت کو طول ہوا۔ تو میں اکتا گیا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا۔ اور الفقیہ بھی
ں کے قیام سے اکتا گیا تھا۔ سلطان کے پاس کہلا بھیجا کہ اب میرا جانے کا ارادہ ہے۔ یوم آئندہ
سلطان نے اپنا نائب بھیجا اس نے مدرس کے ساتھ زبان ترکی میں گفتگو کی۔ میں اس
ترکی زبان نہ سمجھتا تھا۔ مدرس نے مجھ سے کہا تم سمجھے بھی کہ اس نے کیا کہا۔ میں نے

کہا نہیں میں تو نہیں سمجھا کہ اُس نے کیا کہا۔ کہا کہ سلطان نے مجھ سے دریافت کرایا ہے۔ آپ کو کیا جائے۔ میں نے اُسے کہلا بھیجا ہے کہ آپ کے پاس سونا۔ چاندی۔ گھوڑے۔ غلام، سب کچھ ان میں سے جو چاہئے دے دیجئے۔ سلطان دوسرے دن پہاڑ سے اُتر کر شہر میں داخل ہوا ہمیں بھی اپنے ساتھ لایا۔ جب ہم مکان کی دہلیز تک پہنچے تو تقریباً اس کے بیس خادم دیکھے جن کی صورتیں حد درجہ حسین تھیں۔ اور ریشم کے لباس میں ملبوس تھے۔ ان کی زلفیں مانگ نکلی ہوئی۔ اور چھوٹی ہوئی تھیں۔ ان کے رنگ گورے چٹے مائل بسرخی تھے۔ میں نے الفقیہ سے کہا یہ خوب صورت لوگ کون ہیں۔ اُس نے کہا یہ رومی نوجوان ہیں۔

ہم السلطان کے ساتھ کئی سیڑھیاں چڑھے، یہاں تک کہ ایک نہایت عمدہ نشست گاہ پر پہنچے، جس کے وسط میں ایک پانی کا حوض تھا۔ اور ہر گوشہ میں تانبے کے شیر منہ کھولے تھے جن سے پانی نکل کر اُس حوض میں گرتا تھا۔ اور ایک نشست گاہ کے چاروں طرف نزدیک نزدیک چبوترے بنے ہوئے تھے۔ جن پر فرش بچھا ہوا تھا۔ اُن میں سے ایک پر سلطان کے لئے مسند لگی ہوئی تھی۔ جب ہم اس تک پہنچے تو السلطان نے اپنے ہاتھ سے اپنی مسند سرکا دی اور ہمارے ساتھ ایک فرش پر بیٹھ گیا۔ الفقیہ اُس کی داہنی جانب بیٹھا۔ اور القاضی فقیہ کے پاس والی جگہ پر بیٹھا اور میں القاضی کے پاس والی جگہ پر بیٹھا۔ اور القرا جو چبوترے کے نیچے بیٹھے قاریوں کو جہاں کہیں بھی اس کی مجلس ہوتی ہے۔ جدا نہیں کرتا۔ پھر سونے اور چاندی کے پیالے لائے جو پر تھے۔ اور ان میں گلاب پڑا ہوا تھا۔ اور اُن میں عرق لیموں نچوڑا ہوا تھا۔ اور اُن میں چھوٹی چھوٹی ٹکیاں ٹوٹی پڑی تھیں۔ اور اُن میں سونے اور چاندی کے چمچے بھی پڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ چینی کے پیالے بھی تھے۔ وہ بھی مذکورہ مائع سے پُر تھے۔ اُن میں لکڑی کے چمچے تھے۔ جس نے ورع برتا، اُس نے چینی کے پیالے اور لکڑی کے چمچے استعمال کئے۔ میں نے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اور الفقیہ کی تعریف کی اور اپنے اس فعل میں خاصہ مبالغہ سے کام لیا۔ یہ بات سلطان کو پسند آئی۔ اور وہ بہت مسرور ہوا۔

میں نے ایک یہودی کو دربار شاہی میں کس طرح ذلیل کیا

جب ہم السلطان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اسی اثناء میں ایک شیخ آیا جس کے سر پر عمامہ اور لٹکے گیسو تھے۔ اُس نے اُسے سلام کیا۔ القاضی اور الفقیہ اُس کے لئے تعظیماً کھڑے

گئے۔ اور وہ السلطان کے روبرو اسی چبوترے پر بیٹھ گیا۔ القرار اس سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے الفقیہ سے دریافت کیا۔ یہ شیخ کون ہے۔ وہ ہنسا اور خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے مکرر دریافت کیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ یہودی طبیب ہے۔ جو کچھ ہوا۔ اور پیش آیا تھا۔ اس کی وجہ سے میں مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اور یہودی سے بایں الفاظ مخاطب ہوا۔ "اے ملعون بن ملعون تو قرار القرآن سے بلندی پر یہودی ہوتے ہوئے کیوں کر بیٹھا ہے؟" میں نے اسے برا بھلا کہا۔ اور بہت چیخا چلایا۔ سلطان کو حیرت ہوئی۔ اور دریافت کیا یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ الفقیہ نے اسے سارا قصہ بتا دیا۔ یہودی بہت غصہ میں ذلیل ہو کر چلا گیا۔ جب ہم واپس آئے تو الفقیہ نے مجھ سے کہا۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس فعل کی جزائے خیر دے۔ کسی دوسرے کو ہرگز اس طرح کہنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ آپ نے اس کی حقیقت سے اسے آگاہ کر دیا۔

سلطان کی معیت میں ہم جس دن شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کے تیسرے دن اس نے ہماری نہایت شاندار پر تکلف دعوت کی۔ الفقہا۔ المشائخ۔ افسران لشکر اور شہر کے چوٹی کے آدمیوں کو مدعو کیا۔ ان سب نے ضیافت میں شرکت کی۔ اور القرار نے نہایت خوش الحانی سے القرآن پڑھا۔ اور ہم المدرسہ اپنی جائے قیام میں واپس آ گئے ہمارے لئے کھانا۔ پھل اور حلوہ اور شمع ہر رات کو بھیجی جاتی تھی۔ پھر میرے پاس سو مثقال سونا ہزار درہم مکمل لباس۔ ایک گھوڑا اور ایک رومی غلام جس کا نام میخائیل تھا۔ بھیجا۔ اور میرے تمام ساتھیوں کے لئے لباس اور دراہم بھیجے۔ یہ سب المدرس محی الدین کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے۔ پھر ہم سب رسم وداعی ادا کر کے واپس ہوئے۔

رومیوں کے نہایت باعظمت اور پرشکوہ شہر ایا سلون میں داخلہ

پھر ہم تیرہ ہوتے ہوئے شہر ایا سلون میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور قدیمی شہر ہے۔ باشندگان روم کے نزدیک نہایت قابل عظمت ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا گرجا بھاری پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اس کے پتھروں کا طول دس گز اور اس سے بھی زائد کا ہے۔ ان پتھروں کا جوڑ نہایت نادر طریقہ پر لگایا گیا ہے۔ اس شہر میں جو جامع مسجد ہے۔ وہ دنیا کی تمام مساجد میں نادر ترین اور حسن میں بے نظیر ہے۔ یہ پہلے اہل روم کا گرجا تھا۔ جس کی یہ بہت تعظیم کرتے۔ اور البلاد

سے اس کی زیارت کو آتے تھے۔ جب یہ شہر فتح کیا گیا۔ تو لسے مسلمانوں نے جامع مسجد بنا لیا اس کی دیواریں رنگین سنگ مرمر کی ہیں۔ اور فرش سفید سنگ مرمر کا ہے۔ اور چھت سیسے کی ہے۔ اس میں طرح طرح کے گیارہ قبے ہیں۔ ہر قبہ کے وسط میں پانی کا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ اور اس سے ہوتی ایک نہر نکلی ہے۔ اس نہر کے دونوں جانب مختلف قسم کے درخت انگور کی بیلیں اور چنبیلی کے منڈوے ہیں۔ اور اس کے پندرہ دروازے ہیں۔ میں نے اس شہر میں ایک کنواری رومی باندی بھی سونے کے چالیس دینار میں خریدی۔

پھر ہم شہر یزمیر آ لے۔ یہ ایک بڑا شہر ساحل بحر پر واقع ہے۔ اس کا بڑا حصہ ویران ہو گیا ہے۔ اس کی بلند جانب سے متصل اس میں ایک قلعہ بھی ہے۔ یہاں ہم الشیخ یعقوب کی خانقاہ میں اترے۔

یہ امیر بڑا کریم۔ صالح۔ اور کثیر الجہاد تھا۔ اس کے پاس کئی جنگی کشتیاں تھیں، جن سے اطراف القسطنطنیہ العظمی پر حملے کیا کرتا تھا۔ وہاں سے لوگوں کو گرفتار کر کے لاتا۔ اور مال غنیمت حاصل کیا کرتا تھا۔ اور بمقتضائے کرم وجود اس میں سے کچھ نذر رکھتا تھا۔ اور پھر جہاد کے لئے جاتا تھا۔

شہر مغنیسیہ، برغمہ، بلی کسری وغیرہ کی سیر وسیاحت

پھر ہم شہر مغنیسیہ میں وارد ہوئے۔ اور یہاں شام کے وقت عرفہ کے دن الفتیان میں سے ایک شخص کے زاویہ میں اترے یہ بڑا اور اچھا شہر ہے کوہ پر واقع ہے۔ بکثرت نہروں، چشموں، باغات اور فواکہ پر مشتمل ہے۔ اس کے سلطان کا نام صاروخان ہے۔

پھر ہم مغنیسیہ سے روانہ ہوئے۔ اور ایک گروہ کے پاس جو ترکمان میں سے تھا۔ شب بسر کی۔ یہ لوگ اپنی چراگاہ میں اترے تھے۔ ہمیں ان کے پاس کوئی چارہ نہ ملا کہ اس شب اپنے چوپایوں کو کھلاتے، اور ہمارے ساتھیوں نے باری باری چوری کے خوف سے پہرہ دے کر شب بسر کی۔ جب الفقیہ عفیف الدین التوزری کی پہرہ دینے کی باری آئی

لہ انگورہ۔

لہ ابن بطوطہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفتیان یہ اوراد الاخوان کی تحریک کتنی ہمہ گیر تھی۔

تو میں نے سنا کہ آپ سورۃ البقرۃ پڑھ رہے ہیں۔ آپ سے عرض کیا کہ جب آپ سونا چاہیں مجھے بتا دیجئے گا۔ تاکہ میں دیکھوں کہ اب کس کی پہرہ دینے کی باری ہے۔ پھر میں سو گیا۔ مجھے آپ نے صبح ہی کے وقت جگایا۔

اب ہم شہر برعمہ میں وارد ہوئے۔ یہ ایک ویران شہر ہے۔ اس میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی واقع ہے کہتے ہیں کہ افلاطون حکیم اسی شہر کے باشندوں میں سے تھا۔ اور اس کا گھر اب تک اسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ہم الاحمدیہ گروہ کے ایک فقیر کے زاویہ میں ٹھہرے پھر شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص آیا۔ اور ہمیں اپنے گھر اٹھا لے گیا۔ اور ہماری بہت زیادہ آؤ بھگت کی۔

یہاں کے سلطان کا نام بخشی خان ہے ان کے نزدیک بھی ''خان'' بمعنی ''سلطان'' ہے۔ ہم اس کے گرما کی صدر مقام پر گئے اُس نے ہماری ضیافت کی۔ اور قدسی کپڑے بھیجے پھر ہم نے ایک شخص کو راہبری کے لئے اجرت پر لیا۔ اور بلند تنگے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ ہمارا شہر بلی کسری میں ورود ہوا۔ یہ ایک عمدہ شہر کثیر العمارہ اچھے بازاروں والا ہے۔ یہاں کا سلطان دمور خان ہے۔ یہ صفات خیر سے متصف نہیں ''!

اس شہر میں ایک لونڈی بھی میں نے خریدی جس کا نام مرغلیطہ تھا''!

جس کے دامن میں تاریخ کے صدہا واقعات بکھرے پڑے ہیں

پھر ہم شہر برصہ[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے۔ بازار اچھے سڑکیں کشادہ ہر طرف سے باغات اور چشمے گھیرے ہوئے ہیں۔ اس کے باہر ایک پانی کی بہت گرم نہر ہے۔ جو ایک بہت بڑے حوض میں گرتی ہے۔ اس کے اوپر دو مکان بنے ہیں۔ ایک مردوں کے لئے ہے۔ اور دوسرا عورتوں کے لئے۔ مریض ان حماموں میں شفا پاتے ہیں۔ اور مقامات دور دست سے یہاں آتے ہیں۔ وہاں واردین کے اترنے کے لئے ایک زاویہ بھی ہے۔ تین دن تک کھانا دیا جاتا ہے۔ اس خانقاہ کی تعمیر ترکمان بادشاہوں میں سے کسی نے کی تھی۔ ہم اس شہر میں الفتی اخی شمس الدین کے زاویہ میں اترے۔

جب ہم شب عاشور میں شمس الدین کی خانقاہ میں تھے۔ تو اس میں آخر شب عبدالدین نے وعظ کہا، فقراء میں سے ایک شخص نے چیخ ماری جس سے اُس پر غشی طاری ہوگئی۔ اُس پر لوگوں نے عرق گلاب چھڑکا۔ لیکن اُسے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ دوبارہ چھڑکا لیکن پھر بھی افاقہ نہ ہوا۔ پھر لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھا تو دنیا کو وداع کر گیا تھا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ پھر لوگوں نے متوفی کو غسل دیا۔ اور کفن پہنایا۔ ان لوگوں میں میں بھی تھا جو اس کی نماز جنازہ اور دفن میں موجود تھے۔

اس شہر میں میں الشیخ الصالح عبداللہ المصری المشائخ سے ملا ان کا شمار صلحا میں ہے اور تمام روئے زمین کی سیاحت کر چکے ہیں۔ لیکن چین۔ جزیرہ سرندیپ۔ المغرب، اندلس، اور

[1] یہ عام طور پر بروسہ لکھا جاتا ہے۔

بلاد سوڈان نہیں تشریف لے گئے تھے۔ میں ان اقالیم کی سیاحت کی وجہ سے آپ پر سیاحی میں ترجیح رکھتا ہوں۔

یہاں کا سلطان اختیار الدین ارخان بک ابن السلطان عثمان جوق ہے۔ یہ سلطان ملوک ترکمان میں سب سے بڑا۔ اور بحیثیت مال بلاد اور لشکر کے بھی سب سے بڑھا ہوا ہے اس کے قلعوں کی تعداد تقریباً سو کے ہے۔ یہ اکثر اوقات ان کا دورہ کرتا رہتا ہے۔ اور ہر قلعہ میں چند دن ٹھہر کر وہاں کے لشکر کی اصلاح اور حالت کی تحقیقات کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کبھی پورا ایک مہینہ کسی شہر میں نہیں ٹھہرا۔ کفار سے جنگ کیا کرتا۔ اور ان کا محاصرہ کیا کرتا ہے۔ اس کا والد وہ شخص ہے جس نے شہر برصی کو رومیوں کے ہاتھوں سے فتح کیا تھا۔ اس کی قبر اسی شہر کی مسجد میں ہے۔ یہ مسجد پہلے نصاریٰ کا گرجا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے شہر یزنیک کا تقریباً بیس سال محاصرہ کیا۔ اور اس کی فتح سے پہلے ہی مر گیا۔ پھر اس کے لڑکے نے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ بارہ سال محاصرہ کیا۔ اور اسے فتح کر لیا۔ میری اس سے بھی ملاقات ہوئی اس نے میرے پاس بہت سے درا ہم بھی بھیجے تھے۔
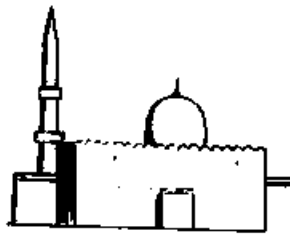
شہر برمک میں آمد

مختلف مقامات راہ، پرلطف واقعات، دلچسپ لطیفے

اب ہم شہر برمک میں داخل ہوئے۔!

اس شہر کی چار شہر پناہیں ہیں۔ ہر دو شہر پناہوں کے مابین ایک خندق ہے جس میں پانی بھرا رہتا ہے لکڑی کے پلوں سے ہوکر اس میں داخل ہوتے ہیں جب ان پلوں کو اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اٹھا لیتے ہیں۔ شہر کے اندر باغات، مکانات، زمینیں اور کھیت ہیں۔ ہر شخص کا مکان اس کا کھیت اور اس کا باغ ایک جگہ ہیں۔ اس میں تمام اقسام کے پھل ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں جوز اور قسطل کی نہایت فراوانی اور ارزانی ہے۔ یہ لوگ قسطل کو قسطلتہ کہتے ہیں۔ اور جوز کو قوز۔ اس میں العذاری ایک انگور ہوتا ہے۔ اس جیسا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ انتہا درجہ کا شیریں۔ بہت بڑا صاف رنگ۔ باریک چھلکے کا اس کے ہر دانہ میں ایک گٹھلی ہوتی ہے۔

پھر ہم یہاں سے روانہ ہوکر ایک گاؤں میں شب باش ہوئے، جس کا نام تکیجا تھا۔

ایک لطیفہ:۔ پیش ملّا طبیب پیش طبیب ملا، پیش ہر دو ہیچ

اسی شب کو ایک کاویہ کی طرف پہنچے ہم یہاں الاخیتہ کے ایک زاویہ میں اترے۔ اور اس سے عربی میں کلام کیا۔ وہ ہماری زبان بالکل نہ سمجھا اس نے ہم سے ترکی میں کلام کیا۔ اور ہماری زبان بالکل نہ سمجھا اس نے ہم سے ترکی میں کلام کیا۔ اس کی زبان ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ پھر اس نے کہا الفقیہ کو بلاؤ۔ وہ عربی سمجھتا ہے۔ جب فقیہ آیا تو ہم نے اس سے فارسی اور عربی میں باتیں کیں۔ لیکن وہ ہماری

زبان بالکل نہ سمجھا اور الفقیہ سے کہا «ایشان عربی کہنہ میگویند (میگوبند) ومن عربی نو میدانم» یعنی یہ قدیم عربی میں گفتگو کرتے ہیں اور میں جدید عربی جانتا ہوں۔ فقیہ کا اس کلام سے مقصد اپنے آپ کو بدنامی سے بچانا تھا۔ کیونکہ لوگوں کا یہ گمان تھا کہ وہ زبان عربی جانتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ نہ جانتا تھا۔ اس قتی کا یہ گمان ہوا کہ فقیہ نے جو کچھ کہا ہے یہی درست ہے۔ اس کا یہ سمجھنا ہمارے لئے مفید ہوا۔ اور ہمارے اکرام میں بہت مبالغہ کیا۔ اور کہا کہ ان کا ہمارے اوپر اکرام واجب ہے۔ کیونکہ یہ قدیم عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔ جو نبی صلعم اور آپ کے صحابہ کی زبان تھی ہم فقیہ کی گفتگو کا اس وقت تک مطلب نہ سمجھے تھے۔ لیکن اس کے الفاظ یاد کر لئے تھے۔ جب ہم نے زبان فارسی سیکھ لی۔ تب کہیں جا کر ہمیں اس کی گفتگو کا مطلب معلوم ہوا۔ ہم نے یہ شب تو خانقاہ میں بسر کی۔ پھر ایک راہبر کے ساتھ ینجا میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور اچھا شہر ہے۔

ذمیوں کا شہر: مسلمان حکمران کا خاندان

پھر ہم کینوک میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا شہر ہے۔ اور یہاں کے باشندے کفار روم ہیں جو مسلمانوں کے ذمی ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا صرف ایک گھر ہے۔ یہی ان پر حاکم ہے۔ یہ سلطان اورخان بک کے بلاد میں سے ہے۔ ہم ایک کافرہ بڑھیا کے گھر میں اترے تھے۔ یہ برف باری اور سردی کا موسم تھا۔ اس نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اس شہر میں نہ کوئی درخت ہے، انگور کی بیل اور نہ سوائے زعفران کے یہاں کسی چیز کی زراعت ہی ہوتی ہے۔ یہ بڑھیا ہمارے پاس بہت سا زعفران لائی۔ سمجھی کہ ہم سوداگر ہیں، اس میں سے کچھ خرید لیں گے۔
جب صبح ہوئی تو ہم سوار ہوئے۔ شہر مطرنی میں نماز جمعہ کے وقت وارد ہوئے اور فتیان الاخیّہ میں سے ایک کے زاویہ میں آ رہے۔

ایک اور لطیفہ! زبان یار من ترکی، ومن ترکی نمی دانم

یہاں ایک عجیب بات جو ہمیں پیش آئی یہ ہے کہ میں نے ایک خادم کو چوپاؤں کے لئے گھاس خریدنے کے لئے بھیجا۔ اور ایک کو گھی کے لئے۔ ایک تو گھاس لے کر آگیا۔ اور دوسرا کچھ نہ لایا۔ ہنستا تھا۔ ہم نے ہنسنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا ہمیں بازار میں ایک دکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس سے ہم نے گھی مانگا۔ اس نے ہمیں اشارہ کیا کہ ٹھہرو اور اپنے لڑکے سے ہمارے متعلق کہا۔ ہم نے

اسے درہم دیئے۔ وہ تھوڑی دیر وہاں سے غائب رہا۔ اور گھاس لے کر آیا۔ وہ تو ہم نے اس کو کچھ اور کہا کہ ہمیں گھی کی ضرورت تھی۔ اس نے کہا یہی تو گھی ہے۔ جب ہم پر یہ راز کھلا کہ یہ لوگ تین دگھاس (کو سمن دگھی) ترکی زبان میں کہتے ہیں۔ اور گھی کو رودخان کہتے ہیں۔

تحریک اخوت کے روح پرور اور ایمان افروز نظارے

پھر ہم شہر بولی آئے۔ ہم شہر میں داخل ہوئے اور فتیان الاخیہ میں سے کسی کے زاویے میں جانے کا ارادہ کیا۔ ان کی عادت ہے کہ ان کے زاویوں میں جاڑے کے موسم میں ہمیشہ آگ جلتی رہتی ہے۔ خانقاہ کے ہر کن میں آتش دان بناتے ہیں۔ اس میں سوراخ ہوتے ہیں کہ دھواں چڑھ کر نکل جاتا ہے۔

جب ہم زاویہ میں داخل ہوئے تو آگ کو روشن پایا۔ میں نے اپنے کپڑے اتارے۔ اور دوسرے کپڑے پہنے۔ اور خوب آگ تاپی الاخی کھانا اور پھل لایا۔ یہ گروہ کتنا اچھا، ان کی طبیعتیں کتنی اچھی۔ ان کا ایثار کس قدر زبردست۔ اور ان کی شفقت مسافر پر کس قدر زائد وارد پر ان کا کس قدر التفات۔ اس سے کس قدر محبت اور اس کے ساتھ کس قدر آؤ بھگت سے پیش آتے ہیں۔ اس کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی مسافر ایسا نہیں کہ ان میں آکر یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے بڑے محبت کرنے والے کنبے میں آگیا ہے۔[1] ہم نے یہ رات نہایت اچھی گذاری۔ پھر دوسرے دن کوچ کر کے کردی بولی آئے۔ یہ شہر بڑا اور وسیع زمین پر آباد ہے۔ اس کی سڑکیں اور بازار نہایت اچھے اور ہموار ہیں۔ سرد ممالک میں سے سرد ترین ہے۔ اس کے محلے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہر محلہ میں ایک خاص گروہ رہتا ہے، جس کے ساتھ اس گروہ کے سوا اختلاط نہیں۔ یہاں کا سلطان شاہ بک ان بلاد کے سلاطین میں متوسط درجہ کا ہے۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کا مجموعہ ہے۔ نہایت خوش خلق ہے۔ لیکن داد و دہش کم کرتا ہے۔ ہم نے اس شہر میں نماز جمعہ پڑھی اور یہیں ایک زاویہ میں فروکش ہوئے۔

پھر ہم شہر برلو میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ٹیلہ پر واقع ہے۔ اور اس کے نیچے خندق ہے۔ اس کی جانب اعلیٰ میں ایک بہت بلند قلعہ بھی ہے۔ یہاں ایک مدرسہ میں اترے جو بہت اچھا تھا۔

---

[1] حالانکہ اس زمانہ میں "پان اسلامزم" کی کوئی تحریک نہ تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

شہر قسطمونیہ میں آمد، ایک حد درجہ ذہین اور طباع بہرا شخص

یہ تمام شہروں میں بڑا اور اچھا شہر ہے۔ بکثرت خوبیوں پر مشتمل اور یہاں کا نرخ نہایت ارزاں ... ہم یہاں ایک شیخ کی خانقاہ میں اترے۔ جسے بہرے ہونے کی وجہ سے الاطروش کہتے ہیں! ... نے اس کی ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ طلبا میں سے ایک اسے ہوا میں لکھ کر سمجھاتا تھا اور ... اپنی انگلی سے زمین پر لکھ کر اس سے وہ خوب سمجھ لیتا تھا۔ اور اسے جواب دے دیتا تھا اس ... بڑی حکایتیں اس سے بیان کر جاتا تھا۔ اور وہ انہیں سمجھ لیتا تھا۔

ہم اس شہر میں تقریباً چالیس دن ٹھہرے۔ روزانہ ایک طبق میں بیلا بچھڑا کا گوشت دو درہم اور دو درہم کی روٹیاں خریدتے تھے۔ یہ ہمارے ایک دن کے لئے کافی ہوتا تھا۔ ہم دس آدمی تھے۔ اور دو درہم کا حلوا خریدتے تھے۔ یہ ہم سب کے لئے کافی ہوتا تھا۔ ایک درہم کا جوز خریدتے تھے کیونکہ یہ بہت شدید جاڑے کا موسم تھا۔ میں نے کوئی شہر بھی اس قدر ارزاں نہیں دیکھا۔

یہاں کا سلطان المکرم سلیمان بادشاہ ہے۔ سن شخص تقریباً ستر سال کا ہوگا۔ صورت اچھی پائی ہے۔ ڈاڑھی لمبی ہے۔ اور صاحب وقار و ہیبت شخص ہے۔ فقہا اور صلحا اس کے ہم صحبت ہیں میں اس کی مجلس میں گیا تھا۔ اس نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ میرے اور میرے آنے اور الحرمین الشریفین مصر اور الشام کے حالات دریافت کرتا رہا۔ میں نے اپنے سارے حالات بتائے۔ اس نے مجھے ... ہی قریب اتارا۔ اور اسی دن مجھے ایک پرانا گھوڑا قرطاس رنگ کا اور لباس دیا۔ میرے لئے خرچ اور گھوڑے کے لئے خورش مقرر کی۔ پھر میرے لئے گیہوں اور جو کا حکم دیا۔

شہر صنوب، اس کے گرد و نواح اور مضافات کے دل خوش کن نظارے

پھر ہم صنوب میں وارد ہوئے۔ یہ شہر جامع الاشیا ہے۔ قلعہ بندی بھی ہے، اور ... ین بھی۔ ہر اطراف سے سوا ایک طرف کے سمندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مشرق سمت ہے۔ اس طرف ایک دروازہ بھی ہے۔ جس میں امیر کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں داخل ہونے پاتا۔ اس کا امیر ابراہیم بک ابن سلیمان شاہ کا بیٹا ہے۔ جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ جب ہمیں اس میں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ تو ہم شہر میں داخل ہوئے۔ اور ... الدین اخی چلبی کی خانقاہ میں فروکش ہوئے۔

اس پہاڑ کے اوپر الولی الصالح الصحابی بلال الحبشی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مزار ہے۔ اس پر ایک خانقاہ بھی بنی ہے۔ اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔

شہر صنوب کی مسجد جامع تمام مساجد میں اچھی ہے۔ اس کے وسط میں ایک پانی کا حوض ہے، اور اس پر ایک قبہ ہے، جو چار دن پایوں پر قائم ہے اور ہر پایہ کے ساتھ دو دو ستون سنگ رخام کے ہیں۔ اس کے اوپر ایک نشست گاہ ہے جانے کیلئے لکڑی کے زینے بنے ہیں۔ یہ السلطان کی عمارت میں ہے۔

رفض کی تہمت:۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو یہاں کے باشندوں نے دیکھا کہ ہم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ حنفی ہیں نہ مذہب مالکی کو جانتے ہیں۔ اور نہ اس کی نماز سے واقف ہیں۔ مذہب مالکی کا پیرو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے۔ وہاں کے بعض لوگوں نے الحجاز و العراق میں رافضیوں کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ ہمارے اوپر بھی رافضی ہونے کا اتہام لگایا۔ اور اس کے متعلق ہم سے دریافت بھی کیا۔ جب ہم نے ان سے کہا کہ ہم مذہب مالکی کے متبع ہیں۔ تو ان کو ہمارے کہنے پر اطمینان نہ ہوا اور تہمت ان کے باطنوں میں جاگزیں رہی۔ حتّٰی کہ نائب سلطان نے ہمارے پاس ایک خرگوش بھیجا، اور اپنے بعض خدام سے کہہ دیا کہ دیکھتے رہنا ہم خرگوش کو کیا کرتے ہیں۔ ہم نے اسے ذبح کر کے پکایا۔ اور کھایا۔ وہ خادم اس کے پاس گیا۔ اور اسے صورت حال سے مطلع کیا۔ اس وقت کہیں جا کر ہم اس تہمت سے بری ہوئے۔ کیونکہ رافضی خرگوش نہیں کھاتے۔

شہر قرم اور دشتِ قفچاق کا سفر

دشوار گذار منزلیں، مشکلات راہ، عزم و حوصلہ کی کارروائی

صنوب میں ہمارا قیام کم و بیش سوا مہینہ رہا۔ پھر ایک کشتی کرایہ کی، گیارہ دن ہوا کی موافقت کے انتظار میں گذر گئے۔ پھر ہم سوار ہوئے۔ جب تین دن کے بعد وسط دریا میں پہنچے تو ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا۔ کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ اور ہمیں پورا یقین ہو گیا۔ کہ بس اب خاتمہ ہے۔ میں ایک حجرہ میں تھا۔ اور باشندگان عرب میں سے ایک اور شخص میری معیت میں تھا۔ جس کا نام ابابکر ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ کشتی کی چھت پر جا کر دیکھے کہ دریا کی کیا حالت ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ ہم آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ ہم ہول سے اس قدر دہل گئے ہیں کہ ایسا کبھی پیش نہ آیا۔ پھر ہوا بدل گئی، اور ہمیں اسی شہر صنوب کے قریب پلٹا دیا۔ جس سے ہم نکلے تھے۔ بعض تاجروں نے اس کے لنگر گاہ پر اترنا چاہا۔ لیکن صاحب کشتی نے اترنے سے منع کیا۔ اس کے بعد پھر ہوا درست ہو گئی۔ اور ہم روانہ ہوئے جب وسط دریا میں پہنچے پھر وہی ہولناک منظر پیش آیا۔ اور جو حالت پہلی دفعہ پیش آئی تھی۔ وہی پیش آئی پھر ہوا موافق ہوئی اور ہمیں خشکی کے پہاڑ نظر آئے۔

بندرگاہ الکرش، ایک عجیب گرجا، ایک عجیب راہب

اب ہم نے ایک لنگر گاہ کا ارادہ کیا جسے الکرش کہتے ہیں، جب ہم نے اس میں داخل ہونا چاہا تو ان لوگوں نے جو پہاڑ پر تھے ہم سے اشارہ سے کہا۔ داخل مت ہونا۔ اب ہمیں اپنی جان کا خوف ہوا۔ اور گمان گذرا کہ یہاں دشمنوں کی جنگی کشتیاں ہیں۔ اس لئے ہم خشکی کے قریب پلٹے جب خشکی کے قریب ہوئے تو میں نے صاحب کشتی سے کہا۔ کہ ہمارا یہاں اترنے کا ارادہ ہے۔ اس نے مجھے ساحل پر اتار دیا۔ یہاں میں نے ایک گرجا دیکھا وہاں گیا تو اس میں ایک راہب کو پایا۔ اور گرجا کی دیوار میں ایک عربی شخص کی تصویر دیکھی۔ جس کے سر پر عمامہ گلے میں تلوار اور ہاتھ میں برچھا ہے اور اس کے سامنے چراغ جل رہا ہے۔ میں نے اس راہب سے دریافت کیا کہ یہ کس کی صورت

ہے۔اس نے کہا یہ صورت اس نبی کی ہے جس کا نام علی ہے۔ مجھے اس کے کہنے سے بڑا تعجب ہوا
الغرض ہم اس گرجا میں شب باش رہے۔

دشت قفچاق کے سخت کوش اور محنت کش باشندے

یہ مقام جہاں ہم اترے تھے۔ ایک صحرا تھا۔ جسے دشت قفچاق کہتے ہیں۔ دشت ترکی زبان میں صحرا کو کہتے ہیں۔ نہ اس میں کوئی درخت ہے، نہ پہاڑ، نہ ٹیلہ ہے۔ نہ آبادی، اور نہ جلانے کی لکڑی۔ گوبر لید جلاتے ہیں۔ یہاں کے بڑے بڑے لوگ تک اُپلے اور خشک لید چن کر اپنے کپڑوں کے دامنوں میں رکھتے ہیں۔ اس صحرا میں سوا گاڑی کے کسی چیز پر سفر نہیں کرتے۔ اس دشت کی چھ مہینے کی مسافت ہے۔ تین مہینے تو السلطان محمد اوزبک کے بلاد میں۔ اور تین دوسرے سلطان کے بلاد میں ہیں۔ لنگر گاہ پر پہنچنے سے دوسرے دن ہمارے ساتھیوں میں سے بعض تاجر اس صحرا میں ایک گروہ کی طرف جسے قفچاق کہتے ہیں۔ متوجہ ہوئے یہ لوگ دین نصاریٰ کے متبع ہیں۔ ان سے ایک گاڑی کرایہ کی جسے گھوڑا کھینچتا تھا۔ ہم اس پر سوار ہو کر شہر کفار میں وارد ہوئے یہ ایک بڑا شہر مستطیل شکل کا سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں کے باشندے نصاریٰ ہیں اور اکثر ان میں سے جنیوا کے رہنے والے ہیں۔ ان کا ایک امیر ہے، جو دمدیر کے نام سے مشہور ہے، ہم یہاں مسلمانوں کی مسجد میں اترے۔

جب دوسرا دن ہوا تو ہمارے پاس الامیر آیا۔ اور کھانا تیار کرایا۔ ہم نے اسی کے پاس کھانا کھایا اور شہر میں پھرے۔ وہاں کے بازار بہت اچھے تھے۔ لیکن باشندے کل کفار تھے۔ ہم یہاں کے بندرگاہ میں اترے۔ یہ عجیب بندرگاہ تھا۔ جس میں تقریباً جنگی اور سفری سو چھوٹی بڑی کشتیاں تھیں یہ دنیا کی مشہور بندرگاہوں میں سے ہے۔

شہر قرم میں داخلہ، سلطان معظم ازبک خاں کے ممالک محروسہ

پھر شہر القرم میں وارد ہوئے یہ بڑا اور خوب صورت شہر السلطان المعظم محمد اوزبک خان کے بلاد میں سے ہے۔ اسی کی طرف سے یہاں امیر مقرر ہے۔ اس کا نام تلکتمور تھا۔ اس امیر

لہ مغل خاندان قفچاق نسل سے تھا۔

لہ اٹلی کا ایک شہر۔

کے خادموں میں سے ایک راستہ میں ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے امیر مذکور سے ہمارے آنے کے متعلق کہہ دیا تھا۔ اس نے اپنے امام سعد الدین کے ساتھ ایک گھوڑا بھیج دیا۔ یہاں ہم اس مقام کے شیخ۔ زادہ خراسان کے زاویہ میں اُترے۔ اس شیخ نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ مرحبا کہا۔ اور نہایت حسن وسلوک سے پیش آیا۔ یہاں کے لوگ اس کی بہت عظمت کرتے ہیں۔

اس شہر میں یہاں کے قاضی شافعیہ سے بھی ملا۔ ان کا نام خضر ہے۔ الفقیہ المدرس علاء الدین الاعمی سے بھی ملاقات کی۔ اور اُن خطیب الشافعیہ ابابکر سے ملا جو اس شہر میں الملک الناصر رحمۃ اللہ کی تعمیر کرائی ہوئی مسجد الجامع میں خطیب ہیں۔ اور الشیخ الصالح مظفر الدین سے ملاقات کی، جو رومیوں میں سے تھے، مشرف بہ اسلام ہو گئے ہیں۔ ان کی اسلامی حالت نہایت اچھی اور ٹھیک ہے۔ نیز الشیخ الصالح العابد مظہر الدین سے بھی نیاز حاصل کیا۔ آپ بلند پایہ فقہا میں سے ہیں۔ الامیر المذکور مریض تھا۔ میں اس کے پاس گیا۔ اس نے ہمارا اکرام کیا۔ اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ وہ السلطان محمد اوزبک کے پایہ تخت جارہا تھا۔ میں نے بھی اس کی معیت میں جانے کا ارادہ کر لیا۔

ترکستان کی عجیب وغریب گاڑیاں جو سفر میں استعمال ہوتی ہیں

یہاں کے باشندے گاڑیوں کو عربہ کہتے ہیں۔ یہ گاڑیاں ایک سواری کے لئے ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جن میں چار بڑے پہیے لگے ہوتے ہیں۔ کسی کو دو گھوڑے کھینچتے ہیں۔ اور کسی کو زیادہ۔ بیل اور اونٹ بھی انہیں کھینچتے ہیں۔ یہ گاڑیوں کے بھاری اور ہلکے ہونے کے لحاظ سے ہے۔ عربہ کا نوکر اُن گھوڑوں میں ایک پر سوار ہوتا ہے۔ جو اسے کھینچتے ہیں۔ اس پر زین کسی ہوتی ہے۔ اور اُس سوار کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے۔ جس سے وہ ہانکتا ہے۔ اور ایک بڑی لکڑی ہوتی ہے۔ جب خلاف مقصود کج ہوتی ہے۔ تو اسی سے سیدھا کر لیتے ہیں۔ عربہ کے اوپر قبہ کے مشابہ لکڑیاں کھال کے تسموں سے ایک کو دوسری سے ملا کر باندھ لیتے ہیں۔ یہ وزن میں بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس پر نمدا منڈھا ہوتا یا کسی چیز کا غلاف جڑھا ہوتا ہے۔ اس میں جالی دار کھڑکیاں ہوتی ہیں جن سے وہ شخص جو گاڑی کے اندر ہے۔ لوگوں کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن وہ نہیں دیکھ سکتے۔ سوار جس طرح چاہے اس میں لوٹ پوٹ سکتا ہے۔ سو سکتا۔ اور پڑھ لکھ سکتا ہے۔ اور برابر مسافت طے ہوتی رہتی ہے۔

وہ گاڑیاں جو بار برداری۔ سامان لادنے اور اشیائے خورد و نوش لے جانے کے لئے ہوتی ہیں۔ وہ بھی اسی مکان کے مشابہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اس پر قفل لگا دیتے

ہیں۔ جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنی سواری کے لئے ایک ایسی گاڑی کرایہ کی جس پر نمدہ چڑھا ہوا تھا۔ اس میں میرے ساتھ ایک جاریہ بھی تھی۔

ترک جانور کس طرح چراتے ہیں اور چور کو سزا کیسی دیتے ہیں

ترکوں کی عادت ہے کہ صحرا میں اسی طرح سیر کیا کرتے ہیں۔ جس طرح حاجی حجاز کے ریگستان میں سیر کرتے ہیں۔ بعد نماز صبح کوچ کرتے ہیں دن چڑھے اتر پڑتے ہیں۔ ظہر کے بعد پھر کوچ کرتے ہیں۔ اور شام کو اتر پڑتے ہیں۔ جہاں اترتے ہیں۔ گھوڑوں، اونٹوں۔ اور بیلوں کو گاڑیوں سے کھول دیتے ہیں۔ اور رات اور دن چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ کسی بھی چوپائے کو السلطان وغیرہ کسی کے یہاں سے چارہ نہیں ملتا۔ اس صحرا کی خاصیت یہ ہے۔ کہ یہاں کی نباتات جانوروں کے لئے جو کے قائم مقام ہے اور وجہ ہے کہ یہاں چوپاؤں کی بڑی کثرت ہے۔ اور نہ ان کے لئے کوئی چرانے والا مقرر ہے۔ اور نہ محافظ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے چوری کے جرم میں احکام بہت سخت ہیں۔ یعنی یہ حکم ہے کہ اگر کسی کے پاس چوری کا گھوڑا نکل آئے تو وہ گھوڑا اس کے مالک کو وہ چور لوٹائے گا۔ اور ویسے ہی نو گھوڑے اور بطور جرمانہ کے دے گا۔ اگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکا۔ تو اس کی اولاد اس کے عوض لی جائے گی۔ اور اگر اس کے اولاد نہ ہوئی تو وہ چوری کرنے والا اس طرح ذبح کر ڈالا جاتا ہے۔ جس طرح بکری ذبح کی جاتی ہے۔

ایک جفاکش اور جنگجو قوم کی داستانِ عجیب

ترکی کھانے، ترکی مشروبات، ترکی گھوڑے

یہ ترک روٹی نہیں کھاتے اور نہ کوئی گاڑھا کھانا۔ بلکہ ایک قسم کا کھانا ایک چیز سے بناتے ہیں، جو [illegible]ین کے پاس ہوتی ہے، اس کے مشابہ اسے وہ الدوقی کہتے ہیں۔ آگ پر پانی چڑھا دیتے ہیں جب اس [illegible]وش آجاتا ہے تو اسی دوقی میں سے اس میں کچھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر ان کے پاس گوشت ہوتا ہے تو اس [illegible]ٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ پکا لیتے ہیں۔ پھر ہر شخص کا حصہ پیالوں میں علیحدہ [illegible]ا جاتا ہے اس پر میٹھا دودھ ڈالتے ہیں۔ اور اسے پی جاتے ہیں۔ پھر اس پر گھوڑی کا دودھ پیتے ہیں۔ اسے [illegible]ر کہتے ہیں۔

یہ لوگ نہایت قوی اور مضبوط اور نیک مزاج ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک خاص قسم کا کھانا [illegible]ال کرتے ہیں۔ جسے یالبور خانی کہتے ہیں۔ یہ گوندھا ہوا آٹا ہوتا ہے۔ جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے [illegible] اور ان کے درمیان میں سوراخ کر کے ایک ہانڈی میں رکھ دیتے ہیں۔ جب پک جاتے ہیں۔ تو ان پر میٹھا دودھ [illegible]لتے ہیں۔ اور پی جاتے ہیں۔ اور ایک قسم کا نبیذ بھی الدوقی کے دانوں سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تیار کرتے [illegible] حلوہ کھانے کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ میں ایک دن السلطان اوزبک کے یہاں رمضان میں گیا۔ [illegible]ے کا گوشت لایا گیا۔ یہ لوگ یہ گوشت زیادہ کھاتے ہیں۔ اور بھیڑ کا گوشت بھی تھا۔ اور ارشتا [illegible]وں کے مشابہ تھا۔ جسے پکاتے ہیں۔ اور دودھ کے ساتھ پیتے ہیں۔ میرے پاس اس شب کو ایک تھال حلوے [illegible] لایا گیا۔ جسے میرے بعض ساتھیوں نے بنایا تھا۔ اسے میرے سامنے پڑھا دیا۔ میں نے اس میں اپنی انگلی ڈالی اور [illegible] رکھا۔ سالا میر تلکتمور نے مجھ سے بیان کیا کہ اس سلطان کے غلاموں میں سے ایک بڑا شخص تھا۔ اس [illegible]ولاد اور اولاد کی تقریباً چالیس اولادیں تھیں۔ ایک دن اس سے السلطان نے کہا۔ اگر

تو حلوہ کھا لے تو میں مع تیری اولاد کے آزاد کردوں گا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا اگر تو مجھے قتل بھی کر دے، جب بھی میں نہ کھاؤں گا۔

پھر شہر القرم سے اٹھارہ منزل مسافت طے کرنے کے بعد ہم ایک بڑے گھاٹ پر پہنچے جس میں پورے ایک دن ہمیں چلنا پڑا چونکہ اس پانی میں چوپایوں اور گاڑیوں کی بہت کثرت تھی، اس لئے کیچڑ ہو گیا تھا۔ اور تکلیف بڑھ گئی تھی۔ امیر کو میری راحت کا خیال ہوا۔ اور مجھے اپنے بعض خدام کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ اور امیر ازاق کے نام میرے لئے ایک خط لکھ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں اور اس سے میرے اعزاز و اکرام کے لئے تاکید کر دی تھی۔ ہم برابر مسافت طے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک گھاٹ پر پہنچے۔ جس میں نصف دن چلنا پڑا۔ پھر ہم نے تین دن تک مسافت طے کی۔

شہر ازاق میں ورود اور وہاں کے حالات و واقعات

پھر شہر ازاق میں وارد ہوئے۔ یہ مقام ساحل البحر پر واقع ہے، اس کی آبادی اچھی ہے یہاں جنوا وغیرہ کے لوگ تجارت کے لئے آیا کرتے ہیں۔ یہاں الفتیان اخی بجقجی اکابر شہر میں سے تھا۔ ہر وارد و صادر کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ جب الامیر تلکتمور کا امیر ازاق کو خط پہنچا۔ جس کا نام محمد خواجہ الخوارزمی تھا۔ تو میرے استقبال کے لئے نکلا اس کے ساتھ قاضی اور طلبہ تھے۔ اور ہمارے لئے کھانا بھیجا۔ جب ہم نے اسے سلام کر لیا تو ایک مقام پر اترے اور وہیں کھانا کھایا پھر شہر پہنچے، اور اس کے باہر ایک کنڈ کے قریب جو خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرف نسبت کیا جاتا ہے اترے۔ ایک شخص باشندگان ازاق میں سے آیا، جس کا نام رجب النہر ناتی تھا۔ اس نے اپنے زاویہ میں نہایت اچھی ضیافت کی۔ ہمارے آنے کے دو دن بعد الامیر تلکتمور آیا۔ اور الامیر محمد اس کے ملنے کے لئے نکلا۔ اور بڑے پیمانے پر ضیافت کا سرو سامان بہم پہنچایا۔ تین بڑے بڑے خیمے ایک دوسرے سے متصل لگائے۔ جن میں سے ایک رنگین ریشم کا نہایت عجیب تھا۔ اور دو کتان کے تھے۔ اور اس کے گرد اگرد حراجہ قائم کیا۔ جسے ہمارے یہاں

۱؎ یہ جنیوا نہیں، جنوا ہے۔ اٹلی کا ایک مقام۔

۲؎ فارسی کا لفظ ہے سرا پچہ۔

سراج کہتے ہیں اس کے باہر ایک دہلیز قائم کی جو برج کی شکل کے مشابہ تھی حبیب الامیر اترا
اس کے سامنے سرخ ریشم کا فرش بچھایا گیا۔ اس کے مکارم اور فضائل میں سے یہ بات ہے،
اس نے مجھے اپنے آگے کر دیا تاکہ امیر اس کے نزدیک میری منزلت کا اندازہ کرے۔

پھر ہم پہلے خیمے کی طرف پہنچے وہی خیمہ اس کے جلوس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ صدر میں ایک مرصع چوبی تخت تھا۔ اور اس پر ایک عمدہ مسند لگی ہوئی تھی۔ امیر نے مجھے اپنے آگے کر دیا اور شیخ مظفر الدین کو بھی آگے کیا۔ اور تخت پر چڑھ کر ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ ہم سب مسند پر تھے۔ پھر قاضی اور خطیب بیٹھے۔ ان سب کو تخت کی بائیں جانب فاخرہ (شہوار) بیٹھنے کا حکم ہوا تھا۔ امیر ملکتمور کا بیٹا اور اس کا بھائی اور امیر محمد اور اس کی اولاد خدمت کے لئے کھڑے رہے۔ پھر گھوڑوں کے گوشت وغیرہ کا کھانا لایا گیا۔ اور گھوڑی کا دودھ بھی لائے۔ پھر بوزہ لائے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد قاریوں نے خوش الحانی کے ساتھ قرأت کی پھر منبر رکھا گیا۔ اس پر واعظ چڑھا۔ اس نے بلیغ خطبہ پڑھا۔ امیر سلطان، حاضرین سب کے لئے دعا کی خطبہ عربی زبان میں دیتا۔ پھر ترکی زبان میں اس کا مطلب بیان کر دیتا تھا۔ اس اثنا میں قاری کچھ آیات نہایت دردناک لہجہ میں بار بار پڑھتے تھے۔ پھر محفل سماع منعقد ہوئی عربی زبان میں گاتے تھے۔ یہ لوگ اسے القول کہتے ہیں۔ پھر فارسی اور ترکی زبانوں میں گانا ہوا۔ اسے یہ الملمع کہتے ہیں، پھر دوسرا کھانا آیا۔ الغرض شام تک یہی ہوتا رہا۔ جب میں وہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ تو امیر روک لیتا تھا۔

ترکستان میں گھوڑوں کی بے پناہ کثرت، اور ان کا کاروبار

اس علاقہ میں گھوڑوں کی بہت کثرت ہے۔ ان کی قیمت بہت کم ہوتی ہے۔ نہایت اچھے گھوڑے کی قیمت پچاس یا ساٹھ درہم سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس دینار کی قیمت ہمارے دیناروں کے مساوی یا قریب ہوتی ہے، یہ وہی گھوڑے ہیں جنہیں مصر میں الاکادیش کہتے ہیں یہاں کے باشندوں کی معاش ہے، یہاں بھی اس طرح ہیں، جیسے ہمارے ہاں بھیڑیں۔ بلکہ

لے کیا زمانہ کا انقلاب ہے، "اتا ترک" کے عہد میں تو اذان تک ترکی زبان میں ہونے لگی۔ کیا اسلاف تھے۔ کیا اخلاف، اس یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے۔

لے جسے ہم قوالی کہتے ہیں۔

اس سے بھی زائد۔ ان بلاد میں جو ترک گھوڑوں والے ہیں۔ اُن کا اصول یہ ہے کہ جن گاڑیوں میں اُن کی عورتیں سوار ہوتی ہیں۔ اس کے ڈنڈے میں بالشت بھر نمدہ کا ٹکڑا ایک پتلی لکڑی میں جو گز بھر لمبی ہوتی ہے۔ لگا دیتے ہیں۔ ہر ہزار گھوڑوں پر ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ ان میں میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں۔ جن کی گاڑیوں میں دس دس ٹکڑے لگے ہیں۔ اور ایسے بھی جن کی گاڑیاں میں اس سے کم ہیں۔ یہ گھوڑے بلاد کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ ایک ایک غول میں چھ چھ ہزار اور اس سے زائد ہوتے ہیں۔ اور کم بھی۔ ہر تاجر کے سو سو اور دو دو سو اور اس سے کم و بیش ہوتے ہیں۔ پچاس گھوڑوں پر تاجر چرواہا مقرر کرتا ہے۔ جو ان کی نگرانی کرتا رہتا۔ اور بھیڑوں کی طرح چراتا ہے۔ ایسے یہ لوگ القشی کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر سوار ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبی لکڑی ہوتی ہے۔ اور اُس میں رسی بندھی ہوئی جب چاہتا ہے کہ ان میں سے کسی گھوڑے کو اپنی سواری میں لے لے تو اس گھوڑے کو جس پر سوار ہے۔ اس کے مقابل لے آتا ہے۔ اور اُس کی گردن میں رسی ڈال دیتا ہے۔ اسے کھینچتا ہے۔ اور سوار ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا چرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

ترکی گھوڑے کی سندھ میں قدر و قیمت

جب سرزمین سندھ میں آتے ہیں۔ تو گھاس کھلاتے ہیں۔ چونکہ سرزمین سندھ کی نباتات جو کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بہت سے مر جاتے ہیں۔ اور چوری بھی ہو جاتے ہیں۔ سرزمین سندھ میں فی گھوڑا سات دینار چاندی کے مقام ششنقار میں محصول لئے جاتے ہیں۔ اور ان پر ملتان میں بھی جو سندھ کا پایۂ تخت[1] ہے۔ محصول لیا جاتا ہے۔ پہلے یہ دستور تھا کہ منافع میں سے چوتھائی محصول لیا جاتا تھا۔ اسے بادشاہ ہند سلطان محمد[2] نے اٹھا دیا۔ اور حکم نافذ کیا کہ مسلمان تاجروں سے زکوٰۃ لی جایا کرے۔ اور کفار تاجروں سے عشر۔ باوجود اس کے تاجروں کو بہت نفع ہوتا ہے۔ کیونکہ جو بہت سستا گھوڑا

---

[1] گویا محمد بن قاسم سے لے کر ابن بطوطہ کے زمانے تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ تک ملتان سندھ کا پایۂ تخت رہا ہے۔

[2] محمد تغلق۔

ہوتا ہے۔ وہ بھی بلادِ ہند میں سو دینار دراہم میں فروخت ہوتا ہے۔ جس کا نرخ مغربی سونے کے حساب سے پچیس دینار کا ہوتا ہے۔ کبھی اس سے دوگنی قیمت پر بھی فروخت کر ڈالتے ہیں۔ اور کبھی چوگنی پر۔ اچھا گھوڑا پانچ سو دینار کے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ باشندگانِ ہند انہیں دوڑانے اور مقابلہ کی دوڑ کے لئے نہیں خریدتے کیونکہ یہ جنگوں میں زرہیں پہنتے ہیں۔ اور گھوڑوں کو بھی زرہیں پہناتے ہیں۔ بلکہ یہ گھوڑے کی قوت اور اس کی چال کی وسعت کو مدِنظر رکھتے ہیں۔ جو گھوڑے مقابلہ کی دوڑ کے لئے لیتے ہیں، وہ یمن عمان اور فارس سے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک گھوڑا ہزار ہزار دینار سے لے کر چار ہزار دینار تک خریدا جاتا ہے۔ جب امیر تلکتور یہاں سے چلا گیا تو میں تین دن اور مقیم رہا۔ یہاں تک کہ امیر محمد خواجہ نے میرا تمام سامانِ سفر درست کر دیا۔ پھر میں روانہ ہو کر شہر الماجر میں وارد ہوا۔ یہ شہر بڑا اور ترکوں کے نایاب ترین شہروں میں سے نہر کبیر پہ واقع ہے۔ یہاں باغات اور پھل بکثرت ہیں۔ ہم یہاں شیخ صالح عابد المعمر محمد البطائحی کے زاویہ میں ٹھہرے۔ یہ الشیخ احمد الرفاعی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ اس خانقاہ میں تقریباً ستر فقراء، باشندگانِ عرب، فارس، ترک اور روم تھے۔ بعض کے ان میں سے بال بچے تھے۔ اور بعض مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

ایک ہم وطن یہودی سے ملاقات اور بات چیت

اس شہر کے گذری بازار میں میں نے ایک یہودی کو دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ اور زبانِ عربی میں بات چیت کی۔ میں نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے بتلایا کہ اندلس کا رہنے والا ہوں، اور وہاں سے خشکی کے راستہ آیا ہوں۔ بحری سفر بالکل نہیں کیا۔ اور قسطنطنیہ عظمیٰ روم، بلادِ چرکس کے راستے سے آیا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے اندلس سے نکلے ہوئے چار مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے۔

ترکوں کی نظر میں عورتوں کی عظمت و وقعت

ترک خواتین کی شان شکوہ اور دبدبہ و طنطنہ کی داستان

یہاں کے باشندے عورتوں کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہاں کی عورتیں بہ نسبت مردوں کے زیادہ شان والی ہیں۔ امراء کی عورتوں میں سے جسے میں نے پہلے دیکھا وہ امیر سلطیہ کی بیوی خاتون تھی جو اپنی ذاتی گاڑی میں سوار تھی۔ اس پر نہایت عمدہ نیلگوں پوشش پڑی ہوئی تھی۔ نشست کی کھڑکیاں اور دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے چار جوان حسین چھوکریاں نادر لباس سے ملبوس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور پیچھے تمام گاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ ان میں بھی چھوکریاں سوار تھیں۔ جب امیر کا مکان آیا تو اپنی گاڑی سے زمین پر اتر پڑیں۔ اور چھوکریاں بھی اتریں۔ یہ سب اپنے دامن بیٹھے ہوئے تھیں۔ ان کے کپڑوں میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہر چھوکری اپنی گھنڈی پکڑے ہوئی تھی۔ اور ہر طرف سے زمین سے اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھی۔ یہ سب بڑے ناز و انداز سے اٹھلا اٹھلا کر چل رہی تھیں۔ جب وہ امیر کے پاس پہنچی تو کھڑا ہو گیا۔ اسے سلام کیا۔ اور اپنے ایک جانب بٹھا لیا۔ اور اس کی تمام چھوکریاں حلقہ بند ہو گئیں۔ پھر قمز یا گھوڑے کے دودھ کے کوزے آئے۔ اس خاتون نے اس میں سے ایک پیالے میں ڈالا اور امیر کے سامنے دوزانو بیٹھ کر پیالہ پیش کیا۔ اس نے پی لیا۔ پھر امیر کے بھائی کو پلایا۔ پھر امیر نے خاتون کو پلایا۔ کھانا آیا۔ میں نے امیر کے ساتھ کھایا۔ پھر میں چلا آیا۔ امراء کی عورتوں کی اسی طرح ترتیب ہے۔ بادشاہ کی عورتوں کا ہم عنقریب اس کے بعد ہی ذکر کریں گے۔ دوکانداروں اور بازاروں کی عورتوں کو میں نے دیکھا۔ ان میں سے بھی ایک گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور گھوڑے اسے کھینچتے تھے

اور اس کے سامنے بھی تین یا چار چھوکریاں تھیں۔ جو اپنے دامن اٹھائے ہوئے تھیں۔ اور اس کے سر پر البغطاق رکھا ہوتا ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی ٹوپی جواہرات سے مرصع کار ہوتی ہے۔ اس کے اوپر مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔ گاڑی کے پٹ کھلے ہوتے ہیں۔ اور وہ منہ کھولے ہوئے بیٹھی ہوتی ہے۔ کیونکہ ترکوں کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ بعض اسی ترتیب سے آتی ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے غلام بھیڑیاں اور دودھ لئے ہوتے ہیں۔ اکثر عورتوں کے ساتھ ان کے شوہر بھی ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے۔ یہ کوئی خادم ہے۔ اس کے جسم پر سوا بھیڑ کی کھال کے ایک جبہ کے اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا۔ اور سر پر مناسب ٹوپی ہوتی ہے۔ جسے یہ الکلا[1] کہتے ہیں۔

---

[1] یعنی کلاہ۔

اردوے شاہی

سلطان المعظم محمد ازبک خان کا دربار، دُربار
آداب شاہی، رسوم سلطانی، آئین خسروی، آداب حیات۔

ہم شہر الماجر سے بقصد معسکر[1] سلطان روانہ ہوئے اس کی الماجر سے چار دن کی مسافت تھی۔ ایک مقام میں واقع تھا۔ جسے بش دغ کہتے ہیں۔ بش ان کی زبان میں پانچ کو کہتے ہیں۔ اور دغ کے معنی پہاڑ ہیں۔ اس پہاڑ کوہ میں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ جس میں ترک نہاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو اس میں نہاتا ہے۔ اسے کبھی کوئی بیماری یا مرض نہیں ہوتا۔ ہم نے اس مقام سے محلہ سلطانی کی طرف کوچ کیا۔ رمضان کی پہلی کو پہنچے دیکھا کہ محلہ کوچ کر چکا ہے۔ اس لیے ہم اسی مقام پر پھر واپس چلے آئے۔ جہاں سے کوچ کیا تھا۔ اس لئے کہ محلہ یا لشکر اسی مقام کے قریب پڑاؤ کرنے والا تھا۔ میں نے وہیں ٹیلہ پر اپنا خیمہ گاڑ دیا۔ اور خیمہ کے سامنے اپنا جھنڈا لگا دیا۔ اور گھوڑے اور گاڑیاں اس کے پیچھے کردیں۔ اور محلہ یا لشکر آیا۔ یہ لوگ اسے اردو[2] کہتے ہیں۔ یہ مجھے ایک بہت بڑا شہر سا نظر آیا۔ جس میں لوگ چلتے پھرتے ہیں۔ اس میں مسجدیں بھی ہیں۔ اور بازار بھی۔ باورچی خانوں کے دھوئیں ہوا میں اڑتے رہتے ہیں۔ یہ کوچ کی حالت میں پکاتے رہتے ہیں۔ اور گاڑیوں کو ان میں جوتے ہوئے کھینچتے رہتے ہیں۔ جب منزل پر پہنچتے ہیں۔ تو خیمے گاڑیوں سے اتار کر زمین پر لگاتے ہیں۔ سفر کی وجہ سے یہ ہلکے بنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسجدیں اور دکانیں بھی بناتے ہیں۔ ہمارے قریب خواتین سلطان کا گزر ہوا۔ ہر خاتون اپنے آدمیوں کے ساتھ علیحدہ تھی۔ جب ان میں سے چوتھی خاتون گزری یہ امیر عیسیٰ بیک کی لڑکی

---

[1] یعنی چھاؤنی۔

[2] یہ لفظ لشکر کے معنی میں۔ تاتاری دمغل، شہنشاہ ہندوستان لائے جہاں ایک نئی زبان لشکریوں کے میل جول سے عالم وجود میں آئی۔ جو اب تک اسی اردو ہی کے نام سے موسوم ہے۔

جن کا ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ تو اُس نے ٹیلہ کے اوپر اور اُس کے سامنے جھنڈا دیکھا جو وارد کی علامت ہے۔ چھوکرے اور چھوکریاں بھیجیں۔ انہوں نے آکر ہمیں سلام کیا۔ اور مجھے اپنی مالکہ کا سلام پہنچایا۔ ٹھہری ہوئی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اس کی خدمت میں اپنے بعض ساتھیوں اور الامیر ملکتمور معرف کے ساتھ ہدیہ بھیجا۔ اُس نے اُسے تبرکاً بوسہ دیا۔ اور حکم دیا کہ میں اس کے جوار میں اتروں اور ری سلطان آیا اور اپنے محلہ میں علیحدہ اترا،

عظیم المملکت اور شدید القوت سلطان اور اُس کی خواتین

اس کا نام محمد اوزبک ہے۔ ان کی زبان میں خان کے معنی سلطان کے ہیں۔ یہ سلطان عظیم مملکت، شدید القوت، کبیر الشان اور رفیع المکان ہے۔ باشندگان قسطنطنیہ عظمی جو خدا کے دشمن ہیں، ان کے حق میں بڑا قاہر۔ اور ان کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے ہر وقت تیار۔ اس کے ملک نہایت وسیع اور شہر بہت بڑے ہیں۔ ان میں سے الکفا، القرم، الماجر، ازاق، سرداق (سوداق) خوارزم۔ اس کا پایۂ تخت اور دارالسلطنت ہے۔ اُن سات بادشاہوں میں جو دنیا کے بڑے اور عظیم الشان بادشاہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک ہمارے آقا امیر المومنین ارضی خداوندی ظل اللہ اس اصحاب گروہ کے امام جو ہمیشہ قیام قیامت تک حق پر ظاہر رہنے والے ہیں۔ اللہ ان کا حامی و عقدین مددگار ہے اور فتح سے ان کی عزت بڑھائے، دوسرا سلطان مصر والشام تیسرا السلطان العراقین چوتھا یہ سلطان اوزبک، پانچواں سلطان بلاد ترکستان اور ماوراء النہر۔ چھٹا ہند۔ ساتواں سلطان الصین (چین) یہ سلطان جب سفر کرتا ہے تو مع اپنے غلاموں اور ارباب دولت کے علیحدہ سفر کرتا ہے، اور اس کی خاتونوں میں ہر خاتون اپنے محلہ میں علیحدہ ہوتی ہے۔ جب کسی کے پاس رہنے کا ارادہ کرتا ہے،

لہ اس وقت تک قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا تھا۔ ترک صرف ایشیائے کوچک تک محدود تھے۔ لیکن اسے فتح کر لینے کی آرزو ان کے دل میں تڑپ رہی تھی۔

لہ یہ علاقہ اب روس کے قبضے میں ہے، اور اس کی نئی نسلیں اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہیں، کبھی یہ علاقہ حدیث و تفسیر، فقہ و کلام اور رشد و ہدایت کا مرکز تھا بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے؟

لہ ورچینی ترکستان کا وسیع و عریض علاقہ مراد ہے، جس پر ماؤزے تنگ کی اشتراکی حکومت قابض ہے، یہ علاقہ بھی علوم اسلامیہ کا گہوارہ تھا۔

تواطلاع دیتا ہے، وہ اُس کے لئے آمادہ و مستعد رہتی ہے، اس کے انداز نشست، سفر اور دیگر امور میں عجیب و بدیع ہیں۔

سلطان کا معمول ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے بعد ایک قبہ میں بیٹھتا ہے، جسے قبۃ الذہب کہتے ہیں۔ اس کی نہایت نادر زینت ہوتی ہے۔ یہ لکڑی کے تختوں کا بنا ہوتا ہے۔ جس پر سونے کے پتر منڈھے ہوتے ہیں، اس کے درمیان میں لکڑی کے تختوں کا ایک تخت ہوتا ہے۔ اس پر چاندی کے پتر سنہرے ملمع کے منڈھے ہوتے ہیں۔ اس کے پائے خالص چاندی کے ہوتے ہیں اور ان کے سر جواہرات سے مرصع ہوتے ہیں۔ سلطان تخت پر بیٹھ جاتا ہے، اس کی داہنی جانب خاتون طیطغلی ہوتی ہے، پھر اس کے بعد خاتون کبک اور بائیں جانب خاتون بیلون، اور پھر خاتون اردجی تخت سے نیچے داہنی طرف سلطان کا بیٹا تین بک، اور بائیں جانب دوسرا بیٹا جان بک اور سلطان کے سامنے اس کی بیٹی ایت کجک بیٹھی ہے، جب ان میں سے کوئی آتی ہے، تو سلطان کھڑا ہوجاتا ہے۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے سہارا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تخت پر چڑھ آتی ہے۔ لیکن طیطغلی کہ وہی ملکہ سب میں زیادہ محبوب ہے، اس کا استقبال باب القبہ تک کرتا ہے، اسے سلام کرتا ہے، اور دست گیری کرکے تخت پر چڑھاتا ہے۔ جب تخت پر چڑھ کر بیٹھ لیتی ہے، تب یہ بیٹھتا ہے۔ یہ سب بلا پردہ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہوتا رہتا ہے، اس کے بعد کبار امراء آتے ہیں، ان کے لئے داہنی اور بائیں طرف کرسیاں ڈالی جاتی ہیں۔ ان میں سے جب کوئی شخص سلطان کی مجلس میں آتا ہے، تو اس کے ساتھ اس کا غلام کرسی لئے آتا ہے۔ سلطان کے سامنے تمام شاہزادے، اس کے بنی عم بھائی اور اقارب ٹھہرتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں باب القبہ کے قریب امراء کبار کی اولاد ہیں۔ اور ان کے پیچھے داہنی اور بائیں سرداران لشکر، پھر تین تین آدمی علی قدر مراتب سلام کے لئے داخل ہوتے ہیں، یہ سلام کرکے پھر جاتے ہیں، اور فاصلہ پر بیٹھتے ہیں۔

نماز عصر کے بعد خواتین میں سے ملکہ واپس ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد سب واپس چلی جاتی ہیں۔ اور سب محلہ تک اسے پہنچانے جاتی ہیں۔ جب ملکہ اپنے محلہ یا لشکر میں داخل ہوجاتی ہے۔ تو ہر ایک اپنی گاڑیوں میں سوار ہوکر واپس آجاتی ہے، ہر ایک کے ساتھ تقریباً پچاس چھوکریاں گھوڑوں پر سوار ہوتی ہیں۔ اور گاڑی کے آگے آگے تقریباً بیس عورتیں گھوڑوں

سلہ دنیا کے عظیم و جلیل بادشاہ سب کے سب مسلمان ہی تھے؟ یہ حقیقت آج کیسی ناقابل یقین نظر آتی ہے۔

یہ سوار سپاہیوں اور گاڑی کے مابین ہوتی ہیں۔ اور سب کے بعد تقریباً سو نوجوان غلام ہوتے ہیں۔ اور سپاہیوں کے آگے تقریباً سو بڑے غلام سوار۔ اور اتنے ہی پیادے اپنی کمروں میں تلواریں اور چھرے لگائے ہوئے، یہ سواروں اور سپاہیوں کے مابین ہوتا ہے، ان میں سے ہر خاتون کے واپس ہونے اور آنے کے وقت یہی ترتیب ہے۔

میرا مقام محلہ میں سلطان جان بک کے لڑکے کے ہمسایہ میں ہوا تھا۔ اپنے پہنچنے کے دوسرے دن بعد نماز عصر سلطان کے پاس گیا۔ اس وقت وہاں مشائخ۔ قضاۃ۔ فقہا۔ شرفا۔ اور فقراء جمع تھے۔ اور بہت زیادہ کھانا تیار کرایا گیا تھا۔ میں نے اسی کے حضور میں روزہ افطار کیا۔ اور سید الشرف نقیب الشرفا ابن عبدالحمید اور قاضی حمزہ نے میرے متعلق حضور سلطانی میں کلمات خیر کہے۔ اور سلطان کو میرے اکرام کے متعلق اشارہ کیا۔ یہ ترک نہ آنے والے کا اتارنا بار جانتے ہیں۔ اور نہ خرچ کا اجرا۔ اس کے لیئے بھیڑیاں اور ذبح کرنے کے لیئے گھوڑے، اور گھوڑی کے دودھ کے کوزے بھیجتے ہیں۔ یہی ان کی بڑی سخاوت ہے اس کے چند دن بعد میں نے عصر کی نماز سلطان کے ساتھ پڑھی جب رخصت ہونے لگا تو اس نے مجھ سے بیٹھنے کے لیئے کہا، کچھ مشروبات لائے گئے۔ جیسے الدوقی سے بناتے ہیں۔ پھر بھیڑ اور گھوڑے کا گوشت آیا جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔

خاندان شاہی کی خواتین کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے نظارے

ان میں سے ہر خاتون گاڑی میں سوار ہوتی ہے، اور جس حصہ میں بیٹھتی ہے، وہ یا تو چاندی کا قبہ ہوتا ہے، جس پر سونے کا ملمع ہوتا ہے، یا لکڑی کا مرصع کار ہوتا ہے، جو گھوڑا اس کی گاڑی کھینچتا ہے، اس پر ریشم کی زریں جھول پڑی ہوتی ہے، گاڑی کا ملازم کسی گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوتا ہے یہ ایک جوان شخص ہوتا ہے۔ اسے القشی کہتے ہیں۔ الخاتون اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوتی ہے، اس کے داہنی طرف ایک اگوا عورت بیٹھی ہوتی ہے، اُسے اولو خاتون کہتے ہیں، اس کے معنی وزیرہ کے ہوتے ہیں۔ اور بائیں جانب ایک اور اگوا عورت ہوتی ہے۔ اسے کجک خاتون کہتے ہیں، اس کے معنی حاجبہ کے ہیں۔ اس کے سامنے چھ کم عمر چھوکریاں ہوتی ہیں۔ ان کو بنات کہتے ہیں یہ نہایت جمیلہ اور انتہائی باکمال ہوتی ہیں۔ اس کے پیچھے دو چھوکریاں اور ہوتی ہیں جن پر خاتون تکیہ لگائے ہوتی ہے۔ خاتون کے سر پر البغطاق (ٹوپی) ہوتا ہے یہ چھوٹے تاج کی طرح ہوتا ہے جس میں جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ اور اس کے اوپر موروں کے پر ہوتے ہیں اس کے جسم پر

ریشمی کپڑے ہوتے ہیں۔ جن پر جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ اور المتوت کے مشابہ جو رومیوں کی پوشش ہے وزیرہ اور حاجبہ کے سر پر ریشم کا مقنع ہوتا ہے جس کے حاشیوں پر سونے کا کام ہوتا ہے اور جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ بنات میں سے ہر ایک کے سر پر کلاہ ہوتی ہے، سونے کے دائرے کے اوپر کی جانب جواہرات سے مرصع کاری ہوتی ہے اور اس کے آخر پر مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔ ہر ایک ریشم کے زرکار کپڑے پہنے ہوتی ہے جسے تخ کہتے ہیں، خاتون کے ساتھ دس پندرہ رومی یا ہندی نوجوان رہتے ہیں۔ یہ بھی ریشم کے زرکار اور جواہرات سے مرصع کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سونے یا چاندی کا عصا رہتا ہے یا لکڑی ہوتا ہے اس پر اُن میں سے کسی کے پتر چڑھے ہوتے ہیں۔ خاتون کی گاڑی کے پیچھے تقریباً گاڑیاں اور ہوتی ہیں۔ ہر گاڑی میں تین یا چار بڑی اور چھوٹی چھوکریاں سوار ہوتی ہیں۔ ان کے کپڑے ریشم کے ہوتے ہیں۔ اور سروں پر کلاہ۔ ان گاڑیوں کے پیچھے تقریباً تین سو گاڑیاں ہوتی ہیں۔ انہیں اونٹ اور بیل کھینچتے ہیں۔ ان پر خاتون کا خزانہ مال، ملبوسات، سامان اور کھانا بار ہوتا ہے۔ ہر گاڑی کے ساتھ ایک غلام ہوتا ہے، یہ اُن چھوکریوں میں سے کسی چھوکری کا شوہر ہوتا ہے، جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی عادت ہے چھوکریوں کے درمیان غلاموں میں سے کوئی نہیں داخل ہونے پاتا۔ جب تک کہ اُن میں سے اس کی کوئی بیوی نہ ہو۔ تمام خواتین کی ترتیب یہی ہوتی ہے۔

خاتونِ کبریٰ

سلطان المعظم کی ملکہ معظمہ، طیطغلی خاتون کا خدم و حشم

سلطان المعظم کی اولاد اور باقی تین بیویوں کے حالات و صفات

خاتون کبریٰ یعنی بڑی خاتون یہی ملکہ ہے، اس کے بطن سے سلطان کے دو بیٹے ہیں، جان بک اور تین بک ہم ان دونوں کا عنقریب ذکر کریں گے۔ یہ اس کی بیٹی ایت کجک کی ماں نہیں ہے، وہ مر چکی ہے اس خاتون کا نام طیطغلی ہے، سلطان اس عورت کو بہت محبوب رکھتا ہے، اور اکثر اس کے پاس شب باش رہتا ہے، چونکہ سلطان اس کی بہت تعظیم کرتا ہے اس لئے لوگ بھی تعظیم مدِ نظر رکھتے ہیں۔ ورنہ خواتین میں یہ سب سے زیادہ بخیل ہے، مجھ سے ایک معتمد شخص نے جو اس ملکہ کے حالات سے واقف تھا۔ بیان کیا کہ سلطان اسے اس خاصیت کی بنا پر محبوب رکھتا ہے۔ جو اس میں ہے اور وہ یہ ہے کہ شب کو اس طرح ملتی ہے گویا باکرہ ہو۔ اور اس کے سوا مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ یہ اس خاندان سے ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسی کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام سے ملک جاتا رہا۔ پھر جب آپ نے دوبارہ حکومت حاصل کی تو فرمان نافذ کیا کہ اسے ایسے دشت ہولناک میں رکھا جائے جہاں آدم ہو نہ آدم زاد چنانچہ وہ دشت قبچاق میں رکھی گئی اس کا رحم گول حلقہ کی وضع پر تھا اور اسی طرح ان تمام عورتوں کا ہے جو اس عورت کی نسل سے ہیں۔ مگر میں نے صحرائے قبچاق میں اور نہ کہیں اور دیکھا یا خبر ملی کہ اس نے ایسی کوئی عورت دیکھی ہو، ہاں مجھے بعض باشندگان چین نے بتایا ہے کہ وہاں عورتوں کی ایک ایسی قسم ہے لیکن ایسی کوئی بات ہاتھ کوئی آئی کہ مجھے اس کی کوئی حقیقت معلوم ہوتی۔

جس دن میں سلطان سے ملا ہوں۔ اس کے دوسرے دن اس خاتون کے پاس گیا۔ یہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور دس عورتیں اس کے اطراف میں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں کہ گویا اس کی خادمہ ہوں، اور اس کے سامنے تقریباً پچاس کم عمر چھوکریاں تھیں۔ جنہیں نبات کہتے ہیں۔ اور ان کے سامنے سونے اور چاندی کی کشتیاں حب الملوک سے بھری رکھی تھیں۔ جسے وہ چن رہی تھیں۔ خاتون کے سامنے ایک سونے کی سینی اسی سے بھری رکھی۔ وہ بھی چن رہی تھی، ہم نے اسے سلام کیا۔ ہمارے ساتھیوں میں ایک قاری بھی تھا۔ جو مصری طریقہ پر نہایت خوش الحانی سے قرأت کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے چند آیات سنائیں، پھر اس نے حکم دیا کہ گھوڑی کا دودھ لایا جائے جو لکڑی کے پیالیوں میں جو نہایت عمدہ اور سبک بنے ہوئے تھے لایا گیا۔ اس نے ایک پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ایک مجھے دیا۔ یہ بے انتہا آدبھگت کی علامت ہے۔ اس سے پہلے میں نے کبھی گھوڑی کا دودھ نہیں پیا تھا۔ لیکن وہاں سوا قبول کرنے کے، اور کوئی چارہ ممکن نہ تھا۔ میں نے اسے چکھ کر دیکھا تو کچھ اچھا نہ معلوم ہوا۔

سلطان المعظم کی دوسری بیوی کبک خاتون کے صفات و حسنات

اس کا نام کبک خاتون ہے ترکی زبان میں اس کے معنی الحجلۃ (چکوری) کے ہیں۔ یہ امیر نغلی کی بیٹی ہے۔ اس کا باپ زندہ ہے۔ لیکن نقرس کے مرض میں مبتلا ہے۔ میں نے اسے بھی دیکھا ہے، ملکہ کے پاس جانے کے دوسرے دن ہم اس خاتون کے پاس گئے، دیکھا کہ ایک مسند پر بیٹھی ہوئی قرآن کریم کی تلاوت کر رہی ہے۔ اور سامنے قریباً بیس عورتیں کھڑی ہیں۔ اور تقریباً بیس بنات ہیں جو کپڑا کاڑھ رہی ہیں۔ ہم نے سلام کیا۔ اس نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ اور بات چیت کی، ہمارے قاری نے قرآن سنایا۔ اس نے تحسین کی۔ اور حکم دیا کہ گھوڑی کا دودھ لایا جائے۔ جب لایا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے ایک پیالہ اسی طرح پیش کیا۔ جس طرح ملکہ نے پیش کیا تھا۔

سلطان المعظم کی تیسری بیوی بیلون: ایک عیسائی خاتون شہنشاہ قسطنطنیہ کی بیٹی

اس کا نام بیلون ہے یہ شاہ قسطنطنیہ عظمیٰ سلطان تکفور کی بیٹی ہے، ہم اس کے حضور میں حاضر ہوئے، ایک مرصع تخت پر بیٹھی تھی۔ جس کے پائے چاندی کے تھے اور اس کے سامنے تقریباً سو رومی، ترکی اور نوبیہ کی چھوکریاں تھیں۔ کچھ کھڑی تھیں، کچھ بیٹھی تھیں۔ ان کے پیچھے سپاہی اور سامنے رومی لوگوں میں سے حجاب اس نے ہمارے حالات اور ہمارے آنے کی کیفیت اور ہمارے دوستوں اور وطن کے متعلق دریافت کیا ہماری داستان

ہن کر رونے لگی، اور رومال سے اپنا منہ پونچھا۔ اور اس پر بہت رقت اور شفقت طاری ہوئی کھانے لانے کا حکم کیا۔ حاضر کیا گیا۔ ہم نے اسی کے سامنے تناول کیا۔ وہ ہماری طرف دیکھتی تھی۔ جب ہم نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ تو کہا آنا جانا بندمت کر دیجئے گا۔ برابر آیا جایا کیجئے۔ اور اپنی ضروریات مجھ سے بیان کیجئے۔ ہمارے ساتھ نہایت اعلیٰ اخلاق کا برتاؤ کیا۔ اور ہمارے پیچھے پیچھے بہت کھانا، بہت سی ڈبل روٹی، بھیڑیں درا ہم، اچھا لباس تین عمدہ گھوڑے اور دس معمولی گھوڑے روانہ کئے۔ اس خاتون کے ساتھ میں نے قسطنطنیہ عظمی تک سفر بھی کیا۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

سلطان المعظم کی چوتھی بیوی، اُردُجا کے واقعات و حالات

اس کا نام اردجا ہے، اردوان کی زبان میں حلہ یا لشکر کے معنی میں ہوتا ہے، چونکہ اس کی پیدائش لشکر یا اردو میں ہوئی تھی۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوئی، یہ کبیر عیسی بک امیرالالوس کی لڑکی ہے۔ اس کے معنی امیرالامراء کے ہیں، اس کی شادی سلطان کی بیٹی ایت کجک سے ہوئی ہے، یہ خاتون تمام خواتین میں افضل سب میں نہایت مہربان اور شفیقہ ہے۔ یہ وہی خاتون ہے جس نے میرا خیمہ اپنے لشکر کے گزرتے وقت ٹیلہ پر دیکھا تھا۔ الغرض ہم اس کے پاس گئے، اور اس کے حسن و جمال حسن خلق اور کریم النفسی کا مشاہدہ کیا۔ اس نے کھانا منگوایا ہم نے اسی کے سامنے کھایا۔ پھر گھوڑی کا دودھ لایا گیا۔ ہمارے حالات دریافت کئے، وہ ہم نے بتائے، ہم اسکی بہن کے پاس بھی گئے، جو میر علی بن لرزق کی بیوی تھی۔

سلطان المعظم کی لڑکی شہزادی کجک خاتون کے خیرات و حسنات

اس کا نام ایت کجک ہے، ہم شہزادی کے پاس گئے، یہ ایک علیحدہ لشکر میں رہتی تھی۔ جو اس کے والد کے لشکر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے، اس نے حکم دیا کہ فقہاء۔ قضاۃ، سید الشریف ابن عبدالحمید طلبہ کی جماعت مشائخ اور فقراء حاضر کئے جائیں۔ اور اس کا شوہر میر عیسیٰ بھی آیا یہ وہ شخص ہے جس کی بیٹی سلطان کی زوجہ ہے، اس کے ساتھ ایک ہی فرش پر بیٹھا۔ چونکہ یہ مرض النقرس میں مبتلا تھا۔ اس لئے نہ اسے اپنے پیروں پر قابو تھا۔ اور نہ گھوڑے پر سوار ہوا کرتا تھا۔ جب سلطان کے پاس جانے کا ارادہ کرتا تھا۔ تو اس کے خادم اسے تھامتے تھے، اور اٹھا کر مجلس سلطان میں لیجاتے تھے، اس صورت پر میں نے الامیر نغطی کو بھی دیکھا یہ دوسری خاتون کا والد ہے۔ ترکوں میں یہ بیماری بہت پھیلی ہوئی ہے، اس خاتون نے میرے ساتھ بہت احسان و فضل کیا۔ اللہ برتر اسے جزائے خیر دے۔

سلطان المعظم کا ولی عہد، اور دوسرا شہزادہ جان بک

یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، اور ان دونوں کی ماں بھی ملکہ طیطغلی ہے، ان دونوں میں بڑے صاحبزادے کا نام تین بک ہے۔ اور اس کے بھائی کا نام جان بک ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کا جدا جدا لشکر ہے، تین نہایت خوبصورت ہے، یہی ولی عہد ہے، اس کی عظمت و شرف بھی باپ کی نظر میں بہت زیادہ تھی۔ لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کیونکہ جب باپ مر گیا۔ تو تھوڑے ہی دنوں والی مملکت رہا۔ پھر ان امور قبیحہ کے باعث جن کا یہ عادی ہو گیا تھا قتل کر دیا گیا۔ اور اس کا بھائی جان بک والی حکومت ہوا۔ یہ اس سے اچھا، اور افضل تھا۔ شریف ابن عبد الحمید وہی شخص ہے، جس کے سپرد جان بک کی تربیت تھی۔

یلغار میں میری آمد

اتنی چھوٹی رات کہ تھوڑی دیر میں مغرب، عشا، اور فجر کا وقت گذر گیا

شہر یلغار[1] کا چرچا عرصہ سے میرے کانوں میں پڑ رہا تھا۔ سوچا کیوں نہ ایک نظر اسے بھی دیکھ لوں اور اتنی چھوٹی رات اور انتہائی چھوٹے دن کی جو کہانیں سنی ہیں ان میں کہاں تک صداقت ہے؛ معلوم کروں۔

یلغار سے اور لشکر سلطان کے مابین دس منزل کی مسافت تھی۔ میں نے سلطان سے استدعا کی کہ مجھے وہاں تک پہنچانے کے لئے کوئی شخص مل جائے۔ چنانچہ میری ہمرکابی میں ایک شخص بھیجا گیا۔ جو مجھے وہاں تک واپس لے آیا۔ میں وہاں رمضان میں پہنچا تھا جب ہم نے نماز مغرب پڑھی تو افطار کیا۔ ابھی افطار کرنے ہی میں مشغول تھے کہ عشاء کے لئے اذان ہو گئی چنانچہ نماز عشا میں شرکت کی۔ نماز تراویح۔ شفع اور وتر پڑھے۔ اس کے بعد ہی فجر کا وقت طلوع ہو گیا۔ اس طرح جب دن کے چھوٹے ہونے کا زمانہ آتا ہے، تو دن بھی اتنا ہی چھوٹا ہو جاتا ہے، پھر یہاں تین دن قیام رہا۔
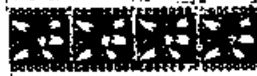
[1] سائبیریا کا سرد ترین شہر۔

ارضِ ظلمت یعنی برفستان کا ذکر

پرہول داستان، قاقم، سنجاب اور سمور کے کاروبار کا طریقہ

یلغار سے میں نے ارض ظلمت میں جانے فیصلہ کر لیا، یلغار، اور ارض ظلمت کے مابین چالیس شب منزل کی مسافت ہے چونکہ اس سفر میں بہت دشواریوں کا سامنا تھا اس لئے میں نے ارادہ فسخ کر دیا۔ وہاں صرف چھوٹی گاڑیوں میں جا سکتے ہیں جنہیں کتے کھینچتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام میدان میں برف جما رہتا ہے اور اس پر آدمی کا قدم جمتا ہے اور نہ چوپائے کی ٹانگیں۔ کتے کے چونکہ ناخن ہوتے ہیں اس لئے وہ برف میں گڑو لیتے ہیں صرف مالدار یا تاجر لوگ اس سرزمین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جن کے ایک ایک کے پاس سو گاڑیاں یا اس کے قریب ہوں۔ جن پر خوردنی، نوشیدنی اور سوختنی لکڑیاں لدی ہوئی ہوں۔ کیونکہ نہ وہاں کوئی درخت ہے، نہ پہاڑ اور نہ ڈھیلے، اس سرزمین کا راہبر وہی کتا ہوتا ہے، جو کئی مرتبہ آچکا ہوتا ہے اس کی قیمت تقریباً ہزار دینار تک ہوتی ہے، گاڑی اس کی گردن میں لگا دی جاتی ہے، اور تین کتے اس کے پیچھے پیچھے رہتے ہیں جب یہ ٹھہر جاتا ہے، تو سب ٹھہر جاتے ہیں۔ اس کتے کو اس کا مالک نہ مارتا ہے اور نہ جھڑکتا ہے، جب کھانا آتا ہے، تو آدمیوں سے پہلے کتوں کو کھلاتے ہیں۔ ورنہ کتے ناراض ہو جاتے ہیں۔ بھاگ جاتے ہیں اور اپنے آقا کو برباد ہونے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں جب اس برفستان میں مسافروں کو چالیس منزلیں پوری ہو جاتی ہیں۔ تو یہ ارض ظلمت کے پاس اتر پڑتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک شخص جو کچھ بھی اس کے پاس پونجی ہوتی ہے، یہیں چھوڑ دیتا ہے، اور سب اپنی معمولی منزل پر واپس آجاتے ہے، جب دوسرا دن ہوتا ہے تو جہاں پونجی رکھی تھی۔ اس کی تلاش میں واپس جاتے ہیں۔ اس کے برابر سمور سنجاب اور قاقم رکھا ہوا پاتے ہیں، اگر پونجی والا شخص اپنے مال کے مقابلہ میں جو کچھ اس نے پایا ہے، راضی ہو گیا تو اسے لے لیتا ہے اور اگر نہیں

اتنی ہوا ہے تو چھوڑ دیتا ہے، اس پر اور زیادہ کرتا ہے، اسی طرح ان کی فروخت و خرید بھی ہوتی ہے جو لوگ وہاں جاتے ہیں، ان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان سے کون خرید و فروخت کرتا ہے، آیا جن میں سے یا انس میں سے ورنہ انہیں کوئی نظر ہی آتا ہے۔

قاقم کا لبادہ بہترین اقسام میں سے ہے (۱۱) ہند میں ایک لبادہ کی قیمت ہزار دینار ہوتی ہے، جس کی ہمارے سونے کی ڈھائی سو کے قریب قیمت ہے، یہ نہایت سفید رنگ کا ایک چھوٹے حیوان کا چمڑا ہوتا ہے لمبان میں ایک بالشت، اس کی دم لمبی ہوتی ہے لئے لبادہ پر اپنی حالت ہی میں چھوڑے رکھتے ہیں۔

سمور اس سے کم قیمت ہے ان کھالوں کی خاصیت ہے کہ ان میں کیڑا نہیں لگتا، چین کے امراء اور وہاں کے بڑے لوگ اس میں سے ایک چمڑا اپنے لبادوں میں گردنوں کے پاس لگاتے ہیں، اور اسی طرح فارس اور چین کے تاجر لوگ، میں شہر بلغار سے مع اس امیر کے واپس ہوا، جسے سلطان نے میرے ساتھ بھیجا تھا، میں نے لشکر سلطان کو اسی مشہور مقام لیش و رخ میں پایا، یہ رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی، میں نے اس کے ساتھ عید کا دوگانہ پڑھا، عید میں دن ہوئی جمعہ کا دن تھا۔

ترکوں کا جشن عید

نماز جمعہ کیلئے سلطان کی سواری، ترکوں کے عوائد و رسوم

عید کے دن صبح صبح سلطان اپنے لشکر گروں کے ساتھ جلوس میں سوار ہو کر نکلا، ہر خاتون اپنی گاڑی سوار تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کا دستہ فوج بھی تھا۔ سلطان کی لڑکی یعنی شہزادی بھی شریک جلوس تھی سر پہ تاج رکھا ہوا تھا، درحقیقت ملکہ یہی ہے، کیونکہ اپنی ماں کی طرف سے یہ اعزاز اسے وراثت میں ملا ہے۔

سلطان کی اولاد میں سے ہر ایک کی سواری اپنے دستہ فوج کے ساتھ چل رہی تھی، قاضی القضاۃ، فقہا اور مشائخ بھی تھے، فقہا کی سواری ولی عہد سلطنت شہزادہ تین بک کے ساتھ تھی، ان کے ساتھ طبل، بوق اور نقارے بھی بجتے جا رہے تھے۔

قاضی شہاب الدین نے فریضہ امامت انجام دیا، اور موقع کی مناسبت سے بڑا اچھا خطبہ دیا۔

پھر سلطان سوار ہوا، اور برج خشب تک پہنچا۔ یہ لوگ اسے الکشک[1] کہتے ہیں۔ اس میں بیٹھا ساتھ اس کی خواتین بھی تھیں۔ ایک دوسرا برج نصب کیا گیا اس میں ولی عہد بیٹھا، اور اس کی صاحبزادی تاج اور انہیں کے قریب دو برج داہنے اور بائیں اور نصب تھے، ان میں سلطان کے دوسرے بیٹے اور اس کے رشتہ دار تھے۔ امیر اور ابناء ملوک کے لئے کرسیاں نصب کی گئی تھیں۔ یہ لوگ کرسی کو صندلی کہتے ہیں۔ یہ برج کے داہنی اور بائیں جانب تھیں ہر شخص اپنی کرسی پہ بیٹھا۔ پھر تیر اندازی کے لئے طبل نصب کئے گئے ہر طومان کے لئے ایک مخصوص طبل تھا۔ ان کے نزدیک امیر طومان وہ شخص ہے جس کے جلوس میں دس ہزار سوار نکلتے ہوں، امراء طومان میں سے جو حاضر تھے ان کی تعداد سترہ تھی۔ اور ایک لاکھ ستر ہزار لشکر کے سرگروہ تھے ہر امیر کے لئے میز کے مشابہ ایک چیز نصب کی گئی، یہ اس پہ بیٹھ گیا، اور اس کے مصاحبین اس کے سامنے تیر اندازی کر رہے تھے، اسی صورت سے یہ ایک گھنٹہ کرتے رہے، پھر خلعت لائی گئی، اور ہر امیر کو پہنائی گئی۔ ہر ایک یہ پہننے کے بعد سلطان کے برج کے نیچے آتا ہے، اور اس کی خدمت بجا لاتا ہے خدمت یہ تھی کہ اپنے داہنے گھٹنے سے زمین چھوتا تھا۔ اور اس کے نیچے اپنا پیر پھیلاتا تھا۔ اور دوسرا کھڑا رہتا تھا، پھر

---

[1] یہ وہی لفظ ہے جو اردو میں "کوشک" کہلاتا ہے۔

تک کسی ہوئی لگام لگا ہوا گھوڑا دیا جاتا ہے یہ اس کی ٹاپ اٹھاتا اور امیرا سے بوسہ دیتا ہے۔

پھر سلطان برج سے اترتا ہے، اور گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اس کی دائیں جانب اس کا دوسرا بیٹا اور اس کے سامنے چاروں خواتین گاڑیوں میں ہیں پر ریشم کی، سونے کے کام کی پوشش ہوتی ہے۔ جو گھوڑے ان گاڑی کو کھینچتے ہیں۔ ان پر ریشم کے سنہری کام کی جھولیں پڑی ہوتی ہیں۔ تمام بڑے اور چھوٹے امراء ابناء ملوک۔ وزراء۔ حجاب اور ارباب دولت اتر پڑتے ہیں۔ اور سلطان کے سامنے پیادہ پا چلتے ہیں یہاں تک کہ وطاق تک پہنچتے ہیں۔ وطاق کے معنی خروج کے ہیں۔ یہاں ایک بہت بڑی بارگاہ نصب ہوتی ہے۔ بارگاہ ان کے یہاں بڑے خیمے کو کہتے ہیں۔ اس کی لکڑی کے چار کھمبے ہوتے ہیں ان پر چاندی کے پتر جڑے ہوتے ہیں۔ جن پر سونے کا ملمع ہوتا ہے۔ ہر کھمبے کے اوپر کی جانب چاندی کی کلس سنہرے ملمع کی لگی ہوتی ہیں یہ نہایت چمک دمک والی اور پر شعاع ہوتی ہیں۔ یہ بارگاہ دور سے ایسی معلوم ہوتی ہے، گویا پہاڑ ہے۔

بارگاہ سلطانی کی شان اور دربار کی ناقابل فراموش کیفیت

اس کی داہنی اور بائیں جانب سوتی اور کتانی سائبان ہوتے ہیں۔ ریشم کا فرش بچھا ہوتا ہے۔ وسط بارگاہ میں سریر اعظم ہوتا ہے، جسے یہ تخت کہتے ہیں۔ یہ لکڑی کا جڑاؤ بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس پر چاندی کے پتر جڑے ہوتے ہیں۔ ان پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے، اور پائے خالص چاندی کے مرصع ہوتے ہیں۔ اس پر ایک سخت فرش ہوتا ہے، اس سریر اعظم کے وسط میں مسند ہوتی ہے، جس پر سلطان اور بڑی خاتون بیٹھتی ہے۔ اس کے بائیں جانب ایک مسند ہوتی ہے، اس پر شہزادی ایت کجک بیٹھتی ہے، اور اس کے ساتھ خاتون اردجا، اور بائیں جانب جو مسند ہوتی ہے، اس پر خاتون بیلون اور اس کے ساتھ خاتون کبک بیٹھتی ہے، اور اس تخت کے داہنی جانب ایک کرسی نصب کی جاتی ہے، جس پر تین بک سلطان کا ولی عہد بیٹھتا ہے، اور ایک کرسی بائیں جانب ہوتی ہے، جس پر جان بک دوسرا لڑکا بیٹھتا ہے، اور بھی داہنے اور بائیں کرسیاں ہوتی ہیں۔ جن پر ابناء ملوک۔ امرائے کبار، پھر امرائے صغار مثل امرائے یک ہزاری بیٹھتے ہیں۔

شاہی ضیافت:۔ اکل و اشراب کے آداب و اصول

پھر چاندی اور سونے کی کشتیوں میں کھانا لایا جاتا ہے، ہر کشتی کو چار آدمی بلکہ زیادہ اٹھائے ہوئے ہوتے

ہیں۔ ان کا کھانا گھوڑے اور بھیڑ کا گوشت پارچہ ہوتا ہے، ہر امیر کے سامنے ایک کشتی رکھ دی جاتی ہے باورچی یعنی گوشت کاٹنے والا آتا ہے، یہ ریشمی لباس میں ملبوس اور ریشم کا پٹکا باندھے ہوئے ہوتا ہے، اس کے تھیلے میں بہت سی چھریاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہر امیر کا ایک باورچی ہوتا ہے جب کشتی رکھی جاتی ہے، تو لپیٹتا امیر کے سامنے بیٹھ جاتا ہے، اور سونے یا چاندی کا ایک چھوٹا سا پیالہ لایا جاتا ہے جس میں پانی میں گھلا ہوا نمک ہوتا ہے باورچی گوشت کا ایک بہت چھوٹا سا وہ ٹکڑا کاٹتے ہیں، جو ہڈی سے ملا ہوا ہوتا ہے، کیونکہ جو ہڈی سے ملا ہوا گوشت نہیں ہوتا اسے نہیں کھاتے۔

پھر نوشیدنی کے لئے سونے اور چاندی کے برتن لائے جاتے ہیں۔ یہ اکثر شہد کی نبیذ پیتے ہیں ان کا مذہب حنفی ہے، اس لئے نبیذ کو حلال سمجھتے ہیں۔ جب سلطان نے پینے کا ارادہ کیا تو شہزادی نے پیالہ لے لیا اور خود چل کر آئی، اور پیالہ پیش کیا۔ جب سلطان نے پی لیا تو دوسرا پیالہ لے کر بڑی ہی بڑی خاتون کو پیش کیا اس نے اسے نوش کیا۔ پھر خواتین کو پیش کیا۔ پھر اپنی بہن کو۔ الغرض تمام عورتوں کے لئے یہ خدمت انجام دی۔ پھر دوسرا لڑکا کھڑا ہوا۔ پیالہ اپنے بھائی کو پلایا۔ اور خدمت انجام دی، پھر امرائے کبار کھڑے ہوئے، ہر ایک ولی عہد کی خدمت میں نوش کرنے کے لئے پیش کرتا تھا۔ اور اس کی خدمت بجالاتا تھا۔ پھر انبار ملوک کھڑے ہوئے۔ اور ہر ایک نے اس دوسرے لڑکے کو پلایا اور اس کی خدمت انجام دی۔ پھر چھوٹے امراء کھڑے ہوئے۔ یہ انبار ملوک کو پلاتے تھے، اس اثناء میں الملالیہ (المواليتہ) بھی گاتے جاتے تھے۔

قاضی خطیب، شریف، فقہا اور مشائخ کا خیمہ، نماز جمعہ کا اہتمام

مسجد کے مقابلہ میں ایک بڑا قبہ بھی قاضی، خطیب، شریف، تمام فقیہوں اور مشائخ کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ میں بھی انہیں کے ساتھ تھا سونے اور چاندی کی کشتیاں لائی گئیں۔ اس دن سلطان کے حضور میں سوا کبار اشخاص کے کوئی کام نہیں کرتا۔ کشتی یا خوانوں میں کھانے والے بھی تھے۔ اور وسیع یا پیرز کرنے والے بھی۔ جہاں تک میری نظر پہنچ سکتی تھی۔ میں نے داہنے اور بائیں دیکھا۔ کہ گاڑیوں پر گھوڑی کے دودھ کی چھاگلیں لدی ہوئی تھیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ ان میں سے ایک گاڑی میرے سامنے لائے۔ وہ میں نے اپنے ایک ترک ہمسائے کو دے دی۔

پھر ہم مسجد میں آ کر نماز جمعہ کا انتظار کرنے لگے۔ سلطان نے آنے میں تاخیر کی کوئی تو یہ کہتا تھا کہ آج نہ آئے گا کیونکہ اس پر نشہ غالب ہو رہا ہے، اور یہ بھی کہتے تھے کہ نہیں جمعہ نہیں چھوڑ سکتا۔

جب کچھ وقت گزر گیا تو آیا۔ اس پر کسی قدر نشہ طاری معلوم ہوتا تھا۔ سید الشریعت کو سلام کیا، اور مسکرایا۔ یہ سلطان کو آطا کہتا تھا۔ جو ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ پھر ہم نے نماز جمعہ ادا کی۔ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور سلطان بارگاہ میں واپس گیا، اور نماز عصر تک وہیں رہا۔ پھر تمام لوگ واپس گئے، اسی رات کو بادشاہ اپنی خواتین اور لڑکی کے ساتھ رہا۔ پھر عید کے بعد ہمارا سلطان کے ساتھ کوچ ہوا اور ہم شہر الحاج ترخان میں وارد ہوئے۔

دریائے دولگا کی منجمد سطح پر آمد و رفت

ترخان اس موضع کو کہتے ہیں۔ جو محاصل ادا کرنے سے مستثنیٰ ہو۔ ایک ترکی حاجی تھا۔ جو اس مقام پر اترا تھا۔ اور یہ مقام سلطان نے اس کے لئے معاف کر دیا تھا۔ پھر یہ گاؤں ہو گیا۔ پھر بڑی آبادی ہو گئی اور شہر بن گیا۔ یہ اچھے شہروں میں سے ہے۔ بڑے بازاروں پر مشتمل ہے، اور نہر اتل پر واقع ہے، جو دنیا کی بڑی نہروں میں سے ہے، سلطان کا یہیں قیام رہتا ہے، جب سخت سردی پڑتی ہے، تو اس نہر کا پانی جم جاتا ہے، پھر لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے، یہ ہزاروں گھاس کے گٹھے لاتے ہیں۔ اور سطح منجمد پر بچھا دیتے ہیں۔ یہاں کی گھاس چوپائے نہیں کھاتے کیونکہ یہ ان کے لئے ضرر رساں ہے، اور گاڑیوں کے اوپر اس نہر سے عبور کرتے ہیں۔ اکثر قافلے بھی اس پر سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن آخر جاڑے کی فصل میں ڈوب جاتے، اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔
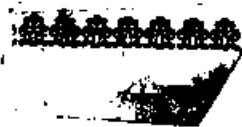
لہ یہ وہی لفظ ہے، جو اردو میں "دا" آتا، لکھا جاتا ہے، جیسے مصطفےٰ کمال پاشا کے لئے "اتاترک"۔

ٹہ یعنی دریائے دولگا۔

میرا سفرِ قسطنطنیہ

شہنشاہ سلطان معظم کی عیسائی بیوی کی ہمراہی میں

شہنشاہ قسطنطنیہ کے دربار میں حاضری مسلمانوں پر پابندیاں

شہر ترخان میں جب ہم پہونچے تو خاتون بیلون نے سلطان سے اجازت چاہی کہ اپنے والد شاہ قسطنطنیہ کے پاس جائے۔ تاکہ وضع حمل وہیں ہو۔ پھر اس سے فراغت کے بعد واپس آجائے۔ اجازت مل گئی، اور میں نے بھی اجازت چاہی کہ قسطنطنیہ عظمیٰ دیکھ آؤں۔ بخوف گزند مجھے منع کر دیا میں نے اس کا دل زیادہ ہاتھ میں لیا، اور کہا سنا کہ جب میں آپ کی حرمت اور جوار میں وہاں داخل ہوں گا۔ تو مجھے کسی کا کیا خوف، اس لئے مجھے اجازت دیدی۔ ہم سلطان سے رخصت ہوئے۔ مجھے ایک ہزار پانچ سو دینار دیئے۔ خلعت عطا کی۔ اور بہت سے گھوڑے دیئے۔

سلطان المعظم کی عیسائی بیوی کی روانگی کا پرجلال نظارہ

دسویں شوال کو ہم خاتون بیلون کی معیت میں روانہ ہوئے۔ ایک منزل سلطان اسے پہنچانے بھی آیا تھا۔ پھر واپس چلا گیا۔ اور ملکا اور ولی عہد بھی تھے، نیز ساری خواتین نے بھی اس کی معیت میں دو منزل تک سفر اختیار کیا۔ پھر واپس آگئیں۔ اس کے ساتھ امیر بیدرہ بھی پانچ ہزار لشکر کی سرکردگی میں تھا۔ اور خاتون کا لشکر تقریباً پانچ سو سوار

---

[1] یہ خاتون عیسائی تھی، کیونکہ اس کا باپ شہنشاہ قسطنطنیہ عیسائی تھا۔ شادی باپ کی رضامندی سے ہوئی تھی۔ قسطنطنیہ اب تک فتح نہیں ہوا تھا۔ خالص عیسائی شہر تھا۔

تھے۔ ان میں سے دو سو اس کے ممالک اور باشندگان روم تھے۔ اور باقی ترکوں میں سے۔ اس کے ساتھ تقریباً سو چھوکریاں بھی تھیں۔ لیکن اکثر رومی، اور گاڑیوں میں سے تقریباً چار سو گاڑیاں اور دو ہزار کے قریب ان کے کھینچنے کے کام کے لئے۔ دس رومی خصیان اور اسی قدر ہندی ان کے بڑے سردار کا نام ستیل ہندی تھا۔ رومیوں کے سردار کا نام میخا ییل ترک اسے لولو کہتے تھے یہ بڑا بہادر تھا۔ بیلون نے اپنی اکثر چھوکریاں اور سامان سلطان کے لشکر میں چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ صرف باپ سے ملنے اور وضع حمل کے لئے جا رہی تھی۔

یہ اچھا شہر ہے۔ عمارتیں خوب صورت موسم سخت سرد اس شہر سے ایک دن کے فاصلہ پر روس کے پہاڑ واقع ہیں۔ باشندگان روس نصاریٰ ہیں۔ ان کے بال بھورے اور آنکھیں کرنجی ہوتی ہیں اور بدصورت۔ دغاباز۔

دشت قفچاق کے ایک ساحلی شہر سرادق میں آمد

پھر ہمارا ورود شہر سرادق میں ہوا۔ یہ دشت قفچاق کے شہروں میں سے ساحل بحر پر واقع ہے اس کی لنگرگاہ بڑی لنگر گاہوں میں سے ہے، اور نہایت اچھی۔ اس کے باہر باغات اور پانی ہیں یہاں ترک اترتے ہیں۔ رومیوں کا ایک گروہ ذمی ہے، یہ لوگ پیشہ ور ہیں۔ ان کے اکثر مکانات لکڑی کے ہوتے ہیں۔ یہ بڑا شہر تھا رومیوں اور ترکوں میں جنگ واقع ہونے کی وجہ سے اس کا بڑا حصہ ویران ہو گیا ہے، پہلے پہل رومی غالب رہے لیکن ترکوں نے خون کی ندیاں بہادیں، آخر اکثر رومی شہر بدر کر دیئے گئے۔ جو کچھ رہ گئے، وہ ابتک ذمی چلے آ رہے ہیں۔

پھر ہم شہر بابا سلطوق میں وارد ہوئے۔ یہ شہر ترکوں کی بلاد میں سے ہے۔

اٹھارہ دن سفر طے کرنے کے بعد ہم قلعہ مقہولی میں داخل ہوئے۔

یہ قلعہ مقہولی حکومت روم کی پہلی جگہ ہے، جب حاکم روم نے خاتون کے آنے کی خبر سنی اس قلعہ میں کفالی نقولہ رومی کو بہت بڑے لشکر اور ضیافت عظیمہ[1] کے ساتھ اس سے ملنے کیلئے بھیجا۔ خواتین اور دایہ بھی اس کے باپ یعنی شہنشاہ قسطنطنیہ کے یہاں آئیں مقہولی اور قسطنطنیہ کے مابین بائیس دن کی مسافت ہے، اس قلعہ سے صرف گھوڑوں اور خچروں سے سفر ہو سکتا ہے، گاڑیاں اسی میں

---

[1] یعنی مسلمانوں کے حکم سے۔

چھوڑ دی جاتی ہیں کیونکہ آگے سنگستان اور پہاڑ ہیں، کفالی مذکور بہت سے خچر لے کر آیا تھا۔ ان میں کچھ خاتون نے میرے لئے بھیجے تھے۔

میری نماز پر عیسائی غلاموں کا تمسخر، اور ان کی مرمت

پھر امیر اپنے لشکر کے ساتھ چلا گیا، اور خاتون کے ساتھ سوا اس کے اور کوئی بھی نہ گیا۔ وہ اپنی مسجد اسی قلعہ میں چھوڑ گئی[1] اذان کہنے کا حکم جاتا رہا[2]۔ ضیافت میں خاتون کے لئے شراب آیا کرتی تھی یہ اسے پیتی تھی۔[3] اور سور بھی آتے تھے، مجھے اس کی بعض خواصوں نے بتایا کہ اس نے سور کھایا بھی[4] اور اب اس کے ساتھیوں کے سوا ترکوں کے کوئی نماز پڑھنے والا نہ رہا۔ ہمارے قلوب میں بلادِ کفر[5] جانے سے تبدیلی واقع ہو گئی ہے لیکن خاتون نے امیر کفالی کو میرے اکرام کے لئے حکم دیا تھا چنانچہ بعض غلاموں کو جو ہماری نماز پر ہنستے تھے خوب مارا،

بہن کا استقبال کرنے کے لئے یونانی شہزادوں کی بالشکر گراں آمد

پھر ہمارا شہر لفنیکہ میں ورود ہوا۔ یہ چھوٹا سا محفوظ شہر ہے، اس کے گرجا اور مکانات اچھے ہیں، شہر میں درمیان سے نہریں نکل گئی ہیں، اور باغات گھرے ہوئے ہیں، انگور، آلو، سیب اور بہی دوسرے سال تک ذخیرہ رکھے جاتے ہیں۔ ہمارا اس شہر میں تین دن تک قیام رہا۔ خاتون یہیں اپنے باپ کے ایک قصر میں مقیم ہوئی۔ پھر اس کا سگا بھائی آیا، اس کا نام کفالی قراس تھا۔ اس کی معیت میں پانچ ہزار مسلح سوار تھے۔

پھر خاتون اپنے غلاموں، چھوکریوں اور سواروں کے ساتھ سوار ہوئی، جو قریب پانچ ہزار کے تھے، ریشمی جواہر کار لباس میں ملبوس، خاتون کا لباس سفید کا تھا، اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے

---

[1] یہ عارضی مسجد ہوتی ہے صرف سفر کے لئے۔

[2] اب کون تھا، جو یہاں اذان دیتا؟

[3] یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اپنے مذہب پر قائم تھی، یعنی عیسائی تھی۔

[4] یہ ثبوت مزید ہے۔

[5] ظاہر ہے یہ کافر ہے۔

ہوا اس کے سر پر مرصع تاج تھا۔ اور گھوڑے پر حریر کی جھول پڑی ہوئی تھی۔ جس میں زرتار کام تھا اس کے ہاتھوں میں سونے کے بجنے والے کنگن اور پیروں میں جھانجن تھے۔ اور گردن میں جواہر نگار زیورات تھے۔ زین کی بلندیاں سونے سے منڈھی ہوئی، اور جواہرات سے مرصع تھیں۔ ان دونوں کا ملاپ ایک وسیع زمین میں ہوا جو آبادی سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ اس کا بھائی تعظیماً اتر پڑا۔ کیونکہ یہ اس سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ اس نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ کل امراء اور شہزادگان پاپیادہ ہو گئے۔ اور سب نے اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ پھر یہ اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی۔

پھر دوسرے دن ہم ایک بڑے شہر میں پہونچے، جو سمندر کے ساحل پر واقع تھا اس وقت اس کا نام نہیں یاد ہے۔ یہ نہروں اور درختوں پر مشتمل تھا۔ ہم اس کے باہر اترے تھے یہاں خاتون کا بھائی ولی عہد ہے، نہایت ترتیب اور بکثرت لشکر کے ساتھ پہونچا جو دس ہزار زرہ پوش تھے اس کے سر پر تاج تھا۔ اور داہنی طرف بیس ہزار سوار اور اسی قدر بائیں طرف، اس نے اپنے گھوڑوں کی ترتیب اپنے بھائی کی ترتیب پر رکھی۔ صرف اس قدر فرق تھا کہ اس کا جلوس اور جمعیت زیادہ تھی۔ یہ اپنے بھائی سے اسی پہلے طریقہ کے مطابق ملی۔ دونوں پیادہ پا ہوئے ایک حریر کے خیمے میں داخل ہوئے، اس لیے مجھے ان دونوں کے سلام کی کیفیت نہیں معلوم ہوئی

شہنشاہ قسطنطنیہ بیٹی کے خیر مقدم کو باصد جاہ و تجمل آتا ہے

ہم قسطنطنیہ سے دس میل کے فاصلہ پر اترے۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس کے باشندے مرد اور عورتیں اور لڑکے سوار اور پیادہ نہایت ٹھاٹھ دار لباس فاخرہ پہن کر نکلے۔ صبح کے وقت طبل۔ قرنا۔ اور نفیریاں بجائی گئیں۔ لشکر سوار ہوئے، اور بادشاہ اس کی ملکہ خاتون کی ماں اور ارباب دولت اور خواص نکلے۔ بادشاہ کے سر پر ایک سائبان یا شامیانہ اٹھائے ہوئے تھے۔ رواق یا سائبان کے درمیان میں قبہ کی طرح ایک چیز تھی جسے سوار چوبوں سے بلند کئے ہوئے تھے۔ جب بادشاہ سامنے آیا تو تمام لشکر مل گئے، اور گرد بلند ہوئی۔ اس ہجوم میں گھسنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی۔ اس لئے میں اپنی جان کی حفاظت کی وجہ سے خاتون کے سامان اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہولیا مجھ سے ذکر کیا گیا کہ جب وہ اپنے والدین کے قریب پہونچی، تو پیادہ پا ہو گئی اور ان کے سامنے زمین کو بوسہ دیا پھر ان گھوڑوں کے سموں کو چوما۔

دنیائے عیسائیت کے سب سے بڑے اور تہذیبی و ثقافتی شہر قسطنطنیہ کا دیدار

میں زوال کے قریب یا اس کے بعد قسطنطنیہ عظمیٰ میں وارد ہوا۔ اس وقت یہاں کے باشندوں نے ناقوس بجائے جن سے تمام عالم گونج اٹھا۔ جب ہم شہنشاہ کے قصر کے دروازوں میں سے پہلے دروازہ پر پہونچے۔ تو وہاں تقریباً سو آدمی مع اپنے افسر کے چبوترے پر کھڑے ہوئے ملے۔ میں نے انہیں سراکنو سراکنو کہتے ہوئے سنا۔ اس کے معنی مسلمان مسلمان کے ہیں۔ اور ہمیں داخل ہونے سے روکا۔ خاتون کے ساتھیوں نے ان سے کہا کہ یہ ہماری طرف کے لوگ ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بغیر اجازت ہم نہ جانے دیں گے، اس لئے ہم دروازہ ہی پر کھڑے رہے۔ اور خاتون کا کوئی ساتھی چلا گیا۔ اور کسی شخص سے اس امر کی اطلاع کرائی۔ اس وقت وہ اپنے باپ کے حضور میں تھی۔ چنانچہ اس سے اس نے ہمارے بارے میں ذکر کیا۔ اس لئے ہمارے داخلہ کے لئے حکم ہوگیا۔ اور ہمارے اترنے کیلئے خاتون کے گھر کے قریب ایک گھر معین کیا۔ اور ہمارے متعلق ایک حکم صادر کیا کہ جہاں کہیں شہر میں جائیں کوئی معترض نہ ہو۔ اس کی بازاروں میں منادی کردی گئی۔ اس مکان میں ہمارا تین دن تک قیام رہا۔ آٹا۔ روٹی۔ بھیڑ۔ مرغیاں۔ گھی۔ پھل۔ مچھلی ضیافت میں اور روپیہ اور فرش بھیجا۔ چوتھے روز ہم بادشاہ کے حضور میں گئے۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کے حضور میں حاضری، میری تلاشی، ایوان شاہی اور دربار خسروی کی کیفیت

اس کا نام تکفور ابن سلطان جرجیس ہے، سلطان جرجیس اس کا باپ ہنوز بقید حیات ہے، لیکن زاہد اور راہب بن گیا ہے، اور عبادت کیلئے دنیا سے منقطع ہو کر کنیسوں میں زندگی بسر کرنی شروع کی ہے، اور ملک اپنے بیٹے کو سپرد کر دیا ہے۔

قسطنطنیہ میں ہمارے پہنچنے سے چوتھے دن میرے پاس خاتون نے جوان سنبل الہندی کو بھیجا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قصر کے اندر لے گیا ہم نے چار دروازے طے کئے۔ جب ہم پانچویں

---

[1] مسلمانوں کو قسطنطنیہ میں داخل ہونے تک کی اس رشتہ کے باوجود اجازت نہ تھی، اور عیسائی و یہود ترک کے بلاد میں آرام سے رہتے تھے۔

دروازے پر پہونچے۔ تو جوان سنبل مجھے چھوڑ کر خود چلا گیا۔ اور پھر واپس آیا۔ اس کے ساتھ چار رومی جوان اور تھے۔ انہوں نے میری تلاشی لی۔ مبادا میرے پاس کوئی پیش قبض یا خنجر وغیرہ ہو، پھر نے مجھ سے کہا، ان کی یہی عادت ہے، ہر شخص جو بادشاہ کے پاس جاتا ہے خواہ خاص ہو یا عام، پردیسی ہو یا شہری۔ کوئی مستثنیٰ نہیں۔

جب میری تلاشی لے چکے تو جو دروازے پر تعینات تھا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ کھولا۔ اور چار شخص اور میرے گرد ہوئے۔ دو نے تو میری آستینیں پکڑیں۔ اور میرے پیچھے ہوئے اور دیوان شاہی میں مجھے لے جا کر داخل کر دیا جس کی دیوار یں الفسیفار کی تھیں، اور ان میں حیوانات اور جمادات مخلوقات میں سے شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ اس دیوان شاہی کے وسط میں پانی کا ایک حوض تھا جس کے دونوں جانب درخت لگے ہوئے اور دائیں اور بائیں لوگ خاموش سکوت میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ بولتا تھا۔ دیوان شاہی کے وسط میں تین شخص کھڑے ہوئے تھے۔ ان چاروں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اسی طرح میرے کپڑے پکڑے۔ جس طرح پہلوں نے پکڑے تھے۔ انہیں ایک شخص نے اشارہ کیا چنانچہ مجھے آگے لے گئے۔ ان میں سے ایک یہودی تھا۔ اس نے مجھ سے عربی میں کہا۔ ڈرو مت ان کا یہی طریقہ ہے نوواردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں ترجمان ہوں۔ اور بلاد شام میرا وطن ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ میں سلام کیونکر کروں۔ کیا دستور ہے۔ اس نے بتایا یہ کہنا۔ السلام علیکم۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کے مجھ سے سوال و جواب، میرے ساتھ حسن سلوک کا اظہار

پھر میں ایک بڑے قبہ میں پہنچا۔ شہنشاہ تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اس کی ملکہ اس خاتون کی ماں سامنے تھی، اور تخت کے نیچے خاتون اور اس کے بھائی تھے۔ بادشاہ کی دائیں جانب چھ شخص اور بائیں جانب چار اور چار ہی سر پر کھڑے ہوئے تھے۔ یہ سب مسلح تھے۔ مجھے سلام کرنے اور اس کے قریب پہنچنے سے پہلے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤں تاکہ دل کو سکون ہو۔ اور رعب کا اثر جاتا رہے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں اس کے قریب پہونچا۔ سلام بجا لایا۔ مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤں۔ لیکن میں نے پاس ادب شاہی سے ایسا نہ کیا مجھ سے بیت المقدس۔ الصخرہ المقدسہ اور مہد عیسیٰ۔ بیت لحم۔ مدینۃ الخلیل کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ پھر دمشق، مصر، عراق، اور بلاد روم کے حالات پوچھے۔ میں نے کل حالات عرض کئے۔ وہ یہودی میرے اور اس کے

درمیان مترجم تھا۔ اسے میری گفتگو بہت پسند آئی۔ اور اپنے بیٹوں سے کہا۔ اس شخص کا اکرام کرو اور اسے امن دو۔ پھر مجھے ایک خلعت عطا کی۔ اور میرے لئے ایک زین کسے ہوئے، اور لگام لگے ہوئے گھوڑے کے دینے کا حکم کیا۔ اور ایک چھتری جسے بادشاہ نے خود میرے سر پہ لگایا۔ یہ امان کی علامت ہے۔ میں نے اس سے عرض کیا کہ میرے لئے ایک شخص معین کیجئے۔ جو روزانہ شہر میں میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرائے۔ تاکہ میں اس کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کروں۔ اور اپنے بلاد میں جا کر ذکر کروں۔ چنانچہ میرے لئے اس مقصد کے لئے ایک آدمی معین کر دیا گیا۔ ان لوگوں کی عادات میں سے ہے کہ جو شخص بادشاہ کی عطا کی ہوئی خلعت پہنتا ہے یا اس کے گھوڑے پہ سوار ہوتا ہے، تو اسے شہر کے بازاروں میں قرنا نفیریوں اور طبلوں کے ساتھ نکالتے ہیں تاکہ لوگ اسے دیکھیں۔ اکثر ان ترکوں کے ساتھ یہی فعل کیا جاتا ہے، جو سلطان اوزبک کے بلاد سے آتے ہیں۔ تاکہ انہیں کوئی ایذا نہ پہونچائے۔ پس مجھے بازاروں کی اسی صورت سے سیر کرائی۔

عیسائی دنیا کے سب سے بڑے، باجلال پرشکوہ اور شاندار شہر قسطنطنیہ کا نظارہ

یہ انتہائی بڑا شہر ہے، اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ درمیان میں ایک بہت بڑی نہر ہے جس میں بلاد المغرب کی وادی سلا کی طرح مد و جزر ہوتا رہتا ہے۔ پہلے زمانہ میں اس پہ ایک پل بنا ہوا تھا۔ اب وہ ویران ہو گیا ہے۔ اسے کشتیوں کے ذریعہ عبور کرتے ہیں۔ اس نہر کا نام اَبْسمی ہے اس شہر کی دو قسموں میں سے ایک قسم کا نام اصطنبول[1] ہے۔ یہ نہر کے شرقی کنارہ پر واقع ہے۔ شہنشاہ و ارباب دولت اور تمام لوگ اسی میں رہتے ہیں۔ اس کے بازار اور راستے سنگین پتھر کے وسیع واقع ہوئے ہیں۔ ہر پیشہ والے علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ ان کے سوا کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ تمام بازاروں میں دروازے ہیں۔ جو رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں۔ بازاروں میں اکثر پیشہ ور اور دوکاندار عورتیں ہیں۔ شہر پہاڑ کی بلندی پہ واقع ہے جو تقریباً نو میل تک بحر میں داخل ہے، اس کا عرض بھی اسی قدر ہے، اس کے جانب اعلیٰ میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ شہنشاہ کا قصر اور شہر پناہ اس پہاڑ کو احاطہ کئے ہوئے

---

[1] استنبول۔ جسے ترکوں نے اسلامبول کر دیا تھا۔

سے ہے، اس وجہ سے سمندر کی طرف سے آنے کا کسی کے لیے راستہ نہیں۔ اس میں تقریباً تیرہ آباد گاؤں ہیں۔ اور بڑا کنیسہ شہر کے اس حصہ کے وسط میں ہے۔

اس کے دوسرے حصہ کا نام الغلطہ ہے، یہ نہر کے غربی کنارہ پر واقع ہے، اور رباط الفتح کے مشابہ جو اسی نہر کے قریب واقع ہے، یہ حصہ نصاریٰ فرنگ کے لیے مخصوص ہے، جو اس میں رہتے ہیں۔ یہ کئی قسم کے ہیں۔ ان میں سے جنوا کے باشندے بھی ہیں، بنادقہ یا دینیشیا کے رہنے والے باشندگان ٹرانس۔ ان پر حکومت شہنشاہ قسطنطنیہ ہی کی ہے۔ ان پر ایک مقدم ہوتا ہے۔ لسے لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔ اور اسے القمص کہتے ہیں، ان پر شہنشاہ قسطنطنیہ کے لیے ہر سال کچھ رقم کی ادائیگی کا تعیین ہے۔ بعض اوقات جب یہ شہنشاہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ تو شہنشاہ ان سے لڑتا ہے، حتیٰ کہ دونوں کے مابین صلح کرا دیتا ہے، یہ سب اہل تجارت ہیں۔ ان کا لنگرگاہ تمام لنگرگاہوں سے بڑا ہے، میں نے اس میں تقریباً قسم کے سو جہاز اور ان کے سوا بڑے بھی دیکھے۔ اور چھوٹے جہاز تو احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اس حصہ کے بازار گو اچھے ہیں۔ لیکن ان پر گندگی غالب ہے۔ ان کے درمیان سے ایک چھوٹی سی نہر نکل گئی ہے جو گندی اور نجس ہے۔ ان کے کنیسے بھی گندے ہیں، جن میں کوئی خوبی نہیں۔

دنیائے عیسائیت کے مقدس ترین گرجا "ایا صوفیہ" میں داخلہ وہاں کے راہب اور راہبات

ہم اس کے بیرونی حالات بیان کرتے ہیں۔ اندرون کا مشاہدہ نہیں کیا ہے، یہ لوگ اسے ایا صوفیا کہتے ہیں کہ اسے آصف بھی برخیا نے بنوایا تھا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کی خالہ کے لڑکے ہیں۔ یہ روم کے کنیسوں میں سب سے بڑا ہے اس کے گرداگرد ایک پناہی دیوار ہے گویا کہ یہ ایک شہر ہے، اس کے تیرہ دروازے ہیں۔ اور صحن تقریباً ایک میل ہے۔ اس میں ایک بہت بڑا پھاٹک لگا ہوا ہے، کسی کو اس میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے، میں اس میں شہنشاہ کے والد کی معیت میں گیا جن کا ذکر آئے گا۔ یہ دیوان خانہ کے مشابہ ہے، اور سطح یا فرش سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے، اس کے درمیان سے ایک چھوٹی سی نہر گئی ہے۔ جو کنیسہ سے نکلتی ہے، اس میں

---

۱ عیسائیوں کا سب سے بڑا گرجا، جسے فتح کے بعد سلطان محمد ثانی نے مسجد بنا دیا۔ اور اب یہ ایا صوفیہ کے نام سے مشہور ہے۔

دو دیواریں تقریباً ایک گز لمبی کھچی گئی ہیں۔ یہ سنگ مرمر کی ہیں۔ اور نہایت صنعت سے نقاشی کی ہوئی ہے، نہر ہذا کے دونوں طرف نہایت ترتیب سے درخت بھی لگے ہوئے ہیں۔ کنیسہ کے دروازے سے دیوان خانہ کے دروازہ تک لکڑی کا ایک بلند چھتا ہے، جس پر انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس کے نیچے چنبیلی اور خوشبودار درخت ہیں۔ دیوان خانہ کے دروازہ سے باہر ایک لکڑی کا قبہ ہے، جس میں لکڑی کی نشستیں پڑی ہیں۔ ان پر اس دروازہ کے خادم بیٹھتے ہیں۔ قبہ کے داہنی طرف چبوترے اور دوکانیں ہیں۔ جو اکثر لکڑی ہی کی بنی ہیں۔ اس پر ان کے قاضی اور دفتروں کے محرر بیٹھتے ہیں۔ ان دوکانوں کے وسط میں ایک لکڑی کا قبہ ہے، اس پر لکڑی کی سیڑھیوں سے چڑھتے ہیں۔ اس میں ایک بڑا تخت پڑا ہوا ہے، جس پر غلاف چڑھا ہوا ہے، اس پر ان کا قاضی بیٹھتا ہے، اس دیوان خانہ کے دروازہ پر جو قبہ ہے، اس کے بائیں طرف عطاروں کا بازار ہے، اور جس نہر کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ دو شاخوں میں منقسم ہوجاتی ہے، ایک شاخ تو عطاروں کے بازار کو چلی جاتی ہے، اور دوسری اس بازار سے گذرتی ہے جس میں قاضی اور محرر ہیں۔

کلیسائے ایا صوفیہ کا اندرونی نظارہ: صلیب اعظم کو سجدہ کرنے کی رسم

کنیسہ کے دروازہ پر سائبان ہیں۔ جن میں اس کے وہ خادم بیٹھتے ہیں۔ جن کے متعلق اس کے راستوں کی جاروب کشی۔ اس کے چراغ جلانا۔ اور اس کے دروازوں کا بند کرنا ہے، یہ کسی کو اس کے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ وہ اس صلیب اعظم کو سجدہ کرے جس کے متعلق ان کا گمان ہے کہ اس لکڑی کی بقیہ ہے، جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کئے گئے تھے۔ یہ کنیسہ کے دروازہ پر سونے کے میان کے اندر رکھی ہوئی ہے، اس کا طول تقریباً دس گز ہے، اور اسی کی صورت کا بنا کر سونے کا ایک غلادار بینڈا میان رکھ دیا ہے، تاکہ صلیب کی صورت بن جائے، یہ دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا ہے، اور اس کی دونوں زنجیریں خالص سونے کی ہیں، مجھ سے ذکر کیا گیا کہ اس کنیسہ میں راہبان اور قسیسین کی تعداد دو ہزار تک پہنچتی ہے، ان میں سے بعض حواریین کی نسل سے ہیں۔ اس کے اندر ایک کنیسہ عورتوں کیلئے مخصوص ہے، جو کنواری ہیں، اور عبادت کے لئے دنیا سے تعلق منقطع کر لیا ہے، ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، اور دوسری رہنے والی عورتوں کی تعداد ان سے زائد ہے۔

شہنشاہ ارباب دولت اور تمام لوگوں کی یہ عادت ہے کہ روزانہ صبح کے وقت اس کنیسہ کی

زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور پوپ اس میں سال میں ایک مرتبہ آتا ہے، اور جب شہر سے چار منزل کی مسافت پر رہ جاتا ہے، تو شہنشاہ اس کی ملاقات کو نکلتا ہے، اور اس کیلئے پا پیادہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ شہر میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے سامنے پیادہ پا چلتا ہے۔ [1]

عیسائی خانقاہوں میں گندہ راہبات کے حالات، راہبوں کے طور طریقے

مانستار لفظ مارستان کی طرح ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں ن مقدم اور ر مؤخر ہے، ان کے یہاں یہ مسلمانوں کے زاویہ کے مشابہ ہے، یہاں یہ مانستارات بکثرت ہیں۔

یہ اصطنبول کے باہر اور الغلطہ کے مقابل واقع ہے، اس میں سے مانستاران بڑے کنیسہ کے باہر اس میں داخلہ کے وقت بائیں جانب پڑتا ہے، یہ دونوں ایک باغ کے مانند ہیں۔ ان میں سے ایک نہر نکل جاتی ہے، ان میں سے ایک تو مردوں کے لئے ہے، اور دوسرا عورتوں کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک میں کنیسہ ہے، اور ان دونوں کے اطراف میں عبادت کرنے والوں اور کرنے والیوں کے لئے حجرے ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے اوقاف ہیں جن سے عبادت کنندگان کو پہننے کے لئے کپڑا اور اخراجات ملتے ہیں۔

میں اس رومی شہر کی معیت میں جسے بادشاہ نے میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ ایک مانستار میں داخل ہوا۔ جس کے درمیان سے نہر نکلتی ہے، اس میں ایک کنیسہ ہے جس میں پانچ سو باکرہ [2] رہتی ہیں۔ المسوح پہنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے سر گھٹے ہوئے، اور ان پر نمدے کی ٹوپیاں تھیں، یہ بڑی خوبصورت تھیں۔ اور ان سے عبادت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ منبر پر ایک لڑکا بیٹھا ہوا انجیل ایسی خوش آوازی سے انجیل سنا رہا تھا۔ کہ مجھے ایسی خوش الحانی کا کبھی سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس کے گرد اور آٹھ لڑکے منبروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے ساتھ کیسیں بھی تھے۔ جب یہ لڑکا پڑھتا تھا، تو دوسرا لڑکا بھی پڑھتا تھا۔ رومی نے مجھ سے کہا کہ یہ بادشاہوں کے لڑکے ہیں، انہوں

---

[1] پھر پوپ سے کٹ گئی، اور گریک چرچ، ایک مستقل ادارہ بن گیا۔ جس کا پوپ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

[2] یعنی نن، وہ عورتیں جو جنسی خواہشات کو دبا ڈالتی ہیں۔ اسی لئے کہ سہر شادی نہیں کرتیں۔ لیکن ان راہبوں اور ننوں میں سے کثیر تعداد بڑی رنگین مزاج اور بدکردار ہوتی تھی۔

نے اپنے آپ کو اس کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ دوسرا کنیسہ اس کنیسہ سے باہر ہے میں اس کے ساتھ ایک کنیسہ میں اور گیا۔ جو ایک باغ میں واقع تھا۔ اس میں تقریباً پانچ سو یا اس سے زیادہ باکرہ تھیں۔ اور ایک لڑکا منبر پر انجیل تلاوت کر رہا تھا اس کے ساتھ۔ رومی نے مجھ سے کہا یہ وزیروں اور امیروں کی لڑکیاں ہیں۔ اس کنیسہ میں عبادت کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ اور کنیسوں میں بھی گیا جن میں شہر کے بڑے لوگوں کی باکرہ تھیں دوسرے کنیسوں میں لے گیا۔ ان میں بڑھیا عورتیں تھیں۔ ان کے سوا کنیسوں میں راہب تھے۔ ایک کنیسہ میں سو شخص رہتے ہیں۔ اور زیادہ و اور کم بھی۔ اس شہر کے اکثر باشندے راہب۔ عابد اور قسیس ہیں۔ ان کے کنیسوں کی زیادتی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ باشندگان شہر خواہ لشکری ہوں۔ یا ان کے سوا چھوٹے ہوں یا بڑے اپنے سروں پر بڑی بڑی چھتریاں خواہ جاڑے ہوں یا گرمیاں لگائے رہتے ہیں۔ اور عورتیں بڑے بڑے عمامے باندھتی ہیں۔

قسطنطنیہ سے واپسی

سلطان المعظم کے حضور میں شرف باریابی اور الوداع

جب خاتون بیلون کے ترک ہمراہیوں نے محسوس کر لیا کہ یہ اپنے باپ کے دین پر ہے[1] اور اسی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، تو اس سے واپسی کی اجازت مانگی چنانچہ اس نے ان کو اجازت دے دی، اور بہت کچھ عطا کیا۔ مجھے بلا بھیجا اور تین سو دینار سونے کے دیئے۔ یہ لوگ انہیں البریہ کہتے ہیں۔ ان کا بھلا نہیں ہوتا۔ میں یہاں سوا مہینہ تک ٹھہرا۔

پھر میں شہر الحاج ترخان میں پہونچا۔ جہاں سے ہم سلطان اوزبک سے جدا ہوئے تھے لیکن دیکھا کہ وہاں سے کوچ کر چکا، اور اپنے دارالسلطنت میں پہونچ چکا تھا۔ اس لئے ہم نہر اتل میں تین منزل چلے یہ منجمد ہو چکا تھا۔ جب ہمیں پانی کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو جمے ہوئے پانی کا ٹکڑا کاٹ کر ہنڈی میں رکھ لیتے تھے، وہ پانی ہو جاتا تھا اسکو پیتے تھے، اور اس سے کھانا پکاتے تھے۔

پھر ہمارا شہر السراء میں ورود ہوا۔ یہ سرا برکتہ کے نام سے مشہور ہے، سلطان اوزبک کا پایہ تخت ہے، ہم سلطان کے پاس گئے، ہمارے سفر کا حال بادشاہ روم اور شہر کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ ہم نے ایسے امور مستفسرہ بتائے۔ اس نے ہمارے اخراجات کے لئے حکم دیا، اور ہمیں اتارا

---

[1] یعنی عیسائی ہے۔

تاتار اور بخارا کی طرف کوچ

پھر شہر سرا جوق میں وارد ہوا۔ لفظ جوق کے معنی چھوٹے کے ہیں۔ اس لئے اس کا نام سرا الصغیر ہوا۔ یہ ایک بڑی زخار نہر کے کنارے واقع ہے جس کا نام اُلو سو ہے۔ اس کے معنی دریائے عظیم کے ہیں اس پر بغداد کے پل کی طرح کشتیوں کا بڑا پل بندھا ہوا ہے۔

اب ہم شہر خوارزم میں داخل ہوئے یہ ترکوں کے بڑے شہروں میں ہے۔ عظیم ترین۔ جمیل ترین بازار نفیس راستے وسیع اس میں بکثرت آبادی اور خوبیاں ہی خوبیاں اور محاسن ہیں۔ میں ایک دن یہاں سیر کے لئے سوار ہوا تھا۔ اور ایک بازار میں داخل ہوا۔ جب اس کے وسط میں پہنچا۔ تو اس مقام پر انتہائی زحمت میں پڑ گیا جسے الشور کہتے ہیں۔ اس مقام سے کثرت اژدہام کی وجہ سے میں گذر نہ سکا۔ اور واپسی کا ارادہ کر لیا۔ لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ مجھے بے انتہا تحیر ہوا۔ الغرض بہت نا کوشش کے بعد پلٹا۔ مجھ سے بعض اشخاص نے ذکر کیا کہ اس بازار میں جمعہ کے دن زحمت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ بازاروں میں سے گدڑی بازار وغیرہ بند ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں جمعہ کے دن سوار ہو کر مسجد جامع اور مدرسہ کی طرف روانہ ہوا۔

خوارزم کے باشندوں سے زیادہ میں نے کسی کو خلیق پایا نہ کریم النفس اور نہ پردیسیوں سے محبت کرنے والا۔ نماز کی پابندی کی بڑی اچھی عادت ہے۔ یہ کبھی غیر حاضر نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ ان کی مسجدوں کے موذنوں کا ہر فرد اپنی مسجد کے آس پاس کے گھروں میں اطلاع پہنچاتا ہے کہ نماز میں آئیں۔ جو نماز کی جماعت میں شریک نہیں ہوتا تو اسے امام جماعت مارتا ہے۔ ہر مسجد میں ایک درہ اس کام کے لئے لٹکا ہوتا ہے۔ اور اس پر پانچ دینار جرمانہ بھی ہوتے ہیں۔ جو مسجد ہی کے لئے صرف کر دیئے جاتے ہیں۔ ان سے فقراء اور مساکین کو کھانا کھلا دیا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا یہ طریقہ برابر اگلے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔

خوارزم کے باہر چار نہروں میں سے جو جنت سے آتی ہیں۔ ایک نہر جیحون ہے۔ موسم سرما میں یہ اسی طرح جم جاتی ہے، جس طرح سے نہر اتل۔ اور لوگ اس پر چلتے ہیں۔ اس کے جمے رہنے کا زمانہ پانچ مہینہ ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اس کے پگھلنے کا زمانہ ہوتا ہے اور سوار چل نکلتے ہیں۔ تو ہلاک ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں کے زمانے میں اس پر ترمذ کی طرف کشتیوں میں سفر کرتے ہیں، اور وہاں سے گیہوں اور جو لاد کر لاتے ہیں۔ بہاؤ پر آنے والے کے واسطے دس دن کی مسافت ہے۔

خوارزم سے باہر ایک خانقاہ نجم الدین کبریٰ کے مزار پر بنی ہوئی ہے۔ یہ کبار صالحین میں سے تھے۔ اس میں وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اس کے شیخ مدرس سیف الدین ابن عصبہ کبار اہل خوارزم میں سے ہیں۔ یہیں شیخ صالح مجاور جلال الدین سمرقندی کی بھی خانقاہ ہے، آپ کبار صالحین میں سے ہیں۔ اسی میں آپ نے ہماری ضیافت بھی کی تھی۔

جہاں کی خاک سے اساطین علم و فن پیدا ہوئے

شہر سے باہر امام علامہ ابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری[1] کا مزار ہے، اس پر قبہ بنا ہوا ہے زمخشر خوارزم سے چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

میں بیرون شہر اترا۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک صاحب قاضی الصدر ابی حفص عمر البکری کے پاس گئے۔ آپ نے اپنے نائب نور الاسلام کو میرے پاس بھیجا۔ یہ مجھے سلام کر کے واپس چلے گئے۔ پھر قاضی معہ اپنے ساتھیوں کی جماعت کے میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔ یہ گو نوجوان شخص ہے، لیکن بڑے کام کا آدمی ہے۔ اس کے دو نائب ہیں ایک نور الاسلام ہے اور دوسرا نور الدین کرمانی کبار فقہا میں سے ہیں۔ یہ اپنے احکام میں بہت سخت اور بزرگی ذات میں بہت قوی ہے۔

یہاں قیام کے زمانہ میں جمعہ کی نماز قاضی ابی حفص عمر کے ساتھ آپ ہی کی مسجد میں پڑھتا تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوتا تھا۔ تو آپ کے ساتھ آپ کے مکان پر جایا کرتا تھا۔ جو مسجد سے قریب ہی ہے، پھر آپ کی معیت میں مجلس میں داخل ہوتا تھا۔ جسے ابدع المجالس کہنا زیبا ہوگا۔ یہاں

---

[1] علامہ زمخشری فن نحو کے امام تھے۔ ان کی کتاب مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے۔

نہایت نادر فرش بچھا ہوتا تھا۔ اور دیواروں پر غلاف چڑھے ہوتے تھے اس میں بکثرت طاق تھے، ہر طاق میں چاندی کے برتن سونے سے ملمع کار رکھے تھے۔ اور عراقی برتن بھی تھے۔ ان بلاد کے لوگوں کی یہی عادت ہے کہ یہ طاق اپنے گھروں میں بنواتے ہیں، پھر بہت زیادہ کھانا لایا جاتا تھا، نہایت مرفہ حال ہے، مالدار اور صاحب مجالس ہے، اور امیر قطلودمور کے بڑے قرابت داروں میں سے ہے۔ اس کا نکاح امیر کی سالی کے ساتھ ہوا ہے جس کا جیجا آغا نام ہے،

اس شہر میں واعظین اور ذکر کرنے والوں کی بڑی جماعت ہے۔ ان میں سب سے بڑے مولانا زین الدین المقدسی اور خطیب مولانا حسام الدین المقدسی مشاطی ہیں۔ آخر الذکر نہایت بلیغ خطیب ہیں، اور ان چار خطیبوں میں سے ایک ہیں۔ جن سے اچھا میں نے دنیا میں کسی کو نہ سنا۔

خوارزم

امیر خوارزم، پتھر کا کوئلہ، خوارزم کے خربوزے

یہ امیر کبیر قطلودمور ہے۔ یہ امیر سلطان معظم محمد اوزبک کی حمانی کا لڑکا اور اس کے اکبر امراء میں سے ہے۔ اس کی طرف سے والی خراسان ہے، اس کا بیٹا ہارون بک اسی سلطان کی بیٹی کے ساتھ بیاہا ہے۔ جو ملکہ طیطغی کے بطن سے ہے، اور اس کی بیوی خاتون ترابک صاحبہ مکارم شہیرہ ہے جب قاضی نے آ کر مجھے سلام کیا۔ تو مجھ سے کہا کہ امیر کو آپ کے آنے کا علم ہو چکا ہے۔ اب تک چونکہ وہ بستر علالت پر ہے، اس لئے آپ کے پاس نہ آ سکا۔ پس میں قاضی کے ساتھ اس سے ملنے کے لئے سوار ہوا اور ہم اس مکان پر پہنچے۔ ایک بڑے دیوان خانہ میں داخل ہوئے۔ جس کے اکثر مکانات لکڑی کے تھے، پھر ایک چھوٹے دیوان خانہ میں داخل ہوئے۔ اس میں لکڑی کا نہایت آراستہ قبہ تھا۔ جس کی دیواروں پر رنگین غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اور اس میں سنہرے ریشم کی چھت گیری لگی ہوئی تھی۔ اور امیر حریر کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اپنے پیروں کو نقرس کی وجہ سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ اکثر ترکوں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اور قاضی اور فقہا بیٹھ گئے۔ اس نے مجھ سے شاہ محمد اوزبک کی بادشاہت۔ خاتون بیلون اس کے والد اور شہر قسطنطنیہ کے متعلق دریافت کیا میں نے اسے سارے حالات بتا دئے۔ پھر خوان لائے گئے۔ کہ جن میں کھانا بھنے ہوئے مرغے۔ کلنگ دو کبوتروں کے انڈے تھے۔ اور روٹیاں روغنی اسے یہ لوگ کلیجا کہتے ہیں۔ اور حلوا بھی تھا۔ پھر اور خوان لائے گئے۔ ان میں پھل پھلاریاں تھیں انار دانہ دار انار سونے اور چاندی کے برتنوں میں رکھے تھے۔ اور ان کے ساتھ سونے کے چمچے تھے اور کچھ عراقی شیشہ کے برتنوں میں تھے۔ ان کے ساتھ لکڑی کے چمچے تھے۔ اور انگور اور نہایت عمدہ خربوزے تھے۔

امیر خوارزم کی داد و دہش ۔۔ مجھے مالا مال کر دیا۔

میں نے کچھ دنوں جمعہ کی نماز اپنی عادت کی بنا پر قاضی ابی حفص کی مسجد میں پڑھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کو امیر نے پانچ سو درہم دینے کا حکم کیا ہے، دعوت بھی کی ہے جس میں مشائخ فقہاء اور اعیان حاضر ہوں گے۔ جب مجھے یہ حکم دیا تو میں نے کہا اے امیر اگر آپ دعوت کریں گے تو جو حاضر ہوگا ایک لقمہ یا دو لقموں کی شرکت کروں گا۔ اگر یہ کل مجھے دے دیا جائے تو یہ کام بھی آئے گا۔ اس پر امیر نے کہا یہی کروں گا۔ اب آپ کے لئے پورے ہزار کا حکم کر دیا ہے، پھر امیر شمس الدین السنجری کے ساتھ ایک تھیلی اپنے غلام پر لدوا کر بھجوائی ہے، مغربی مثقال کے حساب سے ان کی قیمت تین سو دینار تھی۔

میں نے اسی دن ایک گھوڑا ادہم رنگ کا پینتیس دینار دراہم کا مول لیا تھا۔ اور مسجد جاتے ہوئے اس پر سوار ہوا۔ اپنی ہزار میں سے اس کی قیمت ادا کی۔ اس کے بعد میرے پاس اتنے گھوڑے ہو گئے کہ جن کی تعداد بتاتے ہوئے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے، کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ جھوٹا ہے، اور برابر زیادتی ہوتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ میں سرزمین ہند میں داخل ہوا تو میرے پاس گھوڑے بہت تھے۔ لیکن میں اسی گھوڑے کو افضل جانتا تھا۔ اسی کو اختیار کرتا اور اسے تمام گھوڑوں کے آگے باندھتا۔ یہ گھوڑا میرے پاس تین سال تک رہا، جب مر گیا تو اس کے مرنے کا مجھے بہت صدمہ ہوا۔

میرے لئے پاس خاتون جیجی آغا قاضی کی بیوہ نے سو دینار دراہم بھیجے۔ اور اس کی بہن ترابک امیر کی زوجہ نے میری دعوت کی۔ فقہاء اور اعیان شہر اس خانقاہ میں جمع ہوئے جسے اس نے بنایا تھا۔ اور اس میں وارد و صادر کو کھانا ملتا تھا۔ مجھے ایک سمور کا لبادہ اور ایک اچھا گھوڑا بھی بھیجا۔ یہ تمام خواتین میں افضل، سب میں اصلح اور اکرم ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

ایک شریف اور معزز خاتون سے ندامت کا اظہار

جب میں اس دعوت سے جو اس خاتون نے کی تھی فارغ ہوا۔ اور خانقاہ سے باہر نکلا تو کثیف لباس میں ایک عورت دروازہ پر مجھ سے دوچار ہوئی، اور اس کے ساتھ

اور عورتیں بھی تھیں۔ جن کی تعداد مجھے یاد نہیں۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب اور نہ اس کے پاس ٹھہرا۔ اور نہ التفات کیا۔ جب باہر نکلا تو مجھ سے ایک شخص کہنے لگا۔ وہ عورت جس نے آپ کو سلام کیا تھا۔ خاتون تھی۔ مجھے بڑی شرم آئی۔ اور واپس جانے کا ارادہ کیا۔ دیکھا تو وہ جا چکی تھی۔ میں نے خادم کے ذریعے سلام کہلا بھیجا، اور معذرت کی کہ مجھ سے جو کچھ خلاف سرزد ہوا نادانستگی سے ہوا ہے۔

خوارزم کے بے انتہا شیریں اور لذیذ خربوزے

خوارزم کے خربوزے بلاد دنیا، میں مشرق سے لے کر مغرب تک بے نظیر ہیں۔ ہاں بخارا کے ضرور ٹکر کا ہے۔ اور اصفہان کا خربوزہ اس کے قریب ہوتا ہے، اس کا چھلکا بہت سبز ہوتا ہے اندر سے بہت سرخ نکلتا ہے۔ اور مٹھاس بہت زبردست ہوتی ہے، اس میں کچھ سختی بھی ہوتی ہے عجائبات میں سے یہ ہے کہ اس کی پھانکیں کر کے دھوپ میں خشک کر کے رکھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں گوشت اور انجیر کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور خوارزم سے بلاد ہند و چین تک لے جاتے ہیں۔ تمام خشک پھلوں میں اس سے بہتر کوئی میوہ نہیں ہوتا۔ جب میں بلاد ہند میں سے دہلی میں اقامت پذیر تھا کوئی آتا تو میں اس کے پاس کسی شخص کو بھیجتا کہ میرے لیے خربوزہ کی پھانکیں لائے۔ جب بادشاہ ہند کے پاس اس میں سے کچھ آتا۔ تو میرے پاس ضرور بھیجتا۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ مجھے یہ بہت مرغوب ہیں۔ اس کی عادت تھی کہ پردیسیوں کو ان کے ملک کے فواکہات بھیجا کرتا۔ اور اسی طرح ان کا تفقد حال کرتا۔

خوارزم سے ہم شہر الکات میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے۔ ہم اس کے بیرون جانب پانی کے ایک حوض پر اترے۔ جس کا پانی سردی سے جم چکا تھا۔ لڑکے اس پر کھیل رہے تھے، اور پھسلتے تھے۔

شہر بخارا[1]

وکبنہ کے لئے روانہ ہوئے تو شبانہ روز متواتر اور تسلسل کے ساتھ باغوں، نہروں، اور سایہ دار پھلدار درختوں میں سے ہوتے ہوئے چلتے رہے۔

پھر ہم شہر وبکنہ میں آئے، یہ مشتمل بر انہار و باغات ہے، یہ انگوروں کا ایک سال سے دوسرے سال تک ذخیرہ رکھتے ہیں۔

پھر اس شہر بخارا میں پہنچے۔ جس کی طرف امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری منسوب ہیں۔ یہ شہر ماوراء النہر جیحون جو بلاد ہیں۔ ان کا پایہ تخت تھا۔ لیکن چنگیز نے جو ملوک عراق کا جد ہے اسے ویران کر دیا۔ اس کی مسجدیں، مدرسے اور بازار اب تک ویران ہیں۔ یہاں کے باشندے ذلیل ہیں۔ ان کی شہادت خوارزم وغیرہ میں قبول نہیں کی جاتی کیونکہ تعصب، دعوی باطل انکار حق میں شہرت رکھتے ہیں لوگوں میں اب یہاں کوئی نہیں ہے، جو علم کی کچھ تعلیم دے اور نہ یہاں پر کسی شخص کی اس کی طرف توجہ ہے۔

---

[1] یہ اپنے وقت کا مرکز علم تھا۔ یہاں کی خاک سے بڑے بڑے علماء، محدث، مفسر، اور متکلم پیدا ہوئے۔ جن کا نام آج تک چل رہا ہے۔ یہ شہر اپنی خوبی، رعنائی اور کمالات گوناگوں کے اعتبار سے مشہور آفاق تھا لیکن تاتاریوں کے ہاتھوں یہ بھی برباد ہو کر مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ اور پھر مسلسل بربادی کا شکار رہا۔
اب یہ روس کے قبضہ میں ہے، اور وہ اس سرزمین مقدس کے آثار باقیہ اسلامیہ کو مٹانے میں مصروف ہے ——— فاعتبروا یا اولی الابصار،
(رئیس احمد جعفری)

فتنہ تاتار

چنگیز خاں کی خوں آشامیاں

بخارا کی اینٹ سے اینٹ کس طرح بجائی گئی

تنگیز خان (چنگیز خان) سرزمین خطا[1] میں لوہار تھا۔ کریم النفس، طاقتور، تنو مند۔ اس نے بہت جلد لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور ایک جماعت بنا کر سردار بن گیا۔ پہلے تو اپنے وطن کے سرداروں کو زیر کر کے عنان حکومت ہاتھ میں لی پھر اتنی ترقی کی کہ ملک خطا پہ غالب ہو گیا۔ پھر ملک چین پہ اس کے لشکر بہت بڑھ گئے۔ اور بلاد ختن کا شغر اور مالق پہ تصرف جما لیا۔ چونکہ جلال الدین سنجر بن خوارزم شاہ[2] ملک خوارزم خراسان اور ماوراء النہر کی بڑی زبردست قوت و شوکت تھی اس لئے تنگیز اس سے تو خوف زدہ رہا اور کوئی تعرض نہ کیا۔

ایسا اتفاق ہوا کہ تنگیز نے تاجروں کو چین اور خطا کا مال ریشمی کپڑے وغیرہ کی قسم سے دے کر شہر اطرار جو جلال الدین کی عملداری کا منتہا ہے بھیجا۔ وہاں کے عامل نے جلال الدین کے پاس اطلاع

---

[1] تاتار کی چین کا ایک شہر۔

[2] ابن بطوطہ سے یہاں چوک ہوئی ہے۔ یہ جلال الدین خوارزم شاہ نہیں بلکہ اس کے باپ کا ذکر ہے جہاں تک جلال الدین خوارزم شاہ کا ذکر ہے، وہ آخری وقت تک مغلوب نہیں ہوا، اور برابر جنگ گریز پا (گوریلا جنگ) کر کے چنگیز خاں کی قوت و شوکت اور ہیبت صولت کو چیلنج کرتا اور اس کا مذاق اڑاتا رہا۔ آخر میں جب دریائے سندھ کے کنارے چنگیز خاں کے لشکر گراں نے ہر طرف سے گھیر لیا، مع گھوڑے کے دریائے سندھ میں کود گیا، اور تیرتا ہوا دوسرے کنارے پہ پہنچ گیا۔ اور چنگیز جیسا با جبروت شخص انگشت بدنداں منہ دیکھتا رہ گیا۔ اس نے بڑی حسرت کے ساتھ اپنے ولی عہد سے کہا، — "کاش ہر باپ کا بیٹا ایسا ہی ہوتا" (مترجم)

...ن کی اور اجازت مانگی کہ ان کے متعلق کیا کارروائی عمل میں لائی جائے۔ اس نے عامل مذکور کو یہ حکم لکھ ... کہ ان کا مال ضبط کر لیا جائے، اور انہیں مثلہ اور اعضا بریدہ کر کے ان کے بلاد کو واپس کر دیا جائے ... اللہ بر تر کی یہی مرضی تھی۔ اس لئے باشندگان بلاد مشرق کی شقاوت رو ئے بد اور سوئے تدبیر اور ... ی سے یہ فعل عمل میں آیا۔

جب اس سے یہ امر سرزد ہوا۔ تو تنگیز بنفس نفیس لشکر ہائے کثیرہ لا تعداد کی سرکردگی میں بلاد اسلام ... کرنے کے لئے پہنچا۔ جب اطرار کے عامل نے اس حملہ آوری کی خبر سنی تو جاسوسوں کو اس کی خبر لینے ... لئے بھیجا۔ اس سے بیان کیا گیا کہ ان میں سے تنگیز کے کسی امیر کے لشکر میں سائل کی صورت میں داخل ... تھا۔ وہاں کسی کو ایسا نہ پایا جو اسے کھانا کھلاتا۔ اور ان میں سے ایک شخص کے پاس جو اترا تو اس کے پاس ... زاد راہ نہ دیکھا۔ اور نہ اس نے اسے کچھ کھلایا۔ جب شام ہوئی تو اس شخص نے ایک سوکھی ہوئی آنت ... جو اس کے پاس تھی نکالی، اسے پانی میں تر کیا۔ اور اپنے گھوڑے کی فصد لگا کر اس کے خون سے ... بھرا۔ باندھا اور اسے آگ میں بھونا۔ وہ اس کی غذا ہوئی۔ پھر یہ اطرار واپس آگیا۔ اور عامل کو اس کے ... سے آگاہ کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے کسی فرد میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ تو اس ... اپنے بادشاہ جلال الدین سے مدد مانگی۔ اس نے ساٹھ ہزار کا جو اس کے پاس لشکر تھا اس پر امداد ... و مدد اضافہ کیا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو تنگیز نے ان کو بھگا دیا۔ اور شمشیر بدست اطرار میں ... داخل ہوا وہاں کے مردوں کو قتل کیا، اور ذریات کو قید۔ پھر جلال الدین بنفس نفیس اس سے لڑنے آیا ... ایسی لڑائیاں ہوئیں جن کی اسلام میں نظیر نہیں ملتی۔ انجام کار یہ ہوا کہ تنگیز ماوراء النہر کا ... بادشاہ ہو گیا۔ اور بخارا۔ سمرقند۔ اور ترمذ کو ویران کر دیا۔ اور نہر کو عبور کر کے جو نہر جیحون ... شہر بلخ پہنچا۔ اور اس پر بھی متصرف ہو گیا۔ پھر بامیاں (یا میان) آیا۔ اور اسے بھی تصرف میں ... لیا۔ پھر بلاد خراسان اور عراق عجم میں غلو کیا۔ پھر بلخ اور ماوراء النہر کے مسلمانوں نے اس پر ... شورش کی، لیکن اس نے سب کو پسپا کر دیا۔ اور بلخ میں بھی شمشیر بدست داخل ہوا، اور ... بلخ کو دو مٹی کا ڈھیر کر دیا۔

... گذشتہ صفحہ کا چنگیز کی زبان سے یہ اتنا بڑا خراج تحسین تھا۔ جو جلال الدین خوارزم شاہ کے علاوہ ... کو نہیں حاصل ہوا۔

... یہاں کے امام ترمذی ہیں۔ جن کی ترمذی صحاح ستہ میں داخل ہے۔

ترمذ کی بربادی چنگیز کے ہاتھوں

اور ایسا ہی ترمذ میں بھی کیا۔ وہ ایسا ویران ہوا کہ اب تک آبادی کی نوبت نہ آئی۔ لیکن اس سے دو میل کے فاصلہ پر ایک اور شہر بنایا گیا جسے اس زمانہ میں ترمذ کہتے ہیں۔ باشندگان بامیان بھی قتل اور تمام شہر کو ڈھا دیا۔ صرف جامع مسجد کے مینار باقی رہ گئے اور اہل بخارا اور سمرقند کو معاف کر دیا۔ پھر اس کے بعد عراق کی طرف واپس آیا۔ معاملہ کی انتہا یہ ہے کہ یہ حضرۃ الاسلام اور دار الخلافت بغداد میں شمشیر بدست داخل ہوئے اور خلیفہ المستعصم باللہ عباسی رحمہ اللہ کو ذبح کر دیا۔

ابن جزی فرماتے ہیں ہم سے ہمارے شیخ قاضی القضاۃ۔ ابو البرکات ابن الحاج فرماتے کہ میں نے خطیب ابا عبداللہ بن رشید سے سنا ہے یہ کہتے تھے کہ میں نور الدین بن الزجاج سے کہ علماء عراق میں سے ہیں، مکہ میں ملا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھتیجے بھی تھے۔ ان سے خوب باتیں ہوئیں۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ تاتار کے فتنہ میں جو عراق میں واقع ہوا تھا۔ اہل علم میں چوبیس ہزار آدمی تھے، ان میں سوا میرے اور اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے فرمانے اس کے اور کوئی نہیں بچا

ہم شہر بخارا میں سے ایک سرائے میں جو فتح آباد کے نام سے مشہور ہے اترے اس میں العالم العابد الزاہد سیف الدین باخرزی قدس سرہ کا مزار ہے، آپ کبار اولیا میں سے ہیں، اور خانقاہ انہیں شیخ کی طرف منسوب ہے، بڑی خانقاہ اور اس کے لئے اوقاف بھی بہت بڑے اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا دیا جاتا ہے اس کا شیخ آپ ہی کی ذریات میں سے ہے، اس کا حاجی سیاح یحییٰ باخرزی ہے، اس شیخ نے اپنے گھر میں میری ضیافت کی تھی، اور تمام شہر کے لوگوں کو جمع کیا تھا۔ قراء نے نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھا۔ واعظ نے وعظ کہا۔ اور زبان ترکی فارسی میں نہایت اچھی طرح گانا گایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار

یہاں الفقیہ العالم فاضل صدر الشریعۃ سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ ہرات سے تشریف لائے تھے، صلحائے فضلاء میں سے ہیں۔ اور بخارا میں امام العالم ابی عبداللہ بخاری مصنف جامع شیخ المسلمین کے مزار مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوا۔ اس پر یہ عبارت تحریر ہے

قبر محمد بن اسماعیل البخاری قد صنف من الکتب (یہ محمد بن اسماعیل البخاری مبارک ہے) جو کتاب ہائے ہذا کے مصنف ہیں اسی طرح تمام تمام علمائے بخارا کے مزارات کے نام اور ان کی تصانیف کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان میں سے میں نے بہت سے یادداشت میں لکھ لئے تھے، جب کفار ہند نے ہمارا سمندر میں مال و اسباب لوٹا تو اس کے ساتھ یہ فہرست بھی ضائع ہو گئی۔

شہر نخشب میں آمد، میری جاریہ ایک بچی کی ماں بن گئی

شہر نخشب[1] میں ورود ہوا۔ یہ وہ شہر ہے، جس کی طرف شیخ ابو تراب النخشبی منسوب ہیں چھوٹا شہر ہے ہر طرف باغات اور پانی سے گھرا ہوا ہے، ہم اس کے باہر ایک مکان میں اترے جو یہاں کے ... کا ہے، میری ایک جاریہ تھی۔ جس کے وضع حمل کا زمانہ قریب تھا۔ میں اسے سمرقند لے جانا چاہتا تھا۔ تاکہ وہیں وضع حمل ہو، ایسا اتفاق ہوا کہ وہ محل ہی میں تھی کہ محل اونٹ پر رکھ دیا گیا، اور ہمارے کچھ ساتھی رات ہی کو چل دیئے۔ وہ اور زاد راہ وغیرہ میرے اسباب سے انہیں کے ساتھ تھے، میں اس لئے ٹھہر رہا کہ دن کو اپنی معیت والوں کے ساتھ روانہ ہوں، وہ تو ایک راستہ سے گئے اور ہم اس کے ماسوا دوسرے راستہ سے گئے۔ ہم شام کے وقت لشکر سلطان مذکور میں پہنچے ہمیں بھوک معلوم ہوئی تو بازار سے فاصلہ پر اترے، ہمارے بعض ساتھیوں نے کچھ خریدا اور کسی تاجروں نے ہمیں بھی "عاریۃً" دے دیئے۔ الغرض ہم شب کو وہیں شب باش ہوئے، دوسرے دن ہمارے ساتھی اونٹوں اور باقی ساتھیوں کی تلاش میں نکلے انہیں شام کے وقت پایا۔ لے کر آئے، سلطان لشکر سے شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ میں اس کے نائب امیر سے ملا، اس نے مجھے اپنی مسجد کے قریب اتارا۔ اور مجھے ایک خرقہ (خرگاہ) عطا کیا، یہ ... کے مشابہ ہوتا ہے، میں نے جاریہ مذکورہ کو اس خرگاہ میں اتارا، اسی شب کو اس کے وضع حمل کی مجھے خبر دی گئی، کہ اولاد نرینہ ہے، لیکن ایسا نہ تھا کیونکہ عقیقہ کے بعد میرے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ نومولودہ لڑکی ہے، پھر میں نے تمام جواری کو جمع کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ طالع سعد میں لڑکی ہی پیدا ہوئی ہے، میں نے یہ دیکھا کہ جب سے وہ پیدا ہوئی ہے،

---

[1] نخشب اب قرشی کے نام سے مشہور ہے۔

تمام چیزوں سے مجھے خوشی ہوتی ہے، اور موافق مرضی ہوتے ہیں، دو ماہ بعد وہ لڑکی فوت ہو گئی۔ میں شہر میں شیخ فقیہ العابد مولانا حسام الدین الیاغی سے ملا۔ یہ باشندگان اطرار میں سے ہیں۔ شیخ الحسن سلطان کے داماد سے بھی ملاقات کی،

سلطان طرمشیری کا تذکرہ، ایک فقیہ اور واعظ سے گفتگو

کہتے ہیں کہ ملک کبک نے ایک دن فقیہ واعظ بدرالدین المیدانی سے گفتگو میں یہ کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ اللہ برتر نے اپنی کتاب میں تمام چیزوں کا ذکر کیا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، پھر عرض کرنے لگا۔ پھر اس میں میرا ذکر کہاں ہے، آپ نے فرمایا اللہ برتر کے اس قول میں "فی ای صورۃ ما شاء رکبک" (الانفطار آیۃ ۸) آپ کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ آپ کا بہت زیادہ اکرام کیا، اور مسلمانوں کی بہت تعظیم کرنے لگا۔

جب میں محلہ یا لشکر میں کئی دن رہا۔ جسے یہ لوگ اردو کہتے ہیں، ایک دن اپنی عادت کے مطابق صبح کی نماز کے لیے مسجد گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو مجھ سے کسی شخص نے ذکر کیا کہ سلطان مسجد میں ہے۔ جب وہ اپنے مصلے پر سے اٹھا تو میں سلام کے لیے آگے بڑھا۔ شیخ حسن اور فقیہ حسام الدین الیاغی بھی کھڑے ہو گئے، اور ان دونوں شخصوں نے میرا حال اور میرے آنے کے متعلق عرض کیا کہ چند دن سے آیا ہے، اس نے مجھ سے ترکی زبان میں کہا: "خش مین یخشی مین قطلوا یوسن" خش مین کے معنی ہیں، بخیریت ہیں، اور یخشی مین کے معنی ہیں، آپ تندرست ہیں، اور قطلوا یوسن کے معنی ہیں، آپ کا قدوم مبارک ہے۔

بادشاہ کے دربار میں حاضری اور اس سے سلام و کلام

یہ اس وقت قدسی سبز قبا پہنے ہوئے تھا۔ ویسا ہی سر پر حاشیہ بھی تھی۔ پھر وہ اپنے دربار تک پیادہ پا جانے لگا۔ لوگ اس کے سامنے شکایتیں کرنے آجاتے تھے، ہر شکایت کرنے والے کے لیے وہ ٹھہر جاتا ہے شکایت کنندگان میں چھوٹے بھی تھے، بڑے بھی۔ ذکور بھی اور اناث بھی پھر مجھے بلا بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا۔ وہ ایک خرگاہ میں تھا۔ اور لوگ اس خرگاہ کے دائیں اور بائیں باہر کی طرف تھے۔ ان میں امراء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، اور ان کے ساتھی ان کے سروں پر پیچھے اور سامنے کھڑے تھے، اور تمام لشکر صف بستہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک کے سامنے

ہتھیار رکھے ہوئے تھے، پھر ان کی ڈیوٹی دوسروں نے آکر بدلائی، اور وہ آخر رات تک سے بے ہیاں ... کے کپڑے کی چھتیں بنی ہوئی تھیں، یا سائبان تھے۔ جن میں یہ لوگ رہا کرتے تھے۔

جب میں بادشاہ کے پاس خرگاہ میں داخل ہوا تو اسے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جو منبر کے مشابہ تھی، اور اس پر زرکار ریشم کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ خرگاہ کے اندرونی جانب ریشم کا زرکار کپڑا لگا ہوا تھا۔ اور ایک جواہرات اور یاقوتوں سے مرصع تاج سلطان کے سر پر لٹکا ہوا تھا اس کے اور سلطان کے سر کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ تھا۔ اور امرائے کبار اس کے واہنے اور بائیں بیٹھے ہوئے تھے اور شاہزادگان ان کے سامنے ہاتھوں میں سونے کے گرز پکڑے ہوئے تھے، خرگاہ کے دروازہ کے پاس نائب وزیر حاجب اور صاحب نشان تھے جنہیں یہ آل طمغی کہتے ہیں۔

ماوراء النہر کا سفر

ایک عالم دین اور شاہ ذی جاہ میں ٹکر

شاہ طرمشیریں کے عجیب و غریب حالات

طرمشیریں نے ایک مرتبہ اپنا سجادہ اپنی جگہ بچھوا دیا، اور امام حسام الدین سے کہلا بھیجا کہ نماز میں ان کا انتظار کریں، امام نے جواب دیا۔

"نماز خدا کے لئے ہے یا طرمشیر کے لئے ؟"

نہ پھر مؤذن کو حکم دیا کہ تکبیر کہو اور امامت شروع کردی۔ سلطان جب آیا تو دو رکعتیں ختم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ دو آخری رکعتیں اس نے تنہا پڑھیں، جگہ وہاں ملی جہاں نمازیوں کی جوتیاں رکھی تھیں۔ فوت شدہ رکعتیں پڑھ کر امام صاحب کی طرف مصافحہ کے لئے بڑھا، اور محراب کے سامنے بیٹھ گیا۔ امام اس کے پہلو میں اور میں امام کے پہلو میں۔ سلطان نے مجھ سے کہا جب اپنے بلاد میں جانا تو کہنا کہ اعاجم فقراء میں سے ایک فقیر نے سلطان ترک کے ساتھ یہ کیا ہے!

سلطان کا میرے ساتھ حسن سلوک، سلطان کا عبرت انگیز قتل

جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے سات سو دینار دراہم اور ایک سمور کا لبادہ جس کی قیمت سو دینار ہو سکتی ہے، دیئے میں نے اس سے یہ سردی کی وجہ سے مانگ لیا تھا۔ جب اس کے لئے میں نے اس سے کہا تو اس نے میری آستینیں اپنے ہاتھ میں پکڑ کر انہیں تواضعاً فضلاً اور حسن خلق کی وجہ سے چومنا شروع کیا۔

سرزمین ہند میں میرے پہنچنے کے دو سال بعد مجھے یہ خبر موصول ہوئی کہ بہت سے امراء

اس کے انتہائی بلاد میں جمع ہوئے، جو چین کے پاس ہیں، یہاں اس کا لشکر کثیر جمع ہوا، اور اس کے چچا زاد بھائی سے جس کا نام بوزن اغلی تھا، بیعت کی تیز جوش شاہزادے تھے، انہوں نے بھی اسے یہ لوگ اغلی کہا کرتے تھے، گو یہ مسلمان تھا لیکن اس کے اعتقادات شرعی اور سیرت بری تھی۔ ان کے بیعت کرنے اور طرمشیرین سے خلع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ طرمشیرین نے اپنے اس چنگیز لعین کے احکام کی مخالفت کی تھی، جس نے بلاد اسلام کو ویران کیا تھا جس کا ذکر پہلے گذر چکا۔ تنگیز نے اپنے احکام کی ایک کتاب بھی تالیف کی تھی، جسے یالیساق کہتے ہیں، ان کے یہاں جو اس کتاب کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کا خلع واجب تھا۔ ان کے احکام میں یہ بھی تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ان کا میلہ ہوتا تھا، جسے الطوی کہتے تھے، اس کے معنی یوم الضیافۃ کے ہیں، اولاد تنگیز اور امراء اطراف بلاد سے آتے تھے، اور خواتین اور سرداران افواج حاضر ہوتے تھے، اگر سلطان نے ان احکام کی خلاف ورزی کی ہوتی، تو ان میں سے بڑے بڑے کھڑے ہو کر اس سے کہتے تھے کہ آپ نے فلاں فلاں کام کی خلاف ورزی کی ہے، اس لئے آپ کی حکومت سے دست برداری واجب ہے، اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت شاہی سے اتار دیتے تھے اور اولاد تنگیز میں سے کسی اور کو بٹھا دیتے تھے۔ اور اگر امرائے کبار میں سے اس کے بلاد میں کسی سے کوئی خطا سرزد ہوئی تھی تو اسے جس سزا کا وہ مستحق ہوتا تھا دیتے تھے۔

سلطان طرمشیرین نے اس میلہ کی رسم کو مٹایا تھا۔ اس فعل کی سب نے بڑی سخت مخالفت کی اس امیر کو اسلام اور مسلمانوں سے بڑی محبت تھی، اپنی عملداری میں اس نے تقریباً چالیس زاویئے بنوائے تھے جن میں وارد و صادر کو کھانا ملتا تھا۔ اور اس کے ماتحت بڑی فوجیں تھیں۔ میں نے کسی آدمی کو اس سے زیادہ قوی تن نہیں دیکھا۔

جب اس نے نہر جیحون کو عبور اور بلخ کا راستہ اختیار کیا تو اسے ترکوں میں سے کسی ترک نے دیکھا جو ینقی اس کے بھتیجے کبک کے ساتھیوں میں سے تھا۔ سلطان طرمشیرین نے اپنے بھائی کبک کو قتل کر دیا، بلخ میں صرف اس کا بیٹا ینقی باقی یا پسماندہ تھا۔ جب اس ترک نے اس کی خبر دی۔ تو کہا کہ غالباً اس پر کوئی حادثہ ہوا ہے، یہی بھاگنے کا سبب ہے، بس بھیس بدل کر کیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کی معیت میں سوار ہو گیا اسے جا گرفتار کیا، اور قید کر دیا۔

جب بوزن سمرقند اور بخارا کی طرف آیا۔ تو لوگوں نے اسکی بیعت کی اور ینقی بھی طرمشیرین کو لے کر آیا

لہ سیاست

کہتے ہیں کہ جب یہ سمرقند کے باہر نسف میں پہونچا تو۔ وہیں قتل کر کے پیوند خاک کیا گیا۔ اس کی قبر پر شیخ شمس الدین گردن بریدہ نے اختیار کی۔ گردن بریدہ اس لئے کہتے ہیں کہ گردن پر ایک ضرب کا نشان تھا۔

شہنشاہ ہند کا مظلوم بادشاہ، طرمشیر کے خاندان سے حسن سلوک

جب بوزن بادشاہ ہوا۔ تو طرمشیرین کا بیٹا یعنی سائے اغل داغلی اس کی بہن اور اس کی بیوی فیروز ملک ہند کے پاس بھاگ آئے ماں کی اس نے بڑی عظمت کی اور ان کو نہایت شان کے ساتھ اتارا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے اور طرمشیرین کے مابین محبت۔ رسل و رسائل اور ہدیوں تحفوں کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ اسے بھائی کے لفظ سے مخاطب کیا کرتا تھا۔ پھر اس کے بعد ایک شخص سرزمین ہند سے آیا کہتا تھا کہ میں طرمشیرین ہوں۔ لوگوں میں اس پر اختلاف پیدا ہوا۔ اسے عماد الملک سرتیز ملک ہند کے غلام اور والی بلاد ہند نے سنا۔ اسے ملک عرض کہتے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جو لشکر یا نے ہند کا جائزہ بھی لیا کرتا تھا۔ اس جگہ کی حکومت اسی کے سپرد تھی۔ اور ملتان سندھ کے دارالحکومت میں رہا کرتا تھا۔ اس کے پاس چند ترکوں کو بھیجا جو اسے پہچانتے تھے، یہ واپس آئے اور اسے خبر دی کہ درحقیقت یہ طرمشیرین ہی ہے اس نے حکم کیا کہ اس کے لئے شہر کے باہر سراپچہ قائم کیا جائے، چنانچہ نصب کیا گیا۔ اور اس کے لئے وہی ترتیب دیا گیا۔ جو ایسے لوگوں کے لئے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اس کے استقبال کے لئے نکلا، اور پاپیادہ ہوا۔ اور اسے سلام کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سراپچہ تک آیا۔ یہ بادشاہوں کی رسم کے مطابق سوار ہی داخل ہوا۔ اور اس کے طرمشیرین ہونے میں کسی کو شک نہ رہا۔ ملک ہند کو اس کی خبر پہنچی۔ اس نے اس کے پاس امرا ضیافتوں کے ساتھ استقبال کے لئے بھیجے۔

ۃ فیروز شاہ تغلق
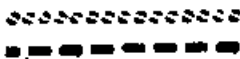
سمرقند میں آمد

پھر شہر سمرقند میں وارد ہوا یہ شہر دنیا کے بڑے عمدہ حسین و جمیل شہروں میں ہے، ایک وادی کے کنارے واقع ہے، جسے وادی القصارین کہتے ہیں۔ اس پر آب کشی کے چرخ لگے ہوئے۔ جن باغات کو آب رسانی ہوتی ہے اس کے کنارے اہل بلد نماز عصر کے بعد سیر و تفریح کے لئے جمع ہوتے ہیں، ان کے لئے اس پر چبوترے اور نشستیں ہیں، اور دوکانیں ہیں۔ جن سے پھل اور تمام کھانے کی چیزیں خریدتے ہیں، اس کے کنارے بہت بڑے بڑے محل اور عمارتیں ہیں۔ جن سے وہاں کے لوگوں کے علوئے ہمت اور برتری کا پتہ چلتا ہے عمارتیں اکثر ویران ہو گئی ہیں۔ اور اسی طرح شہر کا بھی بہت سا حصہ ویران ہو گیا ہے، نہ اس کی کوئی شہر پناہ ہے، اور نہ دروازے اور اندرون میں باغات ہیں۔ اہل سمرقند بہت خلیق اور پردیسیوں سے محبت کرنے والے۔ اور بخارا کے باشندوں سے اچھے ہیں۔

حضرت قثم ابن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

سمرقند کے بیرون میں قثم ابن العباس بن عبد المطلب عنہٗ کا مزار ہے جب آپ نے اسے

لے یہ شہر بھی مسلمانوں کے متمدن شہروں میں تھا۔ مرکز علوم و فنون تھا۔ لیکن چنگیز کی دست برد سے یہ بھی نہ بچا اور پھر عظمت رفتہ نہ حاصل کر سکا۔

اب یہ شہر روس کے قبضہ میں ہے۔

فتح کیا تو یہیں شہید ہوئے تھے، باشندگان سمرقند ہر شب دوشنبہ اور جمعہ کو آپ کی زیارت کے لئے نکلتے ہیں، اور تاتاری بھی آپ کی زیارت کے لئے آتے، اور آپ کے مزار پہ بڑے بڑے چڑھاوے چڑھاتے اور نذریں مانتے ہیں، گائے، بھیڑ دراہم، دنانیر لاتے ہیں۔ یہ سب وارد وصادر اور خانقاہ کے خادم پر صرف کیا جاتا ہے، مزار مبارک پہ ایک قبہ چار ستونوں پر قائم ہے، ہر پایہ کے ساتھ دو ستون سنگ مرمر کے ہیں، جن میں سونے سے منبت کاری کی ہوئی ہے، اور چھت سیسہ کی بنی گئی ہے، اور مزار پہ آبنوس کا مرصع کار ایک کٹھرا بنا ہوا ہے، جس کے پاؤں پہ چاندی منڈھی ہوئی ہے، اور اس کے اوپر چاندی کی تین قندیلیں لٹکی ہیں۔ قبہ کا فرش اون اور روئی کا ہے، اس کے باہر ایک بہت بڑی نہر ہے، جو خانقاہ کے اس حصہ سے ہوتی ہوئی گذر گئی ہے جہاں واقع ہے، اس کے کنارے درخت انگور، اور چنبیلی کی بیلیں ہیں، خانقاہ میں بہت سی سکونت گاہیں ہیں، جن میں وارد وصادر قیام کرتے ہیں، اپنے کفر میں تاتاریوں نے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا بلکہ اس سے برکت حاصل کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے بہت سی کرامتیں دیکھی تھیں۔

شہر نسف میں ورود

اب ہمارا گزر شہر نسف میں ہوا۔ جس کی طرف ابو حفص عمر النسفی منسوب ہیں۔ یہ فقہائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے مابین مختلف فیہ مسائل کو منظم بھی کر چکے ہیں۔

شرح عقائد نسفی، اصول فقہ کی ملا جیون کی [illegible]، اصلاً درس نظامیہ کے نصاب میں داخل ہے۔

شہر ترمذ میں داخلہ

جہاں امام ابو عیسیٰ ترمذی نے آنکھیں کھولیں

پھر ہمارا شہر ترمذ میں ورود ہوا۔ یہ وہ شہر ہے، جس کی طرف امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی مؤلف جامع الکبیر فی السنن منسوب ہیں۔ یہ ایک بڑا شہر اچھی آبادی والا ہے، اس کے بازاروں کو نہریں پھاڑتی ہوئی نکل گئی ہیں۔ اس میں بکثرت باغات ہیں، اور انگور اور بہی بکثرت پیدا ہوتی ہے جس میں انتہا خوشبو اور گودا بکثرت ہوتا ہے، اسی طرح یہاں دودھ کی بہت افراط ہے، یہاں کے لوگ حمام میں بجائے کھلی کے دودھ سے سر دھوتے ہیں۔ ہر حمام والے کے پاس ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا ہوا ہوتا ہے جب کوئی شخص حمام میں آتا ہے، تو اس میں سے ایک چھوٹے برتن میں کر اس کا سر دھوتا ہے، یہ بالوں کو نرم اور چمکیلا کر دیتا ہے، باشندگان شہر اپنے سروں میں تلی کا تیل لگاتے ہیں۔ اور اسے الیسراج کہتے ہیں، پھر اس کے بعد بالوں کو کھلی سے دھوتے ہیں اس سے جلد نرم ہو جاتی ہے، اور بال چمکدار ہوتے اور بڑھتے بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باشندگان ترمذ اور ان کے ساتھ رہنے والوں کی داڑھیاں لمبی ہوتی ہیں۔

سلہ یہ شہر بھی چنگیزی خوں آشامیوں سے نہ بچ سکا۔

خراسان کی طرف

روسی، ترکستان کا مشاہدہ و نظارہ

قدیم شہر ترمذ دریائے جیحون کے کنارے آباد تھا۔ چنگیز نے اسے ویران کر دیا تو نہر سے دو میل
کے فاصلہ پر اس نئے شہر کی بنا ڈالی گئی۔ یہاں میں شیخ صالح عزیزان کی خانقاہ میں اترا تھا۔ آپ کبار
میں سے بہت دولت مند اور صاحب اراضی و باغات ہیں، اور اپنے مال میں سے وارد و صادر
پر خرچ کرتے ہیں۔ اس شہر تک پہونچنے سے پہلے یہاں کے والی علاء الملک خداوند زادہ
تھا۔ اور اسی خانقاہ میں میری ضیافت کے لئے موصوف نے دعوت نامہ بھی بھیجا تھا۔ ہمارے
قیام کے زمانہ میں روزانہ ہمارے لئے ضیافت آتی تھی۔ میں یہاں کے قاضی قیام الدین سے
ملا۔ اس وقت وہ سلطان طرمشیریں سے ملنے اور اس سے بلاد ہند کی طرف سفر کرنے کی اجازت
لینے کے لئے جا رہے تھے۔

پھر ہم نہر جیحون عبور کر کے بلاد خراسان کی طرف آئے اور ترمذ سے واپسی کے بعد ہمیں ڈیڑھ دن
ایک وادی صحرا اور ریگ میں سے گذرنا پڑا جس میں کوئی آبادی نہ تھی۔

شہر بلخ کی زیارت

چنگیز خاں کی درندگی، سفاکی، اور بہیمیت کا شکار

اب ہم بلخ پہنچے۔ اب یہ شہر تمام تر ایک ویرانہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کی جو عمارتیں سلامت وہ حد درجہ مستحکم ہیں۔ اس کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ جو مٹ گئی۔ اس کے مدرسوں مسجدوں پر گذشتہ صناعیوں کے نشانات اب تک باقی ہیں۔ اس شہر کو بھی چنگیز لعین نے تباہ کر دیا۔ اور مٹا ڈالا تھا۔ ایک تہائی مسجدیں تو اس نے بالکل ڈھا دیں۔ کیونکہ اسے کسی نے بتایا تھا کہ ان کے ستونوں میں سے کسی ستون کے نیچے خزانہ ہے۔ مسجد جامع دنیا کی تمام مسجدوں میں اچھی فراخ ترین ہے، اور رباط کی مسجد جو مغرب میں ہے ستونوں کی بلندی میں اس کے مشابہ ہے۔ بلخ کی مسجد جو اس کے سوا اس سے اجمل ہے۔

مسجد بلخ کی تعمیر و تاسیس کی تاریخ

کسی مؤرخ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ بلخ کی مسجد ایک عورت کی بنوائی ہوئی ہے، جس کا خاوند بنی عباس کی طرف سے بلخ میں امیر تھا۔ اسے داؤد بن علی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ خلیفہ باشندگان بلخ پر ناراض ہوا۔ اس کا باعث وہی لوگ تھے۔ ان کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجا جو ان پر نہایت سخت عقوبت کرے۔ جب یہ شخص بلخ پہنچا، تو یہاں کی عورتیں اور بچے اس عورت کے پاس آئے، جس نے مسجد بنائی۔ یہ ان کے امیر کی زوجہ تھی۔ ان سب نے اپنا حال اور جرمانہ کی کیفیت بیان کی۔ اس نے اس امیر کے پاس جو ان پر جرمانہ کرنے آیا تھا۔ ایک

ہاتھ اپنا جواہرات سے مرصع ایک کپڑا بھیجا جس کی قیمت اس رقم سے زیادہ تھی جو اہل بلخ پر جرمانہ اور اس سے کہا کہ یہ کپڑا لے کر خلیفہ کے پاس چلا جا۔ میں نے باشندگان بلخ کی طرف سے ان کے ضعف حال کی بنا پر صدقہ دیا ہے، یہ خلیفہ کے پاس چلا گیا۔ اور اس کے سامنے یہ کپڑا ڈال دیا، اور معاملہ بیان کیا۔ خلیفہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور کہا کیا یہ عورت ہم سے زیادہ صاحب کرم ہے، حکم دیا کہ اہل بلخ سے جرمانہ لینا موقوف کر دیا جائے۔ علاوہ کہا کہ کپڑا اس عورت کو واپس کر دیا جائے، باشندگان بلخ پر ایک سال کا خراج بھی معاف کر دیا۔ وہ امیر بلخ کی طرف واپس آیا، اور اس عورت کے مکان پر خود پہنچا، اور خلیفہ نے جو کچھ کہا تھا اس سے کہا۔ اور اسے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ اس نے سے کہا خلیفہ نے اس کپڑے کو دیکھا بھی تھا۔ اس نے کہا ہاں، کہنے لگی جس کپڑے پر غیر محرم کی نظر پڑ چکی اسے میں نہ پہنوں گی۔ اور حکم کیا کہ اس کو فروخت کر ڈالا جائے، اسی سے مسجد، خانقاہ اور ذلان کی ایک رباط بنوائی جو ہنوز آباد ہے پھر بھی اس کپڑے کی قیمت میں سے دو تہائی رقم بچ گیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے اس باقی رقم کے متعلق حکم کیا کہ مسجد کے کسی ستون کے نیچے دفن کر دیں، بوقت ضرورت وہاں سے اس کا نکالنا آسان ہو۔

جب چنگیز کو اس واقعہ کا علم ہوا، جو مسجد کے ستون کو گرانے کا حکم دے دیا۔ ان میں سے تقریباً ستون گرائے گئے جب کچھ نہ ملا تو باقی کو جیسے تھا ویسے ہی چھوڑ دیا۔

حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا مزار

بلخ کے بیرون میں عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلعم وتسلیم کا مزار ہے، جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، اس پر ایک بہت بڑی خانقاہ بنی ہوئی ہے، ہم اس میں اترے تھے، اس کے باہر پانی کا ایک عجیب حوض بنا ہوا ہے، اور اس پر اخروٹ کا ایک بہت بڑا درخت ہے،

یہاں حضرت حزقیل النبی علیہ السلام کا مزار ہے، اس پر ایک اچھا قبہ بنا ہوا ہے، یہاں ہم نے اور بھی بہت سے صالحین کے مزارات کی زیارت کی تھی۔ جو اب مجھے یاد نہیں ہیں۔

ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کا مکان

ہم ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے مکان میں اترے تھے، یہ ایک بہت بڑا مکان ہے، جو

سفید پتھر کا جو الکذان سے مشابہ ہے، جا بجا ہوا ہے، اس خانقاہ سے متعلق ایک کھیت ہے جس کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں، اس لئے ہم اس کھیت میں نہ جا سکے۔ یہ جامع مسجد کے قریب ہے۔
پھر ہم نے شہر بلخ سے کوچ کیا۔ اور قوہ استان (قہستان) کے پہاڑوں میں سات دن مسافت طے کرتے رہے، اس میں بہت آباد مواضعات ہیں۔ جاری پانی اور بکثرت درخت ہیں، اور بہت سی خانقاہیں ہیں۔ ان میں وہ صالح لوگ رہتے ہیں جنہوں نے خدائے برتر کے لئے دنیا سے تعلقات منقطع کر لئے تھے۔

شہر ہرات

خراسان کا سب سے بڑا، آباد اور بارونق شہر!

پھر ہمارا شہر ہرات میں ورود ہوا۔ یہ خراسان کے سب شہروں میں سے بہت آباد ہے خراسان کے شہر بہت بڑے بڑے ہیں۔ جن کی تعداد چار ہے، ان میں دو یعنی ہرات اور نیشاپور تو آباد ہیں۔ اور دو یعنی بلخ اور مرو ویران ہیں۔ شہر ہرات بہت بڑا ہے، اس کی آبادی بہت زائد ہے۔ یہاں کے باشندے صلاح و عفاف اور دیانت سے متصف ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے پیروکار ہیں، فساد سے بالکل پاک ہے۔

سلطان غیاث الدین غوری کی شجاعت و شہامت کی داستان

یہاں کا سلطان المعظم حسین بن سلطان غیاث الدین غوری ہے، اس کی شجاعت زبان زد خلائق ہے، اور اس کی تائید و سعادت سب منجانب اللہ ہے، اس کی (مقامات پر تائید ہوئی ہے جس سے نہایت تعجب ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جب اس کا لشکر سلطان خلیل کے مقابل ہوا تھا۔ جس نے اس کے خلاف جنگ کی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سامنے قید کر کے حاضر کیا گیا۔ اور دوسرے وقت جب مسعود رافضیوں کے سلطان سے بنفس نفیس اس کا مقابلہ ہوا جس کی انتہا یہ ہے کہ سلطان نے شکست کھائی۔ بھاگ کھڑا ہوا اور اس کا ملک نکل گیا۔ سلطان حسین اپنے بھائی کے بعد جو بلقب حافظ مشہور تھا۔ والی ملک ہوا اور اس کا یہ بھائی اپنے والد غیاث الدین کے بعد والی ہوا تھا۔

۱؎ سلطان شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان کا چھوٹا اور چہیتا بھائی تھا۔

شیعوں اور سنیوں کے مابین جنگ و جدال کی کہانی

خراسان میں دو شخص تھے، ان میں سے ایک کا نام مسعود تھا اور دوسرے کا نام محمد۔ ان دونوں کے پانچ ساتھی اور تھے، ان لوگوں کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا۔ یہ لوگ عراق میں شطار کہلاتے ہیں۔ اور خراسان میں سرابدار، مغرب میں انہیں صقورة کہتے ہیں۔ ان ساتوں نے فساد اور قزاقی پہ کمر باندھی اور ماں لوٹ۔ ان کے متعلق خوب شہرت ہوئی۔ ایک بلند پہاڑ پہ شہر بیہق کے قریب رہتے تھے۔ اسے شہر (اور سبزوار) بھی کہتے ہیں۔ دن کو پوشیدہ رہتے، اور رات اور شام کو نکلتے، مواضعات پر چھاپے مارتے، اور راہ زنی کرتے، اور لوگوں کا مال چھین لیتے۔ جو ان کی طرح شر و فساد والے تھے، وہ بھی ان کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ان کی ہیبت بہت جم گئی، اور لوگ ان سے ڈرنے لگے۔ انہوں نے شہر بیہق پر ایسا چھاپا مارا کہ اس کے مالک ہی بن گئے، پھر اس کے سوا اور بھی کئی شہروں پر قابض ہو گئے۔ بہت سا مال حاصل کیا۔ لشکر قائم کئے، اور گھوڑوں پہ سوار ہونے لگے، مسعود نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ اور غلام اپنے آقاؤں کے پاس سے ان کا مال لے کر بھاگ کر اور اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان میں سے جس کا غلام بھاگ جاتا۔ اس کا گھوڑا اور مال اسے دے دیتا۔ اور اگر اس سے کوئی شجاعت ظاہر ہوتی، تو اسے ایک جماعت کا افسر بنا دیتا۔ اس طرح اس کا لشکر بہت بڑھ گیا۔ اور اس کی حکومت غالب ہو گئی۔ ان سب نے مذہب رفض اختیار کر لیا۔ اور خراسان کے اہل سنت کی بیخ کنی پہ آمادہ ہو گئے۔ تا بانیجا رسید کہ تمام خراسان میں صرف ایک کلمہ رافضیہ تھا۔

باشندگان شہر سمنان نے رافضہ پر چڑھائی کی، ان کی تعداد ایک سو بیس ہزار تھی جس میں پیادے بھی تھے۔ اور سوار بھی۔ ان کا سپہ سالار الملک الحسنی تھا۔ رافضی ایک لاکھ پچاس ہزار کی تعداد میں صرف سوار ہی سوار جمع ہوئے تھے۔ دونوں صحرائے بوشیخ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔

دونوں فریق خوب جی جما کر لڑے۔ آخر کار میدان روافض ہی کے ہاتھ رہا۔ ان کا سلطان مسعود تو بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن بیس ہزار کی افواج کے ساتھ ان کا خلیفہ میدان کارزار میں جا رہا۔ مٹی کر کے قتل ہو گیا۔ اور فریق مخالف کے بہت سے لوگوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور تقریباً ان میں سے چالیس ہزار کو قید کر لیا۔ جو لوگ اس جنگ میں موجود تھے۔ ان میں سے بعض نے مجھ سے بیان کیا کہ قتال کا آغاز چاشت کے وقت سے ہوا تھا۔ اور شکست زوال کے وقت ظہر کے بعد ملک حسینی میدان میں اترا۔

اور نماز پڑھی، پھر کھانا آیا۔ یہ اور اس کے بڑے ساتھی کھانا کھاتے تھے۔ اور تمام لوگ قیدیوں کی گردنیں اڑا رہے تھے۔

اس فتح عظیم کے بعد جو اللہ برتر نے اس کے ہاتھوں سے اہل سنت کو عطا کیا تھا اپنے پایہ تخت کی طرف واپس آیا۔ اور فتنہ کی آگ بھی یہ واقعہ میرے ہندوستان سے [illegible] (مطابق [illegible]) میں نکلنے کے بعد ہوا۔

شراب نوش بادشاہ پر فقیہ شہر نے حد جاری کی

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ لوگوں کو ایک دن علم ہوا کہ ملک الحسین کے گھر میں کوئی منکر امر ہوا ہے۔ یہ لوگ اس کے دفعیہ کے لئے جمع ہو گئے۔ یہ ان کی وجہ سے اپنے گھر کے اندر پناہ گزین ہو گیا۔ یہ سب لوگ دروازہ پر ساٹھ ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ یہ ان سے خوف زدہ ہوا۔ فقیہ اور شہر کے بڑے لوگوں کو بلایا۔ امر منکر یہ تھا کہ اس نے شراب پی تھی۔ انہوں نے قصر کے اندر ہی اس پر حد قائم کی۔ اور پھر اس کے یہاں سے واپس آ گئے۔

مطبوعہ: شیخ شوکت علی پرنٹرز۔ کراچی

جام

مولانا جامی کا شہر

شہر ہرات سے ہم شہر جام میں وارد ہوئے، یہ متوسط درجہ کا خوبصورت شہر ہے، جو باغات داشجار اور بکثرت چشموں اور نہروں پر موقوف ہے، اس میں اکثر درخت توت کے ہیں، یہاں ریشم بہت ہوتا ہے، اور ولی، عابد وزاہد شہاب الدین احمد الجام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، آپ کی حکایت ہم عنقریب حوالۂ قلم کریں گے۔ آپ شیخ احمد معروف بزادہ کے پوتے ہیں۔ جنہیں ملک الہند نے قتل کیا تھا۔ شہر ہذا اب تک آپ کی اولاد کی معافی میں ہے۔ جس کا سلطان کی طرف سے معافی نامہ لکھا ہوا ہے، ان کے لئے یہاں بہت سامان نعمت و ثروت ہے، یہاں کے ایک ثقہ شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ سلطان ابا سعید ملک العراق خراسان میں ایک مرتبہ آیا، اور اس شہر میں اترا یہاں شیخ کی خانقاہ ہے، اس کی آپ نے بڑی شاندار دعوت کی۔ اس کے لشکر میں ہر خیمہ کے پیچھے ایک راس بھیڑ اور ہر چہار آدمیوں پر بھی ایک راس بھیڑ، اور لشکر کے ہر چوپایہ یعنی گھوڑے خچر اور گدھے کو شب کی خورش الغرض لشکر میں کوئی بھی ایسا حیوان نہیں رہا، جسے آپ کی ضیافت نہ پہونچی ہو۔

حضرت شیخ شہاب الدین کا ذکر بابرکت

کہتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ شراب نوشی میں بعشرت زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپ کے ندما تقریباً ساٹھ کے تھے۔ ہر ایک کے یہاں جمع ہوتے۔ اسی طرح ہر ایک کی باری دو مہینے کے بعد آتی تھی۔ اس طرح ایک مدت تک ان کی بسر ہوئی۔ پھر ایک دن شہاب الدین کی

یاد آئی۔ اس رات کو آپ نے توبہ کی، اور پروردگار کے ساتھ اپنے اصلاحِ حال کا مصمم عزم کر لیا، اور اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ اگر اب اپنے پاس ان کی آمد سے پہلے میں توبہ کر دوں، اور ان سے کہہ دوں تو ان کا خیال ہوگا کہ یہ سر انجام نہ دے سکا۔ پس جو کچھ مہیا کیا جاتا تھا۔ خوردنی اور نوشیدنی سب مہیا کیا۔ اور شراب کو مشکیزوں میں بھر دیا۔ آپ کے ساتھی آ گئے۔ جب انہوں نے شراب نوشی کا ارادہ کیا۔ تو ایک مشکیزہ کھولا۔ ان میں سے ایک نے چکھا تو شیریں پایا۔ پھر دوسرا مشکیزہ کھولا۔ اسے بھی ایسا ہی پایا۔ پھر تیسرا کھولا۔ اس کے ذائقہ کی بھی یہی حالت تھی۔ انہوں نے اس کے متعلق شیخ سے کہا، شیخ نے حقیقتِ حال بیان کر دی، اور اپنے صفائے باطن کی انہیں تصدیق کرا دی، اور انہیں توبہ کے متعلق بتا دیا۔ اور فرمایا بہ خدا یہ وہی شراب ہے جسے تم پیا کرتے تھے، اب تو ان سب نے اللہ تعالےٰ کے دربار میں توبہ کر لی، اور اس خانقاہ کی بنا ڈالی۔ اور اس میں پھر سب اللہ برتر کی عبادت کے لئے دنیا سے منقطع ہو کر آ گئے۔ ان شیخ سے اور بھی کرامات اور مکاشفات کا اظہار ہوا ہے۔

⊙⊙⊙⊙⊙⊙

ہم شہر طوس پہنچے یہ خراسان کے عظیم ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھی یہیں ہے، وہ یہیں کے رہنے والے تھے۔

---

[1] بڑا مردم خیز شہر تھا۔ مشہور فلسفی نصیر الدین طوسی کا نام کون نہیں جانتا۔ نظام الملک طوسی جیسا وزیر باتدبیر تاریخ کا ہیرو ہے۔

مشہدِ مقدس کی زیارت

پھر ہمارا شہر جام سے مشہد الرضی میں ورود ہوا۔ آپ علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ بھی بڑا اور عظیم شہر ہے، نوابھات بانی اور بن چکیوں کی یہاں بڑی کثرت ہے، اسی میں طاہر محمد شاہ تھا۔ ان کے یہاں طاہر ایسے کہتے ہیں، جیسے باشندگان مصر نقیب کہتے ہیں۔ اور شام، عراق، ہند، سندھ، اور ترکستان کے لوگ ایسے سید الاجل کہتے ہیں۔ اسی مشہد میں قاضی الشریف جلال الدین بھی تھے۔ ان سے میں سرزمین ہند میں ملا، اور شریف علی اور اس کے دونوں بیٹوں امیر ہند اور دولت شاہ یہ سب میرے ساتھ ترمذ سے بلاد الہند آئے، یہ لوگ فضلادیں سے تھے۔

اس شہر مکرم پر بہت بڑا قبہ خانقاہ کے اندر بنا ہوا ہے، اور اسی کے پاس مدرسہ اور مسجد ہے، ان سب کی بنا نہایت اچھی ہے، دیواریں قاشان کی۔ مزار مبارک پر ایک لکڑی کا چبوترہ ہے، جس پر چاندی کے پتر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس پر چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ قبہ مبارک کے دروازہ کی چوکھٹ چاندی کی ہے، اور اس کے دروازہ پر زریں ریشم کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس میں طرح طرح کے فرش بچھے ہوئے ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کی تربت

اس مزار کے برابر ہارون الرشید امیر المؤمنین کی قبر ہے، اس پر ایک بلند مقام بنا ہوا ہے، جس پر وہ شمعدان رکھے جاتے ہیں جنہیں اہل مغرب الحسک اور المنائر کہتے ہیں جب کوئی رافضی زیارت کے لئے داخل ہوتا ہے، تو الرشید کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے اور الرضی کو سلام کرتا ہے۔

سرخس اور نیشاپور میں آمد

پھر شہر سرخس میں وارد ہوئے۔ اس کی طرف الشیخ الصالح لقمان السرخسی منسوب ہیں۔ پھر یہاں سے کوچ کیا، اور شہر زادہ میں ہمارا ورود ہوا۔ یہ الشیخ الصالح قطب الدین حیدر کا شہر ہے، آپ کی طرف فقرا میں سے طائفۃ الحیدریہ منسوب ہے، یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے ہاتھوں اور گلوں اور کانوں میں لوہے کے کڑے ڈالے رہتے ہیں، اور اپنے عضو تناسل میں بھی ڈال لیتے ہیں تاکہ نکاح کے لائق نہ رہیں۔ پھر ہم یہاں سے روانہ ہوئے۔

نیشاپور میں سیاح کی آمد و زیارت

اس کے بعد شہر نیشاپور میں وارد ہوئے۔ یہ ان چار شہروں میں سے ایک ہے، جو خراسان کے پایۂ تخت کہلاتے ہیں، اسے دمشق الصغیرۃ بسبب کثرت فواکہ، باغات آب جاری اور حسن کے کہتے ہیں یہاں سے چار نہریں نکل جاتی ہیں۔ اس کے بازار نہایت اچھے اور وسیع ہیں، اور اس کی مسجد بھی نادر ہے، جو وسط بازار میں واقع ہے، اس کے قریب مدارس میں سے چار مدرسے ہیں، اس میں سے گہرا پانی بہتا گذرتا ہے، اور طلباء کی بہت لوگ ہیں، جو قرآن اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ خراسان اعراقین، دمشق، بغداد اور مصر کے مقابلہ میں گو ان کی پائیداری اور خوبصورتی انتہا کو پہونچی ہوئی ہے، اعلیٰ مدرسے اور سب اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اسے مولانا امیر المومنین المتوکل علی اللہ المجاہد فی سبیل اللہ عالم الملک وواسطۃ عقد الخلفاء الخاقلین ابو عنان وصل اللہ سعدہ ونصر جندہ نے تعمیر کرایا ہے، یہ وہ مدرسہ ہے

ے یہ خراسان کا قدیم اور بڑا شہر ہے، اور نیشاپور اور مرو کے مابین واقع ہے۔

پایۂ تخت خاص اللہ برترا اس کی حفاظت فرمانے کے تخیلے کے پاس ہے، نہ اس کے مثل کوئی وسعت میں ہے، اور نہ بلندی میں، اس میں گچ کے نقش ہیں۔ اہل مشرق کو ایسا بنانے پر قدرت رس ہی نہیں۔

نیشاپور میں ریشم کا کپڑا نخ اور کمخا وغیرہ سے بنایا جاتا ہے، اور یہاں سے ہند کی طرف جاتا ہے، اس شہر میں شیخ الامام العالم القطب العابد قطب الدین النیشاپوری کی خانقاہ ہے۔ آپ بہت بڑے واعظ اور علمائے صالحین میں سے ہیں۔ میں آپ ہی کے پاس فروکش ہوا تھا۔ آپ میرے ساتھ نہایت مہر و تواضع سے پیش آئے اور اکرام کیا۔ میں نے آپ کے بہت براہین اور کرامات عجیبہ کا مشاہدہ کیا ہے،

حضرت قطب الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

میں نے نیشاپور میں ایک ترکی غلام خریدا تھا۔ آپ نے اسے میرے ساتھ دیکھ کر فرمایا یہ غلام تمہارے ساتھ بھلائی نہ کرے گا۔ اسے بیچ ڈالو۔ میں نے آپ سے عرض کیا بہت خوب اور دوسرے ہی دن اس غلام کو فروخت کر ڈالا۔ اسے کسی تاجر نے خریدا تھا۔ اور شیخ کو خیرباد کہہ کر چلا گیا۔ جب شہر بسطام پہنچا تو مجھے میرے ساتھیوں میں سے کسی نے نیشا سے خط لکھا۔ اس میں مندرج تھا کہ غلام مذکور نے ترکوں کے لڑکوں میں سے کسی کو قتل کر دیا، اور خود بھی مارا گیا۔ یہ اس شیخ قدس سرہ کی واضح کرامت ہے،

بسطام شریف میں حاضری

پھر میں شہر بسطام میں حاضر ہوا۔ مشہور عارف اور صاحب طریقت بزرگ حضرت ابو یزید بسطامی یہیں کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر میں آپ کا مزار مبارک بھی ہے۔ آپ ہی کے ساتھ ایک ہی قبہ میں جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کسی اولاد کا مزار ہے۔ بسطام ہی میں شیخ الصالح ادلی ابی الحسن الخرقانی کا مزار ہے۔ میں اس شہر میں شیخ ابی یزید البسطامی قدس سرہٗ کی خانقاہ مبارک میں فروکش ہوا تھا۔ پھر اس شہر سے براہ ہندوستان و بغلان میں وارد ہوا۔ یہ مواضعات ہیں۔ ان میں مشائخ اور صالح حضرات رہتے ہیں۔ اور باغات اور نہریں بھی ہیں۔

کوہِ ہندوکش کا نظارہ

ہماری اقامت کے اسباب میں سے برف کا خوف بھی تھا کیونکہ اثنائے راہ میں ایک پہاڑ تھا۔ جسے ہندوکش کہتے ہیں۔ اس کے معنی قاتل الہنود کے ہیں۔ کیونکہ جو غلام اور جاریہ ہند سے یہاں لائی جاتی تھیں، تو ان میں سے بہت سی جانیں سردی کی شدت اور برف کی کثرت کی وجہ سے ضائع ہو جاتی تھیں۔ اس کی پورے ایک دن کی مسافت تھی۔ ہم یہاں اس وقت تک مقیم رہے، جب تک پورا گرمیوں کا موسم نہ ہو لیا۔ آخر شب میں اس پہاڑ کی مسافت طے کرنی شروع کی۔ اور غروب آفتاب تک سارا دن چلتے رہے، اپنے لبادے ہم اونٹوں کے سامنے بچھا دیتے تھے۔ وہ انہیں پہ چلتے تھے۔ تاکہ برف میں نہ غرق ہو جائیں۔ پھر ہم نے کوچ کیا۔

پھر یہاں سے موضع اندر میں وارد ہوئے۔ یہاں اگلے زمانہ میں ایک شہر تھا۔ جس کے نشانات اب مٹ چکے ہیں۔ یہاں ہم ایک بڑے گاؤں میں اترے، جہاں فضلاء میں سے ایک بزرگ رہا کرتے تھے۔ اسے محمد المہروی کہتے ہیں۔ ہم آپ ہی کے پاس فروکش ہوئے۔ آپ نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ جب ہم کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے تو آپ حُسنِ اعتقاد اور فضل کی وجہ سے ہمارے ہاتھ کا دھوون پی جاتے اور ہندوکش پر چڑھنے کے وقت تک آپ نے ہمارا سفر میں ساتھ دیا۔ اس پہاڑ پر ہمیں پانی کا ایک گرم چشمہ ملا۔ اس میں ہم نے منہ دھوئے۔ اس کی وجہ سے ہماری کھال جل گئی۔ اور ہمیں بہت تکلیف رہی۔

جبل بدخشاں اور دوسرے مقامات

ہم پنج ہیر میں وارد ہوئے، پنج کے معنی پانچ کے ہیں، اور ہیر بمعنی پہاڑ، اس لئے یعنی پہاڑ ہوئے یہاں ایک نہایت اچھا کثیر الا العمارت شہر ایک ایسی نیلی بڑی نہر پر واقع تھا گویا بحر ہے، جو بدخشاں سے آتی تھی۔ اس پہاڑ میں وہ یاقوت ملتے ہیں۔ جنہیں لوگ بلخش کہتے ان بلاد کو چنگیز شاہ تاتار نے جب سے ویران کیا ہے، تب سے آبادی کی نوبت نہ آئی، شہر میں شیخ سعید الملکی کا مزار مبارک ہے، یہاں کے باشندے اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔

افغانستان کی سیاحت

کابل، غزنی، اور قندھار میں ورود

پھر شہر غزنہ میں ورود ہوا، یہ مشہور نام سلطان المجاہد محمود بن سبکتگین کا ہے، یہ کبار سلاطین میں سے ملقب بیمین الدولہ تھا۔ اس نے بلاد ہند میں بہت جنگیں کی ہیں، اور یہاں کے بہت سے اور قلعہ جات فتح کئے ہیں، اس سلطان کی قبر اس شہر میں ہے، جس پر خانقاہ بنی ہوئی ہے، اب اس بلدہ کا بڑا حصہ ویران ہو چکا ہے، بس اب صرف تھوڑا سا حصہ باقی ہے، پہلے یہ بہت بڑا تھا، سردی یہاں بہت پڑتی ہے، یہاں کے باشندے سردی کے زمانے میں قندھار چلے جاتے ہیں، بڑی اور سرسبز جگہ ہے، میرا یہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان دونوں کے مابین تین منزل کی مسافت ہے، اس کے بیرون میں ایک گاؤں ہے، اس میں ایک پانی کی نہر کے کنارے جو قلعے کے نیچے ہے، ہم اترے تھے۔ یہاں کے امیر مرذک آغا نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ مرذک کے معنی چھوٹے کے ہیں۔ اور آغا بمعنی کبیر الاصل۔ پھر ہماری روانگی ہوئی۔ اور کابل میں ورود ہوا، گذشتہ زمانہ میں یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اب یہاں ایک گاؤں ہے، جس میں عجمیوں کی بود باش ہے، انہیں افغان کہتے ہیں۔ ان کی مقبوضات پہاڑ اور گھاٹیاں ہیں، اور شوکت و قوت والے لوگ ہیں، ان میں سے اکثر ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے، ان کے سب سے بڑے پہاڑ کا نام کوہ سلیمان ہے۔ کہتے ہیں نبی اللہ سلیمان علیہ السلام نے اس پہاڑ پر چڑھ کر سرزمین ہند کی طرف دیکھا تھا۔ اس وقت یہ تاریک تھی۔ اس لئے آپ پلٹ آئے، اور اس میں نہ داخل ہوئے، اسی لئے آپ کے نام پر اس پہاڑ کا نام رکھ دیا گیا، ان کا بادشاہ اسی میں رہتا ہے، کابل میں شیخ اسماعیل الافغانی کی خانقاہ ہے، آپ شیخ عباس

یہ لوگ اپنے بیان کے لحاظ سے بنی اسرائیل اور پہلے اسرائیلی بادشاہ ضال کے خاندان سے ہیں۔

کے مرید ہیں، جو کبار اولیا میں سے تھے، پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم شہر کرماش میں وارد
دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک قلعہ ہے، جہاں افغانی راہزنی کرتے ہیں۔ جب ہم یہاں
گذرے تو ان سے لڑتے جاتے تھے، یہ بلندی کوہ پر تھے، ہم انہیں تیر مارتے تھے تو یہ
تھے، ہمارے رفیق ہلکے پھلکے تھے۔ ان کے ساتھ تقریباً چار ہزار گھوڑے تھے، اور میرے
تھے، جن کی وجہ سے میں راستہ سے کٹ رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک جماعت تھی جن
بعض افغان تھے، ہم نے اپنا کچھ زادراہ ڈال دیا۔ اونٹ راستہ میں تھک گئے تھے ان
بھی ڈالدیا۔ جب دوسرے دن ہمارے گھوڑے اس طرف واپس ہوئے، تو ہم نے اسے
اور دوپہری عشاء کے بعد قافلے کے ساتھ مل گئے، شب کو ہمارا قیام ششنغار میں قیام رہا
آبادی ہے، جو بلادِ اتراک سے ملتی ہے، یہاں سے ہم ایک بڑے میدان میں داخل ہوئے، جو
منزل مسافت تھی جس میں صرف ایک ہی فصل میں داخلہ ہو سکتا تھا۔ یہ جبکہ سرزمین سندھ اور
موسم بارش ختم ہو چکتا تھا۔ یعنی ماہ یولیتہ کے آغاز میں۔ اس میدان میں بڑی قاتل باد
چلتی ہے، جو جسموں میں عفونت پیدا کر دیتی ہے، یہاں تک کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے
کے تمام اعضاء بکس جاتے ہیں، ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ یہ ہوا ہرمز اور شیراز کے مابین
میں چلتی ہے، ہم سے پہلے ہمارے بڑے رفقا جن کا ایک فرد خداوند زادہ قاضی ترمذ بھی
تھے، چنانچہ ان کے اونٹ اور بہت سے گھوڑے موت کی نذر ہوئے۔

پنجاب کی طرف

بعد ازاں میں اور میرے رفیق خدا کا شکر ہے، کہ پنجاب صحیح وسالم پہنچے۔ یہ دریا نے سندھ ہے، ج کے معنی پانچ کے، اور آب کے معنی دریا کے اس لئے اس کے معنی پانچ ندیاں ہوئیں، یہ ایک ی نہر میں گرتی ہیں۔ اور ان اطراف کو سیراب کرتی ہیں، جن کا انشاءاللہ آگے ذکر آئے گا۔ اسی شب م نے محرم کا چاند ۷۳۴ھ (مطابق ۱۲ ستمبر ۱۳۳۳ء) کو دیکھا۔ یہاں سے پرچہ نویسوں نے بادشاہ کو ارے حالات کی کیفیت سے مطلع کیا۔ اس سفر کے حالات یہیں ختم کئے جاتے ہیں۔ (الحمدللہ)

عرفان حافظؒ

مصنفہ :- حکیم الامت حضرت مولانا حافظ محمد اشرف علی تھانویؒ (مرحوم)

عارف شیراز بلبل خوشنوا حضرت شمس الدین حافظؒ شیرازی کے مشہور و مقبول فارسی دیوان کے اشعار کی صوفیانہ و عارفانہ اردو شرح شائع ہوگئی ہے۔

خوبصورت جلد آفسٹ طباعت !

قیمت :- ۲۱/- روپے

خاتمہ آداب المریدین

المعروف بہ

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز برصغیر پاک و ہند کے مشہور روحانی پیشوا ہیں ان کی تصانیف کو صاحبان دل سرمہ فکر و نظر سمجھتے ہیں انھوں نے تصوف کی انتہائی اہم اور بنیادی کتاب "آداب المریدین" کی عام فہم انداز میں ذہرت شرح لکھی تھی بلکہ اسے مکمل کیا تھا انکی یہی تصنیف انتہائی اہتمام سے شائع کی جارہی ہے جسکا ترجمہ پروفیسر معین الدین دردائی ایم اے علیگ نے نہایت خوبصورت انداز میں کیا ہے

خوبصورت جلد آفسٹ طباعت ؛ قیمت :- ۲۰/- روپے

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ ——— کراچی ——— فون نمبر ۲۱۳۳۰۳

سفرنامہ ابن بطوطہ

حصہ دوم

مُسَافِر

یہ عالم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت | یہ عالم کہ ہے زیرِ فرمانِ موت
یہ عالم، یہ بت خانۂ چشم و گوش | جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش
خودی کی یہ ہے منزلِ اوّلیں | مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں
تری آگ اس خاکداں سے نہیں | جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر | طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر
خودی شیرِ مولا جہاں اس کا صید | زمیں اس کی صید آسماں اسکا صید
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود | کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا | تری شوخیٔ فکر و کردار کا
یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار | کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

تو ہے فاتحِ عالمِ خوب و زشت
تجھے کیا بتاؤں تری سرنوشت

(اقبالؔ)

اس سفرنامہ کے مطالعہ سے دو حقیقتیں اور
زیادہ روشن ہو کر نظر کے سامنے آجاتی ہیں:۔

وہ عظیم الشان مکاں دیتی تھیں جن کی رفعتیں
ہنس کے طاقِ آسماں کو طاقِ ابرو سے جواب
ان میں تھے وہ صاحب ثروت جنہیں کہتی تھی خلق
کیقباد و قیصر و کیخسرو افراسیاب
مہروش، بہرام صولت، بدر قدر، چرخ درخش
مشتری ہمت، ثریا بارگہ، کیواں جناب،

یا تو وہ ہنگامۂ تنشیط تھا یا دفعتہً
کر دیا ایسا کچھ اس دورِ فلک نے انقلاب
وہ تو سب جاتے رہے دم میں حباب آسا مگر
رہ گئے عبرت زدہ وہ قصر و ایوانِ خراب
خواب کہیے اس تماشے کو نظیر اب یا خیال
کچھ کہا جاتا نہیں واللہ اعلم بالصواب

(نظیر اکبرآبادی)

سفرنامۂ ابن بطوطہ

حصہ دوم پر تبصرہ

پہلا حصہ سفرنامہ ابن بطوطہ کا آپ پڑھ چکے اب دوسرا حصہ مطالعہ میں آئے گا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے حصہ کا بھی سرسری جائزہ لے لیا جائے۔ تاکہ آئندہ جو مباحث زیر نظر آئیں گے ان کا پس منظر سامنے رہے۔

پہلا حصہ تمام تر بلاد اسلامیہ اور ممالک عربیہ کی سیر و سیاحت پر مشتمل تھا، جس میں حجاز مقدس بھی شامل ہے، دوسرا حصہ، ہندوستان (بشمول پاکستان) ملحقہ اقطاع ارض۔ پڑوسی ممالک، انڈونیشیا، سیام، کمبوڈیا اور چین وغیرہ کے سفر پر مشتمل ہے۔

چین، انڈونیشیا اور دوسرے مقامات کا سفر اختیار کیا، وقت کا زیادہ حصہ ہندوستان میں بسر ہوا خوش قسمتی یا بد قسمتی سے قیام ہند کا بڑا حصہ سیاح کو شہنشاہ محمد تغلق کے زیر سایہ گزارنا پڑا، تغلق کے پاس رہنا، پل صراط پر چلنا تھا، ذرا قدم ڈگمگائے اور تحت الثریٰ استقبال کو موجود۔

ابن بطوطہ نے یہ زمانہ عیش و نعم میں گزارا، ہر طرح کی آسودگی اور آسائش حاصل تھی، مال و زر کی کمی نہ تھی، جائداد اور جاگیر بھی حاصل تھی، انعامات کی بارش بھی ہوتی رہتی، متعدد مناصب پر فائز ہونے اور اعلیٰ سے اعلیٰ اختیارات کو بروئے کار لانے کے مواقع بھی حاصل ہوئے، لیکن ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ یہ دھڑکا بھی لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب جہاں پناہ اور خسرو ذی جاہ کی نظر پھر جائے، اور جہاں پناہ و خسرو ذی جاہ کی نظر پھری بھی، اور جب ایسا ہوا تو موت سامنے نظر آئی، کیونکہ تغلق کے قہر و عتاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

انداز تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا ابن بطوطہ کا جی اس دیس میں لگ گیا تھا، یہاں کا ماحول اسے پسند آیا تھا، اگر تغلق کی صورت میں تلوار اس کے سر پر نہ لٹک رہی ہوتی تو شاید

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ یہیں رہ جاتا، لیکن ایسے شہنشاہ کے زیر سایہ رہنا جہاں ہر آن دار و رسن کا امکان تھا کسی طرح ممکن نہ تھا، بار بار اس نے اذن رخصت طلب کیا، لیکن انکار ہوتا رہا، کیونکہ تغلق کے دربار سے ایک مرتبہ وابستہ ہو جانے کے بعد اور پھر باقاعدہ اجازت کے بغیر چلا جانا مرگ بے ہنگام کو دعوت دینا تھا، لیکن اس دہشت، سراسیمگی، اور وحشت کے باوجود کیفیت یہ تھی کہ چین کی سفارت سے واپس آنے کے بعد، اس کے جی میں لہر اٹھی کہ ایک مرتبہ پھر دلی جائے، مگر، تغلق یاد آگیا، حوصلہ نہ پڑا، اور واپس چلا گیا۔

یوں تو حصہ اوّل کے مطالعے سے بھی یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ ابن بطوطہ کو بیویوں اور لونڈیوں سے بڑی دلچسپی تھی، جہاں داؤں لگ جاتا شادی کئے بغیر نہ رہتا، اور جب جیب بھاری ہوتی، لونڈیاں بھی خریدتا، اور داد عیش دیتا، لیکن ہندوستان میں آ کر تو وہ کھل کھیلا، یہاں اس نے کئی شادیاں کیں، اور بہت سی لونڈیوں سے متمتع ہوا اور حسن اتفاق سے جن لونڈیوں سے متمتع ہوا، وہ قومیت کے اعتبار سے مختلف تھیں، اس وسیع و عریض ملک کے ہر خطہ کی آب و ہوا، اور آب و ہوا کے اعتبار سے وہاں کے باشندوں کی جسمانی ساخت اور کیفیت بھی جدا ہے، چنانچہ سب سے زیادہ مرہٹہ اور مالدیپی عورتوں کا ذکر، کیف و سرور اور وجد و نشاط کے عالم میں بار بار کرتا ہے، اور عہد ماضی کی یاد میں ٹھنڈی آہیں بھرتا نظر آتا ہے ’’ـــــــ زمانہ رفتہ کو آواز دیتا‘‘۔

ایک اور خصوصیت ابن بطوطہ کے اس حصہ کے مطالعہ سے جو نظر آتی ہے یہ ہے کہ ضرورت کے وقت وہ سازش بھی کر سکتا تھا۔ جیسا کہ مالدیپ کے واقعات میں نظر آئے گا۔

سب سے زیادہ نمایاں وصف ابن بطوطہ کا یہ نظر آتا ہے کہ من چلا آدمی ہے، بڑے بڑے خطرات بھی اس کے عزم میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتے، کہیں وہ ڈوبتے ڈوبتے بچتا ہے، کہیں وحوش کا شکار بنتے بنتے رہ جاتا ہے، کہیں رہزنوں اور بحری قزاقوں کا شکار بنتا ہے مگر بچ جاتا ہے مگر اس کے شوق سفر میں کوئی فرق نہیں آتا، وہ پیچھے نہیں لوٹتا، آگے ہی بڑھتا رہتا ہے، اگر یہ وصف بدرجہ اتم اس میں موجود نہ ہوتا تو آج تاریخ میں اتنا بڑا مقام بھی اسے نہ حاصل ہوتا۔

ابن بطوطہ کی ایک اور خصوصیت جو کسی طرح نظر انداز نہیں کی جا سکتی یہ ہے کہ معمولی سے معمولی جزئیات بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہونے پاتے۔ جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے، تو کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا، ایسی باتیں تک بیان کرتا ہے عام طور پر جن کی طرف لوگ

توجہ نہیں کرتے۔

ایک اور بات جو اس حصہ کے مطالعہ سے واضح ہوتی ہے یہ ہے کہ وہ لکھ لٹ تھا۔ بڑی سے بڑی رقم بھی اس کے پاس آئی اور گئی، یہ بات بجائے خود عیب کیوں نہ ہو، لیکن اس میں ایک بہت بڑی خوبی بھی مضمر ہے۔ یعنی وہ زر پرست نہیں تھا، اور روپے کے لئے، ایمان و ضمیر کا سودا نہیں کرتا تھا۔

یہ دوسرا حصہ پہلے حصہ سے کہیں زیادہ دلچسپ ہے، زبان و بیان کے لحاظ سے بھی، واقعات و حوادث کے اعتبار سے بھی۔!

رئیس احمد جعفری
ٹیگور پارک۔ لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہمیں چھاؤں میں تلواروں کی
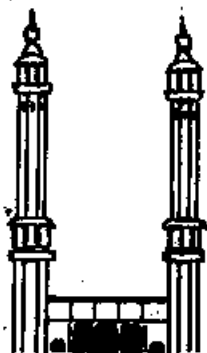
حدودِ سندھ میں داخلہ

ڈاک کا بہترین انتظام، ایک عجیب جانور گینڈا، سندھ کے چند شہر

ماہِ محرم ۷۳۴ھ کی یکم تاریخ کو ہمارا دریائے سندھ[1] پر گزر ہوا۔ اس دریا کو پنجاب[2] بھی کہتے ہیں۔ یہ دریا دنیا کے بہت بڑے دریاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ گرمیوں کے دنوں میں یہ طوفانی ہو جاتا ہے جس طرح مصر کی زراعت کا دار و مدار نیل کی طغیانی پر ہے۔ اسی طرح یہاں کے باشندے بھی اس دریا کی طغیانی پر جیتے ہیں۔ یہاں سے سلطان محمد شاہ[3] مسلمان بادشاہ ہند و سندھ کی عملداری شروع ہوتی ہے جب ہم یہاں پہونچے۔ تو بادشاہ کے پرچہ نویس ہمارے پاس آئے۔ اور ہمارے آنے کی خبر انہوں نے قطب الملک حاکم ملتان کے پاس بھیجی۔ سندھ کا امیر بادشاہ کی طرف سے ان دنوں سر تیز[4] تھا یہ شخص بادشاہ کا غلام اور فوج کا بخشی تھا۔ جب ہم سندھ پہنچے تو امیر شہر سیوستان[5] میں مقیم تھا۔

منزل بہ منزل سبک سیر پیامرسانوں کا انتظام

سیوستان سے ملتان تک دس دن کا راستہ ہے اور ملتان سے دارالخلافہ دہلی تک پچاس دن کا پرچہ نویس بادشاہ کو خبر بھیجتے ہیں۔ وہ ڈاک کے ذریعہ صرف پانچ دن میں پہنچ جاتی ہے۔ ڈاک کو اس ملک میں بَرِید کہتے ہیں۔ ڈاک دو قسم کی ہوتی ہے ایک گھوڑے کی دوسرے پیادوں کی۔ گھوڑے کی ڈاک کو اولاق کہتے ہیں۔ ہر چار کوس کے بعد گھوڑا بدلتا ہے۔ یہ گھوڑے بادشاہ کی طرف سے موجود

---

[1] سندھ کا پرانا نام جو آریوں نے یہاں آتے ہی رکھا تھا "سندھو" تھا۔ جس کے معنی دریا کے ہیں۔ [2] پنجاب سے مراد بھی دریائے سندھ ہے۔ کیونکہ اس میں پانچوں دریا آ کر مل جاتے ہیں چنانچہ مغل حکومت سے پہلے "پنجاب" سے دریائے سندھ مراد لیتے تھے [3] سلطان محمد شاہ تغلق مراد ہے [4] یہ قوم کا ترکمان تھا۔ بادشاہ اس پر اس قدر مہربان ہوا کہ اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی، افواجِ شاہی کا امیر سپاہ بھی یہی تھا ۷۴۸ھ میں بمقام دکن ایک جنگ میں قتل ہوا۔ [5] موجودہ شہر سیہوان۔

[6] بَرِید عربی میں بھی ڈاک کے لئے "برید" ہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

رہتے ہیں۔ پیادوں کی ڈاک کا یہ انتظام ہے کہ ایک میل میں جس کو وہ کروہ کہتے ہیں تین چوکیاں ہرکاروں کی ہوتی ہیں اس چوکی کو وہ داوہ[1] کہتے ہیں تہائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں آباد ہوتا ہے گاؤں کے باہر ہرکاروں کے لئے برجیاں بنی ہوتی ہیں ہر برجی میں ہرکارے تیار بیٹھے رہتے ہیں، ہرکارے کے پاس ایک چھڑی دو گز لمبی ہوتی ہے جس کے سرے پر تانبے کے گھنگرو بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔

سے ڈاک چلتی ہے تو وہ ایک ہاتھ پر ڈاک رکھ لیتا ہے۔ اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی اور پوری قوت سے دوڑتا ہے۔ دوسرا ہرکارہ اس کے گھنگروں کی آواز سن کر تیار ہو بیٹھتا ہے اور ڈاک اس سے جھپٹ کر فوراً ہوا ہو جاتا ہے۔ اسطرح جہاں کہیں خط پہنچانا ہوتا ہے۔ پہنچا دیتے ہیں۔ یہ ڈاک گھوڑوں کی ڈاک سے تیز رو ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی ڈاک کے ذریعہ خراسان کے تازہ میوے بھی بادشاہ کے لئے تھالیوں میں رکھ کر جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی سنگین مجرم کو بھی چارپائی پر اٹھا کر اسی طرح چوکی بہ چوکی ہرکارے لیجاتے ہیں دولت آباد میں بادشاہ کے لئے دریائے گنگا کا پانی جو ہندوؤں کی جاترا کی جگہ ہے۔ ڈاک ہی سے لیجایا کرتے تھے دولت آباد دریائے گنگا سے چالیس دن کے فاصلے پر ہے۔ پرچہ نویس ہر مسافر کا حال تفصیل وار لکھتے ہیں۔ کہ اس کی صورت وضع قطع۔ لباس خادم اور ہمراہی اور جانور، حرکات و سکنات کوئی بات نہیں چھوڑتے۔ سب کی تفصیل لکھ بھیجتے ہیں[2]۔

سلطان محمد شاہ تغلق کا حسن سلوک پردیسیوں اور مسافروں کیساتھ

جب کوئی مسافر ملتان میں جو سندھ کا پایہ تخت ہے۔ پہونچتا ہے تو جب تک بادشاہ کی طرف سے حکم روانگی نہ آجائے۔ اور اس کی ضیافت کا انتظام نہ ہو جائے۔ اور اس کی تعداد مقرر نہ ہو جائے اس کو وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ ہر مسافر کی آؤ بھگت اس کے ساز و سامان اور حرکات و تصرفات کے پیمانے سے

---

[1] دھاوا محاورا ہے۔ دھاوا کرنا۔ دھاوا بولنا [2] آج سے سات آٹھ سو برس پہلے نہ تار برقی تھا نہ لاسلکی نہ ٹیلیفون نہ ٹیلی پرنٹر نہ ریڈیو لیکن ہندوستان کے بیدار مغز سلطان تمام حالات سے واقف ہوتے۔ دم بدم کی خبروں سے مطلع ہوتے اور اس سرعت کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ قائم رکھنے کیلئے جو بندوبست کیا وہ اپنی مثال آپ ہے اس حسن انتظام کا یہ نتیجہ تھا کہ اگر پتہ بھی کھڑکتا تو سلطان کو فوراً خبر ہو جاتی تھی۔ اور جو خبر اس تک پہنچتی تھی۔ یا جو خبر کہیں پہنچانا چاہتا تھا فوراً وہاں پہنچ جاتی تھی۔ اس زمانہ میں پاسپورٹ ویزا، اور غیر ملکی لوگوں کی نگرانی کا اتنا سا مکمل انتظام نہیں تھا جتنا یہاں ماننا پڑے گا کہ وہ قدامت آج کی جدت سے زیادہ کامیاب اور نتیجہ خیز تھی۔

ہوتی ہے کیونکہ اس کے خاندان اور آبا و اجداد کا حال تو معلوم نہیں ہوتا۔ بادشاہ ہند ابوالمجاہد محمد شاہ تغلق کی سرشت یہ ہے کہ وہ پردیسیوں سے غایت درجہ محبت اور تخصیص کا برتاؤ کرتا ہے۔ انہیں مراتب رفیعہ پر فائز کرتا ہے چنانچہ اس کے بڑے بڑے خواص اور حاجب اور وزیر اور قاضی اور داماد زیادہ تر غیر ملکی ہیں۔ اس کا حکم ہے کہ پردیسی کو ہمیشہ معزز طریقہ سے یاد کیا جائے۔ چنانچہ پردیسیوں کا نام ہی عزیز پڑ گیا۔ جو شخص بادشاہ کے سلام کو جاتا ہے۔ اس کے واسطے ہدایا لے جاتا ہے۔ اور چونکہ سب کو معلوم ہے کہ بادشاہ ان تحفوں سے دو چند سہ چند انعام دیتا ہے۔ اس لئے سندھ کے بعض تاجروں کا یہ پیشہ ہو گیا ہے۔ کہ وہ ایسے لوگوں کو ہزارہا دینار بطور قرض دے دیا کرتے ہیں۔ نیز خادموں، گھوڑوں اور سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں اور چاکروں کی طرح اس کے سامنے حاضر رہتے ہیں۔ جب وہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا ہے اور انعام واکرام سے مالا مال ہو کر واپس آتا ہے۔ تو سارا قرضہ بے باق کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ تاجر بہت نفع حاصل کرتے ہیں جب سندھ پہنچا تو میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور تاجروں سے گھوڑے اور اونٹ اور غلام خریدے اور عراق کے ایک سوداگر محمد دوری سے جو تکریت کا رہنے والا تھا شہر غزنی میں تیس گھوڑے اور ایک اونٹ جس پر تیروں کے پھل لدے ہوئے تھے خریدے کیونکہ ایسی ہی چیزیں بادشاہ کو نذر دی جایا کرتی ہیں جب یہ خراسان سے واپس آیا تو مجھ سے اپنا قرض طلب کیا۔ اور بڑے نفع میں رہا۔ بلکہ میرے طفیل بہت بڑا تاجر بن گیا۔ یہ شخص حلب کے شہر میں بھی کئی برس کے بعد مجھے ملا۔ اور گو وہاں کے کافروں نے میرے کپڑے تک چھین لئے تھے۔ لیکن اس نے میری بات بھی نہ پوچھی۔

ایک عجیب و غریب جانور گینڈا، گینڈے کا شکار

جب ہم نہر سندھ سے عبور کر کے ایک بانس کے جنگل میں داخل ہوئے جس سے راستہ گزرتا تھا تو ہم نے گینڈا دیکھا۔ کالے اور بھاری بھرکم ڈیل ڈول کا ہوتا ہے اس کا سر بہت بڑا ہوتا۔ کسی کا چھوٹا کسی کا بڑا۔ یہ ہاتھی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا سر ہاتھی کے سر سے کہیں بڑا ہوتا ہے اور دونوں آنکھوں کے برابر فاصلہ پر پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔ جس کا طول تین ہاتھ اور موٹائی ایک بالشت ہوتی ہے جب یہ گینڈا جنگل سے نکلا تو ایک سوار اس کے سامنے آگیا۔ گینڈے نے گھوڑے کے سینگ مارا اور سوار

لے بغداد کے قریب ایک مقام۔

لے کروسیڈر (مجاہدین صلیب) کے کچھ جتھے بعض مقامات پر شام میں متصرف تھے۔

کی ران چیر کر اس کو زمین پر گرا کر جنگل میں گم ہو گیا۔ پھر اس کا پتہ کہیں نہ لگا۔ اسی رستہ میں عصر کے بعد ایک روز پھر میں نے گینڈا دیکھا وہ گھاس چر رہا تھا۔ ہم نے مارنے کا ارادہ کیا، لیکن بھاگ گیا۔ ایک دفعہ اور میں نے گینڈا دیکھا ہم بادشاہ کی سواری کے ساتھ تھے۔ بانس کے جنگل میں چلے جا رہے تھے اور بادشاہ ہاتھی پر سوار تھے اور میں بھی دوسرے ہاتھی پر تھا۔ سوار پیادے اسے گھیر کر لائے اور مار ڈالا اور سر کاٹ کر کیمپ میں لے آئے۔[1]

ہم دو منزل چلے تھے کہ جناؔنی[2] کا شہر آیا۔ یہ وسیع اور خوبصورت شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے اس کے حدود درجہ خوشنما ہیں۔ اس شہر میں سامرہ[3] کی قوم کے آدمی آباد ہیں اور قدیم سے آباد چلے آتے ہیں۔ مورخ کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کے وقت میں سندھ فتح ہوا تو اس قوم کے بزرگ اس شہر میں بستے تھے۔ شیخ رکن الدین بن شیخ شمس[4] الدین بن شیخ بہاؤالحق ذکریا قریشی ملتانی مجھ سے ذکر کرتے تھے کہ ان کے جد اعلیٰ محمد ابن قاسم فاتح سندھ کے اس لشکر میں تھے۔ جو حجاج نے عراق سے بھیجا تھا۔ وہ اسی ملک میں رہ گئے تھے اور پھر ان کی اولاد بڑھ گئی۔[5] یہ شیخ رکن الدین وہی ہیں جن کی بابت شیخ برہان الدین اعرج نے مجھ سے شہر اسکندریہ میں کہا تھا کہ تو ان سے ملے گا۔ سامرہ قوم کے لوگ کسی کے ساتھ نہیں کھاتے۔ اور جب وہ کھاتے ہیں تو کوئی ان کی طرف دیکھنے نہیں پاتا۔ اور نہ اپنی قوم کے سوا کسی کے ساتھ رشتہ کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ان کا سردار ایک شخص ونار نامی تھا۔ اس کا حال میں آگے چل کر بیان کروں گا۔

---

[1] یہ جانور مختلف ممالک میں پایا جاتا ہے، نیپال کی ترائی میں بکثرت ہے، چاٹگام، برما اور افریقہ میں بھی پایا جاتا ہے، مختلف شہروں کے زندہ عجائب خانوں میں بھی نمونے کے طور پر ضرور موجود رہتا ہے۔ اس جانور کے اور خاص طور پر اس کے سینگ کے اثرات کے بارے میں طرح طرح کہانیاں مشہور ہیں جنہیں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

[2] قدیم کتابوں میں اس شہر کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ ممکن ہے تلفظ کی غلطی نے اس کا حلیہ اتنا بگاڑ دیا ہو کہ اس کی شناخت ناممکن بن گئی۔

[3] غالباً یہی لوگ اب "سومرو" کہلاتے ہیں۔ یہ قوم اب بھی سندھ کی ایک معزز قوم مانی جاتی ہے۔

[4] یہ ابن بطوطہ کا سہو قلم ہے، اصل نام شمس الدین نہیں صدرالدین ہے۔

[5] گو کتب تاریخ سے اس دعوے کی توثیق نہیں ہوتی۔ لیکن اس خاندان کے ایک ثقہ شخص کا بیان ناقابل التفات بھی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

شہر سیہوان

رتن اور جام و ناڑ کی خوں ریز جنگ

شہر جنانی سے چل کر ہم شہر سیوستان[1] پہنچے یہ ایک بڑا شہر ہے اور ریگستان میں واقع ہے جس میں کیکر کے درخت کے سوا کوئی درخت نہیں۔ نہر کے کنارے سوا خربوزوں کے اور کسی چیز کی کاشت نہیں ہوتی۔ اس شہر کے لوگ جوار اور جلبان جس کو مشنک کہتے ہیں یعنی مٹر کابلی کی روٹی کھاتے ہیں مچھلی اس شہر میں بہت ہوتی ہے۔ اور بھینسوں کے دودھ کی بھی نہایت افراط ہے اس کے باشندے سقنقور یعنی ریگ ماہی بھی کھاتے ہیں یہ جانور گوہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کے دم نہیں ہوتی۔ ریت میں سے کھود کر نکالتے ہیں۔ اور پیٹ چیر کر اور آلائش صاف کر کے بجائے زعفران کے کرکم (ہلدی) بھر دیتے ہیں۔ مجھے اس جانور کو کھاتے دیکھ کر گھن آگئی۔ اور میں نے اسے نہیں کھایا جب ہم اس شہر میں پہونچے تو گرمی نہایت سخت پڑتی تھی۔ میرے ہمراہی ننگے رہتے تھے اور ایک بڑا رومال پانی میں تر کر کے بجائے لنگی کے باندھ لیتے تھے۔ اور دوسرا کندھوں پر ڈال لیتے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جب یہ خشک ہو جاتے تو پھر تر کر لیتے اور اسی طرح کرتے رہتے۔ اس شہر کا خطیب شیبانی ہے۔ اس نے مجھے خلیفہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروانہ دکھایا جو اس کے دادا کو خطیب ہونے کے وقت ملا تھا۔ یہ پروانہ ان کے خاندان میں وراثتاً چلا آتا ہے اس کی پیشانی پر یہ عبارت ہے ھذا امر بہ عبداللہ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز بفلاں اس کی تاریخ تحریر ۹۹ھ ہے اور الحمد للہ وحدہ اس پر لکھا ہوا ہے۔ خطیب کہتا تھا کہ یہ الفاظ خود خلیفہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں مجھے ایک عمر رسیدہ شیخ محمد بغدادی نام ملا اور یہ شیخ عثمان مرندی کے زاویہ میں رہتا ہے مجھے بتایا گیا کہ اس کی عمر ایک سو چالیس برس سے زیادہ ہے اور یہ خلیفہ مستعصم باللہ کے

---

[1] سیوستان سے مراد سندھ کا ایک شہر سیہوان ہے جو کراچی سے تقریباً دو سو میل کی مسافت پر واقع ہے۔ شہباز قلندر کی خانقاہ جو زیارت گاہ عوام کی حیثیت رکھتی ہے یہیں ہے۔ منچھر جھیل اس سے بالکل قریب ہے۔ موسم برشگال میں جس کا طول بیس میل اور عرض دس میل ہو جاتا ہے۔ یہ بہترین سیرگاہ اور شکارگاہ ہے اور اب حکومت پاکستان اسے ایک قابل دید مقام غیر ملکی سیاحوں کے لئے بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ خاندان عباسیہ کا آخری خلیفہ جسے اپنی کم عقلی کی قدر اری، نصیر الدین طوسی کی سازش، اور منصب پرستوں کی حرص و طمع نے ہلاکو خان کیلئے ایک آسان شکار بنا دیا، سعدی شیرازی نے زوال بغداد اور مستعصم باللہ پر پُراثر دردمرثیہ لکھا ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قتل کے وقت جب اس کو ہلاکو خان بن چنگیز خان نے ہلاک کر ڈالا تھا۔ بغداد میں موجود تھا۔ یہ باوجود اس قدر عمر کے توانا و تندرست ہے اور بخوبی چل پھر سکتا ہے۔ اس شہر میں قوم سامرہ کا سردار وُنار جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں رہتا تھا اور امیر قیصر رومی بھی یہیں رہا کرتا تھا۔ یہ دونوں بادشاہ کے ملازم تھے اور ان کے پاس اٹھارہ سو سواروں کی جمعیت رہا کرتی تھی ایک ہندو رتن نامی بھی اس شہر میں رہتا تھا۔ یہ شخص فن حساب اور کتابت میں استاد تھا کسی امیر کے وسیلہ سے بادشاہ تک پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس کی قدر کی اور اس کو یہاں کا حاکم بنا دیا۔ اور مرتبہ یعنی نوبت اور علم رکھنے کی اجازت دی جو بڑے بڑے امیروں کے لئے مخصوص تھی سیوستان اور اس کے مضافات اس کو جاگیر میں بخش دیئے۔ جب وہ اپنے شہر میں پہنچا تو وُنار اور قیصر کو ایک ہندو کی اطاعت گراں گزری۔ انہوں نے اس کے قتل کا مشورہ کیا۔ اس کے آنے کے چند روز بعد اس سے کہا کہ آپ باہر نکل کر اپنا علاقہ ملاحظہ کر لیں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ چلا گیا۔ رات کو جب سب ڈیروں میں تھے یکایک شور پڑا کہ کوئی درندہ آ گیا اور اس بہانے سے ان کے آدمیوں نے اس کو قتل کر ڈالا اور شہر میں آ کر بادشاہی کے خزانہ کو جس میں بارہ لاکھ دینار تھے لوٹ لیا۔ دس ہزار طلائی ہندی دینار کے ایک لاکھ دینار ہوتے ہیں۔ اور ہندی طلائی دینار مغرب کے ڈھائی دینار طلائی کے مساوی ہوتا ہے۔ اور وُنار کو اپنا حاکم مقرر کیا۔ اس نے اپنا لقب ملک فیروز رکھا اور یہ سب خزانہ لشکر پر تقسیم کر دیا۔ لیکن پھر وُنار کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ کیونکہ اس کا وطن اور قبیلہ وہاں سے دور تھا۔ وہ ساتھیوں کو لے کر اپنے قبیلہ کی طرف چلا گیا اور باقی لشکر نے قیصر رومی کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اس سانحہ کی خبر سرتیز عماد الملک کو ملتان میں پہنچی۔ اس نے لشکر جمع کر کے خشکی اور تری دونوں راستوں سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ قیصر بھی یہ سن کر مقابلہ آرا ہوا۔ جب اس کو شکست ہوئی تو شہر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ سرتیز نے منجنیق لگائی اور محاصرے میں سختی کی۔ چالیس دن بعد قیصر نے امان مانگی لیکن

لے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ محمد تغلق کس درجہ روادار اور غیر متعصب فرمانروا تھا، اس کی نگاہ میں ہندو اور مسلمان برابر تھے، اس نے رتن کو وہ مرتبہ بخشا، جو مسلمان امراء کے لئے باعث رشک و حسد بن گیا۔

لے یہ سمیہ خاندان کا پہلا "جام" ہے اس کا سومرہ کے خاندان سے انتساب غلط فہمی یا سہو قلم کا نتیجہ ہے۔

سومرو اور سمیہ دونوں خاندان سندھ کے بہت قدیم خاندان ہیں، قومی اور نسلی اعتبار سے یہ راجپوت تھے جیسے "جام صاحب نس بیلہ" اور "جام صاحب نوانگر"! ایک ہندو ایک مسلمان لیکن نسل دونوں کی ایک۔ !

(رئیس احمد جعفری)

جب قیصر اور اس کا لشکر امان کے وعدہ پر باہر آگیا تو سرتیز نے ان کے ساتھ دغا کی۔ ان کی جائداد لوٹ لی۔ اور ان سب کو قتل کروا ڈالا۔ ہر روز کسی کی تو گردن مارتا تھا اور کسی کو تلوار سے دو ٹکڑے کرتا تھا۔ اور کسی کی کھال کھنچواتا تھا۔ اور ان کھالوں میں بھوسہ بھروا کر ان کو شہر کی فصیل پر لٹکا تا جاتا تھا۔ اکثر کی یہی گت بنی۔ ان کی نعشیں لٹکی ہوئی دیکھ کر دل لرزتا تھا اور خوف آتا تھا۔ ان کی کھوپڑیاں جمع کر کے شہر کے وسط میں ڈھیر لگا دیا تھا۔ میں اس واقعہ کے بعد ہی اس شہر میں پہونچا اور ایک بڑے مدرسے میں اترا۔ مدرسے کی چھت پر سویا کرتا تھا وہاں سے یہ نعشیں لٹکی ہوئی نظر آتی تھیں۔ جب صبح کو سوتا اٹھتا تو یہ نعشیں دیکھ کر دل ہولتا۔ آخر میں نے مدرسے کو چھوڑ دیا۔

سندھ کی ایک قدیم بندرگاہ "لاھری"
ایک نامعلوم شہر کے کھنڈرات' کیا یہ دیبل تھا؟

قاضی علاء الملک فصیح الدین خراسانی، قاضی ہرات ایک فاضل شخص تھا۔ بادشاہ نے اسے لاہری کا حاکم بنا دیا۔ وہ بھی سرتیز کی مدد کو اپنا لشکر لے آیا۔ اس کا اسباب اور سامان باربرداری پندرہ بڑی کشتیوں میں تھا جو دریائے سندھ میں اپنے ہمراہ لایا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ لاہری جانے کا ارادہ کیا قاضی علاء الملک کے پاس بڑی کشتی تھی۔ جسے آہورہ کہتے ہیں۔ اس کے نصف حصہ کو سیڑھیاں بنا کر اونچا کیا گیا تھا اور تختے لگا کر نشست کی جگہ بنائی گئی تھی۔ قاضی اس پر بیٹھا کرتا تھا اور اس کے نوکر دائیں بائیں اور سامنے بیٹھتے تھے۔ چالیس ملاح اس کشتی کو کھیتے تھے۔ چار چھوٹی کشتیاں اور تھیں۔ دو دائیں طرف رہتی تھیں دو بائیں طرف دو کشتیوں میں طبل اور نقارہ علم اور سرنائی وغیرہ ہوتے تھے اور دو کشتیوں میں اہل طرب بیٹھتے تھے۔ جب کشتی چلتی تھی۔ کبھی نوبت بجائی جاتی اور کبھی مطرب راگ گانے لگتے۔ اور صبح سے لے کر دوپہر تک گاتے بجاتے چلے جاتے تھے۔ جب کھانے کا وقت ہوتا تھا اور سب کشتیاں پہنچ جاتیں تو دستر خوان بچھایا جاتا تھا جب تک امیر علاء الملک کھانا کھاتے یہ لوگ گایا بجایا کرتے۔ اور آخر میں خود کھا کر اپنی اپنی کشتیوں میں چلے جاتے۔ جب رات ہوتی تو کشتیاں دریا کے کنارے کھڑی کر دی جاتیں اور خشکی پر خیمے لگا دیئے جاتے جہاں امیر علاء الملک شب باش ہوتا۔ جب سارا لشکر رات کا کھانا کھا چکتا تھا اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتا تھا تو چوکیدار نوبت بہ نوبت آتے تھے۔ جب ایک چوکیدار اپنی باری ختم کر لیتا تھا تو وہ پکار کر کہتا۔ اے اخوند اتنی گھڑیاں رات گزر چکی ہے جب صبح ہوتی تو پھر نوبت اور نقارے بجنے شروع ہو جاتے۔

صبح کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا جاتا۔ کشتیاں چل پڑتیں۔ اگر امیر دریا میں چلنا چاہتا تھا تو کشتی میں جاتا۔ اگر خشکی کے راستے جانا منظور ہوتا تھا۔ تو سب سے آگے نوبت اور نقارخانہ ہوتا تھا۔ ان کے پیچھے حاجب اور حاجیوں کے آگے چھ گھوڑے ہوتے تھے۔ تین پر نقارے ہوتے۔ اور تین پر سرنا اور نفیری والے۔ جب کسی گاؤں میں پہنچتے تھے یا کسی اونچی زمین میں پہنچتے تو طبل اور نقارے بجاتے جاتے تھے اور جب دن کے کھانے کا وقت ہوتا تھا تو ٹھہر جاتے تھے۔ میں بھی امیر علاؤ الملک کے ساتھ پانچ روز یا پانچویں دن ہم لاہری پہنچے۔ یہ خوبصورت شہر سمندر کے کنارے واقع ہے۔ قریب ہی دریائے سندھ سمندر میں جا گرتا ہے۔ یہ شہر بڑی بندرگاہ ہے۔ یمن اور فارس کے جہاز اور تاجر بکثرت ہوتے ہیں اور اسی لئے یہ شہر نہایت مالدار ہے اور اس کا محاصل بھی زیادہ ہے۔ علاؤ الملک مجھ سے کہتے تھے کہ اس بندر کا محاصل ساٹھ لاکھ دینار[1] ہے اور امیر علاؤ الملک کو اس میں سے بیسواں حصہ ملتا ہے۔ یعنی عشر کا نصف اور اسی شرح پر بادشاہ اپنے کارداروں کو علاقے سپرد کیا کرتا تھا ایک روز میں امیر علاؤ الملک کے ساتھ سیر کرنے گیا۔ شہر سے سات کوس کے فاصلے پر ایک میدان ہے جس کو تارنا کہتے ہیں۔ وہاں بے شمار آدمیوں اور حیوانات کی سنگین مورتیں ثابت اور ٹوٹی پھوٹی پڑی ہوئی ہیں اور غلہ اور گیہوں اور چنا اور مسور وغیرہ پتھرائے ہوئے پڑے ہیں۔ فصیل اور مکانات کی دیواروں کے سامان موجود ہیں۔ کھنڈرات میں گھڑے ہوئے پتھر کا ایک گھر ہے۔ اس کے وسط میں ایک چبوترہ ہے جو ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اس پر ایک آدمی کا بت ہے۔ اس آدمی کا سر ذرا لمبا ہے اور منہ ایک طرف پھرا ہوا ہے۔ دونوں ہاتھ کمر سے کسے ہوئے ہیں۔ اس جگہ نہایت بدبودار پانی کھڑا ہوا تھا بہت سی دیواروں پر ہندی زبان اور خط کے کتبے۔ امیر علاؤ الملک ذکر کرتے تھے کہ اس ملک کے مورخ خیال کرتے ہیں کہ یہ شہر مسخ ہو گیا تھا اور چبوترہ پر جو بت ہے وہ بادشاہ کا تھا۔ چنانچہ اب بھی اس گھر کو راجہ کا محل کہتے ہیں۔ دیواروں کے کتبے سے پتہ لگتا ہے

---

[1] ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہ مقام سندھ کا سب سے بڑا اور بارونق بندرگاہ تھا۔ آئین اکبری میں ابوالفضل نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے بحری تجارت کے باعث اسکی آمدنی بھی بہت زیادہ تھی اب یہ کراچی کے ضلع میں ایک چھوٹا سا گاؤں رہ گیا ہے۔ بعض ثقہ قسم کے ماہرین آثار قدیمہ اس ویرانے کو مشہور تاریخی شہر دیبل بتاتے ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیبل کی جگہ اب تک متعین نہیں ہو سکی ہے۔ کچھ لوگ اس ویرانے کو دیبل قرار دیتے ہیں بعض کے نزدیک جزیرہ منوڑا (کراچی) دیبل تھا لیکن جدید تحقیق پر قریب قریب اکثر کو اتفاق ہے کہ کراچی سے چند میل کے فاصلے پر بھمبور نام کا شہر جو کھدائی سے برآمد ہوا ہے۔ اور بالکل لب ساحل سمندر ہے یہی دیبل تھا میں نے یہ جگہ دیکھی ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

یہ بربادی تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہوئی تھی میں امیر علاء الملک کے پاس پانچ دن ٹھہرا اس نے میری خاطر و مدارات بدرجہ غایت کی۔ اور میرے لئے زاد راہ بھی تیار کرایا۔

بھکّر یا سکّھر؟

ایک قدیم، شاندار اور بارونق شہر

لاہری سے میں نے بھکّر کا رُخ کیا یہ بہت خوب صورت شہر ہے[1] دریائے سندھ کی ایک شاخ اس کے درمیان سے گزرتی ہے۔ شاخ کے وسط میں ایک خوب صورت زاویہ ہے[2]۔ جہاں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے، اسے کشلو خاں نے تعمیر کیا تھا۔ یہاں میری ملاقات امام عبداللہ حنفی اور قاضی شہر ابو حنیفہ اور شمس الدین محمد شیرازی سے ہوئی۔ شیخ شمس الدین کی عمر ان کے بیان کے مطابق ایک سو بیس[۱۲۰] سال تھی۔

---

[1] روہڑی اور سکھر کے مابین دریائے سندھ کے وسط میں جس قلعے کے آثار نظر آتے ہیں۔ یہی بھکّر ــــــ جسے ابن بطوطہ "بکار" لکھتا ہے ــــــ کے نام سے معروف ہے۔ لیکن ابن بطوطہ جس شہر بھکّر کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ اس جگہ واقع تھا جہاں اب سکھر ہے، یہیں میر محمد معصوم بھکّری صاحب "تاریخ معصومی" کا مقبرہ بھی ہے۔ روہڑی پرانا شہر نہیں ہے، یہ ۲۹۷ھ میں بسا ہے۔

اس بات کا کہ ابن بطوطہ کے نزدیک بھکر اور سکھر سے مراد ایک ہی شہر ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ وہ دریائے سندھ کی ایک شاخ کا درمیان شہر سے گزرنا بتاتا ہے جو سکھر ہی ہے۔

[2] خانقاہ خواجہ خضر۔

جنوب کی طرف جو دوسرا جزیرہ "سادھو بیلہ" ہے، یہ ہندوؤں کا قدیم باعظمت مقام ہے۔ یہاں ایک مندر بھی ہے۔

ابوالفضل کے نزدیک بھکّر وہی ہے جو عربوں کا بسایا ہوا شہر منصورہ تھا، اس کے نزدیک قصبہ نصیر پور ــــ حیدرآباد سندھ سے قریب ــــــ جہاں واقع ہے۔ یہیں منصورہ آباد تھا۔

اوچ

ایک قدیم اور تاریخی شہر کی زیارت

بھکر سے چل کر ہم اوچ[1] آئے۔ یہ شہر دریائے سندھ[2] کے کنارے واقع ہے۔ خاصا بڑا شہر ہے بازار بہت عمدہ اور عمارتیں مضبوط ہیں۔ ان دنوں حاکم شہر سید جلال الدین کیچی تھا جو شجاعت اور کرم میں مشہور تھا۔ بے چارہ یہیں بعد میں گھوڑے سے گر کر مرگیا، اس سے میری دوستی ہوگئی تھی اکثر صحبت رہا کرتی، دہلی میں بھی ہم دونوں ملے تھے اور جب بادشاہ دولت آباد کیطرف تشریف لے گئے تو مجھے ٹھہرنے کا حکم دیا، سید جلال الدین اس کے ساتھ جا رہا تھا اس نے مجھ سے کہا سلطان کی غیبت طول کھینچے گی، آپ کو خرچ کی ضرورت ہوگی، لہذا میری واپسی تک میرے دیہات کی آمدنی خرچ کر لیا کیجئے[3]

چنانچہ میں نے پانچ ہزار دینار کے قریب اُس میں سے خرچ کیا۔ اس شہر میں سید جلال الدین[4] حیدری علوی کی زیارت سے بھی مشرف ہوا۔ انہوں نے مجھے اپنا خرقہ عنایت کیا یہ بزرگان صالحین میں سے تھے، جب ہندو ڈاکوؤں نے سمندر میں مجھے لوٹ لیا اُس وقت یہ خرقہ بھی چھین گیا۔[5]

---

[1] ابن بطوطہ نے مدینہ اوجہ یعنی شہر اوجہ لکھا ہے۔ [2] یہ بہت قدیم شہر ہے جس کا تاریخوں میں اکثر ذکر آتا ہے، ملتان سے ستر میل کے فاصلہ پر پنج ند کے کنارے (سابق ریاست بہاولپور) آباد تھا،

پہلے پنجاب کے پانچوں دریا اور دریائے سندھ اوچ کے پاس ملتے تھے۔ اب ان کا سنگم چالیس میل نیچے مٹھن کوٹ میں ہوتا ہے۔

اوچ کی عظمت رفتہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سلطان ناصر الدین قباچہ کے عہد میں یہ سندھ کا پایہ تخت تھا۔

حضرت سید جلال بخاری، اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزارات کا بابرکات یہیں ہیں۔

[3] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھی پردیسیوں، مسافروں اور غریب الوطنوں کے ساتھ کس درجہ اپنائیت، محبت، خلوص اور ہمدردی کا برتاؤ کرتے تھے۔ حاکم شہر جلال الدین کیچی کے نزدیک ابن بطوطہ صرف ایک اجنبی اور غیر ملکی مسلمان سیاح تھا، جس کے حسب نسب، اور عادات و اطوار سے اسے کوئی واقفیت نہ تھی، لیکن تغلق کی ہمرکابی کے وقت وہ اس اجنبی سیاح کو اجازت دے جاتا ہے کہ اسکے علاقے سے جو آمدنی ہو بغیر تخصیص و تعیین و تحدید، جتنا چاہے خرچ کر ڈالے یہ بات اور کہاں مل سکتی ہے؟ کہ بے تکلفی قابل داد ہے۔ [4] جہانیاں جہاں گشت مراد ہیں۔ [5] سندھ کے ہندو لٹیرے سمندروں میں ڈاکہ ڈالنے میں طاق تھے۔

مُلتان

ہندوؤں کا ایک مقدس ترین اور قدیم ترین شہر

اوچ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر میں نے ملتان[1] کے لیے رخت سفر باندھا، یہ شہر سندھ کا پایۂ تخت ہے۔
ں کا امیر الامرا بھی یہیں رہتا ہے شہر میں داخل ہونے سے پہلے دس کوس ورے ایک دریا عبور کرنا
تا ہے۔ یہ دریا بہت چوڑا اور عمیق ہے اور بغیر کشتیوں کے عبور نہیں کر سکتے اس جگہ پار جانے والوں
احوال کی تحقیقات ہوتی ہے اور ان کے اسباب کی تلاشی ہوتی ہے۔ اس زمانے میں اس [illegible] ایک
ے ایک چوتھائی مال بطور محصول کے لے لیا کرتے تھے اور ہر گھوڑے پر سات دینار محصول لگتا تھا۔
ے ہندوستان پہنچنے کے دو برس بعد بادشاہ نے یہ کل محاصل معاف کر دیے تھے[2] اور جب خلیفہ
سی سے بیعت کی تو سوا عشر اور زکوٰۃ یعنی چالیسویں حصے کے اور کوئی محصول باقی نہ رہا تھا[3]۔ مجھے تلاشی

---

[1] ...ہندو عہد میں ملتان قدامت کے اعتبار سے ایک مرتبۂ خاص رکھتا ہے۔

...یہیں پر سب سے پہلے اسلامی طور پر محمد بن قاسم نے اسے فتح کیا۔ خلافت دمشق سے محمد بن قاسم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ مصارف جنگ وہ بیت المال کو
...ادا کر دیگا لیکن چونکہ اسکی حکومت عدل و انصاف اور خالص اسلامیت پر مبنی تھی، لہٰذا اہل سندھ سے وہ رقم نہ وصول کر سکا، ادھر خلیفہ کا
...ے اور حجاج کا محمد بن قاسم سے تقاضا بڑھتا گیا۔ محمد بن قاسم سخت پریشان تھا کہ کیا کرے، وہ بڑھتے بڑھتے ملتان تک چلا گیا تھا کہ ایک
...ت کے وقت کرائے مندر کے خزانہ کا سراغ بتایا، یہاں اتنا سونا نکلا کہ نہ صرف مطلوبہ رقم ادا ہو گئی بلکہ بہت کچھ بچ بھی رہی۔ پھر
...میں یہ شہر برابر ترقی کرتا رہا، یہاں کی خاک پاک نے بڑے بڑے اولیا، صلحا اور علما کو اپنے دامن میں جگہ دی، کبھی یہ شہر ہندوؤں کا تیرتھ
...ایک بہت بڑے بت کا استھان تھا جس کی پوجا کیلئے ہر گوشۂ ملک سے ہندو آتے تھے۔ پھر یہ اسلامی تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بن گیا۔
...شہر نے بڑے بڑے انقلابات دیکھے۔ ہندوستان پر تاتاریوں کی یورش اسی طرف سے ہوتی تھی اور ہمیشہ انہیں منہ توڑ جواب ملتا تھا۔ تاتاریوں
...کی دنیا کو روند ڈالا، بغداد تک کو ختم کر دیا، بلخ، بدخشاں، ترمذ، نیشاپور اور بہت سے شہر اجاڑ دیئے، لیکن ہندوستان کی مسلمان حکومت کو
...زیر نہ کر سکے، وہ ہمیشہ انہیں پسپا کرتی رہی۔ شہاب الدین غوری کے حملے کے وقت اس شہر پر قرامطہ کی حکومت تھی یہ ہمیشہ ہندوؤں سے ساز باز کر
...لیلائے معروف سازش ہوتے تھے، غوری نے انکی سرکوبی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، پھر اس پر سکھوں نے قبضہ کر لیا، انگریزوں نے سکھوں سے لیا
...ملک پر چھوڑ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ملتان کا مذاق اڑانے لگے۔ چہار چیز است تحفۂ ملتان، گرد، گرما، گدا و گورستان۔ تغلق کو فتح کا تخت
...اور گدام کہ ظاہر ہے یہیں کوئی ایسا مرد تھا جو کہ خالص اسلامی نظام پر عمل کرنے لگا۔ (رئیس احمد جعفری)

کی بہت فکر تھی کیونکہ میرا ساز و سامان بظاہر بہت معلوم ہوتا تھا اور اندر کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے خوف تھا کہ سارا بھرم نہ کھل جائے لیکن قطب الملک نے ملتان سے ایک فوج کے افسر کو بھیج دیا تھا اور اُسے ہدایت کر دی تھی کہ میری تلاشی کوئی شخص نہ لے، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

اُس رات ہم دریا کے کنارے ٹھہرے علی الصباح میرے پاس دہقان سمرقندی جو ڈاک کا افسر اور بادشاہ کا پرچہ نویس تھا۔ آیا میں نے اُس سے ملاقات کی اور اُس کے ہمراہ حاکم ملتان کے پاس گیا، ملتان کا حاکم قطب الملک تھا یہ شخص بڑا امیر اور فاضل تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو میری تعظیم کے لئے اُٹھا اور مصافحہ کر کے اپنی برابر جگہ دی میں نے ایک غلام اور گھوڑا اور کشمش اور بادام تحفے کے پیش کیے کشمش اور بادام اس ملک میں نہیں ہوتے اور تحفے کے طور پر دیے جاتے ہیں۔ اور خراسان سے آتے ہیں۔ یہ ایک بڑے چبوترے پر بیٹھا تھا جس پر فرش بچھا ہوا تھا اور پاس ہی شہر کا قاضی سالار اور شہر کا خطیب جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا بیٹھے ہوئے تھے دائیں بائیں فوج کے افسر تھے اور اُس کے سر پر مسلح آدمی کھڑے تھے سامنے سے لشکر گزرتا جاتا تھا۔

فوجی سپاہیوں کے کرتب، دلاوری اور بہادری کے مظاہرے

اس جگہ بہت سی کمانیں پڑی تھیں جو تیر اندازی کا کمال دکھانا چاہتا وہ اپنی طاقت کے مطابق کسی کمان کو ہاتھ میں لے کر کھینچتا اور اگر اپنی سواری کا کمال دکھانا چاہتا تو ایک چھوٹا نقارہ دیوار میں لگا ہوا تھا۔ وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر اپنا نیزہ اُس میں لگاتا تھا اور چھوٹی سی دیوار پر ایک انگشتری لگی ہوئی تھی اپنا گھوڑا دوڑا کر نیزے کی انی میں پرو کر انگشتری لے جاتا تھا اور ایک گیند بھی پڑا تھی سوار گھوڑا دوڑا کر اس پر چوگان لگاتا تھا جس قدر کمال کوئی ان کھیلوں میں دکھاتا تھا اُسی قدر اُس کے عہدے میں ترقی ہوتی تھی۔

شہنشاہ محمد تغلق کی سلک ملازمت میں داخل ہونے کے لیے اکابر کا ہجوم

جب ہم قطب الملک کے پاس گئے تو اس کو سلام کیا تو اُس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم شہر میں شیخ رکن الدین قریشی کے متعلقین کے ساتھ قیام کریں اور اُن کی یہ عادت تھی کہ وہ بغیر حاکم کی اجازت کے کسی کو اپنے پاس بطور مہمان کے ٹھیرنے نہ دیتے تھے اس شہر میں اور بھی بہت سے بزرگ آئے ہوئے تھے جو بادشاہ کی ملازمت کے لئے دہلی جا رہے تھے ان میں سے خداوند زادہ قوام الدین قاضی ترمذ (مع اپنے

بیٹوں کے) اور اُس کے بھائی عماد الدین و ضیاء الدین و برہان الدین اور مبارک شاہ سمرقند کا ایک رئیس اور ارن بغا بخارا کا ایک رئیس اور ملک زادہ جو خداوند زادہ قوام الدین کا بھانجا تھا اور بدر الدین فصال تھے اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کے دوست اور خادم اور متعلقین تھے۔

ملتان پہنچنے کے دو مہینے کے بعد بادشاہ کا ایک حاجب پوشنجی نام اور ملک محمد ہروی کوتوال آئے وہ خداوند زادہ قوام الدین کے استقبال کے لیے آئے تھے، اُن کے ساتھ تین غلام تھے ان کو مخدومہ جہاں بادشاہ کی والدہ نے خداوند زادہ کی زوجہ کے استقبال کے واسطے روانہ کیا تھا یہ لوگ خداوند زادہ اور اُن کی اولاد کے لیے خلعت بھی لاتے تھے۔ میں نے کہا کہ میرا ارادہ اخوند عالم یعنی بادشاہ کی ملازمت کرنے کا ہے۔ بادشاہوں کو یہاں کے لوگ اخوند عالم کہتے ہیں بادشاہ کا یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شخص خراسان کی طرف سے آئے، اور اس کا ارادہ اس ملک میں ٹھیرنے کا نہ ہو تو اُس کو آگے نہ آنے دیں جب میں نے کہا کہ میرا ارادہ اس ملک میں ٹھیرنے کا ہے تو قاضی اور گواہ طلب کئے گئے اور میرے دستخط ایک عہد نامے پر کراتے گئے میرے ساتھیوں میں سے بعض نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور میں نے سفر کی تیاری کی، ملتان سے دہلی چالیس روز کے راستہ پر ہے۔ برابر آبادی چلی جاتی ہے۔

آداب طعام، دسترخوان کی وسعت، رنگا رنگ کھانے

صاحب اور اُس کے ساتھیوں نے خداوند زادہ قوام الدین کی ضیافت کا انتظام ملتان سے کر لیا اور بڑے بڑے باورچی ساتھ لیے یہ حاجب ایک منزل آگے چلتا تھا اور منزل پر پہنچنے سے پہلے خداوند زادہ کے لئے انتظام کھانے کا کر چھوڑتا تھا۔ جس قدر اشخاص کا میں نے ذکر کیا وہ علیحدہ علیحدہ خیموں میں اُترتے تھے لیکن کھانا خداوند کے ساتھ دسترخوان پر کھاتے تھے میں فقط ایک دفعہ اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا تھا اس ترتیب سے کھانا لاتے تھے پہلے روٹیاں لاتے ہیں جو نہایت پتلی چپاتیاں ہوتی ہیں بکری کو بھون لیتے ہیں۔ اور اُس کے چار یا چھ ٹکڑے کر کے ایک ایک آدمی کے سامنے رکھتے ہیں پھر گھی میں تلی ہوئی روٹیاں لاتے ہیں جس کے بیچ میں حلوا صابونیہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور ہر ایک ٹکیا کے اوپر ایک میٹھی روٹی رکھتے تھے جس کو خشتی کہتے ہیں اور اُس کو آٹے اور شکر اور گھی سے بناتے ہیں پھر ایک چیز لاتے ہیں جس کو سموسہ کہتے ہیں اور وہ قیمہ کیا ہوا گوشت ہوتا ہے اس میں بادام اور جائفل اور پستہ اور پیاز اور گرم مصالحہ ڈال کر پتلی چپاتیوں میں لپیٹ دیتے ہیں اور پھر گھی میں تل لیتے ہیں ہر ایک شخص کے سامنے پانچ یا چار سموسہ رکھتے ہیں پھر چاول گھی میں پکے ہوئے لاتے ہیں اور اُس کے اوپر گھی ہوتا ہے۔

پھر نقیمات[1] القاضی لاتے ہیں اس کو ہاشمی بھی کہتے ہیں۔ پھر قایہ لاتے ہیں۔ حاجب کھانا شروع کرنے سے پہلے دسترخوان پر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ اور سب حاضرین بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں اور تعظیم ان کے ملک میں یہ ہے کہ سر کو رکوع کی طرح نیچے جھکاتے ہیں۔ جب یہ کر چکتے ہیں تو دسترخوان پر بیٹھتے ہیں اور کھانا شروع کرنے سے پہلے چاندی اور سونے اور کانچ کے پیالوں میں مصری اور گلاب کا شربت پیتے ہیں۔ جب شربت پی چکتے ہیں تو حاجب بسم اللہ کہتا ہے اس وقت سب کھانا شروع کرتے ہیں کھانا ختم ہونے پر فقاع[2] کے پیالے آتے ہیں اور جب فقاع پی چکتے ہیں تو پان سپاری آتا ہے۔ جب پان چھالیہ لے چکتے ہیں تو حاجب بسم اللہ کہتا ہے سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جیسی کھانے سے پہلے تعظیم کی تھی اسی طرح پھر کرتے ہیں۔ اور پھر دسترخوان سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

ملتان سے دہلی کی طرف کوچ

شہر ابوہر، آم کی تعریف

ہندوستان کے دوسرے پھل اور میوے

ملتان سے روانہ ہونے کے بعد سب سے پہلے جس شہر میں ہم وارد ہوئے یہ ابوہر[3] تھا۔ یہ بلاد ہند کا پہلا شہر ہے، چھوٹا سا لیکن بہت خوب صورت، ابوہر میں عمارتیں وافر اور انہار و اشجار بکثرت ہیں، ہمارے ہاں کے درختوں میں سے سوا بیر کے اور کوئی درخت نہیں ہوتا۔ یہاں کا بیر ہمارے ملک کے بیر سے بڑا اور نہایت شیریں ہوتا ہے اور مازو کے دانہ کے برابر ہوتا ہے۔

---

[1] یہ وہی چیز معلوم ہوتی ہے جسے حیدرآباد وغیرہ میں "لقمی" کہتے ہیں۔

[2] ایک طرح کی نبیذ، جس سے سرور آتا ہے، نشہ نہیں ہوتا۔

[3] یہ شہر اب وہ نہیں جو پہلے تھا لیکن موجود ہے پاک پٹن اور سرسہ کے راستے پر فیروزپور کی تحصیل فاضلکا میں واقع ہے (رئیس احمد جعفری)

آم، آم کا اچار، کٹھل، کیسرا، و جامن وغیرہ کا ذکر

ہندوستان میں ایک میوہ انبہ ہوتا ہے اُس کا درخت نارنگی کے درخت سے مشابہ ہوتا ہے لیکن اُس سے بڑا اور پتے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ سایہ بھی نہایت گھنا ہوتا ہے لیکن جو شخص اس کے سایہ میں سوتا ہے کسلمند ہو جاتا ہے اور اُس کا پھل آلو بخارے سے بڑا ہوتا ہے۔ پختہ ہونے سے پہلے سبز ہوتا ہے اور جب گر پڑتا ہے۔ تو اُس میں نمک ڈال کر اچار بناتے ہیں اُسی طرح جیسے کہ ہمارے ملک میں لیمو اور کھٹے کا اچار بناتے ہیں۔ ادرک اور مرچ کا بھی اچار بناتے ہیں اور کھانے کے ساتھ کھاتے ہیں اور ہر نوالے کے پیچھے تھوڑا سا اچار کھا لیتے ہیں جب خریف کے موسم میں آم پکتا ہے تو زرد رنگ کا ہو جاتا ہے اور اُس کو سیب کی طرح کھاتے ہیں بعضے اُس کو تراش کر کھاتے ہیں، اور بعض چوستے ہیں اُس میں شیرینی کے ساتھ کچھ ترشی ہوتی ہے گٹھلی بڑی نکلتی ہے اور گٹھلی کو بوتے ہیں تو درخت ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ کھٹے کے بیج بوتے ہیں۔

شکی[1] و برکی (کٹھل) اس کا درخت بڑا ہوتا ہے اور پتے اخروٹ کے پتوں سے مشابہ ہوتے ہیں اور پھل درخت کی جڑ میں لگتا ہے جو پھل زمین کے متصل ہوتا ہے اُس کو برکی کہتے ہیں وہ شیرینی میں زیادہ ہوتا ہے اور ذائقے میں اچھا ہوتا ہے اور جو اُوپر لگتا ہے اُس کو چکی کہتے ہیں۔ اُس کا پھل بڑے کدو کے مشابہ ہوتا ہے اور چھلکا گائے کی کھال کی مانند ہوتا ہے جب خریف کے موسم میں یہ بہت زرد ہو جاتا ہے۔ تو اُس کو توڑتے ہیں اور جب چیرتے ہیں تو ہر ایک دانے میں سو یا دو سو کوئے کھیروں کی شکل کے نکلتے ہیں اور کویوں کے بیچ میں ایک جھلی زرد رنگ کی ہوتی ہے، ہر ایک کوئے میں گٹھلی ہوتی ہے۔ جو باقلہ کے مشابہ ہوتی ہے ان گٹھلیوں کو بھون کر کھاتے ہیں یا پکا کر کھاتے ہیں تو اُس کا مزہ باقلہ کی طرح ہوتا ہے۔ باقلہ اس ملک میں نہیں ہوتا سُرخ مٹی میں ان گٹھلیوں کو دبا دیتے ہیں تو دوسرے سال تک رہ سکتی ہیں یہ میوہ ہندوستان کے نہایت عمدہ میووں میں سے ایک ہے۔

تیندو آبنوس کے درخت کا پھل ہے۔ اُس کا پھل خوبانی کے برابر ہوتا ہے اور رنگ بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ شیریں بہت ہوتا ہے۔

---

[1] یعنی چکی، یعنی کٹھل،

جمو (جامن) اس کا درخت بڑا ہوتا ہے۔ اُس کا پھل زیتون کے پھل کے مشابہ ہوتا ہے لیکن رنگ میں سیاہی مائل ہوتا ہے اور زیتون کی طرح اُس کے اندر ایک گٹھلی ہوتی ہے۔

شیریں نارنج اِس ملک میں بکثرت ہوتا ہے۔ لیکن ترش نارنج بہت کم ہوتا ہے۔ ایک قسم کا شیریں ترش بھی ہوتا ہے وہ مجھے بہت خوش ذائقہ معلوم ہوتا تھا اور میں اسے بڑے شوق سے کھایا کرتا تھا۔

مہوا۔ اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے۔ پتّے اخروٹ کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن سرخی و زردی مائل اُس کا پھل بھی چھوٹے آلو بخارے کی مانند ہوتا ہے۔ اور نہایت شیریں ہوتا ہے اور ہر ایک دانہ کے منہ پر ایک اور چھوٹا دانہ ہوتا ہے۔ جو کشمش کے مشابہ ہوتا ہے اور بیچ میں سے خالی ہوتا ہے اور اُس کا ذائقہ انگور کی مانند ہوتا ہے لیکن زیادہ کھانے سے سر میں درد ہو جاتا ہے خشک کیا ہوا مزہ میں انجیر کی مانند ہوتا ہے۔ اور میں انجیر کی بجائے اُس کو کھایا کرتا تھا۔ انجیر اس ملک میں نہیں ہوتا ہے۔ مہوے کے منہ پر جو دوسرا دانہ ہوتا ہے اُس کو بھی انگور کہتے ہیں۔ انگور ہندوستان میں بہت کم ہوتا ہے۔ دہلی میں اور بعض اور جگہ بھی ہوتا ہے اور مہوے کے سال میں دو دفعہ پھل لگتا ہے۔ اُس کی گٹھلی کا تیل نکالتے ہیں اور چراغوں میں جلاتے ہیں۔

کیسرا (کسیرو) اس کو زمین سے کھود کر نکالتے ہیں قسطل سے مشابہ ہوتا ہے اور نہایت شیریں ہوتا ہے۔

ہمارے ملک کے پھلوں میں سے انار ہندوستان میں بھی ہوتا ہے اور سال میں دو دفعہ پھل دیتا ہے۔ جزیرۃ ذیبۃ المہل (جزائر مالدیپ) میں میں نے دیکھا کہ انار بارہ مہینے پھل دیتا ہے۔

اناج اور غلّہ، ماش، مونگ، لوبیا، موٹھ، کودوں وغیرہ

ہندوستان میں سال میں دو دفعہ فصل ہوتی ہے۔ جب گرمی میں بارش ہوتی ہے تو خریف کی فصل بوتے ہیں اور ساٹھ دن کے بعد اُس کو کاٹ لیتے ہیں۔ خریف کے غلّوں میں غلّہ ہائے ذیل بھی ہوتے ہیں۔ کندرو (کودوں) چینہ۔ شاماخ (یعنی سانوک) جو چینہ سے چھوٹا ہوتا ہے اکثر عابد اور زاہد اور فقیر اور مساکین اُس کو کھاتے ہیں، خود رو بھی ہوتا ہے۔ ایک ہاتھ میں چھاج لے لیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹی چھڑی سے درخت کو جھاڑتے ہیں تو سانوک کے دانے چھاج میں گرتے جاتے

اور یہ دانے بہت چھوٹے ہوتے ہیں دھوپ میں اس کو خشک کرتے ہیں اور کاٹھ کی اوکھلیوں میں کوٹ کر چھلکا علیحدہ کر لیتے ہیں تو سفید دانہ اندر سے نکلتا ہے۔ بھینس کے دودھ میں اس کی کھیر پکاتے ہیں جو اس کی روٹی کی نسبت زیادہ لذیذ ہوتی ہے، میں اکثر کھیر پکا کر کھایا کرتا۔ اور مجھے بڑے مزے کی معلوم ہوتی تھی۔

ماش مٹر کی ایک قسم ہے۔ مونگ یہ ماش کی ایک قسم ہے۔ لیکن شکل میں ذرا لمبی اور رنگ کی سبز ہوتی ہے مونگ اور چاول ملا کر ایک کھانا جس کو کشری (کھچڑی) کہتے ہیں پکاتے ہیں اور اس کو گھی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ کشتری صبح کو بطور نہاری کے کھاتے ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں حریرہ۔ لوبیا یعنی لوبا۔ یہ بھی ایک قسم کا باقلہ ہے۔ موٹھ یہ اناج کندور کی مانند ہوتا ہے لیکن دانہ اس سے چھوٹا اور گھوڑے اور بیلوں کو دانہ کی جگہ دیتے ہیں۔ اور اس کام کے لئے چنا بھی استعمال کرتے ہیں۔ جَو میں طاقت کم ہوتی ہے اور چنے اور موٹھ کا دانہ دلتے ہیں اور پھر پانی میں بھگو کر گھوڑے کو کھلاتے ہیں اور گھوڑے کو خوید سبز کاٹ کر کھلاتے ہیں جس سے وہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ پہلے دس دن اس کو گھی پلاتے ہیں۔ بعضے تین رطل اور بعضے چار رطل اور اس عرصہ میں سواری نہیں لیتے پھر ایک ماہ سبز ماش کھلاتے ہیں۔ یہ سب خریف کے اناج تھے۔ خریف کی فصل بونے کے ساٹھ دن بعد ربیع کے اناج بونے شروع کرتے ہیں جیسے کہ گندم اور نخود مسری اور جَو۔ زمین سب اچھی اور زرخیز ہے۔ چنانچہ چاول سال میں تین دفعہ بوتے ہیں اور چاولوں کی پیدائش سب غلوں سے زیادہ ہوتی ہے تل اور نیشکر بھی خریف کے ساتھ بوتے ہیں۔

ہندو رہزنوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کی داستان

شہر ابوہر سے چل کر ہمارا گزر ایک صحرا میں ہوا جس کی مسافت ایک دن کی ہے اس کے کناروں پر بڑے بڑے پہاڑ تھے اور ان دشوار گذار پہاڑوں میں ہندو رہتے ہیں اور اکثر رہزن ہوتے ہیں ہندوؤں میں سے اکثر رعیت ہیں جو بادشاہ کی حمایت میں دیہات میں بستے ہیں ان کا حاکم مسلمان ہوتا ہے اس حاکم کا افسر عامل یا جاگیر دار ہوتا ہے جس کی جاگیر میں وہ شہر یا گاؤں ہوتا ہے بعضے ہندو نافرمان ہوتے ہیں جو بادشاہ سے لڑتے رہتے ہیں اور یہ یا تو پہاڑوں میں رہتے ہیں اور یا رہزنی کرتے ہیں جب ہم ابوہر سے چلے دوسرے لوگ تو صبح ہی صبح چل دیے اور میں اور چند آدمی دوپہر تک وہیں رہے۔ اور دوپہر کے بعد وہاں سے چلے۔ ہم بائیس سوار تھے۔ جن میں عربی اور عجمی دونوں تھے ہم پر اسی ہندوؤں اور دو سواروں نے حملہ کیا۔ میرے ہمراہی سب کے سب اچھے جوان اور بہادر تھے

خوب لڑائی ہوئی ہم نے بارہ آدمیوں اور ایک سوار کو قتل کیا اور اس کا گھوڑا پکڑ لیا مجھے اور میرے گھوڑے کو تیر کا زخم لگا لیکن خدا نے بچا لیا کیونکہ ان کے تیر بہت کمزور ہوتے ہیں ہم میں سے ایک کا گھوڑا زخمی ہوا اس کو ہم نے مقتول کا گھوڑا دے دیا اور زخمی گھوڑے کو ذبح کر لیا جو ترک ہمارے ساتھ تھے وہ اس کو کھا گئے اور مقتولوں کے سر کاٹ کر ہم ابی بکھر کے قلعہ میں لے گئے اور وہاں فصیل پر لٹکا دیے ابی بکھر ہم آدھی رات کو پہنچے اور اس سے سفر کر کے دو دن بعد اجودھن میں داخل ہو گئے۔

اجودھن یعنی پاک پٹن

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا شہر

اجودھن[1] یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہ شہر شیخ فریدالدین بدایونی کا ہے شیخ برہان الدین اعرج نے چلتے وقت کہا تھا کہ تیری ملاقات شیخ فریدالدین سے ہوگی چنانچہ خدا کا شکر ہے کہ میں ان سے ملا۔ وہ بادشاہ ہند کے پیر ہیں اور اس نے ان کو یہ شہر انعام میں بخشا ہے، شیخ پر وہم بدرجہ غایت غالب ہے یہاں تک کہ نہ کسی سے مصافحہ کرتے ہیں، نہ کسی کے قریب ہوتے ہیں اگر ان کا کپڑا کسی کے کپڑے سے مس ہو جاتا ہے تو اسے دھو ڈالتے ہیں۔ میں ان کی خانقاہ میں گیا اور ان سے ملاقات کر کے شیخ برہان الدین کا سلام ان کو پہنچایا یہ سن کر انہوں نے تعجب کیا اور کہا کسی اور کو سلام کہا ہوگا۔ ان کے دونوں بیٹوں سے میں نے ملاقات کی دونوں عالم و فاضل تھے ایک کا نام معزالدین تھا۔ اور دوسرے کا نام علم الدین۔ معزالدین بڑا

---

[1] پاک پٹن شریف کا قدیم نام اجودھن ہے، پہلے اس کا نام "پٹن فرید" پڑا، پھر شہنشاہ اکبر نے اسے "پاک پٹن" کا نام دیا۔ بہت بڑی زیارت گاہ ہے، ہر سال عرس میں لاکھوں آدمی شریک ہوتے ہیں یہ منٹگمری کے ضلع میں ہے۔

[2] یہ ابن بطوطہ کا سہو ہے درحقیقت وہ حضرت شیخ علاءالدین موج دریا سے ملا تھا۔ جو بابا فرید شکر گنج کے پوتے اور شہنشاہ محمد تغلق کے مرشد تھے، معزالدین اور علم الدین انہی کے صاحبزادے تھے۔

اور اپنے باپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوا تھا ان کے دادا شیخ فریدالدین بدایونی کی قبر کی بھی میں نے زیارت کی، بدایوںؒ سنبھل کے علاقہ میں ایک شہر ہے جب میں اِس شہر سے رخصت ہونے لگا تو علم الدین نے کہا آپ میرے والد سے مل لیں۔ وہ اُس وقت سب سے اونچی چھت پر تھے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ایک بڑا عمامہ باندھا ہوا تھا اور اُس کا شملہ ایک طرف لٹکا ہوا تھا انہوں نے میرے واسطے دعا کی اور میرے پاس مصری اور شکر ہدیہ بھیجی۔

ستی کی رسم کا دِل خراش منظر، میں بیہوش ہوگیا

میں شیخ صاحب کی زیارت سے واپس آتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ہمارے خیمہ گاہ کی جانب سے بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں اور اُن میں بعضے ہمارے آدمی بھی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ایک ہندو مر گیا تھا اسے جلانے کے واسطے چتا تیار کی گئی ہے اُس میں اُس کی بیوی بھی ساتھ جلے گی۔ جب وہ دونوں جل چکے تو ہمارے ہمراہی واپس آئے کہتے تھے کہ عورت میت کے ساتھ چمٹ کر جل گئی۔ ایک اور دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک ہندو عورت بناؤ سنگار کئے ہوئے جا رہی تھی اور ہندو مسلمان[1] اُس کے پیچھے پیچھے تھے آگے آگے نوبت بجتی جاتی تھی اور برہمن ساتھ ساتھ تھے چونکہ بادشاہ کا علاقہ تھا اس لیے بادشاہ کی اجازت بغیر وہ جلا نہ سکتے تھے۔ بادشاہ نے جلانے کی اجازت دے دی اُس کے بعد جلایا[2]۔ پھر کچھ مدت کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ میں ایک شہر میں تھا جس کے اکثر باشندے ہندو تھے اور جس کا نام ابری تھا۔ اس کا حاکم سامرہ قوم کا مسلمان تھا۔ اُس کے نواح میں نافرمان ہندو رہتے تھے ایک دفعہ انہوں نے رہزنی کی تو امیر ہندو مسلمانوں کو ساتھ لے کر اُن سے لڑنے گیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور سات ہندو رعیت مارے گئے اُن میں سے تین شادی شدہ تھے، ان کی بیویوں نے ستی ہونے کا ارادہ کیا۔

ستی ہونا ہندوؤں میں واجب نہیں ہے[3]۔ لیکن جو رانڈیں اپنے خاوند کے ساتھ جل جاتی ہیں۔ اُن کا خاندان معزز گنا جاتا ہے اور وہ خود اہل وفا گنی جاتی ہیں۔ اور جو رانڈیں ستی نہیں ہوتیں اُن کو

---

[1] اس رسم کی عظمت نفسیاتی طور پر مسلمانوں کے دل میں بھی جاگزین ہو گئی تھی،

[2] اس وقت تک اس رسم کی ممانعت نہیں ہوئی تھی، یہ کام اکبر نے کیا۔

[3] لیکن بیوہ عورت کی زندگی اس درجہ اجیرن ہو جاتی تھی کہ جل مرنے کے سوا اس کے لئے کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔

موٹے کپڑے پہننے پڑتے ہیں اور طرح طرح کی خواری میں زندگی بسر کرنا پڑتی ہے۔ اور اُن کو اہلِ وفا بھی نہیں سمجھتے[1] لیکن کسی کو ستی ہونے پر مجبور نہیں کیا جاتا[2]۔ جن تین بیواؤں نے ستی ہونے کا ارادہ کیا تھا وہ تین دن پہلے گانے بجانے اور کھانے میں مشغول ہو گئیں۔ اُن کے پاس ہر طرف سے عورتیں آتی تھیں اور چوتھے دن صبح کو اُن کے پاس ایک ایک گھوڑا لائے اور ہر بیوہ بناؤ سنگار کر کے اور خوشبو لگا کر اُس پر سوار ہوئی اُس کے دائیں ہاتھ میں ناریل تھا۔ جس کو اُچھالتی جاتی تھی اور بائیں ہاتھ میں آئینہ تھا اس میں منہ دیکھتی جاتی تھی۔ برہمن اُس کے گرد جمع تھے اور اُسکے رشتہ دار اُس کے ساتھ تھے آگے آگے نقارے اور نوبت بجتی جاتی تھی ہر ایک ہندو اُسے کہتا تھا کہ میرا سلام میرے ماں باپ یا بھائی یا دوست کو کہنا اور وہ کہتی تھی اچھا اور ہنستی جاتی تھی[3]۔

میں بھی اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر اُن کے جلنے کی کیفیت دیکھنے گیا۔ ہم اُن کے ساتھ تین کوس گئے اور ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی بکثرت تھا اور درختوں کی کثرت سے اندھیرا ہو رہا تھا بیچ میں چار گنبد تھے۔ ہر گنبد میں ایک ایک بت تھا۔ اور گنبد کے بیچ میں پانی کا حوض تھا۔ اُس پر درختوں کے سایہ کے سبب سے دھوپ نہ پڑتی تھی۔ تاریکی میں یہ جگہ گویا جہنم کا ٹکڑا تھا۔ جب یہ عورتیں ان گنبدوں کے پاس پہنچیں تو حوض میں اُتر کر اُنھوں نے غسل کیا اور حوض میں غوطہ لگایا اور اپنے کپڑے اور زیورات

---

[1] یہی طعنے اسے جل مرنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

[2] ابوالفضل نے ستی کی پانچ صورتیں لکھی ہیں :۔

الف :۔ شوہر کے غم میں عورت بیہوش ہو جاتی ہے، اسی حالت بیہوشی میں رشتے دار اسے نذرِ آتش کر دیتے تھے۔

ب :۔ شوہر سے غیر معمولی محبت کے باعث ارادۃً جل مرتی تھی۔

ج :۔ شریف عورت جل مرنا پسند کرتی تھی، کہ عزیزوں اور رشتے داروں کی طنز اور نفرت سے بھری ہوئی آنکھوں اور باتوں کا مقابلہ کرنا اس کے بس میں نہ تھا۔

د :۔ رسم و رواج کے باعث جل مرنے پر مجبور تھی۔

ہ :۔ خاوند کے ورثاء عورت کی رضامندی حاصل کیے بغیر اسے آگ میں جھونک دیتے تھے، اور یہ ساری صورتیں کتنی ظالمانہ اور ننگِ انسانیت تھیں، سنہ ۱۸۲۹ء میں لارڈ بنٹنگ نے از روئے قانون ستی ہونا اور ستی ہونے میں مدد دینا جرم قرار دیا[3] یہ بستی اپنے اندر کتنی آہیں اور بے بسی کے کتنے آنسو پنہاں رکھتی تھی۔

اُتار کر علیٰحدہ رکھ دیے۔ اور انہیں خیرات کر دیا پھر ان کی بجائے ایک موٹی ساڑھی باندھ لی حوض کے پاس ایک نیچی جگہ آگ دہکائی گئی اور جب اُس پر سرسوں کا تیل ڈالا گیا تو وہ شعلہ مارنے لگی۔ پندرہ آدمیوں کے ہاتھ میں لکڑی کے گٹھے بندھے ہوئے تھے اور دس آدمی لکڑیوں کے بڑے بڑے کندھے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے نقارہ اور نفیری والے بیوہ کے انتظار میں کھڑے تھے۔

آگ کو ایک رضائی کی اوٹ میں کر لیا تھا تاکہ عورت کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ ان میں سے ایک عورت نے رضائی کو زبردستی ان لوگوں کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا کیا میں نہیں جانتی یہ آگ ہے۔ مجھے ڈراتے ہو پھر اُس نے آگ کی طرف ڈنڈوت کی اور اپنے تئیں ڈال دیا۔ اُس وقت نقارے اور نفیریاں بجنی شروع ہوئیں۔ لوگوں نے پتلی لکڑیاں جو ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے آگ میں ڈالنا شروع کیں اور اُس کے اوپر بڑے بڑے کندے ڈال دیے تاکہ وہ عورت حرکت نہ کر سکے۔ حاضرین نے بھی نہایت شور کیا۔

میں یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا اور گھوڑے سے گرنے کو تھا کہ مجھے میرے دوستوں نے سنبھال لیا اور میرا منہ پانی سے دھلوایا۔ میں وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی طرح ہندو اپنے تئیں دریا میں غرق کر دیتے ہیں۔ اکثر دریائے گنگا میں ڈوب جاتے ہیں۔ گنگا کی طرف ہندو یاترا کے لیے جاتے ہیں اور اپنے مُردوں کی راکھ بھی اُس میں ڈالتے ہیں۔ اُن کا گمان ہے کہ اس دریا کا منبع بہشت ہے جب کوئی شخص اپنے تئیں دریا میں ڈبو دیتا ہے۔ تو حاضرین سے کہہ دیتا ہے۔ کہ میں کسی دنیاوی تکلیف سے یا افلاس کے سبب ایسا نہیں کرتا، بلکہ اپنے کُسائی (گسائیں) کی رضامندی کے لئے کرتا ہوں۔ گسائیں ان کی زبان میں خدا کا نام ہے۔ جب وہ شخص ڈوب کر مر جاتا۔ تو اُس کو نکال کر جلاتے ہیں، اور اُس کی راکھ دریائے گنگا میں ڈال دیتے ہیں۔

شہر سرسہ میں داخلہ

اجودھن سے چل کر ہم سُرستی (سرسہ) پہنچے یہ بڑا شہر ہے یہاں چاول بکثرت ہوتے ہیں۔ اور اچھے بھی ہوتے ہیں، اور دہلی بھیجے جاتے ہیں اس شہر کا محاصل بھی بہت ہے۔ حاجب شمس الدین بوشنجی نے مجھے تعداد بتلائی تھی یاد نہیں رہی۔

یہ شہر دریائے سرستی کے کنارے واقع تھا۔ اسی لئے سرستی کہلانے لگا، رفتہ رفتہ سرسہ بن گیا صوبہ دار کا مرکز بھی یہی شہر تھا، پھر ابھی تک فیروز شاہ کا بسایا ہوا شہر حصار عالم وجود میں نہیں آیا تھا۔

شہر ہانسی، وہاں کی خوبصورت عمارتیں اور اونچی فصیل

پھر سرسے ہم ہانسی گئے۔ یہ ایک خوب صورت اور مضبوط شہر ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں ہیں فصیل بھی اونچی ہے کہتے ہیں کہ ایک ہندو راجا تورا نے اسے بنایا تھا اور اُس راجہ کے متعلق لوگ بہت سی حکایات بیان کرتے ہیں۔ قاضی کمال الدین صدر جہاں قاضی القضاۃ ہندوستان اور اُس کا بھائی قطلو خاں بادشاہ کا اُستاد اور اُن کا بھائی شمس الدین جو ہجرت کر کے مکہ چلا گیا تھا، اور وہاں ہی مر گیا تھا۔ اس شہر کے رہنے والے ہیں۔[1]

مسعود آباد اور پالم میں ہمارا داخلہ

پھر ہم دو دن کے بعد مسعود آباد پہنچے یہ شہر دہلی سے دس کوس ہے۔ یہاں تین دن قیام کیا، ہانسی اور مسعود آباد دونوں ملک ہوشنگ ابن ملک کمال گرگ[2] کی جاگیریں ہیں۔ جب ہم پہنچے تو بادشاہ دارالخلافہ میں نہ تھے اور قنوج کی طرف گئے ہوئے تھے۔ قنوج دہلی سے دس منزل ہے۔ دہلی میں بادشاہ کی والدہ مخدومہ جہاں اور وزیر احمد بن ایاز رومی خواجہ جہاں[3] موجود تھے۔ وزیر نے ہم میں سے ہر ایک کے لئے اُسی کے مذاق اور مرتبہ کے مطابق آدمی استقبال کے لئے بھیجا میرے استقبال کو شیخ بسطامی اور شریف مازندانی جو پردیسیوں کا حاجب ہے اور فقیہ علاء الدین قنرہ ملتانی آئے، وزیر نے ہمارے آنے کی خبر سلطان کو دی اور ڈاک بھی بھیجی تیسرے دن اُس کے پاس جواب آگیا۔ اور اسی لئے تین دن ہمیں مسعود آباد میں ٹھیرنا پڑا اور تین دن کے بعد ہمارے استقبال کو قاضی اور فقیہ اور مشائخ اور اُمرا آئے مصر میں جن لوگوں کو امیر کہتے ہیں اس ملک میں ملک کہتے ہیں اور شیخ ظہیر الدین زنجانی بھی آئے وہ سلطان کے نہایت معزز مقرب ہیں۔ پھر ہم مسعود آباد سے چل کر ایک گاؤں کے قریب ٹھیرے جس کو پالم[4] کہتے ہیں یہ گاؤں سید شریف ناصر الدین مطہر اوہری کی جاگیر میں ہے جو سلطان کے ندیموں میں سے ہیں اور بادشاہ کی سخاوت سے بہت کچھ بہرہ مند ہوتے ہیں۔

---

[1] ضلع حصار میں اب یہ مقام ایک تحصیل کا صدر مقام رہ گیا ہے [2] ایک نومسلم جو حضرت نظام الدین اولیا کا مرید باصفا تھا [3] الذہب۔ [4] دہلی سے بارہ میل کے فاصلہ پر نجف گڑھ کے قریب اب بھی اس کے کھنڈر موجود ہیں۔

[4] تحصیل دہلی میں یہ گاؤں شامل ہے دہلی ریواڑی جاتے ہوئے پہلا اسٹیشن ہے، اب یہاں ہوائی اڈہ بن گیا ہے، جو دہلی کی سب سے بڑی طیران گاہ ہے۔

دہلی

شہر کی وسعت، استحکام، فصیلیں اور انبار خانے

دوپہر کے وقت ہم دہلی پہنچے، یہ عظیم الشان شہر عمارات کی خوب صورتی اور مضبوطی ہر اعتبار
سے بے مثل ہے، اُس کی فصیل ایسی مضبوط ہے کہ دنیا بھر میں اُس کی نظیر نہیں سارے مشرق میں کوئی
شہر اس کا ہم پلّہ نہیں، بڑا فراخ شہر ہے اور سب آباد ہے۔ اصل میں چار شہر ہیں جو ایک دوسرے
سے متصل واقع ہیں۔(۱) دہلی جو ہندوؤں کے وقت کا قدیم شہر ہے۔ یہ ۵۸۴ھ میں فتح ہوا تھا۔
(۲) دوسرا شہر سیری ہے اس کو دار الخلافہ بھی کہتے ہیں یہ شہر بادشاہ نے غیاث الدین ... مستنصر
عباسی کے پوتے کو دے دیا تھا۔ جب وہ دہلی میں مقیم تھا۔ سلطان علاء الدین اور قطب الدین ... شہر
میں رہتے تھے۔ (۳) تیسرا شہر تغلق آباد ہے اس کو بادشاہ کے باپ غیاث الدین تغلق شاہ نے آباد کیا تھا۔
غیاث الدین ایک روز سلطان قطب الدین خلجی کی ملازمت میں کھڑا تھا اس وقت اس نے عرض کی کہ اے
خداوند عالم اس جگہ ایک نیا شہر بنانا چاہیئے، بادشاہ نے طنز سے کہا کہ تو بادشاہ ہو جاوے تو یہاں شہر
بنوا لیجیو۔ جب وہ تقدیر خدا سے بادشاہ ہو گیا تو اُس نے یہ شہر آباد کیا۔ اور اپنے نام پر اس کا نام

پرانی دلّی بہت قدیم ہے، کوروں اور پانڈوں کے زمانہ کی پھر ہر ہندو مسلم بادشاہ کے وقت اس کی توسیع ہوتی
رہی یا اس کے پہلو بہ پہلو دوسرا شہر اسی نام سے بستا رہا مسلمانوں نے جب دلی کو فتح کیا، تو یہ رائے پتھورا
کی توسیع کردہ دلّی تھی، جس میں لال کوٹ بھی شامل تھا۔

سیری، یہ شہر سلطان علاؤالدین خلجی کا تعمیر کیا ہوا تھا۔ نشانات اب تک باقی ہیں۔

خلافت اسلامیہ سے شہنشاہ تغلق کی والہانہ عقیدت کی یہ کیسی عجیب و غریب اور نادر مثال ہے۔

شہنشاہ علاء الدین خلجی اپنے وقت کا سکندر، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔

قطب الدین خلجی، علاء الدین کا نالائق اور ننگ خاندان بیٹا جس پر خلجی خاندان ختم ہو گیا۔

کسی تاریخ سے اس روایت کی تصدیق نہیں ہوتی۔

تغلق آباد رکھا۔ (۴) چوتھا شہر جہاں پناہ ہے اس میں سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ حال رہتا ہے اس نے اس شہر کو آباد کیا ہے۔[1] بادشاہ کا ارادہ تھا کہ چاروں شہروں کو ملا کر ایک فصیل اُن کے گرد دے اور بنانی شروع بھی کی تھی۔ لیکن خرچ زیادہ دیکھ کر ادھوری چھوڑ دی شہر کی فصیل تمام دنیا میں بے نظیر ہے۔ اس کا عرض گیارہ ہاتھ ہے۔ اُس میں کوٹھریاں اور مکانات بنے ہوئے ہیں جن میں اور دروازوں کے محافظ رہتے ہیں اور غلے کے کھتے بھی جن کو انبار کہتے ہیں فصیل میں بنے ہوئے منجنیق اور لڑائی کے سامان و رعادات[2] بھی ان ہی گوداموں میں رکھے جاتے ہیں، غلہ بھی اُن ہی میں جمع ہیں۔ یہ غلہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہتا ہے اور رنگ بھی نہیں بدلتا۔[3] میرے سامنے ان گوداموں میں چاول نکالے گئے۔ اُن کا رنگ اوپر سے سیاہ ہو گیا تھا لیکن مزہ میں کچھ فرق نہ آیا تھا۔ مکی یا جوار بھی نکال رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہ بلبن کے وقت جس کو نوّے سال ہوئے ہیں یہ غلے بھرے گئے تھے[4] کے اوپر کئی سوار اور پیادے تمام شہر کے گرد گھوم سکتے ہیں۔ شہر کے اندر کی طرف گوداموں میں تابدان جن سے روشنی آتی ہے، فصیل کے نیچے کا حصّہ پتھر سے بنا ہوا ہے اور اوپر کا حصّہ پختہ اینٹوں کا۔ برج قریب میں بہت اور قریب قریب ہیں۔ شہر کے اٹھائیس دروازے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: بدایوں دروازہ جو ایک بڑا دروازہ ہے، شہر بدایوں کے نام سے مشہور ہے۔ مندوی دروازہ جس کے باہر کھیت ہیں گل دروازہ جس کے باہر باغ ہیں اور نجیب دروازہ اور کمال دروازہ کسی شخص کے نام پر ہیں۔ غزنی دروازہ جس کے باہر عیدگاہ اور بعض قبرستان ہیں۔ اور پالم دروازہ جو پالم گاؤں کی طرف اور بجالصہ دروازہ جس کے باہر دہلی کے کل قبرستان ہیں۔ قبرستان خوب صورت ہیں ہر ایک قبر پر قبہ نہیں تو محراب ضرور ہوتی ہے اور بیچ میں گل شبو اور رائے بیل اور گل نسرین اور قسم قسم کی پھلواری ہوتی ہے۔

---

[1] یہ شاندار شہر غیاث الدین تغلق کی اولوالعزمی کا شاہکار تھا، اب تک اس کے کھنڈر باقی ہیں، یہیں غیاث الدین تغلق کا مقبرہ ہے، سلطان محمد تغلق کا انتقال ٹھٹھہ میں ہوا تھا، وہاں سے اس کی لاش لا کر باپ کے پہلو میں دفن کی گئی۔ ا۔

[2] ایک قسم کی منجنیق، صحیح لفظ عرادۃ ہے۔

[3] اس غیر سائنسی زمانے میں اتنے عرصہ تک اناج کا بغیر کسی خرابی کے محفوظ رکھنا ایک کرشمہ تھا۔

[4] تقریباً ایک صدی کی مدت تک اناج کو اس طرح محفوظ رکھنا، جہاں بیدار مغزی کی دلیل ہے وہاں حسن انتظام کی بھی ہے۔

مسجد قوت الاسلام اور قطب مینار

دلی کی عمارتیں، شمسی حوض، مزارات و مقابر کا بیان

دہلی کی جامع مسجد[1] بڑی وسیع ہے۔ اس کی دیواریں اور چھتیں اور فرش ہر ایک چیز تراشی ہوئی سفید پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ جس کو سیسہ لگا کر جوڑ لگایا ہے اور لکڑی کا کہیں نام نہیں اس میں تیرہ گنبد ہیں جو پتھر کے ہیں۔ اور ممبر بھی پتھر کا ہے۔ چار صحن ہیں اور اس کے وسط میں ایک لاٹ[2] ہے معلوم نہیں کس دھات کی بنی ہوئی ہے۔ کسی نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ ہفت جوش یعنی سات دھاتوں کو جوش دیکر ان سے یہ لاٹ بنائی گئی ہے۔ کسی نے اس لاٹ میں سے انگل بھر ٹکڑا تراشا ہے وہ جگہ نہایت چکنی ہے۔ لوہا اس میں اثر نہیں کرتا۔ اس کا طول تیس ہاتھ کا ہے۔ جو میں نے اپنی پگڑی سے ناپا تھا۔ مسجد کے مشرقی دروازے کے باہر دو بڑے بڑے برنجی بت پتھر میں جڑے ہوئے پڑے ہیں آیند و روند ان پر پاؤں رکھ کر جاتے ہیں۔ یہاں پہلے بت خانہ تھا۔ جب دہلی فتح ہوئی تو بت خانہ کی جگہ یہ مسجد تیار کی گئی۔ مسجد کے شمالی صحن میں ایک صومعہ (مینار[3]) ہے جس کی نظیر اسلام کے کسی ملک میں نہیں۔ یہ مینار سرخ پتھر

---

[1] اس مسجد کا نام "قوت الاسلام" ہے یہاں پہلے پرتھوی راج کا بت خانہ تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۸۹ھ میں دلی فتح کی اور اپنے غلام قطب الدین ایبک کو جو اس کا سالار بھی تھا وہاں کا حاکم مقرر کیا اور اس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ جس کی تعمیل ہوئی۔ یہ واقعہ ۵۹۱ھ کا ہے۔ بعد ازاں شمس الدین التمش نے ۶۲۷ھ میں تین تین روَ کے دو درجے اور تعمیر کیے۔ یہ مسجد دنیا کے عجائبات میں سے ہے جو اپنی وسعت اور خوبصورتی کے باعث دنیا بھر میں بے مثل ہے اقبالؒ نے اس کا بڑا دردناک مرثیہ لکھا ہے۔

[2] یہ خالص لوہے کی لاٹ ہے لیکن کمال یہ ہے کہ اب تک زنگ آلود نہیں ہوئی۔ حالانکہ ڈیڑھ ہزار سال کی مدت گزر چکی ہے یہ بکرماجیت کا بت تھا۔ سلطان بادشاہ انہی مندروں کو مسجدوں میں تبدیل کرتے تھے، جو سازش کدے۔ مذہب کی آڑ میں۔ ہوتے تھے۔

[3] یہ دنیا کا بے مثل مینار قطب الدین ایبک نے مؤذنہ کے طور پر بنوایا تھا کہ ہر جمعہ کو یہاں سے صدائے تکبیر گونجا کرے یہ بھی شہاب الدین غوری کے حسب الحکم بنا تھا۔ اسکی تکمیل غوری کے دوسرے غلام شمس الدین التمش نے کی، اسکی بلندی ۲۳۸ فٹ ہے سیڑھیاں ۳۷۸، مسجد قوت الاسلام اور قطب مینار اور دہلی کی دوسری تاریخی عمارتوں کا ذکر تفصیل سے سرسید کی آثار الصنادید اور ڈپٹی نذیر احمد کے خلف الصدق بشیر الدین احمد کی "تاریخ سلطنت دہلی" میں موجود ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور اس کا اوپر کا چتر خالص سنگ مرمر کا ہے۔ اور لٹو زر خالص کے ہیں۔ اور اندر سے اس کا زینہ اس قدر چوڑا ہے کہ اس پر ہاتھی چڑھ جاتا ہے۔ ایک ثقہ آدمی نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ جب یہ مینار بنایا جاتا تھا تو میں نے ہاتھیوں کو اس کے اوپر پتھر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے اس مینار کو معزالدین[1] بن ناصرالدین بن التمش نے بنوایا تھا اور قطب الدین نے ارادہ کیا تھا کہ غربی صحن میں ایک اور مینار بنواوے جو اس مینار سے بہت بڑا اور اونچا ہو اور ایک تہائی کے قریب اس نے بنوایا تھا کہ وہ مارا گیا اور سلطان محمد تغلق نے تکمیل کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر فال بد سمجھ کر ارادہ سے باز رہا۔ ورنہ یہ مینار دنیا کے عجائبات میں سے ہوتا یہ اندر سے اس قدر چوڑا ہے کہ تین ہاتھی برابر اس میں اوپر چڑھ سکتے ہیں اور تہائی اس قدر بلند ہے جس قدر صحن شمالی کا کل مینار۔ میں ایک دفعہ اس پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ شہر کے اونچے اونچے گھر اور فصیل باوجود بلندی کے چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے تھے اور اس کی جڑ میں کھڑے ہوئے آدمی چھوٹے بچے معلوم ہوتے تھے نیچے سے کھڑے ہو کر دیکھنے سے یہ مینار بسبب کلانی اور وسعت کے کم اونچا معلوم ہوتا ہے۔ سلطان قطب الدین خلجی نے ارادہ کیا تھا کہ سیری میں ایک ایسی مسجد تعمیر شروع کرے لیکن فقط ایک دیوار اور محراب کے سوا نہ بنا سکا۔ اس نے سفید اور سرخ اور سبز و سیاہ پتھروں کی تعمیر شروع کی تھی۔ اگر بن جاتی تو ایسی مسجد کسی ملک میں نہ ہوتی۔ سلطان محمد تغلق نے اسے بنانے کا ارادہ کیا۔ اور معماروں اور کاریگروں سے اندازہ کرایا تو معلوم ہوا کہ ۳۵ لاکھ روپے لگے گا۔ خرچ کثیر دیکھ کر ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن بادشاہ کا ایک مصاحب کہتا تھا کہ فال بد کے سبب اس نے بنانا شروع نہیں کیا۔ کیونکہ قطب الدین اس کے شروع کرتے ہی مارا گیا تھا۔

حوض شمسی، علائی حوض، طرب آباد، اور وہاں بلی مسجد اور نماز

دہلی کے باہر ایک حوض ہے جو سلطان شمس الدین التمش کی طرف منسوب ہے اہل شہر اس کا پانی پیتے ہیں اور شہر کی عیدگاہ بھی اسی کے قریب ہے اس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے طول اس کا دو میل اور عرض ایک میل کے قریب ہے[2]۔ اس کے غربی طرف عیدگاہ کی جانب پتھر کے گھاٹ بنے ہوئے ہیں جو چبوترہ

---

[1] معزالدین کیقباد اور معزالدین بن سام میں ابن بطوطہ امتیاز نہ کر سکا۔

[2] اس تالاب کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اب بھی یہ ۲۷۶ بیگھہ پختہ میں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مزار پر انوار بھی اس حوض کے کنارے واقع ہے۔ یہ پورا حوض سنگ سرخ سے بنا تھا۔

محل میں ہے اور کئی چبوترے نیچے اوپر بنے ہوئے ہیں۔ چبوتروں سے پانی تک سیڑھیاں ہیں اور ہر ایک چبوترہ کے کونے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں تماشائی بیٹھ کر سیر کرتے ہیں اور حوض کے وسط میں بھی منقش پتھروں کا گنبد بنا ہوا ہے یہ گنبد دو منزلہ ہے۔ جب تالاب میں پانی بہت ہوتا ہے تو کشتیوں میں بیٹھ کر اس گنبد تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب پانی تھوڑا ہوتا ہے تو ویسے ہی چلے جاتے ہیں اس کے اندر ایک مسجد ہے زاہد اور متوکل وہاں جا کر رہتے ہیں۔ جب حوض کے کنارے سوکھ جاتے ہیں تو ان میں نیشکر اور ککڑی اور کھیرے تربوز اور خربوزے بو دیتے ہیں۔ خربوزہ چھوٹا لیکن نہایت شیریں ہوتا ہے۔ دہلی اور دارالخلافہ کے درمیان ایک اور حوض ہے جس کو حوض خاص کہتے ہیں۔ یہ حوض حوض شمسی سے بھی بڑا ہے اور اس کے کناروں پر چالیس کے قریب گنبد ہیں اس کے گرد اہل طرب رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے اسے طرب آباد کہتے ہیں یہاں اہل طرب کا ایک بازار ہے جو بہت بڑا ہے اور اس میں ایک مسجد جامع بھی ہے[۱] سوا اس کے اور مسجدیں بھی ہیں۔ کہتے ہیں گانے بجانے والی عورتیں جو اس محلہ میں رہتی ہیں رمضان شریف میں تراویح کی نماز جماعت سے پڑھتی ہیں اور ان کے امام مقرر ہیں عورتیں تعداد میں بہت ہیں اور ڈوم ڈھاڑی بھی بہت ہیں میں نے امیر سیف الدین ابن مہنی کی شادی میں دیکھا کہ جونہی اذان ہوئی ہر ایک ڈوم وضو کر کے اور مصلی بچھا کر نماز پر کھڑا ہو گیا[۲]

دہلی میں اہل اللہ کے مزارات

دہلی کے علماء و صلحا اور ارباب فضل و کمال

یہاں کے مزارات میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مزار

---

[۱] سلطان علاؤ الدین خلجی کا تعمیر کردہ ہے پھر بعد میں فیروز شاہ نے اس کی مرمت کرائی۔
[۲] مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے"! شاید غالب نے اسی موقع کے لئے کہا تھا۔
ارباب نشاط اور اہل طرب بھی اس زمانے میں سر تا سر آلودۂ معصیت نہ تھے۔

پُر انوار بابرکت مشہدﷺ ہے اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ کاکی یوں مشہور ہوئے کہ ان کے متروض یا مفلس آتا اور قرض اور افلاس کی شکایت کرتا۔ یا کوئی ایسا شخص آتا جس کی بیٹی جوان شادی کا سامان اس کے پاس نہ ہوتا تو خواجہ صاحب ان کو ایک کاک سونے یا چاندی کی دے تھے۔ دوسرا مزار فقیہ نورالدین کرلانی کا ہے۔ تیسرا فقیہ علاؤ الدین کرمانی کا یہ مزار ظاہر البرکت اور ہے۔ یہ عیدگاہ کی پشت کی طرف ہے۔ یہاں اور بھی بہت سے اولیاء کے مزار ہیں۔

دہلی کے علماء زندہ میں شیخ محمودؒ کبا ہیں یہ بڑے بزرگ ہیں لوگوں کا خیال ہے غیب حاصل ہے کیونکہ خرچ بہت کرتے ہیں۔ اور آمدنی کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں۔ ہر مسا دیتے ہیں اور روپیہ اور اشرفی اور کپڑے تقسیم کرتے ہیں۔ صاحب کرامات بزرگ ہیں۔ آپ کی زبان زد عام ہیں۔ میں نے کئی بار زیارت کی اور فیض حاصل کیا۔

شیخ علاؤ الدینؒ نیلی ایک بزرگ ہیں شیخ نظام الدین بدایونی کے خلیفہ ہیں ہر جمعہ کو و

ؒ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین حق پرست پر بیعت کی تھی، اور انہی کے ایما پر دہلی آکر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینے لگے۔

کاک کے معنی ٹکیہ کے ہیں، اور یہاں سے اب تک جو تبرک ملتا ہے وہ یہی "کاک" ہے،

مشہور ہے کہ آپ کی بیوی ایک بقال سے قرض لیا کرتی تھیں ایک دفعہ اس کی بیوی نے طعنہ دیا، آپ نے لیا کرو۔ جب ضرورت ہو تو طاقچہ میں ہاتھ ڈال کر کاک لے لیا کرو، چنانچہ جب ہاتھ ڈالتیں گرما گرم کاک برآمد ہوتی

اس مزار کی چار دیواری شیر شاہ سوری نے کھنچوائی تھی۔ پھر سنگ مرمر کی پوری عمارت فرخ سیر شہنشاہ ہند نے ستمبر ۱۹۴۷ء میں جب دلی مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بنی تو یہ درگاہ بھی محفوظ نہ رہی، اور اس کی بے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ اپنی قوم کی اس حرکت پر گاندھی جی بہت ملول ہوئے اور انہوں نے مرن بر تب جا کر اس کی مرمت کی گئی، پھر جب عرس ہوا تو اس میں شرکت کے لئے بھی گاندھی جی پہونچے،

حضرت کا انتقال اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ قوال نے مجلس میں یہ شعر گایا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ❊ ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اس پر حال طاری ہوا، اور آپ نے جان، جانِ آفریں کو سونپ دی!

ؔ ہو سکتا ہے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی ہوں

ؔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے صوبہ اودھ کے رہنے والے تھے۔

سامع ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں اور سر منڈوا کر صاحب وجد ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ یہ
وعظ کر رہے تھے میں بھی حاضر تھا۔ قاری نے کلام اللہ کی یہ آیت پڑھی۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

شیخ نے اس کو دوبارہ پڑھوایا تو ایک فقیر نے مسجد کے گوشہ سے چیخ ماری۔ شیخ صاحب نے
کو پھر پڑھوایا۔ فقیر نے ایک اور چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا۔ میں نے اس کے جنازے کی نماز

ایک بلند پایہ عالم صدر الدین کہرانی ہیں۔ صایم الدہر اور قائم اللیل، دنیا کو بالکل ترک کر چکے
پاس فقط ایک کمبل، بادشاہ اور امیر زیارت کو آتے ہیں مگر یہ چھپتے پھرتے ہیں۔ ایک دفعہ بادشاہ
خواست کی کہ لنگر کے خرچ کے واسطے کچھ دیہات قبول کر لیں لیکن شیخ نے انکار کیا۔ ایک دفعہ
شاہ زیارت کے لئے آیا اور دس ہزار دینار نذر کیے۔ شیخ نے قبول نہ کیے۔ یہ بزرگ تین دن
پہلے روزہ نہیں کھولتے۔ ان سے کسی نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں
تک مضطر نہیں ہوتا روزہ نہیں کھولتا مضطر کو مردار بھی حلال ہے[1]۔

ایک اور بزرگ امام صالح یگانۂ عصر فرید دہر کمال الدین عبد اللہ غاری ہیں۔ آپ
نظام الدین بدایونی کی خانقاہ کے پاس ایک غار میں رہتے ہیں میں نے تین دفعہ غار میں آپ کی
ت کی۔ کرامت جو میں نے دیکھی وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میرا ایک غلام بھاگ گیا۔ میں نے اسے ایک
کے پاس دیکھا اور واپس لینا چاہا۔ شیخ نے منع کیا کہ یہ غلام تیرے لائق نہیں جانے دے۔
نکہ وہ ترک مجھ سے مصالحت کرنا چاہتا تھا سو دینار لے کر میں غلام سے دستبردار ہو گیا۔ چھ
نے کے بعد میں نے سنا کہ اس نے اپنے آقا کو قتل کر ڈالا۔ اس کو بادشاہ کے پاس پکڑ کر لائے۔ بادشاہ
نے ترک کے بیٹوں کے حوالہ کر دیا کہ اپنا قصاص لیں۔ انہوں نے اسے مار ڈالا۔ یہ کرامت دیکھ کر
شیخ کا معتقد ہو گیا۔ اور دنیا کو ترک کر کے ان کی ملازمت اختیار کی۔ میں نے دیکھا کہ وہ دس دس

---

[1] اشارہ اس آیۂ کریمہ کی طرف ہے "فمن اضطر غیر باغ ولا عاد" (رئیس احمد جعفری)

دن اور بیس بیس دن کا روزہ رکھتے تھے اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتے تھے اور
تک جب تک کہ بادشاہ نے مجھے واپس بلا نہ بھیجا اور میں دنیا کو پھر نہ جا لپٹا ان کی خدمت
خدا خاتمہ بالخیر کرے۔

ابن بطوطہ نے دلی کے صوفیائے کرام کا جو تذکرہ کیا ہے وہ اپنی جگہ پر یقیناً مبنی بر حقیقت
مگر اس پر ضرور حیرت ہے کہ اس نے بعض کا بالکل ذکر نہیں کیا ہے' اور بعض کا بہت تشنہ ذکر
مثلاً سلطان جی یعنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے' اگر
اس کے زمانۂ ورود میں وفات پا چکے تھے ، مگر پھر بھی دلی کے بام و در ا
ذکر گرامی سے گونجا کرتے تھے۔

اسی طرح امیر خسرو کے بارے میں شاید اس کی ناواقفیت حیرت انگیز ہے۔ ا
بھی شاید اس کے زمانۂ آمد میں وفات پا چکے تھے، لیکن ان کے اثرات و نقوش
گہرے تھے کہ دلی کے متعدد سلاطین کی شخصیت پر بلکہ زندگی اور اطوارِ حیات پر
مٹنے والا نقش پڑا تھا، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر ابن بطوطہ خاموش

رئیس احمد جعفری

دلّی پر مسلمانوں کا قبضہ

●

دلّی کے ملوک و سلاطین نامبنام

●

چپّہ چپّہ ہیں یاں گوہر یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

قطب الدین ایبک

جس نے دِلّی فتح کی، قطب مینار تعمیر کیا مسجد قوۃ الاسلام کی بنیاد ڈالی

قاضی القضاۃ علامہ کمال الدین محمد بن برہان الدین الملقب بہ صدر جہاں نے مجھے بتایا کہ دہلی کی فتح سنہ ۵۸۴ھ ہجری میں ہوئی تھی اور مسجد جامع کی محراب میں بھی یہی تاریخ لکھی ہوئی ہے جو میں نے خود پڑھی ہے[1]۔ دہلی کو قطب الدین ایبک نے فتح کیا ہے یہ شخص سلطان شہاب الدین محمد سام غوری[2] بادشاہ غزنی و خراسان کا غلام تھا اور سپہ سالاری کا عہدہ رکھتا تھا۔ اور یہ محمد بن غوری۔ سلطان ابراہیم بن سلطان غازی محمود غزنوی کے ملک پر جس نے ہندوستان کی فتح شروع کی تھی بہ قوت قابض ہو گیا۔ سلطان شہاب الدین نے قطب الدین کو ایک بڑا لشکر دے کر ہندوستان بھیجا۔ اس نے پہلے لاہور فتح کیا اور وہاں سکونت اختیار کی۔ پھر وہ ایک عظیم الشان بادشاہ ہو گیا۔

بادشاہ کے مصاحبوں نے ایک دفعہ اس کی چغلی کھائی کہ وہ ہندوستان میں علیحدہ بادشاہت

---

[1] کتبہ پڑھنے میں ابن بطوطہ سے چوک ہوئی، دراصل دلی ۵۸۹ھ میں فتح ہوئی،

[2] سلطان شہاب الدین غوری بڑا اولوالعزم فرماں روا تھا۔ پہلی مرتبہ ناتجربہ کاری، اور کمی سپاہ کے باعث پرتھوی راج سے شکست کھا کر واپس گیا، لیکن قسم کھائی کہ جب تک پرتھوی راج کو شکست نہ دوں گا لذات دنیاوی مجھ پر حرام ہیں۔ جو لوگ شکست کے وقت بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں عبرت انگیز سزائیں دیں پھر دوبارہ حملہ کر کے پرتھوی راج کو زبردست شکست دی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ پرتھوی راج کے زمانہ میں اصل دارالحکومت ہندوستان کا اجمیر تھا، دلی ضمنی دارالحکومت کی حیثیت رکھتا تھا، غوری اجمیر فتح کر کے واپس چلا گیا۔ فتح دلی وغیرہ کا کام قطب الدین کے شیر اور نائب و معتمد ایبک نے پوری وفاداری سے سرانجام دیا۔ ز رئیس احمد جعفری

[3] اسلام کے غلاموں نے دنیا کے ہر ملک میں جو عروج و فروغ حاصل کیا اسکی مثال دنیا کی تاریخ نہیں پیش کر سکتی، (جعفری)

قائم کر کے اطاعت کے حلقہ سے باہر ہونا چاہتا ہے۔ یہ خبر قطب الدین کو بھی پہنچ گئی۔ وہ تن تنہا غزنی میں آیا اور رات کو پہنچا۔ اسی وقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چغلخوروں کو اس کے آنے کا علم نہ تھا۔ دوسرے روز جب بادشاہ دربار میں آیا۔ قطب الدین چھپ کر تخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے بادشاہ نے قطب الدین ایبک کا حال پوچھا۔ جن ندیموں نے چغلی کھائی تھی بول اُٹھے ہمیں بھی طرح معلوم ہے کہ وہ خود سر بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ بادشاہ نے تخت پر پاؤں مارا اور تالی بجا کر کہا ایبک۔ قطب الدین نے کہا حاضر اور باہر نکل آیا اور سب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چغل خور شرمندہ ہو گئے اور ڈر کر زمین چومنے لگے۔

بادشاہ نے کہا تمہارا قصور اس دفعہ میں نے معاف کیا۔ پھر کبھی ایبک کے خلاف مجھ سے کچھ نہ کہنا۔ قطب الدین کو حکم دیا کہ واپس ہندوستان کو چلا جا۔ وہ واپس چلا گیا۔ اور شہر دہلی فتح کیا۔ اور دوسرے شہر بھی فتح کئے جب سے دہلی برابر اسلام کا دارالخلافہ چلا آیا ہے۔ قطب الدین نے دہلی میں وفات پائی۔[1]

---

[1] قطب الدین ایبک کا انتقال لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ہوا۔ وہیں اس کی قبر بھی ہے، اور وہ محلہ "ایبک روڈ" کے نام سے مشہور ہے، اب پاکستان کا محکمۂ آثار قدیمہ آس پاس کی عمارتوں کو توڑ کر شاندار مقبرہ بنانے کی اسکیم پر غور کر رہا ہے۔

سلطان شمس الدین التمش

عادل، صالح، فاضل اور داد رس بادشاہ

سلطان شمس الدین التمش[1] دہلی کا پہلا مستقل بادشاہ ہے۔ قبل ازیں یہ قطب الدین کا غلام اور سپہ سالار اور نائب تھا۔ قطب الدین کے مرنے کے بعد مستقل بادشاہ ہوا۔ اور لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ تمام عالم و فقیہ قاضی وجیہہ الدین کاشانی کے ہمراہ آئے اور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ قاضی اس کے برابر حسب عادت بیٹھ گیا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں اپنے فرش کا کونہ اٹھا کر اس میں سے ایک کاغذ نکال کر قاضی کو دیا جس سے معلوم ہوا کہ قطب الدین نے اس کو آزاد کر دیا تھا[2]۔ قاضی اور فقیہوں نے اس کو پڑھا اور سب نے اس کی بیعت کر لی[3]۔ بیس برس تک اس نے سلطنت کی، یہ عادل، صالح اور فاضل شخص تھا۔ اس کے آثر میں سے یہ ہے کہ رد مظالم اور مظلومین کی داد رسی میں بہت سخت تھا۔ حکم عام تھا کہ جس پر کوئی ظلم ہوا ہو وہ رنگے ہوئے کپڑے پہن کر پھرے تاکہ بادشاہ فوراً اسے پہچان لے کیونکہ ہندوستان میں عموماً سفید رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں رات کے واسطے یہ تجویز کی تھی کہ اپنے دروازے کے برجوں پر دو شیر سنگ مرمر کے بنے ہوئے رکھے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں کے گلے میں زنجیریں ڈالی ہوئی تھیں۔ اور زنجیروں میں گھڑیال باندھے تھے جب کوئی مظلوم آ کر زنجیر ہلاتا تھا تو فوراً بادشاہ کو خبر ہو جاتی تھی اور وہ فی الفور اس کے مقدمے کا فیصلہ کرنے کو موجود ہوتا۔ مگر وہ اس پر بھی قانع نہ ہوا، کہا کرتا لوگوں پر رات کو ظلم ہوتا ہوگا۔ اور صبح تک دیر ہو جاتی ہے لہٰذا حکم دیا کہ فوراً فریقین کو طلب کر کے فیصلہ کیا جائے۔

---

[1] نہ جانے ابن بطوطہ نے "للمش" کس طرح لکھ دیا۔ حالانکہ شمس الدین کے عہد کے جو کتبے موجود ہیں ان میں صاف التمش لکھا ہے، شعرا کے اشعار میں بھی یہی لفظ آیا ہے۔ [2] غلام حاکم یا امیر نہیں ہو سکتا۔ [3] یہ بات صاف ہو گئی تو سب نے بے چون و چرا بیعت کر لی۔

سلطان رکن الدین

عادل باپ کا ظالم بیٹا

سلطان شمس الدین کے تین بیٹے تھے۔ رکن الدین، معز الدین، ناصر الدین اور ایک بیٹی رضیہ۔ التمش کی وفات کے بعد اس کا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا۔[1] اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے بھائی معز الدین کو جو رضیہ کا حقیقی بھائی تھا اور رکن الدین کی دوسری ماں کے پیٹ سے تھا قتل کروا ڈالا۔ رضیہ ناراض ہوئی۔ بادشاہ نے چاہا کہ اسے بھی مروا ڈالے۔ وہ ایک روز جمعہ کی نماز کو جامع مسجد گیا ہوا تھا۔ رضیہ مظلوموں کی پوشاک پہن کر پرانے بادشاہی محل یعنی دولت خانہ کی چھت کے اوپر کھڑی ہو گئی جو مسجد جامع کے متصل واقع تھا اور لوگوں سے اپنے باپ کے عدل و احسان یاد دلا کر کہا کہ رکن الدین نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے اور میری جان بھی لینا چاہتا ہے۔ لوگ برافروختہ ہو گئے اور رکن الدین پر ہجوم کر کے اسے مسجد میں پکڑ لیا۔ اور رضیہ کے پاس لے آئے۔ اس نے اپنے بھائی کے قصاص میں اس کو مروا ڈالا۔[2]

---

[1] شمس الدین التمش نے اس کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا۔

[2] فرشتہ کا بیان ہے کہ بغاوت فرو کرنے پنجاب گیا تھا کہ بعض امراء نے رضیہ کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔

سلطانہ رضیہ

بیدار مغز، مدبر، باہمت اور اولوالعزم خاتون فرماں روا

چونکہ تیسرا بھائی ناصر الدین ابھی صغیر سن تھا۔ اس لئے لشکر اور امیروں نے اس کو سلطانہ مقرر کیا۔ اس نے چار برس سلطنت کی۔ یہ سلطانہ[1] مردوں کی طرح ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوتا کرتی تھی۔ اور اپنا چہرہ کھلا رکھتی تھی۔ جب اس پر تہمت لگائی گئی کہ وہ ایک حبشی غلام[2] سے تعلق رکھتی ہے تو لوگوں نے اتفاق کر کے اسے تخت سے اتار دیا۔ اور اس کے کسی رشتہ دار قریبی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا[3]۔ اور اس کے بھائی ناصر الدین[4] کو بادشاہ بنا لیا۔ جب سلطانہ رضیہ کو تخت سے علیحدہ کیا گیا۔ تو اس کا چھوٹا بھائی بادشاہ بنا اور مدت تک حکومت کرتا رہا۔ تھوڑے دنوں کے بعد رضیہ اور اس کے شوہر نے بغاوت کی اور اپنے غلام اور ساتھی لے کر مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئی۔ ناصر الدین اور اس کے نائب بلبن نے جو اس کے بعد بادشاہ ہوا مقابلہ کیا رضیہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ رضیہ میدان سے بھاگ گئی اور جب وہ تھک گئی اور بھوک پیاس نے غلبہ کیا تو ایک زمیندار کو ہل چلاتے ہوئے دیکھا اس نے کھانے کو کچھ مانگا

---

[1] تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ رضیہ بڑی بہادر، مدبرہ، اور معاملہ فہم خاتون تھی۔ اور باپ کی زندگی ہی میں امور سلطنت انجام دینے لگی تھی، قرآن مجید کی تلاوت پابندی سے کرتی تھی التمش نے فتح گوالیار کے بعد اس کو ولی عہد بنانا چاہا تھا لیکن امرائے دولت نے اعتراض کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "پسران خود را بہ شرب خمر و قیام مناہی و ہوا پرستی مبتلا می بینم"!

[2] یاقوت حبشی جو امیر الامرا بن گیا تھا ــــ لیکن یہ محض تہمت تھی۔

[3] ملک اختیار الدین حاکم بھٹنڈہ،

[4] ابن بطوطہ نے پوری بات نہیں کی، اصل ترتیب یہ کہ رضیہ کے بعد اس کا بھائی معز الدین بہرام شاہ بادشاہ بنا پھر رکن الدین کا بیٹا علاؤ الدین مسعود شاہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس کے بعد ناصر الدین کی باری آئی۔

اس نے روٹی کا ٹکڑا دیا وہ کھا کر سو گئی۔ اس وقت وہ مردانہ کپڑے پہنے ہوئے تھی زمیندار کی نظر اس کی قبا پر جا پڑی۔ جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ عورت ہے اس کو سوتے ہوئے قتل کر کے اس کے کپڑے اور سامان اُتار لیا اور گھوڑے کو بھگا دیا۔ اس کی نعش کھیت میں دفن کر کے آپ اس کا کوئی کپڑا بازار میں بیچنے گیا بازار والوں نے شبہ کیا اور کوتوال کے پاس پکڑ کر لائے کوتوال نے مار پیٹ کی تو اس نے اقبال کیا اور تمام احوال بتا دیا اور نعش بھی بتا دی۔ نعش وہاں سے نکال کر لائے۔ اور غسل و کفن دے کر اسی جگہ اس کو دفن کر دیا اور اس کی قبر پر ایک گنبد بنا دیا۔ اب اس کی قبر زیارت گاہ عام ہے اور دریائے جمنا کے کنارے پر شہر سے ایک فرسخ (ساڑھے تین میل) پر واقع ہے۔

سُلطان ناصرالدین

ایک درویش صِفت فرماں روا

اس کے بعد ناصرالدین بادشاہ ہو گیا۔ اور مسلسل بیس سال تک سلطنت کرتا رہا۔ یہ بادشاہ نہایت صالح تھا۔ قرآن شریف کی کتابت کر کے اس کی اُجرت سے گذارہ کرتا تھا۔ قاضی کمال الدین نے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف مجھے دکھایا خط اچھا تھا اور کتابت پختہ تھی۔ اس کے نائب غیاث الدین نے اس کو مار ڈالا[1] اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔

---

[1] یہ غلط ہے۔ ناصرالدین طبعی موت مرا۔

تمام مستند مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ اس کی موت غیر طبعی نہیں تھی، بلکہ وہ بیمار ہو کر طبعی موت مرا۔ اصل بات یہ ہے کہ ابن بطوطہ کبھی کبھی سُنی سنائی باتوں کو بھی امر واقعہ کے طور پر بیان کر ڈالتا ہے، لیکن مورخ بہر حال تاریخ ہے، وہ تو ہر بات کی سند چاہتی ہے۔

سلطان غیاث الدین بلبن

بندِ غلامی سے تختِ شہنشاہی تک

بلبن اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور بیس برس تک سلطنت کرتا رہا۔ اس سے بیس برس تک بطور نائب کے بھی کل امور سلطنت اس کے ہاتھ میں تھے۔ یہ بادشاہ منصف مزاج بردبار اور نہایت نیک چلن تھا اور عالم فاضل تھا۔ اس نے ایک مکان بنوایا تھا۔ اس کا نام دار الامن رکھا تھا۔ جو مقروض اس میں داخل ہو جاتا۔ اس کا قرضہ ادا کر دیتا تھا۔ کوئی قاتل یا مجرم اس میں داخل ہوتا تو مقتول یا مظلوم کے وارثوں کو خون بہا دے کر راضی کر دیتا تھا۔ اس کی قبر بھی اس کے مکان میں بنائی گئی میں نے یہ قبر دیکھی ہے۔

اس بادشاہ کی نسبت ایک عجیب حکایت بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بخارا کے بازار میں اسے ایک فقیر ملا۔ بلبن پستہ قد اور کم رو، اور بدصورت تھا۔ فقیر نے کہا اے ترکک۔ اس نے کہا حاضر اے اخوند۔ فقیر خوش ہوا اور کہا مجھے یہ انار خرید دے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اور اپنی جیب سے کچھ پیسے نکالے اور یہی ساری پونجی تھی۔ اور انار خرید کر فقیر کو دے دیا۔ فقیر نے انار لے کر کہا کہ میں نے تجھے ہندوستان کا ملک بخشا۔ بلبن نے اپنا ہاتھ چوم کر کہا مجھے منظور ہے۔

اتفاق سے سلطان شمس الدین التمش نے ایک سوداگر بھیجا کہ بخارا اور ترمذ اور سمرقند میں اس کے لئے غلام خریدے۔ اس نے سو غلام خریدے ان میں بلبن بھی تھا۔ جب بادشاہ کے سامنے وہ غلام حاضر کئے گئے تو اس کو سب پسند آگئے مگر بلبن کو پسند نہ کیا۔ اور کہا کہ میں اسے نہیں لیتا۔ بلبن نے عرض کیا کہ اے اخوند عالم یہ غلام حضور نے کس کے لیے خریدے ہیں؟ بادشاہ نے کہا اپنے لیے بلبن نے عرض کیا ننانوے غلام اپنے لیے خریدے ہیں ایک غلام خدا کے لیے خرید لیجیے۔ التمش ہنسا اور اسے بھی خرید لیا لیکن چونکہ وہ کم رو تھا۔ اس لیے اسے پانی لانے کا حکم دیا۔

نجومیوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ تیری اولاد سے تیرا ایک غلام سلطنت لے لیگا اور اس پر غالب ہو جائے گا۔ نجومی ہمیشہ یہی کہتے تھے لیکن بادشاہ نے اپنی نیک بختی اور انصاف پروری کے سبب

ان کی باتوں پر توجہ نہ کی۔ آخر انہوں نے بادشاہ بیگم سے کہا۔ اس نے بادشاہ سے کہا تو بادشاہ کے دل پر کچھ اثر ہوا اور نجومیوں کو بلا کر کہا کہ تم اس شخص کو پہچان سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس کی بعض علامتیں ہیں اور ہم پہچان لیں گے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کل سارے غلام میرے سامنے سے گزریں۔ بادشاہ بیٹھ گیا۔ جماعت جماعت بادشاہ کے سامنے سے گزرتی جاتی تھی۔ اور منجم دیکھ دیکھ کر کہتے جاتے تھے کہ ان میں وہ شخص نہیں ہے۔ ظہر کا وقت ہو گیا۔ سقوں کی باری ابھی نہیں آئی تھی۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہم بھوکے مر گئے اور پیسے جمع کر کے بلبن کو بازار میں روٹیاں لانے کے لیے بھیج دیا۔ اس کو قریب کے بازار میں روٹی نہ ملی۔ وہ دوسرے بازار میں چلا گیا۔ جو ذرا فاصلے پر تھا۔

جب سقوں کی باری آئی اور بلبن واپس نہ آیا تو انہوں نے ایک لڑکے کو کچھ دے کر بلبن کی مشک اور اس کا اسباب اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ اور اسے بلبن کی بجائے پیش کیا۔ جب بلبن کا نام پکارا گیا تو وہ لڑکا اس کی جگہ محسوب ہو گیا۔ جب جائزہ ہو چکا تو منجموں نے اس کو نہ پایا جس کی تلاش میں تھے۔ بلبن بعد میں آیا جب کہ کل سقے پیش ہو چکے تھے۔ کیونکہ تقدیر الٰہی پوری ہونی تھی۔ بلبن نے اپنی لیاقت سے ترقی کی۔ اور سقوں کا امیر ہو گیا۔ اور پھر لشکر میں داخل ہو گیا اور رفتہ رفتہ امیر ہو گیا۔ سلطان ناصر الدین نے بادشاہ ہونے سے پہلے اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا[۱] اور جب ناصر الدین بادشاہ ہوا تو اس کو اپنا نائب بنا لیا۔ بیس برس تک نیابت کی۔ اور پھر اس نے سلطان ناصر الدین کو قتل کر ڈالا اور خود بادشاہ ہو گیا[۲]۔ بلبن کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا خان شہید تھا۔ جو اس کا ولی عہد تھا اور وہ اپنے باپ کی طرف سے سندھ کا حاکم تھا اور ملتان میں رہا کرتا تھا۔ وہ تاتاریوں سے لڑ کر ایک لڑائی میں شہید ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے تھے ایک کیقباد دوسرا کیخسرو۔ بلبن کے دوسرے بیٹے کا نام ناصر الدین تھا۔ وہ اپنے باپ کے وقت لکھنوتی اور بنگالہ کا حاکم تھا۔ جب خان شہید مارا گیا تو بلبن نے اس کے بیٹے کیخسرو کو ولیعہد بنایا اور اپنے بیٹے کو نہ بنایا۔ اس ناصر الدین کے بھی ایک بیٹا تھا جو بادشاہ کے پاس رہا کرتا تھا اور اس کا نام معز الدین تھا۔

---

[۱] بلبن التمش کا داماد تھا نہ کہ ناصر الدین کا۔ ملا عبد القادر بدایونی کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

[۲] یہ بالکل غلط ہے ناصر الدین کو بلبن نے نہیں مارا، وہ اپنی موت مرا[۳]۔ اسکا نام محمد سلطان خان تھا باپ کی طرف سے ملتان کا صوبہ دار تھا جو تاتاریوں سے لڑتا ہوا میں اس وقت مارا گیا جب جنگ جیت چکا تھا۔ امیر خسرو نے بڑا دردناک مرثیہ لکھا ہے۔ یہ بڑا علم دوست، اہل علم سخن فہم اور سخن سنج تھا۔

سُلطان مُعزالدّین کیقباد

اقتدار و اختیار اور سطوت شاہی کی دھوپ چھاؤں

رات کے وقت سلطان غیاث الدین بلبن کا انتقال ہوا تھا۔ اُس کا بیٹا ناصر الدین (بغرا خاں) بنگال میں تھا۔ اس لیے اُس نے اپنے پوتے کیخسرو کو اپنا ولی عہد بنایا۔ لیکن بادشاہ کا نائب کیخسرو سے رنجش رکھتا تھا اُس نے یہ حیلہ کیا کہ بادشاہ کے مرتے ہی کیخسرو کے پاس پہنچا اور ہمدردی اور غمخواری ظاہر کر کے ایک جعلی کاغذ دکھایا جس میں سب امیروں نے کیقباد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا اتفاق کیا تھا اور یہ کہا کہ مجھے تمہاری جان کا خوف ہے۔ کیخسرو نے کہا پھر کیا کیا جائے؟ نائب نے صلاح دی کہ آپ اسی وقت سندھ چلے جائیں کیخسرو نے کہا شہر کے دروازے بند ہیں، نائب نے کہا کنجیاں میرے پاس ہیں آپ کو نکلوا دیتا ہوں اور پھر دروازہ بند کر لوں گا۔ کیخسرو بہت ممنون ہوا اور راتوں رات ملتان کی طرف بھاگ گیا۔

جب کیخسرو شہر سے باہر نکل گیا تو نائب معز الدین کے پاس گیا اور اسے جگا کر کہا کہ تمام امیر آپ کی بیعت کے لیے تیار ہیں معز الدین نے کہا کہ میرا چچا زاد بھائی ولی عہد ہے۔ میرے ساتھ بیعت کے کیا معنے نائب نے تمام قصہ سُنایا معز الدین نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ تمام امیروں سے اور خواص سے راتوں رات بادشاہ کی بیعت کرا دی۔

پھر معز الدین کے باپ کو اُس کی تخت نشینی کی خبر پہنچی تو اُس نے کہا کہ حق میرا ہے اور میری زندگی میں میرا بیٹا بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنے لشکر آراستہ کیے اور بڑی جمعیت کے ساتھ ہندوستان پر چلا۔ اس طرف سے نائب نے بادشاہ کو ساتھ لیا۔ اور دریائے گنگا کے کناروں پر شہر کڑا کے قریب دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔ لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ خدا تعالیٰ نے ناصر الدین کے دل میں ڈالا کہ آخر معز الدین تیرا بیٹا ہے اور تیرے بعد بھی وہی بادشاہ ہوگا لوگوں کی خونریزی سے کیا فائدہ۔ بیٹے کے دل میں بھی محبت نے جوش مارا۔ اور آخر دونوں بادشاہ اپنی اپنی کشتیوں میں بیٹھ کر دریا میں ملے

بادشاہ نے اپنے باپ کے قدم لیے اور ناصرالدین نے اُسے اُٹھا کر کہا کہ جو میرا حق تھا میں نے تجھے بخشا اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس ملاقات کی بابت شعراء نے بہت قصیدے لکھے ہیں۔ اس ملاقات کا نام لقاءُالسعدین رکھا گیا۔ پھر بادشاہ اپنے باپ کو دہلی میں لے گیا۔ باپ اسے تخت پر بٹھا کر سامنے کھڑا ہوا۔ پھر واپس بنگال چلا گیا اور چند سال حکومت کرکے مرگیا۔ وہاں اس کی اور اولاد بھی تھی۔ اُن میں سے ایک بیٹا غیاث الدین بہادر تھا جس کو سلطان غیاث الدین نے قید کرلیا تھا لیکن سلطان محمد تغلق نے اسے اپنے باپ کی وفات کے بعد چھوڑ دیا تھا۔ معزالدین نے چار سال تک سلطنت کی جس کا ہر دن عید اور ہر رات شب برات تھی۔ یہ بادشاہ سخی اور کریم تھا۔ اُس کے دیکھنے والوں میں سے بعض اشخاص سے میری ملاقات ہوئی وہ اُس کے علم اور انسانیت اور سخاوت کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اُس نے جامع مسجد دہلی کا مینار بنوایا تھا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے۔ عیاشی اور شراب خوری کی کثرت سے اُس کی ایک جانب مفلوج ہوگئی تھی طبیبوں نے ہر چند علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب بادشاہ ہر طرح عاجز ہوگیا تو اُس کے نائب جلال الدین فیروز نے بغاوت کی اور شہر سے باہر نکل کر قبہ جیشانی کے قریب جو ٹیلہ ہے اُس پر خیمہ زن ہوا۔ معزالدین نے اپنے امیروں کو لڑائی کے لئے بھیجا۔ جو امیر جاتا تھا۔ فیروز کے ساتھ مل جاتا تھا۔ اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا تھا۔ پھر جلال الدین نے شہر میں داخل ہوکر محل شاہی کا محاصرہ کیا بادشاہ بھوک سے مرنے لگا۔ ایک شخص مجھ سے ذکر کرتا تھا۔ کہ اُس کے ہمسایوں میں ایک شریف کا گھر تھا۔ وہ اُس کے پاس کھانا بھیجتا رہا۔ پھر لشکر نے محل میں داخل ہوکر اُس کو مار ڈالا اُس کے بعد جلال الدین بادشاہ ہوا۔

---

[1] کڑا ۔ الہ آباد کے قریب ایک قصبہ ہے، اکبر سے پہلے اس علاقہ کا صوبہ دار یہیں رہا کرتا تھا۔ اکبر نے جب الہ آباد میں قلعہ بنایا تو صوبہ دار کو یہاں منتقل کردیا۔

[2] قران السعدین، ویسے صحیح لقاء السعدین بھی ہے۔

[3] یہ روایت بھی صحیح نہیں، ناصرالدین بیٹے کے حق میں دستبردار ہوکر کڑا سے بنگال واپس چلا گیا دہلی نہیں گیا۔

جلال الدین فیروز خلجی

حلیم، بردبار، رحم دل، اور نیک سرشت، بادشاہ

جلال الدین بڑا حلیم اور فاضل بادشاہ تھا۔ اُس کا حلم اُس کی موت کا باعث ہوا۔ جب یہ بادشاہ ہو گیا تو اُس نے ایک محل اپنے نام پر بنوایا جو سلطان محمد تغلق نے بعد میں اپنے داماد غذا ابن مہنی کو دے دیا تھا۔ اس بادشاہ کے ایک بیٹا تھا۔ جس کا نام رکن الدین تھا اور ایک بھتیجا تھا جس کا نام علاء الدین اور وہ اُس کا داماد بھی تھا۔ بادشاہ نے اسے کڑا مانکپور کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ یہ علاقہ ہندوستان میں نہایت سرسبز اور زرخیز سمجھا جاتا ہے گیہوں اور چاول اور نیشکر وہاں بکثرت پیدا ہوتے ہیں کپڑا بھی بہت بیش قیمت تیار ہوتا ہے اور دہلی میں فروخت کے لیے آتا ہے۔ یہ شہر کڑا دہلی سے اٹھارہ منزل ہے۔ علاء الدین کی بیوی اسے ہمیشہ اذیت دیا کرتی تھی، وہ اُس کی شکایت اپنے چچا سے کرتا رہا آخر اسی سبب سے دونوں میں فرق آگیا۔ علاء الدین ایک بہادر اور جری اور صاحب ارادہ شخص تھا لیکن اُس کے پاس روپیہ نہ تھا۔ ایک دفعہ اُس نے دیوگیر پر حملہ کیا یہ شہر مالوہ اور مرہٹوں کے ملک کا دارالخلافہ تھا۔ وہاں کا راجہ اُن دنوں ہند کے تمام راجاؤں میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ راستہ چلا جاتا تھا کہ علاء الدین کے گھوڑے کا پاؤں ایک جگہ زمین میں دھنس گیا اور اُس میں سے ٹن کی آواز نکلی۔ علاء الدین نے وہ جگہ کھدوائی وہاں سے بےشمار دفینہ برآمد ہوا۔ وہ اُس نے سارا فوج میں تقسیم کر دیا۔ پھر دیوگیر کی طرف روانہ ہوا تو راجہ نے بغیر لڑائی کے اطاعت منظور کر لی اور بہت سا روپیہ دے کر پھر اسے رخصت کیا۔ علاء الدین کڑا واپس آیا تو

---

[1] جلال الدین کی یہ لڑکی جو اس کے بھتیجے علاء الدین سے منسوب تھی فرشتہ کے الفاظ میں: "در حسن و جمال نظیر و عدیل نداشت"! لیکن ساس کا برتاؤ حقارت کا تھا۔ بیٹی بھی ماں کا ساتھ دیتی تھی، دل برداشتہ ہو کر علاء الدین کڑا چلا گیا۔

[2] علاء الدین کا یہ کارنامہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے، ذرا تصور تو کیجئے ایک من چلا نوجوان مٹھی بھر سپاہ کے ساتھ۔ دریاؤں، جنگلوں، میدانوں کو پھلانگتا۔ وقت کی بہت بڑی حکومت پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اور چھ سو من سونا سات سو من مروارید، دو من جواہر، لعل، یاقوت، الماس اور زمرد، دو ہزار من چاندی لے کر اور مہاراجہ کو مطیع و باج گزار بنا کر اپنے مستقر پر واپس آجاتا ہے، بعض مورخوں نے جو اسے سکندر سے تشبیہ دی ہے، غلط نہیں دی ہے۔

بادشاہ کے پاس اُس نے مال غنیمت نہ بھیجا، اہلِ دربار نے بادشاہ کو افروختہ کیا۔ بادشاہ نے اسے بلا بھیجا۔ وہ نہ گیا۔ بادشاہ نے خود آنے اور اُس کے لے جانے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ وہ اسے اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ بادشاہ لشکر اور سفر کا سامان درست کر کے کڑہ کی طرف روانہ ہوا اور دریا کے کنارے جس جگہ علاؤالدین خیمہ زن ہوا تھا۔ جا کر اُترا اور کشتی میں بیٹھ کر اپنے بھتیجے کی طرف چلا۔ دوسری طرف سے علاؤالدین بھی کشتی میں بیٹھ کر آیا۔ اُس نے اپنے نوکروں کو اشارہ کر دیا تھا۔ کہ جس وقت بادشاہ سے گلے لگ کر ملوں تو تم بادشاہ کا کام تمام کر دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ کا کچھ لشکر تو علاؤالدین کے ساتھ مل گیا۔ اور کچھ دہلی کی طرف واپس بھاگ گیا۔ یہاں آ کر انہوں نے بادشاہ کے بیٹے رکن الدین کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور جب وہ ان کو ساتھ لے کر علاؤالدین کے مقابلے کے واسطے آگے بڑھا تو وہ بھی علاؤالدین کے لشکر میں جا ملے۔ رکن الدین سندھ کی طرف بھاگ گیا۔[1]

سُلطان علاؤالدین خلجی

ایک من چلا اور بیدار مغز شہنشاہ

علاؤالدین دہلی میں داخل ہوا اور اُس نے بیس برس تک سلطنت کی وہ بہت اچھے بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور اہلِ ہند اب تک اُس کی تعریف کرتے ہیں وہ خود امورِ حکومت سرانجام دیتا تھا اور ہر روز نرخ وغیرہ کی بابت دریافت کر لیتا تھا اور محتسب سے رپورٹ لیتا تھا، محتسب کو اس ملک میں رئیس کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اُس نے محتسب سے دریافت کیا کہ گوشت کے گراں ہونے

---

[1] یہ تاریخ کی بہت بڑی ٹریجڈی ہے، لیکن اسے کیا کہیئے کہ تاریخ اس طرح کے واقعات و حوادث سے بھری ہوئی ہے۔ جلال الدین کا یہ انجام عبرت ناک بھی ہے، اور سبق آموز بھی انسان کو خواہ وہ مجموعی طور پر کتنا ہی صاحبِ خیر و حسنات کیوں نہ ہو، اس کے عمل کی سزا ضرور ملتی ہے۔

کا کیا سبب ہے اُس نے کہا کہ گائے اور بکری پر زکوٰۃ (یعنی محصول) لی جاتی ہے۔ بادشاہ نے اُسی روز سے کل محصول معاف کر دیئے اور سوداگروں کو بلا کر راس المال اپنے خزانہ سے دیا اور کہا کہ اسکی گائے اور بکریاں خرید کر لاؤ اور انکی قیمت میں داخل کرو اور کچھ نفع مقرر کر دیا، اسیطرح سے جو کپڑا دولت آباد سے آتا تھا اسکا انتظام کیا ایک دفعہ غلّہ بہت گراں ہو گیا تو سرکاری گودام کھلوا دیے اور نرخ سستا ہو گیا۔ بادشاہ نے ایک واجبی نرخ مقرر کر دیا کہ اس کے مطابق خرید و فروخت کرو۔ غلّہ[1] والوں نے بیچنے سے انکار کیا۔ بادشاہ نے اپنا گودام کھول دیا اور انہیں بیچنے کی بالکل ممانعت کر دی۔ اور خود چھ مہینے تک بیچتا رہا، جب ذخیرہ والوں نے دیکھا کہ اُن کا غلّہ بگڑا جاتا ہے اور کیڑا لگ رہا ہے۔ بادشاہ سے رجوع کیا۔ بادشاہ نے ایسا نرخ مقرر کر دیا جو پہلے سے زیادہ سستا تھا اور وہ انہیں منظور کرنا پڑا، یہ بادشاہ نہ تو جمعہ کے روز سوار ہو کر باہر نکلتا تھا۔ اور نہ عید کے روز اور نہ کسی اور روز اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس کا ایک بھتیجا تھا۔[2] سلیمان نام۔ علاؤالدین اُس سے بہت محبت رکھتا تھا۔ ایک دن بادشاہ شکار کو گیا۔ اور وہ بھی ساتھ گیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ میں بادشاہ کے ساتھ وہی سلوک کروں جو اُس نے اپنے چچا جلال الدین کے ساتھ کیا تھا۔ جب ناشتہ کے لیے کسی جگہ ٹھیرے تو سلیمان نے بادشاہ کے ایک تیر لگایا بادشاہ گر پڑا اور اُس پر اُس کے کسی غلام نے اپنی ڈھال ڈال دی۔ سلیمان آیا کہ اُس کا کام تمام کر دے، غلاموں نے کہا وہ مر چکا ہے۔ وہ اِن کا کہنا سچ مان کر فوراً دارالخلافہ کی طرف چل پڑا اور حرم میں داخل ہونے لگا۔ اتنے میں بادشاہ غشی سے ہوش میں آ گیا۔ تو تمام لشکر اُسکے گرد جمع ہو گیا اُس کا بھتیجہ بھاگ گیا اسے پکڑ کر لائے۔ بادشاہ نے اُس کو قتل کر ڈالا۔ اور پھر کبھی سوار ہو کر باہر نہ نکلا۔ اس بادشاہ کے پانچ بیٹے تھے۔ خضر خاں، شادی خاں۔ ابوبکر خاں۔ مبارک خاں

---

[1] علاؤالدین خلجی نے اپنے دورِ حکومت میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ عوام کو ضروریاتِ زندگی ارزاں ترین نرخ پر بسہولت فراہم ہوتی رہیں، چنانچہ اسکے پورے زمانۂ حکومت میں گیہوں دو آنے من بکتا رہا۔ اسی سے دوسری اجناس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ سوئی سے لے کر گھوڑے تک اس نے ہر چیز کا نرخ مقرر کر دیا تھا، اور مجال نہ تھی کہ اس میں سرمو تفاوت ہو جائے۔ اس کا نظام مخبری اتنا زبردست اور مکمل تھا کہ ایک پائی کے فرق سے بھی اگر کوئی چیز فروخت ہوتی تھی تو اسے علم ہو جاتا تھا۔ اور ایسے لوگوں کو وہ عبرت ناک سزا دیتا تھا، قحط کے زمانے میں بھی اس کے نرخ قائم رہے ان میں ذرا فرق نہ آیا، تاریخ فرشتہ اور دوسری متداول تاریخوں سے تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔

[2] اکت خاں۔

(جس کا دوسرا نام قطب الدین تھا) اور شہاب الدین۔ قطب الدین کو بادشاہ ضعیف العقل بدنصیب اور کم ارادہ سمجھتا تھا۔ اور اُس کے بھائیوں کو بڑے بڑے عہدے دے تھے اور علم اور طبل بھی عطا کیے تھے۔ لیکن اسے کچھ نہیں دیا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے اُس سے کہا کہ تجھے بھی مجھے وہی تعظیم اور مرتبے دینے پڑے جو تیرے بھائیوں کو دیتے ہیں۔ قطب الدین نے کہا مجھے خدا دے گا۔ اِس جواب سے بادشاہ خائف ہوگیا اور اُس سے ناراض ہوگیا۔ پھر بادشاہ بیمار ہوگیا۔ اُس کی بڑی ملکہ خضر خاں کی ماں تھی۔ اس کا نام ناپک تھا۔ اس ملکہ کا ایک بھائی تھا، اُس کا نام سنجر تھا۔ اُس نے اپنے بھائی سے قسم لی کہ وہ اُس کے بیٹے خضر خاںؒ کو بادشاہ بنوانے میں کوشش کرے گا۔ اس کی خبر بادشاہ کے نائب کو پہنچی جس کو ملک الفیؒ کہتے تھے۔ کیونکہ بادشاہ نے اُس کو ایک ہزار تنکہ میں خرید کیا تھا۔ اُس نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ اس طرح کا عہد ہوا ہے۔ بادشاہ نے اپنے خواص کو حکم دیا کہ جب سنجر میرے پاس آئے، اور میں اس کو خلعت دوں اور وہ پہننے لگے تو تم اس کی مشکیں باندھ کر زمین پر گرانا اور مار ڈالنا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خضر خاں اُس روز سند پت (سنپت) شہیدوں کے مزاروں کی زیارت کے لیے گیا تھا۔ یہ جگہ دہلی سے ایک منزل ہے۔ اور خضر خاں نے نذر مانی تھی کہ وہ پیدل جا کر زیارت کرے گا۔ اور اپنے باپ کی صحت یابی

لہ الپ خاں۔

ٰٓٓٓٓٓ٢ خضر خاں، بہ صفت موصوف شخص تھا، علاء الدین نے شکست خوردہ راجہ دیوگیری کی بیوی کنول دیوی سے خود شادی کر لی، اور اس کی بیٹی دیول دیوی سے خضر کی شادی کردی، ان دونوں میں بڑی محبت تھی امیر خسرو نے جو خضر خاں کے نیازمند، اور علاء الدین کے مشیر و ندیم تھے، بڑی سحر آفریں مثنوی "خضر خاں اور دیول دیوی" پر لکھی ہے، ان دونوں کی محبت آخر وقت تک قائم رہی، مصیبت کے زمانے میں بھی دونوں ایک دوسرے کے دل و جان سے وفادار رہے۔

سے ملک کافور، یہ علاء الدین کا چہیتا غلام تھا، لیکن یہ حد درجہ چالاک، طالع، سازشی، اور احسان فراموش تھا، اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے، اس نے باپ بیٹے میں تفرقہ اندازی کی مسلسل کوششیں کیں، اور کامیاب رہا، خلجی خاندان کو نیست و نابود کرنے میں اس نے بہت بڑا اور نمایاں حصہ لیا۔

کہ سونی پت، بہت قدیم شہر ہے، اس کا بالائی حصہ کوٹ کے نام سے اور زیریں حصہ مشہد کے نام سے مشہور ہے، یہاں سید ناصر الدین اور میر مکند کی خانقاہیں ہیں، سید ناصر الدین کو پرتھوی راج کے داماد نے شہید کردیا تھا۔

کی دعا مانگے گا۔ جب اُس کو خبر پہنچی کہ اُس کے باپ نے اس کے ماموں کو قتل کر ڈالا تو نہایت غمگین اور اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ اہلِ ہند میں یہ رسم ہے کہ جب کوئی اُس کا عزیز مرتا ہے تو وہ گریبان چاک کر دیتے ہیں اور بادشاہ کو خبر پہنچی تو اس کو ناگوار گزرا اور جب خضر خاں اُس کے پاس گیا تو اُس پر ناراض ہوا اور نہایت ملامت کی، اور حکم کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ لو اور ملک نائب کے سپرد کر دو اور نائب کو حکم دیا کہ اُس کو گالیور (گوالیار) کے قلعے میں بند کر دے، یہ قلعہ ہندوؤں کی ریاست کے درمیان ہے اور دہلی سے دس منزل کے فاصلے پر واقع ہے اور نہایت مضبوط سمجھا جاتا ہے میں اس قلعہ میں کچھ عرصہ تک رہا ہوں خضر خاں کو گوالیار لے جا کر کوتوال اور محافظین قلعہ کے سپرد کیا اُن سے کہا کہ تم اسے بادشاہ کا بیٹا نہ سمجھنا۔ بلکہ اس طرح محافظت کرنا جیسے بادشاہ کے سخت دشمن کی کرتے ہیں۔ پھر بادشاہ کی بیماری بڑھتی گئی، بادشاہ نے حکم دیا کہ خضر خاں کو بلوا لو تاکہ میں اُس کو ولی عہد مقرر کروں۔ نائب نے کہا کہ اچھا اور بلانے میں دیر کی۔ بادشاہ نے پوچھا تو کہا ابھی آنے والا ہے اتنے میں بادشاہ مر گیا۔

سُلطان شہاب الدین خلجی

نمک حرام ملک کافور کی اقتدار پسندی کی بدترین مثال

علاؤالدین مر گیا تو ملک نائب (کافور) نے اُس کے سب سے چھوٹے بیٹے شہاب الدین کو تخت نشین کیا، اور لوگوں سے اُس کی بیعت لی۔ کل کاروبار ملک نائب کے قبضۂ اقتدار میں رہا۔ اُس نے شادی خاں اور ابوبکر خاں کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی اور اُن کو بھی گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا اور حکم

ل مقصد بھی یہی تھا۔

تاکہ خضر خاں کی آنکھوں میں بھی سلائی پھیر دی جائے قطب الدین کو بھی قید کر لیا لیکن اس کی آنکھوں سے تعرض نہ کیا۔ سلطان علاء الدین کے خاص غلاموں میں سے بشیر اور مبشر دو شخص تھے ان کو خاتون یعنی علاء الدین کی بیوی نے جو سلطان معز الدین کی بیٹی تھی یہ پیغام بھیجا کہ ملک نائب نے جو کچھ سلوک میرے بیٹوں کے ساتھ کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔ اب وہ قطب الدین کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے انہوں نے جواب بھیجا کہ ہم جو کچھ کرنے والے ہیں جلد معلوم ہو جائے گا، ان کی عادت تھی کہ وہ رات کو نائب کے پاس رہا کرتے تھے۔ اور انہیں ہتھیاروں سمیت آنے کی اجازت تھی۔ اس رات بھی وہ حسب معمول گئے نائب ایک لکڑی کے بالاخانہ میں تھا اتفاق کی بات کہ ملک کافور نے ایک تلوار لے کر اسے الٹا پلٹا اور دیکھ کر واپس کر دی ایک نے فوراً تلوار سے وار کیا اور دوسرے نے بھی تلوار لگائی اور قتل کر ڈالا اور وہ دونوں اس کا سر قید خانہ میں قطب الدین کے پاس لے گئے اور اس کے روبرو پھینک دیا اور قطب الدین کو باہر نکال لائے۔

سلطان قطب الدین خلجی

ایک عیاش اور ظالم بادشاہ، حسرت ناک انجام

قطب الدین کچھ دنوں تو اپنے بھائی شہاب الدین کے نائب کے طور پر کام کرتا رہا، لیکن پھر اس کو تخت سے علیحدہ کر کے آپ بادشاہ ہو گیا۔ اور شہاب الدین کی انگلیاں کاٹ کر اس کو بھی اور بھائیوں

لے تاکہ آئندہ کبھی اس کے بادشاہ بننے کا امکان نہ رہے۔

لے اسی لیے کہ اس سے کوئی خاص خطرہ نہ تھا۔

لے دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را

چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

کے پاس گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا۔ اور آپ دولت آباد کی طرف گیا۔ دولت آباد دہلی سے چالیس کوس ہے اور تمام رستہ پر برابر بید مجنوں کے اور قسم قسم کے درخت دو رویہ لگے ہوئے ہیں۔ چلنے والے کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ باغ کے درمیان چلا جاتا ہے اور ہر ایک کوس میں تین چوکیاں ڈاک کے ہرکاروں کی ہیں جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

ہر چوکی پر ضرورت کی ہر چیز ملتی ہے۔ گویا وہ بازار میں جارہا ہے اور اسی طرح سے یہ سڑک تلنگانہ اور معبر کے ملک تک چلی گئی ہے جو دہلی سے چھ مہینے کا راستہ ہے۔ ہر ایک منزل پر بادشاہی محل ہے اور مسافروں کے لیے سرا ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ مسافر اپنے ساتھ زاد راہ اٹھاتا پھرے۔

جب سلطان قطب الدین رستے میں تھا تو بعض امیروں نے اس کے خلاف بغاوت کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے بھتیجے کو جو خضر خاں کا بیٹا تھا اور دس برس کی عمر کا تھا تخت پر بٹھانا چاہا[1]۔ قطب الدین نے اپنے بھتیجے کے پاؤں پکڑ کر اس کا سر پتھروں سے ٹکرا کر بھیجا نکال کر مار ڈالا اور ایک امیر کو جس کا نام ملک شاہ تھا گوالیر کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہاں اس لڑکے کے باپ کو اور اس کے چچاؤں کو قتل کر ڈالو[2]۔ —— قاضی زین الدین مبارک قاضی گوالیر مجھ سے ذکر کرتے تھے کہ جس روز ملک شاہ قلعہ میں پہنچا تو میں خضر خاں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آنے کی خبر سنتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا۔ جب ملک شاہ خضر خاں کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کیوں آیا ہے۔ امیر نے کہا اخوند عالم

---

[1] تا کہ اس کی طرف سے کوئی کھٹکا نہ رہے، اور خود بے خلل و غش حکومت کرتا رہے۔ اسد الدین، علاء الدین کا چچا زاد بھائی

[2] تا کہ آئندہ کوئی خطرہ نہ رہ جائے۔ ہر ممکن تردد متوقع حریف راستہ سے ہٹ جائے، لیکن

تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

خود اس کی قسمت میں حد درجہ عبرت انگیز موت لکھی تھی۔

شہاب الدین خضر خاں کی جان کا گاہک اسی لیے اور زیادہ تھا کہ دیول دیوی کو داخل حرم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے خضر خاں سے یہ بات کہی بھی لیکن جیسا کہ امیر خسرو نے لکھا ہے، خضر خاں نے صاف انکار کر دیا۔

پھر خضر خاں کو قتل کرنے کے بعد بقول بدایونی،

"دیول رانی را طلبیدہ داخل حرم ساخت"

فرشتہ نے لکھا ہے!

"دیول دیوی منکوحہ خضر خاں را داخل حرم ساخت!"۔

دیول دیوی کو اس نے جبراً حرم میں داخل کر لیا، لیکن بہت جلد اسے عروس مرگ سے ہمکنار ہونا پڑا۔

کسی ضرورت سے آیا ہوں۔ خضر خاں نے کہا میری جان کی خیر ہے۔ امیر نے کہا ہاں۔ پھر اُس نے کوتوال کو بلوایا اور محافظانِ قلعہ کو جو تین سو اشخاص تھے اور مجھے (یعنی قاضی کو) اور گواہوں کو طلب کیا اور سب کے سامنے بادشاہ کا حکم پڑھوایا۔ پھر شہاب الدین کے پاس آئے اور اس کو مار ڈالا اُس نے کسی طرح کا ڈر اور بیقراری ظاہر نہیں کی اور پھر شادی خان اور ابو بکر خاں کے سر تن سے جدا کیے۔ جب خضر خاں کی باری آئی تو اس پر دہشت چھا گئی، اُس کی ماں بھی ساتھ تھی اسے گھر میں بند کر دیا تھا اور خضر خاں کو مار کر اُن سب کی نعشیں بلا تکفین اور تدفین کے ایک گڑھے میں ڈال دیں کئی سال کے بعد اُن کو نکالا گیا۔ اور وہ اپنے خاندان کے مقبرہ میں دفن کیے گئے خضر خاں کی ماں عرصہ تک زندہ رہی اور میں نے اسے ۷۲۸ھ میں مکہ معظمہ میں دیکھا تھا۔

گوالیار کا قلعہ[1] ایک چٹان کی چوٹی پر واقع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چٹان میں سے تراش کر اس کو بنایا ہے۔ اور اُس کے آس پاس کوئی پہاڑ اس قدر بلند نہیں ہے اور اُس کے اندر پانی کا ایک تالاب اور تقریباً بیس کنوئیں ہیں۔ ہر ایک کنوئیں پر فصیل ہے جس پر منجنیق اور عرادے لگے ہوئے ہیں۔ قلعہ پر چڑھائی کا راستہ اس قدر چوڑا ہے کہ ہاتھی بہ آسانی آجا سکتے ہیں قلعہ کے دروازے پر پتھر کا تراشا ہوا ہاتھی کا بت مع فیلبان کے بنا ہوا ہے۔ دور سے ہو بہو ہاتھی معلوم ہوتا ہے۔

قلعہ کے نیچے شہر بستا ہے۔ خوب صورت بنا ہوا ہے۔ کل عمارات اور مساجد سفید پتھر کی بنی ہوئی ہیں اور سوا دروازہ کے لکڑی کہیں استعمال نہیں کی گئی۔ اکثر رعیت ہندو ہے بادشاہ کی طرف سے چھ سو سوار رہتے ہیں جنہیں اکثر لڑائی جاری رکھنا پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ قلعہ ہندوؤں کی ریاستوں کے بیچ میں[2] ہے۔ جب قطب الدین نے اپنے سب بھائیوں کو مار ڈالا اور کوئی حریف نہ رہا تو خدا نے اُس پر ایک قاتل مسلط کیا جو اُس کا بڑا منہ چڑھا امیر کبیر[3] تھا۔ اُس نے قطب الدین کو قتل کر ڈالا اور وہ بھی

---

[1] اس قلعہ کو جو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا، اور جسے محمود غزنوی بھی فتح نہ کر سکا، ۱۱۹۶ء میں غوری نے اسے فتح کیا، یہاں حضرت محمد غوث کی درگاہ ہے، نیز راجا بکرماجیت، جہانگیر اور شاہجہاں کے محلات بھی موجود ہیں، اسے عام طور پر شاہی قیدیوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، حضرت مجدد الف ثانی بھی جہانگیر کے حکم سے یہاں نظر بند رہ چکے ہیں، یہ آگرہ سے ۶۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ لمبائی ایک میل، چوڑائی تین سو گز، جس چٹان پر واقع ہے۔ وہ ۳۴۲ فٹ بلند ہے،

[2] اندور وغیرہ، [3] نومسلم غلام خسرو خاں،

تھوڑے ہی دنوں رہنے پایا تھا کہ اُس کو خدا تعالیٰ نے سلطان تغلق[1] کے ہاتھ سے قتل کروایا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ خسرو خاں قطب الدین کے امیروں میں سے تھا۔ بڑا بہادر اور خوب صورت جوان[2] تھا۔ چندیری اور معبر کا ملک اُس نے فتح کیا۔ یہ علاقہ ہندوستان میں نہایت سرسبز اور زرخیز گنا جاتا ہے۔ معبر دہلی سے چھ ماہ کے فاصلے پر واقع ہے قطب الدین۔ خسرو ملک سے نہایت محبت رکھتا تھا۔ قطب الدین کا استاد۔ قاضی[3] خاں صدر جہاں تھا اور وہ امرائے عظیم الشان میں سے تھا اور کلید بردار کا عہدہ بھی اسی کے پاس تھا۔ یعنی شاہی محل کی کنجی اسی کے پاس رہتی تھی، اُس کی عادت تھی کہ رات کو شاہی محل کے دروازے پر رہتا تھا۔ ایک ہزار آدمی اُس کے ماتحت تھے۔ ہر رات اڑھائی سو آدمی پہرہ پر رہتے تھے۔ باہر کے دروازے سے اندر کے دروازے تک دو رویہ صف باندھے اور ہتھیار لیے ہوئے کھڑے رہتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی شخص محل کے اندر داخل ہوتا تھا تو اُس کو اُن کی صفوں کے درمیان میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ ان لوگوں کو نوبت والے کہتے تھے اُن پر افسر اور منشی ہوتے تھے جو گشت پر پھرتے تھے اور حاضری لیا کرتے تھے، تاکہ کوئی غیر حاضر نہ ہو۔ رات والے جب پہرہ دے چکتے تھے۔ تو دن کے پہرے دینے والے اُن کی جگہ آکر پہرے پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ قاضی خاں خسرو ملک[4] سے نہایت نفرت کرتا تھا اور چونکہ خسرو ملک دراصل ہندو[5] تھا اور ہندوؤں کی بہت جنبہ داری کرتا[6] تھا۔ اس لیے قاضی خان اُس سے ناراض رہتا۔ اور ہر موقع پر بادشاہ سے عرض کیا کرتا تھا۔ کہ اُس سے خبردار رہنا چاہیے، لیکن بادشاہ نہ سنتا تھا۔ اور کہتا تھا یہ ذکر نہ کیجیے۔ ایک روز خسرو خان نے بادشاہ سے کہا کہ بعض ہندو مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ اُس وقت کا یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی ہندو مسلمان ہونا چاہتا تھا تو وہ پہلے بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوتا تھا، بادشاہ کی طرف سے اُس کو خلعت اور سونے کے کنگن انعام میں ملتے تھے[7]

---

[1] سلطان غیاث الدین تغلق۔ [2] وہی صورت تھی جو "محمود و ایاز" کی تھی۔ [3] یہ قاضی خاں قطب الدین کا استاد تھا لیے کیونکہ وہ اس کی غداری کا ادا شناس تھا۔

[5] بظاہر مسلمان، بہ باطن ہندو۔

[6] اسی لیے ہر معاملہ میں ہندوؤں کو آگے بڑھاتا تھا، ورنہ "نومسلمانہ جوش" تو مشہور ہے۔

[7] دوسرے مؤرخین کا بیان ابن بطوطہ سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خسرو خساں نے اپنے وطن گجرات سے چالیس ہزار ہندو بلا کر ملازم رکھ لیے تھے، اور پھر موقع پا کر انہیں محل میں داخل کر لیا، اور بادشاہ کو قتل کر دیا، لیکن ابن بطوطہ کی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔

بادشاہ نے کہا اندر لے آؤ۔ خسرو ملک نے کہا وہ رات کو آنا چاہتے ہیں۔ دن میں اپنے رشتہ داروں سے شرم کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اچھا رات کو لے آؤ۔ خسرو ملک نے ا چھے اچھے بہادر ہندو منتخب کیے۔ جن میں اُس کا بھائی خان خاناں[1] بھی تھا۔ موسم گرمی کا تھا۔ بادشاہ سب سے اونچی چھت پر تھا اور اُس وقت اُس کے پاس سوا چند غلاموں کے اور کوئی نہ تھا۔ جب وہ چار دروازوں کے اندر چلے آئے اور پانچویں دروازے پر پہنچے تو اُن کو مسلح دیکھ کر قاضی کو شک ہوا اُس نے روکا اور کہا اخوند عالم کی اجازت لے آؤں۔ اُن لوگوں نے ہجوم کرکے قاضی خاں کو مار ڈالا۔ غل جو ہوا تو بادشاہ نے پوچھا کیا ہے۔ خسرو ملک نے کہا کہ وہ ہندو آتے ہیں اور قاضی خاں اُن کو روکتا ہے۔ کچھ تکرار ہو گئی ہے۔ بادشاہ خائف ہو کر محل کی طرف چلا دروازہ بند تھا۔ اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پیچھے سے خسرو خاں نے اُس کو قابو میں کر لیا۔ بادشاہ زبردست تھا۔ اُس کو نیچے دبا بیٹھا اتنے میں وہ ہندو آ گئے۔ خسرو خاں نے پکار کر کہا کہ بادشاہ نے مجھے نیچے دبا رکھا ہے۔ انھوں نے بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور اُس کا سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا۔

خسرو خان

ایک نو مسلم جو مرتد ہو گیا اور جس نے خلجی خاندان کا خاتمہ کر دیا

خسرو خاں نے اُسی وقت امیروں اور افسروں کو بلا بھیجا اُن کو کچھ معلوم نہ تھا[2] وہ جو داخل ہوئے تو خسرو ملک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُن سب سے اُس نے بیعت لی اور صبح تک اُن کو جانے

---

[1] یہ بھی بھائی کے نقش قدم پر چلتا تھا۔

[2] بادشاہ کو قتل کرتے ہی راتوں رات امرا، اور اعیان شہر کو محل میں طلب کر کے بیعت لے لینا اور اپنے اعلان شاہی تک کسی کو باہر نہ نکلنے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص کتنا زیرک اور ہوش مند تھا۔

نہ دیا۔ صبح ہوتے ہی مشتہر کروا دیا اور دارالخلافہ سے باہر تمام امیروں کے نام پروانے بھیجے اور گراں بہا خلعتیں بھی روانہ کیں۔ سب نے اُس کی اطاعت منظور کر لی، لیکن تغلق شاہ[1] نے جو دیپالپور کا حاکم تھا خلعت پھینک دیا اور اُس کے اوپر بیٹھ گیا۔ خسرو ملک نے اپنے بھائی خان خانان کو بھیجا تغلق شاہ نے اُس کو شکست دی۔

جب خسرو ملک بادشاہ ہوا تو اُس نے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دیئے اور حکم دیا کہ ملک میں کوئی گائے ذبح نہ کرنے پائے، ہندو گائے کا مارنا جائز نہیں رکھتے اگر کوئی گائے ذبح کرتا ہے تو اُس کو یہ سزا دیتے ہیں کہ اُسی گائے کی کھال میں سلوا کر جلا دیتے ہیں۔ یہ لوگ گائے کی حد درجہ تعظیم کرتے ہیں اور ثواب کے لیے بھی اور بطور دوا کے بھی اُس کا پیشاب پیتے ہیں۔ اور گوبر سے گھر اور دیواریں لیپتے ہیں۔ خسرو خاں چاہتا تھا کہ مسلمان بھی ایسا ہی کریں اس لیے لوگ اُس سے متنفر ہو گئے اور سب نے تغلق شاہ کی طرف داری کی[2]۔

شیخ رکن الدین قریشی ملتانی سے میں نے سُنا ہے کہ تغلق قوم سے ترک قرونہ تھا۔ یہ لوگ ترکستان اور سندھ کے بیچ کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ تغلق بہت مفلس تھا۔ سندھ میں آیا تو کسی سوداگر کا گلوان (گلہ بان) ہو گیا۔ یہ سلطان علاء الدین کے زمانے کا ذکر ہے۔ اُن دنوں بادشاہ کا بھائی اولو خاں (الغ خاں) سندھ کا حاکم تھا۔ تغلق اُس کے خادموں میں داخل ہو گیا۔ پہلے پیادوں میں بھرتی ہوا۔ پھر الغ خاں کو اس کی شرافت معلوم ہوئی تو سواروں میں ترقی دی۔ پھر اُس کو افسر بنا دیا۔ اور پھر میر آخور یعنی اصطبل کا داروغہ بنا دیا۔ اور آخرکار اُمرائے عظیم الشان میں سے ہو گیا۔

میں نے ملتان میں تغلق کی بنائی ہوئی مسجد میں یہ کتبہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ اُس نے اُنتیس[3] دفعہ تاتاروں سے لڑ کر اُن کو شکست دی، اس لئے ملک غازی کا

---

[1] غیاث الدین تغلق۔

[2] یہاں شہنشاہ دہلی کی طرف سے وہ تاتاریوں کی متوقع یورشوں کو روکنے کے لیے مامور تھا، یہ واقعہ ہے کہ اس نے تاتاریوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ کبھی انہیں دہلی تک نہ پہنچنے دیا۔

[3] کیونکہ وہ ایک مرتد کی بادشاہت کسی طرح قبول نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ دوغلی نسل ہوتی تھی۔ باپ ترک، ماں ہندی۔

خطاب حاصل کیا[1]۔ سلطان قطب الدین نے اُس کو دیپال پور کا حاکم مقرر کیا۔ اور اُس کے بیٹے جونا خاں کو میر آخور[2] کا عہدہ دیا۔ خسرو ملک نے بھی آ کے اسی عہدے پر قائم رکھا۔ جب تغلق نے خسرو ملک کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا اُس کے پاس تین سو سپاہی تھے۔ جن پر اسے کامل بھروسہ تھا۔ اُس نے کشلو خاں کو لکھا جو اُن دنوں ملتان کا حاکم تھا (ملتان وہاں سے تین منزل تھا) کہ تم میری مدد کرو اور اپنے ولی نعمت کے خون کا بدلہ لو۔ کشلو خاں نے جواب دیا کہ اگر میرا بیٹا خسرو خاں کے پاس نہ ہوتا تو میں بیشک تیری مدد کرتا۔

ملک غازی یعنی غیاث الدین تغلق نے فوراً اپنے بیٹے جونا خاں کو لکھا کہ[3] میرا ارادہ اس طرح پر ہے جس طرح ہو سکے کشلو خاں کے بیٹے کو ساتھ لے کر دہلی سے نکل آؤ۔ ملک جونا سوچتا تھا کہ کیا حیلہ کروں اتفاق سے اُسے موقع مل گیا۔ اور وہ یہ تھا کہ خسرو ملک نے اُس سے ایک روز یہ کہا کہ گھوڑے بہت موٹے ہو گئے اور بدن ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ انھیں ذرا دوڑایا کرو، چنانچہ ہر روز ملک جونا گھوڑے لے کر پھیرنے جایا کرتا تھا کبھی ایک گھنٹے میں واپس آجاتا اور کبھی تین گھنٹے میں۔ ایک روز ظہر کے وقت تک واپس نہ آیا کھانے کا وقت آگیا۔ بادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ اُس کی خبر لائیں۔ انھوں نے واپس آکر کہا کہیں پتہ نہیں چلا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے پاس بھاگ گیا۔ اور اُس کے ساتھ کشلو خاں کا بیٹا بھی چلا گیا۔

تغلق نے اپنے بیٹے کے پہنچتے ہی بغاوت کا اعلان کر دیا اور اُس نے کشلو خاں کی مدد سے لشکر کی فراہمی شروع کی۔ بادشاہ نے اپنے بھائی خان خاناں کو اُن کی لڑائی کے لیے روانہ کیا لیکن وہ شکست کھا کر واپس ہوا اور اُس کے ہمراہی مارے گئے اور خزانہ اور اسباب تغلق کے ہاتھ لگا۔ تغلق دہلی کی طرف بڑھنے لگا اور خسرو اپنے لشکر کے ساتھ اُس کے مقابلے کو شہر سے نکلا اور موضع آسیاباد میں خیمہ زن ہوا۔ اُس نے دل کھول کر خزانہ لٹایا اور لوگوں کو اور لشکر کو تھیلیاں کی تھیلیاں روپیوں کی بخش دیں۔ ہندوؤں نے جو خسرو خاں کے لشکر میں تھے بڑی جرأت سے مقابلہ کیا چنانچہ تغلق کا لشکر بھاگ گیا۔ اور اُس کا ڈیرہ لٹ گیا۔

---

[1] غازی کا خطاب اسی کو ملتا تھا، جس نے غیر معمولی کارنامے انجام دیے ہوں۔

[2] داروغہ اصطبل، یہ بہت بڑا منصب تھا۔

[3] جونا خاں یعنی محمد تغلق اس ناگہانی انقلاب کے وقت دہلی میں اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ اور انقلاب کے بعد باپ کے پاس پہنچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔

تغلق نے اپنے تین سو جانباز ہمراہیوں کو جمع کیا اور کہا کہ اب بھاگنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ جب خسرو کا لشکر لوٹ میں مشغول ہو گیا۔ اور اس کے پاس تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے تغلق اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پر جا پڑا۔ ہندوستان میں بادشاہ کی جگہ چھتر سے پہچانی جاتی ہے۔ چھتر کو مصر میں طیر یا قبہ کہتے ہیں۔ اور فقط عید کے روز بادشاہ سر پر لگاتا ہے۔ لیکن ہندوستان اور چین میں سفر میں ہوں یا وطن میں چھتر ہمیشہ بادشاہ کے سر پر رہتا ہے۔ جب تغلق بادشاہ پر جا پڑا تو بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ بادشاہ کا لشکر بھاگ گیا اور کوئی ساتھی نہ رہا۔ بادشاہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور کپڑے اور ہتھیار اتار کر پھینک دیے اور سر کے بال پیچھے کو لٹکا لیے جیسا ہندوستان کے فقیر لٹکاتے ہیں۔ اور ایک باغ میں جا گھسا۔

لوگ تغلق کے پاس جمع ہو گئے وہ شہر میں آیا کوتوال نے شہر کی کنجیاں اس کے سپرد کیں وہ محل میں داخل ہوا اور اس کے ایک گوشہ میں ڈیرہ کیا۔ اور کشلو خاں سے کہا کہ تو بادشاہ بن جا[1]۔ کشلو خاں نے کہا نہیں تو بادشاہ بن[2]۔ دونوں تکرار کر رہے تھے۔ کشلو خاں نے کہا کہ اگر تو بادشاہ ہونا نہیں چاہتا تو تیرے بیٹے کو ہم بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ یہ بات تغلق کو منظور نہ تھی۔ خود بادشاہ بننا قبول کیا اور تخت پر بیٹھ کر بیعت لینا شروع کی۔ سب خاص و عام نے اس کی بیعت کی۔

خسرو خاں تین دن تک برابر باغ میں چھپا رہا۔ تیسرے دن بھوک سے بیقرار ہوا اور باہر نکلا تو باغبان سے کھانے کو مانگا۔ اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ خسرو نے اسے اپنی انگشتری دی اور کہا اس کو گروی کر کے کھانا لے آ۔ جب وہ بازار میں آیا اور انگشتری دکھائی۔ لوگوں نے شبہ کیا کہ اسکے پاس ایسی انگوٹھی کہاں سے آئی۔ اسے کوتوال کے پاس لے گئے۔ کوتوال اسے تغلق کے پاس لایا۔ تغلق نے اسکے ساتھ اپنے بیٹے جونا خاں کو بھیجا کہ خسرو کو گرفتار کر کے لے آئے۔ جونا خاں نے خسرو کو پکڑ لیا۔ اور اسے ٹٹو پر سوار کر کے بادشاہ کے سامنے لایا۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تو کہا میں بھوکا ہوں۔ بادشاہ نے کہا شربت اور کھانا لاؤ۔ بادشاہ نے اس کو کھانا کھلایا پھر نبیذ پلایا اور پان دیا۔

---

[1] اس سے غیاث الدین تغلق کی بے لوثی ظاہر ہوتی ہے۔

[2] یہ کشلو خاں کی دوستی اور وفاداری کا ناقابلِ فراموش ثبوت ہے۔

ان دونوں میں سے کسی ایک کا بادشاہ بننا اس لیے قطعی تھا کہ اب خلجی خاندان کا کوئی فرد زندہ نہیں رہ گیا تھا، ورنہ تغلق کی خواہش یہی تھی کہ اپنے آقا زادے کو تخت نشین کرے۔

جب کھا چکا تو اُس نے تغلق بادشاہ سے کہا اے تغلق مجھے رسوا نہ کر اور شاہانہ سلوک میرے ساتھ کر۔ تغلق نے کہا بسر و چشم اور حکم دیا کہ اُسی جگہ جہاں اُس نے قطب الدین کو قتل کیا تھا لے جاکر سر اُڑا دو اور اُس کے سر اور نعش کو چھت پر سے نیچے پھینک دو جیسا کہ اُس نے قطب الدین کو قتل کیا تھا۔ اُس کے بعد حکم دیا کہ اُس کو غسل دے کر کفن دو اور اُسی کے مقبرہ میں دفن کر دو[1]۔

سُلطان غیاثُ الدّین تغلق

چار سال تک غیاث الدین سریر سلطنت پر متمکن رہا، یہ عادل اور فاضل شخص تھا۔ بادشاہ بننے کے بعد اپنے بیٹے[2] کو مُلک تلنگ[3] کے فتح کرنے کے لیے بھیجا، جس کی مسافت دہلی سے تین ماہ کی ہے، اُس کے ساتھ بہت بڑا لشکر دیا۔ اور بڑے بڑے امیر جیسے ملک تیمور اور ملک تگین اور ملک کافور مہردار اُس کے ہمراہ بھیجے۔ جب وہ تلنگانہ پہنچا تو بغاوت کا ارادہ کیا۔ اُس کا ایک مصاحب تھا۔ عبید[4]، جو شاعر بھی تھا۔ اور فقیہ بھی تھا اور اُس سے کہہ دیا کہ تو لوگوں سے کہہ دے کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اُس کا گمان تھا کہ یہ خبر سُن کر تمام لشکر اور افسر مجھ سے بیعت کر لیں گے[5] لیکن کسی نے اس خبر کو سچ نہ جانا۔

---

[1] چونکہ خسرو خاں نے علانیہ ارتداد نہیں کیا تھا اسی لیے غیاث الدین تغلق نے اسے شک کا فائدہ دیا، اور مسلمان کی طرح دفن کیا، ہمارا زمانہ ہوتا تو خود غیاث الدین تغلق پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہوتا!

[2] جونا خاں (محمد تغلق)۔ [3] تلنگانہ (ورنگل)۔ [4] ایک مسخرا اور ہجو گو شاعر۔

[5] یہ صرف عبید کی شرارت تھی، اس میں محمد تغلق کا کوئی دخل نہ تھا۔

[6] محمد تغلق جیسے سعادت مند بیٹے پر اس سے بڑا کوئی اتہام نہیں لگایا جا سکتا۔ ساری زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ باپ سے کبھی سرتابی کی ہو، چنانچہ ثقہ مورخین میں سے کوئی بھی اس سازش میں محمد تغلق کو شریک نہیں قرار دیتا، ابن بطوطہ نے یہ سُنی سنائی باتیں لکھ دیں۔

ہر ایک امیر نے مخالفت شروع کی اور اُس سے علیحدہ ہو گیا یہاں تک کہ جونا خاں کے ساتھ کوئی بھی نہ رہا بعض لوگوں نے اُسے قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن ملک تیمور نے منع کیا۔ جونا خاں نے اپنے دس مصاحبوں کے ساتھ جن کو وہ یارانِ موافق کہا کرتا تھا۔ بھاگ کر دہلی کا راستہ لیا۔ بادشاہ نے اُس کو روپیہ لشکر دے کر پھر تلنگانہ کی طرف واپس بھیج دیا۔ بعد ازاں بادشاہ کو حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے عبید کو قتل کر ڈالا اور ملک کافور مہردار کے لیے ایک نوکدار سیدھی لکڑی زمین میں گڑوا دی اور عبید کا سر نیچے کی طرف کر کے وہ لکڑی گردن میں چبھو کر لکڑی کے نوکدار سرے کو پسلی میں سے نکال دیا باقیماندہ باغی امیر خوف سے بنگالہ میں سلطان ناصر الدین کے بیٹے سلطان شمس الدین کے پاس بھاگ گئے۔

جب سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔ تو اُس کا ولی عہد سلطان شہاب الدین بنگالہ کا بادشاہ ہوا۔ لیکن اُس کے چھوٹے بھائی غیاث الدین بورہ نے اپنے بھائی کو معزول کیا۔ اور قطلو خاں اپنے دوسرے بھائی کو مار ڈالا۔ دوسرے بھائی شہاب الدین اور ناصر الدین بھاگ کر تغلق کے پاس آ گئے۔ تغلق اُن کی مدد کے لیے اُن کے ساتھ گیا۔ اور اپنے بیٹے کو بطور نائب کے دہلی میں چھوڑ گیا۔ اور غیاث الدین بہادر کو قید کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور دہلی کی طرف واپس ہوا۔

دہلی میں سلطان نظام الدین دہلی بدایونی رہتے تھے۔ جونا خاں ہمیشہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا اور اُن سے دُعا کا خواستگار رہتا تھا۔ ایک روز اُس نے اُن کے خادموں سے کہا کہ جس وقت شیخ جذبہ اور

---

[1] اتنی بڑی سازش اور ساتھی کوئی نہیں۔

[2] یہ بھی افواہ ہے۔

[3] ایسی سازش کا ارتکاب کر کے جس کی سزا قتل تھی بھاگا بھی تو کہاں؟ دہلی کی طرف باپ کے پاس، جس کے خلاف سازش کی تھی اسی کے دامن میں پناہ لینے؟ اس روایت کو اگر درایت کی کسوٹی پر کسا جائے تو بالکل غلط ثابت ہوتی ہے۔

[4] عبید وغیرہ کی سازش کا حال خود محمد تغلق نے ایک سعادت مند بیٹے کی طرح باپ کو بتا دیا تھا۔ بلکہ فرشتہ تو یہاں تک لکھتا ہے کہ اس نے عبید اور ملک کافور کو گرفتار کر کے باپ کے پاس بھیج دیا، جس نے وہی سزا دی جو اُس زمانے میں باغیوں کو دی جاتی تھی۔ محمد تغلق کا دامن اس سازش سے ذرا بھی آلودہ ہوتا تو غیاث الدین جیسا شخص ہرگز اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔

[5] سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دراصل بدایوں کے رہنے والے تھے۔

[6] محمد تغلق ہمیشہ سے دینداری کی طرف مائل تھا۔

وجد کی حالت میں ہوں تو مجھے خبر کرنا۔ چنانچہ جب ایسا موقع آیا تو انہوں نے جونا خاں کو خبر کی۔ وہ حاضر ہوا۔
شیخ صاحب نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ ہم نے تجھ کو سلطنت بخشی! اسی عرصے میں شیخ کا انتقال ہو گیا۔ تو جونا نے
ان کے جنازہ کو کندھا دیا۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا[1]۔ علاوہ ازیں جونا خاں کی تالیف
قلوب اور سخاوت اور غلاموں کی زیادہ خریداری سے اور اسی طرح اور امور کے باعث بادشاہ پہلے بھی
ناراض رہتا تھا۔ اب اور بھی زیادہ خفا ہوا اسے یہ خبر بھی پہنچی کہ کسی منجم نے یہ بھی کہا ہے کہ بادشاہ اس سفر
سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔

جب دار الخلافہ کے قریب پہنچا تو جونا خاں کو حکم بھیجا کہ اس کے واسطے ایک نیا محل افغان پور
میں تیار کرا دے[2]۔ جونا خاں نے تین دن میں محل کھڑا کروایا۔ اس کی بنا لکڑیوں کے ستونوں پر زمین
سے بلندی پر رکھی۔ اس میں اکثر لکڑی کا کام تھا۔ احمد بن ایاز نے جو بعد میں خواجہ جہاں کے لقب سے
مشہور ہوا[3]۔ ان دنوں میں بادشاہ کا میر عمارت تھا۔ اس کی بنیاد ایسے انداز سے رکھی تھی کہ
اگر اس کے ایک خاص موقع پر ہاتھی کھڑا کیا جائے تو تمام مکان گر پڑے۔ بادشاہ اس محل میں آکر ٹھیرا
اور لوگوں کی ضیافت کی۔ جب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو جونا خاں نے بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ
میں ہاتھی پیش کرنا چاہتا ہوں[4]۔ چنانچہ ایک ہاتھی جو ساز و سامان سے مرصع تھا۔ سامنے لایا گیا۔ مجھ سے
شیخ رکن الدین ملتانی ذکر کرتے تھے وہ اس وقت بادشاہ کے پاس تھے اور بادشاہ کا لاڈلا بیٹا محمود بھی

---

[1] غیاث الدین تغلق حضرت سلطان المشائخ کی ذات گرامی کو اور ان کی مرجعیت عامہ کو اپنے لیے حد درجہ خطرناک سمجھنے لگا تھا۔ اسی لیے وہ ان سے خائف رہتا تھا۔ اور ان کا وجود دہلی میں برداشت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

[2] یہ نئی بات ابن بطوطہ نے لکھی ہے اور قرین قیاس بھی ہے۔

[3] یہ تلنگانہ کا راجکمار تھا جو سلطان المشائخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گیا تھا۔ اور آپ کی دعا کی برکت سے غیر معمولی عروج و اقتدار کا حامل بنا۔

[4] نذر پیش کرنے کا قاعدہ خاندان شاہی میں ایسے مواقع پر عام تھا۔

[5] شیخ رکن الدین ملتانی اگرچہ ثقہ بزرگ تھے لیکن وہ غلط رائے بھی قائم کر سکتے تھے، غلط نتیجہ بھی اخذ کر سکتے تھے۔ جبکہ دوسرے چوٹی کے مؤرخین ملا عبد القادر بدایونی وغیرہ۔ جو کسی کو معاف کرنا نہیں جانتے، اس بیان کی تکذیب کر رہے ہیں،
اور یہ بات عجیب ہے کہ زندگی بھر محمد تغلق کی دی ہوئی جاگیر، انعامات، اور بذل و کرم سے متمتع ہوتے رہنے کے باوجود وہ اپنے محسن و مربی کے خلاف اتنا سنگین الزام ایک پردیسی شخص کے سامنے نجی کی صحبت میں لگاتے ذرا نہیں جھجکتے۔

وہیں تھا جوناخاں نے اُن سے کہا۔ کہ اے اخوند عالم نماز عصر کا وقت قریب ہے۔ آؤ نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ وہ محل سے باہر نکل آئے اسی وقت ہاتھی کو لائے۔ ہاتھی کا محل میں پہنچنا تھا۔ کہ تمام مکان بادشاہ اور شہزادہ کے سر پر گر پڑا۔ شیخ کہتے ہیں کہ میں نے شور سُنا اور بغیر نماز پڑھے واپس چلا آیا۔ تو دیکھا محل گر پڑا ہے۔ جوناخاں نے حکم دیا کہ تبر اور کسیاں لاؤ تا کہ کھود کر بادشاہ کو نکالا جائے اور اشارہ کر دیا کہ ذرا دیر سے لائیں۔ چنانچہ جب کھودنا شروع کیا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ جب کھود کر دیکھا گیا تو بادشاہ اپنے بیٹے کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو موت سے بچانا چاہتا تھا۔ یعنی اُٹھا کر مکان سے نکالنا چاہتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ اُس وقت تک زندہ تھا لیکن اُس کا کام تمام کر دیا گیا[۱]۔ راتوں رات مقبرہ میں جو اُس نے تغلق آباد میں اپنے لیے بنوایا تھا پہنچا دیا اور وہاں دفن کیا گیا

تغلق آباد کے بنانے کا سبب میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اس شہر میں بادشاہ کا خزانہ اور محل تھے۔ اس قلعہ میں بادشاہ نے ایک ایسا بڑا محل تیار کرایا تھا کہ اُس کی اینٹوں پر سونا چڑھا ہوا تھا جس وقت سورج طلوع ہوتا تھا اُس کی دمک سے کوئی شخص محل کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُس میں بادشاہ نے بہت سامان جمع کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ایک حوض بنوا کر سونا پگھلا کر بھروا دیا تھا کہ وہ جم کر ایک ڈلا ہو گیا تھا۔ اُس کے بیٹے نے وہ تمام سونا صرف کیا۔ چونکہ خواجہ جہاں نے اُس کو شک کے بنانے میں جس کے گرنے سے بادشاہ مرا بڑی صنعت ظاہر کی تھی۔ اس لیے خواجہ جہاں کے برابر کسی کی بادشاہ کے دل میں جگہ نہیں تھی۔ اور کوئی شخص اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا[۲][۳]

---

[۱] یہ بھی غلط ہے۔

[۲] یہ اور زیادہ غلط ہے۔

[۳] خواجہ جہاں پر محمد تغلق اس لیے زیادہ مہربان تھا کہ ایک تو وہ نو مسلم تھا، دوسرے اس کا خواجہ تاش تھا، یعنی حضرت سلطان المشائخ کا محبوب مرید بھی تھا۔

تغلق کے حالات و کوائف، مزاج و طبیعت، نظم مملکت اور اصول

فرمانروائی و اوصاف و شمائل سے متعلق ابن بطوطہ کے مشاہدات و تاثرات

تصویر کے دو رُخ

پہلا رُخ

بذل وعطا، جود وکرم، بخشش وسخا، انسانیت نوازی غریب پروری، اور رحم پر ہمدردی، کی حیرت انگیز اور نادر مثالیں۔

بادشاہ والاجاہ

عادات، وخصائل، اور، اخلاق، وشمائل کا ذکر

غیاث الدین کے بعد محمد تغلق بلا تنازع اور بغیر کسی مخالفت کے تخت پر متمکن ہو گیا۔ میں پہلے کہہ آیا ہوں کہ اس کا اصلی نام جونا خان تھا۔ تخت شاہی پر جلوس کے بعد اس نے اپنا نام ابوالمجاہد محمد شاہ رکھا۔ بادشاہان سابق کا جو میں نے حال لکھا ہے۔ اس کا اکثر حصہ شیخ کمال الدین بن برہان غزنوی قاضی القضاۃ سے سنا ہے لیکن اس بادشاہ کی بابت جو کچھ لکھ رہا ہوں، وہ میرا چشم دید ہے۔

یہ بادشاہ خونریزی اور بیجا سخاوت میں مشہور ہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ کوئی فقیر امیر نہیں بن جاتا اور کوئی زندہ آدمی قتل نہیں کیا جاتا۔ اس کی سخاوت اور شجاعت، سختی اور خونریزی کی حکایات عوام الناس کی زبان زد ہیں۔ بایں ہمہ میں نے اس سے زیادہ متواضع اور منصف کسی اور کو نہیں دیکھا۔ شریعت کا پابند ہے اور نماز کی بابت بڑی تاکید کرتا ہے جو نہیں پڑھتا اسے سزا دیتا ہے۔ منجملہ ان سلاطین کے ہے جن کی نیک بختی اور مبارک نفسی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ میں اس کے احوال بیان کرنے میں بعض ایسی باتیں بیان کروں گا جو عجائبات معلوم ہوں گی لیکن خدا اور رسول اور ملائکہ کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میں فوق العادات سخاوت اور کرم سے بیان کروں گا وہ سب کا سب درست ہے۔ اس کے مآثر کے سلسلے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ اسے مبالغہ خیال کرتے ہیں لیکن جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ یا تو میری چشم دید ہے۔ یا میں نے اس کی صحت کی طرف سے اطمینان کر لیا ہے یا خود میرے سامنے گزرا ہے اور اس کی روایت تمام مشرق میں حد تواتر کو پہنچ گئی ہے[1]۔

قصرِ سلطانی یعنی قصر ہزار ستون کا ایک نظارہ

شاہی محل کو جو دہلی میں ہے دار سرا کہتے ہیں۔ کئی دروازوں میں سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ پہلے دروازہ

---

[1] ابن بطوطہ کے ان الفاظ میں جو بے بسی جھلک رہی ہے وہ قابل رحم حد تک دلچسپ ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

پر پہرہ کے سپاہی رہتے ہیں اور نفیری اور نقارے اور قرنا والے بھی بیٹھے رہتے ہیں۔ جس وقت کوئی امیر یا بڑا آدمی آتا ہے تو نقارے اور نفیری بجانا شروع کرتے ہیں۔ اور بجانے میں یہ آواز نکالتے ہیں۔ کہ فلاں شخص آیا اور اسی طرح سے دوسرے اور تیسرے دروازہ پر ہوتا ہے۔ پہلے دروازہ کے باہر چبوترے ہیں۔ یہاں جلاد بیٹھے رہتے ہیں۔ جب بادشاہ کسی کے مارنے کا حکم دیتا ہے تو وہ محل ہزار ستون[1] کے سامنے مارا جاتا ہے لیکن اس کا سر پہلے دروازہ کے باہر تین دن تک لٹکا رہتا ہے۔ پہلے اور دوسرے دروازہ کے درمیان ایک بڑی دہلیز ہے دونوں طرف چبوترے بنے ہوئے ہیں وہاں نوبت نقارے والے بیٹھے رہتے ہیں دروازہ پر اس دروازہ کے پہرہ دار ہوتے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے دروازہ کے درمیان ایک بڑا چبوترہ ہوتا ہے۔ اس پر نقیب النقباء بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک طلائی چھڑی ہوتی ہے۔ اور سر پر جڑاؤ اور طلاکار کلاہ جس کے اوپر مور کے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں اور باقی نقیبوں کی کمر میں زرین پیٹی طلاکار حاشیہ اور ہاتھ میں تازیانہ ہوتا ہے جس کا دستہ سونے یا چاندی کا ہوتا ہے۔ دوسرے دروازہ کے اندر ایک بڑا دیوان خانہ ہے یہاں عام لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ تیسرے دروازہ پر متصدی بیٹھے رہتے ہیں

گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ :- واقعہ یہ ہے کہ اپنے طویل دورِ سیاحت میں، ایسا بیدادگر، اور ساتھ ہی ساتھ خلق و کرم کا پیکر کا ہے کو کبھی نظر سے گزرا ہوگا ابن بطوطہ درویش صفت سیاح تھا،

فقیرانہ آئے صدا کر چلے

میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے!

لیکن یہاں آکر ایسا پھنسا کہ نہ پائے ماندن، نہ جائے رفتن، ۔۔ بے تاب وصل وارم نے طاقت جدائی لوگوں کو قتل ہوتا اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ اور اپنا انجام سامنے آجاتا تھا، نہ جانے کب شاہ کی تعزیر چلے اور جسم و جان کا رشتہ منقطع ہو جائے، وہ یہاں مرنے نہیں آیا تھا۔ زندگی کا لطف اٹھانے آیا تھا لیکن صورت حال یہ تھی کہ دن میں کئی کئی مرتبہ وفور ہیبت و دہشت سے مرنا پڑتا تھا،

ابن بطوطہ نے تغلق کے مزاج و طبیعت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے بالکل سچ ہے واقعی فرشتہ کے الفاظ میں وہ مجموعہ اضداد تھا۔ ظالم بھی اور جہاں بخش بھی عالم بھی اور علماء و مشائخ کا دشمن بھی کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا۔ ایک کے سوا دوسری شادی نہیں کی قرآن حفظ کرلیا اعلوم میں اپنی مثال آپ شیریں کلام خوش تحریر پابند صوم و صلوٰۃ بلکہ نوافل و مستحبات تک کی پابندی میں متشدد لیکن شمشیر برہنہ برق خرمن سوز قہر الٰہی کا نمونہ، ایسے بادشاہ کے ظل عاطفت میں رہ کر واقعی بیچارے ابن بطوطہ کا خون بھی کم گیا ہوگا۔

[1] تفصیل کے لیے سرسید کی آثار الصنادید سے رجوع کیا جائے۔

ان کا یہ کام ہوتا ہے ــــــــ کہ کوئی شخص اندر آنے نہیں پاتا۔ جب تک اس کا نام ان کے رجسٹر میں درج نہ ہو ہر امیر کے ہمراہیوں کی تعداد مقرر اور درج ہوتی ہے۔ متصدی اپنے روزنامچہ میں لکھتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص اس قدر ہمراہیوں کے ساتھ فلاں وقت آیا۔ بادشاہ اس روزنامچہ کو عشا کی نماز کے بعد ملاحظہ کرتا ہے۔ اس روزنامچہ میں جو کچھ حادثات واقع ہوتے ہیں لکھے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے بیٹوں میں سے ایک کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ روزنامچہ پیش کرے۔

بادشاہ کا دربار

حضور سلطانی میں باریاب ہونیکے آداب و عوائد

یہاں کے عوائد میں یہ بھی ہے کہ جو امیر تین دن یا اس سے زیادہ بلا عذر یا کسی عذر سے غیر حاضر ہوتا ہے۔ تو وہ پھر دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بادشاہ کی خاص اجازت از سرِ نو حاصل نہ کی جائے۔ اگر وہ بیماری یا کسی عذر کے سبب سے نہ آسکا تھا۔ تو جس روز آتا ہے اپنی حیثیت کے موافق ہدیہ یعنی نذر پیش کرتا ہے اگر مولوی ہو تو قرآن شریف یا اور کوئی کتاب۔ فقیر ہو تو مصلیٰ یا تسبیح یا مسواک امیر ہو تو گھوڑے یا اونٹ یا ہتھیار۔ تیسرے دروازہ کے اندر ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے۔ اس دیوان خانہ کا نام ہزار ستون ہے کیونکہ اس کی چھت جو لکڑی کی ہے، لکڑی کے ہزار ستون پر قائم ہے ان ستونوں پر روغن کیا ہوا ہے اور چھت میں بھی روغن ہے۔ اور طرح طرح کے نقش و نگار اس میں بنے ہوئے ہیں۔ سب لوگ اس مکان میں آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور بادشاہ بھی جلوس عام کے وقت اس میں آکر بیٹھتا ہے۔

بادشاہ کا جلوس دربار میں اکثر بعد عصر ہوتا ہے کبھی چاشت کے وقت بھی ہوتا ہے۔ بادشاہ کے جلوس کی جگہ ایک شہ نشین ہے۔ جو باقی مکان سے اونچا ہوتا ہے۔ اس پر چاندنی بچھی ہوئی ہوتی ہے۔ بادشاہ کی کمر کے پیچھے بڑا تکیہ اور دائیں بائیں دو ذرا چھوٹے تکیے ہوتے ہیں۔ اور نشست ایسی ہوتی ہے۔ جیسے آدمی

لے گویا "دزیٹرس بک"

نماز کے قعدہ میں بیٹھتا ہے۔ اور یہی نشست اکثر اہل ہند کی تھے۔ جب بادشاہ بیٹھ چکتے ہیں تو وزیر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کاتب وزیر کے پیچھے ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے حاجبوں کا سردار آج کل ملک فیروز کا چچازاد بھائی ہے۔ اس کے پیچھے اس کا نائب ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد خاص حاجب اس کے بعد خاص حاجب اور وکیل الدار اور اس کا نائب اور شریف الحجاب اور سید الحجاب اور ان کے بعد نقیب جو تعداد میں سو ہوتے ہیں۔

جب بادشاہ بیٹھ چکتا ہے تو حاجب اور نقیب بسم اللہ کہتے ہیں۔ بادشاہ کے پیچھے ملک قبول کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں چنور ہوتا ہے۔ وہ مکھیاں ہلاتا ہے۔ بادشاہ کے دائیں ہاتھ پر سو جوان اور بائیں پر سو مسلح جوان ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ڈھالیں اور تلواریں اور کمانیں ہوتی ہیں دیوان خانہ کے طول میں دائیں اور بائیں قاضی القضاۃ اور اس کے بعد خطیب الخطبا پھر باقی قاضی پھر بڑے بڑے فقیہ۔ پھر سید پھر مشائخ پھر بادشاہ کے بھائی اور داماد اور ان کے بعد بہت بڑے بڑے امیر پھر پردیسی اور ایلچی۔ اور پھر فوج کے افسر کھڑے ہوتے ہیں۔

پھر ساٹھ گھوڑے آتے ہیں۔ زین اور لگام سمیت۔ تمام ساز و زیورات پہنے ہوئے بعضوں کی لگام اور حلقے سیاہ ریشم کے اور بعضوں کے سفید ریشم کے مرصع ہوتے ہیں۔ ان گھوڑوں پر بادشاہ کے سوا اور کوئی سوار نہیں ہوتا۔ ان میں سے آدھے تو دائیں اور آدھے بائیں طرف اس طرح کھڑے کئے جاتے ہیں کہ بادشاہ کی نظر سب پر پڑ سکے۔ پھر پچاس ہاتھی آتے ہیں جن پر طلائی اور ریشمی کپڑے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے دانتوں پر لوہا چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ان سے اہل جرائم کے مارنے کا کام لیا جاتا ہے ہر ہاتھی کی گردن پر فیلبان ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکس ہوتا ہے جو طبرزین کہلاتا ہے۔ اس سے ہاتھی کو ادب دیتا ہے اور ہر ہاتھی کی پشت پر ایک بڑا صندوق سا ہوتا ہے۔ جس میں بیس یا کم زیادہ جیسا کہ ہاتھی ہو جنگی سپاہی بیٹھ سکتے ہیں۔

یہ ہاتھی سکھائے ہوتے ہیں۔ جس وقت حاجب بسم اللہ کہتا ہے۔ وہ سر جھکا کر تعظیم کرتے ہیں آدھے ہاتھی ایک طرف کھڑے کئے جاتے ہیں اور آدھے دوسری طرف۔ یہ ہاتھی لوگوں کے پیچھے کھڑے کیے جاتے ہیں۔ ہر شخص پہلے بادشاہ کے سامنے آتا ہے اور تعظیم کر کے اپنی مقررہ جگہ پر چلا جاتا ہے۔ اور

---

[1] یعنی دو زانو، یہ طرز نشست ادب اور نیازکش کا آئینہ دار ہے۔

[2] ہودج۔

وہاں کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب کوئی ہندو تعظیم کے لیے آتا ہے تو حاجب اور نقیب بجائے بسم اللہ[1] ہداک اللہ کہتے ہیں،

بادشاہ کے غلام لوگوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں ڈھالیں اور تلواریں ہوتی ہیں۔ کوئی شخص ان میں سے ہو کر اندر داخل نہیں ہو سکتا بلکہ جو شخص آتا ہے وہ نقیبوں اور حاجبوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے گزر کر آتا ہے۔ جب کوئی پردیسی یعنی غیر ملک کا باشندہ سلام کے لیے آتا ہے تو دروازہ پر اطلاع کرتا ہے سب سے آگے امیر حاجب اس کے پیچھے اس کا نائب پھر سید الحجاب اور شرف الحجاب ترتیب سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور تین دفعہ تعظیم بجا لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص سلام کے لیے حاضر ہے۔

جب اجازت ہوتی ہے تو اس کی نذر لوگوں کے ہاتھوں پر رکھی ہوئی اس طرح پیش کی جاتی ہے کہ بادشاہ کی نظر ان پر پڑ سکے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ نذر دینے والے کو بلاؤ۔ وہ تین دفعہ تو بادشاہ کے قریب پہنچنے سے پہلے تعظیم کرتا ہے۔ اور پھر حاجبوں کے کھڑے ہونے کی جگہ پر پہنچ کر تعظیم کرتا ہے۔ اگر کوئی بڑا آدمی ہوتا ہے تو میر حاجب کی صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ ورنہ اس کے پیچھے۔ بادشاہ اس کے ساتھ نہایت نرمی اور مہربانی کے ساتھ باتیں کرتا ہے اور اس کو مرحبا کہتا ہے اگر وہ تعظیم کے لائق ہوتا ہے تو بادشاہ اس سے مصافحہ کرتا ہے اور گلے لگا کر ملتا ہے اور اس کی نذر میں سے بعض چیزیں اپنے سامنے منگواتا ہے۔ اگر کوئی کپڑا یا ہتھیار ہوتا ہے تو اس کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے۔ اور دل جوئی کے لیے اس کی تعریف کرتا ہے۔ پھر خلعت دی جاتی ہے اور نذر دینے والے کے لیے درجہ کے موافق اس کی سرشوئی کے نام سے کچھ مقرر ہو جاتا ہے۔

جب کوئی سرکاری اہل کار نذر پیش کرتا ہے۔ یا کسی ملک کا خراج لاتے ہیں تو سونے کے برتن مثلاً طشت۔ آفتابے یا کوئی اور چیز بنواتے ہیں اور سونے کی اینٹیں بنوا لیتے ہیں جن کو خشت کہتے ہیں۔ فراش لوگ جو بادشاہ کے غلام ہوتے ہیں ان میں سے ایک ایک چیز یا اینٹ ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اگر ہاتھی نذر میں ہوتا ہے۔ تو وہ ہاتھی پیش کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد گھوڑے مع ساز و سامان کے۔ پھر خچر پھر اونٹ۔ اور ان سب پر مال لدا ہوا ہوتا ہے۔ جب بادشاہ دولت آباد سے تشریف لائے تو خواجہ جہاں وزیر نے نذر پیش کی۔ اس وقت میں بھی موجود تھا۔

---

[1] یعنی اللہ تجھے ہدایت دے۔

خواجہ جہاں نے شہر بیانہ سے باہر نکل کر اپنی نذر پیش کی۔ اس نے اسی ترتیب سے نذر دی جو میں نے ابھی بیان کی۔ اس نذر میں ایک سینی زمرد سے بھری ہوئی۔ اور ایک سینی موتیوں سے بھری تھی۔ اس موقع پر بادشاہ ایران سلطان ابو سعید کا عم زاد بھائی اور حاجی گاؤن بھی موجود تھا۔ بادشاہ نے اس نذر میں سے بہت سا حصہ اس کو بخش دیا۔

جشنِ عید

شہنشاہ ہندوستان کا جلوس نمازِ عید کیلئے

چاند رات کو بادشاہ اپنی طرف سے امیروں اور مصاحبوں اور مسافروں متصدیوں، حاجبوں نقیبوں، افسروں، غلاموں اور پرچہ نویسوں کے لیے ایک ایک خلعت ہر ایک کے درجے کے موافق بھیجتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو ہاتھی سجائے جاتے ہیں۔ ان پر ریشم کی طلائی اور جڑاؤ جھولیں ڈالی جاتی ہیں ہاتھی خاص بادشاہ کی سواری کے ہوتے ہیں۔ ان پر ایک ایک چھتر ہوتا ہے۔ جو ریشم کا بنا ہوا اور جواہرات سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ہر ایک چھتری کی ڈنڈی خالص سونے کی ہوتی ہے اور ہر ہاتھی پر ایک ریشمی گدی مرصع بہ جواہرات رکھی جاتی ہے۔ ایک ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہے اور اس کے آگے آگے زین پوش جن پر جواہرات جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک علم بطور پرچم کے لے جاتے ہیں۔ ہاتھی کے آگے غلام اور مملوک پیادہ پا چلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے سر پر چاچی ٹوپی (یعنی ساشیہ) ہوتی ہے اور کمر پر مطلا پیٹی۔ بعض پر جواہرات لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بادشاہ کے آگے آگے نقیب بھی ہوتے ہیں جو تعداد میں تین سو ہوتے ہیں۔ ان میں ہر ایک کے سر پر پوستین کی کلاہ ہوتی ہے۔ کمر میں طلائی پیٹی۔ اور ہاتھ میں تازیانہ جس کا دستہ سونے کا ہوتا ہے۔

صدر جہاں قاضی القضاۃ کمال الدین غزنوی اور صدر جہاں قاضی القضاۃ ناصر الدین خوارزمی اور تمام قاضی ذی رتبہ پردیسی عراقی خراسانی اور مغربی سب ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہیں اور تکبیر کہتے جاتے ہیں بادشاہ اس ترتیب سے محل شاہی کے دروازے سے نکلتے ہیں اور لشکر باہر منتظر ہوتا ہے ہر ایک امیر

اپنی فوج کو علیحدہ علیحدہ کھڑا کرتا ہے۔ اور ہر ایک کے ساتھ نوبت نقارے بھی ہوتے ہیں۔
سب سے پہلے بادشاہ کی سواری بڑھتی ہے۔ بادشاہ کے آگے آگے وہ لوگ جن کا ذکر میں کر آیا ہوں۔ اور قاضی اور مؤذن ہوتے ہیں جو تکبیر پڑھتے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے پیچھے باجے والے ہوتے ہیں ان کے پیچھے بادشاہ کے خدمت گار۔ پھر بادشاہ کے بھائی مبارک خان کی سواری مع ان کی فوج اور باجے کے ہوتی ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کے بھتیجے بہرام خان کی سواری۔ اس کے بعد بادشاہ کے چچازاد بھائی ملک فیروز[1] کی۔ پھر ملک مجیر ذی الرجا کی پھر ملک قبولہ کی۔ یہ امیر بادشاہ کا نہایت مقرب اور منہ چڑھا ہے۔ اور بڑا دولت مند ہے۔ مجھ سے اس کا دیوان ملک علاء الدین مصری جو ابن سرشی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ذکر کرتا تھا۔ کہ اس کا اور اس کے لشکر اور خادموں کا خرچ چھتیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ پھر ملک نکبہ کی پھر ملک بغرا کی۔ پھر ملک مخلص کی۔ پھر قطب الملک کی مع ہر ایک کے لشکر اور باجے والوں کے

بادشاہ قربانی بعد عید کے دن کس طرح کرتا ہے

یہ لوگ جن کا میں نے ذکر کیا۔ وہ امیر ہیں جو ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہیں یہ عید کے دن بادشاہ کے ساتھ نوبت نقارے لے کر جاتے ہیں اور باقی امیر بغیر نوبت کے جاتے ہیں اور وہ درجہ میں چھوٹے ہوتے ہیں اور ہر شخص عید کے دن جلوس میں مع اپنے گھوڑے کے زرہ پوش ہوتا ہے۔ جب بادشاہ عیدگاہ کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ قاضی اور مؤذن اور بڑے بڑے امیر اور ذی رتبہ پردیسی پہلے داخل ہو جائیں۔ بادشاہ بعد میں اترتا ہے۔ امام نماز شروع کرتا ہے۔ اور خطبہ پڑھتا ہے اور بعد عید ہوتی ہے تو بادشاہ نیزہ سے اونٹ کو نحر[2] کرتا ہے اور اس سے پہلے اپنے کپڑوں پر ایک ریشمی لنگی اوڑھ لیتا ہے۔ تاکہ کپڑوں پر خون کی چھینٹیں نہ پڑیں۔ یہ قربانی کر کے بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر محل واپس آجاتا ہے۔

---

[1] فیروز تغلق جو محمد تغلق کا جانشین بنا۔

[2] ذبح کرتا ہے۔

دربار عید

اسلامی شان اور تجمل کے روح پرور نظارے

عید کے دن تمام دیوان خانہ میں فرش بچھایا جاتا ہے اور طرح طرح کی آرائش کی جاتی ہے۔ اور دیوان کے صحن میں بارگاہ کھڑی کرتے ہیں وہ ایک بہت بڑا خیمہ ہوتا ہے جو بہت موٹے موٹے کھمبوں پر کھڑا کیا ہے اور اس کے چاروں طرف خیمے ہوتے ہیں اور ریشم کے بوٹے جن میں رنگ برنگ کے ریشمی پھول بڑے چھوٹے ہوتے ہیں لگائے جاتے ہیں۔ ان درختوں کی تین صفیں دیوان خانہ میں بناتے ہیں۔ درختوں کے درمیان ایک سونے کی چوکی رکھی جاتی ہے اور اس پر ایک گدی ہوتی ہے جس پر رومال پڑا ہوتا ہے۔

دیوان خانہ کے صدر میں ایک بڑا تخت رکھا جاتا ہے۔ یہ تخت خاص سونے کا ہے اس میں جواہر جڑے ہوتے ہیں۔ ان کا طول ۲۳ بالشت کا اور عرض اس سے نصف ہے علیحدہ علیحدہ ٹکڑے ہوتے ہیں جب وہ دیوان خانہ میں لگاتے ہیں تو ٹکڑوں کو جوڑ لیتے ہیں۔ ایک ایک ٹکڑے کو کئی کئی آدمی اٹھاتے ہیں اس کے اوپر ایک کرسی بچھاتے ہیں۔ اور بادشاہ کے سر پر چھتر لگاتے ہیں۔ جب بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے تو نقیب اور حاجب بلند آواز سے بسم اللہ کہتے ہیں۔

پھر ایک ایک شخص سلام کے واسطے آگے بڑھتا ہے۔ سب سے پہلے قاضی اور خطیب اور علماء اور سید اور مشائخ اور بادشاہ کے بھائی اور نزدیکی اور رشتہ دار آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے بعد پردیسی وزیر پھر فوج کے بڑے بڑے افسر پھر بوڑھے بوڑھے غلام۔ پھر فوج کے سردار ہر ایک وہاں سے سلام کر کے واپس آتا ہے اور اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ یہ بھی دستور ہے کہ عید کے دن جن لوگوں کے پاس جاگیریں دی گئی ہیں وہ کچھ اشرفیاں لاتے ہیں اور رومال میں باندھ کر جس پر دینے والے کا نام ہوتا ہے۔ سونے کے تھال میں جو اس مطلب کے واسطے رکھے ہوتے ہوتے ہیں ڈالتے جاتے ہیں۔ اس طرح بہت سا مال جمع ہو جاتا ہے اس میں سے بادشاہ جس کو چاہتا ہے بخشش کرتا ہے۔

جب سلام ہو چکتا ہے تو کھانا آتا ہے۔ عید کے دن بڑی انگیٹھی بھی باہر نکالتے ہیں۔ وہ برج کی شکل کی خالص سونے کی بنی ہوتی ہے۔ اس کے بھی ٹکڑے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ جب باہر نکال رکھتے ہیں تو ٹکڑے جوڑ لیتے ہیں۔ اس میں تین خانے ہوتے ہیں۔ اس میں فراش داخل ہو کر عود اور الا

اور عنبر جلاتے ہیں۔ اس خوشبو سے تمام دیوان خانہ مہک اٹھتا ہے۔ غلاموں کے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کے گلاب پاش ہوتے ہیں وہ حاضرین پر گلاب اور پھولوں کے عرق چھڑکتے ہیں۔ یہ بڑا تخت اور انگیٹھی فقط عید کے دن باہر نکالے جاتے ہیں۔

عید کے بعد بادشاہ ایک اور تخت پر جلوس کرتے ہیں وہ تخت زرین ہے۔ یہ جلوس بارگہ کے تین دروازے ہوتے ہیں۔ بادشاہ ان کے اندر بیٹھتا ہے۔ اول دروازے پر عماد الملک سرتیز کھڑا ہوتا ہے۔ دوسرے دروازے پر ملک نکبہ اور تیسرے دروازے پر یوسف بغرا اور دائیں بائیں اور امیر کھڑے ہوتے ہیں۔ بارگاہ کا کوتوال ملک طغی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی چھڑیاں ہوتی ہیں۔ اور اس کے نائب کے ہاتھ میں چاندی کی۔ یہ دونوں اہل دربار کو اپنی اپنی جگہ بٹھاتے ہیں اور صفوں کو سیدھا کرتے ہیں۔ وزیر اور کاتب اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ حاجب اور نقیب بھی اپنی اپنی جگہ پر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد طوائف اور گانے بجانے والے آتے ہیں۔ سب سے پہلے راجاؤں کی بیٹیاں آتی ہیں جو اس سال لڑائی میں پکڑی ہوئی آتی ہیں۔ اور اپنا گانا بجانا اور ناچ دکھاتی ہیں اور راگ سناتی ہیں۔ ان کو بادشاہ اپنے بھائی بندوں اور دامادوں اور شہزادوں پر تقسیم کر دیتا ہے۔ یہ جلوس عصر کے وقت ہوتا ہے۔ دوسرے دن بھی جلوس عصر کے بعد اسی ترتیب سے ہوتا ہے۔ عید کے تیسرے دن بادشاہ کے رشتہ داروں کے نکاح ہوتے ہیں اور ان کو جاگیریں انعام میں ملتی ہیں۔ چوتھے دن غلام آزاد کیے جاتے ہیں۔ پانچویں دن لونڈیاں آزاد کی جاتی ہیں چھٹے دن غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ساتویں دن خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔

سفر سے واپسی پر

شہنشاہ کی سواری بادبہاری کا نظارہ

جب بادشاہ سفر سے واپس آتا ہے تو ہاتھیوں کو آراستہ کیا جاتا ہے اور سولہ ہاتھیوں پر زرین اور جڑاؤ چھتر لگائے جاتے ہیں اور آگے آگے زین پوش اٹھا کر لے جاتے ہیں اس میں بھی جواہرات جڑے ہوتے ہیں لکڑی کے بڑے بڑے برج بناتے ہیں جس کے کئی درجے ہوتے ہیں۔ ریشم کا کپڑا ان پر منڈھا ہوتا ہے۔

ہر ایک درجہ میں لونڈیاں اچھے کپڑے اور زیورات پہن کر بیٹھتی ہیں۔ ہر ایک برج کے وسط میں چمڑے کا حوض ہوتا ہے جس میں گلاب کا شربت ہوتا ہے۔ یہ لونڈیاں ہر شخص کو خواہ شہری ہو یا مسافر پانی پلاتی اور جب وہ پانی پی چکتا ہے تو اس کو پان کی گلوری دیتی ہیں۔

شہر سے شاہی محل تک تمام رستے پر دونوں طرف کی دیواروں پر ریشمی کپڑے منڈھے ہوتے ہیں اور راستہ پر ریشمی کپڑے کا فرش ہوتا ہے جس پر بادشاہ کا گھوڑا چلتا ہے۔ بادشاہ کے آگے ہزاروں غلام ہوتے ہیں اور فوج پیچھے ہوتی ہے۔

اور بعض دفعہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ہاتھیوں پر تین یا چار چھوٹی منجنیقیں چڑھا دیتے ہیں اور ان کے ذریعے سے دینار اور درہم لوگوں پر پھینکتے ہیں اور یہ لوٹ شہر کے دروازے سے شاہی محل کے دروازہ تک ہوتی رہتی ہے۔

"شاہی دسترخوان!"

برایں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست

(۱) بادشاہ کے محل میں دو طرح کا کھانا ہوتا ہے ایک خاص دوسرا عام۔ خاصہ وہ ہے کہ بادشاہ خود کھاتے ہیں اور اس میں فقط خاص خاص امیر اور بادشاہ کا چچا زاد بھائی فیروز اور عماد الملک سر تیز اور میر مجلس یا پردیسیوں میں سے کوئی شخص جس پر بادشاہ کو خاص مہربانی کرنی منظور ہو شامل ہوتے ہیں اور بعض وقت جب حاضرین میں سے بھی خاص کر کسی پر مہربانی کرنی منظور ہوتی ہے تو بادشاہ خود رکابی اٹھاتے ہیں اور اس پر ایک روٹی رکھ کر اپنے ہاتھ سے اس شخص کو دیتے ہیں۔ وہ بائیں ہتھیلی پر رکابی لیتا ہے اور دائیں ہاتھ سے سلام کرتا ہے کبھی کبھی اس خاصہ میں سے کسی غیر حاضر شخص کا کھانا بھیجا جاتا ہے۔ وہ بھی اسی طرح لیتا ہے اور سلام کرتا ہے۔ جیسے کہ حاضر اور پھر اس کے پاس جتنے اشخاص حاضر ہوتے ہیں۔ ان سب کے ساتھ وہ اس کھانے کو کھاتا ہے۔ میں اس خاص کھانے میں بارہا شامل ہوا ہوں۔

(۲) یہ کھانا مطبخ سے لاتے ہیں اس کے آگے نقیب ہوتے ہیں جو بسم اللہ کہتے جاتے ہیں اور ان سب کے آگے نقیب النقبا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی چھڑی ہوتی ہے۔ اور اس کے نائب

کے ہاتھ میں چاندی کی۔ جب نقیب چوتھے دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور دیوان خانہ میں موجود لوگ ان کی آواز سنتے ہیں تو سب کے سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور سوا بادشاہ کے کوئی شخص بیٹھا نہیں رہتا۔

جب کھانا زمین پر رکھا جاتا ہے تو نقیب صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کا سردار سب کے آگے کھڑا ہو کر بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ اور پھر زمین بوس کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کل نقیب زمین بوس کرتے ہیں اور کل حاضرین زمین بوس کرتے ہیں۔ یہ بھی دستور ہے کہ جب یہ موقع ہوتا ہے اور نقیب کی آواز سنائی دیتی ہے۔ تو جو شخص چلتا ہوتا ہے۔ کھڑا ہو جاتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے تو وہیں جم جاتا ہے۔ اور جب تک نقیب تعریف ختم نہیں کر چکتا، کوئی شخص حرکت نہیں کرتا نہ بولتا ہے۔ پھر اسی طرح اس کا نائب تعریف کرتا ہے۔ اور پھر سب حاضرین زمین بوس کرتے ہیں۔ اس کے بعد بیٹھ جاتے ہیں۔

متصدی سب حاضرین کے نام لکھ لیتا ہے۔ خواہ بادشاہ کو اس کے حاضر ہونے کا حال معلوم ہی ہو اور بادشاہ کے لڑکوں میں سے کوئی لڑکا یہ فہرست بادشاہ کے پاس لے جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر بادشاہ حکم دیتا ہے کہ فلاں امیر آج کھانا کھلادے۔ ان کا کھانا چپاتیاں اور بھنا ہوا گوشت اور چاول اور مرغ اور سموسہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ دستر خوان کے صدر میں قاضی اور خطیب اور فقیہ اور سید اور مشائخ ہوتے ہیں اور ان کے بعد بادشاہ کے رشتہ دار اور بڑے بڑے امیر ترتیب وار بیٹھتے ہیں۔ اور ہر ایک شخص کی جگہ مقرر ہوتی ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے اور اس لیے بالکل اژدہام نہیں ہوتا۔

جب سب لوگ بیٹھ چکتے ہیں تو شربدار آتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ میں سونے اور چاندی اور تانبے اور کانچ کے پیالے ہوتے ہیں جن میں شربت ہوتا ہے۔ کھانے سے پہلے شربت پیتے ہیں۔ جب پی چکتے ہیں تو حاجب بسم اللہ کہتے ہیں۔ اس وقت کھانا شروع کیا جاتا ہے اور ہر شخص کے سامنے ہر قسم کے کھانے اور ایک رکابی موجود ہوتی ہے ایک رکابی میں دو شخص شامل نہیں ہوتے علیحدہ علیحدہ کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد فقاع یعنی نبیذ قلعی کے پیالوں میں لاتے ہیں۔ اور جب حاجب بسم اللہ کہتا ہے تو پینا شروع کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد پان چھالیہ لاتے ہیں ہر ایک آدمی کو ایک لپ بھر چھالیہ اور پندرہ پان کے بیڑے دیتے ہیں جن پر سرخ ریشم کا دھاگا بندھا ہوا ہوتا ہے۔ جب پان لے چکتے ہیں۔ تو حاجب پھر بسم اللہ کہتے ہیں اور سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو امیر کھلانے پر مقرر ہوتا ہے۔ وہ زمین بوس کرتا ہے اور پھر سب حاضرین زمین بوس کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ دو دفعہ کھانا ہوتا ہے۔ ایک

تو ظہر سے پہلے اور دوسرا عصر کے بعد۔[1]

تغلق کی داستان جود و سخا

بادشاہ کی داد و دہش کے سلسلے میں، صرف انہی واقعات پر اکتفا کروں گا، جو میرے سامنے پیش آئے، جن کا میں نے مشاہدہ کیا، جن کا میں گواہ ہوں۔[2]

بات کی بات میں ایک پردیسی کو مالا مال کر دیا

گاوزرون[3] کا ایک ملک التجار پرویز تھا۔ شہاب الدین اُس کا ایک دوست تھا۔ ملک پرویز کی جاگیر میں بادشاہ نے کنبایت[4] کا شہر دیا تھا۔ اور اُس سے وعدہ کیا تھا کہ وزارت کا عہدہ دے گا۔ اُس نے اپنے دوست شہاب الدین کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو اُس سے کہا کہ بادشاہ کے لیے نذر تیار کرے۔

اُس نے جو نذر تیار کی اُس میں ایک سراچہ یعنی ڈیرہ مشجر کا بنا ہوا تھا۔ جس پر زرین

---

[1] خاص دسترخوان پر دو سو اور عام دسترخوان پر بیس ہزار آدمی موجود رہتے تھے شاہی مطبخ میں ڈھائی ہزار بیل اور دو ہزار بھیڑ بکری کا گوشت ہر روز استعمال ہوتا تھا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بادشاہ کے دسترخوان کی وسعت کا کیا عالم تھا، اور اس کے مصارف کی کیا کیفیت تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ آج یہ باتیں افسانہ نظر آتی ہیں، لیکن وہ دور بے شک ایسا تھا، جب یہ افسانہ حقیقت اور واقعہ کی صورت میں موجود تھا۔

[2] فرشتہ اس کے جود و عطا کا ذکر یوں کرتا ہے:

"ہنگام بذل و ایثار غنی و فقیر، آشنا و بیگانہ در نظر ہمتش یکساں بودے"۔!

[3] شیراز کے قریب ایک مقام۔

[4] اسے کھمبایت بھی کہتے ہیں۔ اب یوں شہر ول بھی نکلا ہے تقسیم ہند کے بعد حکومت ہند نے مسلمان والی ریاست کو بے دخل کر دیا۔

ریاں نکلی ہوئی تھیں اور جس کا سائبان بھی زربفت مشجر کا تھا۔ اور ایک خیمہ تھا۔ مع قنات وغیرہ کے ایک آرام گاہ تھی یہ سب چیزیں مشجر کمخواب کی بنی ہوئی تھیں۔ اور بہت سے خچر بھی تھے۔

جب شہاب الدین یہ سب چیزیں لے کر اپنے دوست ملک التجار کے پاس لایا تو وہ بھی ملک کا خراج اور نذریں لے کر چلنے کو تیار بیٹھا تھا۔ بادشاہ کے وزیر خواجہ جہاں کو معلوم تھا کہ بادشاہ نے پرویز سے وزارت دینے کا وعدہ کیا ہے، اور یہ بات اُسے نہایت ناگوار گزری تھی کیونکہ قبل ازیں کمبایت اور گجرات اُس کی جاگیر میں تھے اور اُس کے باشندوں سے اُس کا دلی تعلق[1] تھا۔ اُن میں اکثر ہندو تھے۔ اور بعضے بادشاہ سے سرکش بھی تھے۔

خواجہ جہاں نے کسی کو ورغلایا کہ ملک التجار کو راستہ میں مار ڈالو چنانچہ جب ملک التجار نذر اور خراج لے کر دارالخلافہ کی طرف روانہ ہوا تو ایک روز چاشت کے وقت کسی منزل میں اترا اور تمام لشکر اپنی ضروریات کے لیے پراگندہ ہوگیا، جب اکثر لوگ سو گئے تو ہندوؤں کی ایک بڑی جماعت آپڑی ملک التجار کو قتل کر ڈالا، اور کل مال لوٹ لیا اور خزانہ اور نذر کو بھی نہ چھوڑا شہاب الدین کا بھی سب مال لوٹ لیا۔ لیکن وہ خود بچ گیا۔

پرچہ نویسوں نے یہ حال بادشاہ کو لکھا بادشاہ نے حکم دیا کہ نہروالہ کے خراج سے تیس ہزار دینار اسے دے دیے جاویں، اور وہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے۔ شہاب الدین سے جب یہ کہا گیا، تو اُس نے کہا کہ میں بادشاہ کی زیارت کے لیے جاتا ہوں اور اُس کی دہلیز کو بوسہ دینا چاہتا ہوں۔ بادشاہ کو اُس کا جواب لکھا گیا۔ تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور اجازت دی کہ شہاب الدین دارالخلافہ کی طرف چلا آئے۔

جس روز دارالخلافہ پہنچا تو ہمیں بھی اُسی روز بادشاہ کے سامنے پیش ہونا تھا وہ بھی پیش ہوا۔ بادشاہ نے ہمیں بھی خلعت دی اور ٹھیرنے کا حکم دیا اور شہاب الدین کو بھی بہت کچھ دیا۔ ایک روز بادشاہ نے حکم دیا کہ مجھے چھ ہزار روپیہ دیا جاوے اور اُس روز دریافت فرمایا کہ شہاب الدین کہاں ہے؟ بہاء الدین فلکی نے کہا کہ اخوند عالم نمیدانم لیکن پھر کہا شنیدم زحمت دارد[2]۔ بادشاہ نے فرمایا کہ "بردہمیں زماں از خزانہ یک لک تنکہ بگیری پیش او ببری تا دل او خوش شود" بہاء الدین

---

[1] یہ اسی طرف کا رہنے والا تو مسلم تھا۔

[2] بیمار ہے۔

نے فوراً تعمیل کی۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اسباب ہندوستان کا بنا ہوا خریدنا چاہے خرید لے اور جب تک اُس کی خرید جاری رہے اور کوئی شخص نہ خریدے، اور یہ بھی حکم دیا کہ اُس کو تین جہاز مع اسباب اور زاد راہ کے دیے جائیں۔ شہاب الدین ہرمز میں پہنچا اور وہاں ایک عظیم الشان مکان بنوایا۔ اس شہاب الدین کو میں نے شہر شیراز میں دیکھا کہ وہاں سلطان ابو اسحاق کی بخشش کا خواستگار تھا۔ اس وقت وہ کل مال خرچ کر چکا تھا۔ ہندوستان کی دولت کا یہی حال ہے۔ اوّل تو وہاں کی دولت کو بادشاہ باہر نہیں جانے دیتا اور اگر چلی بھی جاتی ہے تو خدا لینے والے پر کوئی نہ کوئی آفت بھیج دیتا ہے۔ چنانچہ شہاب الدین کی دولت بھی اُس جھگڑے میں جو اُس کے بھتیجوں کا بادشاہ ہرمز کے ساتھ تھا کُل کی کل جاتی رہی۔

خلیفۂ عباسی کے قاصد سے حُسنِ سلوک کی حیرت انگیز مثال

بادشاہ نے خلیفہ ابو العباس کے پاس ملک مصر میں تحفے بھیج کر خلیفہ سے درخواست کی تھی کہ اُس کو ہندوستان اور سندھ کے ملک پر حکمرانی کرنے کا اجازت نامہ[1] بخشا جاوے اور یہ درخواست فقط اعتقاد تھی خلیفہ ابو العباس نے ایک اجازت نامہ شیخ الشیوخ رکن الدین کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب شیخ رکن الدین دارالخلافہ میں پہنچے تو بادشاہ نے اُن کے خیر مقدم اور خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ جب وہ اُس کے پاس آتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔ جو کچھ اُس کو بطور بخشش کے دیا، اُس کی بھی کچھ حد نہیں تھی ازاں جملہ گھوڑے کا تمام ساز یہاں تک کہ میخیں بھی سونے کی تھیں اور بادشاہ کا حکم تھا کہ جب تم جہاز سے اُتر کر خشکی پر چلنا شروع کرو تو سونے کے نعل اپنے گھوڑے کے لگوا لینا۔

شیخ صاحب کھمبایت کی طرف چلے کہ وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر اپنے وطن تشریف لے جائیں۔ راستے میں قاضی جلال الدین نے بغاوت کی اور ابن الکولمی اور شیخ رکن الدین دونوں کو لوٹ لیا۔ شیخ صاحب اپنی جان لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ اُن کو دیکھ کر ہنسا مذاقاً یہ کہا کہ "آمدی زر بری و با صنم

---

[1] اس اجازت کی ضرورت یوں پیش آئی کہ سلاطین ہند طبعاً زیادہ مذہبی تھے۔ وہ خلیفہ کو دنیائے اسلام کا فرماں روائے حقیقی سمجھتے تھے۔ اور اُس کی اجازت کے بغیر بادشاہت غلط خیال کرتے تھے۔ چنانچہ محمود غزنوی، اور دوسرے ملوک و سلاطین نے خلیفہ سے سند بادشاہت بڑی عقیدت کیساتھ حاصل کی تھی تغلق کو شروع میں تو اس کا خیال نہ آیا مگر جب آیا تو اپنی عقیدت مندی میں سب سے آگے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ خلیفہ کے حق میں تخت حکومت تک سے دستبردار ہونے کو تیار ہو گیا۔

دریا خوری زرنبردی دو سری‘ پھر کہا خاطر جمع رکھو میں دشمنوں پر چڑھائی کرتا ہوں اور جو کچھ انہوں نے تم سے لیا ہے اس سے دو چند سہ چند تم کو دوں گا۔ جب میں ہندوستان سے چل پڑا تو میں نے سُنا تھا کہ بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پہلے سے زیادہ دیا۔

ایک واعظ شیریں بیاں کو گراں بہا تحائف دے ڈالے

واعظ ترمذی ناصر الدین بادشاہ کی خدمت میں اپنے وطن سے آیا اور عرصہ تک دارالخلافہ میں رہا، جب واپس جانے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے اجازت دی لیکن اب تک اُس کا واعظ سُننے کا اتفاق نہ ہوا تھا، رخصت کرنے سے پہلے وعظ سُننے کا ارادہ کیا۔ حکم دیا کہ سفید صندل مقاصری کا ایک منبر تیار کیا جائے اس کی میخیں اور پتیاں سونے کی بنوائیں اور اُس کے اوپر ایک بڑا یاقوت لگوایا اور ناصر الدین کو ایک خلعت عباسی سیاہ رنگ زریں ومرصع اور ایک عمامہ پہننے کے لیے دیا اور دو سراچہ میں بادشاہ تخت کے اوپر بیٹھا اُس کے دائیں بائیں خواص اور قاضی اور مولوی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

واعظ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا پھر واعظ کہا۔ جو یوں ہی سا تھا۔ لیکن اندازِ بیان خوب تھا۔

جب واعظ منبر سے نیچے اُترآیا بادشاہ اُس کی طرف بڑھا اسے گلے سے لگایا اور ہاتھی پر سوار کرایا سب کو حکم دیا جن میں میں بھی شامل تھا کہ اُس کے آگے آگے پیدل چلیں۔ اُس کو ایک سراچہ یعنی خیمہ میں لے گئے جو اُسی کے واسطے کھڑا کیا گیا تھا۔ اور بادشاہ کے خیمہ کے مقابل تھا۔ یہ خیمہ رنگا رنگ کے ریشمی کپڑوں کا بنا ہوا تھا۔ اُس کی رسیاں اور قنات بھی ریشم کی تھیں۔ خیمہ کے ایک طرف سونے کے برتن تھے جو سلطان نے اُس کو دئیے تھے۔ اُن میں سے ایک تنور تھا اتنا بڑا کہ ایک آدمی بڑی آسانی سے اُس میں بیٹھ سکتا تھا۔ اور دو دیگیں تھیں۔ رکابیوں کی گنتی مجھے یاد نہیں رہی اور کئی آب خورے اور ایک لوٹا اور ایک تھی سندہ اور ایک خوان چار پاؤں والا اور ایک کتابوں کا صندوق یہ سب سونے کی چیزیں تھیں عماد الدین سمنانی نے خیمہ کی دو میخیں اُٹھا کر دیکھیں اُن میں سے ایک پیتل کی تھی دوسری قلعی کی ہوئی تانبے کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونے اور چاندی کی ہیں، لیکن اصل میں سونے اور چاندی کی نہیں تھیں جس وقت یہ واعظ پہلے پہل آیا تو اُسے ایک لاکھ دینار دیئے۔

لہ جزیرہ مکاسر (جاوا)

اور دو سو غلام، جن میں سے کچھ تو اُس نے چھوڑ دیئے اور کچھ رکھے۔

خلفائے عباسیہ سے عقیدت مندی کا والہانہ انداز

عبدالعزیز فقیہ اور محدث تھا۔ دمشق میں اُس نے تقی الدین ابن تمیہ اور برہان الدین ابن جمال الدین مزی و شمس الدین ذہبی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی تھی پھر جب وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا تو اُس نے اُس کی بہت خاطر تواضع کی۔ ایک روز اتفاق سے اُس نے حضرت عباس اور اُنکی اولاد کے فضائل میں کچھ حدیثیں بیان کیں اور کچھ خلفائے بنی عباس کا ذکر کیا۔ بادشاہ بنی عباس سے محبت رکھتا تھا۔ وہ حدیثیں بہت پسند آئیں۔ بادشاہ نے عبدالعزیز اردبیلی کی قدم بوسی کی اور حکم دیا کہ سونے کی تھالی میں دو ہزار اشرفی لاؤ اور وہ تھالی بھری بھرائی بادشاہ نے فقیہ کو دے دی۔

فی شعر ایک ہزار اشرفی کا بے مثال عطیہ

فقیہ شمس الدین اندگانی ایک حکیم اور شاعر تھا اُس نے ایک فارسی قصیدہ بادشاہ کی مدح میں پڑھا جس کے ستائیس شعر تھے۔ بادشاہ نے اُس کو ہر بیت پر ہزار دینار دیئے زیادہ سے زیادہ جو ہم نے ایسے عطیوں کی بابت سُنا تھا، وہ یہ تھا کہ کسی نے ہر شعر پر ہزار درہم دیئے ہوں لیکن وہ عطا اس بادشاہ کی عطا کا دسواں حصہ تھا۔

ایک فاضل شخص کو بے طلب دس ہزار روپے بخش دیئے

شونکاری عضدالدین اپنے وطن میں ایک مشہور فاضل تھا۔ جس کے علم و فضل کی شہرت تھی۔ بادشاہ نے بھی اُس کی تعریف سُنی۔ اُس کے پاس دس ہزار روپیہ گھر بیٹھے بھیج دیئے نہ اُس نے کبھی بادشاہ کو دیکھا نہ اُس کے پاس قاصد بھیجا۔

قاضی مجد الدین کو گھر بیٹھے دس ہزار روپے بھیج دیا

جب بادشاہ نے قاضی مجدالدین ولی شیرازی کی تعریف سُنی، تو اُن کے پاس شیراز میں شیخ زادہ دمشقی کے پاس بھیج دیا۔

ایک پردیسی واعظ کو چالیس ہزار کا عطیہ

برہان الدین ساغرجی ایک واعظ تھا اور سخی ایسا تھا کہ جو کچھ اُس کے پاس ہوتا بھوکوں کو دے دیتا تھا بعض اوقات قرض لے کر سخاوت کرتا تھا۔ بادشاہ کو اُس کی خبر پہنچی اس کے پاس چالیس ہزار دینار بھیجے اور اُس سے ہندوستان آنے کی درخواست کی۔ برہان الدین نے وہ دینار لے لیے۔ اپنا قرض اُتار دیا اور آنے سے انکار کیا یہ کہا کہ بادشاہ ہند عالموں کو اپنے روبرو کھڑا رکھتا ہے میں ایسے شخص کی ملازمت کرنا نہیں چاہتا۔ اور ملک خطا کی طرف چلا گیا۔

ایران کے ایک شاہزادے کے ساتھ حسن سلوک

حاجی گاون سلطان ابوسعید شاہ ایران کا چچازاد بھائی تھا۔ اور اُس کا بھائی موسیٰ عراق میں کسی جگہ کا حاکم تھا۔ اُس نے حاجی گاون کو ایلچی کے طور پر بادشاہ کے پاس بھیجا بادشاہ نے اُس کی بہت تنظیم کی اور بہت تعظیم کی اور بہت کچھ دیا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ وزیر خواجہ جہاں نے ہدیہ بھیجا۔ جس میں تین تھالیاں تھیں۔ ایک میں یاقوت تھے اور دوسری میں زمرد اور تیسری میں موتی۔ حاجی گاون بھی حاضر تھا۔ اُس میں سے بادشاہ نے حاجی گاون کو بہت سا مال دیا اور رخصت کے وقت بھی بہت دولت دی۔ جب حاجی گاون عراق گیا تو اُس کا بھائی فوت ہو گیا۔ اور اُس کی بجائے سلیمان حاکم بن بیٹھا تھا۔ حاجی گاون نے اپنے بھائی کا ورثہ طلب کیا۔ اور ملک کا بھی دعویٰ کیا۔ لشکر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ فارس کی طرف چلا گیا۔

جب شونکارے شہر میں پہنچا تو اُس کے مشائخ نے ملازمت میں کچھ دیر کی جب وہ حاضر ہوئے تو اُن سے دریافت کیا کہ تم جلدی کیوں نہیں آئے انہوں نے کچھ عذر کیا وہ عذر قبول نہ کیا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا "تلیج چکا" یعنی تلوار کھینچو انہوں نے تلوار نکال کر اُن کے سر اُڑا دیے یہ کافی لوگ تھے۔ قرب و جوار کے امیروں کو یہ بات ناگوار گزری انہوں نے شمس الدین سمنانی کو جو بڑا امیر اور فقیہ تھا خط لکھا اور اُس سے اعانت طلب کی وہ اپنا لشکر لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اور عوام الناس بھی مشائخ شونکارہ کے انتقام لینے کے لیے جمع ہوئے اور رات کے وقت حاجی گاون کے لشکر پر شبخون مارا اور اسے پراگندہ کر دیا۔ حاجی گاون محل میں شہر کے اندر تھا۔ اس کا محاصرہ کر لیا وہ غسل خانہ

میں جا چھپا لیکن اُس کو پکڑ لیا اور اس کا سر کاٹ کر سلیمان کے پاس بھیج دیا اور باقی اعضا تمام ملک میں تقسیم کر دیے۔

ابن خلیفۃ المسلمین دہلی میں

بادشاہ کی طرف سے خاطر مدارات اور عقیدت کے والہانہ واقعات

امیر غیاث الدین محمد عباسی بن عبدالقادر بن یوسف بن عبدالعزیز بن خلیفہ المستنصر باللہ عباسی بغدادی سلطان علاء الدین طرمشیریں بادشاہ ماوراء النہر کے پاس آیا۔ سلطان نے اُس کو حضرت قسم بن عباس کی خانقاہ کا متولی کر دیا۔ جہاں وہ کئی سال تک رہا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ ہندوستان کو بنی عباس کے ساتھ محبت ہے۔ اس لیے اُس نے اپنی طرف سے محمد ہمدانی صوفی اور محمد بن ابی شرفی حربادی کو قاصد بنا کر بھیجا۔ یہ دونوں بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قاصدوں کو پانچ ہزار دینار دیے اور امیر غیاث الدین کے واسطے تیس ہزار دینار بطور زادِ راہ کے روانہ کیے اور اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا اور ہندوستان کی طرف آنے کی درخواست کی۔

خط کے ملتے ہی غیاث الدین چل پڑا۔ اور جب ملک سندھ میں پہنچا تو پرچہ نویسوں نے بادشاہ کو خبر دی، بادشاہ نے دستور کے موافق استقبال کے لیے آدمی بھیجے۔ جب وہ سرسہ میں پہنچا تو قاضی کمال الدین صدر جہاں کو حکم دیا کہ استقبال میں کچھ فقیہ اپنے ساتھ لے کر اُس کی سواری کے ساتھ شامل ہو۔ پھر امیروں کو استقبال کے لیے بھیجا۔ جب وہ مسعود آباد پہنچا تو بادشاہ مع امیروں کے خود اُس کے استقبال کے لیے باہر آیا۔

جب ملاقات ہوئی غیاث الدین پیادہ ہو گیا۔ بادشاہ بھی سواری سے نیچے اُتر آیا۔ اور غیاث الدین نے حسب دستور زمین بوسی کی تو بادشاہ نے بھی اسی طرح زمین بوسی کی۔ امیر غیاث الدین کچھ نذر اپنے ساتھ لایا۔ اُس میں کپڑوں کے تھان بھی تھے۔ بادشاہ نے ایک تھان اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔ اور جس طرح اور لوگ بادشاہ کی زمین بوسی کرتے ہیں۔ اُسی طرح سلام کیا پھر گھوڑے آئے بادشاہ نے ایک گھوڑے کو پکڑ کر امیر کے سامنے کیا اور قسم دے کر کہا کہ آپ اس پر سوار ہو جائیں اور خود رکاب پکڑ کر

کھڑا ہو گیا۔ پھر بادشاہ سوار ہو گیا اور باقی ہمراہی بھی سوار ہو گئے اور شاہی چتر اُن دونوں پر سایہ کے لیے کھڑا کیا گیا۔

پھر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے امیر کو پان دیا۔ یہ سب سے بڑھ کر تواضع تھی۔ کیونکہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے کسی کو پان نہیں دیتا۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر میں خلیفہ ابوالعباس سے بیعت نہ کر چکتا تو آپ سے بیعت کرتا۔ غیاث الدین نے جواب دیا کہ میں خود ابوالعباس سے بیعت ہوں۔ امیر غیاث الدین نے تواضعاً فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے بنجر زمین کو زندہ کیا یعنی آباد کیا۔ وہ اُسی کی ملکیت ہوتی ہے۔ گویا بادشاہ کے احسانات نے ہمیں ازسرِنو زندہ کیا ہے۔ بادشاہ نے نہایت عجز سے اُس کا مناسب جواب دیا۔ جب اُس سراچہ یعنی خیمہ میں پہنچے جو بادشاہ کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔ تو بادشاہ نے ابن خلیفہ کو اُس میں ٹھہرایا۔ اور اپنے واسطے علیحدہ خیمہ لگوایا۔ اُس رات کو دارالخلافہ سے باہر رہے۔

دوسرے دن شہر میں داخل ہوئے اور سیری کا محل جو سلطان علاءالدین خلجی اور سلطان قطب الدین خلجی نے بنایا تھا۔ اُس کی سکونت کے لیے مقرر کیا اور بادشاہ مع امیروں کے خود محل میں گیا اور اُس کا تمام سامان مہیا کیا۔ اور اُس کے سامان میں علاوہ چاندی اور سونے کے برتنوں کے ایک طلائی حمام غسل کے واسطے تھا۔ پھر چار لاکھ دینار اُسی وقت بطور سرشوئی کے بھیجے گئے۔ اور لونڈی اور غلام اور لڑکے خدمت کے لیے بھیجے اور روزانہ خرچ کے لیے تین سو دینار مقرر کیا۔ ہر وقت دسترخوان خاص سے اُس کے لیے کھانا علاوہ جاتا تھا۔ سیری کا تمام شہر گھروں اور باغوں اور زمین اور گوداموں سمیت جاگیر میں دیا۔ اُس کے علاوہ سو دیہات اور دیے۔ دہلی کے شرقی مقامات کی حکومت عطا کی اور تیس خچر زرین زینوں سمیت اُس کے پاس بھیجے اور اُن کا چارہ دانہ سرکاری گودام سے جاتا تھا۔ اُس کے واسطے حکم تھا کہ جب بادشاہی محل میں آئے گھوڑے سے ہرگز نہ اُترے اور جہاں تک بادشاہ سوار ہو کر آتے ہیں چلا جائے حالانکہ اور کسی کو محل میں سوار آنے کی اجازت نہ تھی، سب لوگوں کو حکم تھا۔ کہ جس طرح بادشاہ کو زمین بوس کرتے ہیں اسی طرح اُس کی بھی تعظیم کیا کریں۔

جب وہ بادشاہ کی خدمت میں آتا تھا تو بادشاہ تخت سے نیچے اُتر آتا تھا۔ اور اگر چوکی پر ہوتا تھا تو کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور دونوں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے تھے۔ بادشاہ اُس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتا تھا اور جب وہ چلنے کو کھڑا ہوتا تھا تو بادشاہ بھی کھڑا ہو جاتا تھا۔ پھر بادشاہ

اُس کو سلام کرتا تھا۔ اور یہ بادشاہ کو جب مجلس سے باہر جاتا تھا، تو باہر اُس کے لیے ایک مسند بچھادی جاتی تھی۔ اُس پر جتنی دیر چاہتا تھا بیٹھتا تھا۔ ہر روز دُو دفعہ یہ ہوتا تھا۔

امیر غیاث الدین دہلی میں قیام پذیر تھا۔ کہ بنگالہ کا وزیر آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑے بڑے امیر اُس کا استقبال کریں اور پھر آپ بھی اُس کے استقبال کو نکلا، اور اُس کی بڑی تعظیم کی، اور جیسے بادشاہ کے شہر میں داخل ہونے کے وقت رونق ہوتی ہے ویسی ہی اس وقت ہوئی امیر غیاث الدین بھی یعنی ابن الخلیفہ بھی اُس کی ملاقات کو باہر آیا اور قاضی اور فقیہ اور مشائخ بھی، جب بادشاہ واپس ہو گئے، تو وزیر سے کہا کہ آپ مخدوم زادہ کے گھر جاویں۔ وزیر وہاں گیا اور دُو ہزار اشرفی اور کپڑوں کے تھان پیش کیے اور اُس کے ساتھ امیر قبولہ اور میں بھی گیا تھا۔

ایک دفعہ بادشاہ کے پاس بہرام حاکم غزنی آیا۔ اُس کے ساتھ ابن الخلیفہ کی پرانی عداوت تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شاہ غزنی کو ایک مکان میں جو سیری میں ہے ٹھیرادیں۔ یہ بھی حکم دیا کہ سیری میں بادشاہ غزنی کے لیے ایک نیا گھر بنایا جاوے۔ ابن الخلیفہ کو خبر ہوئی وہ غصہ ہو گیا اور بادشاہ کے محل میں گیا۔ اور اپنی مسند پر حسب دستور جا کر بیٹھ گیا۔ اور وزیر کو بھیجا کہ اخوند عالم سے کہہ دو کہ جو کچھ آپ نے مجھے دیا ہے وہ میرے مکان میں موجود ہے میں نے اُس میں سے کچھ خرچ نہیں کیا بلکہ کچھ نہ کچھ زیادہ کیا ہوگا اور میں اب یہاں ٹھیرنا نہیں چاہتا یہ کہہ کر ابن خلیفہ محل سے چل دیا۔ وزیر نے اُس کے دوستوں سے سبب دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اس سبب سے ناراض ہے کہ بادشاہ نے حاکم غزنی کے لیے سیری میں محل بنانے کا حکم دیا ہے۔

وزیر نے بادشاہ کو خبر کی۔ وہ اُسی وقت سوار ہو کر اور دس آدمی اپنے ہمراہ لے کر ابن الخلیفہ کے مکان پر آیا اور گھوڑے سے محل کے باہر اُتر کر اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ ابن الخلیفہ نے بادشاہ نے عذر کیا اور ابن الخلیفہ نے اُس کا عذر منظور کر لیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ میرا اطمینان نہیں ہوا کہ آپ خوش ہو گئے ہیں۔ جب تک آپ میری گردن پر پاؤں نہ رکھیں۔ ابن الخلیفہ نے کہا میں ہرگز نہ کروں گا خواہ بادشاہ مجھے قتل کر ڈالے۔ بادشاہ نے اپنے سر کی قسم دلائی کہ یہ کرنا ہوگا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ ملک قبولہ نے ابن الخلیفہ کا پاؤں اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر بادشاہ کی گردن پر رکھ دیا۔ بادشاہ کھڑا ہو گیا اور کہا اب مجھے تشفی ہو گئی کہ آپ راضی ہو گئے۔ ایسی عجیب و غریب حکایت میں نے آج تک کسی بادشاہ کے متعلق نہیں سُنی۔

عید کے دن میں بھی مخدوم زادہ کے سلام کو گیا۔ ملک کبیر بادشاہ کی طرف سے تین خلعت

لایا۔ جنوں میں تکموں کی جگہ جو ریشم کے ہوتے ہیں بیر برابر موتیوں کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ملک کبیر دروازہ پر کھڑا رہا جب ابن الخلیفہ محل سے نیچے اُترا تو اُس کو خلعت پہنایا۔ بادشاہ نے لاتعداد مال اور دولت دی تھی تاہم یہ شخص بڑا بخیل تھا۔ جس قدر بادشاہ میں سخاوت تھی۔ اُسی قدر یہ شخص بخیل تھا۔ میرے ساتھ ابن الخلیفہ کی نہایت گہری دوستی ہو گئی تھی میں اُس کے پاس بہت آیا جایا کرتا تھا۔ جب میں سفر کو چلا تو اپنے بیٹے احمد کو بھی اُس کے پاس چھوڑ آیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں اُس کا کیا حال ہوا۔

میں نے ایک روز کہا کہ آپ تنہا کیوں کھاتے ہیں اور دسترخوان پر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو کیوں نہیں کھلاتے۔ اس نے جواب دیا کہ میں دیکھ نہیں سکتا کہ اس قدر آدمی میرا کھانا کھا دیں۔ اور اس لیے میں تنہا کھاتا ہوں۔ فقط اپنے کھانے میں سے محمد بن ابی الشرفی اپنے دوست کو کچھ دیا کرتا تھا۔ اور باقی کل آپ کھاتا تھا جب میں اُس کے گھر جاتا تھا۔ تو دیکھتا تھا۔ کہ دہلیز میں اندھیرا ہوتا تھا۔ چراغ نہیں ہوتا تھا۔ اور میں نے کئی دفعہ اُس کو اپنے باغ میں تنکے جمع کرتے دیکھا۔ اُس نے ان تنکوں سے گودام بھر لیے تھے۔ میں نے کہا مخدوم زادہ صاحب یہ کیا کرتے ہو۔ اُس نے کہا کہ لکڑیوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

اپنے غلاموں اور نوکروں اور دوستوں سے باغ میں کام لیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ میرا کھانا مفت کھائیں۔ ایک دفعہ مجھ پر قرض ہو گیا۔ میں نے اُس سے قرض مانگا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ میں بہت چاہتا ہوں کہ تیرا قرضہ ادا کروں لیکن ہمت نہیں پڑتی۔ ایک دفعہ مجھ سے ذکر کرتا تھا کہ ہم چار آدمی بغداد سے باہر گئے۔ پیدل تھے۔ ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ ایک چشمہ سے گزرے تو وہاں ایک درہم پڑا ہوا پایا۔ ہم نے سوچا کہ ایک درہم کا کیا کریں۔ آخر ہم سب نے اتفاق کیا کہ اُس کی روٹی خرید لیں۔ ایک آدمی روٹی خریدنے گیا۔ تو نان بائی نے کہا کہ میں روٹی اور بھوسہ دونوں ساتھ بیچتا ہوں اور علیحدہ علیحدہ نہیں دیتا۔ آخر ایک قیراط کی روٹی لی اور ایک قیراط کا بھوسہ۔ بھوسہ کی ہمیں ضرورت نہیں تھی اس لیے وہ پھینک دیا اور ایک لقمہ ہم نے روٹی کھائی۔ کہتا تھا اب خدا نے مجھے اس قدر دولت مند کر دیا ہے۔ میں نے کہا خدا کا شکر کر اور فقرا اور مساکین کو صدقہ دیا کر۔ کہنے لگا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

میں نے کبھی اُسے خیرات دیتے یا کسی کے ساتھ سلوک کرتے نہیں دیکھا۔ خدا ایسے بخل سے پناہ میں رکھے۔ ہندوستان سے جانے کے بعد میں بغداد میں گیا۔ اور مدرسہ مستنصریہ کے دروازہ پر

بیٹھا ہوا تھا۔ جو اُس کے دادا خلیفہ المستنصر باللہ نے بنایا تھا۔ میں نے ایک جوان سقیم الحال کو دیکھا کہ وہ ایک اور شخص کے پیچھے جو مدرسہ سے نکلتا تھا۔ جلدی جلدی جارہا تھا۔ ایک طالب علم نے مجھ سے کہا کہ یہ جوان امیر غیاث الدین کا بیٹا ہے جو ہندوستان میں ہے۔ میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ میں ہندوستان سے آیا ہوں تیرے باپ کا حال بتا سکتا ہوں۔ اُس نے کہا میرے پاس حال ہی میں اُن کی خیر و عافیت آچکی ہے۔ اور وہ اُس شخص کے پیچھے دوڑتا چلا گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ شخص جس کے پیچھے یہ عباسی دوڑتا ہے۔ کون ہے اُس نے کہا یہ جیل خانہ کا ناظر ہے۔ اور یہ جوان کسی مسجد کا امام ہے اس مسجد سے اُس کو ایک درہم یومیہ ملتا ہے۔ اور اس شخص سے وہ اپنی اُجرت مانگتا ہے۔ مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے سوچا کہ اگر ابن الخلیفہ اپنی خلعت کا ایک تکمہ اس کو بھیج دے تو اُس کو عمر بھر کے لیے غنی کر دے۔

ایک غریب الوطن امیر

جس پر تغلق نے نوازشوں کی بھرمار کر دی

شہزادی فیروزہ کی سیف الدین سے شادی کا شاندار جشنِ طرب

سیف الدین عذا ابن ہبۃ اللہ ابن مہنّے[1] امیر عرب (شام) بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے اُس کا حد درجہ اکرام کیا۔ اور سلطان جلال الدین کے محل میں جو کوشک[2] محل کے نام سے مشہور ہے اسے فروکش کیا۔ یہ محل بہت بڑا ہے اُس میں ایک بہت بڑا صحن ہے اُس کی دہلیز بہت بڑی ہے اس دہلیز پر ایک برج ہے جس سے اندر اور باہر کے دونوں صحن نظر آتے ہیں سلطان جلال الدین اس برج میں بیٹھ کر اندر کے صحن میں چوگان بازی دیکھا کرتا تھا۔

---

[1] یہ شخص عرب کے ایک نجیب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ جس نے خلافت عباسیہ کو بحال کرنے میں بڑی جدوجہد کی تھی۔

[2] سلطان جلال الدین خلجی نے اسے تعمیر کرایا تھا۔ آثار الصنادید (سر سید) میں تفصیل موجود ہے۔

جب امیر سیف الدین کو اس محل میں ٹھیرایا گیا۔ تو میں نے یہ محل دیکھا۔ اسباب سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن تمام چیزیں بوسیدہ ہو گئی تھیں، ہندوستان میں دستور ہے کہ جب بادشاہ مر جاتا ہے تو اُس کا محل چھوڑ دیتے ہیں اور نیا بادشاہ اپنے لیے علیحدہ محل تیار کرواتا ہے اور اُس محل کی کوئی چیز جگہ سے نہیں ہٹاتا۔ عبرت کا مقام تھا۔ میرے آنسو نکل آئے۔ فقیہ جلال الدین مغربی غرناطی نے جو بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ اُس وقت میرے ساتھ تھے انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

وسلاطینہم سل الطین عنہم   فالرؤس العظام صارت عظاما

یعنی:۔

جن کے بڑے بڑے سر ہڈی کا خول رہ گئے ہیں   خاک رہ گئی مٹی سے ان بادشاہوں کا حال پوچھو

اس محل میں امیر سیف الدین کی شادی کا کھانا ہوا تھا۔ بادشاہ اہلِ عرب کا شیدائی تھا۔ اس امیر کے ساتھ بھی سلوک ہوا اور بارہا اُس کو بڑے بڑے عطیے بخشے ایک دفعہ ملک اعظم بایزیدی حاکم مانکپور کی نذر پیش ہوئی اُس میں گیارہ گھوڑے اصیل اور نجیب تھے بادشاہ نے امیر سیف الدین کو دے دیے اور پھر ایک دفعہ دس گھوڑے جن کے زین زریں اور لگام طلائی تھے۔ امیر کو دے دیے اور بعد ازاں اپنی بہن فیروزہ اخندہ سے اُس کی شادی کر دی۔

جب بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کی بہن کی شادی امیر سیف الدین سے کی جاوے تو ولیمہ کی تیاری اور اخراجات کا کام ملک فتح اللہ شونویس کے سپرد کیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ تم امیر سیف الدین کے ساتھ رہو، ملک فتح اللہ بڑے بڑے سائبان لایا اور اُس نے دونوں صحنوں پر سائبان لگائے اور ایک صحن میں ایک بڑا خیمہ لگایا اور اُس میں طرح طرح کے عمدہ فرش بچھائے اور شمس الدین تبریزی مطربوں اور طوائف کو لے کر آیا۔ یہ سب بادشاہ کے غلام اور لونڈیاں تھیں اور باورچی اور نان بائی اور حلوائی اور سقے۔ تنبولی حاضر ہو گئے جانور اور پرندے ذبح کیے گئے اور پندرہ دن تک سب لوگوں کو کھانا کھلایا گیا۔ اور بڑے بڑے امیر اور پردیسی دو وقت کھانے میں شامل ہوتے تھے۔

نکاح کی رات سے دو رات پہلے بادشاہ کے محل سے بیگمیں آئیں اور انہوں نے مکان آراستہ کیا اور اچھے اچھے فرش بچھائے اور امیر سیف الدین کو بلایا۔ یہ پردیسی تھا۔ اور اُس کا کوئی عزیز وہاں نہیں تھا۔ ان عورتوں نے اُس کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُس کو ایک مسند پر بٹھایا۔

بادشاہ کے حکم سے اس کی سوتیلی ماں جو مبارک خاں کی ماں تھی امیر سیف الدین کی ماں بنی اور ایک بہن بنی اور تیسری بیگم پھوپھی بنی اور چوتھی خالہ تاکہ وہ سمجھے کہ اس کا تمام خاندان یہاں موجود ہے انہوں نے اسے چوکی پر بٹھایا اور اُس کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی اور باقی عورتیں ناچتی گاتی بیگمیں یہ سب سامان تیار کرکے دولہا دولہن کے سونے کے گھر میں چلی گئیں۔ اور وہ اپنے دوستوں سمیت باہر کے مکان میں رہا۔

بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ چند امیر اُس کی جماعت میں داخل ہوں اور چند دولہن کی جماعت میں۔ یہاں کا دستور ہے جس مکان سے دولہا دولہن کو اپنے ساتھ لاتا ہے اُس مکان کے دروازہ پر دولہن کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور جب دولہا کی جماعت آتی ہے تو اُن کو داخل ہونے سے روکتے ہیں اگر وہ غالب ہو جاتے ہیں تو چلے جاتے ہیں اور اگر مغلوب ہو جاتے ہیں۔ تو اُن کو ہزار روپیہ انعام دینے پڑتے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد امیر کے پاس نیلے ریشم کے خلعت لائے جو زری کے تھے۔ اور اس قدر جواہرات اُن پر جڑے تھے کہ کپڑے کا رنگ نظر نہیں آتا تھا اور ایسی ہی کلاہ تھی۔ میں نے ایسی پوشاک کبھی نہیں دیکھی تھی اور جو پوشاکیں بادشاہ نے اپنے دوسرے داماد کو دیں جیسے عمادالدین سمنانی کو اور ملک العلماء کے بیٹے کو اور شیخ الاسلام کے بیٹے کو اور صدر بخاری کے بیٹے کو کوئی اُس کے برابر نہ تھی۔

پھر امیر سیف الدین اپنے ساتھیوں اور غلاموں کو ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ پھر ایک چیز[1] جو تاج کے مشابہ تھی اور چنبیلی اور نسرین اور رائے بیل کے پھولوں کی بنی ہوئی تھی۔ اور جس کی جھالر منہ اور سینہ پر لٹکتی تھی لائے امیر سے کہا کہ اس کو سر پر رکھو، امیر نے انکار کیا کیونکہ وہ عرب کا صحرائی تھا میں نے کہا کہ یہ مان اور اُس کو قسم دلائی تو اس نے سر پر رکھ لیا۔ پھر سب لوگ حرم کے دروازہ پر پہنچے وہاں دولہن کی جماعت کھڑی تھی امیر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور پچھاڑ پچھاڑ سب کو بھگا دیا۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو بہت خوش ہوا اور صحن میں داخل ہوا تو وہاں ایک منبر دیبا سے منڈھا تھا اور اُس پر جواہرات جڑے تھے دلہن کو لاکر بٹھا دیا۔ گانے والیاں بیٹھی تھیں اُس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئیں امیر کا گھوڑا دلہن کے منبر تک آیا۔ وہاں آکر امیر گھوڑے سے اُترا

---

[1] سہرا۔

منبر کی پہلی سیڑھی کے پاس کھڑے ہو کر زمین بوس کیا اس وقت دلہن کھڑی ہو گئی پھر دلہن نے اپنے ہاتھ سے امیر کو پان دیا اور پھر امیر دولہن سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھ گیا۔ اور اُس کے ساتھیوں پر درہم اور دینار نثار کیے گئے۔ عورتیں تکبیر بھی کہتی جاتی تھیں اور گاتی بھی جاتی تھیں، باہر نوبت اور نقارے بج رہے تھے۔

پھر امیر کھڑا ہوا اور دولہن کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے نیچے اُترا۔ امیر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور دولہن ڈولے پر بیٹھ لی۔ اور دونوں پر درہم اور دینار نثار کیے گئے۔ ڈولے کو غلاموں نے اپنے کندھوں پر اُٹھایا۔ اور بیگمیں گھوڑوں پر سوار ہوئیں اور باقی عورتیں پیدل تھیں۔ وہ اُن کے آگے آگے جاتی تھیں جب سواری کسی امیر کے گھر کے سامنے سے گزرتی تھی تو باہر نکل کر درہم اور دینار اُن پر بکھیرتا تھا۔ دوسرے دن دولہن نے دولہا کے دوستوں کے گھر کپڑے اور دینار اور درہم بھیجے اور بادشاہ نے بھی اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک گھوڑا مع ساز و سامان کے اور ایک ایک تھیلی جن میں دو سو سے لے کر ہزار تک دینار تھے بھیجے، اور ملک فتح اللہ نے بیگموں کو قسم قسم کے ریشمی کپڑے اور تھیلیاں دیں۔

ہندوستان کا دستور ہے کہ اہلِ عرب سوا دولہا کے اور کوئی کچھ نہیں دیتا۔ اُسی روز لوگوں کی پھر ضیافت کی گئی اور شادی ختم ہو گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ امیر غدا کو مالوہ اور گجرات اور کھمبایت اور نہر والہ جاگیر میں دیے جاویں اور ملک فتح اللہ کو اُس کا نائب مقرر کیا اور امیر کی رتبہ افزائی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن وہ صحرائی آدمی تھا اُس نے اپنی قدر نہ پہچانی اور صحرائی جہالت نے اُن کو تھوڑے روز میں ادبار کو پہنچا دیا۔

شادی سے ۲۰ دن بعد وہ بادشاہی محل میں گیا۔ اور اندر جانا چاہا۔ امیر حاجب (پردہ دار) نے منع کیا اُس نے کچھ پروا نہ کی اور زبردستی گھسنا چاہا۔ دربان نے اُس کی زلفیں پکڑ لیں اور اُلٹا دھکیل دیا امیر نے اُس کے لاٹھی ماری جو اُس کے ہاتھ میں تھی۔ دربان کے خون نکل آیا۔ یہ شخص امیر کبیر تھا۔ اُس کا باپ غزنی کا قاضی تھا۔ اور سلطان محمود بن سبکتگین کی اولاد میں سے تھا۔ اور بادشاہ اُس کو باپ کہہ کر پکارا کرتا تھا اور اس کے بیٹے کو یعنی اس مضروب کو بھائی کہا کرتا تھا۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا۔ اُس کے کپڑے خون سے آلودہ تھے۔ اُس نے کہا کہ امیر غدا نے مجھے مارا۔ بادشاہ تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر کہا قاضی کے پاس جا کر نالش کرو۔ یہ جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو معاف نہیں کرتا اور اُس کی سزا ہمیشہ موت ہوا کرتی ہے، لیکن پردیسی ہونے کے سبب سے اُس کی

رعایت کی گئی اور ملک تاتار سے کہا کہ ان دونوں کو قاضی کے پاس لے جاوے، قاضی کمال الدین دیوان خانہ میں تھا اور یہ ملک تاتار حاجی تھا اور عربی اچھی بولتا تھا۔ اس نے امیر سے کہا کہ تو نے شخص کو مارا ہے اگر نہیں مارا تو کہہ دے نہیں مارا۔ اس تقریر میں اشارہ تھا کہ وہ انکار کر جائے لیکن عذا ایک جاہل آدمی تھا اور اُس کو کچھ فخر بھی ہو گیا تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں نے مارا ہے اتنے میں مضروب کا باپ بھی آ گیا وہ چاہتا تھا کہ صلح کرا دے۔ لیکن سیف الدین نے منظور نہ کیا قاضی نے حکم دیا کہ وہ رات بھر قید رہے۔ اُس کی بیوی نے بادشاہ کے خوف سے نہ اُس کے پاس بستر بھیجا نہ کھانے کی خبر لی۔ اُس کے دوستوں کو بھی خوف ہوا اور انہوں نے اپنی اپنی دولت لوگوں کے پاس امانت رکھ دی۔

میں نے ارادہ کیا کہ میں قید خانہ میں جا ملوں۔ ایک امیر مجھے ملا اور میرا مطلب سمجھ کر کہا کہ تو بھول گیا کہ تو نے شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد جام کے ملنے کا ارادہ کیا تھا اور بادشاہ نے تیرے قتل کا حکم دیا تھا۔ (اُس کا ذکر میں آگے کروں گا) یہ سن کر میں واپس چلا آیا اور دوسرے دن ظہر کے وقت امیر عذا رہا ہو گیا بادشاہ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا جاگیر کا جو حکم دیا تھا وہ منسوخ کر دیا اور اُس کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا۔

بادشاہ کا ایک بہنوئی تھا جس کا نام مغیث الدین ابن ملک الملوک تھا۔ اور بادشاہ کی بہن اُس کی شکایت کرتی کرتی مر گئی تھی اُس وقت لونڈیوں نے یاد کرایا کہ وہ بھی اُس کے ظلم کے سبب مری ہے اور اس کے حسب میں بھی کلام تھا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے حکم لکھا کہ حرامی اور موش خوار دونوں جلا وطن کیے جائیں۔ موش خوار سے مراد امیر سیف الدین تھا اور حرامی سے امیر مغیث الدین کیونکہ عرب کے بدو یربوع کھاتے ہیں اور وہ جنگلی چوہے کے برابر ہوتا ہے۔ چوبدار آئے کہ اسے جلا وطن کریں۔ اُس نے ارادہ کیا کہ گھر جاوے اور اپنی بیوی سے رخصت ہو آوے لیکن چوبدار پے در پے اُس کو بلانے کے لیے آئے وہ روتا ہوا چلا۔ میں اُس وقت محل کی طرف گیا اور رات کو وہیں رہا۔ ایک امیر نے پوچھا کہ تم رات کو یہاں کیوں ٹھیرتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں امیر سیف الدین کے معاملہ میں بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کو واپس بلا لے اور ملک بدر نہ کرے اس نے کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں میں نے کہا اگر سو رات مجھے یہاں ٹھیرنا پڑے گا تو نہ جاؤں گا۔ جب تک میرا مطلب پورا نہ ہو جائے گا۔ بادشاہ کو بھی یہ خبر پہنچی۔ اُس نے حکم دیا کہ امیر سیف کو واپس بلا لو اور پھر حکم دیا کہ وہ ملک قبولہ لاہوری کی خدمت میں رہا کرے چنانچہ چار برس تک وہ اُس کے پاس رہا حضر میں اور سفر میں اور سب

آداب اور طریقے سیکھ گیا پھر بادشاہ نے اُس کو اُس کے مرتبے پر بحال کر دیا اور اُس کو جاگیر دی اور لشکر کا سردار بنایا۔

خواجہ جہاں کی لڑکیوں کی شادی

بادشاہ نے خود نائب بن کر سارے کام کئے

خداوند اور قوام الدین قاضی ترمذ جن کے ساتھ میں ملتان سے دہلی آیا تھا۔ جب دہلی پہنچے تو بادشاہ نے اُن کی بہت خاطر و مدارت کی اور بڑا عمدہ سلوک مرعی رکھا، پھر اُس کے دونوں بیٹوں کے ساتھ وزیر خواجہ جہاں کی لڑکیوں کا نکاح کر دیا۔

وزیر اُس وقت دارالخلافہ میں نہ تھا۔ بادشاہ نے لڑکیوں کے باپ کا نائب ہو کر وزیر کے محل میں آ کر اُس کی بیٹیوں کا نکاح کر دیا۔ جب تک قاضی القضاۃ نے نکاح پڑھایا بادشاہ کھڑا رہا اور امیر اور حاضرین بیٹھے رہے۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے کپڑے اور تھیلیاں اُٹھا کر قاضی کو اور خداوند کے بیٹوں کو دیں۔ یہ دیکھ کر اور امیر بھی کھڑے ہو گئے اور عرض کی حضور یہ کام نہ کریں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور پھر اپنی جگہ ایک امیر کو کھڑا کر کے خود چلا گیا۔

دین دار بادشاہ

ایک ہندو کا بادشاہ پر دعویٰ، مظلوم کی داد رسی، قحط زدوں کی مدد

ایک ہندو امیر نے بادشاہ پر دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے اُس کے بھائی کو بلا سبب مار ڈالا۔

بادشاہ بالکل غیر مسلح اور پا پیادہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا، وہاں جا کر سلام

اور تعظیم کی، قاضی کو پہلے حکم دے دیا تھا کہ جب میں آؤں تو قاضی تعظیم کے لیے کھڑا نہ ہو اور نہ کسی طرح کی حرکت کرے۔ بادشاہ قاضی کے سامنے کھڑا ہوا قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ مدعی کو راضی کرلے ورنہ قصاص کا حکم ہوگا۔ بادشاہ نے اسے راضی کرلیا۔

ایک دفعہ ایک مسلمان نے اُس پر مال کا دعویٰ کیا۔ جھگڑا قاضی کے سامنے پیش ہوا۔ قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ اُس کا مال دیدے، بادشاہ نے دیدیا۔

ایک دفعہ ایک امیر کے لڑکے نے دعویٰ کیا کہ بادشاہ نے بلاسبب مجھے مارا ہے۔ قاضی نے حکم دیا کہ یا تو لڑکے کو راضی کر۔ ورنہ قصاص کے لیے تیار ہوجا۔ میں نے دیکھا کہ اُس نے دربار میں آکر لڑکے کو بلایا اور اُس کو چھڑی دے کر کہا کہ اپنا بدلہ لے لے اور اُس کو اپنے سر کی قسم دلائی کہ جیسا میں نے تجھ کو مارا تھا تو بھی مار۔ لڑکے نے ہاتھ میں چھڑی لے کر اکیس چھڑیاں بادشاہ کے لگائیں یہاں تک کہ ایک دفعہ اُس کی کلاہ بھی سر سے گر پڑی۔

باجماعت نماز نہ پڑھنے والوں پر بادشاہ کا عتاب

بادشاہ نماز کے بارے میں بہت تاکید کرتا اُس کا حکم تھا کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے اسے سزا دی جائے۔

ایک روز اُس نے نو آدمی اس بات پر قتل کر ڈالے ان میں سے ایک مطرب بھی تھا۔ اس کام پر بہت سے آدمی لگائے ہوئے تھے کہ جماعت کے وقت جو شخص بازار میں مل جائے اسے پکڑ لاؤ یہاں تک کہ سائس لوگ جو دیوان خانہ کے دروازے پر گھوڑے لیے رہتے تھے اُن کو بھی پکڑنا شروع کیا۔ حکم تھا کہ ہر شخص فرائض نماز و شرائط اسلام سیکھے۔ لوگوں سے سوال کیے جاتے تھے اور اگر کوئی اچھی طرح سے جواب نہیں دے سکتا تھا تو سزا ملتی تھی۔ تمام لوگ بازاروں میں نماز کے مسائل یاد کرتے پھرتے تھے۔ اور کاغذوں پر لکھواتے تھے۔

احکام شرع کی پابندی کی بھی سخت تاکید کرتا تھا۔ اپنے بھائی مبارک خاں کو حکم دیا تھا کہ دیوان خانہ میں قاضی کے ساتھ بیٹھ کر انصاف کرائے اسے حکم تھا کہ ایک بلند برج میں بیٹھے اور قاضی کے واسطے اُسی برج میں ایک مسند بادشاہ کی مسند کی طرح لگائی جاتی تھی۔ مبارک خاں

لے فدیہ دے کر۔

قاضی کے دائیں ہاتھ بیٹھتا تھا۔ اگر کسی شخص کا دعویٰ کسی بڑے امیر پر ہوتا تھا تو مبارک خاں کے سپاہی اُس امیر کو بلاکر قاضی کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اور قاضی پوری پوری داد رسی کرتا تھا!

۷۱۱ھ میں بادشاہ نے حکم دیا کہ سوا زکوٰۃ اور عشر کے اور سب محصول اور ڈنڈ معاف کردیے جاویں اور خود ہفتے میں دو دفعہ پیر اور جمعرات کے دن دادرسی کی غرض سے دیوان خانہ کے سامنے ایک میدان میں بیٹھتا تھا۔

اُس روز اُس کے سامنے فقط امیر حاجب و خاص حاجب اور سید الحجاب اور شرف الحجاب چار شخص ہوتے تھے۔ عام اجازت تھی جس کسی کو شکایت کرنا ہو عرض کرے چار امیروں کو چار دروازوں پر مقرر کیا تھا کہ وہ مستغیثوں کی شکایتیں قلم بند کریں اُن میں سے چوتھا ملک فیروز بادشاہ کا چچازاد بھائی تھا۔ اگر پہلے دروازے والا شکایت لکھ بھیجتا تو فبہا ورنہ وہ دوسرے دروازے والے کے پاس آتا اگر وہ بھی نہ لکھتا تو تیسرے اور چوتھے دروازہ والے کے پاس اگر وہ بھی انکار کرتا تو صدر جہاں قاضی القضاۃ کے پاس اگر وہ بھی نہ لکھتا تو بادشاہ کے پاس آنے کی اجازت ہوتی اگر بادشاہ کو یقین ہو جاتا تھا کہ ان میں کسی کے پاس وہ گیا تھا اور انہوں نے اُس کی شکایت نہیں لکھی تو سخت زجر و توبیخ کرتا یہ ساری تحریریں بادشاہ عشا کے بعد خود مطالعہ کیا کرتا تھا۔

جب ہندوستان اور سندھ میں قحط پڑا یہاں تک کہ گیہوں چھ دینار فی من ہو گئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ دہلی کے کل باشندوں کو بلاتمیز چھوٹے بڑے یا غلام و آزاد کے بحساب ڈیڑھ رطل مغربی روزانہ فی کس چھ مہینے کا ذخیرہ سرکاری گودام سے دے دو۔ فقیہ اور قاضی محلہ کی فہرست تیار کرتے تھے اور لوگوں کو حاضر کرتے تھے ہر شخص کو چھ مہینے کی خوراک دی جاتی تھی[1]

---

[1] جب اناج نہ ملا ہو تو یہ سستا تھا نہ آسٹر یلیا سے۔

●

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

●

تصویر کے دو رُخ

دوسرا رُخ

- شکنجۂ انتقام
- قتلِ بے دریغ
- جلاد کی تلوار
- پھانسی کی کوٹھری
- داستانِ زنداں
- ضبطی جائداد واملاک

خوں ریز اور سفاک بادشاہ

اب تک بادشاہ کی تواضع، انصاف، اخلاق و کرم کے واقعات جو سب غیر معمولی اور فوق العادت تھے میں نے بیان کیے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ خوں ریزی پر نہایت دلیر تھا ایسا کبھی شاذ و نادر ہوتا تھا کہ اس کے دروازے پر کوئی شخص قتل نہ کیا جاتا۔ اکثر نعشیں دروازے پر پڑی رہتی تھیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں محل جا رہا تھا، میرا گھوڑا ایک سفید سی چیز دیکھ کر چمکا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔؟ میرے ہمراہی نے کہا یہ ایک شخص کا سینہ ہے جس کے تین ٹکڑے کیے گئے ہیں۔

یہ بادشاہ چھوٹے بڑے جرم پر برابر سزا دیتا تھا۔ نہ اہل علم کا لحاظ کرتا تھا اور نہ شریفوں کا نہ صالحین کا۔ دیوان خانہ میں ہر روز سینکڑوں آدمی ہتکڑی بیڑی میں جکڑے حاضر کیے جاتے تھے بعض قتل کیے جاتے تھے۔ اور بعض کو عذاب دیا جاتا تھا۔ اور بعض مارے جاتے تھے اس کا دستور تھا کہ سوا جمعہ کے ہر روز کل قیدیوں کو دیوان خانہ میں بلاتا تھا۔ جمعہ کے روز وہ غسل اور حجامت کرتے تھے اور آرام کرتے تھے۔ اللہ بلا سے پناہ میں رکھے!

سوتیلی ماں اور بھائی کا قتل

تین سو سپاہی بیک وقت قتل کروا ڈالے

بادشاہ کا ایک بھائی مسعود خان تھا۔ اُس کی ماں سلطان علاؤ الدین کی بیٹی تھی۔ یہ شخص ایسا خوب صورت تھا کہ میں نے اس کا ثانی نہیں دیکھا۔ اُس پر تہمت لگائی گئی کہ بغاوت کرنا چاہتا ہے

جب اُس سے دریافت کیا تو تعزیر کے ڈر سے اُس نے اقرار کر لیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسے جرموں میں انکار کرنے والوں کو طرح طرح کا عذاب دیا جاتا ہے جس کی نسبت ایک دفعہ مرنا آسان ہوتا ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بازار کے چوک میں لے جا کر اُس کی گردن مار دو چنانچہ قتل ہونے کے بعد تین دن تک بے گور و کفن نعش وہیں پڑی رہی اُس کی والدہ دو برس پہلے اسی جگہ سنگسار کی گئی تھی کیونکہ اُس نے زنا کا اقرار کیا تھا اور قاضی کمال الدین نے اُس کو سنگسار کیا تھا۔[1]

ایک دفعہ بادشاہ نے ملک یوسف بغزا کی سرداری میں ایک کوہستانی علاقہ کے ہندوؤں سے لڑنے کو ایک بڑا لشکر بھیجا۔ یوسف مع لشکر کے شہر سے باہر نکلا تین سو پچاس آدمی روپوش ہو گئے اور گھر واپس چلے آئے۔ یوسف نے بادشاہ کو لکھا بادشاہ نے حکم دیا کہ گلی گلی آدمی پھر جائیں جو کوئی فراریوں میں سے ملے اُس کو پکڑ لاویں چنانچہ تین سو پچاس آدمی پکڑے گئے۔ ان سب کو ایک ہی جگہ مروا ڈالا۔

بوریۂ فقر اور تختِ شاہی کی ٹکر

حضرتِ شیخ شہاب الدینؒ کی تحقیر اور بے دردانہ قتل

شیخ شہاب الدین[2] بن شیخ احمد جام خراسانی کا شمار شہر کے کبار مشائخ اور فضلا میں تھا وہ چودہ دن تک برابر روزہ رکھتے تھے۔ سلطان قطب الدین اور سلطان غیاث الدین تغلق ان کی زیارت کو جاتے تھے۔ اور اُن سے دعا کی آرزو رکھتے تھے۔

---

[1] دہشت کے باعث، لیکن اس واقعہ کی صداقت مشتبہ ہے۔

[2] شیخ شہاب الدین شیخ احمد جام صاحبِ طریقت و شریعت بزرگ تھے۔ دہلی میں ان کی شخصیت مرجع انام تھی، سلاطین دہلی میں سے جو بادشاہ (مثلاً غیاث الدین تغلق وغیرہ) نظام الدین اولیاء سے پرخاش رکھتا تھا وہ انہیں اپنا مرشد بنا لیتا تھا، کیونکہ دونوں میں کچھ اختلافات تھے۔

سلطان محمد شاہ بادشاہ ہوا تو اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مشائخ اور عالموں کو اپنی نج کی خدمتیں سپرد کیا کرتا تھا اور یہ دلیل لاتا تھا کہ خلفائے راشدین سوا اہل علم اور اہل صلاح کے کسی کو کوئی خدمت سپرد نہ کرتے تھے۔ شیخ شہاب الدین نے انکار کیا۔ جب بادشاہ نے دربار عام میں بالمشافہ کہا تو بھی انکار کیا۔ بادشاہ غصہ ہوا اور شیخ ضیاء الدین سمنانی کو حکم دیا کہ شیخ شہاب الدین کی ڈاڑھی کے بال نوچے ضیاء الدین نے انکار کیا اور کہا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کی داڑھی نوچی جائے۔ چنانچہ نوچی گئی۔ ضیاء الدین کو تلنگونہ (تلنگانہ) کی طرف نکال دیا اور کچھ مدت کے بعد اُس کو وارنگل (ورنگل) کا قاضی مقرر کیا۔ شہاب الدین کو دولت آباد بھیج دیا وہ وہاں سات برس تک رہے پھر انہیں واپس بلا لیا۔ اور بہت تعظیم و تکریم کی اور اُن کو عاملوں سے بقایا وصول کرنے کا کام سپرد کیا۔ پھر وہاں سے بلا بھیجا اور اُن کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور اس محکمہ کا جو عاملوں سے بقایا وصول کرتے ہیں۔ دیوان مقرر کر دیا پھر اُن کی تعظیم افزائی کی۔ امیروں کو حکم دیا کہ اُن کے پاس سلام کو جایا کریں اور جو کچھ وہ کہیں عمل کیا کریں یہاں تک کہ بادشاہ کے گھر میں کوئی شخص اُن سے اعلیٰ عہدہ پر نہیں تھا۔

جب بادشاہ نے دریائے گنگ پر جا کر اپنے لیے ایک محل بنایا جس کا نام اس نے "سرگ دوارہ" رکھا تو لوگوں کو حکم دیا کہ وہاں اپنے اپنے مکان بنا دیں شیخ شہاب الدین نے اجازت چاہی کہ وہ دہلی میں رہیں بادشاہ نے اجازت دے دی اور شہر سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بڑا بنجر رقبہ عطا کر دیا۔ شیخ شہاب الدین نے ایک بڑا غار کھدوایا اور اُس کے اندر گھر اور گودام اور تنور اور حمام ہر طرح کی تعمیرات بنوائیں اور دریائے جمنا سے ایک نہر کاٹ کر زمین کو آباد کیا۔ چونکہ قحط کا زمانہ تھا غلے کی آمدنی سے بہت فائدہ ہوا۔ اڑھائی برس تک جب تک بادشاہ دہلی سے باہر رہا شیخ شہاب الدین اپنے غار میں رہے اُن کے خادم دن میں زمین کا کام کرتے تھے اور رات کو مع مویشی کے غار کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے تھے۔ کیونکہ قرب و جوار کے پہاڑوں میں چور بہت رہتے تھے۔

جب بادشاہ دارالخلافہ کی طرف واپس آیا تو شیخ شہاب الدین نے سات میل کے فاصلہ پر جا کر بادشاہ کا استقبال کیا بادشاہ نے بہت تعظیم و تکریم کی اور خوب گلے لگ کر ملا پھر شیخ شہاب الدین اپنے غار کی طرف واپس چلے آئے۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے پھر شیخ کو بلا بھیجا۔ شیخ شہاب الدین نے حاضر ہونے سے انکار کیا، بادشاہ نے مخلص الملک ندرباری کو جو امرائے عظام میں سے تھا

اُن کے پاس بھیجا۔ اُس نے نہایت ملائمت سے گفتگو کرکے بادشاہ کے غضب سے اُن کو ڈرایا۔
شیخ نے کہا میں اس ظالم بادشاہ کی خدمت ہرگز نہ کروں گا۔
مخلص الملک بادشاہ کے پاس واپس آیا اور جو کچھ شیخ نے کہا تھا اُس سے جا کہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ کو پکڑ لائیں چنانچہ پکڑ لائے۔
بادشاہ نے پوچھا تو مجھے ظالم کہتا ہے۔
شیخ نے کہا ہاں تو ظالم ہے اور فلاں فلاں ظلم تو نے کیے ہیں۔
شیخ نے دہلی کے اُجڑ جانے اور وہاں کے باشندوں کو دولت آباد لے جانے کا ذکر کیا۔
بادشاہ نے تلوار نکالی اور صدر جہاں کے ہاتھ میں دی اور اُس سے کہا کہ مجھے ظالم ثابت کر اور میری گردن اس تلوار سے اڑا دے۔
شیخ شہاب الدین نے کہا کہ جو شخص تجھ پر ظالم ہونے کی شہادت دے گا وہ خود قتل کیا جائے گا لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تو ظالم ہے۔
بادشاہ نے شیخ کو ملک نکبہ دوا دار کے حوالے کیا اُس نے اُن کے پاؤں میں چار بیڑیاں ڈالیں اور ــــ دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں۔ چودہ دن برابر شیخ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ہر روز ــ دیوان خانہ میں لاتے تھے فقہا اور مشائخ کے سامنے اُن سے کہا گیا کہ اپنے قول کو واپس لے لیں۔
شیخ نے کہا کہ میں واپس نہیں لیتا اور شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔
چودھویں دن بادشاہ نے شیخ کو مخلص الملک کے ہاتھ کھانا بھجوایا لیکن شیخ نے کھانے سے انکار کیا اور کہا میرا رزق زمین سے اُٹھ گیا۔ بادشاہ کا کھانا اُس کے پاس واپس لے جاؤ۔
بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ڈیڑھ سیر گوبر کھلائیں۔ اس کام پر ہندو کافر مقرر ہوتے ہیں۔ انھوں نے شیخ کو چت لٹایا اور اُس کا منہ قلابوں سے کھول کر پانی میں ملا کر گوبر پلایا۔ دوسرے دن شیخ کو قاضی صدر جہاں کے پاس لے گئے اور وہاں تمام مولویوں اور مشائخوں اور پردیسیوں نے نصیحت کی کہ اپنا قول واپس لے لیں شیخ نے انکار کیا۔ اس لیے اُن کا سر کاٹا گیا۔ خدا اُن پر رحم کرے۔

دو سندھی عالموں کا قتل

غلط الزام کے اقرار کے بعد بھی قتل اور انکار کے بعد بھی قتل

ایک عالم دین کا قتل

سندھ کے دو فقیہہ بادشاہ کے ملازم تھے، بادشاہ نے ایک دفعہ ایک امیر کو کسی ملک کا حاکم مقرر کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ تم اس کے ساتھ جاؤ میں نے اس ملک کی رعیت تمہارے سپرد کی ہے یہ امیر ہمیشہ تمہارے کہے پر عمل کرے گا۔

اُن دونوں نے کہا ہم بطور گواہ ہوں گے اور جو کچھ راست ہوا کرے گا بتا دیا کریں گے بادشاہ نے کہا تمہاری نیت درست نہیں معلوم ہوتی۔ تمہاری نیت یہ ہے کہ تم پرایا مال کھاؤ اور اس جاہل ترک کے ذمہ الزام لگا کر اسے پھنسا دو۔

فقیہوں نے کہا کہ اے اخوند عالم پناہ بخدا ہماری یہ نیت نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ نہیں تمہاری یہی نیت ہے۔

حکم دیا کہ ان دونوں کو شیخ زادہ نہاوندی کے پاس لے جاؤ۔ یہ شخص لوگوں کو عذاب دینے پر مقرر تھا۔ بیچاروں کو اُس کے پاس لے گئے اُس نے سمجھایا بادشاہ تم کو قتل کرنا چاہتا ہے جو کچھ کہتا ہے اُس کا اقبال کر لو۔ اور اپنی جان کو عذاب سے بچاؤ۔

دونوں نے کہا کہ ہماری نیت وہی تھی جو بادشاہ سے ہم کہہ چکے ہیں۔

شیخ زادہ نہاوندی نے اپنے نوکروں سے کہا کہ ان کو کچھ عذاب کا مزا چکھاؤ چنانچہ وہ چت لٹائے گئے اُن کے سینوں پر ایک ایک گرم لوہے کی سل رکھی گئی پھر وہ سل اُٹھا لی گئی تو تمام سینے کا گوشت اس کے ساتھ آ گیا پھر زخموں پر پیشاب اور راکھ ملا کر ڈالی گئی۔ تب انہوں نے اقبال کیا کہ ہماری نیت وہی تھی جو بادشاہ کہتا ہے۔ ہم گنہگار ہیں اور قتل کے مستحق ہیں اگر ہم قتل کیے جاویں تو دین دنیا میں ہمیں کچھ دعویٰ نہیں۔

چنانچہ اس مضمون کا خط اُن دونوں نے لکھ دیا اور قاضی کے پاس اُس کی تصدیق کرنے

کے لیے لے گئے۔ قاضی نے اس پر مہر کی اور اپنے ہاتھ سے لکھا کہ یہ دونوں شخص بغیر اکراہ و جبر کے اقبال کرتے ہیں اگر وہ کہتے کہ یہ اقبال ہم سے زبردستی لیا گیا ہے تو ان کو طرح طرح کا عذاب دیا جاتا انہوں نے سمجھا کہ ایک دفعہ گردن ماری جائے تو عذاب سے بہتر ہے، چنانچہ دونوں خدا اُن پر رحم کرے قتل کیے گئے۔[1]

قحط کے دنوں میں بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ دارالخلافہ کے باہر کنوئیں کھودے جائیں اور اُن سے کھیتی کی جائے۔ لوگوں کو اپنے پاس سے بیج دیے اور زراعت کے لیے ضروری سامان حوالے کیا لیکن یہ زراعت زبردستی بادشاہی گودام کے لیے کراتا تھا۔

فقیہ عقیف الدین کاشانی کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے کہا ایسی زراعت سے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔

کسی نے بادشاہ سے بھی جا کہا بادشاہ نے اسے قید کر لیا اور کہا تو امور سلطنت میں کیوں دخل دیتا ہے۔؟

کچھ دنوں بعد رہا کر دیا فقیہ اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں دو فقیہ ملے جو اُس کے دوست تھے انہوں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ تیری خلاصی ہوئی۔

عفیف الدین نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے ظالموں کے ہاتھ سے نجات دی۔

عفیف الدین اپنے گھر چلا گیا اور وہ دونوں فقیہ اپنے گھر چلے گئے۔

بادشاہ کو خبر پہنچی[2] اس نے کہا کہ تینوں کو حاضر کیا جاوے چنانچہ تینوں حاضر کیے گئے بادشاہ نے حکم دیا کہ عفیف الدین کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں اور اُن دونوں کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ اُن دونوں نے کہا کہ عفیف الدین کا تو یہ قصور ہے کہ اُس نے تجھے ظالم کہا لیکن ہمیں کس گناہ پر مارتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم نے اس کا کلام سُن کر اُس کی تردید نہیں کی تو گویا تم نے بھی اُس کے قول سے اتفاق کیا چنانچہ تینوں کو (اللہ اُن پر رحمت کرے) قتل کیا۔

---

[1] گویا دوں کی حکومت کا اقرار جرم کرا کے قتل کرنے کا طریقہ نیا نہیں ہے، "یونہی ازل سے مرے یار ہوتی آئی ہے۔"

[2] اس سے تغلق کے نظام مخبری کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

شیخ زادہ ہود کا قتل

خود ہی سجادہ نشین بنایا، خود ہی قتل کر دیا

شیخ زادہ ہود شیخ رکن الدین ملتانی کا پوتا تھا اور بادشاہ اُس کے دادا شیخ رکن الدین قریشی کی بہت تعظیم کرتا تھا اور اسی طرح سے اُس کے بھائی عماد الدین کی بھی۔ یہ عماد الدین بادشاہ سے شکل میں بہت ملتا جلتا تھا چنانچہ کشلو خاں کی لڑائی کے دن دشمنوں نے اسے بادشاہ سمجھ کر مار ڈالا جب عماد الدین مارا گیا تو بادشاہ نے اُس کے بھائی شیخ رکن الدین کو مصارف خانقاہ کے لیے سو گاؤں جاگیر میں دیے۔

شیخ رکن الدین کی وفات کے بعد شیخ ہود اپنے دادا کی وصیت کے بموجب خانقاہ کے متولی مقرر ہوئے لیکن شیخ رکن الدین کے ایک بھتیجے نے تنازعہ کیا اور کہا کہ میں اپنے چچا کی میراث کا زیادہ تر مستحق ہوں پھر وہ دونوں بادشاہ کے پاس دولت آباد آ گئے۔ دولت آباد ملتان سے اسی منزل ہے۔ بادشاہ نے شیخ کی وصیت کے بموجب ہود کو سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ ہود عمر میں بڑا تھا اور شیخ رکن الدین کا بھتیجا ابھی نوجوان تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ ہود کی نہایت تعظیم اور تکریم کی جائے اور جس منزل میں ٹھہرے بادشاہ کی طرف سے دعوت کی جاوے۔ شہر کے مشائخ اور حکام کو حکم دیا کہ اُس کا استقبال کرنے جائیں جب وہ دارالخلافہ میں پہنچا تو شہر کے کل مولوی قاضی اور مشائخ استقبال کے لیے باہر آئے میں بھی اُن میں شامل تھا۔ شیخ پالکی میں سوار تھا جسے کہار لیے جاتے تھے اُس کے گھوڑے کوتل چلے آ رہے تھے۔ ہم نے اسے سلام کیا مگر اُس کی پالکی میں سوار ہونا پسند نہ کیا۔ میں نے کسی سے ذکر کیا کہ اُس کو چاہیے گھوڑے پر سوار ہو جائے اور قاضی اور مشائخ استقبال کرنے آئے ہیں اُن کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ کسی نے اس سے کہہ دیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو لیا۔ اور عذر کیا اور کہا کہ بسبب درد کے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔

جب دارالخلافہ میں پہنچے تو بادشاہ کی طرف سے دعوت دی گئی۔ اس میں قاضی اور مولوی اور پردیسی سب بلائے گئے۔ جب کھانا کھا چکے تو ہر ایک کو علی القدر استحقاق نذر بھی دی گئی۔ چنانچہ

قاضی القضاۃ کو پانچ سو دینار اور مجھے اڑھائی سو دینار۔ یہ اُس ملک کا دستور ہے کہ ہر ایک شاہی دعوت پر اس کی نذریں دی جاتی ہیں۔

پھر شیخ محمود ملتان کی طرف رخصت ہوئے۔ بادشاہ نے اُن کے ساتھ شیخ نورالدین شیرازی کو بھیجا کہ ملتان جاکر رسم سجادگی ادا کرائے۔ بادشاہ کے خرچ سے وہاں بھی ایک بڑی دعوت دی گئی۔

شیخ محمود کئی سال تک سجادہ نشین رہا۔

ایک دفعہ عماد الملک حاکم سندھ نے بادشاہ کو لکھا کہ شیخ محمود اور اس کے رشتہ دار مال جمع کرتے ہیں اور بیجا کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ خانقاہ میں کسی کو روٹی نہیں دیتے۔ بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ اُن کا مال ضبط کر لیا جائے۔ عماد الملک نے انہیں طلب کیا بعض کو قتل کیا اور بعض کو مارا پیٹا۔ کچھ دنوں تک ہر روز بیس ہزار دینار وصول کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس کچھ نہ رہا۔ اُن کے گھروں سے بہت مال اسباب نکلا۔ چنانچہ ایک جوتیوں کا جوڑا تھا جس پر جواہر اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ اس کی قیمت سات ہزار دینار تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ جوتیوں کا جوڑا شیخ محمود کی بیٹی کا تھا۔ کوئی کہتا ہے اُس کی لونڈی کا۔ جب شیخ پر بہت سختی ہوئی تو اُس نے ترکستان بھاگ جانے کا ارادہ کیا لیکن ایک شخص نے پکڑ لیا۔ عماد الملک نے بادشاہ کو لکھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ محمود کو اور اُس شخص کو جس نے اُسے پکڑا ہے ایک جگہ باندھ کر بھیج دیں۔ جب دونوں دارالخلافہ پہنچے تو جس شخص نے شیخ محمود کو پکڑا تھا اسے رہا کر دیا اور شیخ سے پوچھا کہ تو نے کہاں بھاگنے کا ارادہ کیا تھا۔ شیخ نے عذر کیا۔

بادشاہ نے کہا تیرا ارادہ تھا کہ ترکستان جائے۔ اور وہاں جاکر کہے کہ میں بہاءالدین ذکریا ملتانی کا بیٹا ہوں اور بادشاہ نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اور ترکوں کو مجھ پر چڑھا لائے؟ ـــــ "مارو اس کی گردن" فوراً تعمیل حکم ہوئی۔ خدا اس پر رحمت کرے۔

مقتول کے بیٹوں کا قتل، تعمیل حکم کرنیوالے قاضی کا قتل

شیخ صالح شمس الدین ابن تاج العارفین کوئل[1] شہر میں رہتے تھے وہ تارک الدنیا اور زاہد

---

[1] موجودہ علی گڑھ۔

تھے۔ جب بادشاہ کوئل گیا تو شیخ شمس الدین کو بلا بھیجا وہ نہ آئے تو بادشاہ خود اُن کے پاس گیا اور جب اُن کے گھر کے قریب پہنچا تو وہ کہیں چل دیے اور بادشاہ سے ملاقات نہ کی اُس کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ ایک امیر نے بغاوت کی اور لوگوں نے اُس کی بیعت کی۔ بادشاہ سے کسی نے جا کر کہا کہ ایک موقع پر جب شیخ شمس الدین کی مجلس میں اُس امیر کا ذکر ہو رہا تھا تو شیخ نے امیر کی تعریف کی اور کہا کہ وہ بادشاہی کے لائق ہے یہ سُن کر بادشاہ نے ایک امیر کو بھیجا کہ شمس الدین کو قید کر لائے۔ اُس نے شیخ کو اور شیخ کے بیٹوں کو اور کوئل کے قاضی اور محتسب کو قتل کر دیا کیونکہ وہ بھی اس مجلس میں حاضر تھے جس میں شیخ نے امیر کی تعریف کی تھی۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان تینوں کو قید کیا جائے اور قاضی اور محتسب کی آنکھوں میں سلائی پھیری جاوے۔ شمس الدین قید میں گئے۔ اور قاضی اور محتسب کو ہر روز بھیک مانگنے کے واسطے باہر لاتے تھے اور پھر قید خانہ میں لے جاتے تھے۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ شیخ شمس الدین کے بیٹے ہندوؤں سے نہایت اختلاط کرتے ہیں اور باغی ہندوؤں کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔ جب شیخ شمس الدین مر گئے تو اُن کے بیٹوں کو قید خانہ سے باہر لاتے۔ بادشاہ نے اُن سے کہا کہ پھر ایسا نہ کرنا انہوں نے کہا کہ ہم نے کچھ نہیں کیا ہے۔ اُس پر بادشاہ کو غصہ آیا اور اُن سب کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔

قاضی صاحب کی گردن اُڑا دی گئی

پھر قاضی کو بلایا اور کہا اُن سب کے نام بتا جو ان مقتولوں کے ساتھی اور اُن کی پیروی کرتے تھے۔ اُس نے بہت سے ہندوؤں کے نام بتلا دیے بادشاہ نے جب وہ فہرست دیکھی تو کہا کہ یہ شخص میری رعیت کو اُجاڑنا چاہتا ہے[1]۔ اس کی گردن مار دو۔ چنانچہ قاضی کی گردن مار دی۔

---

[1] اس ستم ظریفی کی کوئی حد ہے۔؟

شیخ علی حیدر کا قتل

"مرتے کام کچھ نہ آیا یہ کمال بے نوازی"

شیخ علی حیدری کھمبایت کے شہر میں جو ہندوستان کا ایک بندرگاہ ہے رہتا تھا۔ اس کی بزرگی کا شہرہ دُور دُور تھا اور سوداگر لوگ سمندر میں اُس کے نام کی نذریں مانتے تھے اور جب اُس کے سامنے آتے تھے اسے سلام کرتے تھے وہ مکاشفہ کے زور سے تمام باتیں بتلا دیا کرتا تھا۔

جب کوئی سوداگر بڑی نذر مانتا تھا اور پھر اُس پر پشیمان ہوتا تھا تو شیخ حیدری کہتا تھا کہ تو نے اتنی نذر مانی تھی اور اب اس قدر دیتا ہے۔ کئی دفعہ جو ایسا اتفاق ہوا تو شیخ حیدری کی شہرت بہت ہو گئی۔ جب قاضی جلال افغانی نے کھمبایت کے ملک میں بغاوت کی تو بادشاہ کو خبر پہنچی کہ شیخ حیدری نے قاضی جلال الدین کے لیے دعا کی ہے اور اپنے سر کی کُلاہ اُس کو بخشی ہے۔ اور یہ بھی خبر پہنچی کہ شیخ حیدری نے قاضی جلال کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

جب بادشاہ خود بہ نفس نفیس بغاوت کے فرد کرنے کو گیا اور قاضی جلال کو شکست ہوئی تو بادشاہ نے شرف الملک امیر بخت کو کھمبایت میں چھوڑا اور حکم دیا کہ کل باغیوں کی جستجو کرے اور اس کے ساتھ ایک فقیہ بھی چھوڑا اور اُس سے کہا فقیہ کے فتوے کے موافق عمل کرتا رہے۔ شیخ علی حیدری کو شرف الملک نے اپنے سامنے بلایا یہ ثابت ہو گیا کہ اُس نے قاضی جلال الدین کو اپنی پگڑی دی تھی اور اس کے لئے دعا بھی کی تھی۔ فقیہوں نے اُس کے قتل کا فتویٰ دیا، لیکن جب جلاد نے اُس پر تلوار چلائی تو تلوار نے کچھ کام نہ کیا اور لوگوں کو نہایت تعجب ہوا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ اب اُس کو معاف کر دیں گے لیکن شرف الملک نے ایک دوسرے جلاد کو حکم دیا۔ اور اُس نے اس کی گردن جدا کی[1]

رئیس فرغانہ کا قتل

طوغان اور اُس کا بھائی فرغانہ کے رئیس تھے۔ وہ بادشاہ کے پاس آئے تھے اور بادشاہ نے

---

[1] ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔

اُن سے اچھا سلوک کیا تھا۔ وہ بہت عرصہ تک بادشاہ کے پاس رہے اور جب ایک مدت گزر گئی وطن کی طرف واپس ہونے کا ارادہ کیا بلکہ بھاگ جانے کا بندوبست کیا۔ اُن کے کسی دوست نے بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں۔[1] اور اُن کا تمام مال اُس شخص کو جس نے مخبری کی تھی دے دیا۔

سوداگر بچے کا قتل

امیر علی تبریزی کا جرم بے گناہی

خطیب الخطبا کی دُرگت

ایک تھا ملک التجار کا بیٹا جس کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔ جب عین الملک نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تو ملک التجار کا بیٹا اس کے قابو میں تھا۔ اس نے اسے بھی ساتھ لیا جب عین الملک کو شکست ہوئی اور اسے مع اس کے ساتھیوں کے پکڑ لائے تو اُن میں ملک التجار کا بیٹا بھی تھا۔ اور اس کا بہنوئی قطب الملک کا بیٹا بھی تھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کے ہاتھ لکڑی پر باندھ کر ان کو لٹکایا جائے اور امیروں کے بیٹوں کو حکم دیا کہ اُن پر تیروں کا نشانہ لگائیں اس طرح اُن کی جان نکل گئی۔ جب وہ دونوں مر گئے تو خواجہ امیر علی تبریزی نے قاضی کمال الدین سے ذکر کیا۔ کہ یہ نوجوان قتل کا مستحق نہیں تھا۔ بادشاہ کو بھی یہ خبر پہنچی۔ بادشاہ نے اُس کو بلا کر کہا کہ تو نے اس کے مرنے سے پہلے یہ بات کیوں نہیں کہی اور حکم دیا کہ دو سو دُرّے لگائیں جائیں۔ وہ قید خانہ میں بھیجا گیا اور اس کا تمام مال جلادوں کے سردار کو دیا گیا۔

میں نے دوسرے دن دیکھا کہ یہ شخص امیر علی تبریزی کے کپڑے اور اس کی کلاہ پہنے اس کے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے دور سے خیال کیا کہ یہ امیر علی تبریزی ہے۔ امیر علی تبریزی کئی ماہ قید

---

[1] کتنے چھوٹے جرم کی کتنی بڑی سزا۔ (رئیس احمد جعفری)

میں رہا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے منصب پر بحال کر دیا۔ پھر دوسری دفعہ خفا ہوا اور خراسان کی طرف نکال دیا وہ ہرات میں ٹھیر گیا اور بادشاہ کو ایک عرضداشت بھیجی اور رحم کا طالب ہوا۔ بادشاہ نے اُس کی پشت پر لکھ دیا کہ اگر "باز آمدی باز آئی" یعنی اگر توبہ کر لی ہے تو واپس چلا آ۔ چنانچہ امیر علی تبریزی واپس چلا آیا۔

دہلی کے خطیب الخطبا کو بادشاہ نے ایک دفعہ حکم دیا کہ وہ جواہرات کے خزانہ کی نگرانی کرے۔ اتفاق سے ایک رات چور آئے اور اُس خزانے پر آ پڑے اور اس میں سے کچھ لے گئے بادشاہ نے حکم دیا، کہ خطیب کو پیٹا جائے چنانچہ وہ پٹتے پٹتے مر گیا۔

دِلّی کی بپتا: یہ شہر کِس طرح وِیران ہُوا؟

سب سے بڑی بات جس پر بادشاہ موردِ ملامت قرار دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے دہلی کے تمام باشندوں کو جلا وطن کر دیا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ رقعے لکھ کر اُن پر مہر لگاتے تھے اور لفافہ پر لکھتے تھے کہ بادشاہ کے سر کی قسم ہے کہ سوائے بادشاہ کے اور کوئی نہ کھولے اور یہ رقعے رات کو دیوان خانہ میں ڈال جایا کرتے تھے۔

جب بادشاہ اُن کو کھولتا تھا تو گالیاں درج ہوتی تھیں۔ بادشاہ نے دہلی کے اُجاڑنے کا ارادہ کیا۔ اور اُس کے متوطنوں کے مکان خرید لیے اور ان سب کو گھروں کی پوری پوری قیمت دے دی۔ یہ حکم بھی دیا گیا کہ سب دولت آباد چلے جاویں۔ لوگوں نے انکار کیا تو منادی کی گئی کہ تین دن کے بعد شہر میں کوئی شخص نہ رہے۔ بہت سے لوگ چل پڑے اور بعض گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ بادشاہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ شہر میں جا کر دیکھو کوئی شخص باقی تو نہیں رہا۔ انہوں نے دو آدمی ایک کوچہ میں پائے۔ ایک اندھا اور دوسرا لولا۔ اُن دونوں کو بادشاہ کے سامنے لائے۔ بادشاہ نے لولے کو منجنیق سے اُڑا دیا۔ اور اندھے کے واسطے حکم دیا کہ اسے دلی سے دولت آباد تک جو چالیس دن کا راستہ ہے گھسیٹ کر لے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کا صرف ایک پیر دولت آباد پہنچا۔ جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو کل آدمی اپنے اپنے اسباب اور اموال چھوڑ کر نکل گئے اور شہر سنسان ہو گیا۔

ایک معتبر آدمی نے مجھ سے ذکر کیا کہ بادشاہ ایک رات اپنے محل کی چھت پر چڑھا اور شہر کی طرف دیکھا تو اسے آگ، دھواں اور چراغ کچھ نظر نہ آیا بادشاہ نے کہا اب میرا دل ٹھنڈا ہوا اور

پھر دوسرے شہروں کے باشندوں کو حکم دیا کہ دہلی میں آن کر رہیں چنانچہ اور شہر بھی خراب ہو گئے لیکن دلی آباد نہ ہوئی۔ جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت تک دلی بالکل غیر آباد تھی۔ اور اس میں کوئی کوئی مکان آباد تھا۔ اب ہم دوسرے واقعات کا ذکر کریں گے جو اس بادشاہ کے عہد میں رونما ہوئے[1]

غیاث الدین بہادر کی سرکشی

جب محمد تغلق تخت پر بیٹھا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو غیاث الدین بہادر کو بھی سامنے لائے۔ جسے تغلق نے قید میں ڈالا ہوا تھا محمد تغلق نے اُس پر احسان کیا اور قید سے رہا کر کے بہت سا مال اور ہاتھی اور گھوڑے دے کر رخصت کیا اور اُس کے ساتھ ابراہیم خاں کو کر دیا اور اُس سے یہ عہد لیا کہ دونوں شامل ہو کر بادشاہت کریں اور دونوں کا نام سکہ میں لکھا جاوے اور خطبہ میں پڑھا جاوے۔

بادشاہ نے غیاث الدین سے یہ بھی شرط لی کہ وہ اپنے بیٹے محمد کو بادشاہ کے پاس بطور یرغمال کے بھیج دے۔ غیاث الدین اپنے ملک میں چلا گیا اور سب شرطوں کی تعمیل کی لیکن اپنے بیٹے کو بادشاہ کے پاس نہ بھیجا اور عذر یہ کیا کہ وہ کہنا نہیں مانتا اور گستاخی کرتا ہے۔ بادشاہ نے ابراہیم خان کے پاس لشکر بھیجا اور دولجی تاتاری کو اس پر امیر مقرر کیا۔ جس نے غیاث الدین کا مقابلہ کیا اور اُسے مار ڈالا اور اُس کی کھال کھچوا کر اور اس میں بھوسہ بھروا کر تمام ملک میں گشت کرایا۔

---

[1] دلی کے اُجاڑنے اور اسے چھوڑ کر دولت آباد کو پایۂ تخت بنانے کا جہاں تک تعلق ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن جو سبب ابن بطوطہ نے لکھا ہے اس کی تائید کسی تاریخ سے نہیں ہوتی۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ جنوبی ہند کو اسلامی شان و شوکت اور تہذیب و ثقافت اور علم و ہنر کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ اور یہ بات اس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک پورا علمی اور تہذیبی ڈھانچہ ــــ جو بڑی حد تک عبارت تھا، باشندگان دہلی سے ــــ دولت آباد منتقل نہ ہو جاتا۔ صرف اسی طرح دولت آباد کو دہلی کا مرتبہ حاصل ہو سکتا تھا اگر باشندگان دہلی کو جلاوطن کرنا مقصود ہوتا تو ان کے مکانات کی پوری قیمت نہ ادا کرتا۔ اگرچہ کوئی شبہ نہیں یہ اقدام جلد بازانہ بھی تھا۔ اور غیر مدبرانہ بھی لیکن تغلق جیسے شخص سے غیر متوقع ہرگز نہ تھا۔ ــ تکلف برطرف تھا ایک انداز جنوں یہ بھی یہ لیبن کا پوتا تھا۔ اور بنگال کا حکمران تھا۔ــ ابراہیم خان، یا بہرام خان، یہ غیاث الدین تغلق کا منہ بولا بیٹا تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

شورشیں، بغاوتیں، اور ہنگامے

تغلق کے بھانجے
بہاؤ الدین گشتاسپ کی بغاوت

سلطان غیاث الدین تغلق کا ایک بھانجا تھا جس کا نام بہاؤ الدین گشتاسپ تھا جسے اس نے کسی علاقہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ غیاث الدین کے مرنے کے بعد اُس نے محمد تغلق کی بیعت سے انکار کیا۔ یہ شخص بڑا بہادر تھا۔ بادشاہ نے اُس کی طرف لشکر بھیجا اور ملک مجیر اور خواجہ جہان کو لشکر کا سردار مقرر کیا۔ سخت لڑائی کے بعد بہاؤ الدین رائے کمپیلہ[1] کے ملک میں بھاگ گیا۔ رائے کا لفظ ہندی میں جیسا کہ فرنگی زبان[2] میں ہے بادشاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کمپیلہ اُس کے ملک کا نام ہے جس کا وہ بادشاہ تھا۔ اس راجہ کا ملک دشوار گزار پہاڑوں میں ہے، اور وہ ہندو راجاؤں میں بہت بڑا گنا جاتا ہے۔

جب بہاؤ الدین اُس کے پاس گیا تو بادشاہ کا لشکر بھی پیچھے گیا اور شہر کا محاصرہ کیا۔ جب رائے کے پاس کل ذخیرہ ختم ہو چکا اور اسے خوف ہوا کہ اب پکڑا جاؤں گا تو بہاؤ الدین کو بلا کر کہا کہ جو حال ہے تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے اپنی جان اور خاندان کی ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے تو فلاں راجہ کے پاس چلا جا پھر اُس کو وہیں پہنچا دیا۔ رائے کمپیلہ نے ایک بڑی آگ جلوائی اور اپنا تمام مال و اسباب اس میں ڈلوا دیا اور اپنی بیٹیوں اور عورتوں سے کہا کہ میں جلنا چاہتا ہوں، جس کو میری موافقت کرنی ہو کرے۔ چنانچہ ایک ایک عورت غسل کر کے اور صندل مل مل کے آتی تھی اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دے کر اپنے تئیں آگ میں ڈالتی تھی۔ اور ہلاک ہو جاتی تھی اُس کے کل امیروں اور وزیروں اور عوام سے جس نے چاہا وہ بھی آگ میں جل کر مر گئے۔

پھر راجہ نے غسل کیا اور صندل ملا اور سوا زرہ کے اور سب ہتھیار باندھے اور اپنے آدمیوں

---

[1] موجودہ اس کے علاقہ بلاری میں بیجا نگر کے قریب ریاست تھی [2] رائے کے معنی بادشاہ کے انگریزی زبان میں بھی ہیں۔ مثلاً "وائسرائے" یعنی نائب شاہ۔

کو نے کر بادشاہ کے لشکر پر جا پڑے اور سب لڑ مر گئے۔ بادشاہ کا لشکر شہر میں داخل ہوا اور باشندوں کو پکڑ لیا اور راجہ کے بیٹوں میں سے گیارہ بیٹے پکڑے آئے اور بادشاہ کے سامنے لائے گئے سب نے اسلام قبول کیا، بادشاہ نے اُن کی اصالت اور اُن کے باپ کی بہادری کے سبب اُن کو امارت کا منصب دیا۔ اُن میں سے تین کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ ایک کا نام ناصر تھا اور دوسرے کا نام بختیار اور تیسرے کو مہردار کہتے ہیں اس عہدہ دار کے پاس بادشاہ کی مہر رہتی تھی۔ وہ ہر ایک کھانے پینے کی چیز پر لگائی جاتی ہے۔ اس کی کنیت ابو مسلم تھی اور میری اُس سے نہایت گہری دوستی ہوگئی تھی۔

جب کمپیلہ کا راجہ مارا گیا تو بادشاہی لشکر اُس راجہ کے علاقہ میں گیا جہاں بہاء الدین نے پناہ لی تھی۔ اس راجہ نے بہاء الدین سے کہا۔ کہ میں راجہ کمپیلہ کی طرح نہیں کرسکتا اور بہاء الدین کو پکڑ کر بادشاہی لشکر کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے بیڑیاں اور ہتھکڑیاں ڈال کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا، جب بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو حکم دیا کہ اس کو حرم سرا میں لے جاؤ۔ وہاں اُس کی رشتہ دار عورتوں نے اُس کو بُرا بھلا کہا اور اس کے منہ پر تھوکا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی زندہ کھال کھینچی جائے اور اُس کا گوشت چاولوں میں پکوا کر اُس کے گھر بیوی بچوں کو بھیجا گیا اور باقی ایک سینی میں رکھ ایک ہتنی کے سامنے ڈال دیا گیا۔ اُس نے نہ کھایا۔ پھر ہتنی کی کھال میں بھوسہ بھروا کر غیاث الدین بہادر کی کھال کے ساتھ تمام ملک میں گشت کرایا۔

کشلو خان کی بغاوت

تغلق کے سیر پر تاج دارائی رکھنے والے کا انجام

جب ملک سندھ میں یہ دونوں کھالیں پہنچیں تو اس وقت کشلو خاں سلطان غیاث الدین تغلق کا یار غار سندھ کا حاکم تھا محمد تغلق اُس کی حد درجہ تعظیم کرتا تھا اور چچا کہا کرتا تھا جب کبھی وہ دار الخلافہ آتا تو اس کے استقبال کے لیے نکلتا کشلو خاں نے حکم دیا ان دونوں کھالوں کو دفن کر دیا

لہ ظاہر ہے دوسروں کے لیے اپنی جان دے دینے کی ہمت ہر شخص میں تو نہیں ہوتی "کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق"

جائے۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو ناگوار گزرا اور کشلو خاں کے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے کشلو خاں کو بلا بھیجا کشلو خاں کو یہ علم تھا کہ بادشاہ نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا ہے۔ اُس نے جانے سے انکار کیا اور کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور ترکوں اور افغانوں اور اہل خراسان سے مدد طلب کی۔ وہ لوگ اُس کی مدد کو آئے اس کا لشکر بادشاہی لشکر کے برابر بلکہ اُس سے بھی کثرت میں ہو گیا۔ بادشاہ اُس کی لڑائی کے واسطے خود گیا اور ابوہر کے جنگل میں ملتان سے دو منزل ورے مقابلہ ہوا۔

بادشاہ نے اُس روز یہ ہوشیاری کی کہ چتر کے نیچے اپنے عوض شیخ عماد الدین کو جو رکن الدین ملتانی کا بھائی تھا کھڑا کر دیا۔ عماد الدین بادشاہ سے شکل میں بہت مشابہ تھا جب لڑائی کا بازار گرم ہوا تو بادشاہ چار ہزار آدمی لے کر ایک طرف چلا گیا۔ اور کشلو خاں کے لشکر نے شاہی چتر کے پاس جا کر عماد الدین کو قتل کر دیا۔ تمام لشکر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ بادشاہ قتل ہو گیا۔ کشلو خاں کا تمام لشکر لوٹ پر پڑ گیا اور اسے اکیلا چھوڑ دیا۔ اور اس کے ساتھ بہت کم آدمی رہ گئے۔

بادشاہ موقع دیکھ کر اپنے آدمیوں سمیت کشلو خاں پر آ پڑا۔ اسے قتل کر کے سر کاٹ ڈالا کشلو خاں کا لشکر یہ معلوم کر کے بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ ملتان کے شہر میں داخل ہوا اور ملتان کے قاضی کریم الدین کو پکڑ کر اس کی بھی کھال کھچائی اور کشلو خاں کا سر کٹوا کر ملتان کے دروازے پر لٹکا دیا۔ جب میں ملتان میں پہنچا اُس وقت تک وہ سر وہیں لٹکا ہوا تھا۔ بادشاہ نے شیخ رکن الدین عماد الدین کے بھائی اور شیخ صدر الدین اُن کے بیٹے کو سو گاؤں انعام میں دیے تاکہ وہ اس سے اپنا گذارہ کریں اور شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کی خانقاہ کا لنگر جاری رکھیں۔ یہ روایت مجھ سے شیخ رکن الدین نے خود بیان کی ہے۔

پھر بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ جہاں کو حکم دیا کہ وہ کمال پور[۲] کے شہر کی طرف جاوے۔ یہ

---

[۱] یہ کشلو خاں وہ تھا، جس کی موجودگی میں غیاث الدین تغلق کو تاج شاہی سر پر رکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اور وہ اس سے تقاضا کر رہا تھا کہ وہ خود بادشاہ بن جائے، لیکن کشلو خاں کی عالی ظرفی نے، اپنے سر کے بجائے تاج شہریاری غیاث الدین کے سر پر رکھ دیا ـــــ آج اس کا یہ انجام تھا۔

کشلو خاں کی بغاوت کے کچھ اور اسباب بھی بعض مؤرخوں نے لکھے ہیں، لیکن سب سے زیادہ قرین قیاس سبب وہی ہے جو ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔

[۲] کاٹھیاواڑ کی ایک ریاست تھی۔

سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر تھا۔ وہاں کے باشندوں نے بھی بغاوت کی تھی۔ ایک فقیہ نے جو اس وقت کمال پور میں تھا مجھ سے کہا شہر کا قاضی اور خطیب وزیر کے روبرو پیش کیے گئے اس نے حکم دیا کہ دونوں کی کھال کھچوائی جاوے۔

ہمالہ کی مہم

چین فتح کرنے کا عزم جو پورا نہ ہو سکا

کوہ قراجیل[1] ایک بڑا پہاڑ ہے جس کا طول تین مہینے کے سفر کا ہے اور دلی سے دس منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کا راجہ بہت بڑے راجاؤں میں ہے۔ بادشاہ نے ملک نکبیہ کو ایک لاکھ سوار اور پیادہ دے کر اس پہاڑ میں لڑائی کے لیے بھیجا اس نے شہر جدیہ پر جو پہاڑ کے نیچے واقع ہے قبضہ کر لیا اور ملک کو جلا کر برباد کر دیا اور بہت سے کافروں کو قید کر لیا۔ یہ دیکھ کر ہندو پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ اس پہاڑ میں فقط ایک درہ تھا نیچے دریا بہتا تھا اور اوپر پہاڑ تھے اور ایک آدمی سے زیادہ ایک دفعہ اس پر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ بادشاہی لشکر اسی طرح اوپر چڑھ گیا اور شہر ورنگل کو جو اس پہاڑ کے اوپر تھا قبضہ کر لیا اور بادشاہ کو فتح کی مبارک باد بھیجی۔

بادشاہ نے ایک قاضی اور خطیب اُن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں ٹھیرے رہیں۔ جب برسات کا موسم آیا تو لشکر میں بیماری پھیل گئی اور اہل لشکر ضعیف ہو گئے اور گھوڑے مر گئے، اور کمانیں نمی کے سبب سے نکمی ہو گئیں۔ امیروں نے بادشاہ کو لکھا اور پہاڑ سے باہر آنے کی اجازت مانگی۔ کہ دامن کوہ میں آ کر برسات تک ٹھیرے رہیں اور برسات ختم ہونے پر پھر پہاڑ پر چلے جائیں۔

---

[1] کوہ قراجیل سے مراد کوہ ہمالہ ہے، جیسا کہ فرشتہ نے بھی لکھا ہے۔

تغلق کا مقصد اس مہم سے جیسا کہ دوسری مستند تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے چین کو فتح کرنا تھا۔ یہ اس کی اولوالعزمی کی انتہا تھی۔

یہ لشکر کمائیوں کے راستے سے گیا تھا۔ اور وہیں کے راجہ سے صلح ہوئی تھی۔

بادشاہ نے اجازت دے دی۔

امیر نکبیہ نے تمام خزانہ اور جواہرات لوگوں پر تقسیم کر دیے کہ ان کو اٹھا کر پہاڑ کے نیچے لے جا
ہندوؤں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ غاروں اور کمین گاہوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے اور تنگ راستوں
کو روک لیا اور بڑے بڑے درخت کاٹ کر پہاڑ سے اوپر لڑھکا دیے جو شخص ان درختوں کی جھپٹ
میں آتا ساتھ گڑھوں میں چلا جاتا تھا۔ اسی طرح بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے قید ہو گئے
اور کل اسباب اور ہتھیار اور گھوڑے لٹ گئے لشکر میں سے صرف تین آدمی باقی بچے ایک امیر نکبیہ
اور دوسرا بدرالدین دولت شاہ اور تیسرے کا نام مجھ کو یاد نہیں اس سے شاہی لشکر کو سخت صدمہ
پہنچا اور لشکر نہایت ضعیف ہو گیا۔ بادشاہ نے پہاڑیوں سے کچھ خراج لے کر صلح کر لی کیونکہ ان
لوگوں کی زمینیں پہاڑ سے نیچے بھی تھیں اور وہ اس زمین کو بغیر بادشاہ کی اطاعت کے آباد نہیں
کر سکتے تھے۔

شریف جلال الدین کی بغاوت

ہاتھی سے مجرم کس طرح کچلوایا جاتا تھا؟

بادشاہ نے معبر[1] کے ملک کا حاکم (جو دلی سے چھ مہینے کے راستے پر ہے) سید جلال الدین احسن
شاہ کو مقرر کیا تھا اس نے مخالفت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور
دینار کے ایک طرف یہ عبارت نقش کی "سلالۃ طٰہٰ و یٰسین ابو الفقرا و المساکین جلال الدنیا والدین"
اور دوسری طرف یہ نقش کروایا "الواثق بتائید الرحمٰن احسن شاہ السلطان۔
جب بادشاہ نے اس کی سرکشی کا حال سنا تو خود لڑائی کے واسطے گیا اور ایک موضع میں جس کا
نام کوشک زر تھا یعنی سونے کا محل۔ آٹھ دن تک ساز و سامان فراہم کرنے کے لیے ٹھہرا
انہی دنوں وزیر خواجہ جہان کا بھانجہ اور چار پانچ امیر جن کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی ہوئی تھی

---

[1] معبر سے مراد جنوبی ہند کا وہ علاقہ ہے، جو کرناٹک وغیرہ کو محیط ہے۔

بادشاہ کے سامنے حاضر کیے گئے۔ بادشاہ نے وزیر کو اپنے سے پہلے بھیج دیا تھا۔ جب وہ دھار کے شہر میں پہنچا۔ جو دہلی سے بیس میل ہے اور وہاں جا کر اس نے قیام کیا تو اس کے بھانجے نے جو نہایت دل چلا اور بہادر آدمی تھا۔ چند امیروں کے ساتھ سازش کی کہ وزیر کو قتل کر کے کل مال اور خزانہ لے کر سید جلال الدین کے پاس معبر کے ملک میں بھاگ جائے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وزیر کو اچانک جمعہ کی نماز کے وقت پکڑ لیں۔

ان میں سے ایک شخص نے جو ان کے مشورہ میں شامل تھا اور جس کا نام ملک نصرت حاجب تھا وزیر کو خبر دی اور یہ بھی بتلایا کہ وہ اس وقت اپنے کپڑوں کے نیچے آہنی زرہ پہنے ہوئے تھے۔ وزیر نے انہیں بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ اور یہی بغاوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

وزیر نے انہیں بلا بھیجا اور جیسا کہ ملک نصیر نے بیان کیا تھا۔ وہ کپڑوں کے نیچے زرہ پہنے ہوئے تھے وزیر نے ان کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو میں بھی وہیں تھا۔ ان میں سے ایک شخص کو میں نے دیکھا اس کی ڈاڑھی لمبی تھی اور خوف سے کانپ رہا تھا اور سورہ یٰسین پڑھتا جاتا تھا بادشاہ نے وزیر کے بھانجے کو وزیر کے پاس بھیج دیا اور حکم کیا کہ اس کو قتل کر ڈال۔ اور باقی امیروں کو ہاتھی کے سامنے ڈلوا دیا ان ہاتھیوں کے دانتوں پر جن سے آدمیوں کو مارنے کا کام لیا جاتا ہے۔ لوہے کے دندانے دار خول چڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو ہل کی پھالی کی شکل کے ہوتے ہیں۔ جس کے دونوں طرف دھاریں ہوتی ہیں۔ فیلبان ہاتھی پر سوار ہوتا ہے اور جب کسی شخص کو ہاتھی کے سامنے ڈالا جاتا ہے تو ہاتھی اس کو اپنی سونڈھ میں لپیٹ کر اوپر کی طرف پھینک دیتا ہے اور پھر ادھر کا ادھر اپنے دانتوں پر لے لیتا ہے اور اپنے سامنے زمین پر ڈال کر اگلا پاؤں اس کے سینے پر رکھتا ہے اگر فیلبان کہتا ہے کہ اس کے دو ٹکڑے کر دے تو دانتوں سے ٹکڑے کر دیتا ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ اس کو پڑا رہنے دے تو پڑا رہنے دیتا ہے جس کو ٹکڑے نہیں کیا جاتا ہے اس کی کھال کھنچوائی جاتی ہے۔ ان امیروں کی بھی کھال کھنچوائی گئی۔

جب میں بادشاہ کے محل سے مغرب کے بعد نکلا تو کتے ان کا گوشت کھا رہے تھے اور ان کی کھالوں میں بھوسہ بھرا جا رہا تھا۔ خدا پناہ میں رکھے۔ جب بادشاہ نے معبر میں جانے کا ارادہ کیا تو مجھے دارالخلافہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور جب بادشاہ دولت آباد پہنچا تو امیر ہلاجون نے بغاوت کی۔ وزیر خواجہ جہان دارالخلافہ میں لشکر جمع کرنے کے لیے ٹھہر گیا۔

حاکم لاہور کی بغاوت

امیر حلاجون وغیرہ کی سرکشی کا عبرتناک انجام

جب بادشاہ دولت آباد پہنچا اور اپنے ملک سے بہت دور نکل گیا تو امیر حلاجون نے لاہور میں بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ امیر گل چند نے اس کی مدد کی اور حلاجون نے اس کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ خبر وزیر خواجہ جہاں کو پہنچی۔ وہ اس وقت دلّی میں تھا۔ وزیر تمام خراسانیوں کو اور اس لشکر کو جو دلّی میں موجود تھا۔ ساتھ لے کر لاہور کی طرف چلا۔ میرے ہمراہی بھی اس کے ساتھ گئے۔ بادشاہ نے اس کی مدد کے واسطے دو بڑے امیر بھیجے۔ ایک ملک قیسران صفدار، دوسرا ملک تیمور شربدار یعنی ساقی۔

حلاجون اپنے لشکر کو لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور ایک بڑے دریا کے کنارے مقابلہ ہوا۔ حلاجون کو شکست ہوئی وہ بھاگ گیا اور اس کا بہت سا لشکر دریا میں ڈوب گیا وزیر نے شہر میں داخل ہو کر بعض اہل شہر کی کھال کھنچوائی اور بعض کو قتل کیا اور یہ کام محمد بن نجیب نائب وزیر کے سپرد کیا۔ اس شخص کو اژدر ملک کہتے تھے اور سگ سلطان بھی اس کا خطاب تھا۔ یہ شخص نہایت ظالم اور سنگ دل تھا۔ بادشاہ اس کو بازاری شیر کہا کرتا تھا۔ یہ شخص اکثر مجرموں کو اپنے دانتوں سے کاٹا کرتا تھا۔

وزیر نے باغیوں کی عورتیں تین سو کے قریب گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیں جہاں وہ قید کر دی گئیں ان میں سے بعض کو میں نے وہاں دیکھا بھی ہے۔ ایک فقیہ تھا اس کی عورت بھی انہیں عورتوں کے ساتھ گوالیار میں بھیجی گئی تھی۔ یہ فقیہ اپنی عورت کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ قید خانہ میں اس کے بچہ بھی ہو گیا۔

ملک ہوشنگ کی بغاوت

جب بادشاہ دولت آباد واپس آرہا تھا تو راستے میں بیمار ہو گیا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ

مر گیا۔ تمام ملک میں فتنہ برپا ہو گیا۔ اس وقت ملک ہوشنگ، ملک کمال الدین گرگ کا بیٹا دولت آباد میں حاکم تھا۔ اس سے بادشاہ نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ تو بادشاہ کی زندگی میں اور نہ اس کی موت کے بعد کسی سے بیعت کرے گا۔

جب اس نے بادشاہ کی موت کی خبر سنی تو وہ ایک راجہ کے پاس جس کا نام بربرہ تھا اور جس کا علاقہ دولت آباد اور کوکن تھانہ کے درمیان تھا بھاگ گیا۔ بادشاہ کو خبر پہنچی اور اس اندیشہ سے کہ کہیں فتنہ نہ بڑھ جائے۔ جلدی جلدی دولت آباد پہنچا۔ اور پھر فوراً ہوشنگ کے پیچھے پیچھے جا کر راجہ کے شہر کا محاصرہ کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ ہوشنگ کو میرے حوالے کر دے۔

اس نے کہا کہ میں اپنے پناہ گزیں کو نہیں دوں گا اگرچہ مجھے وہی کرنا پڑے جو رائے کمپلہ نے کیا تھا۔ ہوشنگ کو خوف پیدا ہوا۔ اس نے بادشاہ سے خط و کتابت کی اور یہ بات ٹھہری کہ بادشاہ دولت آباد کی طرف واپس چلا جائے اور قتلوخان بادشاہ کا استاد پیچھے رہے اور اس کے پاس ہوشنگ چلا آئے۔

بادشاہ کوچ کر کے چلا گیا اور ہوشنگ قتلوخان کے پاس آ گیا۔ قتلوخان نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ نہ تو بادشاہ تجھے قتل کرے گا۔ اور نہ تیرے مرتبہ میں کمی کرے گا۔ ہوشنگ اپنے مال و عیال اور ہمراہیوں کو لے کر بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے اس کے پاس آنے سے بہت انعام اور خلعت دے کر راضی کر لیا۔ یہ قتلوخان بات کا بڑا پکا تھا اور لوگ اس پر بھروسہ رکھتے تھے۔ بادشاہ بھی نہایت تعظیم کرتا تھا اور اسی سبب سے وہ بادشاہ کے پاس بغیر بلائے کبھی نہ جاتا تھا۔ تاکہ بادشاہ کو کھڑے ہونے کی تکلیف نہ ہو۔ یہ شخص خیرات بھی بہت کرتا تھا فقیروں اور مسکینوں کو بہت دیا کرتا تھا۔

ابن بطوطہ کے سالے سید ابراہیم کی بغاوت اور قتل

سید ابراہیم جو خریطہ دار کے نام سے مشہور تھا۔ یعنی بادشاہ کا قلم اور کاغذ اس کے پاس رہتے تھے۔ ہانسی اور سرستی کا حاکم تھا۔ جب بادشاہ معبر کی طرف گیا اور اس سید ابراہیم کا باپ معبر کے ملک میں باغی ہو بیٹھا اور بادشاہ کے مرنے کی خبر پہنچی۔ تو سید ابراہیم نے بھی سلطنت کا لالچ کیا۔

یہ شخص نہایت خوبصورت اور بہادر اور فیاض تھا۔ میرا نکاح اس کی بہن حورنسب سے ہوا تھا۔ وہ نہایت نیک بخت بی بی تھی۔ رات کو تہجد پڑھتی تھی۔ اور وظیفہ میں مشغول رہتی تھی۔

اس کے بطن سے میری ایک بیٹی بھی تھی۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں کا کیا حال ہوا۔
یہ بی بی پڑھنا جانتی تھی لیکن لکھ نہ سکتی تھی۔

جب ابراہیم نے بغاوت کا ارادہ کیا تو ایک امیر اس کے علاقہ میں سے گذرا وہ دلی کی طرف سندھ سے خزانہ لیے جاتا تھا۔ ابراہیم نے اس سے کہا کہ راستے میں چوروں کا خوف ہے۔ امن و امان ہونے تک میرے پاس ٹھہر جا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اتنے میں بادشاہ کی موت کی خبر تحقیق ہو جائے گی۔ تو اس خزانہ پر قبضہ کر لوں گا۔ لیکن جب بادشاہ کی زندگی کی خبر تحقیق ہو گئی تو اس وقت اس نے امیر کو آگے جانے دیا۔ ——— اس امیر کا نام ضیا الملک بن شمس الملک تھا۔ اور جب بادشاہ اڑھائی برس کے بعد دارالخلافہ واپس آیا تو سید ابراہیم اس کے سلام کو آیا۔ اس کے ایک غلام نے بادشاہ سے چغلی کھائی اور بادشاہ کو اس کے ارادے سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر ڈالے لیکن بادشاہ کو اس سے کچھ محبت تھی۔ اس لیے ارادہ ملتوی کر دیا۔

ایک دفعہ یہ اتفاق ہوا کہ بادشاہ کے پاس ایک ہرن کا بچہ ذبح کیا ہوا لائے۔ بادشاہ اس کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا درست طور سے ذبح نہیں ہوا اسے پھینک دو۔ ابراہیم نے اس ہرن کے بچے کو دیکھ کر کہا ذبح درست طور سے ہوا ہے اور میں اس کو کھا لیتا ہوں۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی وہ غصہ ہوا اور اس کو قید کر لینے کا حکم دیا۔ پھر اس پر یہ الزام لگایا کہ تو اس خزانہ کو جو ضیاء الملک سندھ سے لا رہا تھا لینا چاہتا تھا۔ ابراہیم کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اس کے باپ کی بغاوت کے سبب سے اس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے کوئی عذر مفید نہ ہوگا اور ناحق اس کو عذاب دیئے جائیں گے۔ پس اس نے عذاب سے موت کو سہل سمجھ کر اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ یہاں دستور ہے کہ بادشاہ جس شخص کو قتل کرواتا ہے تو تین دن تک اسی جگہ پڑا رہتا ہے۔ تین دن کے بعد جو کافر اس کام پر مقرر ہوتے ہیں۔ اٹھاتے ہیں اور نعش کو شہر کی خندق کے باہر لے جا کر ڈال دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے گھر بھی خندق میں ہوتے ہیں تاکہ مقتولوں کے وارث لاش اٹھا کر نہ لے جائیں۔ چنانچہ مقتولوں کے وارث رشوت دے کر لاش اٹھا لے جاتے اور دفن کر دیتے۔ اسی طرح سید ابراہیم کو بھی دفن کیا گیا۔

لے ابن بطوطہ صاحب اسی طرح شادیاں رچاتے، پھر بیویوں کو خدا کے حوالے کر کے سیاحت جاری رکھنے کے عادی تھے ——— حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

عین الملک کی بغاوت

بیوی کی وفاداری نے باغی کی جان بچالی

جب ملک میں قحط پھیل گیا تو بادشاہ اپنے لشکر کو لے کر دریائے گنگ کے کنارے چلا گیا اس دریا کو ہندو بڑا متبرک سمجھتے ہیں اور ہر سال یاترا کے لیے جاتے ہیں۔ یہ جگہ جہاں بادشاہ نے قیام کیا دلی سے دس منزل تھی۔ بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہاں مکان بنائیں۔ پہلے پھونس کے چھپر بنائے جن سے اکثر آگ لگتی رہتی تھی جس سے لوگوں کو نہایت تکلیف ہوتی تھی۔ اس کا علاج لوگوں نے یہ کیا تھا کہ زمین کے نیچے تہ خانے بنا لیے تھے۔ جب کبھی آگ لگ جاتی تھی تو اس میں اپنا اسباب ڈال کر مٹی سے اس کا منہ بند کر دیتے تھے۔

میں بھی بادشاہ کے کیمپ میں انہیں دنوں میں پہنچا تھا۔ دریائے گنگ کے غربی طرف نہایت سخت قحط تھا لیکن مشرق کی طرف ارزانی تھی اور امیر عین الملک بادشاہ کی طرف سے اودھ اور ظفر آباد اور لکھنؤ کا حاکم تھا۔ یہ امیر ہر روز بادشاہ کے ڈیرہ میں پچاس ہزار من گیہوں، چاول اور چنے مویشی کے واسطے بھیجتا تھا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ کیمپ کے ہاتھی اور گھوڑے اور خچر دریا کے مشرق کی طرف چرائی کے لیے بھیج دیے جائیں۔ عین الملک کو ان کی نگہبانی کے لیے مقرر کیا۔

عین الملک کے چار بھائی اور تھے جن میں سے تین کا نام شہر اللہ۔ نصر اللہ۔ فضل اللہ تھا۔ چوتھے کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ انہوں نے اپنے بھائی عین الملک کے ساتھ سازش کر کے ارادہ کیا کہ بادشاہ کے ہاتھی اور مویشی بھگا کر لے جائیں اور عین الملک کی بیعت کر کے اسے بادشاہ بنائیں عین الملک بھی رات کو بھاگ گیا اور قریب تھا کہ ان لوگوں کا کام بن جائے اور بادشاہ کو خبر بھی نہ ہو۔

لیکن بادشاہانِ ہندوستان کا دستور ہے کہ ہر ایک چھوٹے اور بڑے امیر کے پاس بادشاہ کا ایک غلام رہتا ہے جو بادشاہ کو امیر کے کل حال کی خبر دیتا رہتا ہے اور اسی طرح لونڈیاں اس

کے گھر میں رہتی ہیں یہ لونڈیاں جو کچھ گھر میں ہوتا ہے۔ اس کی خبر بھنگنوں کو دے دیتی ہیں۔ اور یہ بھنگنیں کل خبر مخبروں کے افسر کو پہنچا دیتی ہیں اور وہ بادشاہ تک خبر پہنچا دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک امیر اپنی عورت کے ساتھ سویا ہوا تھا اس امیر نے اُس کے ساتھ جماع کا ارادہ کیا تو عورت نے اسے بادشاہ کے سر کی قسم دلائی کہ وہ ایسا نہ کرے۔ مگر امیر نے اس کی بات نہ سُنی۔ صبح کو بادشاہ نے بلایا اور اس سے کہا کہ تو نے ایسا کیا اور اسی سبب سے وہ امیر قتل کیا گیا۔

بادشاہ کا ایک غلام ملک شاہ نام عین الملک کے پاس رہا کرتا تھا اُس نے بادشاہ کو عین الملک کے بھاگ جانے کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش و حواس جاتے رہے اور اس نے سمجھا کہ اب موت آگئی کیونکہ اس کے گھوڑے اور ہاتھی اور غلہ کل چیزیں عین الملک کے پاس تھیں اور بادشاہی لشکر جگہ جگہ پراگندہ ہو رہا تھا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ دارالخلافہ کو واپس چلا جائے اور وہاں سے لشکر جمع کر کے عین الملک کے مقابلہ کے واسطے واپس آئے لیکن اس نے اپنے امیروں سے مشورہ کیا اور چونکہ خراسانی اور پردیسی امیروں کو عین الملک سے بہت اندیشہ تھا کیونکہ وہ ہندی تھا اور اہل ہند پردیسیوں سے اس لیے ناراض رہتے تھے کہ بادشاہ ان پر بہت مہربانی کرتا تھا۔ ان لوگوں نے بادشاہ کی صلاح کو منظور نہ کیا اور عرض کیا اے اخوند عالم اگر آپ دارالخلافہ چلے جائیں گے۔ تو عین الملک کو خبر ہو جائے گی اور وہ اس عرصہ میں لشکر جمع کرے گا اور فتنہ جو آدمی چاروں طرف سے اس کے پاس آکر جمع ہو جائیں گے۔ بہتر صلاح یہ ہے کہ اس پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ یہ بات پہلے ناصر الدین ادہری نے کہی اور باقیوں نے اُس کی تائید کی۔ بادشاہ نے ان کے مشورہ پر عمل کیا اور قریب میں جو امیر اور جتنی فوجیں تھیں اسی رات خط لکھ کر بلوا لیا وہ فوراً چلے آئے اور بادشاہ نے یہ حیلہ کیا کہ اگر سو آدمی آتے تھے تو بادشاہ ہزار آدمیوں کو ان کے استقبال کے واسطے بھیجتا تھا اور وہ کل گیارہ سو ہو کر بادشاہ کے ڈیرے میں داخل ہوتے تھے تاکہ دشمن کو ان کی تعداد بہت معلوم ہو۔

بادشاہ دریا کے کنارے کنارے بڑھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ شہر قنوج کو اپنی پشت کے پیچھے کرلے اور وہاں قلعہ نشین ہو جائے۔ کیونکہ قنوج بہت مضبوط جگہ تھی لیکن قنوج اُس جگہ سے تین منزل تھا۔ جب اوّل منزل طے کر چکا تو اُس نے اپنے لشکر کو لڑائی کے لیے آمادہ کیا۔ اور صف باری کی ہر سپاہی کے ہتھیار اس کے بدن پر تھے اور اس کا گھوڑا برابر میں تھا اور بادشاہ کے ساتھ

ایک چھوٹا سا خیمہ تھا جس میں وہ کھانا کھاتا تھا اور غسل کرتا تھا۔ بڑا کیمپ وہاں سے دور تھا۔ تین دن تک بادشاہ اپنے خیمہ میں نہ سویا اور نہ کبھی سایہ میں بیٹھا۔

ایک دن میں اپنے خیمہ میں تھا میرے ایک نوکر نے جس کا نام سنبل تھا مجھے آواز دی اور کہا جلدی باہر آؤ۔ میں باہر نکلا اس نے کہا بادشاہ نے ابھی حکم دیا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اس کی عورت یا لونڈی ہو اس کو قتل کیا جائے میرے ساتھ لونڈیاں تھیں، یہ سن کر امیروں نے بادشاہ سے عرض کی تو اس نے حکم دیا کہ کوئی عورت کیمپ میں نہ رہے۔ ان سب کو ایک قلعہ میں جس کا نام کمبیل تھا اور تین کوس کے فاصلے پر تھا بھیج دیا۔ اس کے بعد کیمپ میں کوئی عورت نہ رہی یہاں تک کہ بادشاہ کے ساتھ بھی کوئی عورت نہ تھی۔ وہ رات ہم نے تیاری میں گزاری۔ جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے اپنے لشکر کو مرتب کیا اور ہر فوج کے ساتھ زرہ پوش ہودے والے ہاتھی تھے جن پر سپاہی بیٹھے تھے۔ تمام لشکر کو زرہ پوش ہونے کا حکم دیا اور سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے یہ دوسری رات بھی تیاری میں خرچ ہوئی۔ جب تیسرا دن ہوا یہ خبر پہنچی کہ عین الملک دریا سے عبور کر آیا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر اندیشہ پیدا ہوا اور سمجھا کہ وہ دریا کے پار باقی امیروں کے ساتھ خط و کتابت کر کے آیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر ایک مصاحب کو ایک گھوڑا دے دیا جائے۔ میرے پاس بھی کچھ گھوڑے بھیجے میرا ہمراہی ایک شخص میر میران کرمانی نام تھا یہ شخص بڑا بہادر شمار کیا جاتا تھا ایک گھوڑا سبز رنگ کا میں نے اسے دیا۔ جب وہ سوار ہوا تو گھوڑا بھاگ کھڑا ہوا اور اس سے نہ رکا۔ گھوڑے نے اسے نیچے گرا دیا وہ اسی وقت مر گیا۔

بادشاہ نے اس روز چلنے میں بہت جلدی کی اور عصر کے بعد وہ شہر قنوج میں پہنچ گیا۔ بادشاہ کو خوف تھا کہ کہیں عین الملک اس سے پہلے قنوج پر قبضہ نہ کرلے۔ اس روز بادشاہ خود لشکر کی ترتیب کرتا رہا۔ ہم اس دن لشکر کے اگلے حصے میں تھے۔ بادشاہ کے چچا زاد بھائی ملک فیروز کے ساتھی اور امیر غدا ابن مہنا اور سید ناصر الدین اور، اور خراسان کے امیر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ بادشاہ نے ہم کو اپنے خواص میں شامل کیا اور کہا کہ تم لوگ میرے ساتھ ہو اور اس میں خیر ہوئی کیونکہ عین الملک نے پچھلی رات کو لشکر کے اگلے حصے پر چھاپا مارا۔ وزیر خواجہ جہاں بھی اس حصے میں شامل تھا۔ لوگوں میں بڑا شور پڑا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے اور تلوار سے لڑائی کی جائے۔ تمام لشکر نے تلواریں کھینچ لیں۔ اور دشمن کی طرف بڑھے لڑائی کا ہنگامہ خوب گرم ہوا۔

بادشاہ نے اس رات اپنی علامت دہلی اور غزنی مقرر کی تھی۔ جب ہمارے لشکر کا کوئی سوار ملتا تھا تو دہلی کا لفظ کہتا تھا۔ اگر دوسرے نے غزنی کا جواب دیا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے لشکر کا ہے ورنہ حکم تھا کہ اس کو قتل کر دو۔ عین الملک کا ارادہ اس جگہ چھاپہ مارنے کا تھا جہاں بادشاہ کا ڈیرہ تھا۔ لیکن اس کے رہبر نے دھوکا دیا اور وہ وزیر کی جگہ پر آپڑا۔ عین الملک نے رہبر کو مار ڈالا۔ وزیر کے لشکر میں عجمی اور ترک اور خراسانی بہت تھے اور چونکہ وہ ہندوؤں کے دشمن تھے۔ اس لیے خوب جی توڑ کر لڑے۔ عین الملک کا لشکر پچاس ہزار کے قریب تھا۔ صبح ہونے تک وہ سب کے سب بھاگ گئے ملک ابراہیم تاتاری جو بھنگی مشہور تھا اور سندیلہ کی طرف عین الملک کے ساتھ تھا عین الملک نے اسے اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ قطب الملک کا بیٹا داؤد اور ملک التجار کا بیٹا جو بادشاہ کے گھوڑوں اور ہاتھیوں پر افسر تھے وہ بھی اس سے مل گئے۔ داؤد کو عین الملک نے اپنا حاجب مقرر کیا تھا۔

جب عین الملک وزیر کے لشکر پر آپڑا تو داؤد پکار پکار کر بادشاہ کو نہایت گندی گالیاں دے رہا تھا۔ بادشاہ سنتا تھا اور داؤد کی آواز پہچانتا تھا۔ جب عین الملک کے لشکر کو شکست ہوئی تو اس نے اپنے نائب ابراہیم سے کہا کہ اے ابراہیم اب تیری کیا رائے ہے اکثر لشکر اور بڑے بڑے بہادر سردار بھاگ گئے اب تیری رائے ہو تو ہم بھاگ کر اپنی جان بچالیں۔ ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں سے اپنی زبان میں کہا کہ جب عین الملک بھاگنے کا ارادہ کرے گا تو میں اس کی زلفیں پکڑ لوں گا اور جس وقت میں اس کی زلفیں پکڑوں تو تم گھوڑے کے چابک مار کر اسے نیچے گرا دینا۔ اور پھر ہم اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جائیں گے شاید بادشاہ میرا قصور اس خدمت کے سبب معاف کر دے۔ جب عین الملک نے بھاگنے کا ارادہ کیا تو ابراہیم نے کہا کہ سلطان علاء الدین کہاں جاتے ہو۔ عین الملک نے اپنا خطاب سلطان علاؤ الدین رکھ لیا تھا۔ عین الملک کی زلفیں مضبوط پکڑ لیں اس کے ساتھیوں نے عین الملک کے گھوڑے کو چابک مار کر بھگا دیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ابراہیم نے اسے قابو میں کر لیا۔ اور جب وزیر کے ہمراہی اس کو پکڑنے کو آئے اس کو روکا کہ میں خود وزیر کے پاس لے جاؤں گا۔ یا لڑ کر مر جاؤں گا لیکن کسی اور شخص کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گا ابراہیم عین الملک کو وزیر کے پاس لے گیا۔

میں اس وقت جبکہ صبح ہو گئی تھی ہاتھیوں اور جھنڈوں کو جو سلطان کے سامنے پیش کیے جاتے تھے دیکھ رہا تھا کسی عراقی نے مجھ سے کہا کہ عین الملک پکڑا گیا مجھے یقین نہ آیا۔ میں

تھوڑی دور چلا تھا کہ ملک تیمور شربدار آیا اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا مبارک ہو عین الملک پکڑا گیا اور وزیر کے پاس ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ مع ہمارے عین الملک کے کیمپ کی طرف گیا لشکر نے اُس کے ڈیرے کو لوٹ لیا اور عین الملک کے بہت سے سپاہی دریا میں کود پڑے اور ڈوب گئے۔ قطب الملک کا بیٹا اور ملک التجار کا بیٹا دونوں پکڑے گئے۔

بادشاہ نے اُس دن گھاٹ پر ڈیرا کیا۔ اور جب وزیر عین الملک کو لے کر آیا تو وہ بیل پر سوار تھا اور بدن سے ننگا تھا۔ فقط ایک پرانے کپڑے کا لنگوٹ اس کی شرم گاہ پر باندھا ہوا تھا۔ اور اسی کو گردن میں باندھ دیا تھا۔ وزیر نے عین الملک کو ڈیرہ کے دروازہ پر کھڑا کیا اور آپ بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے اس کو شربت پینے کے لیے دیا۔ امیروں کے لڑکے عین الملک کے پاس آتے تھے اور اس کو گالیاں دیتے تھے اور اس کے چہرے پر تھوکتے تھے اور اس کے ہمراہیوں کو زدوکوب کرتے تھے۔ بادشاہ نے اس کے پاس ملک کبیر کو بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تو نے یہ کیا لیکن اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو غریبوں جیسے کپڑے پہنائے جائیں اور پیروں میں چار بیڑیاں ڈالی جائیں اور دونوں ہاتھ گردن پر باندھ کر وزیر کے سپرد کیا جائے۔

عین الملک کے بھائی دریا کے پار بھاگ گئے اور شہر اودھ میں پہنچ کر اپنے بال بچوں کو اور دولت اور اسباب جس قدر اُٹھا سکے اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے اپنے بھائی عین الملک کی بیوی سے کہا کہ تو بھی اپنے بال بچوں کو لے کر ہمارے ساتھ چل اس نے کہا کہ کیا میں ایک ہندو عورت سے بھی کم ہوں جو اپنے خاوند کے ساتھ جل جاتی ہے اگر میرا خاوند مرے گا تو مروں گی اگر زندہ رہے گا تو زندہ رہوں گی بادشاہ کو اس جواب کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوا بادشاہ کو اس عورت پر رحم آگیا۔ ایک شخص سہیل نے عین الملک کے بھائی نصراللہ کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سر بادشاہ کے پاس لایا اور عین الملک کی بیوی اور بہن کو بھی ساتھ لے آیا۔ بادشاہ نے ان کو بھی وزیر کے سپرد کیا اور ان کے لیے عین الملک کے خیمہ کے پاس ایک خیمہ لگا دیا۔ عین الملک ان کے پاس آتا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھتا تھا اور پھر قید خانہ میں چلا جاتا تھا۔ فتح کے روز عصر کے وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ بازاری اور غلام اور کمینے لوگ جو ان کے ساتھ پکڑے گئے ہیں چھوڑ دیے جائیں۔ ملک ابراہیم بھنگی کو بھی بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ سپہ سالار ملک بغرا نے کہا کہ اے اخوند عالم اس کو قتل کر دینا چاہیے اس نے بھی بغاوت کی تھی۔ وزیر نے کہا عین الملک کو گرفتار کرنے سے

اس کا قصور معاف کر دیا گیا۔ بادشاہ نے بھی اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اپنی جاگیر میں چلا جائے۔

مغرب کے بعد بادشاہ چوبی برج میں بیٹھا اور عین الملک کے ہمراہیوں میں سے باسٹھ بڑے بڑے آدمی اس کے روبرو پیش کیے گئے اور ہاتھیوں کے سامنے ڈالے گئے بعضوں کو ہاتھیوں نے اپنے آہن پوش دانتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور بعضوں کو اوپر اچھال کر مار ڈالا اور اس وقت نوبت نقارے اور نفیری بجائی جاتی تھیں۔ عین الملک کھڑا دیکھ رہا تھا اور ان کے ٹکڑے اس کی طرف پھینکے جاتے تھے پھر اس کو اس کے قید خانہ میں لے گئے بادشاہ دریا کے کنارے آدمیوں کی کثرت اور کشتیوں کی قلت کے سبب ٹھیرا رہا اور بادشاہی اسباب اور خزانہ ہاتھیوں پر پار اتارا گیا۔ اور کچھ ہاتھی بادشاہ کے خاص خاص امیروں میں تقسیم کیے گئے کہ اپنا اسباب ہاتھیوں کی پشت پر دریا کے پار لے جائیں میرے پاس بھی ایک ہاتھی بھیجا گیا تو میں نے اپنا اسباب اس ہاتھی پر لاد کر دریا کے پار پہنچایا۔

پھر بادشاہ نے بہرائچ[1] کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ یہ ایک خوب صورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے بادشاہ شیخ سالار[2] مسعود کی قبر کی زیارت کے لیے دریا پار گیا۔ شیخ سالار نے اس نواح کے اکثر ملک فتح کیے تھے اور ان کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں لوگوں کے دریا پار ہونے کے وقت بڑی بھیڑ ہوئی چنانچہ ایک بڑی کشتی جس میں تین سو آدمی تھے ڈوب گئی اور ان میں سے ایک عرب جو امیر غدا کا ہمراہی تھا بچ گیا۔

ہم ایک چھوٹی کشتی میں تھے اس سبب سے اللہ نے ہمیں بچا لیا۔ اس عرب کا نام جو ڈوبنے سے بچ گیا تھا سالم تھا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھے لیکن ہماری کشتی ذرا آگے بڑھ آئی تھی اس سبب سے وہ بڑی کشتی میں بیٹھ گیا تھا جو ڈوب گئی۔ جب وہ دریا سے نکلا تو لوگوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری کشتی میں تھا اس لیے ہمارے

---

[1] صوبہ اودھ کا ایک سرسبز اور دلکش شہر۔

[2] سپہ سالار مسعود غازی، سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے، بہت بڑے بزرگ تھے، ان کا مزار اب بھی، نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کی عقیدت کا مرکز بنا ہوا ہے۔

ساتھیوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگوں نے خیال کیا کہ ہم بھی ڈوب گئے۔ لیکن جب انہوں نے ہمیں صحیح وسالم دیکھا تو ہم کو مبارک باد دی۔ پھر ہم نے شیخ سالار کی قبر کی زیارت کی۔ ان کا مزار ایک برج میں ہے لیکن میں اژدہام کے سبب سے اس کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ پھر اس نواح میں ہم بانس کے جنگل میں داخل ہوئے تو ہم نے گینڈا دیکھا لوگوں نے اس کا شکار کیا اور سر لائے وہ ہاتھی سے چھوٹا تھا لیکن سر اس کا چند در چند ہاتھی کے سر سے بڑا تھا۔ عین الملک کو شکست دینے کے ڈھائی سال بعد بادشاہ دہلی واپس آیا، عین الملک کا قصور معاف کیا گیا اور نصرت خاں کو بھی جس نے تلنگانہ کے ملک میں بغاوت کی تھی معاف کر دیا گیا اور بادشاہ نے ان دونوں کو اپنے باغوں کا ناظر مقرر کر دیا۔ اور ان کو خلعت اور سواری عطا ہوئی اور آٹا اور گوشت یومیہ ان کے واسطے سرکاری گودام سے مقرر ہوا[1]۔

علی شاہ کی شامت

پھر یہ خبر پہنچی کہ قتلو خان کا ایک ہمراہی علی شاہ کر (یعنی بہرہ) بادشاہ سے باغی ہو گیا۔ یہ شخص بڑا خوبصورت اور بہادر اور اچھی خصلت کا آدمی تھا۔ اس نے بدرکوٹ پر قبضہ کر کے اسے دارالخلافہ مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے استاد کو حکم دیا کہ اس سے لڑنے جائے۔

قتلو خان نے ایک بڑا لشکر اپنے ہمراہ لیا اور بدرکوٹ کا محاصرہ کیا۔ اور برجوں پر سرنگ لگائی جب علی شاہ بہت تنگ ہوا تو اس نے امان طلب کی۔ امان دے دی اور بادشاہ کے پاس قید کر کے بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور شہر غزنی کی طرف جلاوطن کر دیا۔ وہاں وہ کچھ مدت

---

[1] تغلق کو یقین ہو گیا تھا، جس کی تصدیق فرشتہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ عین الملک دوسروں کے بہکاوے میں آگیا تھا۔ ورنہ فطرت خراب نہ تھی، متعدد نازک مواقع پر، بادشاہ کی خدمت بڑی وفاداری اور دل سوزی سے کر چکا تھا۔ اس لیے اتنے بڑے جرم کے باوجود اسے نہ صرف معاف کیا، بلکہ بحال کر دیا۔ —

" ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں!"

تک رہا۔ پھر وطن میں آنے کا شوق پیدا ہوا اور جب قضا آگئی تو واپسی کا ارادہ کیا۔ سندھ کے ملک میں پکڑا گیا۔ بادشاہ کے پاس لائے۔ بادشاہ نے کہا تو میرے ملک میں پھر فساد کرنے کے لیے آیا ہے اور حکم دیا کہ گردن اڑا دو۔ تعمیل ہوئی۔

باغی کی سرفرازی، امیر بخت شرف الملک کی کہانی

بادشاہ امیر بخت شرف الملک پر خفا ہوا۔ یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جو ہمارے ساتھ بادشاہ کے پاس آئے تھے۔ بادشاہ نے اس کا مرتبہ چہل ہزاری سے ایک ہزاری کر دیا۔ اور اس کو وزیر کے پاس دلی میں بھیج دیا۔ اتفاق سے امیر عبداللہ ہراتی وبا سے تلنگانہ میں مر گیا۔ اس کا مال اس کے ہمراہیوں کے پاس دلی میں تھا۔ انہوں نے امیر بخت کے ساتھ بھاگنے کی سازش کی۔ جب وزیر دلی سے بادشاہ کا استقبال کے لیے نکلا تو یہ لوگ امیر بخت کے ساتھ بھاگ گئے اور چالیس دن کا راستہ سات دن میں طے کر کے سندھ کے ملک میں جا پہنچے۔ ان کے پاس بہت عمدہ گھوڑے تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ دریائے سندھ سے تیر کر عبور کر جاویں۔

امیر بخت اور اس کا بیٹا اور وہ لوگ جو اچھی طرح تیرنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے نرسل کے ٹوکرے میں جو اسی غرض کے لیے بنائے جاتے ہیں پار ہونے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ریشم کی رسیاں اس غرض کے واسطے تیار کر لی تھیں۔ جب وہ دریا پر پہنچے تو تیر کر عبور کرنے سے ڈر گئے اور انہوں نے دو شخص جلال الدین حاکم اوچ کے پاس بھیجے۔ ان دونوں نے جا کر جلال الدین سے کہا کہ بعض سوداگر دریا عبور کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے یہ زین تیرے پاس بطور نذر کے بھیجا ہے تاکہ ان کو عبور کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ امیر نے فوراً پہچان لیا کہ ایسا تاجروں کے پاس نہیں ہو سکتا۔ اس نے حکم دیا کہ ان دونوں شخصوں کو پکڑ لو۔ ان میں سے ایک شخص بھاگ کر شرف الملک کے پاس آیا۔ وہ تھکان اور پے در پے جاگنے کے سبب سے سو گئے تھے۔ اس نے خبر کی وہ فوراً سوار ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ جلال الدین نے حکم دیا کہ جو شخص پکڑا گیا ہے۔ اس کو خوب زدوکوب کیا جاوے چنانچہ اس نے شرف الملک کا حال بتا دیا۔ جلال الدین نے اپنے نائب کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے ساتھ شرف الملک اور اس کے ہمراہیوں کی طرف جائے۔ جب وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ سوار ہو گئے اور ڈر کر بھاگ گئے لیکن اس نے انہیں جا لیا۔ لشکر نے تیر برسانے شروع کیے۔ اور شرف الملک کے بیٹے طاہر کے بازو پر نائب کا تیر لگ گیا۔ اور نائب نے اسے پہچان کر

پکڑ لیا۔ وہ سب جلال الدین کے پاس لائے گئے اس نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور ہاتھ باندھ دیئے اور وزیر کو لکھا کہ کیا کیا جائے۔

وزیر نے لکھا کہ ان کو دارالخلافہ کی طرف بھیج دیا جائے۔ جلال الدین نے دارالخلافہ کی طرف بھیج دیا وہ وہاں قید کر دیئے گئے۔ طاہر قید میں مر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ شرف الملک کے سو دُرّے ہر روز مارے جائیں۔ وہ اس مار پر بھی زندہ رہا۔ پھر بادشاہ نے اس کی خطا معاف کر دی۔ اسے امیر نظام الدین کے ساتھ چندیری کی طرف بھیجا۔ پھر اس کی حالت ایسی ابتر ہو گئی۔ کہ سواری کے واسطے گھوڑا بھی نہ رہا۔ بیل پر سوار ہوتا تھا مدت تک یہی حال رہا۔ پھر امیر نظام الدین نے بادشاہ کے پاس کچھ آدمی بھیجے۔ وہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ بادشاہ نے اس کو اپنا چاشنی گیر مقرر کیا۔ اس عہدہ دار کا کام ہوتا تھا کہ وہ گوشت کے بڑے ٹکڑے کر کے بادشاہ کے دسترخوان پر رکھتا جاتا تھا۔ اور کھانا لے کر بادشاہ کے حضور میں جاتا تھا۔ پھر بادشاہ نے اس پر مہربانی کی اور اس کا رتبہ یہاں تک بڑھایا کہ جب وہ بیمار ہوا تو بادشاہ اس کی عیادت کے لیے گیا اور اس کے برابر سونا تول کر اس کو دے دیا۔ ہم نے یہ حکایت پہلی جلد میں بیان کی ہے۔ پھر اس کی شادی اپنی بہن سے کر دی۔ اور چندیری کا حاکم مقرر کر دیا۔ خدا بڑا مقلب القلوب ہے کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔

پردہ داری می کند بر قصر کسریٰ عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبدِ افراسیاب

ابن بطوطہ اور تغلق

سیّاح کے ذاتی مشاہدات واردات اور تاثرات

بادشاہ کی طرف سے مسافر کی عزت افزائی

قصرِ ہزار ستون میں میرا داخلہ

اب تک میں نے جو کچھ کہا اس کا تعلق یا تو اخبار سلاطینِ ماضی سے تھا۔ یا عہد محمد تغلق کے واقعات وحوادث سے، اور یہ کافی ہے۔

اب میں اصل موضوع یعنی ذاتی مشاہدات و تاثرات پر آتا ہوں، چنانچہ آئندہ سطروں میں ——— اپنے دارالخلافہ پہنچنے کی کیفیت اور بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہونے پھر ملازمت چھوڑنے اور بادشاہ کی طرف سے چین میں سفیر ہو کر جانے اور پھر چین سے اپنے ملک میں واپس ہونے کا ذکر کروں گا۔

جب ہم دارالخلافہ دہلی میں داخل ہوئے تو شاہی محل کی طرف چلے اور پہلے دروازے میں داخل ہوئے۔ پھر دوسرے پھر تیسرے میں۔ تیسرے دروازے میں نقیب موجود تھے۔ جن کا مفصل حال میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ ایک نقیب ہمیں ایک وسیع صحن میں لے گیا۔ وہاں وزیر خواجہ جہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ سب سے آگے خداوند زادہ ضیاء الدین۔ اس کے پیچھے اس کا بھائی قوام الدین اس کے پیچھے کا بھائی عماد الدین۔ پھر میں اور میرے پیچھے ان کا بھائی برہان الدین۔ پھر امیر مبارک سمرقندی اس کے پیچھے ارنی بغا ترکی۔ پھر ملک زادہ خداوندزادہ کا بھانجہ۔ پھر بدرالدین تفال۔ اس ترتیب سے ہم داخل ہوئے۔ جب ہم تیسرے دروازے کے اندر داخل ہوئے تو پھر ایک بڑا دیوان خانہ جس کا نام ہزارستون تھا دکھائی دیا۔ اس میں بادشاہ جلوس عام کرتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر وزیر نے تعظیم ادا کی۔ وہ اس قدر جھکا کہ زمین کے قریب ہو گیا اور ہم نے بھی تعظیم ادا کی لیکن ہم رکوع کے موافق جھکے مگر ہماری انگلیاں بھی زمین تک پہنچ گئیں۔ یہ تعظیم بادشاہ کے تخت کی تھی۔ اور لوگ جو ہمارے ساتھ تھے انہوں نے بھی تعظیم کی۔ جب ہم تعظیم سے فارغ ہوئے تو چوبدار نے اونچی آواز سے بسم اللہ کہا اور ہم باہر نکل آئے۔

مادر شاہ کی زیارت اور شرف باریابی

بادشاہ کی والدہ کو مخدومہ جہاں کہتے ہیں۔ اور وہ ایک نہایت بزرگ عورت ہے۔ خیرات بہت کرتی ہے اور بہت سی خانقاہیں اس نے تعمیر کرائی ہیں جہاں مسافر کو کھانا ملتا ہے۔ آنکھوں سے نابینا ہے اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس کا بیٹا بادشاہ ہوا تو اس کے پاس تمام بیگمیں اور امیروں کی بیٹیاں زرق برق کپڑے اور زیورات پہن کر آئیں اور وہ ایک سونے کے تخت پر جس میں جواہر جڑے ہوئے تھے بیٹھی ہوئی تھی چمک کی چکا چوند سے اسی وقت اس کی بینائی جاتی رہی۔ پھر طرح طرح کے علاج کئے لیکن فائدہ نہ ہوا بادشاہ اس کی تعظیم اور اطاعت بدرجہ غایت کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ سفر میں بادشاہ کے ساتھ گئی اور بادشاہ کچھ دنوں پہلے آیا۔ جب وہ دارالخلافہ میں داخل ہوئی تو بادشاہ نے اس کا استقبال کیا اور گھوڑے سے اتر پڑا جب وہ پالکی میں سوار تھی تو اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ یہ منظر سب دیکھ رہے تھے۔

اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں جب ہم بادشاہ کے محل سے واپس ہوئے تو وزیر اور ہم حرم سرا کے دروازہ کی طرف گئے۔ مخدومہ یہیں رہتی ہے جب ہم دروازہ پر پہنچے تو سواریوں سے اتر پڑے ہم میں سے ہر ایک مخدومہ جہاں کے واسطے اپنی حیثیت کے موافق تحفے لایا تھا۔ ہمارے ساتھ قاضی القضاۃ کمال الدین ابن برہان الدین گئے۔ وزیر نے اور قاضی نے مخدومہ جہاں کے دروازہ کے پاس جا کر تعظیم کی اور ہم نے بھی اسی طرح تعظیم کی ایک منشی نے جو دروازہ پر تھا۔ ہمارے تحفے قلمبند کر لیے پھر کچھ جوان لڑکے تھے اور ان میں سے جو بڑا تھا وہ وزیر کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ چپکے سے کچھ بات کر کے محل کی طرف چلا گیا۔ دو غلام وزیر کے پاس آئے اور پھر محل میں واپس چلے گئے اور ہم اتنی دیر کھڑے رہے۔ پھر ہمیں ایک دالان میں بیٹھنے کا حکم ہوا۔ اس کے بعد کھانا لائے اور اس کے بعد طلائی مٹکے جن کو سین کہتے ہیں لائے۔ یہ مٹکے دیگوں کی مانند تھے اور ان کی گھڑونچیاں جن کو سک کہتے ہیں طلائی تھیں پھر پیالے اور رکابیاں اور لوٹے لائے یہ سب سونے کے بنے ہوئے تھے اور دسترخوان بچھائے گئے اور ہر دسترخوان پر دو دو صفیں تھیں۔ صف میں سب سے اول وہ شخص بیٹھتا ہے جو مہمانوں میں درجے میں سب سے بڑا ہوتا ہے جب ہم کھانے کے واسطے آگے بڑھے تو حاجبوں اور نقیبوں نے تعظیم کی اور ہم نے بھی تعظیم کی پہلے شربت لائے جب ہم شربت پی چکے تو حاجبوں نے بسم اللہ

کہی۔ اس وقت ہم نے کھانا شروع کیا۔

جب کھانا کھا چکے نبیذ لائے اس کے بعد پان۔ پھر حاجبوں نے بسم اللہ کہی۔ ہم سب تعظیم کی اس کے بعد ہم کو ایک جگہ بلا کر لے گئے اور ہمیں زربفت کے خلعت دیئے گئے پھر ہم محل کے دروازے پر آئے وہاں پہنچ کر سب نے تعظیم کی۔ حاجبوں نے بسم اللہ کہی اور وزیر ٹھہر گیا ہم سب بھی ٹھہر گئے۔ پھر محل کے اندر سے ریشم اور کتان اور روئی کے تھان بغیر سلے ہوئے لائے۔ اور ہم میں سے ہر کو حصہ دیا اور اس کے بعد ایک طلائی سینی لائے اس میں سوکھے میوہ جات تھے اور دوسری سینی میں گلاب اور تیسری میں پان یہاں دستور ہے کہ جس کے واسطے یہ چیزیں لائی جاتی ہیں وہ سینی ہاتھ میں دیتا ہے اور اسے ایک ہاتھ پر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے زمین چھوتا ہے وزیر نے سینی اپنے ہاتھ میں لی۔ تاکہ مجھے بتلائے کہ میں کس طرح کروں۔ پھر میں نے بھی اسی طرح کیا۔ اس کے بعد ہم اس گھر میں جو ہمارے ٹھہرنے کے واسطے مقرر کیا گیا تھا شہر میں گئے یہ مکان پالم دروازہ کے قریب تھا۔ جب میں گھر میں پہنچا تو میں نے ضرورت کی ہر چیز مثلاً فرش، بوریا، برتن، چارپائی، بچھونا موجود پائی۔ ہندوستان میں چارپائیاں ہلکی ہوتی ہیں ایسی کہ ایک آدمی اٹھا سکتا ہے اور سفر میں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخروطی شکل کے چار پائے ہوتے ہیں جن میں چار لکڑیاں عرضاً و طولاً ٹھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ انہیں ریشم یا ستلی سے بنتے ہیں۔ جب آدمی اس پر سوتا ہے تو تر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ خود ہی ٹھنڈی ہوتی ہے۔

چارپائی کے ساتھ دو گدیلے اور دو تکیے اور ایک لحاف لائے۔ یہ سب ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ یہاں دستور ہے کہ گدیلوں اور لحاف پر کتان یا روئی کے سفید غلاف چڑھا دیتے ہیں اور جب وہ میلا ہو جاتا ہے تو ان کو دھو ڈالتے ہیں۔ اور اندر سے لحاف اور گدیلے محفوظ رہتے ہیں پھر ہمارے پاس دو آدمی لائے گئے۔ ایک آٹے والا تھا جس کو خراس کہتے ہیں۔ دوسرا گوشت والا جس کو قصاب کہتے ہیں اور ہمیں حکم ہوا ان دونوں سے اس قدر آٹا اور اس قدر گوشت لے لیا کرو اور اس کی تعداد اب مجھے یاد نہیں رہی۔ یہاں دستور ہے کہ آٹا اور گوشت ہم وزن دیتے ہیں یہ ضیافت بادشاہ کی والدہ کی طرف سے تھی اس کے بعد بادشاہ کی طرف سے ضیافت آنی شروع ہوئی جس کا ذکر ہم آگے بیان کریں گے۔

شاہی مہمان کی حیثیت سے

میری لڑکی کا انتقال تقریب عید سعید

دوسرے دن ہم قصر شاہی میں داخل ہوئے وزیر کو سلام کیا۔ وزیر نے مجھے دو تھیلیاں ہزار ہزار دینار کی دیں اور کہا کہ یہ تمہاری سرشستی کے واسطے ہیں یعنی سردھونے کے لیے اس کے بعد مجھے ایک خلعت ریشمی دیا۔ پھر وزیر نے میرے تمام ہمراہیوں اور غلاموں اور خادموں کے نام لکھے اور ان کے چار درجے مقرر کیے اوّل درجہ والوں کو دو دو سو دینار دیے اور دوسرے درجہ والوں کو ڈیڑھ ڈیڑھ سو دینار۔ اور تیسرے درجہ والوں کو سو سو دینار اور چوتھے درجہ والوں کو پچھتر پچھتر دینار عطا کیے۔ میرے ساتھ کل چالیس آدمی تھے اور ان سب کو چار ہزار دینار کے قریب دیا گیا۔

اس کے بعد بادشاہ کی طرف سے (جو دہلی میں موجود نہ تھا) ضیافت کا حکم ہوا۔ ایک ہزار رطل آٹا اور ایک ہزار رطل گوشت آیا اس میں سے ایک ثلث تو میدا تھا اور باقی دو ثلث بن چھنا آٹا۔ اور چینی اور گھی اور چھالیہ بھی کئی رطل آئی۔ جس کی مقدار مجھے یاد نہیں اور ہزاروں پتے پان کے آئے ہندی رطل مغرب کے بیس رطل کے برابر اور مصر کے پچیس رطل کے برابر ہوتا ہے غرض فوندزادہ کی ضیافت میں چار ہزار رطل آٹا اور چار ہزار رطل گوشت مع اور مناسب چیزوں کے ملا۔

جب مجھے آئے ہوئے ڈیڑھ مہینہ ہو گیا تو میری ایک بیٹی جس کی عمر سال بھر سے کم تھی مر گئی۔ یہ خبر وزیر کو پہنچی۔ اس نے حکم دیا کہ اس خانقاہ میں جو پالم دروازہ کے باہر شیخ ابراہیم قونوی کی خانقاہ کے پاس ہے دفن کی جائے۔

وزیر نے بادشاہ کو لکھا۔ بادشاہ کا جواب دوسرے دن شام کو آ گیا اگرچہ بادشاہ وہاں سے دس منزل تھا۔ یہاں دستور ہے کہ تیسرے دن صبح ہی میت کی قبر پر جاتے ہیں اور قبر کے گرداگرد ریشمی کپڑے اور گدیلے بچھاتے ہیں اور قبر پر پھول رکھتے ہیں۔ یہ پھول ہر موسم میں دستیاب ہو جاتے ہیں شلاً چمپا اور گل یاسمین، گل شبو اور رائے چنبیلی اور چنبیلی نارنج اور

لیموں کی ٹہنیاں بھی مع پھلوں کے قبر پر رکھتے ہیں اور اگر اس میں پھل موجود ہوں تو دھاگہ کے ذریعہ میووں کے دانے اُن میں لگا دیتے ہیں اور اپنے اپنے کلام اللہ لاتے ہیں اور پڑھتے ہیں جب ختم کر چکتے ہیں لوگوں کو گلاب پلایا جاتا ہے اور چھڑکا بھی جاتا ہے اور پان بھی دیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد لوگ چلے جاتے ہیں۔

تیسرے دن حسب دستور باہر نکلا اور جو کچھ مجھے میسر تھا لے گیا مگر معلوم ہوا کہ وزیر نے سب کچھ تیار کر رکھا ہے اور قبر کے اوپر ڈیرہ بھی لگا دیا ہے۔ حاجب شمس الدین نوشنجی جس نے ہمارا استقبال سندھ میں کیا تھا اور قاضی نظام الدین کروانی اور شہر کے بڑے بڑے آدمی سب وہاں موجود تھے۔ میرے آنے سے پہلے یہ سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور حاجب سامنے کھڑا تھا اور وہ قرآن پڑھ رہے تھے میں بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قبر پر بیٹھ گیا۔ جب وہ پڑھ چکے تو قاریوں نے خوش الحانی سے تلاوت شروع کی پھر قاضی کھڑا ہوا اور اس نے مرثیہ پڑھا اور بادشاہ کی تعظیم ادا کی۔ جب بادشاہ کا نام لیا گیا تو سب کھڑے ہو گئے سب نے تعظیم ادا کی اور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد قاضی نے دعا مانگی اور حاجب اور اس کے ہمراہیوں نے گلاب کے شیشے لے کر لوگوں پر گلاب چھڑکا پھر مصری کا شربت سب کو پلایا اور پان تقسیم کیے اس کے بعد مجھے اور میرے ہمراہیوں کو گیارہ خلعت دیے گئے اور حاجب سوار ہو کر بادشاہ کے محل کی طرف گیا ہم بھی ساتھ گئے تخت شاہی کے پاس پہنچ کر حسب دستور تعظیم ادا کی۔

پھر میں اپنے گھر چلا آیا یہاں آ کر معلوم ہوا کہ اس روز کا کھانا بادشاہ کی والدہ کے محل سے آیا ہے ان سب نے وہ کھانا کھایا اور غریبوں کو تقسیم کیا پھر بھی بہت سی روٹیاں اور حلوا اور شکر اور مصری بچ گئی جو کئی دن تک پڑی رہی۔ یہ سب بادشاہ کے حکم سے کیا گیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مخدومہ جہاں یعنی بادشاہ کی والدہ کے گھر سے ڈولہ (پالکی) آیا۔ عورتیں اس ملک میں ڈولیوں میں آتی جاتی ہیں اور بعض وقت مرد بھی اس میں بیٹھتے ہیں یہ چارپائی کے مشابہ ہوتا ہے اور ریشم یا روئی کی رسیوں سے بُنا جاتا ہے اور اس کے اوپر ایک لکڑی ہوتی ہے جو ایک ٹھوس بانس کو ٹیڑھا کر کے بناتے ہیں۔ آٹھ آدمی باری باری اسے اُٹھاتے ہیں چار آدمی اُٹھاتے ہیں اور چار آدمی آرام کرتے ہیں یہ ڈولیاں ہندوستان میں وہی کام دیتی ہیں۔ جو مصر میں گدھے۔ اکثر لوگوں کی روزی اسی پر منحصر ہے جن کے غلام ہوتے ہیں وہ ڈولی کو اُٹھاتے ہیں۔ اگر غلام نہ ہوں تو کرایہ کے آدمی جو شہر میں بہت ہیں اور بازاروں میں بادشاہی محل کے دروازہ کے پاس یا لوگوں کے دروازوں

کے پاس کھڑے رہتے ہیں کہ کوئی شخص ان کو ڈولی اٹھوانے کے واسطے لے جاوے عورتوں کی ڈولیوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوتے ہیں اور اسی طرح اس ڈولے پر بھی جو بادشاہ کی والدہ کے گھر سے اس کے غلام لائے تھے ریشمی پردہ پڑا تھا اس میں میری کنیز کو جو متوفی کی لڑکی کی ماں تھی بٹھایا۔ میں نے اس کے ساتھ ایک ترکی لونڈی بطور تحفہ کے بھیجی رات کو میری کنیز بادشاہ کی والدہ کے پاس رہی دوسرے دن واپس آ گئی اس کو بادشاہ کی والدہ نے ایک ہزار روپیہ اور سونے کے جڑاؤ کڑے اور سونے کا جڑاؤ ہار اور زردوزی کتاں کا کرتہ اور زردوزی ریشم کا خلعت اور کپڑے کے کئی تھان دیے۔ جب وہ یہ سب کچھ لائی تو میں نے اپنے دوستوں اور ان سوداگروں کو جن کا میں مقروض تھا اپنی آبرو کے قائم رکھنے کے واسطے دے دیا کیونکہ مخبر میرا ذرا ذرا سا حال بادشاہ کو لکھتے تھے۔

بادشاہ نے حکم بھیجا کہ میرے واسطے جاگیر میں کچھ گاؤں مقرر کیے جائیں جن کی آمدنی پانچ ہزار دینار سالانہ کی ہو۔ وزیر اور اہل دیوان نے میرے واسطے ایک موضع بادلی اور ایک موضع بسی اور نصف موضع بالڑے کا مقرر کیا یہ سب گاؤں دارالخلافہ سے سولہ کوس کے فاصلے پر تھے اور سب کے سب ہندپت کی صدی میں شامل تھے اور صدی اس ملک میں سو گاؤں کے مجموعہ کو کہتے ہیں ہر ایک صدی پر ایک چوطری (چودھری) ہوتا ہے اور وہ ہندوؤں میں بڑا آدمی ہوتا ہے اور ایک متصرف ہوتا ہے جو خراج جمع کرتا ہے۔ اسی عرصہ میں بہت سی کافر عورتیں لوٹ میں آئیں ان میں سے دس لونڈیاں وزیر نے میرے پاس بھیج دیں میں نے ان میں سے ایک لانے والے کو دے دی۔ وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ میرے ہمراہیوں نے ان میں سے تین چھوٹی چھوٹی لونڈیاں لے لیں اور باقی کی بابت میں نہیں جانتا کیا ہوا۔

لوٹ میں جو لونڈیاں آتی تھیں وہ اس ملک میں بہت سستی ہوتی ہیں کیونکہ وہ گندی ہوتی ہیں تہذیب سے واقف نہیں ہوتیں اور یہاں سیکھی سکھائی لونڈیاں سستی ہوتی ہیں۔ اس لیے کوئی لوٹ کی لونڈیاں نہیں خریدتا۔ ہندوستان میں ہندو تمام ملک میں مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں۔ اور مسلمان ان پر غالب ہیں۔ بہت سے ہندو دشوار گزار پہاڑوں اور بانسوں کے جنگلوں میں پناہ گزین ہیں۔ بانس اس ملک میں کھوکھلا نہیں ہوتا اور بہت لمبا ہو جاتا ہے اور اس کی شاخیں اس قدر پیچ در پیچ ہوتی ہیں کہ آگ بھی اثر نہیں کرتی یہ ہندو بانسوں کے جنگلوں میں داخل ہو کر سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بانس فصیل کا کام دیتے ہیں اور اس کے اندر ان کے مویشی

اور کھیت ہوتے ہیں اور بارش کا پانی جمع کیا ہوتا ہے اور کوئی شخص ان بانسوں کو مناسب اوزاروں سے کاٹے بغیر ان پر غالب نہیں ہو سکتا۔ عید الفطر آئی اور بادشاہ اب تک دار الخلافہ میں واپس نہیں آیا تھا۔ جب عید کا دن ہوا تو خطیب ہاتھی پر سوار ہوا اور اس ہاتھی کی پشت پر ایک چیز تخت کے مشابہ بچھائی گئی اور چار علم اس کے چاروں طرف لگائے گئے۔ خطیب کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ موذن ہاتھیوں پر سوار خطیب کے آگے تکبیر پڑھتے جاتے تھے۔ شہر کے مولوی اور قاضی بھی سوار تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صدقہ آیا جو وہ عیدگاہ کے راستہ میں تقسیم کرتا جاتا تھا۔ عیدگاہ پر روئی کے کپڑے کا سائبان لگایا گیا تھا اور فرش بچھایا گیا تھا۔ جب سب نمازی جمع ہو گئے تو خطیب نے نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا اور سب لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ہم بادشاہ کے محل کی طرف گئے اور وہاں امیروں اور پردیسیوں نے کھانا کھایا اور پھر اپنے گھروں کو واپس آئے۔

بادشاہ کی آمد

○

بادشاہ کا شہر میں داخلہ، دربار کا نظارہ، انعامات و مناصب کی بارش

○

مسافر (ابن بطوطہ) پر بادشاہ کی نوازشیں

شوال کی چوتھی تاریخ تھی کہ بادشاہ نے ایک محل میں جس کا نام تل پت تھا جو دار الخلافہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے قیام کیا۔ وزیر نے ہمیں حکم دیا کہ بادشاہ کے استقبال کے لیے جائیں۔ ہم سب استقبال کے لیے باہر گئے اور ہر ایک کے پاس نذر کے واسطے گھوڑے اور اونٹ اور خراسانی میوے اور مصری تلواریں اور غلام اور ترکستانی دنبے تھے۔

جب ہم محل کے دروازے کے پاس پہنچے اور سب آنے والے جمع ہو گئے تو اپنے اپنے مرتبہ کے موافق داخل ہوتے گئے، ہر ایک کو کتاں کے زردوز کپڑے کے خلعت ملتے جاتے تھے جب میری باری آئی تو میں نے بادشاہ کو کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے گمان کیا کہ وہ کوئی حاجب ہے لیکن جب میں نے اس کے پاس ملک الندما ناصر الدین کافی ہروی کو کھڑے دیکھا جسے میں پہچانتا تھا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ یہی ہے حاجب نے تعظیم ادا کی اور میں نے بھی تعظیم ادا کی۔ امیر حاجب نے جو بادشاہ کا چچازاد بھائی تھا میرا استقبال کیا۔ پھر میں نے دوسری دفعہ تعظیم ادا کی۔ پھر ملک الندما نے کہا بسم اللہ مولانا بدرالدین جن کو ہندوستان میں بدرالدین کہتے تھے اور ہر ایک عرب عالم کو مولانا کہتے ہیں۔ میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت نرم الفاظ میں اور فارسی زبان میں کہا تمہارا آنا مبارک ہو خاطر جمع رکھو میں تم پر نہایت مہربانی کروں گا اور اس قدر انعام دوں گا کہ تمہارے ہم وطن سن کر تمہارے پاس آئیں گے۔ پھر پوچھا کہ تمہارا ملک کونسا ہے میں نے کہا کہ مغرب۔ بادشاہ نے کہا کہ امیر المومنین[2] کا ملک۔ میں نے کہا ہاں۔ جب وہ کوئی بات کہتا تھا میں اس کا ہاتھ چومتا تھا یہاں تک کہ سات دفعہ میں نے اس کا ہاتھ چوما۔ مجھے خلعت دیا گیا اور میں واپس آیا۔

سب نو وارد جمع ہو گئے تھے ان کے لیے دسترخوان بچھایا گیا اور ان کے سروں پر قاضی القضاۃ صدر جہاں ناصر الدین خوارزمی اور قاضی القضاۃ صدر جہاں کمال الدین غزنوی اور عماد الملک عرض اور جلال الدین کیجی بہت سے حاجب اور امیر کھڑے ہوئے تھے۔ اس دسترخوان پر خداوند زادہ غیاث الدین بھی موجود تھا، بادشاہ اس کی نہایت عزت کرتا تھا اور اسے بھائی کہہ کر پکارتا تھا اور وہ اپنے ملک سے کئی دفعہ بادشاہ کے پاس آیا اور گیا تھا۔

دوسرے دن بادشاہ نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک گھوڑا اپنے خاص گھوڑوں میں سے عطا کیا اور ان کے ساتھ زین اور لگام بھی دیے جن پر سونے چاندی کا کام تھا دارالخلافہ

---

[1] فیروز شاہ تغلق۔

[2] امیر المومنین کے ملک سے مراد مراکش ہے۔ جہاں عبدالمومن کا خاندان حکومت کرتا تھا، جسے محمد بن تومرت مہدی نے اپنا خلیفہ مقرر کیا، اور "امیر المومنین" کا لقب دیا، اس خاندان نے ۵۲۴ھ سے لے کر ۶۶۸ھ تک مغرب اقصیٰ اور اندلس پر حکومت کی۔

میں داخل ہونے کے لیے بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا۔ بادشاہ کی سواری کے آگے آگے سولہ ہاتھی تھے جن کو آراستہ کیا گیا تھا اور ان ہاتھیوں پر نشان یعنی علم بلند کیے گئے تھے اور ہر ایک ہاتھی پر ایک ایک چتر لگا ہوا تھا۔ بعضے چتر جڑاؤ تھے اور بعضے طلائی اور ایک چتر بادشاہ کے سر پر لگایا گیا تھا اور آگے آگے جڑاؤ زین پوش اٹھائے لیے جاتے تھے۔ بعضے ہاتھیوں پر چھوٹی چھوٹی منجنیقیں رکھی ہوئی تھیں۔ جب بادشاہ شہر کے پاس پہنچا تو منجنیقوں سے دینار اور درہم ملے جلے بھر کر پھینکے جاتے تھے بادشاہ کے آگے آگے جو ہزارہا پیدل سپاہی اور عوام الناس چل رہے تھے وہ انہیں لوٹ لیتے تھے، محل میں پہنچنے تک یہ نچھاور ہوتے رہے۔ راستے میں جگہ جگہ لکڑی کے برج ریشمی کپڑوں سے منڈھے رکھے تھے جن میں گانے والی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

دوسرے دن جمعہ تھا۔ ہم دیوان خانہ کے دروازہ میں داخل ہو کر تیسرے دروازہ کی صحنچیوں میں بیٹھ گئے۔ اب تک ہمیں اندر جانے کی اجازت نہ ملی تھی۔ شمس الدین نوشنجی حاجب آیا اور اس نے متصدیوں کو حکم دیا کہ ہم سب کے نام لکھ لو۔ اور یہ بھی کہا کہ ان سب کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمراہیوں کی تعداد معین کی گئی، جن کو اندر آنے کی اجازت دی گئی، کہ میں آٹھ آدمی اپنے ساتھ لے جاؤں ہم سب مع ہمراہیوں کے داخل ہوئے اتنے میں دیناروں کی تھیلیاں اور ترازو لاتے اور قاضی القضاۃ اور متصدی بیٹھ گئے۔ وہ پردیسیوں کو بلاتے جاتے تھے اور ہر ایک کے لیے ایک حصہ مقرر کر دیا تھا۔ جو اسے دیتے جاتے تھے۔ میرے حصہ میں پانچ ہزار دینار آئے۔ کل روپیہ ایک لاکھ تھا۔ یہ مال بادشاہ کی والدہ نے اپنے بیٹے کے بخیر و عافیت واپس آنے کی تقریب میں صدقہ کے لیے نکالا تھا۔ پھر ہم واپس چلے گئے۔

اس کے بعد بادشاہ نے کئی دفعہ ہم کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلانے کے لیے بلایا اور نہایت نرمی سے ہمارا حال دریافت کیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ ہم سے کہنے لگا کہ تم جو میرے ملک میں تشریف لائے مجھ پر نہایت مہربانی کی ہے اس تکلیف کا صلہ نہیں دے سکتا۔ تم میں سے جو پیر سال ہے وہ مجھے باپ کی جگہ ہے اور جو ہم عمر ہے میرا بھائی ہے اور جو مجھ سے چھوٹا ہے وہ میرا بیٹا ہے میرے ملک میں کوئی شہر اس سے بڑا نہیں۔ یہ شہر تمہارا ملک ہے۔

ہم نے یہ سن کر بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کے حق میں دعا کی اس کے بعد ہماری

تنخواہیں اور عہدے مقرر کیے میری تنخواہ بارہ ہزار دینار سالانہ مقرر کی اور تین گاؤں میری جاگیر میں پہلے تھے اب دو اور زیادہ کر دیے ان گاؤں کے نام جورہ اور ملک پور تھے۔ ایک دن ہمارے پاس خداوند زادہ غیاث الدین اور قطب الملک حاکم سندھ کو بھیجا انہوں نے آکر کہا کہ اخوند عالم فرماتے ہیں کہ تم میں سے جس کو جس کام کرنے کی لیاقت ہو اور رغبت ہو وہ کام اس کے سپرد کیا جائے جس کسی کو وزیر بننا ہو اس کے لیے وزارت اور جس کو مدرس بننا ہو اس کے لیے مدرسی اور جس کو منشی بننا ہو اس کے لیے منشی گری۔ جس کو امیر بننا ہو اس کے لیے امارت اور جس کو شیخ بننا ہو اس کے لیے مشیخیت کا عہدہ موجود ہے۔

یہ سن کر ہم سب خاموش ہو رہے کیونکہ ہم سب کا ارادہ تھا کہ ہمیں جو انعام ملے گا وہ لے کر اپنے گھر واپس چلے جائیں گے۔ آخر امیر بخت بن سید تاج الدین نے جس کا ذکر میں کر آیا ہوں کہا کہ میرے بزرگ وزیر تھے اور میں خود کاتب ہوں۔ ان دو کاموں کے علاوہ تیسرا کام نہیں جانتا اور ہبۃ اللہ فلکی نے بھی کچھ ایسا ہی کہا خداوند نے میری طرف مخاطب ہو کر عربی زبان میں کہا کہ سیدنا آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس ملک کے آدمی عربوں کو سید کے لفظ سے پکارتے ہیں کیونکہ بادشاہ تعظیماً ان کو اسی طرح خطاب کرتا ہے میں نے کہا کہ وزارت اور کتابت تو میرا کام نہیں میرا پیشہ قضا اور مشیخیت کا ہے اور یہی میرے باپ دادا کا پیشہ تھا اور امارت یعنی فوج کی افسری اس کی بابت آپ خوب جانتے ہیں کہ عرب کی تلوار کے ڈر سے کل عجم مسلمان ہوا ہے مطلب یہ کہ سپاہگری اور شمشیر زنی ہمارا قدیم پیشہ ہے۔

بادشاہ نے جب یہ جواب سنا تو نہایت خوش ہوا۔ اس وقت بادشاہ قصر ہزار ستون میں تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ ہم سب کو بلا بھیجا۔ ہم نے بھی بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا پھر ہم محل سے باہر آگئے میرے ساتھی وہاں بیٹھ گئے۔ میرے دنبل نکلا ہوا تھا۔ میں بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے واپس مکان چلا آیا۔ بادشاہ نے دوسری بار ہم سب کو بلایا باقی سب گئے میں عصر کی نماز پڑھ کر گیا اور دیوان خانہ میں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اتنے میں حاجب باہر آیا اور کہا بادشاہ سلامت یاد کرتے ہیں۔ پہلے خداوند زادہ ضیاء الدین جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اندر گیا۔ بادشاہ نے اس کو میر داد مقرر کیا۔ اس عہدہ پر بڑا آدمی ہوا کرتا ہے اس کا کام ہوتا ہے کہ قاضی کے ساتھ بیٹھتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی امیر یا بڑے آدمی پر نالش کرتا ہے تو وہ اسے قاضی کے روبرو حاضر کرتا ہے اس کی تنخواہ پچاس ہزار سالانہ مقرر تھی نیز اس کے لیے جاگیر

مقرر کی جو اتنی ہی مقدار کی تھی پھر حکم دیا کہ اسے پچاس ہزار دینار فوراً دیے جائیں اور ریشم کا زرین خلعت جس کو شیر صورت کہتے ہیں اس خلعت کی پشت اور سینہ پر شیر کی تصویر ہوتی ہے اور خلعت کے اندر ایک پرچہ لپیٹ کر سی دیتے ہیں اس میں درج ہوتا ہے کہ اس خلعت میں اس قدر سونا ہے اور ایک گھوڑا بھی اوّل درجہ کا اسے عطا ہوا۔ گھوڑے کے چار درجہ اس ملک میں مقرر ہیں۔ اور گھوڑے کی زین مصری زینوں کی مانند ہوتی ہیں اور اُن کے اکثر حصے پر چاندی منڈھی ہوتی ہے اور چاندی پر سونے کا ملمع ہوتا ہے۔

اس کے بعد امیر بخت اندر گیا اس کے واسطے حکم ہوا کہ وزیر کے ساتھ مسند پر بیٹھا کرے اور دیوانوں کے حساب کی پڑتال اس کے ذمہ کی اور اس کی تنخواہ چالیس ہزار دینار سالانہ مقرر کی اور اتنی ہی سالانہ آمدنی کی جاگیر مقرر کی۔ چالیس ہزار دینار اسی وقت دیے گئے اور ایک گھوڑا اور خلعت ویسا ہی جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اسے بھی ملا۔ شرف الملک اس کو خطاب دیا گیا۔

اس کے بعد ہبۃ اللہ فلکی اندر گیا اس کو بادشاہ نے رسول دار مقرر کیا یعنی صاحب الارسال اس کی تنخواہ چوبیس ہزار دینار مقرر ہوئی اسی مقدار کی جاگیر مقرر ہوئی۔ اور چوبیس ہزار دینار اسی وقت دیے گئے اور اس کو بہاء الملک کا خطاب ملا۔

اس کے بعد میں اندر گیا۔ بادشاہ محل کی چھت پر تخت کا تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور وزیر خواجہ جہاں سامنے بیٹھا ہوا تھا اور ملک قبولہ کھڑا تھا جب میں نے سلام کیا تو ملک کبیر نے کہا کہ تعظیم کر کیونکہ اخوند عالم نے تجھے دارالخلافہ دہلی کا قاضی مقرر کیا اور تیری تنخواہ بارہ ہزار سالانہ مقرر کی اور اسی قدر جاگیر تجھے دی جائے گی اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ تجھ کو بارہ ہزار دینار کل کے روز خزانہ سے دیے جائیں۔ اور ایک گھوڑا بھی مع زین اور لگام کے تجھے عطا ہوا ہے اور ایک محرابی خلعت تجھے ملے گا اس خلعت کی پشت اور سینہ پر محراب کی شکل بنی ہوتی ہے۔ میں تعظیم بجا لایا اور ملک کبیر میرا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گیا، بادشاہ نے کہا دہلی کی قضا کا عہدہ کوئی چھوٹا عہدہ نہیں ہے ہم اس کو بہت بڑا عہدہ سمجھتے ہیں۔ میں فارسی سمجھتا تھا لیکن اس میں جواب نہ دے سکتا تھا اور بادشاہ عربی سمجھتا تھا لیکن اس میں جواب نہ دے سکتا تھا۔ میں نے کہا کہ یا مولانا میں تو امام مالک کے مذہب پر ہوں اور اہلِ شہر کل حنفی ہیں اور علاوہ ازیں میں زبان سے ناواقف ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے بہاء الدین ملتانی اور کمال الدین بجنوری کو تیری نیابت میں مقرر کیا وہ تجھ سے مشورہ لیں گے اور کل دستاویزات پر تیری مہر ہوگی یہ بھی کہا کہ تو مجھے بمنزلہ بیٹے کے ہے میں نے کہا کہ میں

حضور کا غلام اور خادم ہوں پھر تواضعاً بادشاہ نے عربی زبان میں کہا انت سیدنا مخدومنا اس کے بعد شرف الملک سے فرمایا کہ اس کی تنخواہ کافی نہ ہوگی کیونکہ یہ خرچ والا آدمی ہے اس لیے میری صلاح یہ ہے کہ ایک خانقاہ بھی اس کے سپرد کردوں اگر وہ فقیروں کے حال کی خبر گیری کر سکے۔ شرف الملک سے کہا کہ یہ بات اس سے عربی میں کہو۔ بادشاہ سمجھتے تھے کہ شرف الملک عربی اچھی بول سکتا ہے حالانکہ نہیں بول سکتا تھا بادشاہ سمجھ گیا اور کہا برو دیکجا بجپسنی وآں حکایت براد گوئی وتفہیم کنی۔ تا فردا انشاء اللہ پیش من جواب او بگوئی یعنی جاؤ اور دونوں رات کو ایک ہی جگہ سوؤ اور اسے بات سمجھا دینا اور کل میرے پاس حاضر ہو کر بتلانا کہ وہ کیا کہتا ہے۔

ہم واپس چلے آئے اور ایک ثلث رات گزر چکی تھی اور نوبت بج چکی تھی نوبت بجنے کے بعد کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا اس لیے ہم نے وزیر کا انتظار کیا اور اس کے ساتھ باہر آئے شہر کے دروازے بند ہو گئے تھے اس لیے ہم رات کو سید ابوالحسن عبادی عراقی کے گھر [illegible] کوچہ میں سو گئے۔ یہ شخص بادشاہ کے مال سے تجارت کیا کرتا تھا اور عراق اور خراسان سے بادشاہ کے لیے ہتھیار اور اسباب خرید کر لایا کرتا تھا۔ دوسرے دن ہم سب کو بلایا گیا اور نقدی اور گھوڑے اور خلعت دیے گئے ہم میں سے ہر ایک نے اس ملک کے دستور کے موافق خلعت کو کندھے پر رکھا اور اسی طرح بادشاہ کے حضور میں داخل ہو کر تعظیم بجا لائے گھوڑوں کے کھروں پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا ہم نے انہیں بوسہ دیا اور پھر لگام پکڑ کر ہم خود بادشاہ کے محل کے دروازہ پر لے گئے اور وہاں سے سوار ہوئے اور گھر واپس آئے۔

بادشاہ نے میرے ہمراہیوں کو بھی دو ہزار دینار اور دس خلعت دیے اور کسی کے ہمراہی کو کچھ نہیں ملا کیونکہ میرے ہمراہی ذرا دیکھنے میں صاف اور چہرہ مہرہ والے تھے بادشاہ ان کو دیکھ کر خوش ہوا وہ بھی بادشاہ کی تعظیم بجا لائے اور بادشاہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

قاضی مقرر ہونے کے کافی عرصہ بعد ایک روز میں دیوان خانہ کے صحن میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا اور میرے برابر مولانا ناصر الدین ترمذی واعظ بیٹھے تھے۔ مولانا ناصر الدین طلب ہوئے وہ اندر گئے اور بادشاہ نے ان کو خلعت دیا اور ایک کلام اللہ بھی جس پر موتی جڑے ہوئے تھے عنایت کیا اتنے میں ایک حاجب دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ نے تیرے واسطے بارہ ہزار دینار کے انعام کا حکم دیا ہے اگر مجھے کچھ دلواؤ تو میں خط خورد لے آتا ہوں میں نے سمجھا کہ وہ ہنسی کرتا ہے اور مجھ سے اس حیلہ سے کچھ لینا چاہتا ہے حالانکہ وہ درست کہہ رہا تھا میرے ایک

دوست نے کہا دو دینار دیتا ہوں جاؤ خط خورد لے آؤ چنانچہ وہ لے آیا۔

اس چٹھی میں یہ درج ہوتا ہے کہ اخوند عالم کا حکم ہے کہ خزانہ موفورہ سے فلاں شخص کو فلاں حاجب کی شناخت پر اس قدر روپیہ دے دو۔ پہلے اس چٹھی پر چٹھی لانے والا جس کی شناخت پہ روپیہ دیا جاتا ہے اپنے دستخط کرتا ہے اس کے بعد تین امیروں کے دستخط ہوتے ہیں یعنی خان اعظم قتلو خان معلم سلطان کے اور خریطہ دار کے جس کے پاس بادشاہ کا قلمدان ہے۔ اور امیر نکیہ دوادار کے جس کے پاس بادشاہ کی دوات رہتی ہے جب یہ سب اپنے دستخط کر چکتے ہیں تو دیوان وزارت کے پاس لے جاتے ہیں اس کی متصدی نقل لے لیتے ہیں اس کے بعد اس کی نقلیں دیوان اشراف میں ہوتی ہے اس کے بعد دیوان النظر میں اس کے بعد پروانہ لکھا جاتا ہے جس میں وزیر خزانچی کو حکم دیتا ہے کہ روپیہ دے دو پھر خزانچی اس کو اپنے حساب میں درج کرتا ہے اور ہر روز کے پروانوں کا ایک چٹھا بنا کر بادشاہ کے سامنے پیش کرتا ہے جس کے لیے حکم ہوتا ہے کہ دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں اس کو دیر سے تو ملتا ہے مگر ملتا ضرور ہے خواہ کتنے ہی دن ہو جائیں چنانچہ یہ انعام مجھے چھ مہینے کے بعد دوسرے انعام کے ساتھ ملا جس کا ذکر میں آئندہ کروں گا۔ ہندوستان میں دستور ہے کہ جس قدر انعام کا حکم دیا جائے اس کا دسواں حصہ وضع ہو کر ملتا ہے یعنی اگر لاکھ کا حکم ہو تو نوے ہزار ملتے ہیں۔ اور دس ہزار کا حکم ہو تو نو ہزار۔

میں پہلے ذکر کر آیا ہوں کہ جو کچھ میرا راستے میں خرچ ہوتا رہا اور جو کچھ میں نے بادشاہ کے حضور میں ہدیہ یعنی نذر گزارنی اور جو کچھ اس کے بعد خرچ ہوتا رہا یہ سب میں نے سوداگروں سے قرض لیا تھا۔ جب یہ سوداگر اپنے گھر جانے لگے تو تقاضا کرنے لگے میں نے بادشاہ کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا۔

ایک روز بادشاہ کرسی پر بیٹھے تھے یہ قصیدہ پیش کیا بادشاہ نے اسے اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس کا ایک کنارہ پکڑ لیا دوسرا کنارہ میرے ہاتھ میں رہا۔ میں ایک ایک شعر پڑھتا جاتا تھا اور قاضی القضاۃ کمال الدین اس کے معنی بیان کرتا جاتا تھا۔ بادشاہ بہت خوش ہوتا تھا۔ ہندی، عربی شعر سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ جب میں نے ساتواں شعر پڑھا تو بادشاہ نے فرمایا مرحمت۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے تجھ پر رحم کیا اس وقت حاجب میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے کھڑے ہونے کے مقام پر لے گئے تاکہ میں تعظیم بجا لاؤں۔ بادشاہ نے فرمایا چھوڑ دو اسے قصیدہ پورا کرنے دو۔ میں نے قصیدہ پورا پڑھ کر سنایا اور پھر تعظیم بجا لایا۔ لوگوں نے مجھے مبارک باد دی لیکن مدت

تک کچھ پتہ نہ لگا۔

میں نے ایک عرضداشت لکھی اور قطب الملک حاکم سندھ کو دی وہ اس نے بادشاہ کے سامنے پیش کی بادشاہ نے اس سے کہا کہ خواجہ جہاں کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کا قرضہ ادا کر دے قطب الملک نے جا کر کہہ دیا۔ خواجہ جہاں نے کہا اچھا لیکن پھر کچھ نتیجہ نہ نکلا اسی اثناء میں بادشاہ نے دولت آباد کے سفر کا حکم دیا اور کچھ دنوں کے لیے بادشاہ شکار کے لیے باہر چلا گیا اور وزیر بھی ساتھ گیا اور اس لیے مجھے بہت دن میں یہ انعام ملا دیر کا سبب میں مفصل بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب میرے قرض خواہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو میں نے اُن سے کہا کہ جب میں شاہی محل کے دروازہ پر جاؤں تو تم بادشاہ کی دہائی دینا شاید بادشاہ کو خبر پہنچے اور وہ تمہارا قرضہ ادا کر دے۔ اس ملک کا دستور ہے کہ جب کسی کا قرضہ کسی بڑے آدمی پر ہوتا ہے اور وہ ادا کرنے سے لاچار ہوتا ہے تو اس کے قرض خواہ بادشاہ کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ شاہی محل میں داخل ہونے لگتا ہے تو پکار پکار کر بادشاہ کی دہائی دیتے ہیں اور بادشاہ کے سر کی قسم دلاتے ہیں کہ جب تک ہمارا قرضہ ادا نہ کر دے اندر نہ جائے اس وقت مقروض کے لیے سوا اس کے اور کچھ چارہ نہیں ہوتا کہ یا قرضہ ادا کر دے اور یا خوشامد کر کے کچھ مہلت لے لے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ بادشاہ اپنے باپ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے اور وہاں ایک محل میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے قرض خواہوں سے کہا کہ اس وقت موقع ہے۔ جب میں محل میں داخل ہونے لگا تو انہوں نے بادشاہ کی دہائی دی کہ تو جب تک قرضہ ادا نہ کرے اندر نہ جا تا متصدیوں نے یہ خبر فوراً بادشاہ کو لکھی۔ حاجب شمس الدین جو ایک بڑا فقیہ تھا۔ باہر نکلا۔ اور ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم دہائی کیوں دیتے ہو انہوں نے کہا کہ اس شخص پر ہمارا قرضہ ہے وہ واپس اندر گیا اور بادشاہ کو جا کر خبر کی بادشاہ نے دریافت کیا۔ کہ کس قدر قرضہ ہے انہوں نے کہا پچپیس ہزار دینار۔ اُس نے جا کر بادشاہ سے عرض کر دی اور پھر باہر آ کر کہا کہ بادشاہ فرماتے ہیں کہ ہم ذمہ دار ہیں تمہارا قرضہ ہم چکا دیں گے اس سے مطالبہ نہ کرو۔

بادشاہ نے عماد الدین سمنانی اور خداوند زادہ غیاث الدین کو حکم دیا کہ دونوں ہزار ستون میں بیٹھ کر دستاویزات کا معائنہ کرو اور تحقیقات کرو کہ یہ قرضہ گرفتنی ہے یا نہیں وہ دونوں بیٹھ گئے اور قرض خواہ ان کے پاس اپنی اپنی دستاویزات لاتے جاتے تھے اور وہ دیکھتے جاتے تھے۔ اُن دونوں نے جا کر عرض کی کہ دستاویزات بالکل درست ہیں بادشاہ ہنسا اور ہنس کر کہا کہ میں جانتا ہوں وہ قاضی

ہے اور اپنا کام خوب جانتا ہے پھر خداوندزادہ کو حکم دیا کہ یہ قرضہ خزانہ سے ادا کرے۔ اس نے رشوت کا لالچ کیا اور خط خورد لکھنے میں دیر کی۔ میں نے اس کے پاس دو سو تنکہ بھیجے اس نے نہ لیے واپس کر دیئے لیکن اس کے ایک ملازم نے مجھ سے کہا کہ پانچ سو تنکے مانگتا ہے میں نے کہا کہ میں نہیں دیتا میں نے عبدالملک بن عماد الدین سمنانی سے یہ حال کہہ دیا اس نے اپنے باپ سے ذکر کیا اور اس نے وزیر سے۔ وزیر اور خداوند کے درمیان عداوت تھی اس نے بادشاہ سے عرض کر دیا اور اس کے ساتھ اور بھی شکایتیں کیں چنانچہ بادشاہ خداوندزادہ سے ناراض ہو گیا اور اسے نظر بند کر دیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ فلاں شخص اس کو یہ رشوت کیوں دیتا تھا اور حکم دیا کہ اس بات کی تحقیقات کی جائے کہ آیا وہ رشوت دیتا تھا اور خداوندزادہ نے انکار کیا یا خداوندزادہ رشوت مانگتا تھا اس نے دینے سے انکار کیا اور اس سبب سے میرے قرضہ کی ادائیگی میں تاخیر ہو گئی۔

شکار کے لئے بادشاہ کا کوچ

جب بادشاہ شکار کے لئے دارالخلافہ سے باہر گئے میں بھی ساتھ گیا۔ میں نے تمام ضروری اشیاء اس سفر کے لیے خرید لی تھیں۔ ایک ڈیرہ خرید لیا تھا۔ اس ملک میں ڈیرہ ہر شخص رکھ سکتا ہے اور امیروں کے لیے تو ایک ضروری چیز ہے فرق فقط یہ ہوتا ہے کہ شاہی ڈیرہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور باقی امیروں کا سفید جس پر نیلے رنگ کے نقش ہوتے ہیں۔

میں نے ایک صیوان (سائبان) بھی خرید لیا تھا یہ ڈیرہ کے اندر سایہ کے لیے لگایا جاتا ہے اور دو بڑے بانسوں پر کھڑا کیا جاتا ہے یہ بانس لوگ گردنوں پر لے جاتے ہیں ان لوگوں کو کیوانی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں دستور ہے کہ مسافر کیوانیوں کو کرایہ پر نوکر رکھ لیتا ہے اور اسی طرح وہ شخص بھی جو چارپایوں کے لیے گھاس لاتے ہیں نوکر رکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس ملک میں عیس گھوڑوں کو نہیں کھلاتے اور کہار بھی نوکر رکھے جاتے ہیں یہ لوگ باورچی خانہ کے برتن اٹھا کر لے جاتے ہیں ڈولا اٹھانے والے بھی نوکر رکھے جاتے ہیں یہ لوگ خیمے سراپچہ لگاتے ہیں اور اس میں فرش بچھاتے ہیں اور اسباب کو اونٹوں پر لادتے ہیں اور دوادوی بھی نوکر رکھے جاتے ہیں اور یہ لوگ آگے

دوڑتے ہیں اور رات مشال لے کر چلتے ہیں۔

میں نے بھی یہ تمام لوگ یومیہ اُجرت پر ساتھ لیے اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ چلا میں تو اسی روز شہر سے باہر نکل آیا۔ جس روز بادشاہ کی سواری باہر نکلی تھی اور میرے سوا اور آدمی دو دو تین تین دن بعد آئے۔ بادشاہ نے سواری نکلنے کے دن عصر کے بعد ارادہ کیا کہ ہاتھی پر سوار ہو کر دیکھنے جائیں کہ کون کون تیار ہیں کس کس نے جلدی تیاری کی۔ اور کس کس نے دیر کی اس وقت بادشاہ اپنے ڈیرے کے باہر کرسی پر بیٹھے تھے میں نے آ کر سلام کیا اور دائیں ہاتھ پر اپنی مقررہ جگہ پر کھڑا ہو گیا بادشاہ نے میرے پاس ملک قبولہ سر جامدار کو بھیجا جس کا یہ کام ہے کہ وہ چنور ہلاتا ہے اس نے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ بیٹھ جاؤ اور یہ بادشاہ کی مہربانی تھی ورنہ اور کسی کو اس روز بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔

اتنے میں ہاتھی آ پہنچا اور سیڑھی لگائی گئی۔ بادشاہ اس پر سوار ہوئے اور چتر لگایا گیا اور بادشاہ کے خواص بھی سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر پھر کر بادشاہ ڈیرے کی طرف واپس آ گئے دستور یہ ہے کہ جب بادشاہ سوار ہوتے ہیں تو ہر ایک امیر اپنی اپنی فوج علم اور طبل اور نفیری اور سرنا ان سب چیزوں کو مراتب کہتے ہیں لے کر سوار ہو جاتا ہے بادشاہ کے آگے آگے فقط پردہ دار یعنی حاجب اور اہل طرب یعنی طوائف اور طبلچی گلے میں طبلے لٹکائے ہوئے اور سرنا بجانے والے ہوتے ہیں اور دائیں طرف پندرہ آدمی ہوتے ہیں اور بائیں طرف بھی اسی قدر آدمی ہوتے ہیں اس جماعت میں وزیر اور بڑے بڑے امیر اور پردیسی شرفا شامل ہوتے ہیں اور میں بھی اہل ریاست میں سے تھا۔ بادشاہ کے سامنے پیدل اور راہبر ہوتے ہیں اور پیچھے ریشمی اور زرین علم ہوتے ہیں اور اونٹوں پر طبل رکھے ہوئے ہوتے ہیں اس کے پیچھے شاہی غلام اور خادم ہوتے ہیں اور ان کے بعد امیر ہوتے ہیں اور عوام الناس۔ کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ کس جگہ قیام ہو گا۔

جب کوئی جگہ نہر کے کنارے یا درختوں کے جھنڈ میں بادشاہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اس جگہ اتر جاؤ۔ جب تک بادشاہ کا ڈیرہ نہ لگ جائے کوئی ڈیرہ نہیں لگا سکتا پھر ناظر آتے ہیں ہر ایک شخص کو اس کی جگہ بتلاتے ہیں۔ وسط میں شاہی ڈیرہ لگتا ہے بکری کا گوشت موٹی موٹی مرغیاں وغیرہ شکار پہلے ہی روانہ کر دیا جاتا ہے۔ امیروں کے لڑکے فوراً حاضر ہو جاتے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں سیخ ہوتی ہے۔ وہ آگ روشن کرتے ہیں اور گوشت کو بھونتے ہیں ایک چھوٹا سا ڈیرہ لگایا جاتا ہے اس کے باہر بادشاہ مع خاص خاص امیروں کے بیٹھ جاتا ہے

دستر خوان آتا ہے اور بادشاہ جسے چاہتا ہے اپنے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بلا لیتا ہے۔
ایک دن بادشاہ ڈیرے کے اندر تھے۔ بادشاہ نے دریافت فرمایا کہ باہر کون ہے۔ سید ناصر الدین مطہر اوہری نے جو بادشاہ کے ندیم تھے کہ فلاں شخص مغربی کھڑا ہے اور بہت نڈھال ہے بادشاہ نے فرمایا کہ کیوں۔ سید نے فرمایا کہ اس کے قرض خواہ اس پر سخت تقاضا کرتے ہیں اخوند عالم نے وزیر کو حکم دیا تھا کہ قرض ادا کر دیا جائے۔ وزیر اس سے پہلے ہی سفر کو چلا آیا تو حضور قرض خواہوں کو حکم دے دیں کہ وزیر کے آنے تک جبر نہ کریں یا ان کا قرضہ چکا دیں۔ اس وقت ملک دولت شاہ بھی موجود تھا۔ بادشاہ اس کو چچا کہا کرتے تھے اس نے کہا کہ اخوند عالم یہ شخص مجھ سے ہر روز کچھ عربی میں کہا کرتا ہے اور میں سمجھتا نہیں۔ سید ناصر الدین سمجھتا ہوگا کہ کیا کہتا ہے اس کا مقصد تھا کہ سید ناصر الدین پر قرضہ کی ادائیگی کا ذکر کرے۔ سید ناصر الدین نے کہا کہ وہ اسی قرضہ کی بابت کہا کرتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب ہم دار الخلافہ میں واپس جائیں تو تم مخدوم خزانہ میں جا کر اسے یہ روپیہ دلوا دیجئے۔

خداوند زادہ بھی حاضر تھا اس نے کہا کہ اخوند عالم یہ شخص بڑا خراچ ہے۔ اور یہی حال اس کا سلطان طرمشیرین بادشاہ ماوراء النہر کے دربار میں تھا جہاں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ بات ہو چکی تھی کہ مجھے بادشاہ نے دستر خوان پر طلب کیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری بابت کیا گفتگو ہو چکی ہے جب میں باہر آیا تو سید ناصر الدین نے کہا کہ ملک دولت شاہ کا شکریہ ادا کر اور ملک دولت شاہ نے کہا کہ خداوند زادہ کا شکریہ ادا کر۔ ان ہی دنوں جب بادشاہ کے ساتھ شکار میں تھا بادشاہ کیمپ میں سوار ہونے کو جاتے تھے ان کا گزر میرے ڈیرے پر ہوا میں بادشاہ کے بائیں ہاتھ پر تھا اور میرے ہمراہی خیمہ میں تھے جب بادشاہ وہاں سے گزرے تو میرے ہمراہیوں نے کھڑے ہو کر سلام کیا۔ بادشاہ نے عماد الملک اور ملک دولت شاہ کو بھیجا کہ ان لوگوں سے دریافت کرو کہ یہ کس کا خیمہ

ل ایوبی خاندان کے زوال اور خاتمہ کے بعد مصر کی بادشاہت ۔۔ خاندان غلاماں (ممالیک) کے ہاتھ میں آئی۔

۶۷۸ھ میں ملک منصور قلاوون، جو سلطان صلاح الدین ایوبی کا ترکی غلام تھا، تخت شاہی پر بیٹھا، ملک ناصر قلاوون اسی کا بیٹا تھا۔ اس نے تقریباً پچاس سال حکومت کی۔ تاتاریوں کی یلغار رد کرنے میں اس نے تاریخی کارنامے انجام دیئے۔

اور ڈیرہ سے انہوں نے آکر جواب دیا کہ فلاں شخص کا ہے بادشاہ سن کر مسکرائے۔ دوسرے دن مجھے اور سید ناصر الدین اور ابن قاضی مصر اور ملک صبیح کو خلعت دیئے گئے اور اجازت دی گئی کہ دارالخلافہ کو واپس چلے جائیں۔ چنانچہ ہم واپس چلے آئے۔

ان ہی دنوں بادشاہ نے ایک روز مجھ سے دریافت فرمایا کہ ملک ناصر اونٹ پر سوار ہوتا ہے کہ نہیں، میں نے عرض کیا۔ حج کے دنوں میں سانڈنی پر سوار ہو کر مصر سے مکہ شریف دس دن میں پہنچ جاتا ہے میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اونٹ ایسے نہیں ہوتے جیسے اس ملک کے ہوتے ہیں۔ اور عرض کیا کہ میرے پاس اس ملک کا ایک اونٹ ہے۔

میری طرف سے بادشاہ کو ایک دلچسپ تحفہ

جب میں دارالخلافہ میں واپس آیا تو میں نے ایک مصری عرب کو بلوایا۔ اس نے میرے لیے سانڈنی کی کاٹھی کا کالبود قیر کا بنوایا۔ وہ میں نے ایک بڑھئی کو دکھلایا۔ اس نے ایک بہت عمدہ پالان اس نمونہ کے مطابق تیار کر دیا۔ میں نے اس کو بانات سے منڈھوایا۔ اور کابین بنوائیں۔ اور اونٹ کے اوپر ایک نہایت عمدہ جھول ڈالا اور اس کی مہار ریشم کی تیار کرائی۔ میرے پاس ایک یمن کا باشندہ تھا وہ حلوہ بنانے میں کاریگر تھا۔ اس نے حلوہ تیار کیا۔ یہ سانڈنی اور حلوہ میں نے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور لے جانے والے کو ہدایت کی۔ کہ دونوں چیزیں ملک دولت شاہ کے سپرد کر دینا۔ میں نے اس کے واسطے بھی ایک گھوڑا اور دو اونٹ بھیجے۔

جب وہ شخص پہنچا تو ملک دولت شاہ ان چیزوں کو بادشاہ کے پاس لے گیا اور جا کر عرض کیا کہ اخوند عالم میں نے ایک عجیب چیز دیکھی۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا اونٹ پر زین۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارے سامنے لاؤ۔ چنانچہ اونٹ کو ڈیرہ کے اندر لے گئے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور میرے آدمی سے کہا کہ اس پر سوار ہو کر دکھلاؤ۔ وہ سوار ہوا اور اونٹ کو بادشاہ کے سامنے چلایا۔ بادشاہ نے اس کو دو سو درہم اور خلعت انعام میں دیئے اور وہ آدمی واپس چلا آیا۔ اور اس نے تمام حال مجھ سے بیان کیا۔ میں سن کر خوش ہوا اور میں نے اسے دو اونٹ دیئے۔

میرا نیا منصب
قطب الدین خلجی کے مقبرہ کی تولیت و انتظام
تغلق کی اپنے آقا سے حیرت انگیز محبت

۹ رجب الاول کو بادشاہ ملک معبر کی طرف روانہ ہوا کیونکہ وہاں سید حسن شاہ باغی ہو گیا تھا۔ میں اپنا تمام قرضہ ادا کر چکا تھا اور سفر کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا اور کہاروں اور فراشوں اور دوڑدوں کی نو مہینے کی تنخواہ بھی دے چکا تھا۔ مجھے حکم ملا کہ میں دارالخلافہ میں رہوں۔ حاجب نے مجھ سے اس مضمون کا خط لے لیا کہ مجھے اطلاع ہو گئی ہے یہ اس ملک کا دستور ہے تاکہ جس کو خبر دی گئی ہے انکار نہ کر جائے بادشاہ نے میرے لیے چھ ہزار درہمی دینار دینے کا حکم دیا اور قاضی مصر کو دس ہزار دینار کا اور اسی طرح سے ہر ایک پردیسی کو جس کو ٹھہرنے کا حکم ملا انعام دیا گیا۔ ہندوؤں کو کچھ نہیں ملا۔

مجھے بادشاہ نے حکم دیا کہ تو سلطان قطب الدین کے مقبرے کا متولی مقرر کیا گیا ہے۔ اس کی نگرانی رکھ۔ بادشاہ اس مقبرے کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ کیونکہ وہ کسی زمانہ میں سلطان قطب الدین کے نوکروں میں رہ چکے تھے۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ جب بادشاہ اس مقبرے میں آتے تھے تو سلطان قطب الدین کی پاپوش اُٹھا کر چومتے تھے اور اُٹھا کر سر پر رکھتے تھے اس ملک میں دستور ہے کہ میت کی پاپوش اس کی قبر کے پاس ایک چوکی پر رکھ دیتے تھے۔ بادشاہ جب مقبرہ میں داخل ہوتے تھے تو تعظیم کیا کرتے تھے۔ جیسے کہ بادشاہ کی زندگی میں اس کی تعظیم بجا لاتے تھے اور اس کی بیوہ کی بدرجہ غایت تعظیم کرتے تھے۔ اور اس کو بہن کہہ کر پکارتے تھے اور اس کو اپنے حرم میں جگہ دی ہوئی تھی بعد میں اس کا نکاح قاضی مصر کے ساتھ کر دیا تھا۔ اور اسی کے سبب سے قاضی کی بھی بہت خاطر ہوتی تھی۔ بادشاہ ہر جمعہ کو اس کے پاس جایا کرتے تھے۔

جب بادشاہ روانہ ہونے لگے تو ہمیں رخصت کے واسطے بلایا۔ ابن قاضی مصر نے کھڑے

ہو کر عرض کیا کہ میں حضور سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا جا سفر کا سامان کر لے یہ اس کے واسطے اچھا ہوا۔ اس کے بعد میں آگے بڑھا۔ میں شہر میں ٹھہرنا چاہتا تھا لیکن اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کچھ عرض کرنا ہے۔ میں نے اپنی یادداشت کا ایک پرچہ نکالا۔ بادشاہ نے فرمایا اپنی زبان میں کہو۔ میں نے عرض کیا کہ اخوند عالم مجھے حضور نے قاضی مقرر کیا ہے اب تک میں نے یہ کام نہ کیا تھا۔ اور قضا سے میری مراد فقط اس عہدہ کی بزرگی قائم رکھنا ہے۔ بادشاہ نے مہربانی سے میرے دو نائب مقرر کر دیئے لیکن میں سلطان قطب الدین کے روضہ کا کیا کروں۔ اس میں چار سو ساٹھ آدمیوں کا روزینہ میں نے مقرر کیا ہے اور اس کے اوقاف کی آمدنی خرچ کے واسطے کافی نہیں۔

بادشاہ نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس کی آمدنی پچاس ہزار ہے پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بیشک اور وزیر سے کہا لک من غلہ بدہ۔ اور مجھ سے کہا کہ جب تک کہ روضہ کا غلہ آئے تو اس غلہ کو خرچ کر۔ غلہ سے مراد گیہوں اور چاول ہیں اور اس ملک کا من بیس مغربی رطل برابر ہوتا ہے۔ پھر بادشاہ نے فرمایا اور کیا عرض ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ہمراہی اسی سبب سے قید میں ہیں کہ انہوں نے ان دیہات سے جن کے عوض بادشاہ نے مجھے اور دیہات دے دیئے ہیں۔ کچھ وصول کر لیا تھا۔ اب اہل دیوان کہتے ہیں کہ جو کچھ تمہیں آمدنی ہوئی ہے وہ سرکار کے خزانہ میں داخل کرو۔ ورنہ بادشاہ کا حکم لاؤ کہ وہ مطالبہ معاف کیا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تجھے کس قدر آمدنی ہوئی ہے میں نے کہا کہ پانچ ہزار دینار بادشاہ نے فرمایا وہ ہم نے تجھے انعام میں دیئے پھر میں نے عرض کی جو گھر بادشاہ نے مجھے دیا وہ بالکل شکستہ اور ریختہ ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عمارت کنید۔ پھر بادشاہ نے فرمایا وصیت دیگر است میں نے کہا حضور۔ بادشاہ نے فرمایا تو قرض نہ کیا کر ممکن ہے کہ ہم کو خبر نہ پہنچے اور تجھے قرض خواہ تکلیف پہنچائے۔ اور جس قدر میں دیا کروں اس سے زیادہ خرچ نہ کیا کر۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا تجعل یدك مغلولة ولا تبسطها كل البسطه وكلوا واشربوا ولا تسرفوا والذين اذا انفقوا لم يسرفوا وكان بين ذالك قواما۔

میں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کے قدم لوں بادشاہ نے میرا سر پکڑ لیا اور مجھے روک دیا۔ میں نے بادشاہ کے ہاتھ کو چوما اور باہر نکلا۔ شہر میں آ کر میں نے اپنے گھر کی تعمیر شروع کی اور اس پر چار ہزار دینار خرچ کئے۔ چھ سو دینار تو مجھے سرکاری خزانہ سے ملے اور باقی میں نے اپنے

پاس سے خرچ کیے اور اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بھی بنوائی۔

اس کے بعد میں سلطان قطب الدین کے مقبرے کے انتظام میں مصروف ہوا بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ اس پر ایک گنبد بنوایا جائے جس کی بلندی سو ہاتھ کی ہو یعنی غازان شاہ عراق کے مقبرے کے گنبد سے بھی بیس ہاتھ زیادہ ہو اور یہ بھی حکم دیا کہ بیس گاؤں خریدے جائیں اور مقبرے کے لیے وقف کیے جائیں اور خریدنے کا حکم بھی مجھے دیا تھا تاکہ اس کے عشر کا فائدہ مجھے ہو۔ اہل ہند کا دستور ہے کہ مردوں کی قبروں پر کل اشیا جو ان کی حیات میں ضروری ہوتی ہیں موجود رکھتے ہیں چنانچہ ہاتھی اور گھوڑے بھی قبروں پر باندھتے ہیں اور قبر کی نہایت آرائش کرتے ہیں میں نے بھی اسی طرح کیا اور ڈھائی سو قرآن پڑھنے والے جن کو اس ملک میں ختمی کہتے ہیں نوکر رکھے اور اسی طالب علموں کی خورد و نوش کا انتظام کیا۔ اور آٹھ مکرر رکھے اور ایک مدرس نوکر رکھا۔ اسی صوفیوں کے کھانے کا انتظام کیا اور ایک امام اور کئی موذن خوش آواز اور قاری اور مدح خواں اور حاضری نویس اور معرف بھی نوکر رکھے ان سب کو اس ملک میں ارباب کہتے ہیں اور فراش اور طباخ اور دوڑی اور آبدار یعنی سقے اور شربت پلانے والے اور تنبولی اور سلحدار اور نیزہ دار اور چھتر دار اور طشت دار اور حاجب اور نقیب یعنی پردہ دار اور چوبدار بھی نوکر رکھے۔ اور ان لوگوں کو حاشیہ کہتے ہیں یہ سب تعداد میں چار سو ساٹھ آدمی تھے۔

بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر روز بارہ من آٹا اور بارہ من گوشت پکوایا جائے مگر میں نے دیکھا کہ یہ کافی نہ ہوگا۔ اور زمین بہت تھی میں نے حکم دیا کہ ۳۵ من آٹا اور ۳۵ من گوشت ہر روز پکایا جائے اور اس کے مطابق شکر اور مصری اور گھی اور پان خرچ ہوتے تھے میں کل اہل مقبرہ کو اور مسافروں کو کھانا کھلاتا تھا قحط کا زمانہ تھا لوگوں کو بڑی مدد پہنچی اور میری شہرت ہوگئی۔ چنانچہ جب ملک صبیح دولت آباد گیا اور بادشاہ نے اس سے دہلی کے نوکروں کا حال دریافت کیا تو اس نے عرض کی کہ اگر دہلی میں فلاں شخص کی مانند دو تین اور آدمی ہوتے تو غریبوں کو کچھ بھی تکلیف نہ ہوتی۔ بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا اور مجھے اپنے خاص پوشش کا خلعت روانہ کیا اور میں دونوں عیدوں کے دن اور مولد نبی کے روز اور یوم عاشورہ اور شب برات اور سلطان قطب الدین کی وفات کے دن سو من آٹا اور گوشت پکواتا تھا۔ اور مساکین اور فقراء کو کھانا کھلواتا تھا اور جن لوگوں کے گھر خوان بھیجنے پڑتے تھے وہ اس سے علیحدہ تھے اس دستور کا ذکر میں ابھی کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ملک ہند اور سرائے قفچاق کا دستور ہے کہ جب ولیمہ کا کھانا کھا چکتے ہیں تو ہر ایک شریف (سید) اور فقیہ اور مشائخ اور

قاضی کے سامنے ایک خوان گہوارہ کی شکل کا ہوتا ہے اور جس کے نیچے چار پائے ہوتے ہیں اور کھجور کے پتّوں سے بنا ہوا ہوتا ہے لاکر رکھتے ہیں اوّل اس میں چپاتیاں رکھتے ہیں اور اس کے اوپر بکرے کی بھنی ہوئی سری اور چار ٹکیاں جن کے اندر حلوا صابونیہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور ان کے اوپر چار خشت حلوے کی رکھی جاتی ہیں اور ایک چمڑے کے چھوٹے سے طباق میں سموسہ اور حلوا ہوتا ہے یہ سب چیزیں اس میں رکھ کر اوپر ایک روئی کے کپڑے کا رومال ڈھک دیتے ہیں اور جو لوگ درجے میں کم ہوتے ہیں ان کے واسطے تعداد کم کرتے جاتے ہیں اور ہر ایک شخص جس کے سامنے خوان لاکر رکھا جاتا ہے اس کو اٹھا کر لیجاتا ہے اوّل میں نے یہ رسم شہر سرائے میں سلطان ازبک کے دارالخلافہ میں دیکھی تھی میں نے اپنے آدمیوں کو بھی منع کیا کہ نہ اٹھاؤ کیونکہ یہ ہماری عادت کے خلاف تھا۔ بڑے بڑے آدمیوں کے گھر اسی طرح خوان بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔

امروہہ اور بجنور کا سفر

بادشاہ کے حسب الحکم وزیر نے مجھے دس ہزار من غلہ تو دے دیا اور باقی کی بابت حکم لکھ دیا کہ ہزار امروہہ[1] کے علاقہ سے دیا جائے۔ اُس وقت وہاں کا حاکم عزیز خمار تھا اور وہاں کا امیر شمس الدین بدخشانی تھا۔ میں نے اپنے آدمی بھیجے انہیں کچھ غلہ مل تو گیا لیکن امیر خمار کے سخت برتاؤ کی شکایت بھی مجھ سے کی چنانچہ باقی غلہ لینے میں امروہہ خود گیا۔

یہ علاقہ دہلی سے تین دن کی مسافت پر ہے برسات کا موسم تھا، ۳۲ آدمی اپنے ساتھ لے کر گیا۔ اور دو ڈوم بھی اپنے ساتھ لے لیے دونوں بھائی تھے اور گانا بہت اچھا جانتے تھے۔ ہم بجنور[2] میں پہنچے وہاں تین ڈوم اور لیے یہ بھی تینوں بھائی تھے کبھی تو اُن دونوں بھائیوں سے گانا سنتا اور کبھی ان تینوں بھائیوں سے، یہاں تک کہ ہم امروہہ پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے

---

[1] ضلع مراد آباد کا ایک معروف اور مردم خیز قصبہ۔

[2] نہایت قدیم شہر ہے۔ اب ترقی کر گیا ہے۔

اس کے اہل کار استقبال کے لیے باہر آئے، شہر کا قاضی شریف علی اور خانقاہ کا شیخ دونوں آئے اور دونوں نے مل کر میری ضیافت بہت اچھی طرح کی۔

عزیز خمار اس وقت افغان پور میں تھا جو دریائے سرجو کے کنارے ہے یہ دریا ہمارے اور افغان پور کے درمیان حائل تھا اور کوئی کشتی نہ تھی آخر ہم نے لکڑی اور گھاس کی کشتی بنا کر اور اس میں اسباب رکھ کر پار اُتارا اور ہم خود دوسرے دن دریا کے پار گئے عزیز خمار کا بھائی نجیب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہمارے استقبال کو آیا ہمارے لیے انہوں نے ایک ڈیرہ لگایا پھر اس کا بھائی والی آیا یہ شخص ظالم مشہور تھا اور ڈیڑھ ہزار گاؤں اس کے ماتحت تھے جن کا محاصل ساٹھ لاکھ تھا جس میں سے بیسواں حصہ اس کو ملتا تھا اس دریا کی خاصیت عجیب ہے برسات کے موسم میں کوئی شخص اس کا پانی نہیں پیتا اور نہ کسی جانور کو پلاتا ہے۔ ہم تین دن اس کے کنارے ٹھیرے ہم نے اس کا پانی بالکل نہ پیا اور نہ قریب گئے یہ دریا کوہ ہمالیہ سے نکلتا ہے اس پہاڑ میں سونے کی کان ہے اور یہ دریا زہریلی بوٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے اس لیے جو اس کا پانی پیتا ہے مر جاتا ہے۔ یہ پہاڑ تین مہینے کی مسافت تک برابر چلا جاتا ہے۔ اس کے دوسری طرف تبت کا ملک ہے۔ جہاں غزال مشک ہوتا ہے اس پہاڑ میں جو مسلمانوں کی درگت ہوئی وہ ہم بیان کر آئے ہیں۔

اس شہر میں میرے پاس حیدری فقیروں کی ایک جماعت آئی انہوں نے پہلے تو سماع سُنا اور پھر آگ جلوائی اور آگ میں کود پڑے، ذرا جو نقصان پہنچا ہو۔ اس علاقہ کے امیر شمس الدین بدخشانی اور اس کے والی عزیز خمار کے درمیان کچھ تنازع ہو گیا تھا۔ شمس الدین لڑنے کے لیے آیا تو عزیز خمار گھر میں گھس کر بیٹھ گیا۔ ہر ایک نے وزیر کے پاس شکایت کی۔ وزیر نے مجھے اور ملک شاہ امیر الممالک کو جس کے ماتحت چار ہزار شاہی غلام تھے اور شہاب الدین رومی کو کہلا بھیجا کہ ان دونوں کے تنازع کا فیصلہ کر دو۔ اور جو جھوٹا ہو اس کو باندھ کر دارالخلافہ کو روانہ کر دو۔ سب کے سب میرے گھر میں جمع ہوئے۔

عزیز خمار نے شمس الدین پر کئی دعوے کیے جن میں سے ایک یہ تھا کہ اس کے ایک ملازم رضی ملتانی نے جو عزیز خمار کے خزانچی کے گھر آ کر اترا شراب پی اور خزانچی کے مال میں سے پانچ ہزار دینار چرا لیے میں نے رضی سے دریافت کیا کہ وہ کیا جواب دیتا ہے اس نے کہا کہ میں آٹھ سال ہوئے ملتان سے آیا ہوں۔ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ میں نے پوچھا کہ ملتان میں تو نے شراب پی تھی۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس کے اسّی درّے لگوائے اور عزیز خمار کے مقدمہ میں اس کو

قید کیا۔ میں امروہہ سے واپس آیا اور وہاں میں دو مہینے تک رہا تھا۔ ہر روز اپنے ہمراہیوں کے لیے ایک گائے ذبح کرتا تھا اپنے ہمراہیوں کو پیچھے چھوڑ آیا کہ عزیز سے غلّہ لے کر آئیں۔ اُس نے گاؤں والوں کو لکھ دیا کہ بتیس ہزار من غلّہ تین ہزار بیلوں پر لاد کر پہنچا آویں۔ اہل ہند بیلوں پر بوجھ لادتے ہیں۔ اور سفر میں اسباب بھی اُسی پر لادا کرتے ہیں گدھے پر سواری کرنے کو بڑا عجیب سمجھتے ہیں گدھے اس ملک میں چھوٹے ہوتے ہیں اور اُن کو لاشہ کہتے ہیں اگر کسی شخص کی تشہیر کرنی ہوتی ہے تو اُس کو دُرّے مار کر گدھے پر سوار کرتے ہیں۔

مجھ پر عتابِ شاہی

میں نے ترکِ دُنیا کا فیصلہ کر لیا

میں ایک روز شیخ شہاب الدین ابن شیخ جام کی زیارت کو اُس غار میں جو اُس نے دہلی سے باہر بنایا تھا گیا تھا۔ میرا مطلب زیادہ تر غار کے دیکھنے کا تھا۔ جب بادشاہ نے اسے گرفتار کیا اور اُس کے بیٹوں سے پوچھا کہ تمہارے باپ سے ملنے کون کون لوگ آتے تھے۔ تو انہوں نے میرا بھی نام لیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ چار غلاموں کا پہرہ میرے دیوان خانہ پر رہے۔ جس پر پہرہ قائم ہوتا ہے اس کا بچنا مشکل ہوتا ہے۔ مجھ پر جمعہ کے دن پہرہ لگا میں نے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پڑھنا شروع کیا اور اُس روز میں نے ۳۳ ہزار دفعہ یہ پڑھا رات کو میں دیوان خانہ میں رہا اور پانچ روز کا ایک روزہ رکھا۔ ہر روز ایک کلام اللہ ختم کرتا تھا۔ اور پانی سے افطار کرتا تھا۔
پانچ دن کے بعد میں نے روزہ کھولا اور چار دن کا پھر روزہ رکھا۔ شیخ کے قتل کے بعد میری رہائی ہوئی الحمد للہ تعالیٰ اس کے بعد میرا دل ملازمت سے کھٹا ہو گیا اور میں شیخ امام عالم عابد۔ زاہد خاشع فرید الدہر و وحید العصر شیخ کمال الدین عبد اللہ غازی کی خدمت میں جا رہا یہ بزرگ اولیاء اللہ میں سے تھے اور اُن کی کرامتیں مشہور تھیں۔ میں نے دنیا ترک کر کے اور اپنا سب مال فقراء و مساکین کو تقسیم کر کے شیخ کی خدمت اختیار کی۔ شیخ دس دن اور بعض دفعہ بیس بیس

دن کا روزہ رکھتے تھے۔ میرا دل بھی چاہتا تھا کہ میں بھی اسی طرح روزے رکھوں مجھے شیخ روک دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ عبادت میں اپنے نفس پر سختی نہ کیا کرو اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ دل سے توبہ کرنے والے کے واسطے سفر کرنے یا پیادہ چلنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میرے پاس کچھ مال باقی تھا اس سبب سے میرے دل میں قبض رہا کرتا تھا۔ پھر میں نے جو کچھ میرے پاس تھا سب دے دیا، اور اپنے کپڑے بھی ایک فقیر کو دے دیے اور اُس کے کپڑے آپ پہن لیے اور پانچ مہینے تک اسی شیخ کے پاس رہا۔

بادشاہ سندھ گیا ہوا تھا۔ جب بادشاہ کو خبر پہنچی کہ میں تارک الدنیا ہو گیا تو اُس نے مجھے بلوایا۔ اُس وقت بادشاہ سیوستان (سیہواں) میں تھا۔ میں فقیروں کے لباس میں بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ مجھ سے نہایت ملائمت کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا کہ پھر ملازمت اختیار کر لو۔ میں نے انکار کیا۔ اور حج کے لیے اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ میں بادشاہ کے پاس سے واپس باہر چلا آیا اور ایک خانقاہ میں جو ملک بشیر کے نام سے مشہور تھی۔ ٹھیر گیا۔ اب ماہ جمادی الثانی کا اخیر اور ۷۴۲ھ تھا۔ میں نے رجب کے مہینے میں شعبان کی دسویں تاریخ تک وہاں ایک چلّہ کھینچا اور رفتہ رفتہ پانچ پانچ دن کا روزہ رکھنے لگا۔ پانچویں دن تھوڑے سے چاول بغیر نمک کے کھاتا تھا۔ اور دن بھر قرآن پڑھتا رہتا تھا اور رات کو جس قدر اللہ نے چاہا تہجد پڑھتا تھا۔ جب کھانا کھاتا تھا تو مجھے گرانی معلوم ہوتی تھی اور جب تک قے نہ کر دیتا تھا آرام نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح سے میں نے چالیس روزے پورے کیے۔

جب چالیس دن ہو چکے، تو بادشاہ نے میرے پاس ایک گھوڑا مع زین کے اور لونڈیاں اور غلام کپڑے اور خرچ بھیجا۔ میں نے کپڑے پہن لیے میرے پاس ایک روئی کا استر دار جبہ نیلے رنگ کا تھا جسے میں چلّے کے دنوں میں پہنا کرتا تھا۔ جب میں نے وہ اُتارا اور بادشاہی خلعت پہنا تو میرے نفس نے ابا کیا، اور جب میں جبّہ کی طرف دیکھتا تھا تو اپنے دل میں نور پاتا تھا، یہ جبّہ برابر میرے پاس رہا یہاں تک کہ کافروں نے سمندر میں میرے کپڑے اُتار لیے۔ اور مجھے لوٹ لیا تو وہ بھی جاتا رہا۔

چین کی سفارت پر میرا تقرر

سامانِ سفر کی تیاری، دہلی سے روانگی، دیارِ ہند کی سیاحت

جب میں بادشاہ کے پاس پہنچا میری پہلے سے بھی زیادہ تعظیم کی اور فرمایا میں تجھے اپنی طرف سے سفیر بنا کر بادشاہِ چین کے پاس بھیجتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تجھے سفر اور جہاں گردی کا بہت شوق ہے۔ بادشاہ نے سفر کا تمام سامان پیدا کر دیا، اور میرے ہمراہ جانے کے لیے آدمی مقرر کیے۔

بادشاہِ چین نے تغلق کے پاس سو غلام اور لونڈیاں اور پانچ سو تھان کمخواب کے جن میں سو شہر زیتون کے بنے ہوئے تھے اور سو شہر خنسان کے اور پانچ من مشک اور پانچ خلعت جن میں جواہر جڑے تھے اور پانچ ترکش طلا کار اور پانچ تلواریں بھیجیں اور یہ بھی درخواست کی کہ کوہ ہمالہ میں جو بتخانے ہیں اُن کو بنانے کی پھر اجازت دی جائے اُس پہاڑ میں ایک جگہ ہے جس کو سمبعل کہتے ہیں وہاں چین کے لوگ جاترا کو آتے ہیں۔ جب بادشاہ نے پہاڑ پر حملہ کیا تو اس شہر اور بت خانہ کو برباد کر دیا تھا۔

تغلق نے اسے یہ جواب بھیجا کہ ملک اسلام میں سوا اُس شخص کے جو جزیہ دے بت خانہ بنانے کی کسی اور کو اجازت نہیں ہو سکتی اگر بادشاہِ چین جزیہ دینا منظور کرے تو اجازت ہو سکتی ہے[1] ——— البتہ تحفے چین کے تحفوں

---

[1] اللہ اللہ، کیا زمانہ تھا، ہندوستان کا سلطان، چین کے فرماں روا سے "جزیہ" کا مطالبہ کرتا ہے ——— چین جو اس وقت بھی آتا ہی پڑا، طاقتور اور عظیم ملک تھا جتنا آج ہے، یہ حقیقت آج کتنی ناقابلِ یقین نظر آتی ہے۔!

(رئیس احمد جعفری)

سے بھی بڑھ کر بھیجے سو غیر مسلم غلام اور سو لونڈیاں جو گانا اور ناچنا جانتی تھیں۔ اور سو تھان بیرمیہ کپڑے کے جو سوت کا بنا ہوتا ہے اور خوبصورتی میں بے نظیر ہوتا ہے۔ ایک ایک تھان کی قیمت سو سو دینار ہوتی ہے اور سو تھان ریشمی کپڑے کے جس کو مجز کہتے ہیں جس میں پانچ رنگوں کا ریشم استعمال کیا جاتا ہے اور ایک سو چار تھان صلاحیہ کے اور سو تھان شیریں باف کے اور پانچ سو تھان مرغز کے (جو ایک اونی کپڑا ماردین سے بن کر آتا ہے) جس میں سے سو تھان سیاہ رنگ کے اور سو تھان سفید رنگ کے اور سو سرخ رنگ کے اور سو سبز رنگ کے اور سو نیلے رنگ کے اور سو تھان کتان رومی کے اور سو چغے قزاگند کے اور ایک ڈیرہ اور چھ خیمے اور چار شمعدان سونے کے اور چار شمعدان چاندی کے جن پر میناکاری کا کام تھا اور چار سونے کے طشت مع لوٹوں کے اور چھ چاندی کے طشت اور دس خلعت بادشاہ کی پوشش کے زردوز اور دس شاشیہ کلاہ جس میں سے ایک پر جواہر لگے ہوئے تھے اور دس ترکش طلاکار جس میں سے ایک پر موتی جڑے ہوئے تھے اور دس تلواریں جس میں سے ایک کے نیام پر موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور پندرہ نوجوان غلام۔

یہ سب چیزیں بادشاہ نے روانہ کیں اور میرے ساتھ جانے کے لیے امیر ظہیر الدین زنجانی کو حکم دیا یہ شخص بڑا عالم فاضل تھا جملہ سازو سامان اپنے غلام کافور شربدار کی تحویل میں روانہ کیا اور ہمیں سمندر تک پہنچانے کے لیے ہمارے ساتھ امیر محمد ہروی اور ہزار سوار بھیجے اور بادشاہ چین کی سفارت جس میں پندرہ آدمی تھے اور سفیر کا نام ترسی تھا اور سو خادم اُس کے ہمراہ تھے یہ سب بھی ہمارے ساتھ چلے اس طرح سے ہمارے ساتھ ایک بڑی جماعت ہوگئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام رستے میں ہماری ضیافت سرکار کی طرف سے ہوتی رہے۔

صفر ۷۴۳ھ کی سترھویں تاریخ کو ہم روانہ ہوئے۔ اس ملک میں اکثر دوسری، ساتویں، بارھویں، سترھویں، بائیسویں یا ستائیسویں کو سفر کرتے ہیں۔ اول دن ہم نے موضع تلپت میں قیام کیا جو دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اُس کے بعد آؤ میں اور اس کے بعد بیانہ میں پہنچے۔

شہر بیانہ میں ہمارا ورود

بیانہ[1] ایک بہت بڑا خوبصورت شہر ہے اُس کے بازار بہت خوبصورت ہیں اور جامع مسجد

[1] یہ شہر ریاست بھرت پور میں واقع ہے، ۴۱۲ھ میں اسے حضرت سید سالار مسعود غازی نے فتح کیا تھا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بھی نادر بنی ہوئی ہے اس کی دیواریں اور چھت پتھر کی ہے اور مظفر بادشاہ کی دایہ کا بیٹا وہاں کا حاکم ہے اُس سے پہلے ملک مجیر ابن ابی رجا وہاں کا حاکم تھا اس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں اپنے تئیں قریشی بتلاتا تھا لیکن ظالم اور بے رحم پرلے درجہ کا تھا اُس نے اس شہر کے بہت سے باشندوں کو قتل کرڈالا اور بہت لوگوں کے ہاتھ پیر کٹوا دیے۔

کول میں آمد، ہندوؤں سے جہاد، حیرت انگیز مشاہدات و تجربات

پھر ہم شہر کول[1] میں پہنچے، یہاں باغ بکثرت ہیں اور اکثر باغ آم کے ہیں۔ ہم شہر کے باہر میدان میں ٹھیرے تھے وہاں میں نے شیخ صالح عابد شمس الدین کی جو تاج العارفین کے لقب سے مشہور تھے زیارت کی۔ وہ نابینا تھے اور عمر بھی بہت زیادہ تھی، جب ہم کول میں پہنچے تو خبر آئی کہ ہندوؤں نے شہر جلالی[2] کا محاصرہ کرلیا ہے یہ شہر کول سے ۷ میل کے فاصلہ پر تھا ہم نے وہاں جانے کا ارادہ کیا اس شہر کے باشندے ہندوؤں سے لڑ رہے تھے اور ہلاک ہونے کے قریب تھے ہندوؤں کو ہمارے آنے کی خبر نہیں تھی۔ ہم نے اُن پر حملہ کیا۔ وہ ایک ہزار سوار، تین ہزار پیادے تھے ہم نے اُن سب کو مار ڈالا۔ اُن کے گھوڑوں اور ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا۔ ہمارے بھی ۲۳ سوار اور ۵۰ پیادے شہید ہوئے اور کافور ساقی یعنی شربدار جس کی تحویل میں شاہ چین کی نذر تھی لڑائی میں شہید ہوگیا۔ ہم نے بادشاہ کو شہادت کی خبر بھیجی۔ اور جواب کے انتظار میں یہیں ٹھیر گئے۔ ہندو پہاڑوں سے نکل نکل کر جلالی کے شہر پر حملہ کرتے تھے۔ اور ہمارا امیر ہر روز ہم کو لے کر ان کے مقابلہ کے لیے جاتا تھا۔ ایک دن میں ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر باہر گیا اور ہم سب ایک باغ میں داخل ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا ہم سب نے شور کی آواز سنی۔ اور سوار ہو کر ایک گاؤں کی طرف گئے۔ جس پر ہندو آپڑے تھے۔ ہم نے اُن کا تعاقب کیا۔ وہ پراگندہ ہوگئے اور میرے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) مسلمانوں کے عہد کی بہت سی شاندار یادگاریں یہاں موجود ہیں مسلمان بھی خاصی تعداد میں آباد تھے لیکن آشوب ۱۹۴۷ء کے بعد، اگر کچھ ہیں بھی تو نہ ہونے کے برابر۔

[1] کول۔ موجودہ علی گڑھ۔

[2] جلالی ایک قصبہ ہے، اب تک آباد ہے، علی گڑھ سے چند میل کے فاصلے پر!

(رئیس احمد جعفری)

ہمراہی بھی اُن کے تعاقب میں مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ میرے ساتھ فقط چند آدمی رہ گئے۔

ناگاہ ایک جھاڑی میں سے کچھ سوار اور پیادے نکلے، انہوں نے ہم پر حملہ کیا۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے بھاگ نکلے، ان میں سے دس آدمیوں نے ہمارا تعاقب کیا اب ہم فقط تین آدمی رہ گئے تھے، زمین پتھریلی تھی اور کوئی رستہ ظاہر نظر نہ آتا تھا۔ میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں پتھروں میں پھنس گئے تھے۔ میں نیچے اُترا اور اس کے پاؤں نکالے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ یہاں دو تلواریں رکھتے ہیں ایک تو زین میں لٹکی ہوئی ہوتی ہے اس کو رکابی کہتے ہیں اور دوسری ترکش میں ہوتی ہے۔ میری رکابی تلوار نیام سے نکل کر گر پڑی اس کا دستہ سونے کا تھا میں اسے اُٹھانے کے لیے گھوڑے سے اُترا۔ اور پھر زین میں لٹکا لیا۔ اور سوار ہو کر چلا دشمن میرے پیچھے پیچھے آتے تھے میں ایک خندق کے کنارے پہنچا۔ اور خندق میں اُتر گیا۔ اور پھر ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ خندق میں سے پانی کا ایک راستہ تھا۔ جس پر دونوں طرف درخت جھکے ہوئے تھے اس کے وسط میں راستہ جاتا تھا اس رستے پڑ لیا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں پہنچوں گا ناگاہ تقریباً چالیس آدمی نظر آئے اُن کے پاس تیر تھے انہوں نے مجھے گھیر لیا مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں بھاگوں تو اُن میں سے کوئی تیر نہ مارے کیونکہ اُس وقت میرے بدن پر زرہ نہ تھی اس لیے میں زمین پر لیٹ گیا اور اشارہ سے کہا کہ میں تمہارا قیدی ہوں جب کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کو یہ لوگ قتل نہیں کرتے انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میرے کپڑے اُتار لیے اور فقط ایک جبہ اور پاجامہ اور قمیص میرے بدن پر چھوڑ دیا اور مجھے جھاڑی کے اندر لے گئے۔

یہ لوگ ایک حوض کے کنارے ٹھہرے ہوئے تھے مجھے بھی وہاں لے گئے یہ حوض درختوں کے درمیان تھا وہاں پہنچ کر انہوں نے مجھے ماش کی روٹی دی میں نے کھائی اور پانی پیا۔ اُن کے ساتھ دو مسلمان بھی تھے انہوں نے مجھ سے فارسی میں دریافت کیا کہ میں کون ہوں میں نے اپنا حال بتایا اور یہ نہ کہا کہ میں بادشاہ کا ملازم ہوں۔ انہوں نے کہا یہ لوگ تجھے ضرور قتل کر ڈالیں گے لیکن ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص اُن کا سردار ہے میں نے ان دونوں مسلمانوں کی معرفت اس سے گفتگو کی اور نرمی اور خوشامد کی باتیں کیں۔ اُس نے مجھے تین آدمیوں کے سپرد کیا ایک اُن میں سے بوڑھا آدمی تھا دوسرا اس کا بیٹا تھا اور تیسرا ایک کالا خبیث تھا اس نے کچھ بات اُن لوگوں سے کی۔ میں سمجھ نہ سکا کہ اس نے مجھے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ وہ مجھے اٹھا کر ایک غار کی طرف لے گئے بوڑھا اور اُس کالے آدمی کو بخار اور لرزہ ہو گیا اس نے میرے اوپر اپنے دونوں پاؤں

رکھ لیے۔ بوڑھا اور اس کا بیٹا سو گئے۔ جب صبح ہوئی تو بات چیت کرنے لگے اور میری طرف اشارہ کیا کہ تو ہمارے ساتھ حوض پر چل۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں میں نے بوڑھے کی خوشامد کی اس کو رحم آگیا میں نے اپنی قمیص کی دونوں آستینیں پھاڑ کر اس کو دے دیں تا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو دکھلا کر کہہ سکے کہ قیدی زبردستی بھاگ گیا۔

جب ظہر کا وقت ہوا تو ہم نے سنا کہ کچھ شخص حوض کے کنارے باتیں کر رہے ہیں بوڑھے نے جانا کہ اس کے ساتھی آن پہنچے اس لیے اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میرے ساتھ چلا آ۔ جب ہم حوض پر پہنچے تو وہاں ایک خوبصورت نوجوان نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے میں چھوڑ دوں میں نے کہا ہاں اس نے کہا کہ جا چلا جا میں نے اپنا جبہ اس کو دے دیا اور اس نے مجھے اپنی پرانی کمری دے دی اور مجھے کہا کہ وہ رستہ ہے اس رستے چلا جا میں چل دیا۔ مجھے ایک شخص نظر پڑا میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو یہ شخص کالے رنگ کا تھا اور اس کے ہاتھ میں لوٹا اور عصا تھا اور اس کے کندھے پر جھولی تھی اس نے مجھ سے سلام علیکم کی میں نے علیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ جواب دیا۔ اس نے مجھ سے فارسی میں دریافت کیا۔ چہ کسی۔ میں نے کہا کہ میں رستہ بھول گیا ہوں اس نے کہا میں بھی راستہ بھولا ہوا ہوں پھر اس نے اپنا لوٹا رسی میں باندھا جو اس کے پاس تھی اور پانی کھینچا۔ میں نے ارادہ کیا کہ پانی پیوں اس نے کہا صبر کر اور اپنی جھولی میں سے بھنے ہوئے چنے اور لائی نکالے میں نے وہ کھائے اور پانی پیا اس نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی میں نے بھی وضو کیا اور نماز پڑھی۔

مجھ سے اس نے میرا نام پوچھا میں نے کہا محمدؐ میرا نام ہے پھر میں نے اس سے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے کہا قلب فارح (خوش دل) میں نے کہا فال تو اچھی ہے اور میں چل دیا، اس نے کہا کہ میرے ساتھ چل میں نے کہا اچھا، تھوڑی دور میں اس کے ساتھ گیا کہ میرے اعضا نے جواب دیا اور میں کھڑا نہ رہ سکا اور بیٹھ گیا اس نے پوچھا کیا حال ہے میں نے کہا کہ تیرے ملنے سے پہلے میں چل سکتا تھا اب چلا نہیں جاتا اس نے کہا سبحان اللہ آ میری گردن پر سوار ہو لے۔ میں نے کہا تو ضعیف آدمی ہے مجھے اٹھا نہیں سکے گا۔ اس نے کہا تجھے سوار ہونا پڑے گا خدا مجھے طاقت بخشے گا۔ میں اس کی گردن پر سوار ہو لیا اس نے مجھ سے کہا کہ تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل، پڑھتا چلا جا۔ میں نے اس کا ذکر شروع کیا اور مجھے نیند آگئی جب اس نے مجھے زمین پر ٹکایا تو اس وقت میری آنکھ کھلی۔ میں بیدار ہوا مگر اس آدمی کا پتہ نہ لگا میں نے اپنے تئیں ایک آباد گاؤں

میں پایا۔ میں اس میں داخل ہوا تو اس میں ہندو رہتے تھے مگر وہ بادشاہ کی رعیت تھے۔ اور ان کا حاکم مسلمان تھا اُس کو لوگوں نے خبر کی تو وہ میرے پاس آیا اُس سے میں نے دریافت کیا کہ اس گاؤں کا کیا نام ہے اُس نے کہا تاج پورہ اور یہاں سے کول دو فرسخ ہے۔

وہ حاکم مجھے اپنے گھر لے گیا اور مجھے گرم گرم کھانا کھلایا اور غسل دلایا اور کہا کہ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک عمامہ ہے جو ایک شخص مصری کول کے کیمپ سے آ کر میرے پاس رکھ گیا تھا میں نے کہا کہ لاؤ میں پہن لوں جب لایا تو معلوم ہوا کہ میرے ہی کپڑے ہیں۔ میں نہایت متعجب ہوا اور سوچ رہا تھا کہ وہ شخص جو مجھے اپنی گردن پر سوار کر کے لایا کون تھا مجھے یاد آیا کہ مجھ سے ولی اللہ ابو عبداللہ مرشدی نے اس سے پہلے فرمایا تھا کہ تو ہندوستان جائے گا اور وہاں میرا بھائی تجھے ملے گا اور وہ تجھے ایک مصیبت سے رہائی دے گا اب مجھے یاد آیا کہ میں نے اس کا نام دریافت کیا تھا تو انہوں نے دلشاد نام بتلایا تھا اور قلب فارح کا بھی یہی ترجمہ ہے اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی شخص تھا جس کی خبر مجھے شیخ ابو عبداللہ مرشدی نے دی تھی اور وہ ضرور ولی اللہ تھا میں نے افسوس کیا کہ مجھے اُس کی صحبت زیادہ دیر تک نصیب نہ ہوئی۔

اسی رات میں چل کر کیمپ میں آیا اور اپنے سلامتی سے واپس آنے کی خبر دی وہ میرے پاس گھوڑا اور کپڑا لائے، اور میرے آنے سے بہت خوش ہوئے اس عرصہ میں بادشاہ کا جواب بھی آ گیا تھا اس نے ایک اور غلام سنبل نام کو بجائے کافور شہید کے روانہ کیا تھا اور ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم آگے بڑھیں اور سفر جاری رکھیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا حال بھی بادشاہ کو لکھ دیا تھا اور کافور کے مرنے اور میرے قید ہو جانے کو فال بد سمجھ کر بادشاہ سے واپس آنے کی درخواست کی تھی جب بادشاہ نے سفر جاری رکھنے کی تاکید کی تو میں نے بھی تائید کر کے اپنے ارادے کو مضبوط کیا۔

ہم نے کول سے کوچ کیا۔ دوسرے دن برج پورہ میں منزل کی اور وہاں ایک نہایت عمدہ خانقاہ تھی اور اُس میں ایک شیخ کی جو صورت اور سیرت دونوں میں اچھا تھا اور جس کا نام محمد عریاں تھا زیارت کی یہ شیخ فقط ایک تہبند بدن پر باندھے ہوئے تھے اور باقی تمام بدن ننگا رکھتے تھے اور وہ شیخ صالح ولی اللہ محمد عریاں ساکن قرافہ مصر کے شاگرد تھے۔ یہ شیخ اولیاء اللہ میں سے تھے اور مجرد رہتے تھے اور فقط ایک تہبند ناف سے لیکر پاؤں تک باندھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد جو کچھ اُن کی خانقاہ میں کھانا یا غلہ یا پانی وغیرہ ہوتا تھا اسے

غریب لوگوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور چراغ کی بتی بھی پھینک دیتے تھے اور کل کیا ہوگا؟ اس کی ذرا فکر نہ کرتے۔

کالی ندی اور قنوج

برج پور سے چل کر ہم ایک دریا پر جس کو آب سیاہ (کالی ندی) کہتے تھے پہنچے۔ پھر قنوج[1] پہنچے یہ بہت بڑا شہر ہے قلعہ بڑا مضبوط ہے اور شکر کی ارزانی اور پیداوار کے لیے مشہور ہے شکر یہاں سے دہلی لے جاتے ہیں اس کی فصیل بھی بہت اونچی ہے، یہاں شیخ معین الدین باخرزی رہتے ہیں انہوں نے ہماری دعوت کی اور اس شہر کا حاکم فیروز بدخشانی بہرام چوبیں مصاحب کسریٰ کی اولاد سے ہے اس شہر میں بہت سے نیک مرد اور فاضل جو شرف جہاں کی اولاد میں سے ہیں سکونت رکھتے ہیں ان کا دادا دولت آباد میں قاضی القضاۃ تھا اور وہ نیکوکاری اور خیرات میں بہت مشہور تھا۔

ہنول۔ وزیر پور۔ بجالسہ۔ موری میں داخلہ

قنوج سے چل کر ہم ہنول پہنچے۔ وہاں سے وزیر پور۔ پھر بجالسہ۔ پھر موری۔ یہ چھوٹا سا شہر ہے لیکن بازار اچھے ہیں وہاں میں نے شیخ قطب الدین حیدر غازی کی زیارت کی وہ بیمار تھے، انہوں نے میرے لیے دعا کی اور ایک جو کی روٹی مجھے عنایت کی وہ کہتے تھے کہ میری عمر ڈیڑھ سو سال کی ہے۔ ان کے دوست کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور بعض وقت کئی کئی دن کے بعد افطار کرتے ہیں اور اکثر اعتکاف اور چلہ میں بیٹھتے ہیں اور

---

[1] بہت قدیم شہر ہے، فرخ آباد (یو پی) کے ضلع میں واقع ہے یہ اپنے وقت کا بہت بڑا تہذیبی اور ثقافتی مرکز تھا، اور سیاسی اعتبار سے بھی سارے ہندوستان پر اسے برتری حاصل تھی، سنہ۴۰۵ء میں چینی سیاح فاہیان بدھ آثار کی زیارت کے لیے آیا تھا، اس نے اس کا ذکر کیا ہے۔

محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے اپنے اپنے وقت میں اس پر چڑھائی کی اور فتح کیا۔ اب یہ ایک معمولی قصبہ ہے لیکن مسلمانوں کے آثار باقیہ کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔

چالیس دن میں فقط چالیس کھجوریں، ایک کھجور ہر روز کھاتے ہیں۔ اس کے بعد ہم شہر مرہ میں پہنچے یہ بڑا شہر ہے اور اکثر باشندے ذمی ہندو ہیں اس میں قلعہ بھی ہے گیہوں اس جگہ بہت اچھا ہوتا ہے دہلی میں لے جاتے ہیں ایسا گیہوں میں نے چین کے سوا کہیں نہیں دیکھا دانہ لمبا اور زرد اور موٹا ہوتا ہے یہ شہر قوم مالوہ کی طرف منسوب ہے یہ ہندوؤں کا ایک قبیلہ ہے جو ڈیل ڈول میں بڑے اور خوبصورت ہوتے ہیں اُن کی عورتیں بھی حسن اور خوش خلوتی[1] اور لذت میں مشہور ہیں، جیسے کہ مرہٹہ عورتیں اور مالدیپ کی عورتیں۔[2]

شہر علا پور، وہاں کا جیالا اور من چلا حاکم

پھر ہم شہر علاپور پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اکثر ہندو باشندے ہیں جو سلطان کی رعیت ہیں اس شہر سے ایک دن کی مسافت پر ایک ہندو راجہ کا علاقہ ہے جس کا نام کتم ہے اس کی راجدھانی کا نام جنبیل ہے اس راجہ نے گوالیار کا محاصرہ کیا تھا اور اس کے بعد قتل کیا گیا تھا اس راجہ نے رابڑی کا بھی محاصرہ کیا تھا یہ شہر دریائے جمنا کے کنارے پر ہے بہت سے دیہات اور مزرعے اس کے متعلق ہیں وہاں کا حاکم خطاب افغان تھا یہ شخص بڑے بہادروں میں شمار ہوتا ہے اُس نے بادشاہ سے مدد طلب کی اور راجہ کتم نے راجہ رجو سے مدد طلب کی جس کی راجدھانی سلطان پور میں ہے دونوں نے مل کر رابڑی کا محاصرہ کیا۔ بادشاہ نے مدد بھیجنے میں دیر کی کیونکہ یہ جگہ دارالخلافہ سے چالیس منزل ہے خطاب افغان نے خوف کیا کہ کہیں ہندو غالب نہ آجائیں۔ اُس نے تین سو پٹھان اور تین سو غلام اور چار سو کے قریب اور لوگ جمع کیے اور سب نے اپنے عمامے گھوڑوں کے گلوں میں باندھ دیے۔ اس ملک کا دستور ہے کہ جب مرنا مارنا منظور ہوتا ہے تو ایسا کرتے ہیں۔ اور اپنے لوگوں کو لے کر شہر سے باہر

---

[1] اس بلاغت کی داد نہیں دی جا سکتی۔

[2] ابن بطوطہ کی اصل عربی عبارت یہ ہے:۔

"وھن مشھورات بطیب الخلوۃ و وفرۃ الحظ من اللذۃ"

جو مثال پیش کی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تجربہ بھی بہت وسیع ہے۔

بڑے صاف باطن بڑے نیک طینت ریا فن آپ کو کچھ ہم ہی جانتے ہیں

نکلا اور ہندوؤں پر حملہ کر کے پندرہ ہزار آدمیوں کو شکست دی اور دونوں راجہ بھی مارے گئے اور اُن کے سر سلطان کے پاس دہلی بھیجے گئے۔ اور ہندوؤں کے لشکر میں سے وہی بچا جو بھاگ گیا۔

گوالیار میں ایک ہندو کی میں نے جان بچائی

پھر ہم (گالی پور) گوالیار کی طرف چلے اسے گوالیر بھی کہتے ہیں یہ ایک بڑا شہر ہے اور اُس کا قلعہ[1] ایک علیحدہ چٹان پر نہایت مضبوط بنا ہوا ہے جس کے دروازے پر ہاتھی اور فیلبان کا بت کھڑا ہوا ہے اس شہر کا حاکم احمد بن شیر خاں فاضل ہے۔ اس سفر سے پہلے میں اُس کے پاس ٹھیرا تھا اس نے میری بہت مدارت کی تھی۔ ایک روز اُس کے پاس گیا اور وہ ایک کافر مجرم کے دو ٹکڑے کرنا چاہتا تھا میں نے اُس کو قسم دلائی کہ ایسا نہ کر کیونکہ میں [illegible] آج تک کسی کو قتل ہوتے نہیں دیکھا اُس نے میری خاطر سے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور اس طرح سے اُس کا چھٹکارا ہوا۔

گوالیار سے چل کر ہم بردن گئے یہ ایک چھوٹا سا مسلمانوں کا شہر ہے اُس کا حاکم محمد بن بیرم ترکی ہے۔ اس شہر میں درندے بکثرت ہیں۔

شہر بردن سے ہم اماوری گئے وہاں سے کجراد اس جگہ ایک بڑا حوض ہے جس کی لمبائی ایک میل کی ہے اور اس کے کنارے پر مندر اور بتخانے ہیں بتوں کے آنکھ، ناک، کان سب مسلمانوں نے کاٹ ڈالے ہیں۔ تالاب کے وسط میں سرخ پتھر کے تین گنبد بنے ہوئے ہیں اور چاروں کونوں پر چار گنبد ہیں اور اُن گنبدوں میں جوگی رہتے ہیں انہوں نے بالوں پر بھبوت مل رکھا ہے اور اپنے قدموں تک بال لمبے کیے ہوئے ہیں ریاضت کے سبب سے اُن کا رنگ زردی مائل ہو گیا ہے، بہت سے مسلمان بھی اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں تاکہ اُن سے

---

[1] اس قلعہ میں عالمگیری مسجد کے پاس ایک نہایت خوب صورت مسجد ہے جسے معتمد خاں نے بنوایا تھا۔ اس کے بارے میں کرنل سیمن کا قول ہے:

"جیسے ابھی معمار کام ختم کر کے اُترے ہیں"

انگریزوں نے ۱۸۵۸ء میں یہ قلعہ مہاراجہ گوالیار کو شہر جھانسی کے عوض بخش دیا۔

یہ فن سیکھیں۔

پھر ہم چندیری پہنچے یہ ایک بڑا شہر ہے بازاروں میں بہت ازدہام ہوتا ہے۔ اس تمام ملک کا امیرالامرا عزالدین ملتانی جو ایک اعظم ملک کے لقب سے مشہور ہے وہیں رہتا ہے وہ بڑا مخیر اور فاضل ہے اہل علم سے صحبت رکھتا ہے اور فقیہ عزالدین زبیری اور وجیہ الدین بیانوی اور قاضی خاصہ اور امام شمس الدین اس کے مصاحب ہیں اس کا نائب خزانہ قمرالدین ہے اور نائب فوج سعادت تلنگی ہے یہ شخص بڑا مشہور بہادر ہے اور وہی لشکر کا جائزہ لیتا ہے۔ ملک اعظم فقط جمعہ کے دن باہر نکلتا ہے۔

دھار: سچی محبت کی کہانی "گورِ عاشقاں"

چندیری سے ہم ظہار (دھار) میں پہنچے۔ یہ مالوہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ زراعت اس ملک میں بہت ہوتی ہے۔ خصوصاً گیہوں بہت پیدا ہوتا ہے۔ یہاں سے پان دہلی تک جاتے ہیں جو یہاں سے چوبیس منزل ہے تمام سڑک پر سنگ میل جن پر فاصلہ درج ہے لگے ہوئے ہیں جب مسافر کو منظور ہوتا ہے کہ وہ معلوم کرے کہ آج کتنا چلا ہے اور منزل تک کتنا فاصلہ باقی ہے یا جس شہر کو جارہا ہے وہ کتنی دور ہے سنگ میل دیکھنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے یہ شہر شیخ ابراہیم مالدیبی کی جاگیر میں ہے۔ اس شہر میں بھانجے نے اپنے ماموں خواجہ جہاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تاکہ کل خزانہ پر قابض ہو جائے اور حسن شاہ باغی کے پاس معبر میں چلا جائے ماموں کو خبر ہو گئی اس نے فوراً گرفتار کر لیا اسے اور اس کے ہمراز امیروں کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا بادشاہ نے ان امیروں کو مروا ڈالا اور کہتے ہیں جب وزیر کا بھانجہ اس کے پاس واپس لایا گیا تو اس نے قتل کرنے کا حکم دیا اس کے پاس ایک کنیز تھی جس پر وہ عاشق تھا اس نے درخواست کی کہ کنیز کو اس کے سامنے بلایا جائے اس کے ہاتھ سے پان کھایا اور آپ پان بنا کر اس کو دیا اور پھر گلے لگا کر رخصت کر دیا اس کے بعد اسے ہاتھی کے سامنے ڈال دیا اور کھال کھنچوا کر اس میں بھوسہ بھرا گیا۔ جب رات ہوئی تو کنیز باہر نکلی اور اس کے قتل ہونے کی جگہ کے قریب ایک کنواں تھا اس میں گر کر

۱؎ سلطانوں کے عہد میں یہ شہر مالوہ کا دارالحکومت تھا۔ پھر یہ رتبہ مانڈو کو حاصل ہوا، جہاں رعب متی اور باز بہادر کی سچی محبت نے جنم لیا۔

مرگئی دوسرے دن مردہ پائی گئی اُس کو نکالا اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کر دیا اس قبر کو گورِ عاشقاں کہتے ہیں۔

دھار سے چل کر ہم آجین پہنچے یہ ایک خوبصورت شہر ہے عمارتیں بلند ہیں۔

دولت آباد: وہاں کی رونق، بازارِ طرب، مرہٹہ عورتیں

اجین سے چل کر ہم دولت آباد[1] پہنچے۔ یہ بہت بڑا شہر ہے دہلی کا مقابلہ کرتا ہے اس کے تین حصے ہیں ایک حصے کو دولت آباد کہتے ہیں اس میں بادشاہ اور شاہی لشکر رہتا ہے، اور دوسرے حصے کو کٹکتہ کہتے ہیں۔ تیسرے حصے جو قلعہ ہے دیوگیر کہتے ہیں یہ قلعہ مضبوطی میں بے نظیر ہے خان اعظم تغلق بادشاہ کا استاد اسی قلعہ میں رہتا ہے ساگر اور تلنگانہ بھی اُسی کے ماتحت ہے اس کا علاقہ تین مہینے کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے اس کی طرف سے نائب اور حاکم جگہ جگہ رہتے ہیں۔

دیوگڑھ کا قلعہ سطح زمین میں ایک چٹان پر واقع ہے اس چٹان کو کھود کر اس کی چوٹی پر قلعہ بنایا ہے۔ قلعہ پر چمڑے کے بنے ہوئے زینے سے چڑھتے ہیں اور چڑھنے کے بعد رات کو زینہ اوپر اٹھا لیتے ہیں قلعہ کے محافظ خاندان سمیت وہیں رہتے ہیں یہاں تہ خانے بنے ہوئے ہیں جن میں بڑے بڑے مجرم قید رکھے جاتے ہیں، اُن تہ خانوں میں ایسے ایسے بڑے چوہے ہیں جن سے بلی بھی ڈرتی ہے اور بغیر حیلہ کے ان کا شکار نہیں کر سکتی۔ ملک خطاب افغان بیان کرتا تھا کہ وہ ایک دفعہ اس قلعہ کی ایک تہ خانے میں قید کیا گیا۔ رات کو چوہے جمع ہو کر مجھ پر حملہ کرتے تھے اور میں تمام رات ان کے ساتھ لڑتا رہتا تھا ایک رات میں سویا ہوا تھا کسی نے خواب میں کہا کہ تو سورۃ اخلاص ایک لاکھ دفعہ پڑھ لے تو خدا تعالیٰ تجھے خلاصی دے گا میں

---

[1] دولت آباد جو پہلے دیوگیر کے نام سے مشہور تھا۔ اسے من چلے اور جیالے علاؤالدین خلجی نے ۶۹۴ھ میں فتح کیا تھا۔

محمد تغلق نے دہلی کو اجاڑ کر اسے ہندوستان کا دارالحکومت بنایا تھا۔

انگریزوں کے عہد حکومت میں یہ دولت آصفیہ یعنی حکومت نظام کا ایک حصہ بن گیا۔ اب ریاست نظام ختم ہو چکی ہے۔ یہ نئے صوبے آندھرا کا حصہ ہے۔

نے سورۂ اخلاص اتنی بار ختم کرلی تو میری خلاصی کا حکم آ گیا۔

میری خلاصی کا یہ سبب ہوا کہ میرے برابر کے تہ خانے میں ملک مل قید تھا وہ بیمار ہو گیا۔ تو چوہے اُس کی انگلیاں اور آنکھیں کھا گئے وہ مر گیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے کہا کہ خطاب کو نکال لو کہیں اس کو بھی چوہے نہ کھا جائیں۔

دولت آباد کے باشندے مرہٹے ہیں اُن کی عورتیں نہایت خوبصورت ہوتی ہیں خصوصاً اُن کی ناک اور ابرو بے نظیر ہوتی ہے۔ خوش خلقی اور لذتِ جماع[1] میں یکتا ہیں، دوسری عورتیں ان کی ہمسری نہیں کرسکتیں۔ اس شہر کے ہندو سوداگری کرتے ہیں اکثر جواہرات کی سوداگری کرتے ہیں اور بہت مالدار ہیں، اُن کو شاہ (ساہوکار) کہتے ہیں جیسے کہ مصر میں تاجروں کو مکارم کہتے ہیں۔ دولت آباد میں آم اور انار بہت ہوتے ہیں اور سال میں دو دفعہ پھلتے ہیں، اس ملک کا محاصل بھی بسبب آبادی اور وسعت کے اور صوبوں سے زیادہ ہے ایک ہندو نے کل علاقہ کا ٹھیکہ تیرہ کروڑ میں لیا تھا لیکن وہ پورا نہ کرسکا اس پر باقی رہ گئی اس کا کل مال ضبط کیا گیا۔

دولت آباد میں اہل طرب کا ایک بازار ہے جس کو طرب آباد کہتے ہیں۔ یہ بازار بہت خوبصورت اور وسیع ہے دوکانات بھی بہت ہیں ہر ایک دوکان میں ایک دروازہ گھر کی طرف کھلتا ہے۔ اور گھر کی طرف بھی دروازہ ہوتا ہے۔ دوکان میں بہت مکلف فرش ہوتا ہے اور اس کے وسط میں ایک گہوارہ ہوتا ہے جس میں گانے والی عورت بیٹھ جاتی ہے یا لیٹ جاتی ہے اس کی لونڈیاں گہوارہ کو ہلاتی رہتی ہیں۔ گہوارہ بہت آراستہ ہوتا ہے بازار کے بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے جو نہایت آراستہ اور فرش پیراستہ ہوتا ہے اس میں مطربوں کا چودھری عصر کی نماز کے بعد ہر جمعرات کے دن آکر بیٹھتا ہے اور اس کے غلام اور خادم حاضر ہوتے ہیں ہر ایک طوائف باری باری آکر اُس کے سامنے مغرب کے وقت گاتی بجاتی ہے اور مغرب کے بعد وہ اپنے گھر چلا جاتا ہے اس بازار میں مسجدیں بھی ہیں اور وہاں تراویح کی جماعت بھی ہوتی ہے۔ اکثر راجہ اس

---

[1] ابن بطوطہ نے اپنے مفہوم کو بڑی وضاحت اور رنگینی کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے الفاظ بغیر ترجمہ کے ذیل میں درج کرتا ہوں، عربی داں لطف لیں گے۔

"خص اللہ نساءھم بالحسن وخصوصاً فی الانوف والحواجب ولھن من طیب الخلوۃ والمعرفۃ بحرکات الجماع ما لیس لغیرھن"

بازار کی سیر کرتے آتے ہیں تو اس گنبد میں ٹھیر جاتے ہیں اور طوائف ان کے سامنے آکر گاتا بجانا کرتی ہیں اور بعض مسلمان بادشاہ بھی ایسا کرتے ہیں۔

نذربار میں آمد، حدود شرعی کا اجرا

دولت آباد سے چل کر ہم نذر بار میں پہنچے یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے یہاں کے باشندے اکثر مرہٹے ہیں دستکاری میں شہرت رکھتے ہیں اور طبیب اور منجم بھی اُن میں اچھے ہوتے ہیں۔ شریف مرہٹے برہمن اور کھتری (چھتری) ہوتے ہیں۔ چاول اور سبزی اور سرسوں کا تیل اُن کی غذا ہے گوشت بالکل نہیں کھاتے اور کسی حیوان کو تکلیف نہیں دیتے۔ کھانے سے پہلے ضرور غسل کرتے ہیں، جیسے جنابت کے بعد غسل لازم ہوتا ہے۔ اپنے قریبوں میں رشتہ نہیں کرتے جب تک سات داداؤں کا فرق نہ ہو جائے۔ شراب نہیں پیتے۔ اور شراب پینا سخت عیب سمجھا جاتا ہے ہندوستان میں مسلمان بھی شراب پینے کو سخت عیب سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان شراب پی لیتا ہے تو اسّی دُرّے لگائے جاتے ہیں اور تین دن ایک تہ خانہ میں قید کیا جاتا ہے۔

اس شہر سے چل کر ہم ساگر پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے اور اسی نام کے دریا پر واقع ہے اس دریا کے کنارے بہت سے رہٹ چلتے ہیں اور انبہ اور کیلہ اور نیشکر کے بہت سے باغ ہیں۔ اس شہر کے باشندے دیندار اور نیک چلن ہیں باغوں میں انہوں نے خانقاہ اور تکیے بنا رکھے ہیں جن میں مسافر اترتے ہیں۔

کھمبایت میں ورود، ایک عجیب داستان

ساگر سے چل کر ہم کھمبایت پہنچے۔ یہ شہر سمندر کے کنارے ایک کھاڑی پر واقع ہے جو سمندر کے مشابہ ہے اُس میں جہاز داخل ہو سکتے ہیں اور مد و جزر بھی ہوتا ہے۔ پانی اتر جانے کے وقت میں نے وہاں بہت سے جہاز کیچڑ میں دھسے ہوئے دیکھے۔ جب سمندر کا پانی چڑھ آیا تھا تو وہ تیرنے لگ جاتے تھے، یہ شہر اور تمام شہروں کی بہ نسبت مضبوط اور خوبصورت بنا ہوا ہے اس میں عمارات اور مسجدیں بہت اچھی اچھی ہیں اکثر باشندے پردیسی سوداگر ہیں وہ اکثر عالیشان محل اور بڑی بڑی مسجدیں بنواتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جب ہم کھمبایت میں پہنچے تو وہاں کا حاکم مقبل تلنگی تھا۔ بادشاہ اُس کی بہت قدر کرتا تھا شیخ زادہ اصفہانی اس کی صحبت میں رہتا تھا اور اس کی طرف سے کل امور اس کے سپرد تھے یہ شیخ امورِ سلطنت سے خوب واقف تھا اور بہت مالدار ہو گیا تھا اور اپنے ملک میں اپنی دولت بھیجا جاتا تھا اور بھاگنے کے لیے کسی حیلہ کی فکر میں تھا۔ بادشاہ کو اس کی خبر پہنچی کسی نے ذکر کیا کہ وہ بھاگنا چاہتا ہے بادشاہ نے مقبل کو لکھا کہ اس کو ڈاک میں دارالخلافہ کی طرف روانہ کر دے ملک مقبل نے اس کو بھیج دیا۔ جب وہ بادشاہ کے روبرو حاضر ہوا تو اُسے پہرہ میں دے دیا اور یہ اس ملک کا دستور ہے جب کسی کو پہرہ میں دیتے ہیں تو شاذ و نادر ہی وہ بچتا ہے اس شیخ نے پہرہ دار سے سازش کر لی اور اس کو بہت سا مال دیا گیا۔ دونوں بھاگ گئے۔

گاوی و قندھار میں آمد

کھمبایت سے چل کر ہم گاوی میں پہنچے وہ ایک کھاڑی کے کنارے پر ہے، جس میں مد و جزر ہوتا ہے یہ رائے جالینسی ایک ہندو راجہ کے علاقہ میں ہے وہاں سے چل کر ہم قندھار پہنچے یہ ایک بہت بڑا شہر ہندوؤں کا سمندر کے کنارے پر واقع ہے وہاں کے راجہ کا نام جالینسی ہے وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے اور ہر سال خراج ادا کرتا ہے۔ جب ہم قندھار پہنچے تو وہ ہمارے استقبال کے لیے باہر آیا اور ہماری بڑی تعظیم کی اور اپنا محل ہمارے لیے خالی کر دیا اور ہم اس میں اُترے بڑے بڑے مسلمان امیر اس کی طرف سے ہمارے استقبال کو آئے ان میں خواجہ بہرہ کے بیٹے تھے اور ناخدا ابراہیم تھا۔ یہ شخص چھ جہازوں کا مالک ہے۔

لے یہ بہت قدیم شہر ہے، یہاں کے نوابوں نے مرہٹوں کو کبھی خراج نہیں دیا، اگرچہ سارے گجرات پر مرہٹوں کا تسلط تھا،

یہاں محمد تغلق کے عہد کی ایک مسجد جامع اب تک موجود ہے۔

مغربی گھاٹ

سمندری سفر کا آغاز مختلف مقامات میں ورود

ہم ناخدا ابراہیم کے جہاز جاگیر میں سوار ہوئے اور تحفہ کے گھوڑوں میں سے ستر گھوڑے بھی چڑھا لیے باقی گھوڑے اور نوکر دوسرے جہاز میں جس کا نام "منورت" تھا سوار ہوئے۔ رائے جالینسی نے ہمیں ایک جہاز دیا اس میں ظہورالدین کے گھوڑے اور سنبل اور نوکر چاکر سوار ہوئے۔ رائے جالینسی نے ہمارے لیے پانی اور زاد راہ اور چارہ مہیا کر دیا اور ایک جہاز جس کا نام عکیر تھا اپنے بیٹے کو ہمارے ساتھ کیا۔ وہ غراب کشتی کے مشابہ تھا لیکن اس سے بڑا تھا۔ اس جہاز میں ساٹھ چپو تھے۔ لڑائی کے وقت جہاز پر چھت ڈال لیتے تھے جس سے چپو والوں کو پتھر یا تیر نہیں لگ سکتا تھا۔ جہاز جاگیر میں جس میں میں سوار تھا پچاس تیرانداز اور پچاس حبشی سپاہی تھے یہ لوگ اس سمندر کے مالک ہیں اگر کسی جہاز میں ان کا ایک آدمی بھی ہو تو ہندو چور اور باغی اسے کچھ نہیں کہتے۔

بیرم و قوقہ کے جزیروں میں داخلہ اور وہاں کی سیر

دو دن سفر کرنے کے بعد جزیرہ بیرم[1] میں پہنچے۔ یہ جزیرہ غیر آباد ہے اور خشکی سے چار میل کے فاصلے پر ہے ہم اس جزیرے میں ٹھہرے اور پانی لیا۔ غیر آباد ہونے کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہاں کے کافروں پر حملہ کیا پھر ہندوؤں نے آباد نہیں کیا۔ ملک التجار نے جس کا ذکر میں ابھی کر آیا ہوں اس کے بعد آباد کرنے کا ارادہ کیا اور فصیل بنا کر اس پر منجنیق لگائے

---

[1] یہ جزیرہ اب بھی موجود ہے خلیج کھمبات میں واقع ہے۔

اور مسلمانوں کو لاکر آباد کیا۔

وہاں سے چل کر ہم دوسرے دن قوقہ[1] میں پہنچے یہ بہت بڑا شہر ہے اس کے بازار وسیع ہیں ہم نے شہر سے چار میل کے فاصلے پر لنگر ڈالا کیونکہ یہ جزر کا وقت تھا اور پانی اُترا ہوا تھا۔ ہم کشتیوں میں بیٹھ کر شہر کی طرف چلے جب شہر ایک میل رہ گیا۔ تو کشتی پانی نہ ہونے کے باعث کیچڑ میں دھنس گئی میں دو آدمیوں کے سہارے سے گیا۔ کیونکہ لوگ کہتے تھے کہ پانی چڑھ گیا یعنی مد کا وقت آگیا تو مشکل ہوگی اور میں اچھی طرح سے تیرنا بھی نہیں جانتا تھا۔ میں نے شہر میں پہنچ کر بازاروں کی سیر کی اور ایک مسجد کی جو حضرت خضر اور حضرت الیاس کی طرف منسوب ہے زیارت کی۔ وہیں مغرب کی نماز پڑھی اس مسجد میں حیدری فقیروں کا ایک گروہ تھا اور ان کا شیخ بھی ساتھ تھا پھر میں واپس چلا آیا وہاں کے راجہ کا نام ونکول ہے وہ برائے نام بادشاہ کا مطیع ہے حقیقت میں نافرمان ہے۔

اس شہر سے چل کر تین دن کے بعد ہم جزیرہ سندا پور[2] میں پہنچے اس جزیرے میں چھتیس گاؤں ہیں اور ایک کھاڑی اس کے گرداگرد پھرتی ہے۔ جزر کے وقت اس کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور مد کے وقت کھاری نمک ہوتا ہے اس جزیرے کے وسط میں دو شہر ہیں ایک پرانا ہے جو ہندوؤں کے وقت کا آباد کیا ہوا ہے۔ اور دوسرا شہر مسلمانوں نے اسے فتح کرنے کے بعد آباد کیا تھا۔ یہاں ایک بڑی مسجد جامع ہے جو بغداد کی مسجدوں کی ہم شکل ہے ناخدا حسن نے جو سلطان جمال الدین محمد ہنوری کا والد تھا اسے تعمیر کیا تھا۔

اس جزیرہ سے چل کر ہم ایک چھوٹے سے جزیرے میں پہنچے جو خشکی کے بالکل قریب تھا۔ وہاں گرجا گھر اور باغ اور پانی کا ایک حوض تھا۔

ایک مومن کا فرنما سے ملاقات کی حیرت انگیز داستان

یہاں ایک جوگی سے علاوہ ایک بتخانہ کی دیوار سے تکیہ لگائے دو بتوں کے درمیان بیٹھا تھا

---

[1] یہ احمد آباد کے ضلع میں واقع ہے یہاں کے باشندے جہاز رانی میں بڑے مشتاق ہیں۔ اکبر کے زمانے میں یہ بھڑوچ میں شامل تھا

[2] سندا پور وہی جزیرہ ہے جو اب "گوا" کے نام سے مشہور ہے اور جس پر ہندوستان کے سخت ترین احتجاج کے باوجود اب تک پرتگیز قابض ہیں۔

ریاضت اور مجاہدہ کے آثار چہرے سے عیاں تھے۔ ہم نے اس سے باتیں کیں تو جواب نہ دیا۔ ہم نے دیکھا کہ اس کے پاس کچھ کھانے کو ہے یا نہیں تو کچھ نظر نہ آیا اسی وقت اس نے ایک چیخ ماری تو فوراً ایک ناریل درخت سے ٹوٹ کر آ پڑا۔ وہ ناریل اس نے ہمیں دیا۔ ہمیں نہایت تعجب ہوا ہم نے دینار اور درہم دیئے اس نے نہ لیے پھر ہم نے اسے کھانے کی چیزیں دیں وہ بھی نہ لیں اس کے سامنے ایک چغہ اونٹ کی اون کا پڑا ہوا تھا۔ میں نے اٹھا کر دیکھا تو اس نے مجھے دے دیا۔ میرے ہاتھ میں زیلعہ کی بنی ہوئی ایک تسبیح تھی اس نے اس کے دانے الٹ پلٹ کر دیکھے میں نے اسے دے دی۔ اس نے ہاتھ میں لے کر سونگھا اور رکھ لیا۔ پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر قبلہ کی طرف اشارہ کیا میرے ہمراہی کچھ نہ سمجھے کہ کیا کہتا ہے میں سمجھ گیا وہ مسلمان ہے اسلام کو مخفی کیا ہوا ہے اور ناریل کھا کر گذارہ کرتا ہے۔ جب ہم اس سے رخصت ہوئے تو میں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ وہ مسکرایا اور ہمیں اشارہ کیا چلے جاؤ۔ ہم چل پڑے میں سب سے پیچھے تھا اس نے میرا کپڑا کھینچا۔ میں نے منہ موڑ کر دیکھا تو اس نے مجھے دس دینار دیئے۔ جب ہم باہر آ گئے تو میرے ہمراہیوں نے مجھ سے کہا کہ تیرا کپڑا پکڑ کر جوگی نے کیوں کھینچا تھا؟ میں نے کہا اس نے مجھے دس دینار دیئے ہیں۔ تین دینار تو میں نے ظہیر الدین کو دیئے اور تین سنبل کو اور بتایا کمبختو یہ تو مسلمان ہے کیونکہ جب اس نے آسمان کی طرف انگلی کی تھی تو اس کی مراد تھی کہ میں خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور جب قبلہ کی طرف اشارہ کیا تھا تو مراد تھی کہ پیغمبر پر ایمان ہے۔ اس کا تسبیح کا لے لینا اس خیال کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں واپس گئے مگر جوگی ندارد۔ پھر ہم سوار ہو گئے۔[1]

ھنور۔ ھندوستان میں شافعیوں کا مرکز

دوسرے دن صبح کو ہنور پہنچے۔ یہ شہر ایک کھاڑی پر واقع ہے جس میں جہاز جا سکتے ہیں یہ سمندر سے نصف میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ برسات کے موسم میں سمندر بہت چڑھتا ہے اور طوفان آتا ہے تو چار مہینے تک کوئی شخص سوا مچھلی شکار کرنے کے سمندر میں نہیں جاتا۔

---

[1] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے یہ مبلغ جنہیں نہ نام و نمود کی پرواہ تھی۔ نہ زر و مال کی حرص ہر طرح کی کٹھنائیاں جھیلتے کس کس طرح بعید ترین مقامات پر پہنچ جایا کرتے تھے۔

جب ہم ہنور میں پہنچے تو ایک جوگی ہمارے پاس آیا اور چھ دینار دے گیا میں نے یہ دینار اس سے لے لیے اور اسے ایک دینار دینا چاہا اس نے نہ لیا اور چلا گیا۔ میں نے اپنے ہمراہیوں سے یہ بات کہی اور کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو اپنا حصہ لے لو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اور مجھے بتلایا کہ پہلے جو چھ دینار تو نے ہم کو دیئے تھے اس میں ہم نے چھ دینار اور ملا کر اسی جگہ جہاں جوگی بیٹھا ہوا تھا رکھ دیئے تھے۔ مجھے اور بھی زیادہ تعجب ہوا یہ دینار میں نے احتیاط سے اپنے پاس رکھے۔ شہر ہنور کے باشندے شافعی مذہب ہیں دیندار اور نیک بخت اور بحری طاقت کے لیے مشہور ہیں۔ سنداپور فتح ہونے کے بعد اور کہیں کے نہ رہے۔ اس شہر کے عابدوں میں سے شیخ محمد ناگوری ہیں انہوں نے میری دعوت اپنی خانقاہ میں کی۔ وہ اپنا کھانا آپ پکاتے ہیں۔ فقیہ اسمٰعیل کلام اللہ پڑھاتے ہیں۔ نہایت خوش اخلاق اور فیاض تھے۔ قاضی شہر نور الدین علی ہے۔ خطیب کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اس شہر کی عورتیں اور اس پورے ساحل کی عورتیں سلا ہوا کپڑا نہیں پہنتیں۔ بغیر سلا کپڑا اوڑھتی ہیں۔ چادر کے ایک آنچل سے تمام بدن لپیٹ لیتی ہیں اور دوسرے کو سر اور چھاتی پر ڈال لیتی ہیں[1] یہ عورتیں خوبصورت اور باعفت ہوتی ہیں ناک میں سونے کا بلاق پہنتی ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ سب کی سب حافظ قرآن ہوتی ہیں۔ اس شہر میں تیرہ مکتب لڑکیوں کے اور لڑکوں کے ہیں۔ سوا اس شہر کے یہ بات میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ یہ لوگ فقط بحری تجارت سے گذارہ کرتے ہیں۔ زراعت نہیں کرتے مالابار کے لوگ بھی سلطان جمال الدین کو کچھ معین خراج دیتے ہیں کیونکہ اس کے پاس بحری طاقت بہت بڑی ہے اور چھ ہزار پیادہ اور سوار بھی رکھتا ہے۔

سلطان ہنور کے صفات و حسنات جمیلہ

بادشاہ جمال الدین محمد بن حسن بڑا نیک بخت ہے وہ ایک ہندو راجہ کا ماتحت ہے جس کا نام ہریب ہے سلطان جمال الدین ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کا دستور ہے کہ صبح ہونے سے پہلے مسجد میں چلا جاتا ہے اور صبح ہونے تک تلاوت کرتا رہتا ہے اوّل وقت

---

[1] ساڑھی مراد ہے۔

نماز پڑھتا ہے پھر شہر کے باہر سوار ہو کر چلا جاتا ہے چاشت کے وقت واپس آتا ہے۔ پہلے مسجد میں دوگانہ پڑھ کر پھر محل میں جاتا ہے ایام بیض کے روزے رکھتا ہے۔ جب میں اس کے پاس ٹھہرا ہوا تھا تو افطار کے وقت مجھے بلا لیتا تھا۔ فقیہ علی اور فقیہ اسمٰعیل بھی موجود ہوتے تھے۔ زمین پر چار چھوٹی کرسیاں ڈال دیتے تھے۔ ان میں سے ایک پر وہ خود بیٹھ جاتا تھا اور باقی پر ہم تینوں۔ کھانے کی ترتیب یہ تھی کہ اوّل تانبے کے دستر خوان جس کو خوانچہ کہتے ہیں لاتے تھے اس پر ایک طباق تانبے کا رکھتے ہیں اس کو طالم کہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک کنیز ریشمی کپڑے پہنے آتی ہے اور کھانے کی دیگچیاں لاتی ہے اور بڑے بڑے تانبے کے چمچے بھی لاتی ہے چاولوں کا ایک ایک چمچ بھر کر طباق میں ڈالتی ہے اس میں گھی ڈالتی ہے اور اسی طباق میں دوسری طرف مرچوں کا اچار اور ادرک کا اچار اور لیموں کا اچار اور آم کا اچار رکھ دیتی ہے۔ جب چاول ہو چکتے ہیں تو دوسرا چمچا بھر کر طباق میں ڈالتی ہے اور اس میں مرغ کا گوشت سرکہ میں پکا ہوا ڈالتی ہے اس کے ساتھ چاول کھائے جاتے ہیں۔ جب یہ چاول ہو چکتے ہیں تو تیسرا چمچہ ڈالتی ہے اس پر مرغی کا گوشت دوسری طرح پکا ہوا ڈالتی ہے۔ پھر طرح طرح کی مچھلی ہر ایک چمچے کے ساتھ ڈالتی جاتی ہے پھر سبزی گھی میں پکی ہوئی لاتی جاتی ہے وہ چاولوں کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔ جب یہ سب کھانے ہو چکتے ہیں تو کوشان یعنی دہی یا لسی لاتی ہے جب یہ دہی آتا ہے تو جاننا چاہیے کہ کھانے ختم ہو چکے اس کے بعد گرم پانی پیتے ہیں کیونکہ برسات میں ٹھنڈا پانی مضر ہوتا ہے۔

میں اس بادشاہ کے پاس دوسری دفعہ گیارہ مہینے ٹھہرا تھا اور اس سارے عرصہ میں کبھی روٹی نہیں کھائی۔ کیونکہ ان لوگوں کی خوراک فقط چاول ہے۔ اسی طرح جزائر بالدیپ۔ اور سیلان۔ اور مالابار اور معبر میں تین سال تک رہا۔ تو سوائے چاول کے اور کچھ نہ کھایا میں انہیں پانی کے ساتھ نگلتا تھا ورنہ منہ میں نہیں چلتے تھے۔

یہ بادشاہ ریشم اور باریک کتان کے کپڑے پہنتا ہے اور کمر میں چادر باندھتا ہے اور دو رضائیاں ایک پر دوسری لگا کر اوڑھتا ہے اور اپنے بالوں کو گندھا ہوا رکھتا ہے اس پر چھوٹا سا عمامہ باندھتا ہے۔ جب سوار ہوتا ہے تو قبا بھی پہن لیتا ہے اور اس کے اوپر رضائی بھی اوڑھ لیتا ہے اس کے آگے لوگ نقارے اور طبل بجاتے ہوئے جایا کرتے ہیں اس دفعہ ہم اس کے پاس تین دن ٹھہرے تھے۔ اس نے ہمیں زاد راہ دیا۔

مالابار

مالابار کے راجہ کا قبول اسلام عربوں کا وقار اور اثر

مالابار کے ہندوؤں کا مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ

تین دن کے بعد ملیبار کی حد میں پہنچے یہ وہ ملک ہے جہاں سیاہ مرچ پیدا ہوتی ہے اس ملک کا طول دو مہینے کا رستہ ہے اور دریا کے کنارے کنارے سندا پور سے کولم تک چلا گیا ہے اور سڑک پر برابر دو رویہ درخت ہیں پھر نصف میل کے بعد ایک لکڑی کا مکان آتا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہوئے ہیں اور ہر مسافر ہندو ہو یا مسلمان آرام کرتا ہے اور ہر گھر کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو پانی پلاتا ہے ہندوؤں کو کٹورے میں اور مسلمانوں کو اوک سے۔ جب وہ اشارہ سے منع کرتا ہے تو بند کر دیتا ہے۔

ملیبار میں دستور ہے کہ مسلمان کو گھر میں نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں کھانا کھلاتے ہیں اور اگر کھلاتے ہیں تو یا تو وہ برتن توڑ ڈالتے ہیں اور یا مسلمان کو ہی دے دیتے ہیں اور جس جگہ مسلمان نہ ہو تو وہ مسلمان کے لیے کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھ دیتے ہیں اور اسی پر سالن ڈال دیتے ہیں جو باقی بچتا ہے اس کو پرندے اور کتے کھا لیتے ہیں۔

۱؎ مالابار۔ یہاں کا راجہ پیرومل تھا جو ۸۲۷ء میں عرب تاجروں سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا اور حجاز ہجرت کر گیا اس نے راج پاٹ تقسیم کر دیا اور وصیت کی کہ عرب تاجروں کو جہاں وہ مسجد، مکان، یا سرائے بنانا چاہیں اجازت اور سہولت دی جائے، جس پر عرصہ تک عمل ہوتا رہا اور اسلام پھیلتا رہا۔

۱۷۶۶ء میں سلطان حیدر علی کا اس پر قبضہ ہو گیا ۱۷۹۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ٹیپو سلطان سے یہ علاقہ لے لیا۔ یہاں کے زمیندار نائر ہیں لیکن بڑے ظالم موپلا (مالاباری مسلمان) ان کے خلاف کئی بار بغاوت کر چکے ہیں۔

اس رستے پر تمام منزلوں میں مسلمانوں کے گھر ہیں ان کے پاس مسلمان مسافر جا اترتے ہیں اور وہ اُن کے لیے کھانا پکا دیتے ہیں اگر مسلمانوں کے گھر نہ ہوتے تو یہاں مسلمانوں کے لیے سفر کرنا مشکل تھا۔ اس دو مہینے کے رستے میں ایک چپہ بھر بھی زمین ایسی نہیں جو آباد نہ ہو ہر آدمی کا گھر علیحدہ علیحدہ ہے۔ اس کے گرد چمن ہوتا ہے اور ایک چمن کے گرد لکڑی کی دیوار ہوتی ہے۔ یہ سڑک باغوں کے درمیان سے گزرتی ہے ہر باغ کی دیوار میں سیڑھیاں لگی ہوتی ہیں اُن سے چڑھ کر دوسرے باغ میں پہنچتے ہیں۔

کوئی شخص گھوڑے یا کسی اور جانور پر سوار ہو کر نہیں چلتا، گھوڑے پر فقط بادشاہ سوار ہوتا ہے۔ اکثر لوگ یا تو ڈولہ (پالکی) پر سوار ہوتے ہیں جس کو مزدور یا غلام اُٹھا کر لے جاتے ہیں اور یا پیدل چلتے ہیں خواہ کوئی ہو۔ اگر کسی شخص کے پاس اسباب تجارت وغیرہ یا ساز و سامان زیادہ ہو تو وہ مزدور کرایہ کر لیتا ہے وہ پیٹھ پر اسباب لے جاتے ہیں چنانچہ بعض سوداگر ایسے نظر آئیں گے کہ اُن کے ساتھ سو سو آدمی اسباب اُٹھانے والے ہوتے ہیں ہر مزدور کے ہاتھ میں ایک موٹا عصا ہوتا ہے جس کے نیچے لوہے کی میخ لگی ہوتی ہے اور اوپر لوہے کا آنکڑا ہوتا ہے، جب وہ تھک جاتا ہے اور کوئی دکان ٹھیرنے کے واسطے قریب نہیں ہوتی تو زمین میں اپنا عصا گاڑ دیتا ہے اور اُس پر اسباب کی گٹھری لٹکا دیتا ہے۔ جب سانس لے چکتا ہے تو اسباب اُٹھا کر چل پڑتا ہے میں نے کوئی راستہ اتنا پر امن نہیں دیکھا جتنا یہاں کا ہے۔ یہاں ایک ناریل کی چوری پر بھی چور کو مار ڈالتے ہیں۔ جب کوئی پھل گر پڑتا ہے تو کوئی شخص نہیں اُٹھاتا۔ جب مالک آتا ہے وہی اُٹھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی ہندو نے ایک ناریل اُٹھا لیا حاکم کو خبر ہوئی اُس نے ایک لکڑی زمین میں گاڑی اور اُس کے سرے پر جو لوہے کی انی تھی ایک تختہ لگا دیا اور انی اُس سے پار کر دی پھر اسے تختہ پر لٹایا انی پیٹ میں سے پار ہو کر پشت میں جا نکلی لاش لوگوں کی عبرت کے لیے وہیں لٹکی رہی۔ ایسی لکڑیاں بہت جگہ رستے میں لگی ہوئی ہیں تاکہ مسافروں کو معلوم ہو جائے۔

رات کو ہمیں بہت سے ہندو رستے میں ملتے تھے وہ ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے اور جب ہم بڑھ جاتے تو چلنا شروع کرتے تھے۔ یہاں مسلمانوں کی بدرجہ غایت تعظیم کرتے ہیں یہ ضرور ہے کہ اُن کے ساتھ کھاتے نہیں اور نہ گھروں میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ ملیبار میں بارہ راجہ ہیں سب سے بڑے راجہ کا لشکر پندرہ ہزار ہے اور سب سے چھوٹے کا تین ہزار۔ یہ کبھی نہیں لڑتے اور قوی ضعیف کا ملک چھیننے کی کوشش نہیں کرتا۔ ایک راجہ کا علاقہ ختم ہوتا ہے

تو دوسرے کا شروع ہو جاتا ہے۔ ایک لکڑی کا دروازہ ہوتا ہے اُس پہ آگے آنے والے علاقہ کے راجہ کا نام کندہ ہوتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ فلاں راجہ کی امان (پناہ) کا دروازہ ہے اگر کوئی ہندو یا مسلمان ایک علاقہ میں جرم کر کے دوسرے کے دروازہ میں داخل ہو جائے تو اُسے کچھ ڈر نہیں رہتا اور اگرچہ وہ راجہ قوی ہو لیکن وہ ضعیف کو مجبور نہیں کر سکتا کہ اُس مجرم کو حوالہ کرے۔

ان راجاؤں کے بیٹے راج کے وارث نہیں ہوتے بلکہ بھانجے وارث ہوتے ہیں یہ دستور میں نے سوا ملک سوڈان کی قوم مسوفا کے اور کسی جگہ نہیں دیکھا۔ ملیبار کے کسی راجہ کو اگر منظور ہوتا ہے کہ کسی دکان دار کی خرید و فروخت بند کر دے تو راجہ کے غلام آکر اُس دکان پر درختوں کی شاخیں لٹکا دیتے ہیں جب تک وہ شاخیں رہتی ہیں تو کوئی شخص اُس دکان سے خرید و فروخت نہیں کر سکتا۔

سیاہ مرچ کا بوٹا انگور کی بیل سے مشابہ ہوتا ہے اسے ناریل کے ساتھ بوتے ہیں یہ ناریل کے درخت پر بیل کی طرح چڑھ جاتا ہے اس درخت کی شاخیں نہیں ہوتیں۔ اُس کے پتے گھوڑے کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ اس کا پھل چھوٹے چھوٹے گچھوں میں لگتا ہے۔ جب خریف کا موسم ہوتا ہے تو توڑ کر بوریہ پر دھوپ میں سُکھا دیتے ہیں جیسے کشمش بنانے کے لیے انگور کو سکھاتے ہیں اور اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ خشک ہونے کے بعد سیاہ رنگ ہو جاتا ہے تو سوداگروں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔

ہمارے ملک میں عوام کا خیال ہے کہ آگ میں بھونتے ہیں۔ جس سے کرارہ پن آجاتا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ کرارہ پن دھوپ سے پیدا ہوتا ہے۔ شہر قالوط[1] میں میں نے دیکھا ہے کہ اسے پیمانہ سے ناپتے ہیں جیسا کہ ہمارے ملک میں جوار کو ناپتے ہیں۔

مالابار کے شہر اور مقامات۔ ابی سرور اور منجرور وغیرہ

ملیبار کا سب سے پہلا شہر جس میں ہم داخل ہوئے ابی سرور تھا یہ ایک چھوٹا سا شہر ایک بڑی کھاڑی کے کنارے پر ہے ناریل کے درخت بہت ہیں مسلمانوں میں سب سے بڑا آدمی وہاں

---

[1] کالی کٹ۔

شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے یہ شخص بڑا سخی ہے۔ ساری دولت فقیروں اور مسکینوں پر خرچ کرتا ہے۔ دو دن کے بعد ہم فاکنور کے شہر میں پہنچے یہ بھی ایک کھاڑی پر واقع ہے۔ یہاں پونڈا بہت عمدہ ہوتا ہے جس کا نظیر اس ملک میں کہیں نہیں ہوتا۔ اس شہر میں بہت سے مسلمان ہیں اُن میں سب سے بڑا حسین سلاط ہے اس شہر میں قاضی اور خطیب بھی ہیں اور حسین سلاط نے ایک جامع مسجد بھی وہاں بنوائی ہے۔ اس شہر کے راجہ کا نام باسدیو ہے تیس جنگی جہاز اُس کے پاس ہیں لیکن اُن سب کا افسر مسلمان لولا نام ہے پہلے یہ شخص سمندر کا ڈاکو تھا جو سوداگروں کو لوٹا کرتا تھا۔ جب ہم نے اس شہر کے پاس لنگر ڈالا تو راجہ نے اپنا بیٹا ہمارے پاس بھیج دیا وہ جہاز میں ہمارے پاس بطور یرغمال کے رہا اُس کے بعد ہم شہر میں گئے۔ راجہ نے ہماری تین دن تک ضیافت کی۔

تین دن کے بعد ہم منجرور[1] کے شہر میں پہنچے۔ یہ بڑا شہر ہے اور خلیج کے کنارے پر ہے جس کو دنب کہتے ہیں۔ یہ کھاڑی اس ملک میں سب سے بڑی ہے اور اس شہر میں فارس اور یمن کے اکثر سوداگر آتے ہیں۔ یہاں سیاہ مرچ اور سونٹھ بکثرت ہوتی ہے اس شہر کا راجہ ملیبار میں سب سے بڑا ہے اور اس کا نام رام دیو ہے اس شہر میں چار ہزار کے قریب مسلمان رہتے ہیں اُن کی آبادی شہر کے باہر ایک طرف ہے کبھی کبھی شہر والوں کی اُن کی لڑائی ہو جاتی ہے تو راجہ صلح کروا دیتا ہے کیونکہ وہ تاجروں کا محتاج ہے۔ اس شہر میں ایک شافعی قاضی ہے جس کا نام بدرالدین معبری ہے وہ تعلیم بھی دیتا ہے۔

اُس کے بعد ہم ہیلی کی طرف گئے اور دو دن میں وہاں پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے عمارتیں عمدہ ہیں ایک بڑی کھاڑی کے کنارے بسا ہوا ہے۔ اس کھاڑی میں بڑے بڑے جہاز بنتے ہیں۔ اس شہر تک چین کے جہاز آتے ہیں اور سوا قالقوط اور کولم اور ہیلی کے اور کسی جگہ نہیں ٹھیر سکتے۔ ہیلی کے شہر کو ہندو مسلمان متبرک سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں ایک جامع مسجد ہے جو برکت والی مشہور ہے۔ مسافر خیر و عافیت سے پہنچنے کے لیے اس جامع کی نذر مانتے ہیں۔ خطیب حسین اور حسن وزان کے تحت اُس کا خزانہ ہے۔

ہیلی سے چل کر ہم جُرفتن پہنچے جو ہیلی سے فقط تین فرسنگ ہے وہاں میں ایک فقیہ سے

---

[1] منگلور

ملاح جو بغداد کا رہنے والا ہے اور صرصری کہلاتا ہے۔ صرصر بغداد اور کوفے کے رستے پر بغداد سے دس میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے۔ یہاں سے ہم فتن پہنچے۔ یہاں کیلا بہت ہوتا ہے۔ دلی کے مقابل مسجد جامع ہے۔ مسجد سے سیڑھیاں پانی میں اترتی ہیں۔ لوگ نیچے جاکر وضو اور غسل کرتے ہیں۔ فقیہ حسین نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ یہ اور مسجد راجہ کویل کے دادا نے تعمیر کی تھی اور وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

مسجد کی بے حرمتی کی خدائی سزا سے ہندوؤں کی درگت

پھر ہم شہر بدپتن گئے۔ یہ بھی ایک بڑا شہر ہے اور ایک بڑے دریا کے کنارے پر ہے۔ سمندر کے کنارے پر ایک مسجد ہے اس میں مسافر مسلمان آکر ٹھہرتے ہیں کیونکہ اس شہر میں کوئی مسلمان نہیں ہے اس شہر کا بندرگاہ نہایت خوبصورت ہے اور پانی بہت شیریں ہے چھالیہ بکثرت پیدا ہوتی ہے وہاں سے چین اور ہندوستان کو لے جاتے ہیں۔ اکثر باشندے برہمن ہیں۔ ہندو ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن وہ مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے ہیں اور اسی سبب سے اس شہر میں کوئی مسلمان نہیں رہتا کہتے ہیں کہ انہوں نے اس شہر کو اس لیے منہدم نہیں کیا کہ ایک برہمن نے مسجد کی چھت گرا کر اس کی کڑیاں اپنے مکان میں لگالی تھیں اس کے گھر میں آگ لگ گئی۔ وہ اور اس کی اولاد اور اسباب سب جل کر راکھ ہو گئے۔ اس کے بعد یہ لوگ مسجد کی تعظیم کرنے لگے۔ پھر اس کی کسی نے بے حرمتی نہیں کی۔ ایک حوض بھی بنا دیا کہ مسافر پانی پی سکیں اور دروں پر جالیاں لگا دیں تاکہ پرندے داخل نہ ہو سکیں۔

وہاں سے چل کر ہم فندرینہ پہنچے۔ یہ بھی ایک بڑا شہر ہے بازار اور باغات بکثرت ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے تین محلے ہیں، ہر محلہ میں مسجد ہے اور جامع مسجد سمندر کے کنارے پر ہے۔ اس میں سمندر کی طرف نشستگاہیں بنی ہوئی ہیں اور ایک عجیب نظارہ ہے اس کا قاضی اور خطیب عمان کا رہنے والا ہے۔

کالی کٹ

عرب تاجروں کی عروج و فروغ کا گہوارہ

ہم شہر کالی کٹ پہنچے۔ مالا بار میں یہ بہت بڑا بندر ہے۔ چین اور جاوا اور سیلان اور مالدیپ اور یمن اور فارس کے سوداگر یہاں آتے ہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے تاجر یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اور اس کا بندرگاہ دنیا کے بڑے بڑے بندروں میں سے ہے یہاں کا راجہ ہندو ہے جس کو سامری کہتے ہیں عمر میں زیادہ ہے اور اسی طرح ڈاڑھی منڈواتا ہے جیسے فرنگی۔

میر التجار کا نام ابراہیم شاہ بندر ہے وہ بحرین کا باشندہ ہے بڑا عالم اور سخی ہے اور ہر طرف کے سوداگر جمع ہو کر اس کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ اس شہر کا قاضی فخر الدین عثمان بھی بڑا سخی ہے خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ہے جو اشخاص چین اور ہندوستان میں شیخ ابو اسحاق گازرونی کی منت ملتے ہیں وہ اسی کو نذر دیتے ہیں۔ ناخدا مشقال بھی اسی شہر میں رہتا ہے یہ شخص بہت مشہور اور مالدار ہے اور اس کے جہاز ہندوستان اور چین اور یمن اور فارس میں تجارت کرتے ہیں۔

جب ہم اس شہر کے پاس پہنچے تو شیخ شہاب الدین اور ابراہیم شاہ بندر اور بڑے بڑے سوداگر اور راجہ کا نائب جس کو فلاج کہتے ہیں استقبال کو آئے اور ان کے ساتھ نوبت نقارے اور علم بھی جہازوں پر تھے۔ اور ہم بڑے جلوس کے ساتھ بندرگاہ میں داخل ہوئے۔ بندرگاہ بڑا وسیع تھا۔ اس وقت یہاں چین کے تیرہ جہاز ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہم جہاز سے اتر کر شہر میں آرہے اور مکان کرایہ پر لے لیا۔ تین مہینے تک چین کی طرف چلنے کے موسم کا انتظار کیا۔ اتنی مدت تک ہماری ضیافت راجہ کے محل سے آتی رہی۔

---

[1] کالی کٹ صوبہ مدراس میں مالا بار کا ایک بڑا ضلع ہے مسلمان بڑی تعداد میں یہاں بستے ہیں۔

جزائر مالدیپ

یکے از عجائبات عالم

جزائر ذیبۃ المہل کا حال میں سنتا رہتا تھا۔ دسویں دن ہم وہاں پہنچے۔ یہ جزائر دنیا کے عجائبات میں سے ہیں تعداد میں دو ہزار کے قریب ہیں۔ سو سو جزیروں یا کچھ کم کا ایک مجموعہ ہے جو دائرہ کی شکل کا ہوتا ہے جس کا فقط ایک دروازہ ہوتا ہے جس میں جہاز جا سکتے ہیں۔ جہازوں کے لیے رہبر کی ضرورت ہے ان جزیروں کا باشندہ ہو تو وہ تمام جزیروں میں پھرا سکتا ہے۔ ایک مجموعہ دوسرے مجموعہ کے ایسا قریب ہے کہ اگر ایک سے نکلتے ہیں تو دوسرے کے کھجور کے درخت نظر آنے لگتے ہیں اگر سمت کی غلطی ہو جائے تو پہنچنا مشکل ہے اور ہوا جہاز کو سیلان[1] یا معبر کے ملک میں لے جا ڈالتی ہے اس جزیرے کے کل باشندے مسلمان ہیں اور دیندار اور نیکبخت ہیں اور ان جزیروں میں علیحدہ علیحدہ اقلیمیں ہیں ہر اقلیم پر جدا جدا والی ہیں۔ والی کو دوبی کہتے ہیں۔ اقلیموں کے نام یہ ہیں۔ بالپور۔ کنلوس۔ مہل دار ان اقلیم کے نام سے کل جزیرہ مشہور ہے اور بادشاہ بھی یہیں رہتا ہے۔ تلادیپ۔ کرایدو۔ تیم۔ تلدمتی۔ ہلدمتی۔ برید و کندکل۔ ملوک سوید۔ ان جزائر میں سوا سوید کے اور کہیں زراعت بالکل نہیں ہوتی۔ فقط سوید میں ایک قسم کا غلہ ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے ایک قسم کی مچھلی کھاتے ہیں جو ہیروں سے مشابہ ہوتی ہے وہاں کے لوگ قلب الماس کہتے ہیں اس کا گوشت سرخ ہوتا ہے اس میں بو نہیں ہوتی۔ بلکہ چوپایوں کے گوشت کی طرح بو آتی ہے۔ ان جزائر میں سب سے زیادہ ناریل ہوتا ہے مچھلی کے

لے مالدیپ کی ساری آبادی مسلمان ہے یہ ایک طرح کا مجمع الجزائر ہے، آبادی کم و بیش تین لاکھ تقسیم ہند کے بعد جب لنکا (سیلون) وغیرہ کو انگریز نے آزاد کیا۔ تو مالدیپ کو بھی آزادی عطا کر دی، یہ اب ایک چھوٹی سی اسلامی مملکت ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[1] سیلون

ساتھ کھاتے ہیں۔ ناریل کا درخت عجیب ہوتا ہے۔ ایک سال میں بارہ دفعہ پھل دیتا ہے۔ ہر مہینے نیا پھل آتا ہے۔ ناریل کی تمام مصنوعات میں اور مچھلی میں عجیب اور بے نظیر قوت باہ ہوتی ہے اور اس جزیرے کے باشندے اس پر فخر کرتے ہیں میرے نکاح میں وہاں چار بیویاں تھیں اور کنیزیں ان کے علاوہ تھیں ان سب سے ہر رات متمتع ہوتا تھا[1]، ڈیڑھ سال تک میرا یہاں قیام رہا۔ برابر یہی دستور رکھا[2]

سفرِ چین

چینی جہاز، بحری سفر، جہاز کی تباہی، واپسی

چین کے سمندر میں جب تک چینی جہاز ساتھ نہ ہوں کوئی سفر نہیں کرسکتا۔ چین کے جہاز تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بڑے جہازوں کو جنک[1] کہتے ہیں اور متوسط کو زو اور چھوٹے کو ککم۔ بڑے جہاز کے بارہ مستول ہوتے ہیں اور چھوٹے کے تین اور یہ مستول خیزران (بید) کی لکڑی کے بنے ہوتے ہیں اور بادبان بوریہ کی طرح سے بنے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو کبھی نیچے نہیں گراتے ہوا کے رُخ پھیر دیتے ہیں۔ جب جہاز لنگر ڈالتے ہیں تو بھی بادبان کھڑے رہتے ہیں اور ہوا کے ساتھ اُڑتے رہتے ہیں۔

---

[1] ابن بطوطہ نے اپنی رنگین راتوں کی کہانی جس انداز میں بیان کی ہے اس کا پورا ترجمہ تو مناسب نہیں اصل عربی عبارت لکھے دیتا ہوں،

ولقد کان لی بھا اربع نسوۃ دجوار سواھن، فکنت اطوف علی جمیعھن کل یوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[2] بھلا یہ رنگ رلیاں تغلق کے زیر سایہ، جہاں ہر وقت تلوار سر پر لٹکی رہتی تھی۔ کہاں ممکن تھیں۔

(رئیس احمد جعفری)

ہر جہاز میں ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ چھ سو تو جہاز رانی سے تعلق رکھنے والے اور چار سو سپاہی ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ تیرانداز اور چرخی کے ذریعہ سے نفت پھینکنے والے ہوتے ہیں۔ ہر بڑے جہاز کے پیچھے تین چھوٹے جہاز ہوتے ہیں۔ ایک بڑے سے آدھا اور دوسرا اُس سے ثلث اور تیسرا اُس سے چوتھائی۔ یہ جہاز چین کے شہر زیتون میں بنائے جاتے ہیں یا چین کلاں میں۔

چینی جہازوں کا طرزِ تعمیر اور اندرونی حالات

اُن کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے دو دیواریں لکڑی کی بناتے ہیں اور پھر دونوں دیواروں کو موٹی موٹی لکڑیوں سے وصل کرتے ہیں ان لکڑیوں کے عرض اور طول میں تین تین گز کی میخیں جڑتے ہیں۔ پھر ان پر فرش بناتے ہیں جو جہاز کے سب سے نیچے حصہ کا ہوتا ہے پھر سمندر میں ڈال دیتے ہیں یہ ڈھانچ پانی میں کنارہ کے قریب پڑا رہتا ہے۔ لوگ آکر غسل کرتے ہیں اور قضائے حاجت کرتے ہیں۔ نیچے کے لٹھوں کے پہلو میں چپو لگائے جاتے ہیں جو ستونوں کی طرح موٹے ہوتے ہیں ایک ایک چپو پر دس سے لے کر پندرہ تک ملاح کھینے کا کام کرتے ہیں۔ یہ ملاح کھڑے ہو کر کام کرتے ہیں۔

ہر جہاز کی چار چھتیں ہوتی ہیں۔ ہر جہاز میں گھر اور کوٹھڑیاں (مصریہ) اور کھڑکیاں سوداگروں کے لیے بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ مصریہ میں رہنے کا گھر اور سنڈاس بھی ہوتا ہے، دروازہ بھی ہوتا ہے جس پر قفل لگ جاتا ہے جو شخص مصریہ لیتا ہے وہ دروازہ بند کر لیتا ہے اور اپنے ساتھ عورتوں کو لے جا سکتا ہے۔ بعض وقت مصریہ میں رہنے والے کو جہاز والے اور دوسرے لوگ جان بھی نہیں سکتے۔ کہ ہے یا نہیں۔ بحری لوگ یعنی ملاح اور سپاہی جہاز میں ہی رہتے ہیں اُن کے بال بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں اور وہ لکڑی کے حوض بنا کر اُن میں ترکاریاں اور ادرک وغیرہ بو دیتے ہیں۔ جہاز کا وکیل بڑا شان و شوکت والا آدمی ہوتا ہے۔ جب وہ خشکی پر جاتا ہے تو تیرانداز اور حبشی ہتھیار لیے ہوئے آگے آگے ہوتے ہیں اور نوبت اور نقارے بھی ساتھ ہوتے ہیں اور جب منزل پر پہنچتے ہیں اور وہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو نیزوں کو اُس جگہ کے دونوں طرف گاڑ دیتے ہیں۔ جب تک ٹھہرتے ہیں نیزے گڑے رہتے ہیں۔ اہلِ چین بعض اوقات کئی کئی جہازوں کے مالک ہوتے ہیں اور اپنے وکیل جہازوں پر رکھتے ہیں اہلِ چین سے

زیادہ دنیا میں کسی ملک کے لوگ مالدار نہیں ہیں۔

ہولناک طوفان میں پڑ کر جہاز کی تباہی و بربادی

جب چین کی جانب سفر شروع کرنے کا وقت قریب آیا تو سامری نے ہمارے لیے ایک جنک اُن تیرہ جنکوں میں سے جو بندرگاہ میں ٹھیرے ہوتے تھے تیار کرایا، اس جنک کا وکیل سلیمان صفدی شامی تھا۔ میری اُس سے واقفیت تھی میں نے کہا مجھے ایک مصریہ درکار ہے جس میں کوئی اور شریک نہ ہو کیونکہ میرے ساتھ کنیزیں تھیں اور میں بغیر کنیزوں کو ساتھ لیے کبھی سفر نہیں کرتا[1]

اس نے جواب دیا کہ چین کے سوداگروں نے تمام مصریوں کو روک لیا ہے۔ البتہ میرے داماد کے پاس ایک مصریہ ہے وہ میں دے دوں گا مگر اس میں سنڈاس نہیں ہے لیکن اُس کا میں کچھ بندوبست کر دوں گا۔ میں نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ میرا اسباب لے چلو اور غلام اور کنیز جنک میں چڑھ گئے جمعرات کا دن تھا میں نے ارادہ کیا کہ دوسرے دن جمعہ کی نماز پڑھ کر سوار ہوں گا۔ ظہیر الدین اور سنبل بھی جنک پر سوار ہو گئے اور کل سفارت کا اسباب اور جانور بھی اُن ہی کے پاس تھے پھر میرا غلام بلال جمعہ کی صبح کو میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مصریہ جو ہم نے کرایہ پر لی ہے بہت تنگ ہے کام نہیں چل سکے گا میں نے ناخدا سے ذکر کیا اُس نے کہا لاچاری ہے اس سے بہتر انتظام نہیں ہو سکتا۔ اگر ککم یعنی سب سے چھوٹے جہاز میں کوئی مصریہ لو تو بہتر سے بہتر مل سکتی ہے۔ میں نے کہا منظور ہے میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میری کنیزوں اور اسباب کو جنک سے اُتار کر ککم میں لے جاؤ اور جمعہ کی نماز سے پہلے جا کر اُس میں ڈیرہ کر لو۔

اس سمندر میں یہ قاعدہ ہے کہ عصر کے بعد تلاطم ہوتا ہے۔ اُس وقت کوئی سوار نہیں ہو سکتا سب جنک چل پڑے تھے۔ فقط وہ جنک جس میں سفارت کے تحفے تھے باقی تھا۔ شنبہ کی رات کو ہم سمندر کے ساحل پر رہے نہ ککم میں سے کوئی نیچے کنارہ پر آ سکا اور نہ ہم ککم میں سوار ہو سکے میرے پاس سوا بستر کے اور کچھ نہیں تھا۔ صبح کو جنک اور ککم دونوں بندرگاہ سے دور فاصلے پر

---

[1] کیوں نہ ہو:
زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں (رئیس احمد جعفری)

جا پڑے وہ جنک اور فندرینا میں ٹھہرنا چاہتا تھا موج سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اُس کی بعض سواریاں بچ گئیں اور بعض ڈوب گئیں ایک سوداگر کی کنیز بھی اُس میں تھی وہ اُس سے بہت محبت رکھتا تھا اُس نے اعلان دیا کہ جو کوئی کنیز کو زندہ نکال لائے گا اُس کو وہ دس دینار دے گا وہ جنک کے پچھلے حصے پہ ایک لکڑی کو پکڑے ہوئے تھی ایک جہازی ہرمز کا رہنے والا اسے نکال لایا اور اُس نے دینار نہ لیے اور کہا میں نے یہ کام فقط اللہ کے واسطے کیا ہے۔

میرے جہاز اور میرے ساتھیوں کا جگر فگار انجام

رات کو سمندر کی موج اُس جنک سے ٹکرائی، جس میں سفارت کے تحفے تھے اور وہ ٹوٹ گیا کل اہل جہاز مر گئے۔ صبح میں نے سب کو کنارہ پر پڑے ہوئے دیکھا۔ ظہیرالدین کا سر پھٹ گیا تھا اور دماغ نکل آیا تھا اور ملک سنبل کے کان میں لوہے کی میخ گھس گئی تھی اور دوسری طرف جا نکلی۔ ہم نے جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کیا۔ کالی کٹ کا راجہ دھوتی باندھے اور سر پر چھوٹی سی پگڑی رکھے ننگے پاؤں آیا اُس کا غلام چھتر لگائے ہوئے تھا اور اُس کے سامنے آگ جلتی آتی تھی۔ اُس کے سپاہی لوگوں کو مارتے تھے کہ جو چیز سمندر کے کنارے پڑی ہو کوئی نہ اُٹھائے۔ ملک مالابار میں دستور ہے کہ ایسا مال سرکاری خزانہ میں جاتا ہے لیکن خاص کالی کٹ کا دستور ہے کہ کل مال جہاز والوں کا ہوتا ہے۔

ککم کے جہاز رانوں نے جب جنک کا یہ حال دیکھا تو انہوں نے اپنے بادبان اُٹھا دیے اور چل دیے اُس میں میرا کل اسباب اور کنیزیں اور غلام اور ہمراہی تھے وہ بھی چلے گئے۔ میں اکیلا ساحل پر رہ گیا۔ ایک غلام میرے ساتھ تھا اُسے میں آزاد کر چکا تھا وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور میرے پاس فقط وہ دس دینار رہ گئے، جو جوگی نے مجھے دیے تھے اور ایک بستر۔ لوگوں نے کہا یہ ککم بہر حال کولم کے بندر میں ضرور ٹھہرے گا اس لیے میں نے خشکی کے راستہ کولم جانے کا ارادہ کیا خشکی اور نہر کے راستہ سے کولم دس منزل ہے میں نے نہر کا راستہ اختیار کیا اور ایک مسلمان مزدور اپنے ساتھ لیا جو میرا بستر اُٹھائے جاتا تھا۔ نہر میں سفر کرنے والے رات کو خشکی پر کسی قریب کے گاؤں میں ٹھہر جاتے ہیں اور دوسرے دن صبح کو پھر کشتی پر آ جاتے ہیں۔ ہم بھی اسی طرح کرتے رہے۔ کشتی میں اور کوئی مسلمان نہ تھا سوا اُس مزدور کے جو میں نے نوکر رکھ لیا تھا۔ یہ شخص منزل پہ پہنچ کر ہندوؤں کے ساتھ شراب پی لیا کرتا تھا اور مجھ سے لڑا کرتا تھا اس لیے میری طبیعت

اور بھی خراب ہو جاتی تھی۔

کوچین کے ایک شہر کولم میں مسلمان تاجروں کی ثروت مندی

پانچویں دن ہم کنجی کرئی[1] میں پہنچے وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور اس میں یہودی رہتے ہیں اور اُن کا امیر علیحدہ ہے اور وہ کولم کے راجہ کو جزیہ دیتے ہیں اس نہر پر دارچینی اور بقم کے درخت ہیں اور ان ہی درختوں کی لکڑی جلانے کے کام میں آتی ہے دسویں دن ہم کولم میں پہنچے۔ مالا بار میں یہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے بازار بہت اچھے ہیں اور وہاں کے سوداگروں کو صولی کہتے ہیں وہ بڑے مالدار ہیں بعض سوداگر جہاز کا جہاز بھرا ہوا خرید لیتے ہیں اور اپنے گھر میں تجارت کے لیے ڈال رکھتے ہیں مسلمان سوداگر بھی اس شہر میں بہت ہیں ان میں سب سے بڑا علاؤالدین آوجی شہر آوہ کا رہنے والا ہے وہ رافضی ہے اور اُس کے ہمراہی بھی اس طریقہ کے ہیں یہ لوگ تقیہ نہیں کرتے۔ اس شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے مسلمانوں میں بہت بڑا آدمی محمد شاہ بندر ہے اُس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے۔ اس شہر کی جامع مسجد بھی خوب ہے۔ یہ شہر مالا بار کے شہروں میں چین سے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس لیے چین کے بہت سے آدمی یہاں سفر کر کے آتے ہیں مسلمانوں کی اس شہر میں بہت عزت ہے۔ راجہ کا نام تیروری ہے وہ مسلمانوں کی نہایت تعظیم کرتا ہے اور چوروں اور فاسقوں پر نہایت سختی کرتا ہے۔

کولم میں مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک عراقی تیر انداز نے دوسرے کو مار ڈالا اور آوجی کے گھر میں جا گھسا۔ وہ شخص بہت مالدار تھا مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ مقتول کو دفن کر دیں لیکن راجہ کے نائب نے منع کیا کہ جب تک قاتل ہمارے سپرد نہ کیا جائے گا مقتول دفن نہیں ہو سکتا اس کا تابوت آوجی کے دروازہ پر رکھ دیا جب اُس میں سے بو آنے لگی تو آوجی نے قاتل کو راجہ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ مقتول کے ورثا کو مال دلوا دیں اور قاتل کو نہ ماریں۔ راجہ کے اہل کاروں نے انکار کیا اور اُس کو قصاص میں مروا ڈالا اُس کے بعد مقتول کو دفن کیا گیا۔ کولم شہر میں شیخ فخرالدین کی خانقاہ میں ٹھہرا رہا۔ یہ بزرگ شیخ شہاب الدین گازرونی کے بیٹے ہیں۔ کلکم کی کچھ خبر نہ لگی۔ اسی اثنا میں بادشاہِ چین کی سفارت جو دہلی سے واپس آئی تھی اور ہمارے ساتھ اور جنک میں سوار ہوئی تھی کولم میں

---

[1] ریاست کوچین کا ایک مقام۔

داخل ہو گئی ان کا جنک بھی ٹوٹ گیا تھا اہلِ چین نے اُن کو کپڑے وغیرہ دے کر پھر اپنے ملک کی طرف روانہ کر دیا تھا وہ مجھے بعد میں چین میں ملے۔

گوا کے جہاد میں میری شرکت، مسلمانوں کی فتح

میں نے ارادہ کیا تھا کہ کولم سے دہلی واپس چلا جاؤں اور بادشاہ سے کچھ حال جو گذرا تھا بیان کر دوں لیکن ڈر گیا کہ کبھی مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ تو تحائف سے علیحدہ کیوں ہوا تھا۔ اس لیے میں نے سلطان جمال الدین کے پاس ہنور کے شہر میں آنے کا ارادہ کیا کہ جب تک حکم کا پتہ نہ لگے میں اُس کے پاس ٹھیرا رہوں جب کالی کٹ میں پہنچا تو وہاں بادشاہ کے چند جہاز تھے جس میں اُس نے سید ابوالحسن پردہ دار کو بہت سا مال دے کر بھیجا تھا کہ ہرمز اور قطیف میں جا کر جس قدر عرب لا سکے ہندوستان میں لے آئے کیونکہ بادشاہ کو عربوں کے ساتھ بدرجۂ کمال محبت تھی۔

میں سید ابوالحسن کے پاس گیا معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ ہے کہ کالی کٹ میں موسمِ گرما بسر کرے۔ اور اُس کے بعد عرب کی طرف سفر کرے۔ میں نے اُس سے مشورہ لیا کہ بادشاہ کے پاس واپس جاؤں یا نہیں۔ اُس نے واپس جانے کی صلاح نہ دی۔ میں کالی کٹ سے جہاز پر سوار ہوا یہ اُس موسم کا سب سے اخیر سفر تھا۔ آدھے دن تک تو ہم چلتے تھے اور آدھے دن لنگر ڈال کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ راہ میں ہمیں بحری قزاقوں کی چار کشتیاں ملیں بڑا ڈر[1] لگا لیکن انہوں نے کچھ تعرض نہ کیا اور ہم ہنور پہنچ گئے۔

میں سلطان ہنور کے پاس گیا اور سلام کیا اُس نے مجھے ایک شخص کے گھر ٹھیرا دیا کیونکہ میرے پاس کوئی نوکر نہ تھا۔ پھر کہلا بھیجا کہ اُس کے ساتھ نماز پڑھا کروں میں اکثر مسجد میں بیٹھا رہتا تھا اور ہر روز ایک کلام اللہ ختم کرتا تھا اور پھر دو کلام اللہ ختم کرنے شروع کر دیے ایک تو صبح سے شروع کر کے ظہر کے وقت تک اور دوسرا ظہر سے مغرب کے وقت تک۔ تین مہینے تک اسی طرح کرتا رہا اور چالیس دن تک اعتکاف میں بھی رہا۔[2]

سلطان جمال الدین نے باون جہاز تیار کیے اُس کا ارادہ بلند اپور پر چڑھائی کرنے کا تھا۔

---

[1] دہشت کی انتہا ہے۔

[2] گویا تعلق کی بے پناہ داشت کا نفسیاتی ردِّ عمل۔ (رئیس احمد جعفری)

وہاں کے راجہ اور اُس کے راجہ کے درمیان کچھ نقیض تھا راجہ کے بیٹے نے سلطان کو لکھا کہ اگر سلطان سنداپور کو فتح کرے گا تو وہ مسلمان ہو جائے گا اور اپنی بہن کا نکاح سلطان کے ساتھ کر دے گا۔ جب جہاز تیار ہوئے تو میرے دل میں آیا کہ میں بھی جہاد کے ثواب میں شامل ہوں میں نے کلام اللہ میں فال دیکھی تو آیت نکلی يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ۔ صاف فتح کی بشارت تھی۔ جب سلطان عصر کی نماز کے واسطے مسجد میں آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں بھی سفر کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا۔ اچھا میں تجھے جہاد کا امیر مقرر کرتا ہوں میں نے کہا کلام اللہ میں یہ فال نکلی ہے وہ بہت خوش ہوا اور خود بھی چلنے کو تیار ہو گیا پہلے اس کا ارادہ نہ تھا۔ میں اور وہ ایک جہاز پر سوار ہوئے۔

شنبے کے دن ہم چلے منگل کے دن سنداپور میں پہنچے اور کھاڑی میں داخل ہوئے معلوم ہوا کہ سنداپور کے باشندے لڑائی کے لیے تیار ہیں اور منجنیق لگائے ہوئے ہیں رات کو ہم ٹھیرے رہے صبح ہوتے ہی نوبت نقارے بجنے شروع ہوئے اور جہاز لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ دشمن نے جہازوں پر منجنیق سے پتھر پھینکنے شروع کیے ایک شخص بادشاہ کے قریب کھڑا تھا اُس کے پتھر آکر لگا۔ جہاز والے پانی میں کود پڑے۔ اُن کے ہاتھوں میں تلواریں اور ڈھالیں تھیں اور سلطان عکیری بھی اُتر گیا اور میں بھی پانی میں کود پڑا۔ ہمارے پاس دو جہاز تھے جن کے پیچھے کھلے ہوئے تھے ان میں گھوڑے بھی سوار تھے۔ یہ جہاز ایسے بنے ہوئے تھے کہ اُن کے اندر ہی اندر آدمی گھوڑے پر سوار ہو سکتا تھا اور زرہ پہن کر گھوڑے پر چڑھا ہوا باہر نکل آتا تھا۔ ہم نے بھی اسی طرح کیا۔

خدا نے مسلمانوں کو مدد دی۔ ہم تلواریں پکڑ کر شہر میں داخل ہوئے۔ اکثر ہندو راجہ کے محل میں پناہ گزیں ہوئے ہم نے اُن پر آگ برسائی اور اُن کو گرفتار کر لیا۔ سلطان نے اُن کو امان دے دی اور ان کی عورتیں واپس کر دیں۔ یہ لوگ دس ہزار کے قریب تھے۔ انہیں شہر کے باہر رہنے کے لیے جگہ دی خود سلطان محل میں جا رہا اور آس پاس کے گھر اپنے ملازموں اور امیروں کو دے دیے۔ مجھے ایک لونڈی دی اُس کا نام لمکی تھا۔ میں نے اُس کا نام مبارک رکھا اُس کا خاوند مجھے فدیہ دیتا تھا میں نے لینے سے انکار کیا۔ سلطان نے مجھے ایک مصری جبّہ بھی دیا جو راجہ کے توشہ خانہ سے برآمد ہوا تھا۔ میں سلطان کے پاس سنداپور میں ۱۳ جمادی الاوّل سے نصف شعبان تک رہا اور سفر کرنے کی اجازت طلب کی۔ سلطان نے مجھ سے عہد لیا کہ میں پھر واپس آؤں گا۔

میری کنیز، ساتھیوں اور غلاموں کا حشر

پھر جہاز پر سوار ہو کر ہنور اور کالی کٹ ہوتا ہوا شہر شالیات[1] پہنچا۔ یہ شہر خوبصورت ہے۔ یہاں بڑا عمدہ کپڑا بنایا جاتا ہے۔ میں اس شہر میں کافی عرصہ تک مقیم رہا۔ پھر کالی کٹ واپس آیا تو میرے دو غلام جو لکم پر بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ میری کنیز جو حاملہ تھی اور جس کی بابت مجھے بہت فکر رہتی تھی مرگئی اور جاوا کے راجہ نے سب لونڈیاں اور اسباب چھین لیا میرے ہمراہی کچھ جاوا میں اور کچھ چین میں، کچھ بنگالہ میں پراگندہ ہو گئے۔

یہ حال معلوم کر کے میں ہنور میں آیا اور وہاں سے سنداپور میں واپس آیا اور محرم کے اخیر میں وہاں پہنچا اور ربیع الاول کی دوسری تاریخ تک وہاں ٹھیرا۔ کالی کٹ کی طرف چلا اور جزائر مالدیپ کے سفر کا ارادہ کیا۔

مالدیپ

باشندے، مکانات، عادات و رسوم، عورتیں

یہاں کے لوگ اہلِ صلاح و دیانت دار اور حاملِ ایمان صحیح اور نیت صادقہ ہوتے ہیں، اکل حلال کے خوگر ہیں۔ مستجاب الدعا بھی ہوتے ہیں۔ جب کوئی آدمی ان کی طرف دیکھتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ میرا رب ہے اور محمدؐ میرا نبی ہے اور میں غریب جاہل ہوں۔ بدن کے دُبلے پتلے ہوتے ہیں۔ لڑائی کے عادی نہیں ہوتے اُن کا ہتھیار دعا ہے۔ ایک دفعہ میں نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اہلِ مجلس بہت سے بیہوش ہو گئے۔ ہندوستان کے چور اور ڈاکو بھی اُن کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتے کیونکہ اُن کو تجربہ ہو چکا ہے کہ جو کوئی اُن کا مال چُراتا ہے یا زبردستی چھینتا ہے تو اُس پر فوراً مصیبت نازل ہوتی ہے۔

---

[1] اب شالمار کے نام سے مشہور ہے۔

ہر جزیرہ میں مسجدیں ہیں۔ اکثر لکڑی کی بنی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ پاک صاف رہتے ہیں اور اکثر دن میں دو دو دفعہ غسل کرتے ہیں کیونکہ گرمی بہت ہوتی ہے اور پسینہ بکثرت آتا ہے۔ خوشبو اور عطریات کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد عورت اپنے خاوند کے پاس یا اپنے بیٹے کے پاس سرمہ دانی اور گلاب اور خوشبو لاتی ہے اُس کی آنکھوں میں سرمہ ڈالتی ہے اور گلاب اور خوشبو سے اُس کا منہ اور بدن ملتی ہے۔ گھر لکڑی کے بنے ہوتے ہیں اور گھر کا فرش زمین سے اونچا رکھتے ہیں تاکہ نمی سے حفاظت رہے۔ یہاں کے لوگ ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ خواہ شریف ہو خواہ کم ذات۔ ان کے کوچے اور گلیاں صاف رہتی ہیں اُن میں جاڑو دی ہوتی ہے اور دونوں طرف درخت ہوتے ہیں جس کے سایہ میں چلنے والا اس طرح چلتا ہے گویا وہ باغ میں جا رہا ہے لیکن پھر بھی گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہر شخص اپنے پاؤں دھوتا ہے اور ناریل کی چھال کا بنا ہوا ایک موٹا بوریہ پڑا رہتا ہے۔ اُس پر خوب رگڑ لیتا ہے۔ مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

مُسافروں کا خیر مقدم اور ضیافت

یہ بھی دستور ہے کہ جب کوئی جہاز آتا ہے تو لوگ چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جن کو کندرہ کہتے ہیں اہلِ جہاز کا استقبال کرتے ہیں اور پان اور ناریل کی گری اپنے ساتھ لے جاتے ہیں جس شخص کو چاہتے ہیں وہ پان اور گری دیتے ہیں وہ شخص اُس کا مہمان سمجھا جاتا ہے اور اُس کا اسباب اٹھا کر اپنے گھر لے جاتے ہیں گویا اُس کا کوئی عزیز ہے وہ مسافر نکاح کرنا چاہتا ہے تو اُس کا نکاح بھی کر دیتے ہیں جب وہ جاتا ہے تو اُس عورت کو طلاق دے جاتا ہے کیونکہ یہاں کی عورتیں جزیرہ سے باہر نہیں جاتیں اور اگر نکاح کرنا نہیں چاہتا تو میزبان کی بیوی مسافر کا کھانا پکاتی ہے اور خدمت کرتی ہے اور جب سفر پر جاتا ہے تو توشہ دیتی ہے اور اُس کے عوض جو تھوڑا بہت وہ دے دیتا ہے اُسے لے کر بہت خوش ہوتی ہے۔

ناریل کی رسّی اور کوزیاں وغیرہ

یہاں کے لوگ مٹی کے برتن مرغیوں کے عوض خریدتے ہیں چنانچہ ایک دیگچی کی قیمت پانچ یا چھ مرغیاں ہوتی ہیں۔ ان جزیروں سے جہاز مچھلی کا گوشت اور ناریل اور چادریں دریاں اور

عمامے روئی کے بنے ہوئے اور تانبے کے برتن اور کوڑیاں اور قنبر یعنی ناریل کی رسی لے جاتے ہیں۔ ناریل کے اوپر کے چھلکے کو سمندر کے کنارے غاروں میں بھگوتے ہیں پھر اُن کو سوٹوں سے کوٹتے ہیں، پھر عورتیں کاتتی ہیں اور رسیاں جہازوں کے واسطے بناتی ہیں اور یمن اور ہند اور چین میں بیچنے کے واسطے لے جاتے ہیں۔ یہ رسی بھنگ کی رسی سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ ہندوستان اور یمن میں جہازوں کی لکڑیاں ان رسیوں سے جوڑتے ہیں اور لوہے کی میخیں استعمال نہیں کرتے کیونکہ لوہے کی میخیں پتھر کے ٹکرانے سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ لیکن اگر ان رسیوں سے تختے جکڑے ہوئے ہوں تو خواہ کسی قدر صدمہ پہنچے جہاز کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

ان جزیروں میں کوڑیوں کا چلن ہے۔ کوڑی ایک جانور ہوتا ہے سمندر میں سے اُن کو چن کر کنارے پر ایک غار میں جمع کر دیتے ہیں وہ جانور سوکھ جاتا ہے اور اُس کی سفید ہڈی باقی رہ جاتی ہے۔ سو کوڑیوں کو سیاہ کہتے ہیں اور سات سو کوڑیوں کو فال اور بارہ ہزار کو کُتی اور لاکھ کوڑیوں کو بستو۔ چار بستو کو ایک طلائی دینار کے عوض بیچتے ہیں اور بعضے وقت سستی ہو جاتی ہیں تو دس بستو بھی ہو جاتی ہیں اہلِ بنگال اُن کے عوض چاول دے جاتے ہیں۔ بنگالہ کے ملک میں بھی کوڑیوں کا چلن ہے۔ اہلِ یمن بھی کوڑیاں خریدتے ہیں اور وہ بجائے ریت کے اپنے جہازوں میں انہیں بھر لیتے ہیں۔ سودان میں بھی کوڑیوں کا چلن ہے اور مالی اور جوجو کے ملک میں ایک طلائی دینار کے عوض گیارہ سو پچاس کوڑیاں بکتی ہیں۔

جزائر مالدیپ کی عورتیں اور ان کے طور طریقے

ان جزیروں کی عورتیں اپنا سر نہیں ڈھکتیں اور اُن کی ملکہ بھی سر نہیں ڈھکتی۔ بالوں میں کنگھی کرتی ہیں اور بالوں کا جوڑا سر پر ایک طرف کو باندھ لیتی ہیں۔ اکثر تو فقط ایک چادر رکھتی ہیں، جس سے ناف سے نیچے پاؤں تک بدن ڈھک لیتی ہیں اور باقی کل بدن ننگا رکھتی ہیں اور بازاروں اور گلیوں میں بھی اسی طرح پھرتی ہیں۔

جب میں وہاں کا قاضی مقرر ہوا تو میں نے بہت کوشش کی کہ یہ دستور چھڑوا دوں۔ لباس پہننے کا حکم دیا لیکن میں کامیاب نہ ہوا۔ اخیر میں نے حکم دیا کہ میرے سامنے کوئی عورت مقدمہ کی پیشی کے وقت ننگے بدن نہ آئے اس سے زیادہ میں بھی کچھ نہ کر سکا۔ بعض عورتیں تو ساڑھی کے اوپر ایک چھوٹی اور عریض آستینوں کی کرتی پہن لیتی ہیں۔ میری کنیزوں کا لباس اہلِ دہلی کی مانند تھا

وہ اپنا سر بھی ڈھکا رکھتی تھیں لیکن وہاں کی عورتیں اُن کو بُرا جانتی تھیں۔ اُن کا زیور کنگن ہے۔ دونوں ہاتھ پہونچے سے لے کر کہنی تک ان سے ڈھانپتی ہیں۔ یہ کنگن چاندی کے ہوتے ہیں کیونکہ سوا بادشاہ اور اُس کی رشتہ دار عورتوں کے کوئی عورت سونے کے کنگن نہیں پہن سکتی اور پاؤں میں جھانجن پہنتی ہیں جس کو پائل کہتے ہیں۔ سونے کی حمائل گلے میں پہنتی ہیں اُس کو بسدرد کہتے ہیں۔

اس جزیرہ میں ایک عجیب رسم ہے کہ وہاں کی عورتیں پانچ دینار یا کم لے کر گھروں میں فقط روٹی کپڑے پر خدمت کرتی ہیں اور اسے عیب نہیں مانتیں۔ چنانچہ دولت مند آدمیوں کے گھروں میں دس دس اور بیس بیس عورتیں ہوتی ہیں اگر وہ کوئی عورت برتن توڑ ڈالتی ہیں تو اُس کی قیمت حساب میں منہا ہو جاتی ہے اس طرح کی عورتیں اکثر قنبر یعنی ناریل کی رسی کے کاتنے کا کام کرتی ہیں۔

نکاح اس جزیرے میں بہت آسانی سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مہر تھوڑا ہوتا ہے اور عورتیں حسنِ معاشرت کے لیے مشہور ہیں اور اکثر آدمی مہر مقرر بھی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں مہر مثل[1] دلایا جاتا ہے۔ عورت فقط ایک ہی خدمت اپنے خاوند کی نہیں کرتی بلکہ وہی کھانا لاتی ہے، وہی لے جاتی ہے وہی ہاتھ دُھلاتی ہے وہی وضو کے لیے پانی لاتی ہے وہی سوتے وقت پاؤں دباتی ہے۔ وہاں کی عورتیں خاوند کے ساتھ ہرگز نہیں کھاتیں بلکہ خاوند کو معلوم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیا کھاتی ہے۔ میں نے وہاں کئی عورتوں سے نکاح کیا۔ بعض نے بعد قیل و قال کے میرے ساتھ کھانا منظور کرلیا اور بعض نے میرے ساتھ نہ کھایا۔ میں نے بہت ہی کوشش اور تدبیر کی کہ اُن کو کھاتے ہوئے دیکھوں لیکن ناکام رہا۔

باشندگان جزائر مالدیپ کا قبولِ اسلام

ان جزیروں کے بعض ثقہ آدمیوں نے جیسے کہ فقیہ عیسیٰ یمنی اور فقیہ معلم علی اور قاضی عبداللہ وغیرہ ہیں مجھ سے یہ روایت کی کہ اس جزیرے کے باشندے پہلے بت پرست تھے اور ہر مہینے سمندر کی طرف سے ایک جن آتا تھا ان کا دستور تھا کہ جب اسے دیکھتے تھے تو ایک ناکتخدا عورت کو بناؤ سنگار کر کے بتخانہ میں جو سمندر کے کنارے پر تھا چھوڑ دیتے تھے صبح کو آتے تھے تو اُسے مرا ہوا اور بکارت کو زائل پاتے تھے۔ ہر مہینے آپس میں قرعہ ڈالتے تھے جس کے نام پر قرعہ آتا تھا اسے

---

[1] خاندانی مہر جو رائج ہو۔

اپنی بیٹی بھیجنی پڑتی تھی۔

ایک دفعہ اُن کے جزیرہ میں ایک مغربی ابوالبرکات بربری بطورِ مسافر کے وارد ہوا یہ شخص حافظ قرآن تھا۔ وہ جزیرہ مہل میں ایک بڑھیا کے گھر میں ٹھیرا۔ ایک روز گھر کے اندر جو داخل ہوا تو دیکھا وہ بڑھیا اور اُس کے رشتہ دار رو رہے ہیں اُس نے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ اس بڑھیا کے نام قرعہ پڑا ہے اور اُس کی فقط ایک بیٹی ہے۔

ابوالبرکات نے کہا کہ تیری بیٹی کی بجائے میں جاؤں گا۔ یہ شخص کوسہ تھا، ڈاڑھی مونچھ نہ رکھتا تھا اسے اُٹھا کر بُت خانہ میں چھوڑ آئے اُس نے وضو کرکے کلام اللہ پڑھنا شروع کیا۔ جن ظاہر ہوا لیکن جب اُس نے کلام اللہ کی تلاوت سُنی تو واپس چلا گیا۔ صبح ہوئی مغربی کھڑا ہوا تلاوت کر رہا تھا جب بڑھیا اور اُس کے رشتہ دار اُس کی لاش لینے آئے تو اُسے زندہ پایا۔ اُسے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ جس کا نام شنورازہ تھا اور کل حال سنایا وہ بہت متعجب ہوا۔

مغربی نے اُس کو مسلمان ہونے کی رغبت دی۔ بادشاہ نے کہا تو اگلے مہینے تک صبر کر اگر اگلے مہینے بھی تو سالم رہا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ مغربی وہاں ٹھیر گیا اور ابھی مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور وہ مع اپنے امیروں اور کنبہ کے مسلمان ہو گیا۔ بت خانے توڑ دیے اور کل جزیروں کے باشندے مسلمان ہو گئے۔ باقی جزیروں کے باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔

مغربی کے سبب سے یہ لوگ بھی کل امام مالک کے مذہب کے پیرو ہو گئے۔ یہ لوگ مغرب کے لوگوں کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی جو اب تک اُس کے نام سے مشہور رہے اور اس مسجد کی محراب پر کتبہ کھدا ہے کہ سلطان احمد شنورازہ، ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اس بادشاہ نے ان جزیروں کے محاصل کا تہائی مسافروں کے لیے مقرر کر دیا کیونکہ اُس کے مسلمان ہونے کا سبب ایک مسافر ہوا تھا اب تک وہی عملدرآمد چلا آتا ہے۔

جزائر مالدیپ کی ملکہ اور اُس کا حال

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ ان جزیروں کی بادشاہ ایک عورت ہے خدیجہ اُس کا نام ہے اور سلطان جلال الدین عمر بن سلطان صلاح الدین صالح بنگالی کی بیٹی ہے۔

اس جزیرہ میں کل حکم نامے کھجور کی شاخوں پر ایک لوہے کی چاقو سے جو ٹیڑھا ہوتا ہے لکھتے

ہیں۔ اور کاغذ پر فقط کلام اللہ اور کتابیں لکھتے ہیں اور یہ حکم خطیب جمعہ کے دن یا اور کسی روز سُناتا ہے اور اس طرح شروع کرتا ہے "اے خدا! اپنی لونڈی کی مدد کر جس کو تو نے اُس کے علم کے سبب سے تمام عالم کے لوگوں میں سے برگزیدہ کیا ہے اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے ذریعۂ رحمت بنایا ہے وہ کون ہے سلطانہ خدیجہ سلطان جلال الدین کی بیٹی جو سلطان صلاح الدین کا بیٹا تھا۔

اس ملک کا دستور ہے کہ جب کوئی مسافر وارد ہوتا ہے اور شاہی محل میں جاتا ہے تو دو کپڑے اپنے ساتھ لے جاتا ہے ایک تو ملکہ کو سلام کرنے کے وقت اُس کے پاؤں پر ڈالتا ہے اور دوسرا جمال الدین وزیر کے سلام کرنے کے وقت اُس کے پاؤں پر ڈال دیتا ہے اس ملکہ کا لشکر ایک ہزار کے قریب ہے۔ وہ کل پردیسی ہیں۔ وہ ہر روز شاہی محل میں آتے ہیں اور سلام کر کے چلے جاتے ہیں۔ اُن کو تنخواہ میں چاول ملتے ہیں جو سرکاری خزانہ (بندر) سے آتے جاتے ہیں۔ جب مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو اہل لشکر شاہی محل میں آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ وزیر سے کہتے ہیں ہمارا سلام ملکہ کو پہنچا دے اور کہہ دے کہ ہم اپنی تنخواہ طلب کرنے آئے ہیں۔ اُس وقت وزیر حکم دیتا ہے کہ مقررہ مشاہرہ دے دو۔ قاضی اور کل وزیر بھی ہر روز آتے ہیں غلام ان کا سلام ملکہ کو پہنچاتے ہیں اور وہ خوش چلے جاتے ہیں۔

وزیر اعظم کو جو ملکہ کا نائب بھی ہے کلکی کہتے ہیں۔ قاضی کو فندیار قاملوا کہتے ہیں۔ قاضی کا عہدہ سب سے بڑا ہے۔ اُس کا حکم بادشاہ سے بھی زیادہ چلتا ہے وہ شاہی محل میں ایک مسند پر بیٹھتا ہے۔ تین جزیروں کا محصول قاضی کے لیے سلطان احمد شنورازہ کے وقت سے معاف چلا آتا ہے۔ خطیب کو ہندیجری کہتے ہیں اور دیوان کو فال داری اور صاحب اشغال کو مافاکلو اور حاکم کو فیتایک اور امیر البحر کو مامایک کہتے ہیں۔ یہ سب عہدہ دار وزیر کہلاتے ہیں۔ اس ملک میں قید خانہ نہیں ہوتا اگر بہت قیدی ہوں تو لکڑی کے گھروں میں جو سوداگروں کے اسباب رکھنے کے لیے بنے ہوتے ہیں بند کر دیتے ہیں اور ایک قیدی ہو تو اُس کو کاٹ میں دے دیتے ہیں جیسا کہ ہمارے ملک میں فرنگی قیدیوں کو بند کیا جاتا ہے۔

مالدیپ کے شب و روز

میرا عروج و زوال، نئی نئی شادیاں، الوداع

سب سے پہلے میں کنلوس کے جزیرہ میں پہنچا۔ یہ جزیرہ بہت خوبصورت ہے مسجدیں بکثرت ہیں وہاں ایک مرد صالح کے گھر ٹھیرا۔ میں یہاں ناخدا عمر ہنوزی کے جہاز میں آیا تھا یہ شخص حاجی اور فاضل تھا۔ اس نے ایک کشتی (کندرہ) کرایہ کی اور ملکہ اور وزیر کے لیے تحفے لے کر چلا میں نے بھی اس کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

چھٹے دن ہم عثمان کے جزیرہ میں پہنچے یہ شخص بڑا فاضل اور نیک بخت ہے اس نے ہماری ضیافت کی۔ آٹھویں دن ہم وزیر کے جزیرہ میں پہنچے جس کو تلمدی کہتے ہیں اور دسویں دن محل کے جزیرہ میں پہنچ گئے۔ جہاں ملکہ اور اس کا وزیر رہتے ہیں۔

وہاں کا دستور ہے کہ کوئی شخص جہاز سے بغیر اجازت کے نہیں اترے گا۔ جب اجازت آگئی تو میں نے کسی مسجد کی طرف رخ کیا۔ خادموں نے کہا کہ پہلے وزیر کے پاس جانا پڑے گا۔ میں نے ناخدا کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اگر تجھ سے میری بابت دریافت کریں تو لاعلمی بیان کرنا کیونکہ میں ڈرتا تھا کہ کہیں مجھے اس جزیرہ میں نہ ٹھیرا لیں۔ یہ مجھے خبر بھی نہیں تھی کہ میرے پہنچنے سے پہلے کسی آدمی نے لکھ دیا تھا کہ یہ شخص فلاں ہے اور دہلی میں قاضی رہ چکا ہے۔

جب ہم شاہی محل میں پہنچے تو تیسرے دروازہ میں جو سہ دری ہے وہاں ٹھیرے۔ قاضی عیسیٰ یمنی میرے پاس آیا اس نے مجھے سلام کیا اور میں نے وزیر کو سلام کیا۔ ناخدا ابراہیم آیا اور دس گھوڑے اپنے ساتھ لایا۔ پہلے اس نے ملکہ کی تعظیم کی۔ اس سے میری بابت دریافت کیا گیا اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر انھوں نے میرے پاس پان اور گلاب بھیجا یہ ان کے ملک میں بڑی تعظیم سمجھی جاتی ہے اور میں شاہی محل میں ٹھیرا۔ اس کے بعد ہمارے لیے کھانا آیا۔ ایک بڑی قاب کے پاس خشکہ تھا اور ارد گرد کئی پیالے تھے جن میں جلیع کا گوشت اور مرغ کا گوشت اور کھن مچھلی تھی۔

دوسرے دن صبح ہی صبح وزیر نے میرے پاس ایک خلعت اور سند بھیجی جس میں چاول اور گھی اور خلیع گوشت اور ناریل کا شہد تھا۔ ناریل کے شہد کو یہ لوگ قربانی کہتے ہیں یعنی شکر کا پانی اور ایک لاکھ کوڑیاں بھی خرچ کرنے کے واسطے بھیجیں۔ دس دن کے بعد سیلان کے جزیرے سے ایک جہاز آیا اس میں عرب اور عجم کے فقیر بھی تھے وہ لوگ مجھے جانتے تھے انہوں نے وزیر کے نوکروں سے کل حال بیان کر دیا اُس کے بعد وہ اور بھی زیادہ تعظیم کرنے لگا۔

رمضان کے چاند کی رات مجھے وزیر نے بلا بھیجا میں گیا تو امیر اور وزیر موجود تھے کھانا آیا اور دسترخوان پر بہت سے آدمی موجود تھے۔ وزیر نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اُس کے پاس قاضی عیسیٰ اور وزیر فاملداری اور وزیر عمر دھری یعنی سپہ سالار موجود تھے۔ خشکہ اور مرغ بریاں اور مکھن اور فلیع گوشت اور کیلوں کی بھجیاں دسترخوان پر رکھی گئی۔ کھانا کھانے کے بعد یہ لوگ ناریل کا شہد جس میں خوشبوئیں ملی ہوئی ہیں پیتے ہیں جس سے کھانا بآسانی ہضم ہو جاتا ہے۔ وزیر اپنے گھر واپس گیا میں بھی اُس کے ساتھ تھا۔ ہم بیت المال کے ایک باغ میں سے گزرے، وزیر نے کہا میں نے یہ باغ تجھ کو دیا۔ یہاں تیرے رہنے کے لیے ایک گھر بنوا دوں گا میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی۔

ایک مرھٹی کنیز کے مقابلے میں مالدیپی کنیز میں نے رد کر دی

دوسری دن میرے لیے ایک کنیز بھیج دی اور کہلا بھیجا کہ یہ کنیز تجھے پسند ہو تو رکھ لے ورنہ ایک اور مرہٹی کنیز بھیج دی جائے گی۔ مرہٹی کنیزیں مجھے بہت پسند تھیں میں نے کہا مرہٹی کنیز بھیج دو۔ وزیر نے بھیج دی۔ اس کا نام گل بستان تھا وہ فارسی بول سکتی تھی۔ دوسرے دن ایک معبری کنیز میرے پاس بھیج دی، جس کا نام عنبری تھا۔ تیسری رات نماز عشا کے بعد وزیر اپنے چند مصاحبوں کے ہمراہ میرے مکان پر آیا دو چھوٹے چھوٹے غلام اُس کے ساتھ تھے۔ میں نے سلام کیا اُس نے میرا حال احوال دریافت کیا میں نے دعا کی اُس کے بعد ایک غلام نے ایک بقچہ (بقشہ) سامنے رکھ دیا اور اس میں سے ریشمی کپڑے نکالے اور ایک ڈبہ نکالا جس میں موتی اور زیورات تھے وہ سب مجھے دے دیے اور کہا کہ اگر یہ چیزیں میں کنیزوں کے ساتھ بھیجتا تو وہ جانتیں ہمارا مال ہے ہمارے آقا نے یہ مال عطا کیا ہے اب یہ تیرا مال ہے تو اپنی طرف سے اُن کو دے دے میں نے اس کے حق میں دعائے نیک کی اور شکریہ ادا کیا کیونکہ وہ شکریہ کا مستحق تھا۔

دہلی سے زیادہ مالدیپ میں ٹھاٹھ اور رنگ رلیاں

وزیر سلیمان امیر البحر نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں اُس کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرلوں۔ میں نے وزیر جمال الدین سے اجازت طلب کی تو اُس نے ناراضی ظاہر کی اور کہلا بھیجا کہ میں خود اپنی بیٹی جو سلطان شہاب الدین کی بیوہ ہے[1]، تجھے دینا چاہتا ہوں۔ عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کردوں گا۔ میں نے انکار کیا کیونکہ میں منحوس سمجھتا تھا۔ دو خاوند اُس کے پہلے مرچکے تھے اور اسی اثنا میں مجھے بھی بخار آنے لگا۔ اس جزیرہ میں جو نیا مسافر وارد ہوتا ہے اُس کو بخار ہونا لازم ہے۔ اس لیے میں نے سفر کا ارادہ پختہ کیا۔ بعض زیورات میں نے کوڑیوں کے عوض فروخت کر ڈالے اور بنگالہ جانے کے لیے ایک جہاز بھی کرایہ کرلیا۔ وزیر کا ارادہ تھا کہ میں نہ جاؤں۔ اُس نے اپنا ایک مصاحب میرے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تو ہمارے پاس ٹھیرا رہے تو جو چاہے وہ تیرے واسطے حاضر کردیں۔

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اس وقت اُن کی حکومت میں ہوں اگر خوشی سے رہنا منظور کرلوں تو اس سے بہتر ہوگا کہ مجبور کیا جاؤں میں نے کہا کہ اچھا میں ٹھیر جاتا ہوں اُس نے جاکر وزیر سے کہا وزیر سن کر بہت خوش ہوا اور مجھے بلا بھیجا۔ میں نے کہا کہ اگر تم مجھے ٹھیرانا چاہتے ہو تو چند شرائط پیش کرتا ہوں وزیر نے کہا کہ ہم کل شرائط منظور کریں گے بیان کر۔ میں نے کہا میں پیدل نہیں چل سکتا اور اس ملک کا دستور ہے کہ سوا وزیر کے کسی شخص کو گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہیں۔

وزیر نے کہا کہ اگر ڈولہ پر سوار ہونا چاہتے ہو تو ڈولہ موجود ہے۔ ورنہ گھوڑا یا گھوڑی جو پسند ہو لے لو میں نے ایک گھوڑی پسند کی اسی وقت حاضر کی گئی اور ایک خلعت بھی لائے۔

خواہ کسی سے بھی ہو شادی ہر حالت میں منظور

شوال کی دوسری تاریخ کو وزیر سلیمان امیر البحر سے اُس کی لڑکی کی بابت گفتگو ہوئی اُس نے کہا کہ آج نکاح ہوجائے۔ میں نے وزیر سے کہلا بھیجا کہ اُس کے محل میں اُس کے روبرو نکاح پڑھا جائے وزیر نے منظور کرلیا۔ پان اور صندل لایا گیا اور لوگ بھی جمع ہوگئے۔ لیکن وزیر سلیمان کو دیر ہوگئی کہلا کر بھیجا تو کہا آتا ہوں پھر نہ آیا۔ دوسری دفعہ آدمی بھیجا تو اُس نے کہلا بھیجا کہ اُس کی لڑکی ہے۔ وزیر نے

---

[1] یہ لڑکی بالغ ہونے سے پہلے بیوہ ہوگئی تھی۔

وزیر نے میرے کان میں کہا کہ لڑکی نہیں مانتی اور وہ اپنے نفس کی مالک ہے لیکن لوگ جمع ہو گئے ہیں اگر تمہاری مرضی ہو تو ملکہ کے باپ کی بیوہ سے تمہارا نکاح کر دیں جس کی بیٹی کے ساتھ میرے بیٹے کا نکاح ہوا ہے میں نے کہا اچھا وزیر نے اُسی وقت قاضی کو اور گواہوں کو بلوایا اور نکاح ہو گیا۔ وزیر نے میری طرف سے مہر ادا کیا اور چند روز کے بعد وہ میرے گھر آ گئی نہایت نیک عورت تھی پہلے ہی روز اُس نے میرے بدن پر خوشبو ملی اور میرے کپڑوں کو خوشبو کی دھونی دی اور وہ ہمیشہ ہنستی رہتی تھی۔ کبھی رنج اُس کے چہرے پر معلوم نہیں ہوتا تھا۔

قاضی کا منصب، ایک کے بعد دوسری اور پھر مسلسل شادیاں

اس نکاح کے بعد وزیر نے مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا۔ جب میں قاضی ہوا تو میں نے رسومات شرع کے قائم کرنے میں کوشش کی۔ اس جزیرے میں ہمارے ملک کی طرح بہت مقدمات اور تنازعے نہیں ہوتے اس ملک میں دستور تھا کہ طلاق کے بعد بھی عورت مطلقہ اپنے پہلے خاوند کے گھر اُس وقت تک رہتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ میں نے ایسے پچیس آدمی اپنے روبرو طلب کیے اُن کو دُرّے لگائے۔ اور تشہیر کیا اور عورتوں کو اُن کے گھر سے نکلوا دیا۔ نماز کی پابندی میں بھی میں نے سختی کی اور حکم دیا کہ جمعہ کی اذان کے بعد جو کوئی شخص بازار یا کوچہ میں ملے اسے پکڑ لو۔ اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں اور تمام جزیروں میں اسی طرح کے حکم جاری کیے۔ عورتوں کو کپڑے پہننے کا حکم دیا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے دوسرا نکاح کیا وہ بھی ایک بڑے وزیر کی بیٹی تھی۔ اس وزیر کا دادا سلطان داؤد شنورازہ کا نواسہ تھا اور اُس کے بعد سلطان شہاب الدین کی بیوہ سے بھی میں نے نکاح کیا اور اُس باغ میں جو وزیر نے مجھے دے دیا تھا میں نے تین مکان بنائے اور چوتھی بیوی جو وزیر عبداللہ کی بیٹی تھی اپنے گھر میں علیحدہ رہتی تھی وہی مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی۔ جب میں نے یہ رشتے طے کر لیے تو وزیر اور کل اہل جزیرہ مجھ سے خوف کرنے لگے اور انہوں نے وزیر سے میری چغلیاں کھانی شروع کیں۔ زیادہ تر اہتمام اس کام میں وزیر عبداللہ نے کیا اور آخر کار ہمارے درمیان بغض پیدا کرا دیا۔

اتفاق سے ایک روز سلطان جمال الدین کے ایک غلام کی شکایت اُس کی عورت نے وزیر سے کی کہ یہ غلام بادشاہ کی ایک لونڈی سے زنا کرتا ہے۔ وزیر نے گواہ بھیجے وہ اُس لونڈی کے مکان میں جا گھسے اور دیکھا کہ غلام اور لونڈی ایک بستر پر سوئے ہوئے ہیں انہوں نے دونوں کو گرفتار

کرلیا۔ جب صبح ہوئی اپنی کچہری میں جا بیٹھا پھر میرے پاس وزیر نے ایک وزیر کو بھیجا کہ کل رات کو ایسا ایسا واقعہ ہوا اُس میں جو شرعی حکم ہو وہ نافذ کر۔ میں نے حکم دیا کہ ان دونوں کو ایک طرف لیجاکر اُن کے دُرّے لگاؤ۔ عورت کو میں نے چھوڑ دیا اور غلام کو قید کرلیا اور اپنے گھر چلا آیا۔ وزیر نے میرے پاس چند بڑے بڑے امیر بھیجے اور سفارش کی کہ غلام کو بھی چھوڑ دیا جائے میں نے کہا کہ کیا وزیر ایک زنگی غلام کی سفارش کرتا ہے جس نے کہ اپنے آقا کی عزت کا خیال نہ کیا۔ میں نے حکم دیا کہ غلام کے بید لگائے جائیں۔ بید دُرّے سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور اُس کی گردن میں رسّی ڈال کر تمام جزیرہ میں تشہیر کیا۔

امیروں نے جاکر وزیر سے کہا وہ غصہ سے جل کر کبھی اُٹھتا تھا کبھی بیٹھتا تھا اُس وقت وزیر نے تمام وزیروں اور فوج کے سرداروں کو جمع کیا اور مجھے بھی بلوایا۔ میں گیا اور دستور کے برخلاف اُس کی تعظیم ادا نہ کی فقط سلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے حاضرین سے کہا کہ تم گواہ رہو میں نے آج سے استعفیٰ دیا اور اپنے تئیں معزول کردیا کیونکہ میرا حکم نہیں چل سکتا۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی۔ وزیر محل میں چلا گیا اور میرے پاس معزول قاضی کو بھیجا۔ یہ شخص بڑا زبان آور تھا اُس نے آکر مجھ سے کہا کہ وزیر نے کہا ہے کہ تو نے میری توہین بھرے دربار میں کی اور تعظیم ادا نہ کی میں نے کہا جب تک میرا دل صاف تھا تعظیم کرتا تھا اور جب صفائی نہ رہی تو میں نے تعظیم نہ کی۔ قاضی میرے پاس دوسری دفعہ آیا اور کہا کہ تیرا مطلب جزیرہ سے چلے جانے کا ہے اگر تو اپنا قرضہ اور عورتوں کا مہر ادا کردے تو چلا جا۔ میں نے کہا بہت اچھا میں اپنے گھر گیا اور کل قرضہ ادا کردیا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ میں نے کل قرضہ بھی ادا کردیا تو سفر کی اجازت دینے میں دیر کی۔ میں نے سخت قسمیں کھالیں کہ ہرگز نہ ٹھیروں گا اور اپنا کل اسباب لے کر ایک مسجد میں چلا گیا۔ ایک عورت کو طلاق دے دی اور دوسری حاملہ تھی اُس کے لیے نو مہینے کی میعاد مقرر کی اگر میں اس میعاد میں نہ آؤں تو اُس کو اختیار ہے۔ سلطان شہاب الدین کی بیوہ کو اپنے ساتھ لیا کہ جزیرہ ملوک میں اُس کا باپ رہتا ہے وہاں چھوڑ جاؤں گا اور اپنی پہلی بیوی جس کی بیٹی ملکہ کی بہن تھی اُس کو بھی ساتھ لیا۔

بغاوت کی سازش ابنِ بطوطہ کی طرف سے

وزیر سپہ سالار اور وزیر امیر البحر کے ساتھ میں نے یہ عہد و پیمان لیا کہ میں معبر کے ملک میں جاتا ہوں وہاں کا بادشاہ میرا ساڑھو ہے اس کا لشکر میں ان جزیروں میں لاؤں گا اور ان جزائر کو

پھر دوبارہ اُس کے زیر حکومت کر دوں گا اور اُس کا نائب ہو کر میں رہوں گا۔ میں نے یہ علامت مقرر کی کہ جس وقت ہم جہازوں میں سفید جھنڈا کھڑا کریں تو جزیرہ کے اندر بغاوت کر دینا اور یہ بات اُس وقت تک میرے دل میں نہ گذری تھی جب تک ہمارا کھلم کھلا بگاڑ نہ ہو گیا۔

پھر میرے پاس وزیر اور امیر آئے۔ انہوں نے درخواست کی کہ میں واپس چلوں میں نے کہا کہ میں حلف کر چکا ہوں اس لیے لاچار ہوں انہوں نے کہا کہ حلف تو اُتر سکتی ہے تم ایک دفعہ یہاں سے چلے جاؤ اور پھر کسی جزیرے سے واپس آجاؤ میں نے کہا اچھا منظور ہے۔ سفر کی رات کو میں وزیر کے پاس رخصت ہونے گیا وہ مجھ سے گلے لگ کر ملا اور رونے لگا اُس کے آنسو میرے قدموں پر پڑتے تھے اور اُس روز تمام رات خود جزیرہ کی محافظت کرتا رہا کہ کہیں میرے خسرو داماد میرے ساتھ مل کر بغاوت نہ کریں۔ میں وہاں سے چل کر وزیر علی کے جزیرہ میں پہنچا وہاں پہنچ کر میری عورت کے سخت درد اُٹھا اور اُس نے واپس جانے کی خواہش کی میں نے اُس کو طلاق دے کر وہیں چھوڑ دیا اور وزیر کو اس مضمون کا خط بھیجا کہ دوسری عورت کو بھی میں نے طلاق دے دی اور پہلے جو میعاد نو ماہ کی مقرر کی تھی وہ منسوخ کر دی اپنے ساتھ فقط ایک لونڈی لی جس کے ساتھ محبت تھی[1]۔

مالدیپ سے رخصت، چلتے چلتے دو اور شادیاں

اُس کے بعد اقلیم ان تمام جزیروں میں پھرا ان جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں مَیں نے ایک چھاتی والی عورت دیکھی۔ اُس کی دو بیٹیاں تھیں ایک تو ایک چھاتی والی تھی اور دوسری کے دو چھاتیاں تھیں۔ ایک چھوٹی ایک بڑی۔ بڑی چھاتی میں دودھ تھا اور چھوٹی میں دودھ نہیں تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ ایک جزیرہ بہت چھوٹا تھا اُس میں فقط ایک گھر تھا وہ جولاہا کا کام کرتا تھا اُس کی عورت کے بچے تھے۔ ناریل کے درخت لگائے ہوئے تھے اور ایک چھوٹی سی کشتی اُس کے پاس تھی اُس میں بیٹھ کر مچھلی کا شکار کرتا تھا اور کہیں جانا ہوتا تھا تو اُس میں سفر کیا کرتا تھا۔ میں نے اس جولاہے کی زندگی پر رشک کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ جزیرہ مجھے مل جائے تو میں گوشہ نشین ہو جاؤں اور وہیں پیوند خاک ہو جاؤں۔

پھر ہم جزیرہ ملوک میں پہنچے وہاں ناخدا ابراہیم کا جہاز تھا جس میں مَیں نے معبر جانے کا

---

[1] بیوی سے زیادہ یہ خوش قسمت تھی۔

ارادہ کیا تھا۔ ناخدا کے ساتھ اُس کے ہمراہی بھی تھے انہوں نے میری دعوت کی۔ میں اس جزیرہ میں ستر دن تک ٹھیرا رہا اور وہاں دو عورتوں سے شادی کی۔ جزیرہ اس قدر سرسبز ہے کہ درخت سے شاخ توڑ لو اور زمین یا دیوار میں گاڑ دو تو اُس کے پتے نکل آتے ہیں اور درخت بن جاتا ہے۔ انار اس جگہ بارہ مہینے پھل دیتا ہے۔ پھر ہم جزیرہ محل کی طرف واپس گئے۔

لنکا

راون کے ملک میں داخلہ

ان جزیروں سے معبر کا فاصلہ فقط تین دن کا ہے۔ لیکن ہم نو دن سفر کرتے رہے۔ اور نویں دن سیلان[1] کے جزیرہ میں جا نکلے۔ سراندیپ کا پہاڑ جس کی چوٹی آسمان میں گھسی ہوئی تھی دکھائی دیا وہ دور سے ایسا نظر آتا تھا کہ گویا دھوئیں کا ستون ہے۔ جب ہم پہنچے تو جہاز والوں نے کہا کہ یہ بندرگاہ اُس راجہ کا نہیں جہاں تاجر لوگ بلا خوف و خطر جا سکتے ہیں بلکہ یہ شہر ڈاکوؤں کے سردار کا ہے اس کے جہاز سمندر میں غارت گری کرتے پھرتے ہیں ہم نے وہاں لنگر ڈالنے سے خوف کیا۔ لیکن ہوا تیز ہو گئی تھی اور ہمیں غرق ہونے کا خوف تھا۔ میں نے ناخدا سے کہا مجھے ساحل پر اُتار دے۔ میں اس راجہ سے تیرے لیے امان لے آتا ہوں۔ اُس نے مجھے کنارے پر اُتار دیا۔ میرے پاس کافر آئے اور کہا تم کون ہو میں نے کہا میں بادشاہ معبر کا ہم زلف ہوں اور راجہ سے ملنے آیا ہوں اور اس جہاز میں راجہ کے لیے تحفے بھرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جا کر راجہ کو خبر کی اُس نے مجھے بلا بھیجا اور میں بُطالہ[2] کے شہر میں اُس سے ملنے کے لیے گیا یہ اُس راجہ کا پایہ تخت ہے اور چھوٹا سا شہر ہے اُس کے گردا گرد لکڑی کی فصیل ہے اور لکڑی ہی کے برج ہیں اور سمندر کے تمام کنارے پر دار چینی کی لکڑی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ یہ لکڑی

---

[1] سیلون۔

[2] اس کا نام چیلام ہے۔

سمندر میں بہہ کر آجاتی ہے معبر اور مالابار کے لوگ یہ لکڑیاں مفت لے جاتے ہیں۔ لیکن راجہ کو کپڑا وغیرہ بطور نذرانہ کے دیا کرتے ہیں معبر اور اس ملک کے درمیان فقط ایک دن اور ایک رات کا راستہ ہے۔ اس ملک میں بقم کی لکڑی بھی بہت ہوتی ہے اور عود ہندی بھی جس کو کلنجی کہتے ہیں بکثرت ہوتا ہے۔

راجہ سیلان کی مجھ پر نوازشیں اور عنایتیں

جب میں راجہ کے پاس گیا تو وہ میری تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اپنے برابر مجھے بٹھا لیا اور مجھ سے نرمی اور مہربانی کی باتیں کیں اور یہ بھی کہا کہ تمہارے ہمراہی بے خوف و خطر جہاز سے اتریں اور جب تک ٹھیریں گے میرے مہمان ہوں گے کیونکہ بادشاہ معبر کی اور میری دوستی ہے۔ میں اس کے پاس تین دن تک ٹھیرا۔ ہر روز پہلے روز سے زیادہ تعظیم اور تکریم ہوئی۔ وہ فارسی زبان سمجھتا تھا۔ جب میں نے اس کو تمام ملکوں اور شہروں کا احوال سنایا تو بہت خوش ہوا۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا اس کے پاس بہت اچھے اچھے موتیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا کیونکہ اس کے علاقہ میں غوطہ خور سمندر میں سے موتی نکالتے ہیں۔ پرکھنے والے اچھے اچھے موتی علیحدہ کرتے جاتے تھے اس نے کہا کہ تم نے بھی کبھی کہیں موتی نکلتے دیکھے ہیں میں نے کہا ہاں جزیرہ قیس اور جزیرہ کش میں جس کا حاکم ابن السواعی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے بھی سنا ہے۔

پھر اس نے چند دانے اٹھائے اور کہا کیا وہاں اس قدر بڑے بڑے موتی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں وہ چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا یہ دانے میں نے تم کو دیے۔ مجھ سے کہا کہ شرم نہ کرو جو کچھ تمہیں درکار ہو مجھ سے طلب کرو۔ میں نے کہا میری غرض یہاں آنے سے یہ تھی کہ میں قدم شریف کی زیارت کروں سیلان میں آدم کو بابا اور حوا کو ماما کہتے ہیں۔ راجہ نے کہا کہ میں تیرے ساتھ آدمی کر دوں گا وہ تجھے پہنچا دیں گے یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ میں نے کہا یہ جہاز جس میں میں آیا ہوں اس کو معبر کے راستے میں کوئی مزاحم نہ ہو اور جب واپس آؤں مجھے تم اپنے جہازوں میں پہنچا دینا۔ اس نے کہا اچھا۔

جب میں نے جہاز والے سے یہ کہا تو اس نے کہا کہ میں بغیر تیرے نہیں جاؤں گا، اگر تو برس دن میں واپس آئے گا تو میں ٹھیرا رہوں گا، میں نے راجہ سے کہا اس نے کہا جب تک تو واپس آوے جہاز جہاں پر ٹھیرا ہے اور کل اہل جہاز ہمارے مہمان رہیں۔ راجہ نے مجھے ایک

ڈولہ دیا اور غلام دیے جو مجھے ڈولہ میں اٹھا کر لے جاتے تھے اور چار جوگی میرے ساتھ کیے جو ہر سال قدم کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور تین برہمن اور دس اپنے اہلکار اور پندرہ آدمی میرا زاد راہ اُٹھانے کے لیے میرے ساتھ کیے پانی اس رستہ میں بکثرت ہوتا ہے پہلے دن ہم ایک دریا پر پہنچے اور بید کی چھڑیوں سے بنی ہوئی کشتی میں اُس دریا کو عبور کیا۔ وہاں سے ہم منار مندلی پہنچے یہ ایک اچھا خاصا شہر ہے اور اس راجہ کی عملداری کی حد پر واقع ہے وہاں راجہ کے اہلکاروں نے ہماری دعوت کی وہ ضیافت میں گاؤ میش کے کٹڑے جن کو جنگل سے شکار کرتے ہیں اور زندہ پکڑ لاتے ہیں اور چاول اور گھی اور مچھلی اور مرغیاں اور دودھ دیتے ہیں۔ اس شہر میں سوا ایک خراسانی کے اور کوئی مسلمان نہ تھا جو بسبب مریض ہونے کے راستہ میں ٹھیر گیا تھا وہ بھی ہمارے ساتھ ہو لیا۔

ایک مردِ مومن کے کارنامے

پھر ہم بندر سلاوات میں پہنچے یہ چھوٹا سا شہر ہے۔ اُس کے بعد جنگل میں آئے جن میں پانی بکثرت تھا اور ہاتھی بھی رہتے تھے۔ لیکن یہ ہاتھی پردیسیوں اور زائروں کو کچھ تکلیف نہیں دیتے اور یہ سب شیخ عبداللہ بن خفیف کی برکت ہے۔ شیخ موصوف نے اوّل اوّل یہ راستہ دریافت کیا تھا ورنہ وہاں کے کافر اس راستہ سے مسلمانوں کو جانے سے روکتے تھے اور اُن کو تکلیف دیتے تھے نہ اُن کے ساتھ کھاتے تھے نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچتے تھے انہی کی وجہ سے کافر مسلمانوں کی تعظیم کرتے اور اپنے گھروں میں اُن کو ٹھیراتے ہیں اور اُن کے ساتھ کھانا کھا لیتے ہیں اور اپنے اہل و عیال اور بال بچوں میں اُن کو اطمینان کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں کچھ فکر نہیں کرتے اور وہ اب تک شیخ عبداللہ خفیف کی نہایت تعظیم کرتے اور اُن کو شیخ کبیر کہتے ہیں۔

کنکار، سنگِ یاقوت کی چٹانیں، عجیب عجیب مشاہدات

اس کے بعد ہم شہر کنکار میں پہنچے۔ یہ سلان کے سب سے بڑے راجہ کا دارالخلافہ ہے۔ یہ پہاڑ ایک گھاٹی میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک دریا پر واقع ہے دریا کا نام دریائے یاقوت ہے کیونکہ اس میں سے یاقوت ملتا ہے۔

شہر کے باہر شیخ عثمان شیرازی کی مسجد ہے اس شہر کا راجہ اور یہاں کے لوگ اُس کی قبر کی زیارت کو آتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس شہر کے راجہ کو کنار کہتے ہیں۔ اس کے ہاں

ایک سفید ہاتھی ہے میں نے سوا اس ہاتھی کے دنیا میں سفید ہاتھی نہیں دیکھا۔ یہ راجہ تہوار کے دن اس پر سوار ہوتا ہے اور اُس کے سر پر بڑے بڑے یاقوتوں کا ہار باندھتا ہے وہ یاقوت جس کو بہرمان کہتے ہیں اس شہر میں ہوتا ہے۔ بعض یاقوت تو دریا سے نکلتے ہیں اور بعض کھود کر نکالتے ہیں جزیرہ سیلان میں یاقوت سب جگہ نکلتا ہے۔ جو شخص یاقوت نکالتے ہیں زمین کا ایک ٹکڑا خرید لیتے ہیں اور یاقوت تلاش کرتے ہیں جہاں کہیں سفید شاخدار پتھر نکلتا ہے تو اس کے اندر یاقوت ہوتا ہے اس پتھر کو سنگ تراشوں کے پاس لے جاتے ہیں وہ تراش کر یاقوت کو بیچ میں سے نکال لیتے ہیں بعض یاقوت سرخ ہوتا ہے بعض زرد اور بعض نیلا ہوتا ہے۔ نیلے یاقوت کو نیلم کہتے ہیں۔ یہ دستور ہے کہ جو یاقوت مالیت میں سو فنم سے زیادہ ہو وہ راجہ کا ہوتا ہے راجہ اُس کی قیمت دے کر خرید لیتا ہے اور جو اُس قیمت سے کم کا ہو وہ یاقوت والا اپنے پاس رکھتا ہے۔ سو فنم چھ طلائی دینار کے برابر ہوتے ہیں۔

سیلان میں عورتیں رنگ رنگ کے یاقوت کے ہار پہنتی ہیں اور ہاتھوں اور پاؤں میں بھی اُسی کے کنگن اور جھانجن پہنتی ہیں۔ اور راجہ کی کنیزیں یاقوتوں کی جالی (شبکہ) بنا کر سر پر رکھتی ہیں سفید ہاتھی کے سر پر سات یاقوت ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک مرغی کے انڈے سے بڑا ہے راجہ ایری شکردرتی کے پاس میں نے ایک پیالی یاقوت کی دیکھی، جو کف دست کے برابر تھی اور اس میں عود کا تیل رکھا ہوا تھا۔ میں تعجب کرنے لگا تو اس نے کہا کہ ہمارے پاس اس سے بھی بڑے یاقوت ہیں۔

کنکار سے چل کر ہم ایک غار میں پہنچے اُس کو استاد محمود لوری کا غار کہتے ہیں یہ شخص ولی تھا اور اُس نے یہ غار پہاڑ کے اوپر ایک چھوٹے سے چشمے کے قریب بنایا تھا۔ وہاں سے چل کر ہم ایک دریا پر پہنچے جس کو خور بوزنہ یعنی بندروں کا دریا کہتے ہیں۔ اس پہاڑ میں بندر بہ کثرت ہیں وہ سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں اور اُن کی دُمیں لمبی لمبی ہوتی ہیں اور نر کے ڈاڑھی بھی ہوتی ہے۔ شیخ عثمان اور اُن کے بیٹے نے اور اُن کے علاوہ اور آدمیوں نے بھی ذکر کیا کہ ایک بندر ان میں مقدم ہوتا ہے اُس کو بادشاہ کے طور پر مانتے ہیں۔

پھر ہم دریائے خیرزان (بید) پر پہنچے۔ پھر ہم ایک جگہ پہنچے جس کو "بڑھیا کا گھر" کہتے ہیں اس کے آگے آبادی نہیں ہے اُس کے آگے بابا طاہر کا غار آتا ہے جو ایک ولی تھے۔

لے کنکور مراد ہے۔

کوہ سراندیپ

اڑنے والی جونک، غار، قدم شریف

اُس کے آگے سبیک کا غار آتا ہے۔ سبیک ایک راجہ تھا وہ دُنیا ترک کر کے اس غار میں آ رہا تھا یہاں ہم نے اُڑنے والی جونک دیکھی وہ پانی کے قریب جو درخت یا گھاس ہو وہیں بیٹھی رہتی ہے جب کوئی انسان قریب جاتا ہے تو کود کر چمٹ جاتی ہے اور جہاں چمٹتی ہے وہاں سے بہت سا خون چوس لیتی ہے۔ لوگ لیموں تیار رکھتے ہیں وہ نچوڑ دیتے ہیں۔ جونک گر پڑتی ہے پھر ہم ہفت غار کی طرف گئے پھر عقبہ اسکندریہ کی طرف پھر غار اصفہانی کی طرف پھر چشمہ کی طرف وہاں ایک غیر آباد قلعہ ہے اُس کے نیچے ایک دریا بہتا ہے جس کو غوطہ گاہ عرفان کہتے ہیں وہاں ایک غار ہے جس کو غار نارنج کہتے ہیں اور ایک دوسرا غار ہے اُس کو راجہ کا غار کہتے ہیں اُس کے پاس پہاڑ کا دروازہ ہے جس کو جبل سراندیپ کہتے ہیں یہ پہاڑ دُنیا کے بلند پہاڑوں میں سے ہے[1]۔ ہم نے اس کو سمندر میں سے دیکھا تھا حالانکہ وہ ساحل سے نو منزل ہے۔ جب ہم اُس کے اوپر چڑھے تو بادل نیچے نظر آتے تھے۔ اس پہاڑ میں ایسے بہت سے درخت ہوتے ہیں، جن کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور رنگ برنگ کے پھول نکلتے ہیں۔ سُرخ گلاب کا پھول ہتھیلی کے برابر ہوتا ہے لوگوں کا گمان ہے کہ اُس پھول میں اللہ اور محمدؐ کا نام قلم قدرت سے لکھا ہوا ہوتا ہے۔

اس پہاڑ سے قدم تک جانے کے دو راستے ہیں ایک کو بابا کا رستہ کہتے ہیں اور دوسرے کو ماما کا یعنی آدم اور حوّا کے رستے۔ ماما کا رستہ آسان ہے لیکن بابا کا رستہ بڑا دشوار گذار ہے اور اس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ پہاڑ میں سیڑھیاں کھُدوا رکھی ہیں جن پر چڑھتے ہیں۔

---

[1] بلندی ۷۴۲۰ فٹ

اور ان میں لوہے کی میخیں گاڑ کر اُن سے لوہے کی زنجیریں لٹکائیں ہیں تاکہ چڑھنے والا چڑھتا جائے پکڑتا جائے یہ دس زنجیریں ہیں۔ دسویں زنجیر سے لے کر غارِ خضر تک سات میل کا فاصلہ ہے وہ ایک وسیع میدان میں واقع ہے اُس کے پاس پانی کا ایک چشمہ ہے وہ بھی خضر کی طرف منسوب ہے۔ غارِ خضر میں سب زائر جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے چھوڑ جاتے ہیں اور دو میل اوپر جہاں قدم ہے چڑھتے ہیں۔ یہ قدم[1] باوا آدم کے پاؤں کا نشان ایک سخت سیاہ پتھر میں ہے۔ جو سطح سے اونچا ہے اور میدان میں پڑا ہوا ہے قدم مبارک پتھر میں گھس گیا تھا اور اس کا نشان ہو گیا تھا اس کی لمبائی گیارہ بالشت ہے پہلے یہاں اہلِ چین آتے تھے وہ انگوٹھے کی جگہ پتھر میں سے توڑ کر لے گئے اور شہر زیتون میں ایک مندر میں اُس کو جا رکھا، ہندو زائر اُس میں سونا اور یاقوت اور موتی بھر جاتے ہیں اسی لیے فقیر جب غارِ خضر میں پہنچتے ہیں تو جلدی کر کے سب سے پہلے پہنچتے ہیں تاکہ جو کچھ ہو لے لیں۔ ہم جب آئے تو بہت تھوڑا سا سونا اور جواہرات اُس میں تھے وہ ہم نے اپنے بدرقہ کو دے دیا۔ دستور یہ ہے کہ زائر لوگ غارِ خضر میں تین دن تک ٹھیرتے ہیں اور تین دن برابر صبح اور شام قدم کی زیارت کو آتے ہیں ہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

تین روز کے بعد ہم ماما حوّا کے رستے واپس ہوئے۔ راستے کے گاؤں اور منزلیں پہاڑ میں ہیں۔ پہاڑ کی جڑ کے قریب درخت رواں ہے یہ ایک بڑا درخت ہے اُس کے پتے نہیں گرتے۔ اس درخت کے پتوں کی بابت جوگی بہت سی جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں کہتے ہیں جو کوئی اس کا یہ پتہ کھالے تو پھر سے جوان ہو جاتا ہے خواہ بوڑھا پھوس ہی کیوں نہ ہو۔ اس پہاڑ کے نیچے وہ دریا ہے جس میں سے یاقوت نکلتا ہے اُس کا پانی بالکل نیلا نظر آتا ہے۔

وہاں سے چل کر ہم دو دن میں دین ور پہنچے یہ شہر بہت بڑا ہے اور سمندر کے کنارے پر ہے اُس میں سوداگر رہتے ہیں اور بت جس کا نام دینور ہے ایک بڑے بتخانہ میں رکھا ہے اُس میں تین ہزار کے قریب برہمن اور جوگی رہتے ہیں اور پانسو ہندوؤں کی بیٹیاں ہیں جو اس کے سامنے ناچتی اور گاتی ہیں، اِس شہر کا کل محصول بتخانہ کے لیے معاف ہے بُت سونے کا بنا ہوا اور قدِ آدم ہے اُس کی آنکھوں کی جگہ دو بڑے بڑے یاقوت لگے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ وہ

---

[1] یہ قدم شریف، بدھوں کے نزدیک مہاتما بدھ کا، ہندوؤں کے ہاں شیوجی کا، اور مسلمانوں کے خیال میں حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔

رات کو قندیل کی مانند روشنی دیتے ہیں۔ پھر ہم شہر قالی (دگالی) میں پہنچے یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے دینور سے چھ فرسنگ کے فاصلے پر ہے اس میں ایک مسلمان ناخدا ابراہیم رہتا ہے اس نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد کلنبو[1] کی طرف چلے سراندیپ میں یہ شہر سب سے بڑا ہے اور خوبصورت ہے اور اس کے راجہ کا وزیر جو حاکم بحر ہے اور جالستی کہلاتا ہے رہتا ہے اس کے ساتھ پانچ سو حبشی رہتے ہیں۔ وہاں سے چل کر تین دن کے بعد ہم بطالہ میں پہنچے اور وہاں کے راجہ سے جس کا ذکر پہلے کر آیا ہوں ملا۔ ناخدا ابراہیم میرا انتظار کر رہا تھا۔

بلادِ معبر کی طرف کوچ

وہاں کے بادشاہ، باشندے، بحری قزاقوں کا سامنا

پھر ہم معبر[2] کی طرف چلے ہوا بہت تیز ہو گئی اور پانی جہاز میں آنے لگا، ہم پتھروں میں جا پہنچے قریب تھا کہ جہاز پتھروں سے ٹکرا کر ٹوٹ جائے پھر ہم ایک چھوٹی سی کھاڑی میں چلے گئے۔ جہاز بیٹھنے لگا اور موت سامنے نظر آنے لگی لوگوں کے پاس جو کچھ تھا انہوں نے پھینک دیا اور وصیت کرنے لگے۔

ہم نے جہاز کے مستول کاٹ کر پھینک دئے اور جہاز والوں نے لکڑی کی ایک کشتی بنائی خشکی وہاں سے دو فرسنگ تھی میں نے بھی کشتی میں اترنے کا ارادہ کیا دو لونڈیاں اور ہمراہی میرے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ تو ہم کو کہاں چھوڑتا ہے میں نے کہا کہ تم اور یہ لونڈی چلے جاؤ میں جہاز

---

[1] جسے اب کولمبو کہتے ہیں، سیلون کا دارالحکومت بھی ہے۔

[2] معبر سے مراد ہندوستان کا وہ ساحل ہے جو کارومنڈل اور کرناٹک کے نام سے معروف ہے مالابار، راس کماری پر ختم ہو جاتا ہے، پھر معبر شروع ہوتا ہے جس کی حد تیلور تک ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

ہی میں ٹھہرتا ہوں اُس لونڈی نے کہا میں خوب تیرنا جانتی ہوں کشتی کی ایک رسی پکڑ کر لٹک جاؤں گی اور تیرتی چلی جاؤں گی۔ محمد بن فرحان اور ایک شخص مصری اور ایک لونڈی کشتی میں بیٹھ گئی اور دوسری لڑکی تیرتی ہوئی آئی اور جہاز والوں نے بھی کشتی کی رسیاں باندھلیں اور وہ بھی تیرنے لگے میں نے اپنا بیش قیمت اسباب اور موتی اور عنبر وغیرہ اُن کے ساتھ بھیج دیا اور وہ سب صحیح و سالم کنارہ پر پہنچ گئے کیونکہ ہوا موافق تھی اور میں خود جہاز میں رہا اور جہاز کا مالک بھی بمشکل خشکی تک پہنچ گیا جہاز والوں نے کشتیاں بنانی شروع کیں اُن کے پورا ہونے سے پہلے رات ہوگئی اور پانی جہاز میں چڑھ آیا میں جہاز کے پچھلے حصہ میں جا بیٹھا اور صبح تک وہاں رہا۔

صبح کے وقت کئی ہندو ایک کشتی لے کر آئے اور انہوں نے ہمیں کنارے پر آ تارا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ان کے بادشاہ کا رشتہ دار ہوں وہ بادشاہ کی رعیت تھے انہوں نے فوراً اُس کو لکھا، وہاں ہم تین دن ٹھہرے۔ تین دن کے بعد بادشاہِ معبر کی طرف سے ایک امیر قمر الدین نام چند سواروں اور پیادوں کو لے کر آیا اور دس گھوڑے اور ایک ڈولہ لائے میں اور میرے ہمراہی اور مالکِ جہاز سوار ہوگئے ایک کنیز سوار ہوگئی دوسری کو میں نے ڈولہ میں بٹھا دیا۔ اُس روز ہم ہرکاتو کے قلعہ میں پہنچے اور رات کو وہیں رہے میں نے اپنی کنیز اور غلام اور ہمراہی وہاں ہی چھوڑے دوسرے دن ہم بادشاہ کے کیمپ میں پہنچے۔

معبر کے سلاطین اور ان کے جاہ و جلال کا حال

معبر کا بادشاہ غیاث الدین دامغانی ہے وہ پہلے ملک مجیر بن ابی الرجا کے سواروں میں نوکر تھا اور یہ امیر سلطان محمد تغلق کے خادموں میں سے تھا اُس کے بعد سلطان جلال الدین کے بیٹے امیر حاجی کا ملازم ہوگیا اور اس کے بعد بادشاہ بن بیٹھا پہلے یہ سراج الدین تھا جب بادشاہ بنا تو سلطان غیاث الدین لقب اختیار کیا۔

جب میں کیمپ کے قریب پہنچا تو اُس نے میرے استقبال کے لیے ایک حاجب بھیجا وہ لکڑی کے برج میں بیٹھا ہوا تھا۔ دستور ہے کہ بادشاہ کے روبرو کوئی بے موزہ پہنے نہیں جا سکتا۔ میرے پاس اس وقت موزے نہ تھے ایک ہندو نے مجھے موزہ دیے حالانکہ بہت سے مسلمان موجود تھے میں نے اُس ہندو کی مروت پر تعجب کیا۔ میں بادشاہ کے سامنے گیا۔ مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور قاضی حاجی صدر الزمان بہاء الدین کو بلوایا اور اُس کے قریب تین خیمے مجھے ٹھہرنے

کے لیے اور فرش اور کھانا یعنی چاول اور گوشت بھجوائے۔

مالدیپ پر حملہ کرنے کی ابن بطوطہ کی طرف سے ترغیب

پھر میں بادشاہ کے پاس گیا اور اُس کو مالدیپ میں لشکر بھیجنے کی ترغیب دی اُس نے ارادہ پختہ کر لیا اور جہاز بھی مقرر کر دیے اور وہاں کی ملکہ کے واسطے تحفے اور امیروں اور وزیروں کے واسطے خلعتیں بھی تیار کیں اور مجھے ملکہ کی بہن کے ساتھ اپنا نکاح کرنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور حکم دیا کہ تین جہازوں میں جزیرہ کے محتاجوں کے لیے صدقہ روانہ کیا جائے اور مجھ سے کہا پانچ دن کے بعد واپس آجاؤ۔ امیر البحر خواجہ سرلک نے کہا کہ جزائر مالدیپ کی طرف تین مہینے تک سفر کرنا ممکن نہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ تو پٹن چلا جا اور جب یہ عرصہ منقضی ہو جائے تو دار الخلافہ مترا میں واپس آکر روانہ ہو جانا۔ میں اُس کے پاس ٹھہرا اور اس عرصہ میں میری کنیزیں اور ہمراہی بھی آ ملے۔

قرب و جوار میں ایک راجہ بلال دیو تھا۔ یہ بڑا عظیم الشان راجہ تھا اُس کا لشکر ایک لاکھ کے قریب تھا اس کے ساتھ بیس ہزار مسلمان بھی تھے جن میں سے اکثر چور اور ڈاکو اور بھاگے ہوئے غلام تھے اُس نے معبر پر حملہ کیا اس وقت بادشاہ کے پاس فقط چھ ہزار فوج تھی جن میں سے نصف تعداد تو اچھے سپاہیوں کی تھی اور باقی یوں ہی فضول اور بے سامان تھے۔ شہر کبان کے باہر مقابلہ ہوا معبر کے لشکر نے شکست کھائی اور وہ شہر مترہ دار الخلافہ کو واپس آگئے اور راجہ نے کبان کا محاصرہ کیا یہ شہر بہت بڑا اور مضبوط تھا اُس نے دس مہینے تک اُس کا محاصرہ کیا اور قلعہ والوں کے پاس فقط چودہ دن کی خوراک باقی رہ گئی۔

راجہ نے پیغام بھیجا کہ قلعہ چھوڑ دو تو امان ہے انھوں نے کہا کہ ہم پہلے بادشاہ سے خبر منگا لیں راجہ نے کہا اچھا اسی چودہ دن کے عرصہ میں اجازت منگا لو۔ راجہ نے سلطان غیاث الدین کو لکھا اُس نے جمعہ کے دن وہ خط سب لوگوں کو سنایا حاضرین سُن کر رو دیے اور کہا ہم اپنی جانیں اللہ کے رستہ میں وقف کرتے ہیں کیونکہ اگر راجہ نے وہ شہر لے لیا تو ہمارے شہر پر آئے گا۔ گرفتار ہونے سے تلواروں کے سایہ میں مرنا بہتر ہے۔ اُن میں سے دلیر اور بہادر سب سے آگے بڑھے وہ تعداد میں تین سو کے قریب تھے میمنہ پر سیف الدین بہادر کو کھڑا کیا۔ یہ شخص

بڑا عالم اور پرہیزگار اور بہادر تھا اور میسرہ پر ملک محمد سلحدار کو اور سلطان قلب میں تھا اُس کے ساتھ اس کی تین ہزار فوج تھی اور باقی تین ہزار کو اُن کے پیچھے کیا اور اُن پر اسدالدین کیخسرو فارسی کو سردار بنایا۔ زوال کے وقت سفر شروع کیا۔ دشمن بالکل غافل تھا گھوڑے چراگاہ میں گئے ہوئے تھے۔ اسدالدین نے ناگہاں حملہ کیا۔ راجہ نے سمجھا کہ چور ہیں اس لیے بغیر کسی تیاری کے مقابلہ کے لیے باہر نکلا۔

اتنے میں بادشاہ غیاث الدین بھی جا پہنچا۔ راجہ نے فاش شکست کھائی اور ارادہ کیا کہ سوار ہو کر بھاگ جائے وہ عمر میں اسّی برس کا تھا۔ ناصرالدین نے جو غیاث الدین کا بھتیجا تھا اُس کو پکڑ لیا اور چاہتا تھا کہ اُس کو قتل کرے کیونکہ وہ اُس کو پہچانتا نہ تھا لیکن اُس کے ایک غلام نے کہا کہ یہ راجہ ہے اس لیے ناصرالدین نے اسے قید کر لیا اور اپنے چچا کے پاس پکڑ کر لے آیا۔ بادشاہ نے ظاہر میں اُس کی تعظیم کی اور خراج میں بہت سا مال اور ہاتھی اور گھوڑے لے لیے کیونکہ اُس سے وعدہ کر لیا تھا کہ تجھے چھوڑ دوں گا۔ جب اُس کے پاس کچھ نہ رہا تو ذبح کر ڈالا اور اُس کی کھال کھنچوا کر بھوسہ بھروا کر متراکی فصیل پر لٹکا دی۔ میں نے بھی اسے وہاں لٹکا ہوا دیکھا۔

سلطان غیاث الدین کا انتقال پُر ملال

اب میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میں نے کیمپ سے کوچ کیا اور شہر پٹن[1] میں پہنچا یہ بڑا شہر ہے اس کی بندرگاہ عجیب ہے یہاں ایک بہت بڑا لکڑی کا برج بنا ہوا ہے جو موٹی موٹی لکڑیوں سے بنایا گیا ہے اوپر سے مسقف ہے اور لکڑیوں کا زینہ ہے جب دشمن کا خوف ہوتا ہے جو جہاز بندر میں ہوتے ہیں وہ قریب لگائے جاتے ہیں جہاز والے برج پر چڑھ جاتے ہیں اور دشمن سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔ ایک مسجد بھی پتھر کی بنی ہوئی ہے انگور اور انار بکثرت ہیں۔ وہاں میں شیخ صالح محمد نیشاپوری سے ملا یہ اُن مجذوب فقیروں میں سے ہیں جو اپنے بال بڑھاتے ہیں اور شانوں پہ چھوڑتے ہیں اُس کے پاس سات لومڑیاں تھیں جو فقیروں کے ساتھ کھاتی تھیں اور اُن کے ساتھ بیٹھی رہتی تھیں اور تیس فقیر تھے اُن میں سے ایک کے پاس ایک ہرنی تھی جو شیر کے پاس کھڑی ہو جاتی تھی اور شیر اُس کو کچھ نہیں کہتا تھا۔ میں نے پٹن کے شہر میں قیام کیا۔ سلطان غیاث الدین

---

[1] دریائے کاویری کے کنارے ایک بڑا بندرگاہ تھا، جو بعد میں برباد ہو گیا۔

کے لیے کسی جوگی نے باہ کی گولیاں بنا دی تھیں۔ کہتے ہیں کہ اُس کا ایک جزو فولاد کا برادہ تھا اسے وہ معتاد سے زیادہ کھا گیا اس لیے بیمار ہو گیا اور پتن میں آیا میں اُس سے ملنے گیا۔ میں نے کچھ تحفے نذر کیے اس نے امیر البحر خواجہ سرور کو بلایا اور کہا کہ جو جہاز مالدیپ کے جانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اُن کو کسی اور کام پر مت لگانا اور ارادہ کیا کہ مجھے میرے تحائف کی قیمت ادا کرے میں نے انکار کیا پھر میں اس انکار سے نادم ہوا کیونکہ سلطان مر گیا اور مجھے کچھ نہ ملا۔

مَعبَر کا نیا بادشاہ سُلطان ناصرالدّین

ناصرالدین، بادشاہ کا بھتیجا تھا وہی ولی عہد تھا کیونکہ بادشاہ کے اور کوئی بیٹا باقی نہیں رہا تھا۔ ناصرالدین دہلی میں بادشاہ کا ملازم تھا۔ جب اُس کا چچا معبر کا بادشاہ ہو گیا تو یہ شخص دہلی سے فقیروں کا بھیس بنا کر بھاگ آیا۔ اُس کی تقدیر میں غیاث الدین کے مرنے کے بعد بادشاہ ہونا لکھا تھا جب اُس کی بیعت کی گئی تو شاعروں نے اس کی تعریف میں قصیدے پڑھے اُن کو اُس نے بڑے بڑے صلے دیے۔

یہ شخص بڑا فاضل اور بہادر تھا۔ میرے لیے حکم دیا کہ جو جہاز اُس کے چچا نے جزائر مالدیپ کے لیے نامزد کیے ہیں وہ میرے ساتھ کیے جائیں اسی اثنا میں مجھے وہی بخار ہو گیا جو وبائے مہلک کی طرح پھیلا ہوا تھا میں سمجھا کہ بس اب میں زندہ نہیں رہ سکتا لیکن خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ میں نے آدھ سیر املی گھول کر پی لی اُس سے مجھے تین دن تک دست آتے رہے اور میں اچھا ہو گیا۔ میں نے مترا کو چھوڑنا چاہا اور بادشاہ سے اجازت طلب کی اُس نے کہا کہ تمہارے مالدیپ جانے میں فقط ایک مہینہ رہ گیا ہے یہیں ٹھہرو تاکہ میں اخوند عالم کے حکم کی تعمیل کروں اور جو کچھ تمہارے ساتھ انہوں نے جانے کے لیے نامزد کیا ہے سپرد کر دوں میں نے کہا میں نہیں ٹھہر سکتا۔ پھر اُس نے پتن کے اہلکاروں کو حکم لکھ دیا کہ جس جہاز میں میں جانا چاہوں مجھے لے جائیں میں پتن آیا تو وہاں آٹھ جہاز یمن کے لیے تیار کھڑے تھے میں اُن میں سے ایک جہاز میں بیٹھ گیا۔ رستہ میں ہمیں چار جہاز ملے اُن کے ساتھ ہم نے تھوڑا مقابلہ کیا وہ واپس چلے گئے۔

۱؎ یہ صوبہ مدراس کا شہر مدورا ہے۔

ہم کولم میں پہنچے۔ اب تک مجھ میں مرض کا کچھ بقیہ موجود تھا میں وہاں تین مہینے ٹھہرا۔

دریائی ڈاکوؤں کا حملہ: سب جمع جتھا چھن گئی

پھر ایک جہاز میں بیٹھ کر میں سلطان جمال الدین ہنوری کی طرف چلا۔ ہنور اور فاکنور کے بیچ میں ہم پر ہندوؤں نے حملہ کیا۔ اُن کے پاس بارہ جنگی جہاز تھے سخت لڑائی ہوئی اور ہم مغلوب ہوگئے جو کچھ میرے پاس تھا اور کسی آڑے وقت کے لیے میں نے لگا رکھا تھا سب چھین لیا موتی اور یاقوت جو مجھے راجہ سیلان نے دیے تھے اور میرے کپڑے اور تبرکات جو مجھے اولیاء اللہ نے عطا کیے تھے کچھ نہ چھوڑا فقط میرے بدن پر ایک پاجامہ رہ گیا اسی طرح سے جملہ اہل جہاز کو لوٹ کھسوٹ لیا اور ہمیں ساحل پر اُتار دیا۔

میں کالی کٹ میں واپس آگیا اور ایک مسجد میں داخل ہوا ایک فقیہ نے میرے واسطے کپڑا بھیجا قاضی نے عمامہ بھیجا اور سوداگر نے کچھ اور کپڑا بھیج دیا۔ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ وزیر عبداللہ نے جمال الدین وزیر کی وفات کے بعد ملکہ خدیجہ کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور جس عورت کو میں حاملہ چھوڑ آیا تھا اُس کے لڑکا پیدا ہوا ہے میرے دل میں آیا کہ جزائر مالدیپ میں جاؤں لیکن ساتھ ہی عبداللہ کی عداوت کا خطرہ گزرا میں نے کلام اللہ میں فال دیکھی تو یہ آیت نکلی۔ تتنزل علیہم الملئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا میں اس کو فال نیک دیکھ کر چل پڑا۔

ایک مرتبہ پھر مالدیپ کا سفر، نومولود بیٹا

دس دن کے بعد میں جزائر مالدیپ میں پہنچا اور کنلوس کے جزیرہ میں اُترا اُس کا حاکم عبدالعزیز تھا اس نے میری خاطر مدارت کی اور میری ضیافت کی اور میرے ساتھ ایک کشتی کر دی اُس کے بعد میں ہیلی کے جزیرہ میں پہنچا اس جزیرہ میں ملکہ اور اس کی بہنیں سیر کے لیے آیا کرتی تھیں اور جہازوں میں بیٹھ کر سمندر میں کھیلتی کودتی تھیں اس موقع پر وزیر اور امیر ملکہ کے واسطے تحفے بھیجتے ہیں اور اُس جگہ ملکہ کی بہن اور اُس کا شوہر محمد بن جمال الدین خطیب اور اُس کی ماں جو میری زوجہ تھی موجود تھیں خطیب میرے ملنے کے لیے آیا اور کھانا بھی لایا۔ ایک آدمی نے وزیر عبداللہ کو میرے آنے کی خبر دی اُس نے جزیرہ میں داخل ہونے کے مجھ پر جرمانہ کیا۔ اور میرے بیٹے کو میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے سوچا اُس کا وہیں رہنا بہتر ہوگا میں نے وہ بچہ اُس کی ماں کو

واپس دے دیا پھر میں وہاں سے چل پڑا۔ تینتالیس دن تک جہاز میں چلتے رہے اور بنگالہ میں پہنچے۔

سفر بنگال

بنگال کے شہر، لوگ، عام حالات، ضروریات زندگی کی ارزانی

بنگالہ ایک بہت وسیع ملک ہے چاول بکثرت ہوتا ہے ایسی ارزانی میں نے اور کسی ملک میں نہیں دیکھی، چاول وہاں ایک دینار نقرئی کے پچیس رطل[1] آتے ہیں حالانکہ اس سال گرانی تھی۔

ارزانی کی انتہا: میں نے ایک کنیز خریدی

دودھ والی بھینس وہاں تین نقرئی کو آتی ہے اس ملک میں گائے نہیں ہوتی۔ اچھی موٹی مرغیاں ایک درہم کی آٹھ آتی ہیں اور کبوتر کے بچے ایک درہم کے پندرہ اور موٹا مینڈھا دو درہم کا، اور شکر رطل چار درہم کو اور گلاب کا رطل آٹھ درہم کو اور گھی کا رطل چار درہم اور میٹھے تیل کا رطل دو درہم کو اور روئی کا ایک کپڑا تیس گز لمبا دو دینار میں اور خوبصورت کنیز ایک دینار طلائی کو، اس قیمت کو میں نے ایک کنیز عاشورہ نام خریدی وہ نہایت خوبصورت تھی اور میرے ایک ساتھی نے ایک غلام چھوٹی عمر کا جس کا نام لولو تھا دو دینار میں خریدا۔

بنگال کے پہلے شہر ساتگام میں داخلہ

بنگالہ کا اول شہر جس میں ہم داخل ہوئے سدگانواں[2] تھا یہ ایک بڑا شہر سمندر کے کنارہ پر

---

[1] رطل سے مراد من ہے بقول بعض ساڑھے بارہ سیر کا اور بقول بعض ساڑھے چودہ سیر کا۔ [2] دریائے ہگلی کے قریب ایک بندرگاہ تھا جو ساتگام کہلاتا تھا۔

ہے اس جگہ دریائے گنگ اور دریائے جمن ملتے ہیں اور وہ دونوں مل کر سمندر میں داخل ہوتے ہیں اس شہر کے بندر میں بہت سے جہاز ہیں جن کے ذریعہ سے یہ لوگ اہل لکھنوتی سے مقابلہ کرتے ہیں۔ بنگالہ کا بادشاہ فخرالدین ہے وہ فخرہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ بادشاہ بڑا فاضل ہے پردیسیوں اور فقیروں اور صوفیوں سے نہایت محبت رکھتا ہے۔ جب میں سا تگام میں پہنچا تو میں نے وہاں کے بادشاہ سے ملاقات نہیں کی۔ کیونکہ اُس کی بادشاہ دہلی سے لڑائی تھی اور اس لیے میں سمجھا کہ ملاقات کا انجام اچھا نہ ہوگا۔[1]

کامروپ دیس اور وہاں کی خصوصیات

ساتگام سے میں کامرو[2] کے پہاڑوں کی طرف ہو لیا یہ ملک ساتگام سے ایک مہینے کے رستے پر ہے۔ یہ بہت وسیع پہاڑی ملک ہے اور چین اور تبت سے ملحق ہے اس ملک کے باشندے شکل میں ترکوں کے مشابہ ہیں اور ایسے مضبوط خدمت کرنے والے شاید ہی کہیں ہوں گے، وہاں کا ایک غلام اور جگہ کے کئی غلاموں سے زیادہ کام دیتا ہے۔ یہاں کے جادوگر بھی مشہور ہیں۔

ایک صاحبِ کرامت بزرگ شیخ جلال الدین تبریزی

میرا ارادہ اس ملک میں جانے سے یہ تھا کہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی جو مشہور اولیاء اللہ میں سے تھے زیارت کروں۔ یہ شیخ اپنے وقت کے قطب تھے اُن کی کراماتیں مشہور ہیں عمر بھی اُن کی بہت زیادہ ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے خلیفہ مستعصم باللہ کو بغداد میں دیکھا ہے اور جس وقت وہ قتل کیا گیا وہ وہاں موجود تھے۔ ان کا ایک سو پچاس برس کی عمر پانے کے بعد انتقال ہوا اور چالیس سال سے وہ برابر روزہ رکھتے تھے دس دس دن کے بعد ایک افطار کرتے تھے۔ بدن کے ہلکے پھلکے تھے، قد لانبا تھا اور رخسارے لگے ہوئے تھے اُن کے ہاتھ پر اس ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اُن کا ایک ہمراہی مجھ سے کہتا تھا کہ انہوں نے اپنے سب دوستوں کو مرنے سے ایک دن پہلے بلایا اور وصیت کی کہ خدا سے ڈرتے رہو میں انشاء اللہ

---

[1] تغلق کی دہشت نے اس آشفتہ مزاج سیاح کو کتنا محتاط بنا دیا تھا۔

[2] آسام۔

کل تم سے رخصت ہوں گا۔ ظہر کی نماز کے بعد آخر سجدہ میں دم نکل گیا غار کے برابر ایک کھدی ہوئی قبر نکلی اُس پر کفن اور خوشبو موجود تھی ان کے ہمراہیوں نے غسل دیا اور کفن دے کر اور نماز پڑھ کر دفن کیا۔ خدا اُن پر رحمت کرے۔

جب میں شیخ کی زیارت کے لیے گیا تو شیخ کے مسکن سے دو منزل ورے مجھے اُن کے چار ہمراہی ملے اور وہ کہتے تھے کہ شیخ نے کہا تھا کہ ایک مغربی سیاح ہمارے پاس آتا ہے اس کا استقبال کرو اور ہم شیخ کے استقبال کیلئے آئے ہیں۔ اُن کو میری بابت کچھ علم نہ تھا جو کچھ معلوم ہوا مکاشفہ سے معلوم ہوا۔ میں اُن کے ساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اُن کی خانقاہ میں پہنچا جو غار کے باہر تھی اور کوئی آبادی اُس کے پاس نہ تھی۔ اس ملک کے ہندو مسلمان سب اس کی زیارت کو آتے ہیں اور اُس کے واسطے تحفے اور نذر لاتے ہیں۔ اُس میں سے فقراء اور مساکین کھاتے ہیں۔ لیکن شیخ فقط اپنی گائے کے دودھ پر گذارہ کرتے ہیں۔ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو کھڑے ہو کر مجھے گلے لگایا اور میرے وطن کا حال دریافت فرمایا میں نے کل حال بتایا۔ پھر مجھے خانقاہ میں لے گئے اور تین دن تک میری مہمانی کی۔ جب میں پہلے دن شیخ کی زیارت کو گیا تو شیخ ایک جبّہ پہنے ہوئے تھے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر شیخ مجھے یہ جبّہ عطا کر دیں تو کیا اچھی بات ہو۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو شیخ نے غار کی ایک طرف ہو کر جبّہ اپنے بدن سے اُتار دیا اور مجھے پہنا دیا اور اپنے سر سے طاقیہ یعنی ٹوپی اُتار کر میرے سر پر رکھ دی۔

فقیروں نے کہا کہ شیخ کا دستور جبّہ پہننے کا نہیں تھا اور فقط تیرے آنے کی خبر سُن کر شیخ نے یہ جبّہ پہنا تھا اور فرماتے تھے کہ مغربی اس جبّے کو مجھ سے طلب کرے گا اور اُس سے ایک کافر بادشاہ چھین لے گا اور وہ میرے بھائی برہان الدین کو دے دیگا جب میں نے فقیروں سے یہ سُنا تو اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ شیخ نے مجھے اپنا لباس عطا کیا ہے اور مجھے ایک غیر مترقبہ نعمت حاصل ہوئی ہے میں کبھی جبّہ پہن کر کسی مسلمان یا کافر بادشاہ کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا۔

میں شیخ کے پاس سے رخصت ہو گیا اور مدت دراز کے بعد مجھے چین میں جانے کا اتفاق ہوا اور شہر خنسا میں اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ رستے میں مجھے وزیر ملا اُس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر میرا حال پوچھا اور باتیں کرتے کرتے ہم بادشاہ کے محل کے دروازہ پر پہنچ گئے میں نے اُس سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا اُس نے اجازت نہ دی اور

مجھے بادشاہ کے پاس لے گیا بادشاہ نے مجھ سے مسلمان بادشاہوں کا حال دریافت کیا۔ میں نے جواب دیا۔ پھر بادشاہ کی نظر چغے پر جا پڑی اس نے اس کی بڑی تعریف کی وزیر نے کہا کہ اس کو اُتار دو اس وقت مجھے حکم ماننا پڑا۔ بادشاہ نے چغہ لے لیا اور اس کے عوض مجھے دس خلعت اور ایک گھوڑا مع ساز و سامان کے اور خرچ کے واسطے نقدی عطا کی۔ مجھے نہایت رنج ہوا اور شیخ کا قول یاد آیا اور مجھے کمال تعجب ہوا۔ دوسرے سال خان بالق دارالخلافہ چین میں گیا اور شیخ برہان الدین صاغرجی کی خانقاہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا شیخ کتاب پڑھ رہے تھے اور وہی چغہ پہنے ہوئے تھے۔ مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے چغہ کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ مجھ سے شیخ نے کہا تو اس کو کیوں اُلٹتا ہے کیا اس کو پہچانتا ہے میں نے کہا ہاں مجھ سے یہ چغہ خنسا کے بادشاہ نے لے لیا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین نے یہ چغہ میرے واسطے تیار کیا تھا اور مجھے خط لکھا تھا کہ فلاں شخص کی معرفت تیرے پاس یہ چغہ پہنچے گا شیخ نے مجھے وہ خط دکھلایا۔ میں نے وہ خط پڑھا اور شیخ کے صدق یقین پر تعجب ہوا۔ اس پر میں نے کل حکایت شیخ برہان الدین کے سامنے بیان کی۔ شیخ نے کہا کہ میرے بھائی شیخ جلال الدین کا رتبہ اس سے بھی زیادہ ہے اور اس کو کل معاملاتِ دنیا میں دخل ہے اور اب وہ انتقال کر گئے ہیں پھر کہنے لگے کہ مجھے خبر ہے کہ وہ ہر روز صبح کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھتے تھے اور ہر سال حج کرتے تھے عرفہ اور عید کے دن غائب ہو جاتے تھے کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔

سُنار گاؤں، مشرقی بنگال کا قدیم پایۂ تخت

شیخ جلال الدین سے رخصت ہو کر پندرہ دن تک سفر کرنے کے بعد ہم سُنار گاؤں[1] میں پہنچے۔

---

[1] عرصہ دراز تک یہ شہر مشرقی بنگال کا پایۂ تخت رہا۔ یہ ڈھاکہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے، یہاں بہترین سوتی کپڑا تیار ہوتا ہے۔

بلادِ جاوا کا سفر

مقاماتِ راہ، عجیب عجیب نظارے، عجیب عجیب رسمیں

ہمیں ایک جہاز جاوا کے لیے تیار ملا۔ جاوا یہاں سے چالیس دن کا رستہ ہے جہاز میں سوار ہوئے اور پندرہ دن کے بعد ملک برہنگار میں پہنچے یہاں کے لوگ قوم جنج میں سے ہیں نہ ہندو ہیں نہ مسلمان بانسوں کے گھروں میں رہتے ہیں جن کی چھتیں پھوس کی ہوتی ہیں۔ سمندر کے کنارے پر رہتے ہیں اور کیلے اور چھالیہ اور پان کے درخت اس ملک میں بہت ہیں۔ مرد ہم جیسے ہیں لیکن ان کے منہ کتوں سے مشابہ ہیں البتہ عورتوں کے منہ اچھے ہیں اور بہت حسین ہوتی ہیں۔ ان کے مرد بالکل ننگے رہتے ہیں۔ فقط عضو مخصوص اور انثیین کو ایک بانس کی نلکی میں جس پر نقش کیے ہوتے ہیں رکھ لیتے ہیں اور اس کو پیٹ پر باندھ لیتے ہیں۔ اور ان کی عورتیں اپنا ستر درختوں کے پتوں سے ڈھک لیتی ہیں۔

ان شہروں میں جاوا اور بنگالہ کے مسلمان علیحدہ محلوں میں رہتے ہیں یہ لوگ چوپایوں کی طرح علی الاعلان جماع کرتے ہیں ایک ایک مرد کے تیس تیس عورتیں ہوتی ہیں نہ کم نہ زیادہ۔ یہ لوگ زنا کبھی نہیں کرتے اگر کوئی زنا کرتے ہوئے پکڑا جائے تو مرد کو پھانسی دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی بجائے کوئی اور اپنا ہمراہی یا غلام دے دے تو چھوڑ دیتے ہیں اور عورت کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ راجہ کے کل غلام اس سے مباشرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مر جاتی ہے پھر اس کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں اور اسی لیے وہ کسی جہاز والے کو اپنی آبادی میں نہیں آنے دیتے۔ لیکن اگر وہ قیام کرنا چاہے تو مضائقہ نہیں اور اکثر ساحل پر آ کر خرید و فروخت کرتے جاتے ہیں۔ جہاز والوں کے واسطے وہ ہاتھیوں پر پانی لے جاتے ہیں کیونکہ ساحل کے پاس میٹھا پانی نہیں ہے اور پانی لانے

لے اراکان مراد ہے۔

کے واسطے جہاز والوں کو شہر میں نہیں جانے دیتے کیونکہ اُن کی عورتیں حسین مردوں کو دیکھ کر اُن کی طرف راغب ہو جاتی ہیں۔ ہاتھی اس ملک میں بہت ہیں لیکن سوا بادشاہ کے اور کوئی اُس پر سوار نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ جہاز والوں سے کپڑا خرید لاتے ہیں۔ اُن کی بولی عجیب ہے سوا اُن میں رہنے والے اور آمد و رفت رکھنے والے کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

ایک رات کو جب ہم اُن کے بندر میں ٹھیرے ہوئے تھے یہ اتفاق ہوا کہ مالک جہاز کے ایک غلام نے جو ان لوگوں کے پاس کاروبار کے واسطے آمد و رفت کیا کرتا تھا عورت سے بات چیت کی اور رات کو ایک غار کے پاس دونوں اپنے وعدہ کے موافق ملے۔ عورت کے خاوند کو خبر ہو گئی وہ دونوں کو راجہ کے پاس لے گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس غلام کے خصیے کاٹ ڈالو اور پھانسی دے دو عورت کے واسطے حکم دیا کہ اس کے ساتھ سب حاضرین جماع کریں حتیٰ کہ وہ مر گئی پھر راجہ ہمارے پاس سمندر کے کنارے پر آیا اور عذر کیا کہ میں یہ حکم دینے اور اس کی تعمیل کرنے پر مجبور تھا لیکن مالک جہاز کو ایک غلام اُس کے عوض دے دیا۔

جزیرہ جاوا سماٹرا یعنی انڈونیشیا میں ورود

وہاں سے چل کر ہم پچیس دن کے سفر کے بعد جزیرہ[1] جاوا میں پہنچے لوبان جاوی اس جزیرہ کی طرف منسوب ہے۔ نہایت سرسبز اور شاداب ملک ہے ناریل، چھالیہ، لونگ، عود ہندی، کٹھل، آم، جامن، نارنج اور کافور کے درخت اس جزیرہ میں بکثرت ہیں یہ لوگ خرید و فروخت قلعی کے ٹکڑوں کے ساتھ کرتے ہیں یا چاندی سونے کے ساتھ جو صاف کیا ہوا نہیں ہوتا۔ خوشبوئیں اس جزیرہ میں اکثر پیدا ہوتی ہیں لیکن ان میں سے بہت کافروں کے علاقہ میں ہیں مسلمانوں کے علاقہ میں کم ہیں۔ جب ہم بندرگاہ میں پہنچے تو وہاں کے باشندے ہمارے استقبال کے لیے چھوٹے بڑے جہازوں میں بیٹھ کر آئے وہ ناریل اور بادام، آم اور مچھلی بطور تحفہ کے لائے۔

پھر ہمارے پاس امیر البحر کا نائب آیا اور سب تاجروں سے ملاقات کی اور ہمیں خشکی پر اترنے کی اجازت دی پھر ہم بندرگاہ میں اترے یہ ایک بڑا مقام ہے دریا کے کنارے پر

---

[1] اب انڈونیشیا کے نام سے مشہور ہے۔

گھر بسے ہوئے ہیں اس کا نام سرحا ہے شہر وہاں سے چار میل ہے۔ پھر ہم سلطان کے دارالخلافہ کی طرف چلے۔ یہ شہر بہت بڑا ہے لکڑی کی فصیل اس کے گرد اور برج بھی لکڑی کے ہیں بادشاہ کا نام ملک ظاہر ہے یہ شخص بہت بڑا فاضل ہے اور سخی ہے شافعی مذہب ہے اور اہل علم سے نہایت درجہ محبت رکھتا ہے اور اس کی مجلس میں ہمیشہ علم وفضل کا چرچہ رہتا ہے جہاد بھی اکثر کرتا رہتا ہے متواضع بھی بدرجہ غایت ہے جمعہ کی نماز کے لیے ہمیشہ پیادہ آتا ہے یہاں کے کل باشندے شافعی ہیں جہاد کے بہت شائق ہیں اور کافروں پر غالب ہیں آس پاس کے کافر ان کو جزیہ دیتے ہیں۔

جب ہم شاہی محل کی طرف چلے اور محل کے قریب پہنچ گئے تو ہمارے دونوں طرف رستے پر نیزے زمین میں گڑے ہوئے تھے یہ اس بات کی علامت تھی کہ جو کوئی سوار ہو کر آوے اس حد سے آگے نہ بڑھے ہم وہاں گھوڑوں سے اتر لیے اور شاہی محل کے چوک میں داخل ہوئے وہاں ہمیں بادشاہ کا نائب جس کو عمدۃ الملک کہتے ہیں ملا اس نے اٹھ کر ہمیں سلام کیا اور سلام کی جگہ وہ لوگ مصافحہ کرتے ہیں ہمیں اپنے پاس بٹھا لیا اور بادشاہ کے پاس ایک رقعہ لکھ کر جس میں ہمارے آنے کی خبر تھی مہر لگا کر ایک غلام کو دے دیا اسی کی پشت پر جواب آ گیا۔ پھر ایک غلام ایک بقچہ لایا نائب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک گھر میں لے گیا جس کو وہ فرد خانہ کہتے ہیں یہ اس کے دن کے وقت آرام کرنے کی جگہ ہے کیونکہ نائب صبح کو آتا ہے اور عشا کے بعد اپنے گھر جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے امیر اور وزیر بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ وہاں جا کر اس نے بقچہ میں سے تین چادریں نکالیں ان میں سے ایک خالص ریشم کی تھی دوسری ریشم اور روئی کی بنی ہوئی تھی اور تیسری ریشم اور کتان کی بنی ہوئی۔ پھر اس میں سے تین اور کپڑے نکالے جس کو تحتانیہ کہتے ہیں اور پھر تین کپڑے نکالے جس کو وسطانی کہتے ہیں پھر تین کپڑے ارمک کے نکالے جن میں سے ایک سفید تھا پھر تین عمامے نکالے ان میں سے میں نے ایک چادر تو بجائے پاجامے کے باندھ لی اور ایک ایک کپڑا ہر ایک قسم کا لے لیا اور باقی کپڑے میرے ہمراہیوں نے لے لیے پھر کھانا لائے جس میں زیادہ چاول تھے پھر نبیذ لائے پھر پان لائے جس وقت پان آتا ہے تو گویا یہ علامت رخصت ہوتی ہے پان لے کر ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ نائب بھی ہمارے ساتھ سوار ہو کر آیا اور ہمیں ایک باغ میں لے گیا اس کے گرد لکڑی کی فصیل تھی اور بیچ میں لکڑی کا مکان بنا ہوا تھا اس میں مخمل کا فرش تھا اور بید کی بنی ہوئی چارپائیاں تھی اور پر ریشم کے گدیلے اور

ہلکے پھلکے لحاف اور تکیے بھی تھے ہم گھر میں بیٹھ گئے اور ہمارے ساتھ نائب بھی بیٹھ گیا پھر امیر دولسہ آیا اور وہ لونڈیاں لایا اور دو غلام لایا اور مجھ سے کہا کہ بادشاہ فرماتے ہیں کہ یہ خاطر ہمارے مرتبہ کے مطابق ہے سلطان محمد شاہ ہند کی شان کے مطابق نہیں ہے پھر نائب چلا گیا اور امیر دولسہ میرے پاس رہا۔ میری واقفیت اُس سے پہلے سے تھی کیونکہ وہ ایک دفعہ سلطان کی طرف سے سفیر ہو کر بادشاہ دہلی کے دربار میں گیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ بادشاہ سے کب ملاقات ہو گی اس نے کہا کہ اس ملک کا یہ دستور ہے کہ کوئی مسافر تین دن تک بادشاہ کے پاس نہیں جا سکتا ہے جب سفر کی تکلیف دور ہو جاتی ہے اور اس کے ہوش و حواس درست ہو جاتے ہیں تو اُس وقت بادشاہ کے سلام کی اجازت ہوتی ہے ہم تین دن تک ٹھیرے رہے ہمارے لیے ہر روز تین دفعہ کھانا آتا تھا اور صبح اور شام میوے اور نادر چیزیں آتی تھیں۔

سُلطان وَالاشان کی خِدمت میں باریابی کا شرف

جب چوتھا دن ہوا تو وہ جمعہ کا دن تھا امیر دولسہ ہمارے پاس آیا اور کہا کہ آج مسجد میں بادشاہ کا سلام ہو گا۔ میں مسجد میں گیا اور جمعہ کی نماز پڑھی۔ بادشاہ کا حاجب قیران میرے ساتھ تھا۔ پھر میں بادشاہ کے پاس گیا وہاں قاضی امیر سید اور اُس کے طالب علم دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے مصافحہ کیا۔ میں نے سلام کیا بادشاہ نے مجھے بائیں ہاتھ پر بٹھالیا اور سلطان محمد بادشاہ ہند اور میرے سفر کا حال پوچھتا رہا۔ اور میں جواب دیتا رہا۔ پھر فقہ شافعی کے مسائل کا تذکرہ عصر کی نماز کے وقت تک ہوتا رہا۔ بادشاہ عصر کی نماز پڑھ کر ایک حجرہ میں چلا گیا اور اپنے کپڑے اتار دیے مسجد میں وہ مولویوں کے سے کپڑے پہن کر آیا کرتا ہے اور پیدل آتا ہے پھر شاہی کپڑے پہنے جو روئی اور ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ جب مسجد سے نکلا تو ہاتھی اور گھوڑے وہاں کھڑے ہوئے تھے ان کا دستور ہے کہ جب بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوتا ہے تو اس کے اہلکار گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور جب بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو وہ ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہیں اور اہل علم اُس کی داہنی طرف ہوتے ہیں اُس روز سلطان ہاتھی پر سوار ہوا۔ اور ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور محل کی طرف چلے۔ ہم دستور کے مواقق جائے مقررہ سے نیچے اتر لیے اور سلطان سوار ہی محل کے اندر گیا۔

محل کے باہر چوک میں وزیر اور امیر اور کاتب اور اہل کار اور فوج کے سردار صف باندھے کھڑے تھے اول صف میں وزیر اور متصدی تھے۔ سلطان کے چار وزیر ہوتے ہیں انھوں نے سلام

کیا اور اپنے کھڑے ہونے کی جگہ چلے گئے پھر مولویوں اور شریفوں کی صف آئی پھر بادشاہ کے مصاحب اور حکیم اور شاعر اور اس کے بعد فوج کے سرداروں کی صف پھر غلاموں کی صف نے سلام کیا سلطان جلوس کے برج کے سامنے ہاتھی پر سوار بیٹھا رہا۔ اس کے سر پر جڑاؤ چتر تھا۔ بادشاہ کے داہنے ہاتھ پر پچاس سجے سجائے ہاتھی کھڑے تھے اور بائیں طرف بھی اسی قدر ہاتھی تھے۔ ان کے بعد داہنی طرف پچاس گھوڑے اور بائیں طرف بھی پچاس گھوڑے تھے اور ان پر نوبت اور نقارے رکھے ہوئے تھے بادشاہ کے سامنے حاجب کھڑے تھے پھر گانے بجانے والے مرد آئے اور انھوں نے گانا شروع کیا اس کے بعد گھوڑا جس پر ریشمی جھل پڑا ہوا تھا اور جس کے پاؤں میں سونے کی جھانجن اور ریشمی طلا کار رسیاں تھیں سامنے آیا اور بادشاہ کے سامنے ناچا میں نے اس کا ناچ دیکھ کر تعجب کیا ایسا تماشا بادشاہ ہندوستان کے سامنے بھی میں نے دیکھا تھا۔

عشق از یں بسیار کردست و کند

جب مغرب کا وقت ہوا تو سلطان محل میں داخل ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے سلطان کا ایک بھتیجا تھا اس کی شادی بادشاہ کی بیٹی سے ہوئی تھی اور وہ ایک امیر کی لڑکی پر عاشق تھا اور اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس ملک کا یہ دستور ہے کہ جب کسی امیر یا رعیت یا بازاری کی لڑکی جوان ہوتی ہے تو سلطان کو خبر دی جاتی ہے سلطان عورتوں کو دیکھنے کے لیے بھیجتا ہے اگر پسند آ گئی تو اس کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے ورنہ اس کے وارث جس کے ساتھ چاہتے ہیں نکاح کر دیتے ہیں لوگ تمنا کرتے ہیں کہ ہماری لڑکی بادشاہ کے پسند آ جائے کیونکہ بادشاہ کا نکاح ہوتے ہی اس کے باپ کا مرتبہ بڑھ جاتا تھا۔ جب اس لڑکی کے باپ نے بادشاہ کی اجازت چاہی تو حسب دستور بادشاہ کی طرف سے عورتیں اس کے دیکھنے کو گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس کے بھتیجے کا عشق اور دونا ہو گیا۔ اور اس کو کوئی سبیل نظر نہیں آتی تھی آخر ایک روز بادشاہ شکار کے لیے گیا تھا اور ایک مہینے کے رستے پر کافروں سے جنگ کر رہا تھا اس کا بھتیجا بغاوت کر کے بادشاہ بن بیٹھا بعض آدمیوں نے اس کے ساتھ بیعت بھی کر لی۔ اور باقی لوگ اس کے پاس نہ آئے اس کے چچا کو بھی خبر ہوئی اس نے فوراً سماطرا کی طرف کوچ کر دیا۔ اس کا بھتیجہ جس قدر مال اور خزانہ اس کے ہاتھ لگا وہ اور اپنی معشوقہ کو ساتھ لے کر مل جاوا کے ملک کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شہر کے گرد فصیل بنا دی۔

میں سلطان کے پاس پندرہ دن سماطرا میں ٹھہرا پھر میں نے سفر کی اجازت چاہی کیونکہ چین کے سفر کا موسم تھا اور ہر وقت چین کی طرف سفر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ سلطان نے میرے لیے ایک جنک تیار کردیا۔ اور زادِ راہ بھی دیا اور بھی سلوک کیا۔ خدا اس کو احسان کی جزا دیوے اپنے آدمی ہمارے ساتھ کردیے جو ہر روز ہماری ضیافت کرتے تھے ہم اس ملک کے کنارے اکیس دن چلتے رہے۔

سیام اور کمبودیا

نرالی رسمیں، حیرت انگیز مشاہدات عجیب واقعات

پھر ہم مُل جاوا[1] میں پہنچے اس ملک کے باشندے مسلمان نہیں ہیں اور اس ملک کی مسافت دو مہینے کے سفر کے برابر ہے۔ سلطان ظاہر کے ملک میں سوائے لوبان اور کافور اور قلیل لونگ اور قلیل عود ہندی کے اور کوئی خوشبو پیدا نہیں ہوتی۔ یہ چیزیں اکثر مُل جاوا میں پیدا ہوتی ہیں۔ میں ہر ایک کی بابت جو کچھ کہ میں نے دیکھا ہے یا دریافت کیا ہے لکھتا ہوں لوبان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے قدِ آدم کے برابر اور اس سے چھوٹا بھی ہوتا ہے۔ لوبان اس کا گوند ہوتا ہے جو شاخوں میں سے نکلتا ہے لوبان مسلمان کے علاقہ میں بہ نسبت کافروں کے علاقہ کے زیادہ ہوتا ہے۔

کافور کا درخت بالکل بانس کی مانند ہوتا ہے لیکن پوریاں لمبی اور موٹی ہوتی ہیں اور کافور پوریوں کے اندر سے نکلتا ہے۔ جب بانس کو توڑتے ہیں تو اندر سے کافور نکلتا ہے۔

عود ہندی ایک درخت ہوتا ہے جو بلوط کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اس کی چھال پتلی ہوتی ہے اس کے پتے بالکل بلوط کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کی جڑیں بہت لمبی ہوتی ہیں اور ان میں سے عطر کی خوشبو آتی ہے لیکن لکڑی اور پتوں میں خوشبو نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کے ملک میں عود کے کل درخت عوام کی ملکیت ہیں لیکن کافروں کے ملک میں اکثر درخت کسی کی ملکیت نہیں۔

---

[1] سیام اور کمبودیا کا علاقہ۔

لونگ کا درخت بہت موٹا اور پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ کافروں کے ملک میں بہ نسبت مسلمانوں کے ملک کے زیادہ ہے اور اس قدر کثرت سے ہے کہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا جو لونگیں ہمارے ملک میں لاتے ہیں وہ اس کی لکڑیاں ہیں اور وہ چیز جس کو ہمارے ملک میں نوار القرنفل کہتے ہیں وہ ان کا شگوفہ ہے جو گر پڑتا ہے وہ رنگترے کی کلی کے مشابہ ہوتا ہے لونگ کے پھل کو جوز بوا یعنی جائفل کہتے ہیں اور جو کلی اس میں ہوتی ہے اس کو بیباسہ یعنی جوتری کہتے ہیں میں نے یہ سب دیکھی ہیں۔

مل جاوا کا بادشاہ

مل جاوا کا بادشاہ کافر ہے میں نے محل کے باہر زمین پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ فرش بچھا ہوا نہ تھا۔ اس کا لشکر اور اہلکار سب اس کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ سب پیدل تھے۔ گھوڑا اس ملک میں نہیں ہے۔ فقط بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور لوگ ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں اور اسی پر سوار ہو کر لڑائی پر جاتے ہیں میرا حال اسکو بتایا تو اسنے مجھ کو طلب کیا۔ میں آیا اور میں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ۔ انھوں نے فقط سلام کا لفظ سمجھا اور بہت خوش ہو کر مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے زمین پر فرش بچھوایا اور کہا کہ اس پر بیٹھو میں نے ترجمان سے کہا کہ میں کس طرح فرش پر بیٹھ سکتا ہوں جب بادشاہ زمین پر بیٹھا ہے۔ اس نے کہا بادشاہ کی عادت یہ ہے وہ فقط تواضع کے سبب سے زمین پر بیٹھا کرتا ہے تو مہمان ہے اور ایک بڑے بادشاہ کی طرف سے آیا ہے اس لیے تیری تعظیم فرض ہے میں بیٹھ گیا۔

بادشاہ نے ہندوستان کا حال دریافت کیا۔ اور فقط مختصر مختصر سوال کیے۔ پھر مجھ سے کہا کہ تین دن تک تو ہمارا مہمان ہے اس کے بعد تجھے جانے کی اجازت ہے۔ بادشاہ کے دربار میں ایک شخص دیکھا کہ اس نے اپنے گلے پر چھری رکھی اور کچھ زبان سے کہا جس کو میں نہ سمجھتا تھا۔

وفاداری کا لرزہ خیز نظارہ

پھر چھری کو مضبوط پکڑ کر ایسا دبایا کہ اس کا گلا صاف کٹ گیا اور سر علیحدہ جا پڑا

لے تغلق سے تعلق منقطع کر چکنے کے باوجود ابن بطوطہ اس کے گشتی سفیر بزعم خود بنے ہوئے تھے۔ ستم ظریفی کی انتہا ہے۔

مجھے نہایت تعجب ہوا۔ بادشاہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے ملک میں بھی کوئی ایسا کرتا ہے میں نے کہا ہرگز نہیں۔ بادشاہ سن کر ہنسا اور کہا کہ یہ میرے غلام ہیں۔ مجھ سے اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ اپنی جان مجھ پر قربان کر دیتے ہیں۔ پھر اس کے جلانے کا حکم دیا۔ اس کی اولاد کا وظیفہ بادشاہ نے مقرر کر دیا اور اس کے قربان ہونے کے سبب اس کے خاندان کی عزت ہو گئی۔
ایک شخص جو وہاں موجود تھا مجھ سے کہتا تھا کہ اپنا گلا کاٹنے سے پہلے اس نے اسی قسم کی گفتگو کی تھی کہ بادشاہ اس کو اس قدر پیارا ہے کہ وہ اپنی جان کو اس پر نثار کرتا ہے اس سے پہلے اس کے باپ نے اور باپ سے پہلے دادا نے اپنے تئیں بادشاہ کے باپ اور دادا پر قربان کر دیا تھا۔ اس کے بعد میں دربار سے اٹھ کر چلا آیا۔ اور تین دن تک وہاں رہا۔

بحرالکاہل میں داخلہ

پھر سمندر کا سفر شروع کیا۔ تیس دن سفر کرنے کے بعد بحرالکاہل میں داخل ہو گئے۔ اس کا پانی بالکل سیاہ ہے اس میں سرخی بھی معلوم ہوتی ہے گمان کرتے ہیں کہ اس کے کنارہ کے ملکوں کی مٹی کے رنگ کے سبب سے پانی کا یہ رنگ ہو گیا ہے نہ اس سمندر میں ہوا ہے نہ موج ہے نہ حرکت ہے اور اسی سبب سے ہر جہاز کے ساتھ تین اور جہاز ہوتے ہیں۔ ان سب کو ملاح کھینچتے ہیں تو جہاز چلتا ہے اور بڑے جہاز میں بھی بیس[۲] چپو ایک طرف اور بیس[۲۰] دوسری طرف ہوتے ہیں۔ ایک ایک چپو ستون کی مانند ہوتا ہے اور ہر ایک چپو پر تیس تیس آدمی کام کرتے ہیں ہر ایک چپو میں دو بڑی بڑی رسیاں بندھی ہوتی ہیں جب ایک جماعت پکڑ کر کھینچتی ہے اور چھوڑ دیتی ہے تو دوسرے اپنی رسی کھینچتے ہیں کھینچنے کے وقت یہ لوگ خوش لفظوں میں گاتے ہیں اور لعلی لعلی کرتے ہیں۔
ہم اس سمندر میں سینتیس[۳۷] روز چلتے رہے۔ جہاز والے تعجب کرتے تھے کہ ہم ایسی جلدی اس سمندر سے کیسے باہر ہو گئے۔ کیونکہ یہ سفر کم و بیش پچاس دن کا تھا۔

ملک چین

اس ملک کی پیداوار اور خصوصیات

زراعت، پھل، میوے، مصنوعات

سترہ دن کے بعد ہم چین کے ملک میں داخل ہوئے۔ ہوا موافق تھی، جہاز بہت جلدی چلے۔ چین کا ملک بہت وسیع اور زرخیز ہے۔ زراعت، سونے چاندی اور میووں کی پیداوار میں کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک دریا وسط شہر سے گزرتا ہے اس کو آب حیات[1] اور سرو بھی کہتے ہیں۔ اسی نام کا دریا ہندوستان میں بھی ہے۔ خان بالق[2] کے پاس ایک پہاڑ ہے وہاں سے یہ دریا نکلتا ہے اس پہاڑ کو کوہ لوزنہ کہتے ہیں۔ وہ چین کے وسط میں سے گزرتا ہے اور صین الصین[3] کے شہر پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ نیل کے مانند اس کے کنارہ پر برابر دیہات اور کھیت اور باغ اور بازار بنتے چلے گئے ہیں اور آبادی مصر کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے چین کی قند مصری قند سے بڑھ کر ہے اور انگور اور خوبانی بہ کثرت ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ عثمانی خوبانی جو دمشق میں پیدا ہوتی ہے اس کے برابر خوبانی تمام دنیا میں نہ ہوتی ہوگی لیکن چین کی خوبانی اس سے بھی افضل ہے۔ وہاں خربوزہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ خوارزم اور اصفہان کے خربوزہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس قدر میوے ہمارے ملک میں پیدا ہوتے ہیں چین میں سب اُن سے بہتر ہوتے ہیں گیہوں وہاں بہت اچھا ہوتا ہے اور یہاں کے گیہوں کے برابر میں نے بڑا دانہ کہیں نہیں دیکھا اور یہی حال مسری اور چنے کا ہے۔

---

[1] دریائے کیانگ۔ [2] پیکن۔ [3] کانٹن۔

چینی کے برتن اور چینی مٹی کا ذکر

ظروف چینی فقط زیتون کے شہر میں بنتے ہیں یا چین کلاں میں اور یہ پہاڑ کی مٹی ہوتی ہے جو آگ میں کوئلہ کی مانند جلتی ہے اس میں پتھر ملاتے ہیں اور تین دن تک آگ دیتے ہیں پھر پانی چھڑک دیتے ہیں۔ یہ سب مٹی بن جاتی ہے پھر اس کو سڑاتے ہیں۔ جو چینی سب سے اچھی ہوتی ہے اس کا خمیر پورے ایک مہینے میں اٹھتا ہے۔ ادنیٰ درجہ کی دس دن میں نکال لی جاتی ہے۔ یہ برتن وہاں ایسے ارزاں ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں مٹی کے بلکہ اس سے بھی زیادہ ارزاں ان کو ہندوستان اور تمام ولایتوں میں لے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مغرب تک لے جاتے ہیں یہ برتن نہایت نفیس ہوتے ہیں۔

چین کے مرغ اور مرغیاں اور ان کی جسامت

چین کی مرغیاں اور مرغے بطخ سے بھی زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ مرغیوں کے انڈے بھی چین میں بطخ کے انڈوں سے بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں کی بطخ چھوٹی ہوتی ہے۔ میں نے ایک مرغی خریدی اور اس کو پکانا چاہا تو ایک دیگچی میں اس کی گنجائش نہ ہوئی آخر دو دیگچیوں میں پکایا۔ مرغا شتر مرغ کے برابر ہوتا ہے اور اکثر اس کے پر نوچے ہوئے ہوتے ہیں تو سرخ سرخ گوشت کا لوتھڑا معلوم ہوتا ہے۔ چینی مرغا اوّل ہی اول میں نے کولم کے شہر میں دیکھا تھا میں نے اس کو شتر مرغ کا بچہ خیال کیا تھا اور یہ سن کر کہ وہ مرغا ہے میں نے کمال تعجب کیا۔ میرے دوست نے کہا کہ چین میں اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ جب میں چین میں پہنچا تو اس کی بات کی تصدیق ہو گئی۔

اہلِ چین کا مذہب اور طرزِ حکومت

اہلِ چین کافر ہیں بتوں کو پوجتے ہیں اور مردوں کو ہندوؤں کی طرح جلاتے ہیں۔ چین کا بادشاہ تاتار ہے اور چنگیز خاں کی اولاد میں سے ہے۔ چین کے ہر شہر میں مسلمانوں کی بستی ہے، وہ بستی علیحدہ ہوتی ہے ان میں جامع مسجد اور چھوٹی مسجدیں ہوتی ہیں۔ چین میں مسلمانوں کی توقیر اچھی ہے۔ چینی کافر سور اور کتے کا گوشت کھاتے ہیں اور بازاروں میں اس کی

خرید و فروخت ہوتی ہے۔ باشندے مرفہ الحال ہیں لیکن کھانے پینے میں بہت جنرس ہیں۔ ایک بڑا سوداگر جس کی دولت کی کچھ انتہا نہیں۔ روئی کے کپڑے کا جبہ پہنے پھرتا ہے۔ زیادہ تر وہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں تکلف ظاہر کرتے ہیں۔ ہر شخص عصا رکھتا ہے اور اُسے ٹیک کر چلتا ہے چینی کہتے ہیں کہ عصا ہماری تیسری ٹانگ ہے۔

ریشم کی پیداوار چین میں

چین میں ریشم بہ کثرت پیدا ہوتا ہے کیونکہ ریشم کا کیڑا پھلوں کے چمٹا رہتا ہے اور اُن کو کھاتا رہتا ہے اس لیے اُن کی پرورش میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ فقیر اور مسکین بھی ریشمی کپڑے پہنتے ہیں۔ اور اگر غیر ملکوں کے سوداگر نہ خریدتے تو ریشم سے زیادہ کوئی بے قدر چیز چین میں نہ ہوتی۔ روئی کے ایک کپڑے کے مبادلہ میں ریشم کے کئی کپڑے آتے ہیں۔

چین میں سکہ کے بجائے نوٹوں کا رواج

وہاں کے کافروں کا دستور ہے کہ ہر شخص جس قدر چاندی اور سونا اُس کے پاس ہوتا ہے پگھلا کر اُس کا ڈلا بنا لیتا ہے اور اپنے دروازہ پر رکھ چھوڑتا ہے۔ اگر کسی کے پاس ایسے پانچ ڈلے ہوتے ہیں تو وہ اپنے ہاتھ میں ایک انگشتری پہنتا ہے اور اگر دس ہوں تو دو انگشتریاں اور جس کسی کے پاس پندرہ قنطار ہوں تو اُس کو ستی کہتے ہیں جیسے کہ مصر میں کارم یعنی ساہوکار کہتے ہیں ایک قنطار کے ڈلے کو برکالہ کہتے ہیں۔ اہل چین درہم یا دینار کے ذریعہ سے خرید و فروخت نہیں کرتے بلکہ سونے اور چاندی کو پگھلا کر اُن کے ڈلے بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے خرید و فروخت کرتے ہیں یہ کاغذ کا ٹکڑا کف دست[1] کے برابر ہوتا ہے۔ اور بادشاہ کے مطبع میں اُس پر مہر لگاتے ہیں ایسے پچیس کاغذوں کو بالشت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ لفظ دینار کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جب یہ کاغذ کثرت استعمال سے یا کسی اور طرح پھٹ جاتا ہے تو وہ دارالضرب میں لے جاتے ہیں اور اُس کے عوض نیا لے آتے ہیں۔ یہ دارالضرب ایک بڑے درجہ کے امیر کی تحویل میں ہے۔ جب کوئی شخص بازار میں

---

[1] یعنی ایک بالشت کے برابر۔

درم یا دینار لے کر خرید و فروخت کرنے جاتا ہے تو درم یا دینار نہیں چلتے لیکن وہ درہم یا دینار کے عوض یہ کاغذ لے سکتا ہے اور اُن کے عوض جو چیز چاہے خرید سکتا ہے۔

پتھر کے کوئلہ کا چین میں استعمال

اہل چین اور خطا مٹی[1] کے کوئلہ کا استعمال کرتے ہیں یہ مٹی اُس سیاہ کھڑیا مٹی کی مانند ہوتی ہے جس کو اندلس میں طفل کہتے ہیں اور اُس کا رنگ بھی ویسا ہی ہوتا ہے ہاتھی پر لاد کر یہ مٹی لاتے ہیں اور کوئلہ کی مقدار کے موافق اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور آگ میں ڈال دیتے ہیں تو وہ کوئلہ کی طرح جلتے ہیں اُس کی راکھ کو گوندھ لیتے ہیں اور سکھا کر اُس کو پھر جلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اور اسی طرح کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ بالکل نیست ہو جاتی ہے۔ اس مٹی سے چینی کے برتن بھی بناتے ہیں اور اُس میں پتھر بھی ملاتے ہیں۔

اہلِ چین کی دستکاری اور مصوری

اہل چین صنعت اور دستکاری میں تمام دنیا میں مشہور ہیں چنانچہ ان کا وصف مبالغہ کے ساتھ کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ تصویر کھینچنے کے بارے میں نہ تو فرنگی اور نہ کوئی اور قوم اُن کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ یہ لوگ اس فن میں کمال کرتے ہیں۔ میں اُن کے کسی شہر میں سے گزرا واپس آیا تو اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی تصویر دیواروں پر اور کاغذوں میں لٹکائے ہوئے تھے بنی ہوئی پائی۔ ہر شخص جو اس بازار میں سے گزرتا ہے اس کی تصویر تیار کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسافر کسی سبب سے بھاگ جائے تو اس کی تصویر اور ملکوں میں بھیج دیتے ہیں اور جہاں کہیں وہ ملتا ہے اُسے پکڑ لیتے ہیں۔

مسافروں کے لیے سہولتیں اور رعایتیں

جب کوئی مسلمان سوداگر چین میں پہنچتا ہے تو اختیار ہے خواہ کسی مسلمان کے پاس ٹھہر جائے یا سرائے میں ٹھہرے۔ اگر کسی چینی مسلمان سوداگر کے پاس وہ ٹھہرتا ہے تو اُس کے مال کی فہرست

---

[1] یعنی پتھر کا کوئلہ۔

تیار کر لی جاتی ہے اور وہ سوداگر اُس کا ضامن سمجھا جاتا ہے۔ اُس مال میں سے چینی سوداگر جس قدر ضرورت ہو خرچ کیے جاتا ہے۔ جب یہ سوداگر چین سے واپس جاتا ہے تو اپنے مال کا جائزہ لیتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں سے چینی سوداگر نے کچھ ضائع کر دیا ہے تو اُس کو پورا کرتا ہے۔ اگر وہ سوداگر فندق میں ٹھہرتا ہے تو اپنا کُل مال فندق کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے۔ اگر وہ کنیز کو رکھنا چاہتا ہے تو وہ بھی خرید دیتا ہے۔

چین میں مُسافروں کی حفاظت کا انتظام

اس طرح سے اُس کو اپنا مال ضائع نہیں کرنے دیتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ گوارا نہیں ہے، کہ مسلمانوں کے ملکوں میں ہم بدنام ہوں کہ فلاں سوداگر چین میں گیا تھا وہ اپنا مال ضائع کرآیا ہے۔

چین کے ملک میں مسافر کے لیے اس قدر امن ہے کہ شاید ہی کسی ملک میں ہو اگر کوئی اکیلا شخص لاتعداد مال لے کر مہینے تک سفر کرتا ہوا چلا جائے تو بے خوف جا سکتا ہے اور اس ملک میں یہ انتظام ہے کہ ہر شہر میں سرائے ہوتی ہے۔ یہاں ایک حاکم مع سوار اور پیادوں کے رہتا ہے۔ مغرب یا عشا کے بعد حاکم سرائے کے اندر آتا ہے اُس کے ساتھ ایک منشی ہوتا ہے۔ جس قدر مسافر سرائے میں ہوتے ہیں سب کے نام لکھ لیتا ہے اور کاغذ پر مہر لگا دیتا ہے اور سرائے کے قفل لگا دیتا ہے۔ صبح کو پھر آتا ہے وہی منشی اُس کے ساتھ ہوتا ہے ہر ایک آدمی کا نام لیتا جاتا ہے اور اُس کے اسباب کی فہرست بناتا ہے پھر کوئی آدمی اُن کے ساتھ کر دیتا ہے وہ اُن کو دوسری منزل پر پہنچا دیتے ہیں اور دوسری سرائے کے حاکم سے رسید لے آتے ہیں کہ کل مسافر مع اسباب کے پہنچ گئے اگر وہ رسید نہیں لاتے تو اُن سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔

چین کے شہر

عادات و رسوم، احوال و کوائف، وضع و طریق

پہلا شہر زیتون،

سمندر کو قطع کر کے جس شہر میں ہم پہلے پہل داخل ہوئے وہ زیتون کا تھا اس شہر میں زیتون نام کو نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام چین اور ہندوستان کے ملک میں زیتون نہیں ہوتا لیکن اس شہر کا نام ہی زیتون ہے۔ یہ بہت بڑا شہر ہے اس میں کمخواب اور اطلس جس کو زیتونیہ کہتے ہیں بناتے ہیں۔ اس شہر کی بندرگاہ بھی دنیا کی بڑی بندرگاہوں میں سے ہے اس میں میں نے سو جہاز بڑے دیکھے۔ چھوٹے جہاز شمار سے باہر تھے۔ سمندر کی ایک کھاڑی دور تک خشکی میں چلی گئی ہے اور بڑی نہر سے جا ملی ہے اسی کھاڑی میں بندرگاہ ہے چین کے تمام ملک میں ہر ایک کے گھر کے ساتھ باغ اور زمین ہوتی ہے اور بیچ میں گھر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ چین کے شہر بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ مسلمان علیحدہ محلے میں رہتے ہیں۔

جب میں اس شہر میں پہنچا تو مجھے وہ امیر مل گیا جو بادشاہ کی طرف سے تحائف لے کر ہندوستان گیا تھا اور ہمارے ساتھ واپس آیا تھا۔ اس کا بھی جہاز ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور مجھے صاحب دیوان کے پاس لے گیا۔ جس نے مجھے ایک نفیس مکان میں ٹھہرا دیا۔ قاضی تاج الدین اردبیلی جو ایک بڑا فاضل تھا اور شیخ الاسلام کمال الدین عبداللہ اصفہانی جو ایک بزرگ تھے۔ اور بڑے بڑے سوداگر میرے ملنے کے لیے آئے۔ شرف الدین تبریزی بھی آیا۔ یہ ان سوداگروں میں سے ہے جن سے میں نے ہندوستان میں پہنچنے کے وقت قرض لیا تھا اور پھر ان کا قرض ادا کر دیا تھا یہ شخص حافظ قرآن ہے اور اکثر تلاوت کرتا رہتا ہے۔ جب کوئی مسلمان ان سوداگروں کے پاس آتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ کافروں کے ملک میں رہتے ہیں اور اسلام کے ملک کی خبر سن کر باغ باغ ہو جاتے ہیں اور اسے زکوٰۃ دیتے ہیں اور

جب واپس جاتا ہے تو بہت دولتمند ہو جاتا ہے اس شہر میں مشائخ میں سے برہان الدین گازرونی ہے ان کی خانقاہ شہر کے باہر ہے اور جو سوداگر منت شیخ ابو اسحٰق گازرونی کی مانتے ہیں وہ سب شیخ برہان الدین کو ادا کرتے ہیں جب صاحب دیوان نے میری خبر سنی تو اس نے قاآن کو جو ان کا بڑا بادشاہ ہے میرے آنے کا حال لکھ دیا کہ میں بادشاہ ہند کی طرف سے آیا ہوں۔

جواب آنے تک میں نے صاحب دیوان سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی آدمی کر دیا جائے۔ جو مجھے چین کلاں[1] دکھلائے یہ بھی اس کے علاقے میں ہے۔ اس نے یہ درخواست منظور کی اور اپنے آدمی میرے ساتھ کر دیئے وہ مجھے لے گئے۔

کانٹن کی سیر

اسی طرح ہم سیر کرتے ہوئے چین کلاں میں پہنچے جس کو صین الصین بھی کہتے ہیں یہاں چینی کے برتن بنتے ہیں۔ اور یہاں سے آب حیات کا دریا سمندر میں گرتا ہے اس کو مجمع البحرین کہتے یہ شہر چین کے شہروں میں سب سے بڑا ہے اور اس کے بازار بھی اور شہروں سے بڑے ہیں۔ سب سے بڑا شہر چینی ظروف کا ہے یہاں سے چینی کے برتن چین کے اور شہروں میں اور ہندوستان میں اور یمن میں لے جاتے ہیں۔

شہر کے وسط میں ایک بڑا مندر ہے اس کے نو دروازے ہیں ہر دروازہ کے اندر چبوترے اور دہلیزیں ہیں جس پر اس دروازہ کے باشندے بیٹھتے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے دروازہ کے بیچ میں اندھوں اور اپاہجوں کے لیے مکانات بنے ہوئے ہیں ان کو مندر کی آمدنی سے خوراک اور پوشاک ملتی ہیں اور اسی طرح سے ہر دروازہ کے اندر مکانات بنے ہوتے ہیں۔ اندر جا کر ایک ہسپتال بیماروں کے واسطے ہے اور ایک باورچی خانہ ہے اس پر طبیب اور خادم نوکر ہیں یہ بھی کہتے تھے کہ جو آدمی بڈھے ہو جاتے ہیں اور کما نہیں سکتے ان کو یہاں کھانا اور کپڑا ملتا ہے اور لاوارث بیواؤں اور یتیموں کو بھی۔

اس شہر کے ایک طرف مسلمان رہتے ہیں ان کی مسجد جامع اور خانقاہ اور بازار علیحدہ ہیں اور ایک قاضی اور شیخ الاسلام بھی ہے چین کے ہر ایک شہر میں شیخ الاسلام ہوتا ہے مسلمانوں

---

[1] کانٹن۔

کے کل معاملات ان کے سپرد ہوتے ہیں۔ اور قاضی تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ میں اوحدالدین سنجاری کے پاس ٹھہرا تھا۔ یہ شخص نہایت دولت مند اور فاضل ہے میں اس کے پاس چودہ دن ٹھہرا۔ قاضی اور مسلمان ہر روز میرے پاس آتے تھے اور دعوت کرتے تھے اور اس دعوت میں قرآن خواں اور راگ گانے والے طلب کیے جاتے تھے اس شہر کے آگے کوئی شہر مسلمان یا کافروں کا نہیں ہے اور یاجوج[1] ماجوج کی دیوار وہاں سے ساٹھ دن کے رستہ پر ہے۔

دو سو برس کی عمر کا ایک عجیب و غریب فقیر

جب میں چین کلاں میں تھا تو میں نے سنا یہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے جو دو سو برس کا ہے نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ قضائے حاجت کو جاتا ہے نہ عورت کے پاس جاتا ہے حالانکہ اس کی طاقتیں برقرار ہیں اور وہ شہر سے باہر ایک غار میں رہتا ہے میں وہاں گیا میں نے دیکھا کہ وہ غار کے دروازہ پر بیٹھا ہوا ہے وہ دبلا پتلا تھا رنگ نہایت سرخ تھا اور عبادت کے نشان اس کے چہرے سے ظاہر تھے میں نے سلام کیا اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور سونگھ کر مجھ سے کہا کہ تجھے یاد ہے کہ تجھے ایک جزیرہ میں ایک شخص ملا تھا جو دو بتوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اور جس نے تجھے دس دینار دیئے تھے میں نے کہا ہاں اس نے کہا میں وہی ہوں میں نے اس کا ہاتھ چوما وہ فوراً غار میں چلا گیا اور پھر نہ نکلا۔ ہم انتظار کے بعد غار کے اندر گئے تو وہاں بھی نہ ملا۔ اس کا ایک آدمی ملا اس نے ہمیں بالشت[2] دیئے اور کہا کہ یہ تمہاری ضیافت ہے چلے جاؤ ہم نے کہا ہم اس کا انتظار کریں گے۔ اس نے کہا اگر بیس سال بھی ٹھہرے رہوگے تو اس کو نہ دیکھ سکو گے۔

میں نے جا کر یہ بات قاضی اور شیخ الاسلام اور اوحدالدین سے کہی۔ انھوں نے کہا مسافروں کے ساتھ اسی طرح کیا کرتا ہے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کا مذہب کیا ہے اور جس شخص کو تو نے اس کا آدمی سمجھا تھا وہ بھی وہی تھا وہ کہتے تھے کہ یہ شخص پچاس برس تک یہاں سے غائب رہا۔ اب ایک سال سے پھر آ گیا۔ بادشاہ، وزیر اور امیر اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ وہ اگلے زمانہ کی باتیں کرتا ہے اور ہمارے پیغمبر کا بھی ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں اس وقت میں ہوتا تو ان کی مدد کرتا۔

---

[1] دیوار چین [2] دریا۔

خلیفہ عمر ابن الخطاب اور خلیفہ علی ابن ابی طالب کی بہت تعریف کرتا ہے لیکن یزید کو برا کہتا ہے اور معاویہ کو بھی اچھا نہیں جانتا ان سب نے اس فقیر کی عجیب عجیب باتیں بیان کیں۔ اس ملک کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ مسلمان ہے لیکن کسی نے اس کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ روزہ تو بارہ مہینے رکھتا ہے۔ دوسرے دن میں واپس زیتون کے شہر کی طرف چلا اور جب تک میں وہاں پہنچا تو قاآن کا حکم آچکا تھا کہ مجھے دربار میں بھیج دو خواہ خشکی کے رستے خواہ نہر کے رستے میں نے کہا میں نہر کے رستے جاؤں گا میرے واسطے ایک جہاز تیار کیا گیا جو امیروں کی سواری کے قابل تھا۔ حاکم نے ہمارے ساتھ آدمی کر دیئے اور اس نے اور قاضی نے اور مسلمان سوداگروں نے بہت سا زادِ راہ ہمارے ساتھ کر دیا۔

شہر قن چن فو

دس دن کے سفر کے بعد ہم قن چن فو کے شہر میں پہونچے یہ بہت بڑا شہر ہے ایک وسیع میدان میں واقع ہے اور اس کے چاروں طرف باغات ہیں وہ غوطہ دمشق کے مشابہ ہے جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں کا قاضی اور شیخ الاسلام اور مسلمان سوداگر نوبت اور نقارے اور گانے بجانے والے لے کر ہمارے استقبال کو آئے اور گھوڑے بھی لائے ہم سوار ہو گئے۔ قاضی اور شیخ الاسلام بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے باقی سب آدمی پیادہ تھے شہر کا حاکم اور اس کے اہلکار بھی ہمارے استقبال کو باہر آئے کیونکہ وہ اپنے بادشاہ کے مہمان کی توقیر و تعظیم بہت کرتے ہیں۔ ہم شہر میں داخل ہوئے اس کی چار فصلیں ہیں اول اور دوم فصیل کے درمیان بادشاہ کے غلام اور چوکیدار یعنی پاسبان رہتے ہیں۔ دوسری اور تیسری فصیل کے درمیان لشکر اور حاکم شہر رہتا ہے۔ تیسری فصیل کے اندر مسلمانوں کی آبادی ہے اور اس جگہ ہم شیخ ظہیر الدین قرلانی کے مکان میں ٹھہرے اور چوتھی فصیل کے اندر چینی رہتے ہیں۔ یہ آبادی سب سے زیادہ ہے۔ اس شہر کے چار دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے درمیان تین تین میل کا فاصلہ ہے۔ ہر ایک شخص کا باغ اور گھر اور زمین ایک ہی جگہ ہے۔

ایک ہم وطن سے چین میں ملاقات

میں ایک دن ظہیر الدین قرلانی کے مکان میں تھا کہ ناگاہ ایک عالی شان فقیہ کا جہاز آیا۔ اور میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ اور کہا کہ قوام الدین سبتی آتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کون شخص ہے۔ وہ داخل ہوا اور سلام کے بعد ہم بیٹھے تو میرے دل میں گزرا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا آپ ایسے دیکھ رہے ہیں گویا مجھے پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کون سے شہر کے ہیں اس نے کہا کہ سبتہ کا میں نے کہا میں طنجہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے مجھے پھر سلام کیا اور رو پڑا۔ میں نے کہا آپ کبھی ہندوستان گئے تھے کہا ہاں میں دہلی گیا تھا۔ جب اس نے یہ کہا تو مجھے یاد آگیا اور میں نے کہا تو بشری ہے اس نے کہا ہاں۔ وہ دہلی میں اپنے ماموں ابوالقاسم مرسی کے ساتھ آیا تھا اور اس وقت بالکل نوجوان بلا ریش تھا۔ بہت ذہین طالب علم تھا۔ موطا ازبر یاد تھی۔ میں نے بادشاہ ہند سے اس کا سلام کرایا تھا۔ بادشاہ نے اس کو تین سو دینار بھی دیئے تھے اور اس سے کہا تھا کہ دہلی میں ٹھہر جاؤ۔ لیکن اس نے انکار کیا تھا اور وہ چین کا ارادہ کرتا تھا۔ چین میں آکر وہ نہایت مالدار اور شاندار ہو گیا۔ مجھ سے کہتا تھا کہ میرے پاس پچاس غلام ہیں اور اسی قدر کنیزیں ہیں۔ اس نے دو غلام اور دو کنیزیں میرے لیے بھیجیں اور تحفے بھیجے۔ پھر میں اس کے بھائی سے سوڈان کے ملک میں ملا۔ مجھے دونوں بھائیوں کے درمیان اس قدر مسافت سے تعجب ہوا۔

میں قن جن فو کے شہر میں پندرہ دن ٹھہرا اور وہاں سے چل پڑا۔ چین کے شہر اگرچہ بہت خوبصورت ہیں لیکن میرا دل نہ لگتا تھا۔ کفر کا زور تھا اور جب میں گھر سے نکلتا تھا۔ تو بہت سی مکروہ چیزیں دیکھنی پڑتی تھیں۔ اس لیے میرا دل کھٹا ہو گیا۔ اور میں اکثر گھر میں بیٹھا رہا کرتا تھا۔ اور فقط ضرورت کے لیے باہر جاتا تھا۔ جب مسلمان نظر آتے تھے تو طبیعت خوش ہوتی تھی۔ یہ فقیہ میرے ساتھ چار منزل تک گیا۔

شہر خنسا

سترہ دن کے سفر کے بعد خنسا کے شہر میں پہنچے اس شہر کا نام وہی ہے جو عرب کی ایک شاعر عورت کا ہے یہ معلوم نہیں کہ یہ لفظ عربی ہے یا اتفاق سے ایک ہی لفظ دونوں زبانوں

میں پایا جاتا ہے یہ شہر اس قدر بڑا ہے کہ اس سے بڑا شہر میں نے تمام دنیا میں نہیں دیکھا۔ اس کی لمبائی تین منزل ہے اور عمارت کا ڈھنگ وہی چین کا ڈھنگ ہے، ہر ایک شخص کے گھر کے ساتھ باغ اور زمین ہے۔ اس شہر کے چھ حصے ہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں کے قاضی فخر الدین اور شیخ الاسلام اور عثمان بن عفان مصری کی اولاد جو یہاں کے مسلمانوں میں سب سے بڑے ہیں۔ اور جو سفید علم اور نوبت اور نقارہ بھی رکھتے ہیں میرے استقبال کو آئے اور اس شہر کا حاکم اپنے ساز و سامان کے ساتھ باہر آیا ہم شہر میں داخل ہوئے۔ بیرونی فصیل کے اندر چھ شہر بستے ہیں۔

ہر ایک شہر کی فصیل علیحدہ علیحدہ ہے پہلے شہر میں چوکیدار اور پاسبان اور ان کا حاکم ہوتا ہے قاضی نے اور شہر کے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ وہ تعداد میں بارہ ہزار ہیں رات کو ہم ان کے حاکم کے پاس اس کے گھر میں رہے۔ دوسرے دن ہم دوسرے شہر میں گئے اس شہر میں یہودی اور نصاریٰ اور ترک جو سورج کو پوجتے رہتے ہیں ان کی تعداد بھی بہت بڑی ہے اس شہر کا حاکم چینی ہے۔ دوسری رات ہم اس کے پاس رہے۔

تیسرے دن ہم تیسرے شہر میں داخل ہوئے اس میں مسلمان رہتے ہیں۔ ان کے بازار اور گھر مسلمانوں کے شہروں کی طرح بالترتیب ہیں شہر میں مسجدیں بکثرت ہیں۔ جب ہم داخل ہوئے تو مؤذن ظہر کی اذان دے رہے تھے۔ ہم عثمان بن عفان مصری کے بیٹوں کے گھر جا کر ٹھہرے۔ یہ ایک بڑا سوداگر تھا۔ اس کو یہ شہر اچھا معلوم ہوا۔ یہیں سکونت اختیار کی اور اسی شہر سے منسوب اور مشہور ہو گیا۔ اس کے بیٹے بھی صاحب مرتبہ ہیں۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح فقیروں اور مساکین کو بہت کچھ دیتے ہیں۔ ان کی ایک خانقاہ ہے جس کو عثمانیہ کہتے ہیں اس کی عمارت بہت عالیشان ہے اور اوقاف بھی اس کے متعلق بہت سے ہیں اس میں صوفی رہتے ہیں۔ اس عثمان نے اس شہر میں جامع مسجد بھی بنوائی ہے اور اس کے متعلق بھی بہت سے اوقاف کر دیئے تھے یہاں مسلمانوں کی جماعت بہت بڑی ہے اور ہم اس کے پاس پندرہ دن ٹھہرے اور ہر رات اور دن کو ہماری ضیافت علیحدہ علیحدہ شخصوں کے گھر ہوتی تھی۔ اور جو کھانے ایک شخص کھلاتا تھا۔ دوسرا اس سے نئے کھانے تیار کراتا تھا۔ اور ہر روز ہم کو سوار کر کے سیر کراتے تھے۔

ایک روز ہم سیر کرتے ہوئے چوتھے شہر میں گئے۔ وہ دارالحکومت ہے وہاں کا حاکم قرطی اس شہر میں رہتا ہے جب میں اس شہر میں داخل ہوا تو میرے ہمراہی مجھ سے علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور وزیر مجھے ملا اور وہ مجھے قرطی کے گھر لے گیا اور اس نے وہاں مجھ سے وہ جبہ جو مجھے شیخ جلال الدین

تبریزی نے دیا تھا لے لیا اس کا مفصل حال میں بیان کر چکا ہوں اس شہر میں فقط بادشاہ کے غلام اور خادم رہتے ہیں اور چھ شہروں میں سے یہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے اس میں تین نہریں گزرتی ہیں ایک نہر بڑی کی شاخ ہے اور اس میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں اس شہر میں آتی ہیں اور کھانے کی چیزیں اور جلانے کے پتھر لاتی ہیں۔ سیر کے لیے ان کے علاوہ چھوٹی کشتیاں ہوتی ہیں بادشاہی محل کا چوک شہر کے بیچ میں ہے یہ میدان بہت وسیع ہے۔ حاکم کا گھر اس کے بیچ میں اور چاروں طرف یہ میدان ہے اس میں دالان بنے ہوتے ہیں جن میں کاریگر اچھا اچھا کپڑا اور ہتھیار تیار کرتے ہیں۔

امیر قرطی نے ان کی تعداد سولہ سو بتلائی تھی یہ فقط استادوں کی تعداد تھی ہر ایک استاد کے ساتھ تین تین چار چار شاگرد تھے یہ سب قاآن کے غلام ہیں ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں اور ان کے گھر محل شاہی کے باہر ہیں وہ بازاروں تک جا سکتے ہیں لیکن دروازوں پر نہیں جا سکتے اور اس میں سے سو سو ہر روز امیر کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ جب کوئی غیر حاضر ہوتا ہے تو امیر اس کو طلب کرتا ہے یہ دستور ہے کہ جب کوئی غلام دس سال تک خدمت کرتا ہے تو اس کی بیڑی دور کر دی جاتی ہے پھر اس کو اختیار ہوتا ہے کہ خواہ وہ بلا قید کام کرتا ہے خواہ جس جگہ چاہے قاآن کی عملداری میں جا رہے مگر عملداری سے نہیں جا سکتا۔ پچاس برس کی عمر کے بعد کام سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کا گذارہ مقرر ہو جاتا ہے اسی طرح سے ہر شخص کا گذارہ مقرر ہو جاتا ہے خواہ وہ غلام ہو یا نہ ہو اور جو آدمی ساٹھ برس کا ہو جاتا ہے تو اس کو بچہ سمجھتے ہیں اور اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہوتا۔

بوڑھوں کی تعظیم چین میں بدرجہ غایت کی جاتی ہے اور اس کو آطا یعنی باپ کہتے ہیں۔

امیر قرطی چین میں امیر الامرا ہے اس نے اپنے گھر میں ہماری ضیافت کی ضیافت کو وہ لوگ طوی کہتے ہیں اس میں شہر کے سب بڑے بڑے آدمی آئے مسلمان باورچی بلائے گئے انھوں نے ذبح کر کے گوشت پکایا۔ یہ امیر کبیر اپنے ہاتھ سے ہم کو کھانا کھلاتا تھا اور گوشت کے ٹکڑے کر کے دیتا جاتا تھا۔ اس نے تین دن تک ہماری مہمانی کی اور اپنے بیٹے کو ہمارے ساتھ دریا تک بھیجا ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے اور امیر کا بیٹا دوسری میں۔ امیر کے بیٹے کے ساتھ اہل طرب اور گانے بجانے والے بھی تھے وہ چینی اور فارسی اور عربی زبان میں گاتے تھے۔ امیر کا بیٹا فارسی راگ کو پسند کرتا تھا جب گانے والے فارسی گیت گاتے تھے تو امیر کا بیٹا فرمائش کرتا تھا کہ پھر گاؤ۔ فارسی اشعار

جو وہ گاتے تھے میں نے یاد کر لیے ہیں اس کا سُر بہت دلآویز تھا۔

نہر کی اس شاخ میں بہت سی کشتیاں تھیں ان کے مستول رنگے ہوئے تھے اور بادبان ریشم کے تھے اور کشتیوں پر طرح طرح کے نقش تھے اہل کشتی ایک دوسرے پر لیموں اور نارنج پھینکتے تھے۔ شام کو ہم امیر کے گھر میں واپس آئے اور رات کو وہاں آرام کیا۔ اہلِ طرب بلائے گئے انھوں نے عجیب عجیب راگ گائے۔

شہر پیکن میں داخلہ

عظیم شہر، حیرت انگیز انتظامات، قصر شاہی

خاقان چین کی یگانہ اور اثر انگیز شخصیت

صبح ہم پانچویں شہر میں گئے یہ سب سے بڑا شہر تھا اس میں عوام رہتے تھے اس کے بازار بہت عمدہ تھے اور ہر قسم کے صناع یہاں رہتے تھے۔ اس شہر میں خنسادی کپڑا تیار کرتے ہیں اور طباق بھی عجیب بناتے ہیں جن کو طشت کہتے ہیں۔

چین میں بانس کی عجیب و غریب مصنوعات

یہ طشت بانس کے بنائے جاتے ہیں نہایت کاریگری سے بانس کے ٹکڑے جوڑے جاتے ہیں اور سرخ چمکنے والے گوند کا روغن اس پر چڑھاتے ہیں دس طباق ایک دوسرے میں رکھے ہوتے ہیں اس قدر پتلے ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے کو ایک طباق نظر آتا ہے اور اس پر ایک ڈھکنا ہوتا ہے جو سب کو ڈھک لیتا ہے۔ بانس کی رکابیاں بناتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اوپر سے ان رکابیوں کو پھینک دو تو ٹوٹتی نہیں اور اگر گرم کھانے ان میں ڈال دو تو وہ اینٹھتی ہیں نہ ان کا رنگ بدلتا ہے یہ رکابیاں وہاں سے ہندوستان اور خراسان اور دیگر ممالک

میں لے جاتے ہیں۔

جب ہم اس شہر میں پہنچے تو امیر کی طرف سے ہماری مہمانی ہوئی۔ دوسرے روز ہم ایک دروازہ میں داخل ہوئے جس کو کشتی بانوں کا دروازہ کہتے ہیں یہ چھٹے شہر کا دروازہ ہے اور اس میں ملّاح اور ماہی گیر اور جولاہے اور نجار اور سپاہی تیر انداز اور پیادے رہتے ہیں یہ سب مرد ہیں اور سب بادشاہ کے غلام ہیں۔ ان کے سوا اس شہر میں کوئی اور شخص نہیں رہتا ان کی تعداد بھی بہت ہے یہ شہر بڑی نہر کے کنارے پر ہے وہاں بھی ہم رات کو رہے اور امیر کی طرف سے ہماری مہمانی ہوئی امیر قرطی نے ہمارے لیے ایک جہاز تیار کرایا اور زاد راہ اور دیگر ضروری اشیا سب اس میں رکھی گئیں اور امیر کے نوکر ہماری مہمانی کے لیے اس میں موجود تھے اس شہر سے جلد ہم نے کوچ کیا یہ چین کا سب سے آخر شہر ہے۔

اس کے بعد ہم خان بالق میں پہنچے اس شہر کو خانقو بھی کہتے ہیں یہ شہر قاآن کا دارالحکومت ہے اور قاآن چین اور خطا کا بادشاہ ہے۔ جب شہر سے دس میل دور رہے ہم لنگر ڈال کر کھڑے ہو گئے امیر البحر کو ہماری بابت لکھا گیا جب وہاں سے اجازت آگئی تو ہم بندر میں داخل ہوئے اور شہر میں اترے یہ شہر بھی دنیا کے بڑے شہروں میں سے ہے اور چین کے شہروں کی طرح اس کی ترتیب نہیں ہے یعنی باغ اور کھیت شہر کے اندر نہیں ہیں بلکہ ہمارے شہروں کی طرح باغ باہر ہیں اور بادشاہ کا محل بیچ میں ہے۔

میں شیخ برہان الدین صاغرجی کے پاس ٹھہرا یہ وہی شخص ہیں جن کے پاس بادشاہ ہندوستان نے چالیس ہزار دینار بھیجے تھے اور ان سے ہندوستان آنے کی درخواست کی تھی اور شیخ نے ہندوستان جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن نذر قبول کر کے اس سے اپنا قرضہ ادا کر دیا تھا اور پھر چین چلے آئے تھے یہاں قاآن نے ان کو تمام مسلمانوں کا شیخ بنا کر صدر جہاں کا خطاب دیا تھا۔ قاآن اس ملک میں بادشاہ کا خطاب ہے جیسا کہ لورستان کے بادشاہ کو اتابک کہتے ہیں اور قاآن کا نام پاشائی تھا اور کافروں میں کسی بادشاہ کا اتنا ملک وسیع نہیں ہے جس قدر اس بادشاہ کا ہے اس کا محل شہر کے وسط میں ہے۔ اکثر مکانات رنگے ہوئے اور نقش آمیز لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی ترتیب عجیب ہے۔

اس محل میں سات دروازوں کے بعد داخل ہوتے ہیں پہلے دروازے پر کوتوال بیٹھا رہتا ہے وہ دربانوں کا افسر ہے اور دروازہ کے دونوں طرف داہنے اور بائیں چبوترے ہیں جن پر پردہ دار بیٹھے رہتے ہیں اور لوگ محل کے دروازہ کے نگہبان ہیں وہ گنتی میں پانچ سو ہیں کہتے ہیں کہ پہلے ایک ہزار تھے۔ دوسرے دروازہ پر سپاہی تیرانداز بیٹھے رہتے ہیں ان کی تعداد بھی پانچ سو ہے۔ تیسرے دروازہ پر نیزہ دار وہ بھی پانچ سو ہیں۔ چوتھے دروازہ پر تیغدار جن کے پاس تلوار اور ڈھالیں ہوتی ہیں پانچویں دروازہ پر وزیر کا محکمہ اس میں بہت سے دالان اور کمرہ ہیں سب سے بڑے کمرہ میں ایک اونچی شہ نشین پر وزیر بیٹھا رہتا ہے اس کو مسند کہتے ہیں وزیر کے سامنے ایک بڑی دوات سونے کی بنی ہوئی رکھی رہتی ہے اس کے سامنے کاتب السر یعنی پرائیویٹ سکرٹری کا کمرہ ہے اور اس کے دائیں ہاتھ کی طرف ایلچیوں کے محکمہ کے متصدیوں کا کمرہ ہے اور وزیر کے کمرہ کے دائیں ہاتھ کی طرف محکمہ متفرقہ کے متصدی بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کمروں کے مقابل چار اور کمرے ہیں ایک کو دیوان الاشراف کہتے ہیں جس میں مشرف یعنی کنٹرولر جنرل بیٹھتا ہے اور دوسرے میں دیوان بقایا جو امیروں اور عاملوں سے اردن کے علاقوں اور جاگیروں کی بقایا وصول کرتا رہتا ہے اور تیسرے کمرہ میں دیوان استغاثہ وہاں ایک بڑا امیر فقیہوں اور منشیوں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے وہاں ظلم رسیدہ لوگ انصاف جوئی کے لیے آتے ہیں اور چوتھے کمرہ میں ڈاک کا دیوان اس میں مخبروں کا افسر بیٹھا رہتا ہے اور چھٹے دروازہ پر پولیس والے اور ان کا افسر رہتا ہے اور ساتویں دروازہ پر غلام بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں بھی تین کمرے ہیں ایک میں حبشی غلام دوسرے میں ہندی غلام اور تیسرے میں چینی غلام بیٹھے ہیں اور ان میں سے ہر ایک گروہ کا افسر چینی ہوتا ہے۔

خاقان چین کی دلچسپ اور عجیب شخصیت

جب ہم خان بالق میں پہنچے تھے تو قاآن وہاں نہ تھا اور اپنے چچازاد بھائی فیروز کے مقابلہ کے لیے گیا تھا جس نے قراقرم اور بش بالغ میں جو خطا کا ایک علاقہ ہے اور دارالحکومت سے تین مہینے کے فاصلہ پر ہے بغاوت کر دی تھی۔

صدر جہاں برہان الدین صاغرجی نے مجھ سے کہا کہ جب قاآن نے اپنی فوج جمع کی تو سو لشکر جمع ہوئے ایک ایک لشکر میں دس دس ہزار سوار تھے ہر ایک لشکر کے سردار کو امیر

طومان کہتے ہیں۔ بادشاہ کا خاص لشکر اور نوکر اس کے علاوہ تھے وہ بھی تعداد میں پچاس ہزار تھے اور پیدل بھی پانچ لاکھ تھے۔ جب قاآن باہر نکلا تو اکثر امیر اس سے برگشتہ ہو گئے۔ کیونکہ اس نے چنگیز خاں کے تورہ یعنی قانون میں بہت سی تبدیلیاں کر دی تھیں۔ یہ چنگیز خاں وہی تھا جس نے اسلام کے ملکوں کو تہ و بالا کر دیا تھا وہ اس کے چچازاد بھائی سے جا ملے اور قاآن کو لکھا کہ وہ سلطنت سے علیحدہ ہو جاوے اور شہر خطا کو اپنی جاگیر میں منظور کرے۔ قاآن نے یہ منظور نہ کیا اور اس نے لڑ کر شکست کھائی اور مارا گیا۔

جب ہم دارالحکومت پہنچے تو یہ خبر وہاں پہنچی اور شہر آراستہ کیا گیا اور نوبت نقارے بجوائے گئے اور ایک مہینے تک ناچ رنگ ہوتے رہے اس کے بعد قاآن مقتول اور اس کے خواص اور بھائیوں اور رشتہ داروں کی نعشیں جو سو کے قریب تھیں وہاں لائے اور زمین کے اندر ایک بڑا مکان کھودا گیا اور اس میں نفیس نفیس فرش بچھائے گئے اور اس کے اندر قاآن کو اس کے ہتھیاروں سمیت رکھا گیا اور اس کے چاندی سونے کے برتن اور چار لونڈیاں اور چھ غلام بھی جن کے ساتھ پانی پینے کے برتن تھے اسی قبر میں رکھے اور اوپر ایک دروازہ بنا کر اس کو مٹی سے بند کر دیا اور ایک اونچا ٹیلہ اس کے اوپر بنا دیا۔ پھر چار گھوڑے لائے اور اس کی قبر پر ان کو یہاں تک دوڑایا کہ وہ تھک کر کھڑے ہو گئے اس کے بعد قبر پر ایک لکڑی گاڑ دی اور ہر ایک گھوڑے کے پس پشت میں سے لکڑی دے کر اس کے منہ سے نکال کر گھوڑوں کو اس بڑی لکڑی پر آویزاں کر دیا اسی طرح سے قاآن کے قریبی رشتہ داروں کے لیے بھی ایسی ہی قبریں تیار کیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے ہتھیار اور ظروف رکھ کر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر تین تین گھوڑے لٹکا دیے۔ یہ رشتہ دار تعداد میں دس تھے اور باقیوں کی قبروں پر ایک ایک گھوڑا لٹکا دیا۔ اس روز شہر کے تمام مرد اور عورتیں مسلمان اور کافر ماتمی لباس پہنے ہوئے وہاں موجود تھے کافر سفید چادریں اور مسلمان سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے قاآن کی بیگمیں اور خواص چالیس دن تک اپنے خیموں میں قبر رہیں اور بعض برس دن تک وہیں رہیں اور وہاں ایک بازار لگ گیا کہ جو چیز ان کو درکار ہوتی تھی وہاں فروخت ہوتی تھی۔

یہ رسومات اس زمانہ میں کسی اور ملک میں رائج نہیں ہیں۔ ہندو اور چینی اپنے مردوں کو جلاتے ہیں اور باقی کل قومیں اپنے مردوں کو دفن کرتی ہیں لیکن کسی اور کو ان کے ساتھ دفن نہیں کرتے۔

جب تغاآن مارا گیا اور اس کا چچا زاد بھائی فیروز بادشاہ ہوا تو اس نے اپنا دارالحکومت قراقرم مقرر کیا کیونکہ وہ اس کے چچاؤں بادشاہان ماوراء النہر اور ترکستان کے ملکوں سے قریب تھا پھر اس کے ساتھ ان امیروں نے جو تغاآن کے ہمدرد تھے بغاوت کی اور رہزنی شروع کر دی اور ملک میں فساد پھیل گیا۔ شیخ برہان الدین وغیرہ نے مجھ سے کہا تم چین کی طرف واپس چلے جاؤ ورنہ پھر فساد زیادہ ہو جائے گا اور واپس جانا مشکل ہوگا وہ مجھے بادشاہ فیروز کے پاس لے گئے اس نے تین آدمی میرے ہمراہ کر دیئے اور میری مہمانی کرنے کے لیے ان کو حکم لکھ دیا۔ ہم جلدی جلدی خطا کی طرف واپس آئے وہاں سے خنسا اور خنسا سے قن چن فو اور قن چن فو سے زیتون پہنچے۔

چین سے جاوا پھر کالی کٹ

سلطان جاوا کے ولی عہد کی شادی میں شرکت

جہاز ہندوستان کے سفر کے لیے تیار تھے اور ان میں سے ایک جہاز ملک ظاہر شاہ جاوا کا تھا۔ اہل جہاز مسلمان تھے جہاز والوں نے مجھے پہچان لیا اور مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے دس دن تک موافق ہوا چلتی رہی۔ جب ہم ملک طوالسی کے قریب پہنچے تو ہوا مخالف ہو گئی اور اندھیرا ہو گیا اور بارش شروع ہوئی دس دن تک سورج دکھائی نہ دیا۔ پھر ہم ایسے سمندر میں داخل ہوئے کہ اسے پہلے نہ دیکھا تھا۔ اہل جہاز ڈر گئے اور چین کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ وہ بھی نہ ہو سکا اور تینتالیس دن تک سمندر میں ٹھیرے رہے۔

جاوا میں ایک مرتبہ پھر واپس

دو مہینے بعد ہم جاوا میں پہنچے اور سماطرا میں جا اترے وہاں کا بادشاہ ملک ظاہر جہاد کر کے واپس آیا تھا اور بہت سا مال لوٹ لایا تھا میرے پاس دو لونڈیاں اور دو غلام بھیجے اور میں اس کے بیٹے کے نکاح میں شامل ہوا جو اس کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ تجویز ہوا تھا محل کے چوک میں ایک بڑا ممبر کھڑا کیا اور ریشم کے کپڑے سے اس کو ڈھانپ دیا۔ دلہن کو محل میں لے

آئے پیدل تھی اور منہ کھلا ہوا تھا اور اس کے ساتھ چالیس بیگمیں جو بادشاہ اور امیروں کی بیویاں تھیں اس کے پائنچے اور دامن اُٹھائے ہوئے چلی آتی تھیں اُن سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اُن کو ہر ایک شریف اور رذیل دیکھ سکتا تھا اور وہاں عورتیں فقط شادی کے دن منہ کھولتی ہیں ورنہ پردہ کرتی ہیں۔ دلہن ممبر پر چڑھ کر بیٹھ گئی اُس کے سامنے اہل طرب مرد اور عورت گاتے تھے اور ناچتے تھے پھر دولہا ہاتھی پر آیا۔ ہاتھی آراستہ پیراستہ تھا اس کی پشت پر ایک تخت تھا اور دولہا کے سر پر ایک گول سا چھتر تھا جو دلہن کے تاج کے مشابہ تھا دولہا کے داہنے اور بائیں ہاتھ پر سَو امیر زادے اور بادشاہ تھے جن کی پوشاک سفید تھی سروں پر جڑاؤ کلاہیں تھیں اور سجائے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے یہ سب دولہا کے ہم عمر تھے اُن میں سے کسی کے ڈاڑھی نہ تھی۔

جب دولہا داخل ہوا تو لوگوں پر درہم اور دینار نچھاور کیے گئے بادشاہ ایک جگہ بیٹھا ہوا یہ سب دیکھ رہا تھا اُس کا بیٹا اُترا اور بادشاہ کے پاؤں چوم کر منبر پر جا بیٹھا دلہن اس کو دیکھ کر اُٹھی اور اُس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اُس کے برابر بیٹھ گئی۔ اور بیگمیں پنکھا جھل رہی تھیں پھر پان سپاری لائے دولہا نے اپنے ہاتھ میں پان لے کر دلہن کے منہ میں رکھ دیا پھر اُس نے ایک پان کا بیڑا لے کر اُس کے منہ میں رکھ دیا پھر اُس نے بھی ایسا ہی کیا یہ سب علی الاعلان کیا جاتا تھا پھر دلہن پر پردہ ڈالا گیا، وہ دونوں اُسی پر بیٹھے رہے منبر کو محل میں لے گئے لوگوں نے کھانا کھایا اور چلے گئے۔

دوسرے دن آدمی جمع ہو گئے بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا اور لوگوں سے اُس کی بیعت لی اور ان کو کپڑے اور سونا وغیرہ عطا کیے گئے۔ میں اس جزیرہ میں دو مہینے ٹھیرا بادشاہ نے مجھے بہت سا عود اور کافور اور لونگ اور صندل دیے اور میں جہاز میں سوار ہو کر چالیس دن کے بعد کولم میں پہنچا اور قاضی قزوینی کے مکان کے قریب ٹھیرا رمضان کا مہینہ تھا میں نے عید کا دوگانہ بھی وہاں کی مسجد میں پڑھا وہ لوگ مسجد میں رات سے آ بیٹھتے ہیں صبح تک ذکر کرتے ہیں اور پھر صبح سے لے کر نماز کے وقت تک ذکر کرتے رہتے ہیں پھر نماز پڑھ کر اور خطبہ سن کر چلے جاتے ہیں کولم سے میں کالی کٹ میں آیا کچھ دنوں وہاں رہا میں نے دہلی جانے کا ارادہ کیا لیکن خوف آیا اور نہ گیا [1]

---

[1] کوچۂ قاتل میں جاتے وقت خوف آنا بھی چاہیے تھا۔

سفر کی نئی منزل

عرب، ایران، شام

مسقط اور دوسرے مقامات کی سیر

اڑتالیس دن کے بعد ظفار کے ملک میں پہنچا۔ محرم ۷۴۸ھ کی دسویں تاریخ تھی۔ وہاں کے خطیب عیسیٰ طاطا کے گھر ٹھیرا۔ ان دنوں وہاں کا بادشاہ ملک ناصر تھا جو ملک مغیث کا بیٹا تھا۔ جب میں پہلی دفعہ یہاں آیا تھا تب وہ یہاں کا بادشاہ تھا۔ بادشاہ کا نائب سیف الدین عمر امیر جندر ترکی تھا بادشاہ نے مجھے ٹھیرایا اور میری بہت خاطر تواضع کی۔ وہاں سے سمندر کے راستے سے مسقط گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے پھر ہم قریات گئے وہاں سے مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے رحبہ کے شہر میں پہنچے، یہ شہر مالک بن طوق کی طرف منسوب ہے اور رحبہ کا شہر عراق کے بہت عمدہ شہروں میں سے ہے یہ شام کا سب سے پہلا شہر ہے وہاں سے میں سخنہ پہنچا جو خوبصورت شہر ہے یہاں کے اکثر باشندے نصاریٰ ہیں وہاں گرم پانی نکلتا ہے اس لیے اس شہر کا نام سخنہ پڑ گیا۔ عورتوں اور مردوں کے جدا جدا حمام غسل کے لیے بنے ہوئے ہیں رات کو پانی کھینچ لیتے ہیں اور ٹھنڈا ہونے کے لیے چھتوں پر رکھ دیتے ہیں وہاں سے ہم تدمر پہنچے یہ شہر جنوں نے حضرت سلیمان کے لیے بسایا تھا جیسا کہ نابغہ شاعر کہتا ہے۔ سنون تدمر بالصفاح و العمل (ترجمہ) تدمر کو سلوں اور ستونوں سے بناتے ہیں۔

ایک مرتبہ پھر دمشق میں

پھر دمشق آئے اب بیس برس کے بعد وہاں واپس آیا وہاں میں نے اپنی ایک بیوی کو چھوڑا تھا اس وقت وہ حاملہ تھی اور جب میں ہندوستان میں تھا تو میں نے سنا تھا کہ میرے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے میں نے اس کے نانا کے پاس ہندوستان سے چالیس دینار طلائی بھیجے تھے وہ شہر مکناسہ ملک مغرب کا رہنے والا تھا جب میں دمشق میں پہنچا تو مجھے یہ فکر تھی کہ کسی سے اپنے بیٹے کا حال دریافت کروں میں مسجد میں داخل ہوا اور شیخ نورالدین سخاوی امام مالکی سے ملنے کا اتفاق ہوا میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے مجھے نہ پہچانا میں نے پتہ بتلایا اور اپنے بیٹے کا حال دریافت کیا انھوں نے کہا وہ لڑکا بارہ سال ہوئے مرگیا انھوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے شہر طنجہ کا ایک فقیہ مدرسہ ظاہریہ میں رہتا ہے میں اس کے پاس گیا تھا تاکہ اپنے والد اور خاندان کا حال دریافت کروں میں اس کے پاس گیا تو وہ بہت بڈھا آدمی تھا میں نے اس کو سلام کیا اور اپنے خاندان کا پتہ بتلایا تو اس نے کہا کہ تیرا والد پندرہ سال ہوئے مرگیا ہے اور تیری والدہ زندہ ہے۔

وہ برس میں نے دمشق میں پورا کیا اس وقت وہاں قحط پڑا ہوا تھا اور سات اوقیہ روٹی کی قیمت ایک درہم تھی ان دنوں مالکیوں کا قاضی وہاں جمال الدین مسلاتی تھا یہ شیخ علاء الدین تونوی کے مریدوں میں سے تھے۔ شافعیوں کے قاضی القضاۃ تقی الدین ابن السبکی تھے۔ ان دنوں دمشق کا حاکم ارغون شاہ تھا۔

دیارِ عرب کی سیر

دمشق سے روانہ ہو کر میں حمص کی جانب گیا پھر حما کی طرف گیا پھر معرہ کی طرف اور پھر حلب پہنچا۔ شروع ماہ ربیع الاول ۷۴۹ھ میں ہمیں حلب میں خبر پہنچی کہ غزہ میں وبائے طاعون شروع ہو گئی ہے اور ہر روز ایک ہزار سے زیادہ آدمی وہاں مرتے ہیں۔ میں حمص چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا تو وبا کا بہت زور تھا جس روز میں وہاں پہنچا تین سو آدمی مرے تھے وہاں سے میں دمشق کو چلا گیا اور جمعرات کے دن وہاں پہنچا وہاں کے باشندوں نے تین روزے رکھے تھے اور جمعہ کے دن مسجد الاقدام میں سب لوگ جمع ہوئے اللہ تعالیٰ نے وہاں وبا کو ہلکا کر دیا۔ وہاں ایک ایک دن میں چوبیس چوبیس سو آدمی مرنے لگ گئے تھے پھر میں عجلون کی طرف گیا پھر بیت المقدس گیا وہاں سے وبا دفع ہو گئی تھی پھر قدس سے چل پڑا محدث شرف الدین سلیمان ملیانی اور مالکیوں کے شیخ صوفی طلحہ العبدالوادی میرے ساتھ تھے خلیل کے شہر میں پہنچے ہم نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور دیگر پیغمبروں کی قبروں کی زیارت کی پھر ہم غزہ میں پہنچے یہ شہر وبا کے سبب سے خالی ہو گیا تھا۔

پھر میں خشکی کی راہ سے چلا اور دمیاط پہنچا وہاں سے تحراریہ وہاں سے انبار وہاں سے دمنہور ہوتا ہوا اسکندریہ پہنچا، پھر میں قاہرہ پہنچا مصر کے ملک میں اُن دنوں ملک ناصر حسن بن ملک ناصر محمد بن ملک منصور قلاؤدن بادشاہ تھا اُس کے بعد اُس کو معزول کر دیا گیا اور اس کا بھائی ملک صالح بادشاہ ہوا۔ جب میں قاہرہ میں پہنچا، قاہرہ سے چل کر میں صعید کے شہروں میں ہوتا ہوا عیذاب میں پہنچا وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر جدہ گیا اور وہاں سے مکہ شعبان ۷۴۹ھ میں پہنچا اور وہاں مالکیوں کے شیخ فاضل ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خلیل کے قریب جا کر ٹھیرا۔ ماہ رمضان کے روزے میں نے مکہ میں رکھے اور ہر روز شافعی مذہب کے مطابق عمرہ کیا کرتا تھا اور وہاں کے بزرگوں میں سے شیخ شہاب الدین حنفی اور شہاب الدین طبری اور ابو محمد یافعی اور نجم الدین اصفونی اور حرازی سے واقف تھا اُن سے ملا۔ اُس سال حج کر کے شامی قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف گیا اور آنحضرتؐ کی قبر مبارک کی زیارت کی اور مسجد نبوی میں نماز پڑھی اور بقیع میں اصحاب کی زیارت کی اور شیخ ابو محمد بن فرحون سے بھی ملا وہاں سے ہم علا اور تبوک کو گئے وہاں سے بیت المقدس کو وہاں سے خلیل کو وہاں سے غزہ وہاں سے منازل الرمل کو ان سب کا بیان میں پہلے کر چکا ہوں جہاں سے قاہرہ آیا۔

خاکِ وطن کی طرف

تیونس میں داخلہ

قاہرہ میں آکر میں نے مولانا امیر المومنین ابوعنان کے علم و فضل و انصاف کا شہرہ سنا اور مجھے اُس کی درگاہ کی قدم بوسی کا شوق ہوا اور وطن کی یاد نے بھی دل میں چٹکی لی۔

بلاد بہا ینطت علی تمائمی	وہ ملک جہاں میرے گلے میں تعویذ ڈالے گئے۔
و اوّل ارض مس جلدی ترابہا	سب سے پہلے زمین جس کی مٹی میرے بدن پر لگی۔

میں ایک تونسی کی قرقواہ (چھوٹی کشتی) میں سوار ہوا صفر کا مہینہ تھا اور ۷۴۹ھ تھا میں اُس کشتی سے جربہ میں اُتر لیا اور وہ کشتی تونس کو چلی گئی دشمن نے اُس کو پکڑ لیا۔ وہاں سے میں ایک چھوٹی سی کشتی میں قابس پہنچا اور وہاں ابی مروان اور ابو العباس کا مہمان رہا پھر ایک جہاز میں بیٹھ کر سفاقس میں پہنچا اور پھر دریا کے رستہ بلیانہ میں گیا اور وہاں سے خشکی کے رستہ عربوں کے قافلہ کے ساتھ بہت سی تکالیف برداشت کر کے شہر تونس میں پہنچا۔

اس وقت اس شہر کا محاصرہ عربوں نے کیا ہوا تھا۔ تونس کے والی اُن دنوں میں امیر المسلمین ابوالحسن بن مولانا ابو یوسف بن عبدالحق تھے۔ جب میں تونس پہنچا تو حاجی ابوالحسن تامیسی کی زیارت کو گیا اُن کے ساتھ میری قرابت اور ہم وطنی کا رشتہ بھی تھا انھوں نے مجھے اپنے مکان پر مہمان رکھا وہ مجھے محل شاہی میں لے گئے میں نے مولانا ابوالحسن والی تونس کی دست بوسی کا فخر حاصل کیا، انھوں نے مجھے بیٹھنے کی اجازت دے دی اور میں بیٹھ گیا اور مجھ سے سلطانِ مصر اور حجاز کے حالات دریافت کیے میں نے کل حال بتلا دیا پھر میں واپس چلا آیا عصر کے بعد مجھے مولانا نے پھر بلایا۔ وہ ایک برج میں بیٹھے ہوئے تھے جس سے لڑائی کی جگہ نظر آتی تھی شیخ ابو عمر عثمان بن عبدالواحد تنالفتی اور ابوحسون زیان بن امریون علوی اور ابو زکریا بن سلیمان عسکری اور حاجی ابوالحسن تامیسی بھی اُس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے ہندوستان کا حال پوچھا اور میں نے کل حال بتایا۔ میں

تونس میں چھتیس دن ٹھیرا برابر مولانا ابوالحسن کی خدمت میں جاتا رہا۔ تونس میں میں نے خاتمۃ العلما ابوعبداللہ ابلی سے ملاقات کی وہ بیمار تھے لیکن مجھ سے میرے سفر کا حال پوچھتے رہے۔

سردانیہ اور تلمستان میں ورود

مطلانہ کے لوگوں کے ساتھ میں جہاز میں شہر دانیہ کے جزیرہ میں گیا جو بحیرہ روم میں ایک جزیرہ ہے اور اس کا بندرگاہ بہت بڑا ہے بڑے بڑے لکڑ اس کے گرد جمع کیے ہوئے ہیں اور فقط ایک دروازہ آنے جانے کے لیے رکھا ہوا تھا اور اندر قلعے بنے ہوئے ہیں ایک میں میں بھی گیا بازار عمدہ ہیں میں نے نذر مانی کہ اگر یہاں سے خلاصی ہوگئی تو میں دو مہینے برابر روزہ رکھوں گا کیونکہ ہمیں معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندوں کا ارادہ ہے کہ جب ہم اُن کے بندرگاہ سے چل پڑیں تو ہمیں قید کرلیں ہم وہاں سے چلے اور دس دن کے بعد شہر تنس میں پہنچے وہاں سے مازونہ گئے وہاں سے مستغانم وہاں سے تلمستان میں عابدوں کی زیارت کو گیا اور شیخ ابومدین رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور اس سے نفع حاصل کیا پھر رومہ کے رستہ ہوتا ہوا اخندقان پہنچا وہاں شیخ ابراہیم کی خانقاہ میں ٹھیرا پھر وہاں سے چل کر جب ہم ازغنغان پہنچے پھر میں شہر تازی میں گیا۔

شہر فاس

سلطان ابوعنان کی زیارت

پھر شہر تازی سے چل کر میں جمعہ کے دن شعبان ۷۵۰ھ کے اخیر میں دارالخلافہ فاس میں پہنچا۔ اور مولانا اعظم امیرالمومنین ابوعنان کی دست بوسی کا فخر حاصل کیا۔ خدا کی عنایت سے اس بادشاہ میں تمام اوصاف مجتمع ہیں سلطان عراق سے زیادہ اُس میں ہیبت بادشاہ ہند سے زیادہ اُس میں حسن اور بادشاہ یمن سے زیادہ اُس میں خوش خلقی اور بادشاہ ترک سے زیادہ اُس میں بہادری اور شاہ روم سے زیادہ اس میں علم اور بادشاہ ترکستان سے زیادہ اُس میں دینداری اور بادشاہ سے جاوا سے زیادہ اس میں علم ہے اُس کا وزیر عالم فاضل ابوزیان بن دودرار تھا۔

اُس نے مجھ سے مصر کا حال پوچھا وہ مصر میں رہ آیا تھا اُس نے مجھ امیر المومنین کے احسانوں کے بوجھ میں دبا دیا میں نے امیر المومنین کے ملک میں رہنا اختیار کیا جبکہ میں نے انصافاً معلوم کر لیا کہ اس ملک سے عمدہ اور کوئی ملک دنیا کے پردہ پر نہیں ہے۔ میوہ جات اس ملک میں بکثرت ہیں اور کھانے پینے کی چیزیں میسر آتی ہیں کسی ملک میں یہ کل اوصاف نہیں پائے جاتے کسی نے خوب ہی کہا ہے ؎

الغرب حسین ارض	مغرب سب سے اچھا ملک ہے
و لی دلیل علیہ	اس دعویٰ پر میرے پاس دلیل ہے
البدر یرقب منہ	چاند وہاں سے نکلتا ہے
والشمس تسعیٰ علیہ	اور سورج وہاں دوڑتا ہوا جاتا ہے

مغرب میں ارزانی سب سے زیادہ ہوتی ہے وہاں خیرات بھی بہت ہوتی ہے اور زرخیزی اور فواید میں بھی اور ملکوں سے بڑھ کر ہے۔ سب سے زیادہ سبقت مغرب کو مشرق پر اس لیے ہے کہ وہاں مولانا ابو العنان کے انصاف سے ہر طرف امن ہے اور انصاف کے چشمے جاری ہیں اور مفسدوں کا نام اس ملک میں باقی نہیں رہا۔ جو کچھ میں نے امیر المومنین کے انصاف اور حکم اور شجاعت کے متعلق دیکھا ہے یا سُنا ہے میں بیان کرتا ہوں۔

امیر المومنین کا عدل چار دانگ عالم میں مشہور ہے اُس کی تفصیل ظاہر کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب چاہیے۔ امیر المومنین مظلوموں کی شکایت سننے کے لیے خود اجلاس کرتے ہیں اور جمعہ کا دن اُس کے لیے مخصوص ہے اس دن پہلے تو عورتوں کی شکایت سُنی جاتی ہیں کیونکہ وہ زیادہ کمزور ہوتی ہیں اور اُن کے بعد مردوں کی۔ نماز کے بعد پہلے عورتوں کی عرضیاں پڑھی جاتی ہیں اور نوبت بنوبت اُن کو آواز دی جاتی ہے۔ ہر عورت امیر المومنین کے سامنے کھڑی ہو کر خود اپنا قصہ بیان کرتی ہے اگر ظلم رسیدہ ہوتی ہے تو اُس کا انصاف فوراً کیا جاتا ہے کچھ حاجت ہوتی ہے وہ پوری کی جاتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد مردوں کی عرضیاں پیش ہوتی ہیں اور اسی طرح اُن کے معاملات طے کیے جاتے ہیں۔ قاضی اور فقیہ موجود ہوتے ہیں اگر کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا پڑتا ہے تو فوراً اُن سے پوچھ لیا جاتا ہے۔ اس قسم کی کارروائی میں نے کسی ملک میں نہیں دیکھی۔ ہندوستان میں بادشاہ نے عرضیاں لینے کے واسطے امیر مقرر کیے ہیں وہ اس کا خلاصہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیتے ہیں اور سائل بادشاہ کے روبرو نہیں بلائے جاتے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امیر المومنین کا حکم بھی عجیب ہے۔ اس نے بہت سے ایسے اشخاص کو معافی دے دی جنہوں نے مقابلہ کیا یا مخالفت کی۔ بڑے بڑے مجرموں کو معاف نہیں کیا جاتا لیکن جس نے توبہ کر لی، اور امیر المومنین کو یقین ہو گیا کہ وہ عارفین عن الناس کے منشا کو بخوبی سمجھتا ہے تو اس کو معاف کر دیتا ہے۔ ابن جزی اس سفر نامہ کا ترتیب کرنے والا کہتا ہے کہ مجھے امیر المومنین کی خدمت میں آئے ہوئے چار سال ہوئے یعنی ۷۵۳ھ سے ۷۵۶ھ تک میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ سوائے قصاص یا حدِ شرعی کے قتل کیا گیا ہو اور یہ بات اس قدر وسیع سلطنت میں جس میں مختلف گروہ رہتے ہیں نہایت عجیب ہے اور میں نے یہ بات کسی زمانہ میں یا کسی ملک میں نہ سنی اور نہ دیکھی امیر المومنین کی شجاعت کا یہ حال ہے کہ اکثر نازک موقعوں پر اس نے ثابت قدمی اور جرات ظاہر کی ہے۔ ابن جزی اس سفر نامہ کا ترتیب کرنے والا کہتا ہے کہ اگلے زمانہ کے بادشاہ شیروں کے مارنے پر بہت فخر کیا کرتے تھے لیکن امیر المومنین کے نزدیک شیروں کا مارنا اس سے زیادہ آسان ہے جتنا شیر کے لیے بکری کا مارنا جب وادی النجارین میں ایک شیر آ گیا اور بڑے بڑے بہادر چھپنے لگے اور سوار اور پیادہ اس کے سامنے سے بھاگ گئے۔ تو امیر المومنین تنہا بلا خوف اس کے مقابلہ کے لیے گئے اور اس کی پیشانی پر نیزہ مارا شیر فوراً منہ کے بل گر پڑا۔ دشمن کی لڑائی میں اکثر بادشاہوں نے اپنی فوج میں کھڑا رہنے اور لشکر کو دشمن کے مقابلہ کی ترغیب دینے میں ثابت قدمی ظاہر کی ہے۔ لیکن امیر المومنین کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا کہ جب اس نے دیکھا کہ کل لشکر بھاگ گیا اور دشمن کے مقابلہ میں کوئی بھی نہ رہا تو وہ اکیلا بنفس نفیس دشمن پر جا پڑا جس سے دشمن پر اس قدر رعب چھا گیا کہ دشمن کا کل لشکر بھاگ گیا۔

امیر المومنین کا ذوقِ علم اور غیر معمولی مذہبیت

علم کا شوق امیر المومنین کو اس قدر ہے کہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد محل کی مسجد میں ایک مجلسِ علمی منعقد ہوتی ہے اور بڑے بڑے فقیہ اور طالب علم اس میں شامل ہوتے ہیں تفسیر اور حدیث اور فقہ مالکی اور علم تصوف پر بحث ہوتی ہے ہر علم میں امیر المومنین کو اس قدر استعداد ہے کہ وہ مشکل مشکل مقامات کو اپنے ذہن خداداد کی تیزی سے حل کر دیتا ہے اور عجیب عجیب نکتے اپنے

حافظہ کی مدد سے بتلا دیتا ہے اس قدر علم کا شوق اماماں دین اور خلفائے راشدین کے سوا اور کسی کو نہیں ہوا، بادشاہ ہندوستان بھی علم دوست ہے لیکن اس کی مجلس میں جو صبح کے بعد ہوتی ہے فقط علم معقولات پر بحث ہوا کرتی ہے اور بادشاہ جاوا کی مجلس میں فقط فقہ شافعی پر بحث ہوتی ہے جب میں نے بادشاہ ترکستان کو مغرب و عشاء و صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے دیکھا تو مجھے تعجب ہوا تھا لیکن امیرالمومنین پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھتے ہیں اور رمضان کی تراویح بھی جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

امیرالمومنین نے ایک قاصد اور دو قصیدے روضہ منورہ میں بھیجے اور اُن قصیدوں کو اپنے دستِ خاص سے لکھا جس کی خوش خطی کے سامنے پھول بھی شرمندہ ہوتے تھے اور یہ فخر کسی بادشاہ کو حاصل نہیں۔ بلاغت اور فصاحت کا یہ حال ہے کہ جو فرمان جاری ہوتے ہیں اُن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کو خدا نے قدرتی ملکہ بخشا ہے۔

امیرالمومنین کے بذل و عطا کی داستان

خیرات کا یہ حال ہے کہ اپنے تمام ملک میں صدقے جاری کیے ہیں اور جگہ جگہ خانقاہیں تعمیر کی ہیں جن میں مسافروں کو کھانا ملتا ہے اور سوائے سلطان احمد اتابک کے کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا لیکن امیرالمومنین نے اُس سے بڑھ کر یہ کیا کہ مساکین کو ہر روز صدقہ بھی تقسیم کرتا ہے اور پردہ دار عورتوں کا روزینہ مقرر کیا ہے۔ ابن جزی کہتا ہے کہ صدقہ اور خیرات کے بارے میں جو طریقے امیرالمومنین نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالے ہیں اُن کی نظیر کسی بادشاہ کے وقت میں نہیں پائے جاتے چنانچہ ہر شہر میں صدقہ بارہ مہینے جاری رہتا ہے قیدیوں کو پکی پکائی روٹی ملتی ہے مساکین ضعیفوں بوڑھوں بوڑھیوں اور مسجد کے خادموں کو تمام ملک میں کپڑا ملتا ہے اور عیدالضحیٰ کے دن اُن کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے۔ اور رمضان شریف کی ۲۷ کو کل آمدنی جو شہر کے دروازوں پر چنگی کی ہوتی ہے وہ خیرات میں دی جاتی ہے اور مولود شریف کی رات کو تمام مساکین کو کل ملک میں کھانا کھلایا جاتا ہے اور مولود کی مجلس کی جاتی ہے عاشورہ محرم کے دن یتیم لڑکوں کی ختنہ کرائی جاتی ہے اور ان کو کپڑے دیے جاتے ہیں اپاہجوں اور ضعیفوں کو کشا ورزی کے لیے بیل دیے جاتے ہیں جس سے وہ اپنی حالت کو درست کر لیتے ہیں۔ دارالخلافہ میں لوگوں کو نرم نرم بستر دیے جاتے ہیں جو وہ سونے کے وقت بچھا لیتے ہیں۔ ہر ایک شہر میں

مارستان (ہسپتال) بنائے گئے ہیں بیماروں کے علاج اور طبیبوں کی تنخواہ کے لیے وقف مقرر کیے گئے ہیں لوگوں کو آرام اور اُن سے ظلم دُور کرنے کی تمثیل میں یہ کافی ہے کہ جو لوگوں سے رستوں اور سڑکوں پر محصول لیے جاتے تھے وہ بالکل موقوف کر دیے ہیں ایسے محصولوں کی آمدنی بہت بڑی تھی لیکن اُس کا امیر المومنین نے ذرا بھی خیال نہ کیا امیر المومنین اپنے اہلکاروں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے ہیں کہ رعیت پر ظلم نہ ہونے پائے اور بہت تاکید کرتے ہیں۔ امیر المومنین کو اگر یہ خبر ہو جاتی ہے کہ کسی قاضی یا حاکم نے ظلم کیا ہے تو اُس کو ایسی سزا دیتے ہیں جو اوروں کے لیے عبرت کا کام دیتی ہے۔ اہلِ اندلس کو جہاد کے کرنے اور اسلامی سرحد کی محافظت میں جو مدد مال اور ہتھیاروں اور غلہ اور لشکر سے دی ہے وہ مشرق اور مغرب میں اظہر من الشمس ہے۔

وطن

جب میں امیر المومنین کی زیارت اور اُس کے احسانات سے مستفیض ہو چکا تو میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں اپنے شہر طنجہ[1] میں پہنچا اور اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کر کے شہر سبتہ میں گیا وہاں کئی مہینے ٹھیرا اور تین مہینے تک بیمار رہا۔

اندلس اور جبل الطارق

سبتہ سے جہاز میں سوار ہو کر اندلس میں پہنچا جہاں رہنے اور ٹھیرنے کا بھی ثواب ہے جب میں گیا تو الفونس[2] مر چکا تھا اُس نے جبل طارق[3] (جبرالٹر) کا محاصرہ دس مہینے تک رکھا تھا

---

[1] طنجہ اسے تنجیر بھی کہتے ہیں، یہ آبنائے جبل الطارق (جبرالٹر) پر واقع ہے۔ [1] اسپین کا ایک شہر۔
[2] الفانسو، بادشاہ اسپین، جس نے مسلمانوں کو اندلس سے جبراً نکالا، اور قتل کیا۔
[3] جبل الطارق، جو اب انگریزوں کے قبضے میں ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

اُس کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کو باقی اندلس سے بھی نکال دے لیکن خدا نے ناگہاں اُس کے ارادوں کو خاک میں ملا دیا اور وہ وبا کے مرض سے مرگیا۔ سب سے پہلا شہر اندلس کا جو میں نے دیکھا وہ جبل الفتح (جبرالٹر) تھا وہاں میں نے اُس شہر کے خطیب ابوزکریا یحییٰ بن سراج راندی اور وہاں کے قاضی عیسیٰ بربری سے ملاقات کی قاضی کے پاس میں ٹھیرا تھا تمام پہاڑ کے گرد اُس کے ساتھ پھرا۔ مولانا ابوالحسن نے جو جو عمارتیں اُس میں بنائی تھیں اور جو جو سامان اُس میں جمع کیا تھا اُس کو دیکھ کر تعجب آیا اور جو کچھ اُس میں امیرالمومنین نے ایزاد کیا تھا وہ بھی دیکھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس جگہ جہاد کے لیے ہمیشہ رہوں۔

ابن جزی کہتا ہے کہ جبل الطارق اسلام کی جائے پناہ ہے اور مشرکوں کے حلقوں میں روک ہے مولانا ابوالحسن کی نیکی کا نمونہ ہے وہاں جہاد کے لیے لشکر تیار رہتا ہے اور فوج کے شیر ہر وقت آمادہ رہتے ہیں اُس کے سبب سے اہل اندلس نے خوف کی تلخی کے بعد امن کی شیرینی کا لطف اٹھایا ہے اسلامی فتح کا آغاز بھی وہیں سے ہوا تھا اور طارق بن زیاد جو موسیٰ بن نصیر کا آزاد غلام تھا فرنگستان میں عبور کرتے وقت یہیں آکر ٹھیرا تھا اسی لیے اُس کے جبل طارق اور جبل الفتح دونوں نام ہیں جو فصیل اس نے بنائی تھی اس کا بقیہ اب تک موجود ہے اور عرب کی دیوار کے نام سے مشہور ہے۔

جبرالٹر پر مسلمانوں کا پھر سے قبضہ اس کے خصوصیات

اس شہر پر بیس سال سے فرنگی قابض تھے مولانا ابوالحسن نے اس کو چھ مہینے کے محاصرے کے بعد فتح کیا اور اس کے محاصرہ کے لیے اپنے بیٹے ابومالک کو جرار فوج اور بے شمار دولت دے کر بھیجا تھا اس وقت اس کی شکل یہ نہ تھی پہلے فقط ایک چھوٹا سا برج تھا جو منجنیق کے صدمہ سے گر جاتا تھا مولانا ابوالحسن نے پہاڑ کی چوٹی پر ایک نہایت مضبوط قلعہ تیار کیا اور اس میں ایک دارالصناعہ سے ہتھیار بنانے کی جگہ بھی تیار کی پہلے وہاں دارالصناعہ نہ تھا اور دارالصناعہ سے لے کر فرضہ تک سرخ مٹی کی ایک فصیل چاروں طرف تیار کی۔ امیرالمومنین نے اب اپنے زمانہ میں اس کی مرمت کرائی اور جبل فتح کی طرف بھی ایک فصیل تیار کی اور یہ فصیل سب سے زیادہ مفید ہے اور قلعہ میں بہت سامان اور غلہ اور ہتھیار وغیرہ بھیجے۔ خدا تعالیٰ نے امیرالمومنین کو اس کی نیک نیتی اور خلوص کا عوض دیا چنانچہ ۷۵۱ھ میں جبل الفتح کے حاکم عیسیٰ بن حسن بن ابوالمندیل

نے کافروں کے ساتھ سازش کر کے بغاوت کی اور خود سر ہو بیٹھا لوگوں کا خیال تھا کہ اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیے ایک بہت بڑے لشکر اور مال کی ضرورت پڑے گی لیکن امیر المومنین کے صدق اور توکل علی اللہ نے سب کام مفت میں بنا دیا۔ تھوڑے دن کے بعد جبل الفتح کے لوگوں کو دکھلائی دے گیا کہ اس بغاوت کا نتیجہ کیا ہوگا انھوں نے عیسیٰ اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر مشکیں باندھ کر امیر المومنین کے دربار میں حاضر کیا امیر المومنین نے حکم دیا کہ ان کو قتل کیا جائے اور ان کے شر سے خلقت کو بچا لیا۔

اس فتنہ کے فرو ہو جانے کے بعد امیر المومنین نے اندلس کے باشندوں کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کیے جو اُن کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے اور جبل الطارق میں اپنے پیارے فرزند ابو بکر سعید کو حاکم مقرر کیا اور اُس کے ساتھ تجربہ کار دلاور اور سردار روانہ کیے اور اُن کے واسطے جاگیریں عطا کیں اور روزینے مقرر کئے اور کل محصول معاف کر دیے۔ جبل الطارق کی نسبت امیر المومنین کو یہاں تک خیال تھا کہ اُس نے اپنے محل میں ایک چھوٹی شبیہ اُس قلعہ کی تیار کرا کر رکھی ہوئی تھی جس میں تمام فصیلیں اور دیواریں اور پہاڑیاں اور برج اور قلعے اور دار الصناعت اور دروازے اور مسجدیں اور سلح خانے اور کھیت اور پہاڑ اور سرخ مٹی کی زمین الغرض ذرا ذرا سی چیز دکھلائی گئی تھی اور کاریگروں نے اُسے ایسی صنعت سے بنایا تھا کہ جس شخص نے جبل الطارق اور اُس کی قلعہ بندی دیکھی ہوئی تھی وہ نقل کو اصل کے ہو بہو مطابق دیکھ کر عش عش کرتا تھا یہ شبیہ امیر المومنین نے اس لیے تیار کرائی تھی کہ اس کو جبل الطارق کے زیادہ مضبوط بنانے کا شوق تھا اور اُس کی بابت فکر کرتا رہتا تاکہ اُس کے ذریعہ سے اندلس میں اسلام کی حمایت میں اور نصاریٰ کے ارادوں کو باطل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہے۔

جبل الفتح کے بعد ہم شہر رندہ میں پہنچے یہ بھی اہل اسلام کا ایک نہایت مضبوط اور خوبصورت قلعہ ہے ان دنوں میں اُس کا قائد یعنی قلعہ دار شیخ ابوالربیع سلیمان بن داؤد عسکری تھا اور محمد بن یحییٰ بن بطوطہ میرا چچا زاد بھائی وہاں کا خطیب ابو اسحاق ابراہیم بھی جو شندرغ کے نام سے زیادہ تر مشہور ہے مجھ سے ملے۔ اس شہر میں میں پانچ دن تک ٹھیرا رہا۔ وہاں سے میں شہر مربلہ میں پہنچا راستہ بہت دشوار گزار تھا۔ مربلہ بہت اچھا سرسبز شہر ہے اور شاداب ہے وہاں مجھے سواروں کی ایک جماعت جو مالقہ کو جاتی تھی ملی میں بھی اُن کے ساتھ ہو لیا دوسرے دن میں مالقہ آ گیا۔

اندلس کے شہر

مالقہ

مالقہ اندلس کا ایک دارالخلافہ ہے وہ نہایت مضبوط شہر ہے اور سمندر اور خشکی دونوں کے فوائد وہاں حاصل ہیں پھل بہت پیدا ہوتے ہیں انگور وہاں بازار میں ایک درہم کا آٹھ رطل آتا ہے اور وہاں کا انار جس کو یاقوتی کہتے ہیں تمام دنیا میں بے نظیر ہے اور انجیر اور بادام وہاں سے مشرق کے تمام شہروں میں جاتے ہیں۔

مالقہ کے شہر میں چینی کے برتن جن پر طلائی کام ہوتا ہے عجیب بنتے ہیں اور وہاں سے بہت سے ملکوں میں جاتے ہیں۔ اس شہر میں ایک بڑی مسجد ہے جس کا صحن اس قدر وسیع ہے کہ میں نے ایسا وسیع اور خوب صورت صحن کہیں نہیں دیکھا اس میں نارنج کے درخت لگے ہوئے ہیں جس روز میں مالقہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کا قاضی ابوعبداللہ بن قاضی ابوجعفر طنجانی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں سے قیدیوں[1] کے چھڑانے کے لیے روپیہ جمع کر رہے تھے وہاں کے خطیب ابوعبداللہ ساحلی نے بھی میری ضیافت کی وہاں سے میں بلش گیا مالقہ سے یہ شہر چوبیس[۲۴] میل کے فاصلے پر ہے یہاں ایک نہایت عجیب مسجد ہے اور مالقہ کی مانند وہاں بھی انگور اور انجیر بکثرت ہوتے ہیں وہاں سے ہم حمہ میں گئے یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے لیکن اس کی مسجد بہت نادر اور خوشنما بنی ہوئی ہے۔

---

[1] عیسائیوں کے مسلمان قیدی۔

اندلس کے شہر

غرناطہ اور مراقش

وہاں سے میں غرناطہ کو گیا یہ شہر اندلس کا دارالخلافہ ہے اور تمام شہروں کی دلہن ہے اس کا مضافات اور بیرون بلدہ تمام دنیا میں بے نظیر ہے جو چالیس میل لمبا ہے دریائے شنیل اس کے بیچ میں سے گزرتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نہریں ہیں۔ شہر کے چاروں طرف باغ اور محل اور انگور کے کھیت اس کثرت سے ہیں کہ دنیا میں میں نے کہیں نہیں دیکھے (ابن جزی کہتا ہے کہ اگر میں طرفدار ہونے کا خیال کیے جانے کا گمان نہ کرتا تو میں اس شہر کی تعریف میں ایک قصیدہ طویل تحریر کرتا لیکن چونکہ یہ شہر دنیا بھر میں مشہور ہے اس لیے زیادہ کہنے کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی شیخ محمد بن محمد بن شیرین سبتی نے جو غرناطہ میں وارد ہیں کیا اچھا کہا ہے ؎

رعی اللہ من غرناطۃ متبوا	خدا غرناطہ کے گھر کی حفاظت کرے
یسر حزینا او یجیر طریدا	جس سے غمگین خوش ہوتا ہے جو بھاگے ہوئے کو پناہ دیتا ہے

اس زمانہ میں غرناطہ کا بادشاہ سلطان ابوالحجاج یوسف بن سلطان اسماعیل بن فرج بن اسماعیل بن یوسف بن نصر تھا وہ ان دنوں میں بیمار تھا اس لیے میں اس سے نہ مل سکا اس کی والدہ نے جو نہایت صالحہ اور فاضلہ ہے میرے پاس کچھ طلائی دینار بھیجے۔ غرناطہ میں وہاں کے قاضی ابوالقاسم محمد بن احمد حسینی سبتی اور خطیب محمد بن ابراہیم بیانی اور خطیب ابوسعید فرج المشہور بابن لب سے ملاقات ہوئی اور قاضی ابوالبرکات محمد سلمی البلبیسی ان دنوں میں وہاں مریہ سے آئے ہوئے تھے ان سے فقیر ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عاصم کے باغ میں ملاقات ہوئی وہاں میں ان کے ساتھ دو دن اور ایک رات ٹھیرا (ابن جزی جس نے سفرنامہ مرتب کیا ہے کہتا ہے کہ میری ملاقات بھی شیخ ابن بطوطہ سے اسی موقع پر ہوئی اور وہاں ان کی زبان سے ان کے سفر کے حالات سنے اور ان بزرگوں کے نام جن سے ایام سفر میں شیخ کی ملاقات ہوئی تھی ہم نے قلمبند کیے اس وقت غرناطہ کے بہت سے بزرگ اور رئیس موجود تھے اور مشہور شاعر

ابو جعفر احمد بن رضوان جذامی بھی ہمارے ساتھ اُس مجلس میں تھا اس شاعر کی عجیب کیفیت ہے وہ بالکل ناخواندہ تھا اور اُس نے صحرا میں پرورش پائی تھی۔ لیکن ایسے عمدہ اور اچھے شعر کہتا تھا کہ بڑے بڑے بالیغو اور عالموں سے بھی شاذ و نادر ویسے بن پڑتے تھے۔

غرناطہ میں میری ملاقات شیخ الشیوخ والصوفیہ عمر بن شیخ الصالح ابو عبداللہ محمد بن محروق سے بھی ہوئی اُن کی خانقاہ غرناطہ میں شہر سے باہر واقع ہے میں وہاں کچھ دن تک ٹھیرا انھوں نے میری خاطر تواضع بدرجہ غایت کی اُن کے ساتھ میں خانقاہ رابطہ العقاب کی زیارت کو گیا جو ایک نہایت متبرک جگہ سمجھی جاتی ہے۔ عقاب غرناطہ کے باہر ایک پہاڑ ہے۔ اور شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اُس کے قریب ایک بے چراغ شہر تیرہ کے کھنڈرات ہیں۔ اُن کے بعد میں اُن کے بھتیجے سے ملا ان کا نام نقیہ ابوالحسن علی بن احمد بن محروق ہے۔ وہ ایک خانقاہ میں رہتے ہیں جو ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور اُس کا نام لجام ہے۔ یہ شیخ فقراء متبین (کسب کرنے والے) کے پیشوا ہیں۔ غرناطہ میں عجم کے بہت سے فقیر رہتے ہیں چونکہ یہ ملک ان کے ملک کے مشابہ ہے اس لیے وہیں وطن اختیار کر لیا ہے اُن میں سے حاجی ابو عبداللہ سمرقندی اور حاجی احمد تبریزی اور حاجی ابراہیم قونوی اور حاجی حسین خراسانی اور حاجی علی ہندی اور حاجی رشید ہندی زیادہ تر مشہور ہیں۔

غرناطہ سے چل کر میں حمہ میں آیا وہاں سے بلش وہاں سے مالقہ وہاں سے حصن ذکوان پہنچا، یہ قلعہ بہت عمدہ ہے پانی کی نہریں بکثرت ہیں اور میوہ جات بھی بہت پیدا ہوتے ہیں وہاں سے چل کر میں رندہ کے شہر میں پہنچا۔ وہاں سے میں بنی ریاح کے گاؤں میں آیا وہاں شیخ ابوالحسن علی سلیمان ریاحی کا مہمان ہوا۔ یہ شیخ بہت سخی اور فاضل ہے مسافروں کو روٹی دیتے ہیں انھوں نے میری مہمانی بہت اچھی طرح سے کی۔ وہاں سے چل کر واپس جبل الفتح یعنی جبل الطارق میں پہنچا اور جس جہاز میں آیا تھا اُسی میں بیٹھ کر سبتہ کے شہر میں پہنچا۔ یہ جہاز اصیلا کے باشندوں کا تھا وہاں کا قلعدار اُن دنوں میں شیخ ابو مہدی عیسیٰ بن منصور اور وہاں کا قاضی ابو محمد زجندری تھے وہاں سے چل کر میں اصیلا کے شہر میں پہنچا۔ اور وہاں کئی مہینے ٹھیرا۔

اصیلا سے سفر کر کے سلا کے شہر میں پہنچا اور سلا سے مراکش[1] کے شہر میں پہنچا۔ یہ شہر بہت

---

[1] اس پر فرانس کا قبضہ تھا، اب آزاد ہوا ہے۔

خوب صورت اور وسیع ہے وہاں خیرات بہت ہوتی ہے اور بڑی بڑی عالی شان مسجدیں ہیں کتبیوں کی مسجد بہت بڑی ہے ایک مینار نہایت عجیب اور بلند ہے اُس کی چوٹی سے تمام شہر نیچے نظر آتا ہے۔ یہ شہر اب ویران ہوتا جاتا ہے بغداد سے زیادہ تر مشابہ ہے لیکن بغداد کے بازار یہاں کے بازاروں کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت ہیں مراکش کے شہر میں ایک عجیب مدرسہ ہے جو اپنی وضع اور صنعت میں نامزد ہے اس مدرسہ کو امیر المومنین ابوالحسن نے تعمیر کرایا تھا مراکش سے میں امیر المومنین کے ہمرکاب شہر سلا میں پہنچا وہاں سے مکناسہ۔ یہ شہر نہایت شاداب ہے اُس کے چاروں طرف باغات ہیں اور زیتون کے درختوں کا جنگل تمام علاقہ میں ہے پھر ہم دارالخلافہ فاس میں پہنچے وہاں میں نے مولانا امیر المومنین سے رخصت حاصل کی اور سوڈان کے ملک کے سفر کا ارادہ کیا۔

سوڈان کا سفر

اس خطہ ارض کے حالات اور دیار و امصار

فاس سے سجلماسہ کے شہر میں پہنچا یہ شہر بہت اچھا ہے کھجور اس میں بہت پیدا ہوتی ہے اور کھجور کی کثرت کے سبب سے بصرہ سے مشابہ ہے لیکن سجلماسہ کی کھجور بصرہ کی کھجور سے کہیں اچھی ہوتی ہے اور ایک قسم کی کھجور جس کو ایرار کہتے ہیں دنیا بھر میں اپنا نظیر نہیں رکھتی اس شہر میں فقیہ ابو محمد بشری کے پاس ٹھیرا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی مجھے چین میں شہر قن جن فو میں ملا تھا اُن کی دوری پر تعجب آتا ہے۔ ابو محمد بشری نے میری خاطر و تواضع بدرجہ غایت کی۔ اس شہر میں مَیں نے اونٹ خریدے اور اُن پر چار مہینے کا زادِ راہ لیا۔ اور ۷۵۳ھ کے محرم کی پہلی تاریخ کو ایک قافلے کے ساتھ جس کا سردار ابو محمد یندکان مسوفی تھا چلا۔

ہمارے ساتھ سجلماسہ کے بہت سے سوداگر بھی پچیس دن کے بعد ہم تغازی میں پہنچے یہ گاؤں بالکل بے برکت ہے اس کے گھروں اور مسجدوں کی دیواریں نمک کے پتھروں کی ہیں

اور چھت اونٹوں کی کھال کی بنی ہوتی ہے ۔ اس ملک میں سوا ریل کے بوٹے کے اور کوئی درخت نہیں تھا ۔ اس شہر میں نمک کی کان ہے زمین کھودنے پر نمک کی سلیں اوپر نیچے رکھی ہوئی پائی جاتی ہیں ۔ جیسے کسی نے تراش کر رکھ چھوڑی ہوں ۔ ایک اونٹ پر دو سلیں لادتے ہیں اور سوا مسوفا کے غلاموں کے جو نمک کھودنے کا کام کرتے ہیں ، اور کوئی شخص وہاں نہیں رہتا ۔ ان کی غذا کھجور ہے جو درعہ اور سجلماسہ سے آتی ہے اور اونٹ کا گوشت اور سوڈان کا چینہ ہے وہاں حبشی آتے ہیں اور نمک لے جاتے ہیں ۔ ایولاتن میں ایک اونٹ کا بوجھ دس مثقال سے آٹھ مثقال تک ملتا ہے اور مالی کے شہر میں بیس مثقال سے تیس مثقال تک اور بعض وقت چالیس مثقال بھی نرخ ہو جاتا ہے ۔

سوڈان میں نمک بطور روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے خرید و فروخت ہوتی ۔ تغازی کا گاؤں اگرچہ بہت حقیر ہے لیکن وہاں سونے کے ڈھیر لگے رہتے ہیں ۔ ہم نے وہاں مشکل سے دس دن کاٹے کیونکہ وہاں کا پانی تلخ ہے اور مکھیاں بہت کثرت سے ہیں ۔ صحرا میں داخل ہونے سے پہلے یہاں سے پانی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کیونکہ آگے دس دن تک پانی شاذ و نادر مل سکتا ہے لیکن ہمیں تو بارش ہونے کے سبب سے کئی جگہ پانی تالابوں میں جمع ہوا ملا اور بعض جگہ پتھر کے دو ٹیلوں کے درمیان تالاب میں پانی دستیاب ہوا تو ہم نے خوب پیٹ بھر کر پیا اور کپڑے بھی دھوئے اور بھر بھی لیا ۔ اس صحرا میں مکھیاں بہ کثرت ہوتی ہیں اور جوئیں بھی بہت پڑ جاتی ہیں چنانچہ اکثر لوگ اپنے بغلوں میں تھیلیاں جن میں پارہ بھرا ہوا ہے باندھ لیتے ہیں ہم اُن دنوں میں قافلہ کے آگے آگے جایا کرتے تھے جہاں کہیں چراگاہ پاتے تھے وہاں اپنے اونٹ چرانے شروع کر دیتے تھے ۔

ایولاتن : سوڈان کا پہلا شہر

پھر ہم شہر ایولاتن میں ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو پہنچے ۔ سجلماسہ سے چل کر یہاں تک دو ماہ کامل سفر میں رہے ۔ یہ شہر سوڈان کا پہلا شہر ہے ۔ بادشاہ کی طرف سے وہاں کا حاکم فربا حسین ہے ۔ فربا سوڈان کی لغت میں نائب کو کہتے ہیں ۔ جب ہم وہاں پہنچے تو سوداگروں نے اپنا مال ایک احاطہ میں سوڈانیوں کے سپرد کر دیا اور خود سب مل کر نائب کے پاس گئے وہ ایک دالان میں فرش پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سپاہی اس کے روبرو تیر اور کمانیں ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑے تھے اُن کے پیچھے سوداگر اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور وہ ان سے باوجود لیسے قرب کے ترجمان کے ذریعہ سے گفتگو کر رہا تھا اور یہ اس سبب سے تھا کہ وہ ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا اس وقت مجھے افسوس ہوا کہ میں ان لوگوں کے ملک میں کیوں آیا کیونکہ وہ گورے آدمیوں کا ادب نہیں کرتے ۔ میں ابن بدا کے گھر میں گیا وہ شہر سلا کے رہنے والے

اور ایک فاضل شخص تھے میں نے ان کو لکھا تھا کہ میرے واسطے ایک مکان کرایہ پر لے لو۔ اور انھوں نے بندوبست کیا ہوا تھا پھر ایولاتن کے مشرف نے جس کو وہاں منشا جو کہتے ہیں کل اہل قافلہ کی دعوت کی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں نہ جاؤں اہل قافلہ نے مجھے مجبور کیا میں بھی گیا۔ چینہ کا دلیہ جس میں شہد اور دودھ ملا ہوا تھا ایک کدو کے چھلکے کے نصف میں لائے اور سب نے دہی پی لیا اور وہاں سے چلے آئے میں نے کہا کہ اس کالے نے ہمیں اسی ضیافت کے لیے بلایا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ تو بڑی ضیافت گنی جاتی ہے۔

میں اسی وقت سمجھ گیا کہ اس ملک میں کچھ امید نہیں میں نے ارادہ کیا کہ ایولاتن سے حاجیوں کے قافلے کے ساتھ ہی واپس چلا جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ اُن کے ملک کا دارالخلافہ بھی دیکھنا چاہئیے میں ایولاتن میں پچاس دن ٹھیرا وہاں کے باشندوں نے میری تعظیم اور تکریم کی۔ اور اکثر بزرگوں نے جن میں سے وہاں کا قاضی محمد بن عبداللہ بن نیومر اور اس کا بھائی فقیہ یحیٰی مدرس ہے ہماری ضیافت کی۔ اس شہر میں گرمی سخت ہوتی ہے کچھ کھجور کے درخت بھی ہیں اُن کے سایہ میں تربوز بھی بوتے جاتے ہیں۔ پانی تالاب کا ہے۔ بکری کا گوشت بکثرت ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے مصری حسان کپڑا استعمال کرتے ہیں۔ اور اکثر باشندے مسوفہ ہیں ان کی عورتیں نہایت حسین ہوتی ہیں اور ڈیل ڈول میں بھی مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے رواج عجیب عجیب ہیں۔ مردوں میں غیرت کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنے باپ کا بیٹا نہیں کہلاتا بلکہ اپنے ماموں کا بھانجا کہلاتا ہے اور ہر شخص کے وارث اس کے بیٹے نہیں ہوتے بلکہ بھانجے ہوتے ہیں۔ یہ رواج میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھا مگر اس قوم میں یا ملیبار کے ہندوؤں میں۔

تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان اور نماز کے پابند قرآن کے حافظ اور بڑے بڑے فقہ دان ہوتے ہیں، ان کی عورتیں باوجود پابند نماز ہونے کے مردوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ اگر کوئی شخص اُن سے شادی کرنا چاہے تو کر لیتی ہیں لیکن اپنے خاوند کے ساتھ باہر نہیں جاتیں اور اگر کوئی جانا بھی چاہے تو اس کے خاندان کے بزرگ نہیں جانے دیتے۔ یہاں کی عورتیں اجنبی مردوں کو دوست بنا لیتی ہیں اور اسی طرح سے مردوں کی دوست اجنبی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مرد اپنے گھر جاتا ہے اور اپنی عورت کے پاس اس کے دوست کو دیکھتا ہے تو بُرا نہیں مانتا۔

سوڈانی عورتوں کی حد سے زیادہ آزادی

میں ایک روز وہاں قاضی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہوا۔ اس کے پاس ایک نوجوان حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کو دیکھ کر واپس جانے لگا تو یہ عورت ہنس پڑی اور بالکل شرمندہ نہ

ہوئی اور قاضی نے کہا آپ واپس نہ جائیں یہ عورت میری دوست ہے مجھے زیادہ تعجب اس لیے ہوا کہ یہ قاضی صاحب فقیہ اور حاجی بھی ہیں۔ مجھ سے کسی نے یہ بھی کہا کہ ان قاضی صاحب نے بادشاہ سے حج پر جانے اور اس اپنے دوست کو ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تھی بادشاہ نے اجازت نہ دی ایک روز میں ابو محمد یندکان کے پاس گیا وہ اپنے گھر میں فرش پر بیٹھا ہوا تھا اس کے گھر کے وسط میں ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر سایہ ہو رہا تھا اس پر ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی اور ایک مرد سے گفتگو کر رہی تھی میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے اس نے کہا کہ میری بیوی ہے میں نے پوچھا کہ یہ مرد کون ہے اس نے کہا کہ اس کا دوست ہے، میں نے کہا کہ تو تو ہمارے ملکوں میں رہ آیا ہے اور شرع سے واقف ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں عورت اور مرد کی دوستی پاک ہوتی ہے تہمت کی گنجائش کوئی نہیں ہوتی اور یہ بھی کہا کہ ہماری عورتیں تمہاری عورتوں کی مانند نہیں ہوتیں۔ مجھے اس کے غرور پر تعجب آیا اور میں چلا آیا اور اس کے پاس پھر نہیں گیا۔ اس نے مجھے کئی دفعہ بلایا مگر میں نہ گیا۔

جب میں نے مالی کی طرف سفر کیا تو میں نے مسوفہ قوم کا ایک رہبر اپنے ساتھ لیا۔ مالی ایولاتن سے چوبیس منزل ہے۔ یہ رستہ بالکل ہی پُر امن ہے قافلہ کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھ تین اور دوست تھے۔ رستہ میں درخت بہت ہیں درخت بھی بڑے بڑے سایہ دار ہیں اور اس قدر بڑے بڑے درخت ہیں کہ ایک ایک درخت کے نیچے قافلہ کا قافلہ ٹھیر سکتا ہے بعض درخت ایسے ہیں کہ نہ ان کی شاخیں اور نہ پتے لیکن فقط درخت کے تنے کا سایہ اتنا ہوتا ہے کہ آدمی سایہ میں اچھی طرح بیٹھ سکتا ہے بعض درخت پرانے ہو کر کھوکھلے ہو جاتے ہیں اور ان میں بارش کا پانی جمع ہو کر کنواں سا بن جاتا ہے اس سے نکال کر لوگ پانی پیتے ہیں بعضوں میں شہد کے چھتے لگے ہوتے ہیں لوگ مکھیوں کو بھگا کر شہد لے جاتے ہیں۔ ایک درخت میں نے دیکھا اس کے اندر ایک جولاہا بیٹھا کپڑا بن رہا تھا مجھے دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

مالی

سوڈان کا پایۂ تخت اور وہاں کا بادشاہ

مالی میں کسی کو بغیر اجازت جانے کا حکم نہیں۔ میں نے پہنچنے سے پہلے گورے آدمیوں میں سے بعض کی طرف جن میں سے سب سے بڑے آدمی محمد بن فقیہ جزولی اور شمس الدین بن النقویش مصری تھے لکھ بھیجا تھا، میرے لیے ایک مکان کرایہ پر لے رکھیں۔ جب میں بھی دریائے صنصرہ پر پہنچا تو میں نے کشتی میں بیٹھ کر دریا کو عبور کیا اور مجھے کسی نے منع نہ کیا اس کے بعد میں مالی شہر میں پہنچا جو شاہ سوڈان کا پایۂ تخت ہے۔ میں جا کر قبرستان کے پاس ٹھیرا اور بعد ازاں گورے لوگوں کے محلہ میں گیا وہاں محمد ابن فقیہ سے ملا اس نے میرے واسطے ایک مکان اپنے مکان کے مقابل کرایہ کا لے رکھا تھا میں اس مکان میں جا رہا اس کا داماد فقیہ قاری عبدالواحد میرے واسطے ایک چراغدان اور کھانا لایا۔ دوسرے دن ابن فقیہ اور شمس الدین اور علی مراکشی میرے ملنے کے لیے آئے علی مراکشی ایک طالب علم تھا، مالی کا قاضی عبدالرحیم بھی آیا وہ حبشی تھا اور حج کر آیا تھا عالم فاضل اور اچھے خصائل کا آدمی تھا اس نے میری ضیافت میں ایک گائے بھیجی۔ ترجمان دوغا نام سے بھی میری ملاقات ہوئی وہ بھی حبشیوں میں ایک بڑا فاضل آدمی ہے اس نے میرے پاس ایک بیل بھیجا اور فقیہ عبدالواحد نے فونی کی دو بوریاں اور غرتی کا بھرا ایک تونبہ بھیجا اور ابن الفقیہ نے چاول اور فونی بھیجی اور شمس الدین نے بھی کھانا بھیجا ان سب نے میری مدارات کما حقہ کی۔ ابن فقیہ کا نکاح بادشاہ کے چچا کی لڑکی سے ہوا تھا وہ بھی میرے پاس کھانا بھیجا کرتی تھی اور دیگر ضروریات بھی بھیجتی رہتی تھی بھیجنے کے دس دن ہم نے قاضی کا عصیدہ کھایا اور یہ کھانا اس ملک میں بہت کھانوں سے افضل سمجھا جاتا ہے وہ کھا کر دوسرے دن ہم سب بیمار ہو گئے ہم چھ آدمی تھے ایک مر گیا اور میں صبح کی نماز پڑھنے گیا تھا وہیں بے ہوش ہو گیا میں نے ایک مصری سے کہا مجھے کوئی مسہل دوا دو۔ وہ ایک دوا جس کو بیدر کہتے ہیں لایا وہ کسی بوٹی کی جڑ تھی اور اس میں انیسون اور شکر تری ملائی اور پانی میں گوندکر مجھے دی میں نے وہ دوا کھائی تو جو کچھ میں نے کھایا تھا وہ صفرا کو ساتھ لے کر قے کے رستے سب نکل گیا اور میں بچ گیا لیکن دو مہینے بیمار رہا۔

مالی کے بادشاہ کا نام منسا سلیمان ہے۔ منسا بادشاہ کو کہتے ہیں اور سلیمان اس کا نام تھا۔ یہ بادشاہ نہایت بخیل ہے اور کسی بڑے عطیہ کی امید اس سے رکھنی لاحاصل ہے اتفاق سے اس تمام عرصہ میں بیماری کے سبب سے میں بادشاہ سے ملاقات نہیں کر سکا اس نے مولانا ابوالحسن کی تعزیت کی تقریب میں ایک بڑی دعوت کی اور امیروں اور فقیہوں اور قاضی اور خطیب کو بلایا میں بھی گیا ہر ایک شخص کو ایک ایک ربع قرآن شریف کا دیا جب ختم ہو چکا تو مولانا ابوالحسن کی روح کیلئے دعا کی گئی اور پھر منسا سلیمان کے حق میں سب نے دعا کی جب یہ ہو چکا تو میں نے آگے بڑھ کر بادشاہ کو سلام کیا اور قاضی اور خطیب اور ابن فقیہ نے میرا حال ان کو سنایا اس نے اُن کی زبان میں جواب دیا انھوں نے مجھ سے کہا کہ بادشاہ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر کرو میں نے الحمدللہ علی کل حال کہا۔ جب میں اپنے گھر آیا تو میرے واسطے بادشاہ نے کھانا بھیجا۔ پہلے وہ قاضی کے گھر لے گئے اس نے اپنے آدمیوں کے ہاتھ ابن فقیہ کے گھر بھیج دیا وہ سن کر پیدل دوڑتا ہوا میرے پاس آیا کہ اٹھ بادشاہ نے تیرے لیے ہدیہ بھیجا ہے میں سمجھا کہ خلعت اور کچھ نقدی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تین روٹیاں اور تھوڑا سا گائے کا گوشت تھا اور کدو کے چھلکے میں چھاچھ تھی میں دیکھ کر خوب ہنسا اور اُن لوگوں کی کم عقلی اور تھوڑی سی چیز پر اس قدر خوش ہونے پر مجھے بہت تعجب ہوا۔

دو مہینے تک ٹھیرا رہا بادشاہ نے مجھے کچھ نہ بھیجا رمضان کا مہینہ آگیا اس عرصہ میں میں بادشاہی محل میں آیا جایا کرتا تھا اور قاضی اور خطیب کے ساتھ جا بیٹھتا تھا۔ میں نے دوغا ترجمان سے کہا اس نے کہا بادشاہ سے عرض کرنا میں ترجمہ کر کے بادشاہ کو سنا دوں گا۔ شروع رمضان میں بیٹھا ہوا تھا میں نے روبرو کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں نے تمام دنیا کے ملکوں کا سفر کیا ہے اور وہاں کے بادشاہوں سے ملاقات کی تمہارے شہر میں آئے مجھے چار مہینے ہوئے نہ تم نے مجھے کچھ دیا نہ ضیافت کی میں تمہارا حال جا کر کیا بیان کروں گا۔ بادشاہ نے کہا میں نے تم کو نہیں دیکھا اور نہ مجھے تمہارے آنے کا علم ہے۔ قاضی اور فقیہ نے کھڑے ہو کر بتلایا کہ اس نے حضور کو سلام بھی کیا تھا اور حضور نے اُس کے لیے کھانا بھی بھجوایا تھا۔

اُس بادشاہ نے میرے لیے ایک گھر تجویز کیا اور روزینہ مقرر کیا اور ستائیسویں شب کو قاضی اور خطیب اور فقیہوں کو روپیہ تقسیم کیے تو مجھے بھی ۳۳ مثقال سونا بھیجا اور جب میں رخصت ہوا تو مثقال سونا اس وقت دیا۔ یہ بادشاہ ایک بلند برج میں جس کا در گھر کے اندر ہے اکثر بیٹھا رہتا ہے۔ چوک کی جانب اس برج میں دروازے ہیں اُن کے کواڑ لکڑی کے ہیں لیکن چاندی کا خول اُن پر چڑھا ہوا ہے اور اُن کے نیچے تین کھڑکیاں ہیں اُن کے کواڑ سونے کے ہیں یا چاندی

پر سونے کا ملمع کیا ہوا ہے اُن دروازوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں جب بادشاہ برج میں آکر بیٹھتا ہے تو پردے اٹھا دیے جاتے ہیں جب پردے اٹھائے جاتے ہیں تو یہ علامت ہے کہ بادشاہ برج میں بیٹھا ہوا ہے جب بادشاہ آ بیٹھتا ہے تو ایک کواڑ کی جالی میں سے ایک ریشمی جھنڈا لٹکا دیا جاتا ہے اس میں ایک مصری منقش رومال بندھا ہوا ہوتا ہے جب لوگ رومال کو دیکھتے ہیں تو نوبت نقارے بجنے شروع ہوتے ہیں اس وقت محل میں سے تین سو غلام نکلتے ہیں اُن میں سے کسی کے ہاتھ میں کمان اور کسی کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا ہے۔ اور کسی کے ہاتھ میں ڈھال ہوتی ہے نیزہ بردار داہنے اور بائیں ہاتھ پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کمانوں والے دونوں طرف بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد دو گھوڑے جن پر زین اور لگام کسا ہوتا ہے لاتے ہیں اور ان کے ساتھ دو مینڈھے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ اُن کے سبب سے گھوڑوں کو نظر نہیں لگتی۔

جب بادشاہ بیٹھ جاتا ہے تو تین غلام باہر آتے ہیں اور دوڑ کر بادشاہ کے نائب قنجا موسیٰ کو بلاتے ہیں۔ اس کے بعد فراری آتے ہیں فراری امیروں کو کہتے ہیں ان کے بعد قاضی اور خطیب آتے ہیں۔ یہ سب سلحداروں کے آگے داہنے اور بائیں بیٹھ جاتے ہیں اور دوغا ترجمان چوک کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ زرد خانہ دار کپڑے کی عمدہ پوشاک پہنے ہوئے ہوتا ہے اس کے سر پر عمامہ ہوتا ہے جس کے حاشیوں پر طرح طرح کا کام ہوتا ہے ایک تلوار جس کی میان سونے کی ہوتی ہے اُس کی کمر میں بندھی ہوتی ہے اور پاؤں میں موزے ہوتے ہیں اور مہمیز لگی ہوتی ہے اس روز سوا ترجمان کے اور کسی کو موزے پہننے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اُس کے ہاتھوں میں دو نیزے ہوتے ہیں ایک چاندی کا اور دوسرا سونے کا ان کی انی لوہے کی ہوتی ہے چوک کے دروازہ کے باہر ایک وسیع رستہ میں جس میں درخت لگے ہوئے ہیں لشکری۔ اور والی اور غلام اور مسوفہ بیٹھے رہتے ہیں۔ ہر امیر کے سامنے اُس کے ہمراہی ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں نیزے اور کمانیں ہوتی ہیں اور نقارے اور نفیری ہوتے ہیں اُن کے نقارے ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ہیں اور بعضوں کے ہاتھ میں بانس اور لوہے کے بنے ہوئے گانے بجانے کے ساز ہوتے ہیں ان سازوں کو ہتھیلی کے ساتھ بجاتے ہیں اور اُن میں سے ایک عجیب آواز نکلتی ہے۔ ہر ایک امیر کے مونڈھوں کے درمیان ایک ترکش لٹکا ہوا ہوتا ہے اور اُس کے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اور وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اس کے ہمراہی بعضے پیدل اور بعضے سوار ہوتے ہیں چوک کے اندر برج کے کواڑوں کے پاس ایک آدمی کھڑا ہو جاتا ہے اگر باہر سے کوئی شخص بادشاہ کو عرض کرنا چاہتا ہے تو وہ ترجمان دوغا

سے کہتا ہے۔ اور ترجمان دوغا اُس شخص سے کہتا ہے اور وہ بادشاہ سے عرض کرتا ہے۔ بادشاہ بعض وقت محل کے چوک میں بھی جلوس کرتا ہے چوک میں ایک درخت کے نیچے ایک چبوترہ ہے جس کے تین درجے ہیں اُس کو نبپی کہتے ہیں اُس پر ریشم کا فرش بچھاتے ہیں اور تکیئے رکھے جاتے ہیں اور ایک ریشمی چھتر جس کی شکل گنبد سی ہوتی ہے کھول دیتے ہیں چھتر پر ایک جانور باز کی برابر سونے کا بنا ہوتا ہے۔ بادشاہ ایک دروازہ سے جو محل کا ایک کونہ ہوتا ہے' نکلتا ہے اُس کے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اور دونوں مونڈھوں کے درمیان ترکش ہوتا ہے۔ اور سر پر طلائی شاشئے (ٹوپی) ہوتی ہے جو ایک طلائی تسمہ کے ذریعہ سے گلے کے نیچے بندھی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے گوشے تیز چھری کی طرح باریک ہوتے ہیں جس کی درازی ایک بالشت سے زیادہ ہوتی ہے اُس کے بدن پر ایک سرخ روئیں دار ردی کپڑے کا جبہ ہوتا ہے جس کو مطنفس کہتے ہیں۔ بادشاہ کے آگے گانے بجانے والے ہوتے ہیں اُن کے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کی کلغیاں ہوتی ہیں اور اُن کے پیچھے تین سو غلام ہتھیار بند ہوتے ہیں۔

بادشاہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہے اور ٹھیر ٹھیر کر لوگوں کی طرف دیکھتا جاتا ہے' اور پھر نہایت آہستگی سے چبوترے پر چڑھتا ہے جیسے کہ خطیب منبر پر چڑھا کرتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے نوبت نقارہ بجنے شروع ہو جاتے ہیں پھر تین غلام جلدی جلدی باہر آتے ہیں اور نائب کو اور باقی امیروں کو پکارتے ہیں وہ سب آتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں پھر دو گھوڑے جن کے ساتھ دو مینڈھے ہوتے ہیں لاتے ہیں دوغا دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور باقی سب آدمی درختوں کے نیچے باہر شارع عام میں بیٹھ جاتے ہیں۔ حبشیوں سے زیادہ کوئی قوم اپنے بادشاہ کا ادب نہیں کرتی۔ وہ بادشاہ کی قسم کھاتے ہیں۔ جب بادشاہ برج میں بیٹھ کر اجلاس کرتا ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور کسی شخص کو بلاتا ہے تو وہ شخص اپنے کپڑے اُتار دیتا ہے اور پرانے کپڑے پہن لیتا ہے سر سے عمامہ بھی اتار دیتا ہے اور ایک میلی کلاہ سر پر رکھ لیتا ہے اور اپنے پائنچے آدھی پنڈلی تک چڑھا لیتا ہے' اور نہایت ذلت اور غربت کی شکل بنا کر زمین پر کہنیاں ٹیکتا ہوا جاتا ہے یا رکوع میں کھڑا ہو کر بادشاہ کا کلام سنتا ہے۔

جب اُن میں سے کوئی بادشاہ سے کچھ بات کرتا ہے اور بادشاہ اُس کا جواب دیتا ہے تو وہ شخص اپنی کمر سے کپڑے علیحدہ کر دیتا ہے اور خاک اپنے سر پر اور کمر پر ڈالتا ہے جیسے کہ غسل کرنے والا پانی ڈالتا ہے۔ مجھے تعجب یہ ہوتا تھا کہ وہ خاک ان کی آنکھوں میں نہیں پڑتی تھی۔

جب بادشاہ مجلس میں کوئی بات کہتا ہے تو کل حاضرین اپنے سروں سے عمامہ اُتار دیتے ہیں اور اور خاموش ہو کر سنتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حاضرین میں سے کوئی شخص بادشاہ کے روبرو کھڑا ہوتا ہے اور اپنی خدمتوں کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں روز یہ کام کیا اور فلاں روز فلاں لڑائی کی تو جو شخص اُس کام سے واقف ہوتا ہے اُس کی تصدیق کرتا ہے اور تصدیق کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی کمان کو خوب کھینچ کر دفعتہً چھوڑ دیتا ہے اور اُس میں سے آواز نکلتی ہے جیسے کہ تیر کے پھینکنے کے وقت نکلا کرتی ہے جب بادشاہ کہتا ہے کہ تو نے سچ کہا یا اُس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ کپڑے اتار اپنے بدن پر خاک ڈالتا ہے اور یہ اُن کے رواج کے مطابق ادب کی علامت ہے۔

سلطان سوڈان کا عتاب

اپنی بنت عم اور ملکہ مملکت پر

جب میں مالی میں مقیم تھا تو بادشاہ اپنی بڑی بیوی پر جو اُس کی چچازاد بہن بھی تھی اور قاسا یعنی ملکہ کہلاتی تھی ناراض ہو گیا بڑی بیوی جس کا خطاب قاسا ہوتا ہے بادشاہ کے ساتھ حکمرانی میں شریک سمجھی جاتی ہے اور منبر پر خطبہ میں بادشاہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ رواج سوڈان کے کل ملکوں میں رائج ہے۔ بادشاہ نے اس ملکہ کو کسی امیر کے پاس قید کر دیا اور اس کی جگہ ایک دوسری عورت کو جس کا نام بنجو تھا ملکہ بنا لیا۔

یہ عورت شاہزادی نہ تھی اس لیے لوگوں میں اس کا چرچا ہوا اور ناراضی پھیلی۔ بادشاہ کی چچازاد بہنیں بنجو کے پاس مبارک باد کہنے گئیں انھوں نے اپنی انگلیوں پر راکھ ڈالی تھی۔ لیکن سر پر خاک نہیں ڈالی جب بادشاہ نے قاسا یعنی پہلی ملکہ کو قید سے چھوڑ دیا تو وہی شاہزادیاں اس کو مبارکباد کہنے گئیں اور حسب دستور انھوں نے اپنے سروں پر خاک ڈالی۔ بنجو نے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ اُن سے ناراض ہو گیا انھوں نے جامع مسجد میں پناہ لی تو بادشاہ نے اُن کو

معاف کر دیا۔ اور اُن کو اپنے گھر بلایا، ان کا رواج ہے کہ جب بادشاہ کے روبرو ہو جاتی ہیں تو کپڑے اُتار کر ننگے بدن جاتی ہیں انھوں نے بھی ایسا ہی کیا بادشاہ اُن سے خوش ہو گئے وہ اس ملک کے دستور کے مطابق سات دن تک برابر صبح اور شام اسی طرح بادشاہ کے روبرو جاتی تھیں اور قاسا بھی اپنے غلام اور کنیزوں کو ساتھ لے کر ہر روز گھوڑے پر سوار ہوتی تھی اُن سب کے سروں پر خاک ہوتی تھی اور نقاب ڈالے ہوئے شاہی محل کے چوک کے دروازے پر کھڑی ہو جاتی تھی اس کا چرچا بھی لوگوں میں بہت زیادہ ہوا تو بادشاہ نے سب لوگوں کو چوک میں جمع کیا اور بادشاہ کی طرف سے دوغا نے کہا کہ تم لوگوں میں قاسا کا بہت چرچا ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ اس نے ایک بڑا جرم کیا ہے اس کے بعد قاسا کی ایک کنیزک کو لائے جس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اُس سے کہا کہ تو خود بیان کر اس نے بیان کیا کہ مجھے قاسا نے جاطل کے پاس جو بادشاہ کا چچازاد بھائی ہے اور جو فرار ہو کر کنیزنی کے ملک کو چلا گیا ہے بھیجا تھا اور اس کو یہ پیغام دیا تھا کہ تو واپس آجا میں اور تمام لشکر تیری مدد کریں گے تو بادشاہ کو تخت سے اُتار دے۔ جب امیروں نے یہ قصہ سُنا تو کہا کہ بے شک یہ بہت بڑا جرم ہے اور قاسا مستحق قتل کے ہے۔ قاسا کو خوف ہوا اور یہ خطیب کے گھر میں پناہ گزین ہو گئی اور اس ملک کا دستور ہے کہ اگر مسجد میں جانا ممکن نہ ہو تو خطیب کے گھر میں کوئی مجرم گھس جائے تو وہ بھی معاف کیا جاتا ہے۔

سوڈانیوں کے عادات و رسوم

سوڈانی یعنی حبشیوں کے جو افعال مجھے پسند آئے وہ یہ ہیں کہ وہ ظلم بالکل روا نہیں رکھتے اور اُن کا بادشاہ انصاف میں کسی کی رعایت نہیں کرتا اُن کے ملک میں امن بھی بدرجہ غایت ہے اور نہ مسافر کو اور نہ مقیم کو چور ڈاکو سے بالکل اندیشہ نہیں۔ اگر کوئی گورا آدمی اُن کے ملک میں مر جاتا ہے تو اس کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتے خواہ کتنا ہی کثیر مال ہو جب تک اس کا وارث نہ آئے اُس مال کو کسی معتبر گورے آدمی کے پاس رکھوا دیتے ہیں۔ نماز کے بھی یہ لوگ سخت پابند ہیں، اور نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اگر کوئی لڑکا یا لڑکی نماز نہیں پڑھتی تو اُس کو مارتے ہیں جمعہ کے روز اس قدر اژدحام ہوتا ہے کہ اگر صبح سے پہلے جا کر جگہ نہ روکی جائے تو نماز کے وقت جگہ نہیں ملتی وہاں کے آدمی اپنے غلاموں کے ہاتھ اپنے مصلّے بھیج دیتے ہیں اور وہ مسجد میں بچھا دیتے ہیں اُن کے مصلّے ایک درخت کے پتّھوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں جو کھجور کے مشابہ ہوتا ہے

لیکن پھل نہیں دیتا۔

یہ لوگ جمعہ کے دن سفید اور نفیس کپڑے پہنتے ہیں۔ اور اگر کسی کے پاس پرانا کرتا بھی ہوگا تو بھی اُس کو جمعہ کے دن پاک صاف اور سفید کرکے پہنے گا یہ لوگ قرآن مجید کے حفظ کرنے میں نہایت محنت کرتے ہیں اور اگر کوئی بچہ قرآن حفظ کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اُس کے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے ہیں اور جب تک وہ حفظ نہیں کر چکتا اُس کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ عید کے دن قاضی سے ملنے گیا تو دیکھا کہ اس کے بیٹوں کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں میں نے کہا کہ تم ان کو چھوڑتے کیوں نہیں اُس نے کہا کہ جب تک قرآن حفظ نہیں کر لیں گے میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ایک دن میں نے ایک خوبصورت جوان لڑکا دیکھا وہ بہت عمدہ فاخرہ لباس پہنے ہوئے تھا لیکن پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا کہ اس کے لڑکے نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔ وہ سُن کر بہت ہنسا اور کہا قرآن حفظ نہ کرنے کے باعث اس کے بیڑیاں ڈالی ہوئی ہیں۔

ان لوگوں کے افعال جو مجھے ناپسند آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ لونڈیاں اور نوکر عورتیں اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ننگی مادرزاد پھرتی ہیں رمضان کے مہینے میں اکثر ایسی عورتیں دیکھنے میں آتی ہیں کیونکہ وہاں دستور ہے کہ ہر ایک امیر بادشاہ کے محل میں روزہ کھولتا ہے اور ہر ایک امیر کا کھانا بیس سے زیادہ لونڈیاں لاتی ہیں اور سب کی سب ننگی ہوتی ہیں۔ اور جب کوئی عورت بادشاہ کے سامنے آتی ہے تو ننگی آتی ہے اور بادشاہ کی بیٹیاں بھی ننگی ہوتی ہیں رمضان کی ستائیسویں شب کو میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے محل سے سو کے قریب عورتیں کھانا لے کر نکلیں اور ان کے ساتھ دو بادشاہ کی بیٹیاں بھی تھیں جو جوان تھیں اور اُن کے سینے اُبھرے ہوئے تھے بالکل ننگی تھیں۔ اور یہ بھی اُن میں ایک عیب ہے کہ ادب کے لیے سروں پر خاک ڈالتے ہیں اور شاعر شعر پڑھنے کے وقت اپنی شکل مسخروں جیسی بناتے ہیں اور اکثر حبشی مردار کھاتے اور گدھے کھاتے ہیں۔

سوڈان کے آدم خور باشندے

حاجی فریا مغانے مجھ سے بیان کیا کہ جب منسا موسیٰ اس ندی کے کنارے پہنچا تو اس کے ساتھ ایک گورا قاضی ابوالعباس دکالی نام تھا بادشاہ نے اس کو چار ہزار مثقال سونا عطا کیا جب میمہ میں پہنچے تو اس نے بادشاہ سے شکایت کی کہ چار ہزار مثقال سونا اس کے گھر سے چوری ہو گیا بادشاہ نے میمہ کے حاکم کو بلوایا اور کہا کہ اگر چور پیدا نہیں کرے گا تو قتل کر دیا

جائے گا۔ اس حاکم نے بہت تلاش کی کچھ پتہ نہ ملا اور نہ اس ملک میں کوئی چور ہوتا ہے وہ قاضی کے مکان پر گیا اور اس کے نوکروں اور غلاموں پر سختی کی، ایک لونڈی نے کہہ دیا کہ قاضی کی چوری نہیں ہوئی اس نے اپنے ہاتھ سے کل سونا فلاں جگہ زمین میں دفن کیا ہے۔ امیر سونے کو نکال کر بادشاہ کے پاس لے آیا۔

بادشاہ قاضی پر بہت ناراض ہوا اور اس کو حبشیوں کے ملک میں جو آدمیوں کو کھا جاتے ہیں جلاوطن کر دیا۔ وہ ان کے ملک میں چار سال رہا۔ لیکن انھوں نے اس کو نہیں کھایا اور اس کو واپس بلا لیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ گورے آدمی کا کھانا نقصان کرتا ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ گورا آدمی کچا ہوتا ہے ابھی پختہ نہیں ہو چکتا اور کالا آدمی پختہ ہو جاتا ہے منسا سلیمان کے پاس اُن آدمیوں کی ایک جماعت آئی جو آدمی کو کھاتے ہیں ان کے ساتھ ان کا امیر بھی تھا۔ ان کے کانوں میں بڑی بڑی مرکیاں پڑی ہوئی ہوتی ہیں اور ہر ایک مرکی کا طول آدھی بالشت سے کم نہیں ہوتا۔ وہ ریشم کے لحاف اوڑھے رہتے ہیں۔ اُن کے ملک میں سونے کی کان ہے۔

بادشاہ نے ان کی خاطر تواضع خوب کی اور ضیافت میں ان کو ایک آدمی بھی دیا وہ اس کو ذبح کر کے کھا گئے اور اس کا خون اپنے چہروں اور ہاتھوں پر لتھیڑ لیا اور بادشاہ کے پاس شکریہ ظاہر کرنے آئے۔ جب وہ آتے ہیں تو بادشاہ ان کو ایک آدمی ضیافت میں دیتا ہے مجھ سے کسی نے بیان کیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آدمی کے دست اور سینہ کا گوشت بہت عمدہ ہوتا ہے۔

ٹمبکٹو

اس شہر کے باشندوں کے حیرت انگیز رسم و رواج

پھر ہم ٹمبکٹو پہنچے یہ شہر دریائے نیل سے چار میل کے فاصلہ پر ہے وہاں کے اکثر باشندے مسوفہ ہیں جو نیچے سے منہ تک چہرے کو کپڑے سے ڈھکا رکھتے ہیں۔ وہاں کا حاکم فربا موسیٰ ہے۔ میں ایک روز اس کے پاس گیا تو اس وقت ایک مسوفہ جو اپنی قوم کا امیر تھا مع قوم کے آیا۔ فربا موسیٰ نے اس کو خلعت میں ایک چادر اور ایک پیجامہ اور ایک عمامہ دیا یہ سب کپڑے رنگین تھے اور ڈھال پر بٹھایا اس کی قوم نے اس کو اپنے سروں پر اٹھا لیا۔ اس شہر میں الواسحاق ساحلی غرناطی شاعر کی قبر ہے وہ اپنے شہر میں طویجن کے نام سے زیادہ مشہور ہے اور وہاں سراج الدین بن کویک کی بھی قبر ہے یہ شخص سکندریہ کا ایک بڑا تاجر تھا۔

جب منسا موسےٰ حج کے لیے گیا تھا تو مصر کے باہر حبش کے تالاب پر سراج الدین کے ایک باغ میں ٹھیرا تھا۔ اس وقت بادشاہ کو خراج کی کچھ ضرورت ہوئی اس نے اور اس کے امیروں نے سراج الدین سے قرض لیا تھا۔ سراج الدین نے اُن کے ساتھ اپنا وکیل بھیجا وہ مالی میں ٹھیرا رہا۔ اس کے بعد سراج الدین بھی اپنے بیٹے کو ہمراہ لے کر تقاضے کے لیے آیا۔ جب ٹمبکٹو میں پہنچا تو الواسحاق ساحلی نے اس کی دعوت کی وہ اتفاق سے اسی رات کو مر گیا لوگوں نے چرچا کیا اور الواسحاق پر تہمت لگائی کہ اس نے سراج الدین کو زہر دے دیا۔ لیکن اس کے بیٹے نے کہا میں نے بھی تو وہی کھانا اپنے باپ کے ساتھ کھایا تھا اگر اس میں زہر ہوتا تو میں بھی مرجاتا اصل میں سراج الدین کی اجل آچکی تھی۔ اس کا بیٹا مالی میں پہنچا اور اپنے مال کا تقاضا کیا اور واپس مصر کو چلا گیا۔

ٹمبکٹو سے میں ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جو فقط ایک لکڑی کھود کر بنائی ہوئی تھی دریائے نیل کے رستہ چلا اور رات کے وقت کسی گاؤں میں ٹھیر جاتے تھے اور وہاں سے کھانے

پینے کی اشیا نمک اور کانچ کے زیورات اور خوشبوؤں کے عوض خرید لیتے تھے۔ وہاں سے میں ایک شہر میں پہنچا جس کا نام میں بھول گیا اس شہر کا حاکم فربا سلیمان تھا یہ شخص بڑا فاضل تھا اور حاجی بھی تھا شجاعت اور سیاست میں مشہور تھا۔ کوئی شخص اس کی کمان کو نہ چلا سکتا تھا میں نے کوئی حبشی اس سے زیادہ لمبا اور موٹا تازہ نہیں دیکھا اس شہر میں مجھے کچھ جوار کی ضرورت ہوئی میں امیر کے پاس گیا اس روز مولد نبوی کا دن تھا میں نے جا کر سلام کیا اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو اس کے پاس ایک فقیہ بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا میں نے اس سے اس کی تختی لے کر اس میں لکھ دیا کہ اے فقیہ اپنے امیر سے کہو کہ مجھے زاد راہ کے لیے کچھ جوار کی ضرورت ہے اور سلام۔

یہ تختی میں نے فقیہ کو دے دی چپکا چپکا پڑھ رہا تھا اور اپنی زبان میں امیر سے باتیں کرتا تھا اس کے بعد اس نے پکار کر پڑھا امیر سمجھ گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے محل میں لے گیا اس کے پاس ڈھال اور کمان اور نیزے وغیرہ ہتھیار بہ کثرت تھے اور ابن جوزی کی کتاب مدهش بھی رکھی تھی میں اس کو پڑھنے لگ گیا اس کے بعد پینے کے واسطے ایک چیز لائے جس کو وہاں دقنو کہتے ہیں وہ جوار کا دلیا ہوتا ہے جس کو پانی میں ملا کر تھوڑا سا شہد یا دودھ ڈالتے ہیں اور پانی کے عوض اس کو پیتے ہیں کیونکہ خالص پانی وہاں نقصان کرتا ہے اگر جوار میسر نہیں ہو سکتی تو پانی میں شہد اور دودھ ملا دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک تربوز لائے اس میں سے میں نے کچھ کھایا اتنے میں ایک کم عمر غلام آیا وہ امیر نے مجھے دے دیا اور کہا اس پر قبضہ کر لو اور اس کی حفاظت رکھیو کہیں بھاگ نہ جائے۔ میں اس کو لے کر چل پڑا امیر نے کہا ٹھیر جا تیرے لیے کھانا آتا ہے اتنے میں ایک دمشقی کنیز آئی اس نے مجھ سے عربی میں گفتگو کی ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ گھر کے اندر سے رونے کی آواز اٹھی لونڈی پوچھنے گئی کہ کیا ہوا اس نے واپس آ کر امیر سے کہا کہ تیری بیٹی مر گئی۔ امیر نے کہا مجھے رونے کی آواز سے نفرت ہے آؤ دریا کے کنارے چلیں وہاں دریا کے کنارے پر امیر کے مکانات تھے میرے واسطے امیر نے گھوڑا منگوایا اور مجھ سے کہا کہ سوار ہو میں نے کہا کہ تم پیدل جاتے ہو۔ میں سوار نہیں ہوتا۔ ہم سب پیدل چلے اور دریا کے کنارے امیر کے محل میں پہنچے وہاں کھانا آیا اور میں کھانا کھا کر امیر سے رخصت ہوا اور چل دیا میں نے سودان میں اس امیر سے زیادہ کوئی با مروت نہیں دیکھا جو غلام اس نے مجھے دیا تھا وہ اب تک میرے پاس ہے۔

قوم بربر کے صفات و خصائل عجیبہ

پھر ہم بردامہ کے ملک میں پہنچے یہ ایک بربر کی قوم ہے کل قافلے ان کی حفاظت میں جاتے ہیں اس بات میں وہ عورت کا خیال مرد کی بہ نسبت زیادہ رکھتے ہیں یہ لوگ خانہ بدوش ہیں کہیں ایک جگہ قیام نہیں کرتے ان کے خیمے عجیب شکل کے ہیں لکڑیاں کھڑی کر کے ان پر بوریہ بچھاتے ہیں اور پھر ان پر عرض طول میں لکڑیاں رکھ کر اس پر یا تو کھال یا روئی کا کپڑا منڈھ دیتے ہیں ان کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں بدن میں فربا اور رنگ میں نہایت سفید ہوتی ہیں میں نے اس قوم کی عورتوں سے زیادہ کہیں موٹی عورت نہیں دیکھی ان کی خوراک گائے کا دودھ ہے صبح اور شام جوار کا دلیا پانی میں گھول کر کچا پی جاتی ہیں اور اگر کوئی ان سے نکاح کرنا چاہے تو کر لیتی ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ ان کے علاقہ کے آس پاس کے شہروں میں سکونت رکھے ادھر کوکو سے آگے اور ادھر الیولاتن سے پرے نہیں جاتی ہیں۔

اس ملک میں گرمی کی شدت اور صفرا کی کثرت کے سبب سے بیمار ہو گیا ہم جلدی جلدی سفر کر کے تگدا میں پہنچے اور وہاں میں مغربیوں کے شیخ سعید بن علی جزولی کے گھر کے پاس ٹھیرا وہاں کے قاضی ابو ابراہیم جاتانی نے میری ضیافت کی اور جعفر بن مسوفی نے بھی میری مہمانی کی۔ تگدا کے گھر سرخ پتھر کے بنے ہوتے ہیں، وہاں کا پانی تانبے کی کان میں سے ہو کر آتا ہے اس لیے اس کا مزا اور رنگ متغیر ہو جاتا ہے وہاں زراعت بہت کم ہوتی ہے کچھ گیہوں ہوتے ہیں وہ سوداگر اور پردیسی کھا جاتے ہیں اور ایک مثقال سونے کے عوض بیس مد آتے ہیں وہاں کا مد ہمارے مد سے ایک ثلث کی برابر ہوتا ہے۔ جوار کا بھاؤ وہاں ایک مثقال سونے کے عوض نوے مد ہیں۔ بچھو بہت ہوتے ہیں۔ وہاں کا بچھو بچے کو مار ڈالتا ہے۔ لیکن بڑے آدمی شاذ و نادر بچھو کے کاٹے سے مرتے ہیں۔

میرے ہوتے ایک روز بچھو نے شیخ سعید بن علی کے بیٹے کو کاٹا وہ صبح کے وقت مر گیا۔ میں بھی اس کے جنازے پر گیا۔ اس شہر کے باشندے سوا تجارت کے اور کچھ کام نہیں کرتے۔ ہر سال مصر جاتے ہیں اور وہاں سے کپڑے اور دیگر اشیا لاتے ہیں یہ لوگ بڑے مرفہ الحال اور آسودہ ہیں لونڈی غلام بھی ان کے پاس بہ کثرت ہیں یہی حال الیولاتن اور مالی کے باشندوں کا ہے۔ تعلیم یافتہ لونڈیاں بہت کم فروخت ہوتی ہیں اور بڑی قیمت پاتی ہیں

جب میں تگدا میں پہنچا تو میں نے ایک تعلیم یافتہ لونڈی خریدنی چاہی، مجھے دستیاب نہ ہوئی۔ قاضی ابو ابراہیم نے اپنے ایک دوست کی لونڈی میرے پاس بھیجی میں نے پچیس مثقال میں خرید لی لیکن پھر اس کا مشتری نادم ہوا اور واپسی کی درخواست کی میں نے کہا میں اس شرط پر واپس کردوں گا کہ مجھے کوئی اور بکتی ہوئی لونڈی بتلا دے اس نے کہا کہ علی اغیول کے پاس ایک لونڈی بکاؤ ہے یہ شخص وہی مغربی ہے جس نے میرے بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا تھا اور میرے پیاسے غلام کو پانی دیا تھا میں نے اس کی لونڈی خرید لی وہ پہلی کنیزک سے اچھی تھی جو میں نے واپس کردی تھی۔ یہ مغربی بھی بیچنے کے بعد افسوس کرنے لگا اور واپسی کے لیے میری خوشامد کرنے لگا میں اس سے اس کی پہلی باتوں پر ناراض تھا اس لیے انتقام لینے کی غرض سے میں نے انکار کردیا کہ میں واپس نہیں کرتا لیکن جب وہ مجنوں ہونے لگا اور مرنے کے قریب ہوگیا میں نے وہ لونڈی اس کو واپس کردی۔ تگدا کے شہر کے باہر تانبے کی کان ہے زمین میں سے تانبا کھود کر شہر میں لاتے ہیں اور گھروں میں لاکر اس کو پگھلاتے ہیں ان کے غلام اور لونڈیاں بھی یہی کام کرتی ہیں جب تانبا پگھل کر سرخ ہوجاتا ہے تو ڈیڑھ ڈیڑھ بالشت کی سلاخیں بنا لیتے ہیں بعض موٹی اور بعض پتلی ایک مثقال سونے کی عوض چار سو موٹی سلاخیں آتی ہیں اور پتلی سلاخیں چھ سو یا سات سو۔ یہ سلاخیں روپے پیسے کی جگہ چلتی ہیں پتلی سلاخوں کے عوض گوشت اور بکری خریدتے ہیں اور موٹی سلاخوں کے بدلے غلام اور لونڈیاں اور جوار اور گھی اور گیہوں وغیرہ تانبا وہاں سے کوبر کے ملک میں لے جاتے ہیں جو کافر حبشیوں کا ملک ہے اور زغاوی اور برنو میں بھی لے جاتے ہیں جو تگدا سے چالیس منزل فاصلہ پر ہے برنو کے باشندے مسلمان ہیں اُن کے بادشاہ کا نام ادریس ہے۔ وہ کسی کے سامنے نہیں آتا ہے پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرتا ہے۔

وہاں سے خوبصورت لونڈیاں اور غلام اور سرخ رنگ کے کپڑے لاتے ہیں اور تانبا جوجو اور مورتیوں وغیرہ کے ملک میں لے جاتے ہیں۔ جبکہ میں تگدا میں مقیم تھا تو ابو ابراہیم قاضی اور محمد خطیب اور ابو حفص مدرس اور شیخ سعید بن علی تگدا کے بادشاہ کے پاس جانے لگے یہ شخص بربری ہے اس کا نام ازار ہے وہ تگدا سے ایک دن ایک رستہ پر تھا اور ایک اور بربری بادشاہ کے ساتھ جس کا نام تکرکری تھا اس کا تنازعہ تھا۔ لوگ اُن کی صلح کرانے جاتے تھے میں بھی ایک بدرقہ لے کر وہاں گیا یہ لوگ جو پہلے گئے تھے انھوں نے بادشاہ کو میرے

آنے کی خبر دی وہ میری ملاقات کو بے زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ یہ لوگ گھوڑے پر زین نہیں رکھتے فقط ایک بستر سرخ رنگ کا نہایت خوبصورت گھوڑے کی پیٹھ پر بجائے زین کے ڈال لیتے ہیں اور بادشاہ ایک چادر اور پیجامہ اور عمامہ جو نیلے رنگ کے تھے پہنے ہوئے تھا اور اس کے ساتھ اس کے بھانجے تھے اس قوم میں بھانجا وارث ہوتا ہے جب وہ آیا تو ہم تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور بادشاہ کے ساتھ مصافحہ کیا۔

بادشاہ نے میرا حال دریافت کیا میں نے کل حال سنایا بادشاہ نے مجھے اپنے متعلقین میں سے ایک کے مکان میں ٹھیرا دیا اور گوسفند کی بھنی سری سیخ پر چڑھی ہوئی میرے لیے بھیجی اور گائے کے دودھ کا ایک پیالہ بھیجا ہمارے مکان کے متصل ہی اس کی ماں اور بہن کا گھر تھا۔ وہ دونوں ہمارے پاس آئیں اور ہمیں سلام کیا اس کی ماں میرے لیے رات کو دودھ بھیجا کرتی تھی وہ رات کو دودھ دوہتے ہیں اور اس وقت اور دوسرے دن صبح کو دودھ پیا کرتے ہیں۔ اناج بالکل نہیں کھاتے اور نہ اناج کو جانتے ہیں اُن کے پاس چھ دن ٹھیرا وہ بادشاہ میرے لیے ہر روز دو مینڈھے بنے ہوئے ایک صبح کو اور ایک شام کو بھیجا کرتا تھا اور ایک اونٹنی اور دس مثقال سونا مجھے رخصت کے وقت دیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر تکدا کے شہر میں آیا۔

وطن کی کشش

جب میں تکدا میں واپس آیا تو محمد بن سعید سجلماسی کا ایک غلام آیا اور امیرالمومنین کا خط لایا جس میں مجھے حکم تھا کہ میں دارالخلافہ میں حاضر ہو جاؤں میں نے فرمان کو بوسہ دیا اور فوراً حکم کی تعمیل شروع کی ایک ثلث اور سینتیس[۳] مثقال سونے میں میں نے دو اونٹ اپنی سواری کے لیے خریدے اور تواٰت کی جانب چل پڑا۔ ستر دن کا زادِ راہ اپنے ساتھ لیا کیونکہ تکدا اور تواٰت کے درمیان کچھ اناج نہیں ملتا ہے فقط گوشت اور دودھ اور گھی کپڑوں کے عوض میسر آ سکتا ہے۔

مسافر اپنے وطن پھر واپس آتا ہے

میں تکدا سے جمعرات کے دن شعبان کی گیارھویں کو ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چلا اس قافلہ میں جعفر تواتی بھی تھا یہ شخص بڑا فاضل عالم ہے اور ہمارے ساتھ فقیہ محمد بن عبداللہ تکدا کا قاضی بھی تھا اس قافلہ میں چھ سو کے قریب لونڈیاں تھیں۔ وہاں سے ہم کاہر کے شہر میں پہنچے جو کرکری کے سلطان کا علاقہ ہے۔ اس ملک میں جڑی بوٹی بہت ہوتی ہے یہاں لوگ بربروں سے بکریاں خریدتے ہیں اور ان کا گوشت سکھا کر توات لے جاتے ہیں۔ وہاں سے چل کر ہم صحرا میں داخل ہوئے تین روز تک کوئی آبادی نہیں تھی اور نہ پانی مل سکتا ہے اس کے بعد پندرہ دن اور صحرا میں چلے وہاں پانی مل سکتا ہے لیکن آبادی نہیں پھر ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے دو رستے ہو جاتے ہیں ایک رستہ تو توات کو جاتا ہے اور دوسرا غایت ہو کر مصر کو۔ یہاں پانی کے تالاب ہیں۔ یہ پانی لوہے کی کان میں سے گزر کر آتا ہے اگر سفید کپڑا اس میں دھویا جائے تو سیاہ ہو جاتا ہے۔

وہاں سے دس دن سفر کر کے ہکار میں پہنچے یہاں کے باشندے بھی بربر ہیں اور منہ ڈھکا ہوا رکھتے ہیں یہ لوگ اچھے نہیں ان کا ایک سردار ہمیں ملا اس نے قافلہ کو روک لیا اور جب تک کپڑے اور مال نہ لے لیا آگے نہ جانے دیا ہم ان کے ملک میں رمضان کے مہینے میں پہنچے یہ لوگ رمضان کے مہینے میں رستہ نہیں لوٹتے اور قافلوں کو کچھ نہیں کہتے اور اگر کوئی چور بھی رستے میں مال پڑا ہوا پاتا ہے تو اس کو نہیں اٹھاتا یہ ہی حال کل بربر لوگوں کا ہے جو اس رستے پر رہتے ہیں ہکار کے ملک میں ہم برابر ایک مہینے تک سفر کرتے رہے اس میں سبزی بہت کم ہے اور پتھر بہت زیادہ ہیں رستہ بڑا کٹھن ہے عید کے دن ہم بربروں کے ملک میں پہنچے یہ بھی منہ ڈھکا رکھتے ہیں انھوں نے ہمیں ہمارے ملک کا حال سنایا اور بتلایا کہ بنی خراج اور بنی یغمور باغی ہو گئے ہیں اور توات کے علاقہ میں تسابست میں مقیم ہیں قافلہ والوں کو یہ خبر سن کر اندیشہ ہوا۔

پھر ہم بودا میں پہنچے یہ توات کے ملک کا ایک بڑا گاؤں ہے وہاں کی زمین ریگستان اور شور ہے اور کھجور بہ کثرت ہوتی ہے مگر اچھی نہیں ہوتی۔ لیکن وہاں کے لوگ اس کو سجلماسہ کی کھجور سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ نہ وہاں غلہ ہوتا ہے نہ وہاں گھی ہوتا ہے نہ تیل۔ یہ چیزیں

وہ مغرب کے ملک سے لاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے کھجور اور ٹڈی پر گذران کرتے ہیں۔ ٹڈی بہ کثرت ہوتی ہے اس کے کوٹھے بھر لیتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں صبح سے پہلے اس کو پکڑتے ہیں کیونکہ وہ رات کے وقت سردی کے سبب سے اڑ نہیں سکتی بودا میں ہم نے کئی دن تک قیام کیا وہاں سے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا اور ذی قعدہ کے وسط میں سجلماسہ کے شہر میں پہنچ گیا اور وہاں سے ذی الحجہ کی دوسری تاریخ کو چلا یہ سخت جاڑے کا موسم تھا رستے میں برف نہایت کثرت سے پڑی برف کی کثرت اور سخت رستے میں نے سمرقند اور بخارا اور خراسان اور ترکستان میں دیکھے تھے لیکن ام جنیبہ کا رستہ وہاں سے زیادہ دشوار گذار پایا عید الضحیٰ کی رات کو ہم دار الطمع میں پہنچے عید کے دن میں وہاں ٹھیرا وہاں سے چل کر پھر دار الخلافہ فاس میں پہنچا اور امیر المومنین کی دست بوسی اور زیارت کا فخر حاصل کیا اور یہ دور دراز سفر کر کے اس کے سایۂ عاطفت میں قیام کیا خدا تعالیٰ اس کا سایہ ہم لوگوں پر تا دیر سلامت رکھے۔

یہ سفر نامہ یہاں ختم ہوا اور اس کی تحریر سے آج ۳۔ ذی الحجہ ۷۵۶ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔ ابن بطوطہ